# فتاویٰ

# علماءِ ہند

جلد-۲

تیار کردہ

منتخب علماءِ ہند

زیر سرپرستی

حضرت مولانا مفتی انیس الرحمٰن قاسمی

زیرِ نگرانی

حضرت مفتی محمد اسامہ شمیم الندوی

باھتمام

منظمۃ السلام العالمیۃ

ممبائی۔ الہند

| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | فتاویٰ علماء ہند (جلد-۲) |
| زیر سرپرستی | : | حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب |
| زیر نگرانی | : | **حضرت مولانا محمد اُسامہ شمیم الندوی صاحب** |
| سن اشاعت | : | جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ مطابق مارچ ۲۰۱۴ء |
| تعداد اشاعت | : | ایک ہزار |
| کمپوزنگ وڈیزائننگ | : | محمد رضاء اللہ قاسمی |
| ناشر | : | **منظمة السلام العالمية، ممبائی، الھند** |


**یہ کتاب ''منظمة السلام العالمية'' کی**

**طرف سے ہدیہ ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے**

**وقف ہے، اس کو بیچنا جائز نہیں ہے۔**


## منظمة السلام العالمية

Global Peace Organisation (GPO)


Email: gpo.org@yahoo.com Mob. : +91-7303 7076 05

# كتاب الطهارة

# بسم اللّٰه الرحمن الرحيم

﴿يآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ
فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا
بِرُءُ وْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ
وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا﴾

(سورة المائدة:٦)

# فہرست عناوین

| نمبر شمار | عناوین | صفحات |
|---|---|---|

## موزوں پر مسح کے احکام (۹۹-۱۵۲)

## فرائض غسل (۱۵۳۔۱۹۰)

## سنن غسل (۱۹۱۔۲۰۰)

| نمبر شمار | عناوین | صفحات |
|---|---|---|

## موجبات غسل (۲۲۳۔۲۶۳)

## جنابت کے احکام (۲۶۵۔۲۸۶)

## متفرقات غسل (۲۸۷۔۲۹۳)

| نمبر شمار | عناوین | صفحات |
|---|---|---|



## معذور کے احکام (۲۹۵۔۳۳۸)

| نمبر شمار | عناوین | صفحات |
| --- | --- | --- |

## معذور کے لیے مسح کے احکام (۳۳۹۔۳۵۰)

| نمبر شمار | عناوین | صفحات |
| --- | --- | --- |

## تیمّم کے مسائل (۳۵۱۔۴۲۵)

## مسائل حیض (۴۲۷۔۴۷۰)

## مسائل نفاس (۴۷۱۔۴۸۹)

| نمبر شمار | عناوین | صفحات |
|---|---|---|

## مسائل استحاضہ (۴۹۰۔۵۰۰)

| نمبر شمار | عناوین | صفحات |
|---|---|---|

## خواتین کے سیلان رحم ورطوبت کے احکام (۵۰۱۔۵۱۷)



## پانی کی پاکی وناپاکی کے احکام (۵۱۹۔۵۵۲)

| نمبر شمار | عناوین | صفحات |
|---|---|---|

×××

# پیش لفظ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين،وعلى اله وصحبه أجمعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين۔وبعد!

اللہ جل شانہ وعم نوالہ کا کروڑوں انعام واحسان ہے کہ ''فتاویٰ علماء ہند'' جلد ثانی تکمیل کو پہنچی ۔علما ومفتیانِ کرام کوجس کا شدت سے انتظار تھا۔چونکہ پہلی جلد میں کتاب الطہارۃ کے صرف ۱۷۰رہی صفحات آسکے تھے۔چنانچہ دوسری جلد کی رغبت اور بھی بڑھ گئی تھی۔

فتاویٰ علماء ہند بشمول اصل کتاب وترجمہ (عربی وانگریزی) کے ۲۰۰رجلدیں متوقع ہیں۔اس لئے کوشش اس بات کی ہے کہ ہر ماہ ایک جلد آجائے تو بھی قریب ۲۰رسال کا عرصہ درکار ہوگا۔بندہ اس تاخیر پر معذرت خواہ ہے۔تاخیر کا سبب جہاں اس کام کی مشکلات ہیں،وہیں اس کی بڑی وجہ بندے کی کم مائیگی ہے۔

اس لیے کہ ان کاموں کے لئے جس علمی صلاحیت کی ضرورت ہے،وہ بندۂ ناچیز میں ناپید ہے۔خدا تعالیٰ اس خدمت کوقبول فرما کرمجھ بے بضاعت کے لئے ذخیرۂ آخرت بنادے۔(آمین)

الحمدللہ!''فتاویٰ علماءِ ہند'' کی پہلی جلد منصۂ شہود پہ آکر ملک وبیرونِ ملک کے علمی حلقوں میں مقبول ہوئی۔ بالخصوص اہل فقہ وفتاویٰ،دارالقضاودارالافتااورعظیم دینی درسگاہوں میں اسے موجودہ مسائل کاحل سمجھا جارہا ہے۔

فتاویٰ علماءِ ہند کی یہ جلد پہلی جلد سے ممتاز ہے۔اس لئے کہ اس جلد میں تعلیقات وحواشی کی مراجعت کا خاصہ اہتمام کیا گیاہےاورتاحدِّممکن طباعت سےقبل ان مسودات کواصحابِ فقہ وفتاویٰ کی نگاہوں سے گذارنے کی کوشش کی گئی ہے۔لیکن انسان خطا کارہی نہیں بلکہ سراپا خطاہے،اس کا کوئی عمل خطا سے پاک نہیں۔لہٰذااہل علم سے درخواست ہے کہ غلطیوں کی نشاندہی فرما کرممنون فرمائیں۔

اور اب میں اخیر میں اپنے تمام دوستوں بزرگوں کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں، جنہوں نے اس جلد کی تکمیل میں جس جہت میں بھی حصہ لیا ہو، ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن پٹنہ کے ذمہ داران ومعاونین کے علاوہ خاص طور پر ''ادارہ دینیات، ممبئی'' کے شعبۂ تحقیقات کے ذمہ داران جناب مولانا مفتی وسیم صاحب، جناب مولانا فہیم صاحب اوران کے رفقاء کرام، جنہوں نے بڑے ہی عرق ریزی کے ساتھ اس کتاب کی مراجعت میں حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی اس خدمت کو قبول فرمائے اورامت کو اس کتاب سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہونچائے۔ (آمین)

بتاریخ: ۸/ جنوری ۲۰۱۴ء
بمطابق: ۶/ربیع الاول ۱۴۳۵ھ

(محمد اسامہ شمیم الندوی)
رئیس المجلس العالمی للفقہ الإسلامی

# عرض مرتب

**بسم اللہ الرحمن الرحیم**

**الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین،أمابعد!**

بلا شبہ علما وفقہا اس امت کے چراغ ہیں، ان کے ذریعہ امت کی دینی وفکری راہ نمائی ہر دور میں رہی ہے اوران کی علمی کاوشوں خاص طور پر فتاویٰ نے خضر طریق کا کام کیا ہے۔ فتاویٰ کی اہمیت عہد نبوی سے لے کر آج تک مسلم آ رہی ہے اور تا قیامت رہے گی۔

**''فتاویٰ علماء ہند''** اسی زریں سلسلہ کی ایک مضبوط کڑی ہے، اللہ کا شکر ہے کہ اس کی توفیق سے مفتیان ہندو پاک کے فتاویٰ کا یہ مجموعہ احقر کے ذریعہ مرتب ہوکر شائع ہورہا ہے، اس کی ترتیب، تحقیق وتعلیق کا کام بہتر طور پر کرنے کی کوشش کی گئی ہے، میں شکر گذار ہوں اپنے ان تمام احباب کا جو اس کتاب کی تحقیق وترتیب اور مراجعت میں معاونت فرمارہے ہیں۔ اسی طرح اس موقع پر خاص طور سے محترمی ومعظمی انجنئر شمیم احمد صاحب کا، اوراپنے مخلص مولانا محمد اسامہ شمیم ندوی زیدمجدہ کا شکر گذار ہوں، جنہوں نے اردو کے علاوہ اس کے عربی اورانگریزی ترجمہ کا بھی بیڑہ اٹھایا ہے اوراس کی پہلی جلد کے ترجمے تکمیل کے مرحلہ میں ہیں، اللہ ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے۔ یہ ایک بڑا منصوبہ ہے جس کی تکمیل کے لیے اللہ ہی سے مدد واستعانت چاہتا ہوں۔

الحمدللہ پہلی جلد طباعت کے بعد علما کے ہاتھوں میں جب پہونچی تو انہوں نے اسے پسند کیا اوراپنی آراء وتأثرات سے نوازا۔ اس میں سے چند تأثرات شامل کتاب ہورہے ہیں، ان تمام بزرگوں اوراصحاب علم کا شکر گذار ہوں جنہوں نے اسے دیکھا اوراپنے تأثرات سے نوازا۔

دوسری جلد بھی طہارت کے احکام ومسائل پر مشتمل ہے، طباعت کے مرحلہ سے گذرنے کے بعد آپ کے ہاتھوں میں ہے، انشاءاللہ اس کے بعد طہارت سے متعلق تیسری جلد پریس میں جائے گی۔

دعا گو ہوں کہ اللہ جل شانہ اپنے خصوصی فضل سے اسے قبول فرمائے اور ہماری لغزشوں کو معاف کرے اور امت کو اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہونچائے۔ (آمین یارب العالمین)

انیس الرحمٰن قاسمی

ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

۱۹/ جمادی الأولی ۱۴۳۵ھ

۲۰/ مارچ/ ۲۰۱۴ء روز جمعرات

# کلمۃ الشکر

مالکِ حقیقی کا بے انتہا شکر ہے، جس نے ”منظمة السلام العالمية“ کو فتاویٰ علماءِ ہند کی دوسری جلد کی طباعت ونشر واشاعت کی توفیق عطا فرمائی۔

یہ سنتِ الٰہی ہے کہ اگلے کام کی توفیق پچھلے کام کی قبولیت سے ملتی ہے۔

زیرِ نظر کتاب **”فتاویٰ علماء ہند“** کی دوسری جلد ہے۔اس کی پہلی جلد ذی الحجہ/۱۴۳۴ھ میں طبع ہوکر منظرِ عام پر آ گئی ہے۔

**الحمدللہ** ”فتاویٰ علماءِ ہند“ کی پہلی جلد ملک وبیرونِ ملک کے علمی حلقوں میں اللہ کے فضل وکرم سے مقبول ہوئی اور ہر طرف سے اس کی افادیت کے پیشِ نظر ہمت افزائی کے دعائیہ کلمات، مفید مشورے دستیاب ہوتے رہے۔

کسی فکر کو سیاہ وسفید کر کے مستفیدین تک پہونچانے کے لئے تین مراحل کی ضرورت پڑتی ہے!

## تالیف وتدوین، کتابت وطباعت اور نشر واشاعت!

کتابوں کی نشر واشاعت کے لئے مروجہ طریقہ تو یہ ہے کہ کتاب کی دوکانوں پر کتابیں بھیج دی جائیں اور طالبین وہاں سے حاصل کریں۔ ”منظمة السلام العالمية“ کے ذمہ داروں نے اس طریقۂ کار کو قدردانوں تک کتاب کے پہنچنے میں تاخیر کے باعث پسند نہیں کیا۔ بلکہ ان کے نزدیک یہ طریقہ زیادہ موثر معلوم ہوا کے ملک وبیرون ملک سے دارالقضا ودارالافتا، صاحبِ فقہ وفتاویٰ، اور وہ دینی درسگاہیں جہاں افتا کا کام ہوتا ہے، کے عنوانات حاصل کر لئے جائیں اور قدردانوں تک براہِ راست پہنچانے کا اہتمام کیا جائے۔ کسی مرکزی جگہ پر اس ملک وصوبہ کے ضرورت کے پیشِ نظر کتاب پہنچادی جائے اور وہاں کی مرکزی شخصیت اس کتاب کو محصولہ عنوانات پر ارسال کردیں۔

**اللّٰهم تقبل منا إنک أنت السميع العليم**

(بندہ شمیم احمد)

خادم

منظمۃ السلام العالمیہ، ممبئی، الہند

تاریخ: ۸/جنوری ۲۰۱۴ء

مطابق: ۶/ربیع الاول ۱۴۳۵ھ

**باسمہ تعالیٰ**

فتویٰ دینا ایک نہایت ذمہ دارانہ اور دیانت کا متقاضی عمل ہے، جس کے لیے اولاً تو مفتی محترم کا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی علمی وسعت وعمیق فقہی تدبر ضروری ہے، اس کے بعد مستند مفتیان کرام کے فتاویٰ اور علل فتاویٰ پر بصیرت مندانہ عبور بھی لوازم افتا میں شامل ہے، مفتی کے لیے عمومی مسائل کا بڑی حد تک وقیع مطالعہ کے ساتھ استحضار اور علل استنباط احکام کی وسیع معلومات بھی ضروری ہیں، ان سب کے بعد سب سے اہم اور نازک اور محنت ودقت طلب چیز اس کے پیش نظر مسئلہ کے لیے اگر دوسرے شریک علت مسائل سامنے نہ ہوں تو تفکر وتدبر کے ساتھ پیش نظر مسئلہ کی اس برمحل علت کے تجسس کی صلاحیت ہونا بھی ضروری ہے کہ جس سے پیش نظر مسئلہ کے صحیح انطباق کے ذریعہ حکم کا استخراج تفصیلاً ممکن ہوجائے، اس تمرین کے لیے اہم ضرورت یہ بھی ہوتی ہے کہ کسی طویل الخدمت مفتی مکرم سے محنت وکوشش کے ساتھ اسے سیکھا جائے۔

اگرچہ اس تمرین میں طویل الخدمت اور وسیع النظر مفتیان کرام کے مطبوعہ فتاویٰ بھی ایک حد تک کارآمد ہوسکتے ہیں، لیکن قرار واقعی استفادہ تو کچھ عرصہ قریب رہ کر اور ان کے طرز خدمت افتا پر غائر نظر رکھنے سے اور تحقیق مزید کے لیے ان سے تعلیماً سیکھنا ہی صحیح معنی میں کارآمد ہوتا ہے۔

**''فتاویٰ علماء ہند''** ایک ایسی جامعیت کی حامل خدمت ہے کہ جس سے نہ صرف مفتیان کرام ہی غیر معمولی طور پر مستفید ہوں گے بلکہ طلبائے افتا بھی عقائد، طاعات، عبادات، معاملات اور تجارت کے عامۃ الوقوع مسائل میں اساتذہ کی رہنمائی میں اس سے غیر معمولی طور پر مستفید ہوسکیں گے، صحیح معنی میں تو عام طور پر پیش آمدہ ضرورتوں میں مسئلہ شرعی کی رہنمائی دینے کے لیے ہر قسم کے مسائل پر محتوی یہ مجموعہ **''فتاویٰ علماء ہند''** یقین ہے کہ مفتیان کرام کے لیے عظیم سہولت کا وسیلہ ثابت ہوگا اور بے شمار جزئیات کے استحضار میں اس سے انہیں اہم مدد ملے گی اور اساتذہ کی زیر نگرانی شعبہ افتا میں داخلہ لینے والے طلبہ عزیز کے لیے بھی یہ اہم اور وقیع مجموعہ فتاویٰ تمرین افتا میں امید ہے کہ مفید ثابت ہوگا اور **حضرت مولانا مفتی انیس الرحمٰن صاحب** جیسے صاحب نظر مرتب ومحقق کا اسم گرامی ہی اس مجموعہ کی وقیع وعظیم افادیت کے لیے نہایت قابل اعتماد ضمانت ہے۔

مرتب محترم کی اس تاریخ ساز خدمت پر ارباب علم دعاء قبولیت ومقبولیت کے ساتھ شکر گزار ہیں اور مستقبل کی نئی نسل مفتیان بھی انشاء اللہ شکر گزار رہے گی، حق تعالیٰ مولانا موصوف کے لیے اس وقیع خدمت دینی کو زاد آخرت فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

(مولانا) محمد سالم قاسمی (صاحب)
مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

موصولہ: ۱۳؍ مارچ ۲۰۱۴ء

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

مکرم ومحترم جناب مولانا مفتی انیس الرحمٰن قاسمی!　　زید مجدکم السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔

**''فتاویٰ علماء ہند''** کی پہلی جلد کئی ماہ قبل موصول ہو چکی تھی، لیکن بروقت وصولیابی کی اطلاع نہیں کر سکا۔

ماشاء اللہ آپ نے بہت ہی طویل وعریض منصوبہ کا بیڑہ اٹھایا ہے، اللہ تعالیٰ سہولت وعافیت کے ساتھ تکمیل تک پہونچائے اور پوری ملت کے لیے مفید بنائے۔

پہلی جلد میں آپ کا مفصل مقدمہ بھی وسیع اور معلومات افزاء ہے، جس میں فقہ وفتاویٰ کی تاریخ وتدوین اور آداب کے ساتھ ہند وپاک کے مفتیان کرام، دارالافتاء اور کتب فتاویٰ کا تعارف بھی آ گیا ہے۔

اس منصوبہ کی تکمیل کے لیے اپنی نیک تمناؤں اور دعاؤں کے ساتھ آپ کو اور مولانا محمد اسامہ شمیم الندوی صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

والسلام

(مولانا) ابوالقاسم نعمانی غفرلہ
مہتمم دارالعلوم دیوبند
۱۴۳۵/۴/۸ھ

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

**الحمدللّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدالمرسلین سیدنامحمدوعلی اٰلہ وصحبہ اجمعین ومن تبعهم بإحسان إلی یوم الدین!**

برادرم مولانا محمد اسامہ شمیم الندوی کے ذریعہ **''فتاویٰ علماء ہند''** جلداول دستیاب ہوئی۔(جزاہ اللّٰہ خیرًا) دیدہ زیب ٹائٹل،خوبصورت طباعت،ظاہری ومعنوی اعتبار سے ایک بہترین انسائیکلوپیڈیا ہے،موصوف کی زبانی معلوم ہوا کہ یہ انسائیکلوپیڈیا ساٹھ جلدوں پر مشتمل ہوگی۔

ایک عظیم اور مبارک کام ہے،جس میں ایک عالم اور مفتی بہت ساری کتابیں کھولنے اور تلاش کرنے کی کلفت سے محفوظ رہے گا۔اس کتاب کا مقدمہ بھی ایک علمی کلام پر مشتمل ہے،جس کا ایک مفتی کو جاننا ضروری ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو مکمل فرمائے،کام کو آسان فرمائے اور قبول فرمائے اور امت کو کما حقہ اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

بندہ محمود ایوب ندوی
**جمعیۃ السنۃ التعلیمیۃ والخیریۃ الهند**
بھٹکل،کرناٹک
۲۰۱۴/۲/۱ء

**باسمه تعالیٰ**

محترمی ومکرمی جناب مولانا محمد اسامہ شمیم ندوی! حفظہ اللہ
رئیس منظمۃ السلام العالمیۃ، ممبئی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ مورخہ ۱۳/۱۱/۲۰۱۳ء ملا۔ اس کے ساتھ فتاویٰ علمائے ہند کی پہلی جلد موصول ہوئی۔

**(جزاکم اللّٰہ خیر الجزاء)**

آپ نے لکھا ہے کہ جس پروجیکٹ کے تحت آپ یہ کام کررہے ہیں اس میں گزشتہ دوسو سال میں علمائے ہندوپاک کے فتاویٰ شامل کیے جائیں گے، اس کی ضخامت ساٹھ جلدوں کی ہوگی، پھر اس کے عربی اور انگریزی ترجمہ کا بھی ارادہ ہے۔ یقیناً یہ بڑا اور قابل قدر کام ہے، اس سے علماء ہند کی فقہی خدمات بہتر طریقہ سے سامنے آسکیں گی، یہ جان کر خوشی ہوئی کہ فتاویٰ کی ترتیب وتدوین اور ان پر حواشی تحریر کرنے کا کام محترم مولانا انیس الرحمٰن قاسمی ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ نے انجام دیا ہے اور ان کو بعض دیگر اہل علم کا تعاون بھی حاصل ہے۔ مولانا محترم امارت شرعیہ کے ذمہ دارانہ منصب پر فائز ہیں اور فتویٰ اور قضا کا عملی تجربہ رکھتے ہیں۔ اس لیے امید ہے کہ اس منصوبہ کو اعتبار واستناد حاصل ہوگا۔ مشہور کتب فتاویٰ کے علاوہ اردو میں بہت سے علمی اور فقہی موضوعات پر خاصی تصنیفات موجود ہیں، ان سے استفادہ کی بھی کوئی سبیل نکلنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس پروجیکٹ کو پایۂ تکمیل تک پہونچائے۔ آپ کی کوششوں کو قبول فرمائے اور اجر دے۔

والسلام

(مولانا سید جلال الدین عمری)
امیر جماعت اسلامی ہند، نئی دہلی

۱۳/۱/۲۰۱۴ء

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

**الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سید المرسلین وعلٰی آلہ وصحبہ ومن تبعھم بإحسان إلٰی یوم الدین. أمابعد!**

اعتقادوعمل، یہ وہ بنیادیں ہیں جن پرایک مسلمان کی اسلامی زندگی قائم ہوتی ہے،اس عمارت کورفعت وشوکت بھی اسی سے میسر ہوتی ہے اورزینت وقوت بھی اسی کے مرہون ہے،اگرچہ ان دونوں میں اعتقاد کی حیثیت بنیادی ہے، تاہم اس دنیامیں کسی مسلمان کی شناخت کامدار،اپنوں اور بیگانوں،تمام میں،عمل اسلامی پرہی ہے، چنانچہ اسلام کی بقاو حفاظت کا جووعدہ اورانتظام خالق کائنات کی جانب سے کیا گیاہے،اس میں ان دونوں کی حفاظت شامل ہے اوردور نبوی سے لے کرآج تک کی تاریخ اس پرشاہد ہے۔

قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا وعدہ ہے:’’**اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ**‘‘۔(سورۃ الحجر)

حقیقت یہ ہے کہ اس حفاظت کے وعدہ میں قرآن وحدیث کے علاوہ، وہ تمام چیزیں بھی شامل ہیں جواسلام کی بقاوحفاظت کے لیے عالم اسباب میں ضروری سمجھی جائیں۔غورکیجیے! قرآن کواللہ تعالیٰ نے تواتر کے ساتھ محفوظ فرمایا، احادیث کی حفاظت کے لیے تحقیق وتدقیق کے اعلیٰ معیارکی جانب امت کی رہنمائی فرمائی اورقرآن وحدیث ہی کی طرح صحابہ،تابعین، تبع تابعین اورعلماوفقہا کے اقوال کی حفاظت کاایسانظم فرمایاہے،جس کی مثال پیش کرنے سے اقوام عالم عاجزہے۔اس ناکارہ کے خیال میں دنیا کی تمام قوموں نے اپنے جن پیشواؤں اوردانشوروں کا قول وعمل محفوظ کیاہو،وہ تمام اس ذخیرہ سے بھی کم ترہوگا جومسلمانوں نے احادیث وآثارصحابہ کوچھوڑ،فقط تبع تابعین اوران کے بعدکے علما،صلحا،محدثین اورفقہا کے اقوال وارشادات کی شکل میں محفوظ کررکھاہے۔کسی آیت کی تفسیروتاویل کی طرح حدیث کامعنی ومطلب بھی محفوظ کیاگیا، بلکہ آیت وحدیث دونوں کاشان ورودبھی قرن اول سے محفوظ ہوتاہواہم تک پہنچاہے۔حقیقت یہ ہے کہ حفاظت ورعایت کی اس خصوصیت ہی نے امت کوحقیقی دین پرباقی رکھاہے۔

ہرزمانہ میں موجودتحریروتقریراورحفظ ونقل کے مختلف وسائل کوبدرجۂ اتم استعمال کرتے ہوئے جن علوم وفنون کومحفوظ رکھنے کی روایت امت مسلمہ نے قائم فرمائی ہے،ان میں ایک مستقل عنوان’’فتاویٰ‘‘ کابھی ہے، چنانچہ صحابۂ کرامؓ سے لے کرآج تک کے بے شمارعلماکےفتاویٰ امت کے پاس محفوظ ہیں۔

فتاویٰ واحکام کا یہ گراں قدرمایہ خزانہ،درحقیقت ترقی پذیردنیامیں امت کوترقی کی نئی راہ دکھاتاہے،ہردورمیں قرآنی احکام واسلامی اعمال کے وجودوبقاکاضامن ہےاوراسی سے اسلام کی ابدیت کی راہ استوارہوتی ہے،اسی ذخیرہ کی بدولت اعمال واحکام،معاشرت ومعاملات اورحکومت وسیاست، ہرشعبہ میں امت اپنے سابقین سے مربوط ہے اوراسی سے حال ومستقبل کی رہنمائی حاصل کرتی ہے۔

اسلامی علوم وفنون کی خدمت، حفاظت واشاعت کا جو حظِّ وافر برصغیر کے مسلمانوں کا نصیبہ ہے وہ دنیا کے کسی بھی خطے سے کمتر نہیں، چنانچہ اس روشن روش کے تابناک عنصر کے طور پر علماء ہندوپاک کے فتاویٰ کا سلسلہ یہاں بھی رہا اور ہے اور جو کچھ اس باب میں اللہ تعالیٰ نے چاہا، محفوظ ہوتا رہا اور ہو رہا ہے۔ چنانچہ دورِ آخر میں ہندوستان وپاکستان میں فتاویٰ کے جن مجموعوں نے اہم کردار ادا کیا ہے ان میں فتاویٰ عزیزی، فتاویٰ رشیدیہ، فتاویٰ دارالعلوم، امداد الفتاویٰ، امداد الاحکام، فتاویٰ محمودیہ اور فتاویٰ رحیمیہ سرفہرست ہیں، میقاتی رسائل وجرائد میں اشاعت کے علاوہ ان فتاویٰ کے کتابی مجموعوں نے علما وعوام میں یکساں مقبولیت پائی ہے۔ فتاویٰ کے ایسے انمول ذخیروں کا ہمہ گیر مطالعہ فرما کر اس میں منتشر جزئیات کو یک جا جمع کرنے کی ضرورت وافادیت ہر اس شخص پر واضح ہے جو افتا کی خدمات سے وابستہ ہو، مگر یہ کام طویل وقت اور انتہائی دقت ہونے کے علاوہ فقہی مہارت، حوالہ جات کے لیے متون وشروح پر گہری نظر کی متقاضی ہے، اس لیے ہر ایک کے بس کی بات نہ تھی۔

مجھے یہ جان کر خوشی ومسرت ہے کہ ہمارے کرم فرما اور بزرگ دوست جناب مولانا انیس الرحمٰن قاسمی ناظم امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ کو اللہ تعالیٰ نے اس عظیم صدقۂ جاریہ کے لیے قبول فرمایا اور توفیق سے بھی نوازا۔ امارت شرعیہ جیسی ملک گیر، فعال اور وسیع دائرہ کار رکھنے والی تنظیم کی نظامت کے علاوہ ملک کی نمائندگی سرکاری وغیر سرکاری ملی ودینی تنظیموں سے وابستگی آں موصوف کی قابلیت اور قبولیت کی دلیل ہے اور ان سب مصروفیات کے ساتھ اس خدمت کے لیے خود کو آمادہ کر لینا موصوف ہی کے بس کی بات ہے، ایں کار از تو آید ومرداں چنیں کنند۔

مولانائے محترم نے فتاویٰ دارالعلوم، فتاویٰ محمودیہ، فتاویٰ رحیمیہ وغیرہ چالیس کتابوں کے مجموعوں میں منتشر جزئیات کو یک جا جمع فرما کر ”فتاویٰ علماء ہند“ سے موسوم فقہی جزئیات کا ایک موسوعہ ترتیب دیا ہے، خوبی اس کی یہ ہے کہ اس میں مختلف جزئیات کو اس کے مأخذ سے من وعن نقل کرنے کے ساتھ عناوین کو بہتر اور مختصر کرتے ہوئے زبان ولغت کے جدید اسلوب میں تحریر کیا ہے، اس طرح نئی نسل کے لیے اپنے بزرگوں کی خدمات سے استفادہ اور آسان ہو جائے گا۔ (انشاء اللہ) ان سب خوبیوں کے علاوہ تخریج وتعلیق اور حوالہ جات کا اضافہ مستزاد۔ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اس کے کیا فوائد وثمرات ہیں۔

امت مسلمہ ہندیہ پر مولانا کا یہ احسان عظیم ہے، اس پر ان کا جتنا شکریہ ادا کیا جائے، وہ کم ہے، اللہ رب العزت اس خدمت کو قبول فرمائے، پایۂ تکمیل تک پہنچائے، مولانا کی عمر میں، وقت میں، جسمانی قویٰ اور ذہنی استعداد میں برکت وقوت نصیب فرمائے اور مادی ومعنوی تمام اسباب ووسائل خزانۂ غیب سے فراہم فرمائے اور جس عظیم مقصد کے پیش نظر اس کام کو انجام دیا جا رہا ہے، اس میں کامیابی نصیب فرمائے۔ (آمین)

۲۵ / اگست ۲۰۱۳ء

(مولانا مفتی) احمد دیلوی (صاحب)
خادم جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، گجرات

# متفرقات وضو

## وضو کے پانی کی مقدار:

سوال: وضو کے لیے کتنا پانی لینا چاہئے، پانچ سیر پانی لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

وضوایک مد پانی سے ہوسکتا ہے حدیث شریف میں ایسا ہی آیا ہے، غایت یہ کہ دو ڈیڑھ مد یعنی سوا سیر، ڈیڑھ سیر پانی ہو۔(۱) اور اسراف کرنا وضو میں مکروہ ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۱۳۳)

## وضو اور غسل میں پانی کی مقدار کیا ہے:

سوال: وضو اور غسل کے بارے میں پانی کی مقدار کے لیے مد اور صاع وغیرہ جو وارد ہے اس سے کمی زیادتی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

مد اور صاع جو وضو اور غسل میں وارد ہے وہ تحدید نہیں ہے، اس لیے کمی زیادتی جائز ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۱۲۹)

---

(۱) عن أنسؓ قال:"كان النبي صلى الله عليه وسلم يتوضأ بالمد ويغتسل بالصاع إلىٰ خمسة أمداد"، متفق عليه. (مشكوٰة، باب الغسل:ص۴۸۔ظفیر)

(۲) (ومكروهه: لطم الوجه) أوغيره (بالماء) تنزيهاً، والتقتير (والإسراف) ومنه الزيادة على الثلاث (فيه) تحريماً ولو بماء النهر والمملوك له. (الدرالمختار) قوله الإسراف: أي بأن يستعمل منه فوق الحاجة الشرعية الخ، ......... وقال في البدائع: إنه الصحيح، حتى لوزاد أونقص واعتقد أن الثلاث سنة لايلحقه الوعيد، وقدمنا أنه صريح في عدم كراهة ذلك يعني كراهة تحريم. (ردالمحتار، كتاب الطهارة، مطلب في تعريف المكروه:۱/۱۲۲، ظفیر)

(۳) (ثم يفيض الماء) علىٰ كل بدنه ثلاثاً مستوعباً من الماء المعهود في الشرع للوضوء والغسل وهوثمانية أرطال وقيل: المقصود عدم الإسراف، وفي الجواهر: لاإسراف في الماء الجاري لأنه غيرمضيع (درمختار) قوله وقيل المقصود الخ: الأصوب "حذف قيل" لما في الحلية: أنه نقل غيرواحد إجماع المسلمين علىٰ أن مايجزىء في الوضوء والغسل غيرمقدر بمقدار، وما في ظاهرالرواية: من أن أدنىٰ ما يكفي في الغسل صاع، وفي الوضوء مد للحديث المتفق عليه الخ ليس بتقديرلازم بل هوبيان أدنىٰ القدر المسنون آه قال في البحر: حتىٰ إن من أسبغ بدون ذلك أجزأه، وإن لم يكفه زادعليه لأن طباع الناس وأحوالهم مختلفة، كذا في البدائع. (رد المحتار، كتاب الطهارة، سنن الغسل:۱/۱۴۵، ظفیر)

## وضو کے لیے کتنا پانی چاہیے:

سوال: وضو اور غسل میں شرعاً کتنے سیر پانی استعمال کرنا چاہیے اور اس سے زائد کرنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

وضو میں ڈیڑھ سیر اور غسل میں چار سیر، فتاویٰ رشیدیہ: ص ۸۶۔(۱) اس سے زائد بلا ضرورت اسراف ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم، سہارنپور، ۳۰/۸/۶۱ ۱۳ھ، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر العلوم، سہارنپور ۳۰/۸/۶۱ھ، صحیح: عبد اللطیف، ۴/شعبان ۶۱ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۵۴)

## اعضاء وضو کو تین بار سے زیادہ دھونا:

سوال: وضو میں بعض لوگ تین بار کہنی تک ہاتھ دھو کر پھر تین بار پانی بہاتے ہیں، تو یہ چھ مرتبہ ہوگئے وضو میں یہ فعل درست ہے یا مکروہ یا ناجائز اور اس طرح کرنا چھ مرتبہ سمجھا جائے گا یا تین مرتبہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اگر تین سے زائد اس اعتقاد سے دھو رہا ہے کہ یہ ثواب یا سنت ہے تو مکروہ تحریمی ہے اور اگر یہ اعتقاد نہیں مگر بدوں کسی داعیہ کے کر رہا ہے تو عبث ہونے کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہے اور اگر کبھی ازالۂ شک اور طمانیت قلب کی خاطر تین سے زیادہ بار دھو لیا تو کوئی کراہت نہیں، البتہ مسجد اور مدرسہ کے وقف پانی سے تین بار سے زیادہ دھونا حرام ہے۔(۳)

---

(۱) فتاویٰ رشیدیہ: ۲۴۵، ادارہ اسلامیات، لاہور۔

(۲) (ثم يفيض الماء) علٰى كل بدنه ثلاثاً مستوعباً من الماء المعهود فى الشرع للوضوء والغسل وهو ثمانية أرطال، وقيل: المقصود عدم الإسراف، وفى الجواهر: لا إسراف فى الماء الجارى لأنه غير مضيع (در مختار) قوله وقيل المقصود الخ: الأصوب "حذف قيل" لما فى الحلية: أنه نقل غير واحد إجماع المسلمين علٰى أن مايجزىء فى الوضوء والغسل غير مقدر بمقدار، وما فى ظاهر الرواية: من أن أدنىٰ مايكفى فى الغسل صاع، وفى الوضوء مد، للحديث المتفق عليه، كان صلى اللّٰه عليه وسلم يتوضأ بمد ويغتسل بالصاع إلىٰ خمسة أمداد، ليس بتقدير لازم بل هو بيان أدنى القدر المسنون. (ردالمحتار: ۱/۱۵۸، سعید، وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۱۶، مما يتصل بذلك مسائل، رشیدیہ۔(ومكروهه: لطم الوجه) أوغيره (بالماء) تنزيهاً، والتقتير (والإسراف) ومنه الزيادة على الثلاث (فيه) تحريماً ولو بماء النهر والمملوك له (الدر المختار) قوله الإسراف: أى بأن يستعمل منه فوق الحاجة الشرعية لما أخرج ابن ماجة وغيره عن عبداللّٰه بن عمرو بن العاص رضى اللّٰه عنه: أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم مر بسعدؓ وهو يتوضأ فقال: ما هذا السرف؟ فقال: أ فى الوضوء إسراف، فقال: نعم، وإن كنت علٰى نهر جار، حلية (ردالمحتار: ۱/۱۳۱، مكروهات الوضوء، سعید۔)

(۳) عن عمروؒ بن شعيب عن أبيهؒ عن جدهؓ قال: إن رجلاً أتى النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: يا رسول اللّٰه! كيف الطهور؟ فدعا بماء فى إناء فغسل كفيه ثلاثاً ثم غسل وجهه ثلاثاً ثم غسل ذراعيه ثلاثاً ثم مسح برأسه وأدخل أصبعيه السباحتين فى أذنيه ومسح بإبهاميه علٰى ظاهر أذنيه وبالسباحتين باطن أذنيه ثم غسل رجليه ثلاثاً ثلاثاً، ثم قال: هكذا الوضوء، فمن زاد علٰى هذا أو نقص فقد أساء وظلم أو ظلم وأساء. (أبو داؤد، باب الوضوء ثلاثاً ص ۲۹، نمبر ۱۳۵، سنن النسائى، الاعتداء فى الوضوء، انیس)

”قال فی شرح التنویر:(والإسراف) ومنه الزیادة علی الثلاث(فیه)تحریماً ولوبماء النهروالمملوک له،أما الموقوف علیٰ من یتطهر به ومنه ماء المدارس فحرام.

وقال فی الشامیة:(قوله والإسراف):أی بأن یستعمل منه فوق الحاجة الشرعیة لما أخرج ابن ماجةؒ وغیره عن عبداللّٰه بن عمروبن العاصؓ أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مربسعدؓ وهویتوضأفقال:ماهذا السرف؟ فقال:أفی الوضوء إسراف،فقال:نعم،وإن کنت علیٰ نهرٍجارٍ،حلیة.(وقوله ومنه):أی من الإسراف الزیادة علی الثلاث أی فی الغسلات مع اعتقاد أن ذلک هوالسنة لما قدمنا من أن الصحیح أن النهی محمول علیٰ ذلک فإذا لم یعتقد ذلک وقصد الطمانینة عند الشک أوقصد الوضوء علی الوضوء بعدالفراغ منه فلاکراهة کمامر تقریره،آه،وأماالکراهة التنزیهیة فذکرها تحت قوله تحریماً. (ردالمحتار:۱/۱۲۳،مطلب فی الإسراف فی الوضوء)فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔۱۲/ربیع الآخر ۱۳۹۰ھ(احسن الفتاویٰ:۲/۱۵-۱۶)

## وضوعلی الوضوکو”نورعلی نور“ کب کہا جائے گا:

سوال: باوضواذان دی پھروضوکرنے سے،”وضوپروضو“ کرنے کی فضیلت حاصل ہوگی یانہیں؟ کیوں کہ دو رکعت نماز پڑھنے کے بعدوضوکرنے سےفضیلت حاصل ہوتی ہے،اسی طرح بغیرنماز پڑھےاذان کے بعددوبارہ وضو کرنے سےفضیلت وثواب حاصل ہوگایانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداًومصلیاً

پہلی مرتبہ وضوکرنے کے بعددوبارہ وضوکرنے سے”نورعلی نور“ کاثواب تو حاصل ہوتا ہے بشرطیکہ ایک وضو سے ایسی عبادت اداکرلی جائے جس کے لیے وضوشرط ہےاوربغیروضوادانہیں ہوتی ہے جیسے نماز پڑھنا،سجدۂ تلاوت کرنا، قرآن شریف ہاتھ میں لیکر پڑھنا۔اگرایک وضو سےایسی عبادت ادانہیں کی گئی خواہ بالکل کوئی عبادت بھی ادانہ کی گئی ہو اوردوبارہ وضوکرلیا جائے یاایسی عبادت اداکی گئی ہوجس کے لیے وضوشرط نہیں ہے، بلکہ محض بہتر ہے،بلاوضوبھی اداہوسکتی ہے،جیسےاذان یاحفظ سےقرآن پاک کی تلاوت یاتسبیح وذکر،تودوبارہ وضوکرنا”نورعلی نور“ کے درجہ میں نہیں آئے گا، بلکہ فضول واسراف ہونے کی وجہ سے،ممنوع ومکروہ قراردیاجائے گا۔

”والوضوء عبادةغیرمقصودةلذاتهافإذالم یؤد به عمل مما هوالمقصودمن شرعیته کالصلوٰةوسجدة التلاوة ومس المصحف ینبغی أن لایشرع تکراره قربة لکونه غیرمقصود

لذاته فيكون إسرافاً محضاً". (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۴/۴/ ۱۳۹۰ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۵۵،۵۶)

## عشا کے وضو سے نماز فجر:

سوال: میں نے بزرگان دین خاص کر حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے متعلق کتابوں میں پڑھا ہے کہ ان حضرات نے چالیس سال تک عشا کے وضو سے نماز فجر ادا کی ہے، ان واقعات کے سنانے پر مجھ سے ایک شخص نے پوچھا کہ آخران حضرات نے دوسری ضروریات کس طرح پوری کیں؟ جواب سے ہمیں مطمئن کریں؟ (م، ع، فاروقی، محبوب نگر)

الجواب

اس میں شبہ نہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ امت کے چیدہ اولیاء میں ہیں، ان بزرگوں سے بعض کرامات کا صدور بھی ہوا ہے اور اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ کرامات اولیاء حق ہیں، جہاں تک مذکورہ واقعہ کی بات ہے، تو شاید اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات بے وضو رہنے سے اجتناب فرماتے تھے، اور ہر وقت پاکی کی حالت میں رہنے کا اہتمام فرماتے تھے، جوں ہی طہارت کی ضرورت ہوتی وضو فرمالیتے اور کچھ دیر بھی ناپاکی کی حالت کو برقرار رکھنا گوارا نہ فرماتے۔ واللہ اعلم (کتاب الفتاویٰ: ۲/۵۲۔۵۳)

## پلاسٹک کا ہاتھ اور وضو:

سوال: اگر کسی کا کوئی ہاتھ کہنی سے کٹ جائے اور وہ پلاسٹک کا ہاتھ لگوائے تو وضو میں کہنی سمیت ہی دھوئے گا؟ کیا اس کے پلاسٹک کے ہاتھ پر ''ید'' کا اطلاق ہوگا؟ (س، ج، حسن آباد)

الجواب

پلاسٹک کا مصنوعی ہاتھ جو جسم کے ساتھ مستقل طور پر لگا ہوا نہ ہو، وہ حقیقی ہاتھ کے حکم میں نہیں، البتہ اگر کہنی کا کچھ حصہ بچا ہوا ہو، یعنی بازو کی ہڈی کا آخری سرا موجود ہو تو اس حصہ کو اگر دھو سکتا ہو تو دھو لینا واجب ہوگا، کیوں کہ جس شخص کا پاؤں کٹا ہوا ہو فقہا نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ اگر پاؤں کا تھوڑا سا حصہ باقی ہو گو تین انگلی کی مقدار سے کم، تب بھی اسے دھو لیا جائے۔ ''مقطوع الرجل إن بقي منها شيء، وإن أقل من ثلث أصابع غسله". (۲) تو یہی حکم ہاتھ کا بھی ہونا چاہیے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۲/۵۲)

---

(۱) ردالمحتار: ۱/۱۱۹، مطلب الوضوء على الوضوء، سعيد، وكذا في الحلبي الكبير: ۲٦، في سنن الوضوء، سهيل اكيڈمی، لاهور، وكذافي الطحطاوي على مراقي الفلاح: ۸۳، أوصاف الوضوء، قديمي.

(۲) کبیری: ص ۳۹۔

## مصنوعی ہاتھ پر وضو:

سوال: ایک شخص ہے جس کا بایاں ہاتھ آدھی ہتھیلی مع پانچ انگلیوں کے کٹ گئی ہے، اور وہ مصنوعی ہاتھ لگائے ہے، لیکن وضو کرتے وقت بار بار اس مصنوعی ہاتھ کو ہٹانے اور پھر لگانے سے بہت دشواری پیش آتی ہے اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہاتھ میں زخم ہو جاتا ہے جس سے کافی تکلیف ہوتی ہے، تو کیا اس مصنوعی ہاتھ کو ہٹائے بغیر اسی کے اوپر سے وضو کر سکتے ہیں؟

هو المصوب ــــــــــــــــــــــــ

دریافت کردہ صورت میں مصنوعی ہاتھ ہٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء جلد اول صفحہ ۲۰۷)

## وضو کرتے وقت اور بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت تعوذ کا حکم:

سوال: ''تجوید مبتدی'' میں لکھا ہے کہ تعوذ، قرآن مجید کے علاوہ کسی دوسری کتاب کے شروع کرنے سے پہلے پڑھنا مکروہ و منع ہے اور علامہ تھانویؒ نے کسی سائل کو جواب دیتے ہوئے وضو کرتے وقت تعوذ اور بسم اللہ کو جمع کر کے پڑھنے کو افضل لکھا ہے، تو کیا وضو کرتے وقت بسم اللہ کے ساتھ تعوذ کو جمع کر کے پڑھنا جائز ہے؟ علامہ تھانویؒ کا جواب ''تجوید مبتدی'' کی عبارت کے خلاف پڑتا ہے۔

الجواب ــــــــــــ حامداً و مصلیاً

قرآن پاک کے علاوہ کسی اور کتاب کو شروع کرتے وقت ''أعوذ'' نہ پڑھا جائے۔ (۱) قرآن پاک پڑھنے کے علاوہ دوسرے بعض کام ایسے ہیں کہ ان کے شروع میں ''أعوذ'' پڑھا جاتا ہے، جیسے وضو کرتے وقت۔ (۲) اور بیت الخلا میں داخل ہونے سے پہلے: ''اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ''. (الدر المختار) (۳)

دونوں عبارتوں میں کوئی تعارض نہیں۔ (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیو بند (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۵۷)

---

(۱) ردالمحتار، آداب الصلوٰۃ: ۱/۴۸۹۔

(۲) ردالمحتار: ۱/۱۰۹، سنن الوضوء۔

(۳) عن أنس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم إذا دخل الخلاء یقول: ''اللّٰهم إنی أعوذ بک من الخبث والخبائث''، متفق علیهٖ. (مشکوٰۃ المصابیح: ۴۲، باب آداب الخلاء، قدیمی)

(۴) فکلام الذخیرۃ فی التعوذ قبل الکلام لا فی غیرہ من الأفعال فلاینافی استنانه قبل الخلاء. (رد المحتار، فصل: ۱/۴۸۹، سعید)

## وضو کے وقت لوٹا پکڑنے اور رکھنے کا طریقہ:

سوال: وضو کرتے وقت لوٹا داہنی طرف رکھنا چاہئے یا بائیں طرف نیز لوٹے کو پکڑنے کا انداز کیا ہونا چاہئے؟

**الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً**

وضو کرتے وقت لوٹا بائیں طرف رکھنا چاہئے البتہ اگر برتن ایسا ہے کہ چلّو بھر کر وضو کرنا پڑے تو اس صورت میں برتن کو داہنی طرف رکھنا چاہئے۔ نیز لوٹا اگر دستہ والا ہے تو دستہ پکڑ لے اگر لوٹا ایسا نہیں تو لوٹے کے کنارہ پر ہاتھ رکھے اوپر نہ رکھے:

**''ومن الآداب أن يكون جلوسه علىٰ مكان مرتفع وأن يغسل عروق الإبريق ثلاثاً وأن يضعه علىٰ يساره وإن كان إناء يغترف منه فعن يمينه وأن يضع يده حالة الغسل علىٰ عروقه لا علىٰ رأسه، كذاذكره الشيخ كمال الدين ابن الهمام''. (كبيرى: ص۳۰)** (حبیب الفتاویٰ جلد سوم، صفحہ ۴۶)

## وضو کے بعد لوٹا سیدھا رکھا جائے یا اوندھا:

سوال: وضو کرنے کے بعد لوٹا پلٹ کر رکھنے کا طریقہ انسب ہے یا سیدھا؟

**الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً**

گرد وغبار گرنے یا کسی جانور کے بیٹ کرنے یا کسی کتے وغیرہ کے منہ ڈال کرنا پاک کرنے کا اندیشہ ہو تو الٹ کر رکھ دینا چاہیے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۲/۹۱ھ۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۲/۱۳۹۱ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۷۷)

## کانسی اور پیتل کے لوٹے سے وضو جائز ہے یا نہیں:

سوال: کانسی یا پیتل کے لوٹے سے وضو کرنا کیسا ہے؟

**الجواب ــــــــــــــــ**

درست ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۱۲۹)

---

**(۱) عن جابر رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: '' أغلق بابک واذكراسم الله وخمر إناءک ولوبعود وتعرضه عليه واذكر اسم الله وأوکِ سقائک واذكراسم الله''. (سنن أبي داؤد: ۲/۱۲۸، فصل في إيكاء الآنية، امدادیہ)**

**(۲) ويكره الأكل في نحاس أوصفر والأفضل الخزف (درمختار) وفي الجوهرة: أماالأنية من غير الفضة و الذهب فلابأس بالأكل والشرب فيها والانتفاع بها كالحديد والصفر والنحاس والرصاص والخشب والطين آه فتنبه. (ردالمختار، كتاب الحظر والإباحة: ۵/۳۰۰_ ظفیر)**

## پیتل کے لوٹے سے وضو کرنا درست ہے کہ نہیں:

سوال: پیتل کے لوٹے سے وضو کرنا درست ہے کہ نہیں؟

**الجواب ــــــــــــــــ حامداًو مصلیاً**

پیتل کے لوٹے سے وضو کرنا درست ہے۔

**ویجوز استعمال الأوانی من الصفر ،لما روی عن عبد اللّٰہ بن یزیدؓ قال:أتانا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فأخرجنا لہ ماءً فی تورمن صفرفتوضأ.رواہ البخاریؒ. (البحرالرائق: ج۱ ص۲۱۱ )فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

حررہ العبد حبیب اللہ قاسمی (حبیب الفتاویٰ جلد دوم صفحہ ۲۶)

## مٹی کا لوٹا جو استنجا کے لئے ہو، اس سے وضو کیا جاسکتا ہے یا نہیں:

سوال: مٹی کا لوٹا پیشاب و پاخانہ میں استعمال کیا ہو، تو اس لوٹے سے پانی پیا اور وضو کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

**الجوابــــــــــــــــ**

ایسے لوٹے سے پانی پیا جاسکتا اور وضو کیا جاسکتا ہے، جبکہ اس میں نجاست نہ لگی ہو۔ **کمالایخفیٰ.**

(فتاویٰ احیاء العلوم جلد اول صفحہ ۱۲۷)

## بوقت معذوری بائیں ہاتھ سے وضو میں کام لینا:

سوال: ایک شخص کا ہاتھ ایسا ہے کہ جس سے تمام کام کرسکتا ہے مگر ہاتھ منہ تک نہیں پہنچتا، ایک ہاتھ یعنی بائیں ہاتھ سے منہ دھوتا ہے کان کا مسح بائیں طرف تو کرلیتا ہے کیا داہنے کان کا مسح بھی بائیں ہاتھ سے کرلیوے یا صرف بائیں کان کا مسح بلحاظ سنت ضروری ہوگا داہنے کا ساقط ہوجائے گا؟

**الجوابــــــــــــــــ**

ہاں داہنے کا بھی بائیں ہاتھ سے کرلے۔ ۶/ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ، تتمہ ثانیہ ص: ۹۹۔ (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۳۵)

## پاؤں دھوتے وقت تلووں کو دیکھنا ضروری نہیں:

سوال: کیا پاؤں دھوتے وقت تلووں کو دیکھنا بھی ضروری ہے؟ بغیر دیکھے کیسے علم ہوگا؟ کبھی پاؤں کو ایسی چیز بھی لگ جاتی ہے جس کی وجہ سے پانی پاؤں تک نہیں پہنچتا۔ (حافظ عباس میواتی رائیونڈ)

الجوابــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

عام حالات میں چونکہ تلوے کو ایسی چیز لگی ہوئی نہیں ہوتی۔ کیونکہ جوتے کے ذریعے حفاظت ہوتی رہتی ہے اس لئے ہر وضو میں تلووں کو دیکھنا واجب نہ ہوگا۔ **وعلیہ العمل**۔ البتہ ایسا شخص جو جوتا نہیں پہنتا اور ایسی جگہ کام

کرتا ہے، جہاں ایسی چیز تلوے کو لگ جاتی ہے تو اس کے لئے احتیاط دیکھ لینے میں ہے۔فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، ۷/۷/۱۳۸۲ھ (خیر الفتاویٰ:۲/۵۲)

## وضو کے اندر کوئی عضو خشک رہ جائے تو اسی عضو کو دھوئے یا دوبارہ وضو کرے:

سوال: وضو یا غسل میں کوئی عضو یا جگہ بھولے سے خشک رہ جائے، تو اسی عضو یا جگہ کو دھوئے، یا دوبارہ وضو کرے، اگر اسی جگہ کا دھونا کافی ہے، تو آیا یہ حکم جب تک ہے، جب تک اعضا تر ہیں، یا اعضا کے خشک ہونے کے بعد بھی ہے؟ (المستفتی: ۱۳۴۹ محمد یونس صاحب (متھرا) ۲۷/ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ، مطابق: ۱۰/فروری ۱۹۳۷ء)

الجواب

صرف خشک رہ جانے والے عضو کو دھونا کافی ہے خواہ باقی اعضا کے خشک ہونے سے پہلے دھوئے یا خشک ہونے کے بعد۔
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی:۲/۲۶۷)

## میل اور مٹی جو ناخنوں میں ہو وضو کی صحت سے مانع نہیں:

سوال: ناخن کے اندر جو میل جم جاتا ہے وہ نہ چھڑانے سے وضو ہو جاتا ہے یا نہ، اسی طرح برسات کے دن چلنے پھرنے میں پیر کے ناخن کے اندر کیچڑ جاتا ہے وضو کے وقت خلال سے چھڑانا پڑے گا یا نہ؟

الجواب

(ولا یمنع) الطهارة (ونیم) الخ (وحناء) الخ (ودرن ووسخ)...... وكذا دهن ودسومة (وتراب) وطين ولو (في ظفر مطلقاً) أي قروياً أو مدنياً في الأصح. (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ بدون چھڑائے وضو ہو جاوے گا چھڑانے کی ضرورت نہیں۔(۲) فقط
یکم محرم روز جمعہ ۱۳۳۳ھ، تتمۂ ثالث، ص:۵۔ (امداد الفتاویٰ جدید:۱/۳۵-۳۶)

## وضو کے بعد آئینہ دیکھنا اور تولیہ استعمال کرنا:

سوال: بعض حضرات کہتے ہیں کہ وضو کرنے کے بعد آئینہ دیکھنے یا تولیہ سے بدن پونچھنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، کیا یہ درست ہے؟ (علاء الدین، تنالی، گنٹور)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، مطلب في أبحاث الغسل: ج۱ص۱۵۰، انیس

(۲) وضو میں ہاتھ پاؤں کے ناخن دھونا بھی فرض ہے، اگر کسی کے ناخنوں میں آٹا یا مٹی یا پالش لگی ہو تو اس کو صاف کر کے ناخن کے اوپری حصہ پر پانی پہونچانا ضروری ہوگا، اسی طرح اگر ناخن بڑھے ہوئے ہوں اور ان کے نیچے یہ چیزیں آٹا، مٹی، پالش لگی ہوں تو ان کو صاف کر کے سامنے کے نچلے حصہ میں پانی پہونچانا ضروری ہوگا۔ البتہ اگر ناخن چھوٹے ہوں اور مٹی یا آٹا لگا ہوا ہو تو بغیر صاف کئے وضو کرنا درست نہ ہوگا۔ آج کل عورتیں ناخن پر مصنوعی پالش لگاتی ہیں ایسی پالش کو وضو کرتے وقت صاف کر کے دھونا ضروری ہوگا۔ اگر ناخنوں میں میل کچیل ہو تو اس کو صاف کئے بغیر بھی وضو کرنا درست ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ صاف کرلے۔ (الفتاویٰ التاتارخانیة:۱/۹۰)۔ (طہارت کے احکام ومسائل، مؤلفہ انیس الرحمٰن قاسمی)

الجواب ــــــــــــــــــــ

جب تک جسم سے کوئی ناپاک چیز خارج نہ ہو، یا بالغ آدمی نماز کی حالت میں قہقہہ لگا کر نہ ہنسے، وضو نہیں ٹوٹتا، وضو کرنے کے بعد آئینہ دیکھنے میں کوئی قباحت نہیں اور تولیہ سے بدن پوچھنے میں بھی کچھ حرج نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ایک تولیہ تھا، جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل، وضو کے بعد استعمال فرمایا کرتے تھے۔

"كان لرسول الله صلى الله عليه وسلم خرقة يلتف بها بعد الوضوء" عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها. (۱)

البتہ بعض دفعہ ایسا بھی ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کے بعد تولیہ پیش کی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا:

"إنما كره المنديل بعد الوضوء، لأن الوضوء يوزن" عن الزهرى. (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ دونوں طریقے درست ہیں، کبھی تولیہ استعمال کرلیا جائے، اور کبھی نہ کیا جائے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۲/۵۴)

## امام صاحب کا وضو اور استنجا کے لیے پانی بھر کر رکھنا:

سوال: مسجد کے امام صاحب وضو کے لیے اور استنجا کے لیے پانی مٹکا میں بھر دیا کرتے ہیں، تو کیا اس پانی کو استعمال کرنے والے لوگ گنہ گار ہوتے ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

امام صاحب لوگوں کی اس طرح خدمت کرتے ہیں تو ثواب حاصل کرتے ہیں۔ (۳) لوگوں کے گنہ گار ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی ۳۰/۲/۱۳۷۶ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۶۲-۶۳)

## بلا وضو سجدۂ تلاوت سے متعلق ایک روایت:

سوال:۔ سجدۂ تلاوت بلا وضو جائز ہے یا نہیں؟ روایت ہے کہ ابن عمرؓ بغیر وضو کے سجدہ کرتے تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ نجم کی تلاوت کفارِ مکہ کے سامنے کی تھی تو اس وقت آیتِ سجدہ پر پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور کفارِ مکہ نے بھی جو بغیر وضو تھے؟

ھو المصوب ــــــــــــــــــــ

سجدۂ تلاوت بلا وضو جائز نہیں ہے۔ (۴) کافر عبادات کے مکلّف نہیں ہیں اور سجدۂ تلاوت عبادت ہے، جو کافر پر

---

(۱-۲) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۵۳. ۵۴، باب ماجاء فى المنديل بعد الوضوء، أبواب الطهارة

(۳) "وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى". (سورۃ المائدہ: ۲)

(۴) وشرائط هذه السجدة شرائط الصلاة إلا التحريمة. (الفتاوىٰ الهندية: ج۱، ص: ۱۲۵)

واجب نہیں۔(۱)حضرتِ ابن عمرؓ کے جس اثر کو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔(۲) اس سے طہارت کی نفی نہیں ہوتی ہے۔(۳) اور بیہقیؒ کی جس روایت کو فتح الباری میں نقل کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا قول طہارت کے ساتھ سجدہ کرنے کا تھا، روایت یہ ہے:

**عن ابن عمر رضی اللہ عنهما قال: "لا يسجد الرجل إلا وهو طاهر".(۴)**

جبکہ فتح الباری ہی میں ایک روایت جو سعید بن جبیرؒ کی طرف منسوب ہے اس میں ابن عمرؓ کے عمل سے بغیر وضو سجدہ کرنے کا پتہ چلتا ہے۔(۵) صاحب فتح الباریؒ نے ان دونوں روایتوں کے درمیان جو تطبیق کی، وہ درج ذیل ہے:

**فيجمع بينهما (أى بين رواية النافع وبين رواية سعيد بن جبيرؒ) بأنه أراد بقوله طاهر الطهارة الكبرىٰ أو الثانى علىٰ حالة الاختيار والأول على الضرورة.(٦)**

یہاں پر اول سے مراد سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اور فقہی کلیہ یہی ہے کہ قولی روایت کو فعلی روایت پر ترجیح حاصل ہوتی ہے۔(۷) اگر ہم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مسلک کو مان بھی لیں تو یہ صرف انہی کا مسلک ہے، باقی دوسرے کسی شخص کا یہ مسلک نہیں ہے۔ ہاں امام شافعی رحمہ اللہ بھی اس کے قائل ہیں۔ لہذا تفردات پر عمل نہ کرکے اکثر بلکہ جملہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا جو قول ہے، اس پر عمل کرنا لازم ہے، جبکہ عبادت بغیر وضو انجام نہیں دی جاسکتی ہے۔

تحریر: مسعود حسن حسنی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۲۲۳ تا ۲۲۵)

## نماز جنازہ کے وضو سے نماز پنجگانہ پڑھنے کا حکم:

سوال: نماز جنازہ کے لیے جو وضو کیا گیا ہو اس وضو سے نماز پنجگانہ میں سے کوئی نماز ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب**

جائز ہے اس واسطے کہ وضو میں نیت شرط نہیں چاہے جس نیت سے وضو کرے اس وضو سے نماز ادا کرنا جائز ہے اور تیمّم میں نیت شرط ہے اس سے بھی جائز ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

**"لو تيمم لصلوٰة الجنازة وسجدة التلاوة أجزأه إن صلى به مكتوبةً بلا خلاف، كذا فى المحيط".**

ترجمہ: یعنی اگر نماز جنازہ اور سجدۂ تلاوت کے لیے تیمّم کیا تو بلا خلاف علماء کرام کے نزدیک جائز ہے کہ اس تیمّم سے فرض نماز پڑھے۔ ایسا ہی محیط میں ہے۔ فقط (فتاویٰ عزیزی اردو، مطبع سعید کمپنی لاہور: ۴۹۴)

---

(۱) حتى لو كان التالى كافراً أو مجنوناً أو صبياً أو حائضاً أو نفساء أو عقيب الطهر دون العشرة والأربعين لم يلزمهم وكذا السامع، كذا فى الزاهدى. (الفتاوىٰ الهندية: ج ۱، ص: ۱۳۲)

(۲) وكان ابن عمرؓ يسجد علىٰ غير وضوء. (صحيح البخاریؒ، كتاب سجود القرآن، باب سجود المسلمين مع المشركين، حديث نمبر: ۱۰۷۱)

(۳) إعلاء السنن، ج ۷، ص ۲۲۵۔

(۴۔۵۔٦) فتح البارى: ۱۵/۳/۱۷۔ (۷) إعلاء السنن: ۲۲٦/۷۔

## نماز جنازہ یا سجدۂ تلاوت کے وضو سے نماز:

سوال: نماز جنازہ یا سجدۂ تلاوت کے لیے وضو کیا تو اس سے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

جائز ہے، بلکہ پانی نہ ملنے یا مرض کی وجہ سے نماز جنازہ کے لیے تیمّم کیا ہو تو اس سے بھی دوسری نماز پڑھنا جائز ہے۔

''قال ابن عابدینؒ :(قوله بخلاف صلوٰة جنازة)أی فإن تیمم لها تجوز به سائر الصلوات لكن عند فقد الماء وأما عند وجوده إذا خاف فوتها فإنما تجوز به الصلوٰة علىٰ جنازة أخرى،إذا لم يكن بينهما فاصل، كمامر،ولايجوز به غيرها من الصلوات،أفاده،ح. (ردالمحتار:۱/۲۲۶)فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۳ ؍صفر ۹۰ھ (احسن الفتاویٰ:۲/۱۸)

## جنازہ کے لئے کئے گئے وضو سے فرض نماز کی ادائیگی:

سوال: جو وضو جنازے کی نماز کے لئے کیا جائے، اس سے فرض نماز ادا کی جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

جو وضو جنازے کی نماز کے لئے کیا جائے، اس سے فرض نماز بھی جائز و درست ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی۔ ۲۴؍۴؍۱۳۷۵ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ جلد دوم صفحہ ۶۷) ☆

---

(۱) إن الصلاة تصح عندنا بالوضوء ولو لم يكن منوياً. (ردالمحتار، كتاب الصلاة:۱/۲۲۳)

☆ **نماز جنازہ کے وضو سے فرائض وغیرہ پڑھنا جائز ہے:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو وضو جنازہ کی نماز کے واسطے کیا ہے اس وضو سے نماز فرض پڑھ لیوے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ

وضو جو جنازہ کے واسطے کیا ہے اس سے فرض درست و جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم، بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فتاویٰ رشیدیہ کامل:۲۳۸)

**نماز جنازہ کے وضو سے فرائض پڑھنا جائز ہے:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو وضو جنازہ کی نماز کے واسطے کیا ہے اس سے تحیۃ الوضو اور نماز فرض پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ

نماز جنازہ کے واسطے جو وضو کیا ہے اس سے نماز فرض سنت نفل اشراق چاشت تحیۃ الوضو سب جائز ہیں۔ فقط، بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فتاویٰ رشیدیہ کامل:۲۳۸)

**نماز جنازہ والے وضو سے فرض نماز:**

سوال: نماز جنازہ جس وضو سے ادا کی جائے اس سے دوسری فرض نمازیں ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ

جس وضو سے نماز جنازہ ادا کی جاوے اس وضو سے دوسری نماز فرض پڑھ سکتے ہیں۔ (اس لیے کہ جب وضو باقی ہے تو اس سے جتنی چاہے نمازیں پڑھ سکتا ہے، جو عوام میں مشہور ہے وہ بے اصل ہے۔ ظفیر) فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۱۳۷) ==

## ایک وضو سے کتنی نمازیں پڑھ سکتے ہیں:

سوال: زید نے صرف مسجد میں داخل ہونے کی غرض سے وضو کیا، یا قرآن چھونے کے لئے وضو کیا، یا نمازِ جنازہ ادا کرنے کی غرض سے وضو کیا، مذکورہ تینوں مقاصد سے کئے ہوئے وضو سے فرائض پڑھ سکتا ہے؟

هو المصوب

مذکورہ وضو سے فرائض و دیگر نمازیں پڑھ سکتے ہیں، وضو سے طہارتِ مطلقہ حاصل ہوتی ہے، وضو کسی نیت سے کیا جائے یا بلا نیت کیا جائے۔

تحریر: محمد مستقیم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء جلد ۱ صفحہ ۲۰۷ و ۲۰۸)

## نماز جنازہ کے بعد تازہ وضو ضروری ہے یا نہیں:

سوال: مورخہ ۴؍ رمضان کو ایک میت کے وارث نے آکر مسجد میں بیان کیا کہ ہم فلاں شخص کی میت لائے ہیں اس لئے میت کی نماز پڑھادی جائے ہم میت کو دفن کرنے بھی لے جائیں گے ورنہ لوگ پھر دفن میں نہ جائیں گے اور یہ میت کو رات بھر گھر میں نہیں رکھ سکتے ہیں، جس وقت وہ شخص مسجد میں آیا اس وقت تراویح شروع ہو کر صرف دو رکعت ہوئی تھی چنانچہ اس وقت مسجد کے باہر جا کر امام اور دیگر نمازیوں اور شرکاء نے نماز جنازہ پڑھی اور بعد نماز جنازہ، شرکاء جنازہ اور کچھ مقتدی میت لیکر قبرستان چلے گئے امام نے مسجد میں آکر تراویح شروع کردی اور بعد تراویح وتر اور نفل پڑھ لئے۔ مطلع فرمائیے کہ امام اور مقتدیوں کو بعد نماز جنازہ تازہ وضو کر کے نماز پڑھانا اور پڑھنا تھا یا کہ نہیں؟

الجواب وباللہ التوفیق

امام نے صحیح عمل کیا، اس کو یہی کرنا چاہئے تھا، بعد نماز جنازہ تازہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں، نماز جنازہ سے

---

== **وضوء جنازہ سے وقتی فرض نماز پڑھ سکتے ہیں:**

سوال: حنفی جنازہ کی نماز کے لیے وضو کرے تو اس سے فرض وقتی یا قضا پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

جنازہ کی نماز کے لیے جو وضو کیا جاوے اس سے فرض وقتی و قضا نماز پڑھنا درست ہے۔ (اس لیے کہ وضو باقی ہے ایک وضو سے کئی نماز پڑھنا درست ہے، یہ غلط عوام میں مشہور ہے کہ اس وضو سے وقتی نماز درست نہیں۔ ظفیر) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۱؍۱۵۰)

**ایک وضو سے نماز جنازہ اور فرض نماز پڑھنا:**

سوال: کیا نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد اسی وضو سے فرض نماز ادا کر سکتے ہیں؟ (سید عبدالرحیم مانوت، پربھنی)

الجواب

وضو چوں کہ پاکی حاصل کرنے کا اصل طریقہ ہے اور حنفیہ کے یہاں وضو میں نیت کرنا ضروری نہیں، اس لئے وضو خواہ کسی بھی مقصد سے کیا جائے، دوسرے مقاصد کے لئے بھی جن میں وضو ضروری ہو، وہی وضو کفایت کرتا ہے، اس لئے نماز جنازہ کے لئے کئے گئے وضو سے دوسری نمازیں بھی ادا کی جاسکتی ہیں۔ (کتاب الفتاویٰ: ۲؍۵۳)

وضونہیں ٹوٹتا ہے، یہ غلط اور جاہلانہ باتیں مشہور ہوگئی ہیں۔فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند، سہارنپور، ۲۱/۹/۱۳۸۵ھ۔الجواب صحیح: محمود عفی عنہ

(منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۱۵۰۔۱۵۱)

## جنازہ کے لئے کئے گئے وضو سے نماز فرض کی ادائیگی:

سوال (۱): زید نے جنازہ کی نماز کے لئے وضو کیا پھر اسی وضو سے مغرب کی نماز پڑھی، آیا اس وضو سے نماز ادا ہو جائے گی یا دوبارہ وضو کرنا ہوگا۔

## غسل کے وضو سے فرض وواجب کی ادائیگی:

سوال (۲): غسل کے وضو سے فرض نماز بلا کراہت جائز ہے یا کہ نہیں، اسی طرح عیدین کی نماز کے وضو سے فرض نماز ادا ہو جائے گی یا کہ نہیں۔

**الجواب ـــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق**

(۱) دوبارہ وضو کرنا ضروری نہیں اس وضو سے ہر نماز پڑھ سکے گا۔

(۲) بلاشبہ جائز ہے اور یقیناً ادا ہو جائے گی، (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند، سہارنپور، ۲۱/۷/۱۳۸۵ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، محمد جمیل الرحمان، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۱۵۰)

## بدونِ نیت نہانے سے وضو ہو جائے گا:

سوال: بغیر کسی نیت کے یونہی نہالیا جائے، یا سمندر میں تیر لیا جائے، تو کیا وضو خود بخود ہو جائیگا؟ اگر ہو جائے گا تو کیا سر کا مسح بھی ہو جائے گا؟ بینوا توجروا۔

**الجواب ـــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب**

وضو مع مسح صحیح ہو جائے گا، البتہ بدوں نیت کے ثواب نہیں ملے گا۔

**"قال في العلائية: وصرحوا بأنه بدونها ليس بعبادة، وفي الشامية: أي الوضوء بدون النية ليس عبادة وذٰلک كأن دخل الماء مدفوعاً أو مختاراً لقصد التبرد أو لمجرد إزالة الوسخ، كما في الفتح. (ردالمحتار: ۱/۹۹)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔۲۱/جمادی الآخرة ۹۳ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۲/۹)

---

(۱) لایستحب وضوء ان للغسل اتفاقاً، قال العلامة نوح آفندیؒ: بل وردمایدل علٰی كراهيته، أخرج الطبرانیؒ فی الأوسط عن ابن عباسؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من توضأ بعد الغسل فليس منا". (شامی: ۱/۱۱۷، مکتبہ فیض القرآن، دیوبند)

## جنابت والے وضو سے نماز پڑھنی جائز ہے:

سوال: غسل جنابت کے لیے جو وضو کیا جاتا ہے اسی وضو سے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم:۱/۱۴۲)

## قبر کے اوپر وضو کرنے کا حکم:

سوال: ایک مسجد میں صحن مسجد سے علیٰحدہ ایک قبر پختہ بنی ہوئی ہے اور اس وقت اس قبر کا محض چونہ سے نشان بنا ہوا ہے باقی فرش کے ہموار ہے اس قبر کے آگے بلندی کے ساتھ دیوار ہے اور یہ دیوار فاصلہ سے ہے اور وضو کے لئے ہے پس زید اگر روبقبلہ ہوکر اس دیوار پر بیٹھ کر وضو کرتا ہے تو قدرے قلیل وضو کے پانی کی اس قبر کے نشان کی طرف چھینٹیں اڑ کر جاتی ہیں تو اس حالت میں زید کا وضو کرنا اس جگہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

**عن عائشة رضی اللّٰه عنها أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه وسلم قال: کسر عظم المیت ککسره حیاً، رواه مالک وأبوداؤد وابن ماجة (مشکوٰة، اٰخر الفصل الثانی من باب دفن المیت) قال الطیبی: إشارة إلٰی أنه لایهان المیت کمالایهان الحی. (حاشیة) وعن عمرو بن حزم قال: راٰنی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم متکئاً علٰی قبر فقال: ''لا تؤذ صاحب هذا القبر أو لا تؤذه''. رواه أحمد، (مشکوٰة) قال الحافظ فی الفتح: أی لاتهنه، إلخ. (حاشیة تنقیح الرواة)**

ان روایات اوران کی درایات سے مفہوم ہوا کہ جو معاملہ کسی کے ساتھ حیات میں موذی اور مکروہ ہے بعد ممات بھی وہی حکم ہے اور ظاہر ہے کہ اگر کسی زندہ شخص کے پاس بیٹھ کر اس طرح وضو کریں کہ اس پر چھینٹیں پڑیں تو وہ اس سے متاذی ہوگا اور موجب اہانت سمجھے گا، پس قبر کو بھی اس سے بچانا ضروری ہے، البتہ اگر نشان بھی نہ رہے تب کچھ حرج نہیں

۶/ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ، تتمۂ خامسہ صفحہ ۱۶۲۔ (امداد الفتاویٰ جدید:۱/۳۹)

## گوبر لگا ہوا ہاتھ گھڑے میں ڈالے تو اس برتن کے پانی سے وضو جائز ہوگا یا نہیں:

سوال(۱): ایک عورت نے گوبر سے لیپ کر، ناپاک ہاتھ ٹھلیا میں ڈال کر دھوئے پھر اسی ہاتھ سے کھانا

---

(۱) **عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت: کان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم لایتوضأ بعد الغسل، رواه الترمذی. (مشکوة المصابیح، باب الغسل: ص۴۸) لایتوضأ بعد الغسل أی اکتفاءً بوضوئه الأول فی الغسل وهو سنة. (مرقاة:۱/۳۳۸، ظفیر)**

پکایا اگرچہ مشاہدہ نہیں مگر قرائن قویہ سے معلوم ہے کہ دیگر عورت سب ایسا ہی کرتی ہیں پس وہ کھانا کھانا اور اس ٹھلیا کا پانی یا انہیں کے لائے ہوئے پانی سے وضو درست ہے یا نہیں؟

## اگر تالاب نزدیک ہو تو کیا تالاب ہی سے وضو کرنا چاہئے:

سوال (۲): اگر تالاب پاس ہو تو اس صورت میں ہر وقت تالاب پر جا کر وضو کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

(۱) جبکہ مشاہدہ نہیں ہے تو یہ سب امور درست ہیں۔(۱) فقط

(۲) خواہ تالاب میں کرے یا گھڑے کے پانی سے سب درست ہے۔(۲) فقط واللہ اعلم (فتاویٰ دار العلوم:۱/۳۴۶)

## جس لوٹے میں مسواک ڈالی جائے اس پانی سے وضو بلا کراہت درست ہے:

سوال: اگر مسواک کو وضو کرنے کے لوٹے میں ڈالدیں اور منشا اس کا یہ ہو کہ مسواک تر ہو جائے، تو اس پانی سے وضو کرنے میں کچھ کراہت تو نہیں ہے۔

الجواب

اس پانی میں کچھ کراہت نہیں ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ مسواک پانی سے دھو کر نرم کر لی جائے، لوٹے میں ڈالنے کی ضروت نہیں ہے۔

والسواک سنة مؤكدة،إلخ،بمياه ثلٰثة.(درمختار)بأن يبله في كل مرة.(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم:۱/۱۸۴)

## ڈھیکلی کے پانی سے وضو جائز ہے:

سوال: ڈھیکلی کے پانی سے وضو کرنا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) اليقين لايزول بالشک.(الأشباه والنظائر،القاعدة الثالثة:ص۷۵)

ولوشک في نجاسة ماء أوثوب الخ لم يعتبر(درمختار)في التاتارخانية :من شک في إنائه أوثوبه أوبدنه أصابته نجاسة أولا فهوطاهرمالم يستيقن الخ وكذا مايتخذه أهل الشرک أوالجهلة من المسلمين كالسمن والخبزوالأطعمةوالثياب.(ردالمحتار:قبيل أبحاث الغسل:۱/۱۴۰)

باقی جب یقین ہو تو ناپاک ہو جائے گا اور اس کو پاک کرنا ضروری ہوگا۔وروث وخثى أفاد بهما نجاسة خرء كل حيوان غير الطيور وقالا:مخففة وفي الشرنبلالية:قولهماأظهر.(درمختار،ظفیر)

(۲) وتجوزالطهارة الحكمية بماء مطلق وهومايسمىٰ في العرف ماءً من غيراحتياج تقييد في تعريف ذاته،إلخ.(غنيةالمستملى:۸۶،ظفیر)

(۳) ردالمحتار،سنن الوضوء:۱/۱۰۵۔ظفیر

الجواب

جائز ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم:۱/۱۸۴)

## سرکاری نہر سے وضو جائز ہے:

سوال: آج کل جو سرکاری نہر بغرض آبپاشی جاری ہے اگر ان نہروں میں بلا اجازت سرکار یا ملازم سرکاری کے وضو و غسل کر لے تو جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

وضو اور غسل کے لئے اس نہر سے پانی لینا درست ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم:۱/۱۷۷)

## سپلائی کے پانی سے وضو:

سوال: ہمارے محلّہ شہید اشفاق اللہ نگر واقع ممتاز ڈگری کالج کے کیمپس میں واقع مسجد میں پانی کا کنکشن مقامی محلّہ میں واقع دوڈا کی بورنگ ہے۔اس پانی سے وضو درست ہوگا یا حرام؟

واضح ہو کہ اس اسکیم سے (جو کہ عالمی بینک اور ادارہ برائے صحت کی مدد سے نافذ ہے) پانی کی سپلائی بغیر کسی قسم کی ادائیگی یا اجازت نامہ کے ہوتی ہے۔

ھو المصوب

اس پانی سے وضو درست ہے۔(۳) البتہ ادائیگی یا اجازت لینا ضروری ہے۔

تحریر: محمد ظہور ندوی عفا اللہ عنہ۔(فتاویٰ ندوۃ العلماء:۱/۲۲۷)

## استنجا کے بچے ہوئے پانی سے وضو جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس پانی سے چھوٹا استنجا پاک کیا ہے اس کے باقی پانی سے وضو جائز ہے یا مکروہ؟

الجواب

اس پانی سے وضو بلا کراہت جائز ہے۔(۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فتاویٰ رشیدیہ کامل:ص ۲۳۸)

---

(۱) اس لئے کہ وہ پانی پاک ہے۔یرفع الحدث بماء مطلق هو ما يتبادر عند الإطلاق كماء سماء وأودية وعيون وآبار وبحار وثلج مذاب الخ.(الدر المختار علی صدر رد المحتار، باب المیاہ:۱/۱۶۶،انیس)

(۲) أبوهريرة ؓ يقول: سأل رجل النبی صلی اللّٰه عليه وسلم فقال: يا رسول اللّٰه إنا نركب البحر ونحمل معنا القليل من الماء فإن توضأنا به عطشنا أفنتوضأ من ماء البحر؟فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم:”هو الطهور ماءه الحل ميتته“.(سنن النسائی،باب فی ماء البحر،انیس)

(۳-۴) ایضاً،حاشیہ نمبر:۱۔

## عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا:

سوال: ایک لوٹے میں پانی لے کر عورت نے وضو کیا، کیا حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس لوٹے کے بچے ہوئے پانی سے مرد کا وضو کرنا جائز ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

مجھے ان کے مذہب کی تحقیق نہیں۔(۱) فقط واللہ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۱۲۷/۵)

## پانی میں پاک چیز مل جائے اور پانی مغلوب ہوجائے تو اس سے وضو جائز ہے یا نہیں:

سوال: اگر پانی مطلق میں کوئی پاک چیز مل جائے اور اس پر غالب ہوجائے یعنی رنگ اور پانی مل جائے، تو اس پانی سے وضو جائز ہے یا نہ؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

پانی میں اگر پاک چیز مل کر پانی مغلوب ہوجائے اور نام پانی کا باقی نہ رہے، یا رنگ اور مزہ باقی نہ رہے تو اس سے وضو جائز نہیں ہے۔ تفصیل اس کی درمختار کی اس عبارت میں ہے:

**(و)لابماء(مغلوب ب)شيء (طاهر) الغلبة إمابكمال الامتزاج بتشرب نبات أوبطبخ بمالايقصدبه التنظيف الخ(درمختار).(قوله بما لايقصد به التنظيف)كالمرق وماء الباقلا أى الفول فإنه يصير مقيداً ...... واحترز عما إذا طبخ فيه ما يقصد به المبالغة فى النظافة كالأشنان ونحوه فإنه لايضرما لم يغلب عليه فيصير كالسويق المخلوط.**

اور پھر درمختار میں ہے:

(۱) نوٹ: احناف کے یہاں جائز ہے مگر کراہت کے ساتھ۔ جیسا کہ درمختار و شامی میں منقول ہے اور علامہ شامیؒ نے امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب بھی ان کی کتابوں سے نقل کیا ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے یہاں صحیح و درست نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔ "قال فی الدرالمختار: ومن منهياته التوضؤبفضل ماء المرأة.قال ابن عابدين:(قوله:ومن منهياته):يشمل المكروه تنزيهًا فإنه منهى عنه اصطلاحاً حقيقةً كما قدمناه عن التحرير آنفاً،(قوله:التوضؤالخ):قال فى السراج:ولايجوزللرجل أن يتوضأ ويغتسل بفضل المرأة،آه.ومفاده أنه يكره تحريماً،وعندالإمام أحمدؒ إذا اختلت امرأة مكلفة بماء قليل كخلوة نكاح، وتطهرت به فى خلوتها طهارة كاملة عن حدث لايصح لرجل أوخنثٰى أن يرفع به حدثه،كما هومسطورفى متون مذهبه،وهوأمرتعبدى لمارواه الخمسة أنه صلى الله عليه وسلم نهى أن يتوضأ الرجل بفضل طهورالمرأة،قال فى غررالأفكار شرح دررالبحار فى فصل المياه بعد ما ذكرالمسئلة:ولنا ماروى مسلمؒ أن ميمونة قالت:اغتسلت من جفنة ففضلت فيها فضلة فجاء النبى صلى الله عليه وسلم يغتسل، فقلت:إنى اغتسلت منه،فقال:"الماء ليس عليه جنابة".وماروى أحمدؒ منسوخ بهذا.أقول:مقتضى النسخ أنه لايكره تحريماً عندنا بل ولاتنزيهًا وهومخالف لما مرعن السراج". (ردالمحتار،كتاب الطهارة،مطلب فى الإسراف فى الوضوء:۱/۱۳۳)

وان خلت بالطهارةمنه امرأةفهوطهورولايجوزللرجل الطهارةمنه فى ظاهرالمذهب.(الانصاف فى معرفةالراجح من الخلاف على مذهب الامام احمدبن حنبل: ۱/۴۷،۴۸،وكذافى المغنى لابن قدامةالحنبلى: ۱/۲۱۴،مكتبة الرياض الحديثة، انيس)

مالم يزل الاسم:أی فإذازال الاسم،(لايجوز به الوضوء والغسل)وإن بقی علی رقته.

پھر آگے لکھا ہے:

"ومثله الزعفران إذا خالط الماء وصاربحيث يصبغ به فليس بماء مطلق". (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۱/۱۸۵)

## پانی میں رنگ کی بو آ گئی تو اس سے وضو درست ہے:

سوال: ڈرم یا ڈبہ وغیرہ کو سفیدہ یا رنگ لگانے سے کچھ دن پانی میں رنگ کی بو آتی ہے اور ذائقہ میں بھی فرق آجاتا ہے، یہ پانی وضو اور غسل کے استعمال کیلئے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اگر یہ رنگ خنزیر کے بالوں کے برش سے نہ کیا ہو تو اس پانی سے وضو اور غسل جائز ہے اگرچہ پانی میں رنگ کی بو یا ذائقہ آجائے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ یکم صفر ۸۹ھ (احسن الفتاویٰ: ۲/۴۴)

## پلکوں یا ناک کا میل پڑنے والے پانی سے وضو:

وضو کے پانی میں اگر پلکوں کا ایک بال، آنکھوں کا چیپڑ اور ناک کا میل کم یا زیادہ پڑ جائے تو کیا اس پانی سے وضو جائز اور درست ہے، یا یہ کہ پانی ناپاک ہوجائے گا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

وضو جائز ہے، پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ (۳) (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد سوم: ص ۲۷)

## تازہ پانی کے ہوتے ہوئے مٹکے کے پانی سے وضو جائز ہے:

سوال: جب ہر وقت تازہ اور صاف پانی مل سکتا ہو، تو مٹکے کا بدبو دار پانی پینا اور وضو وغیرہ کرنا، اس سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

جب کہ پانی اس کا پاک ہے اور بدبو بسبب نجاست گرنے کے نہیں ہے تو وضو و شرب اس سے درست ہے۔ (۴) فقط

(فتاویٰ دار العلوم: ۱/۱۸۶)

---

(۱) الدرالمختار مع رد المحتار، باب المياه: ۱/۱۶۷-۱۶۸، ظفیر

(۲) اس لئے کہ وہ پانی پاک ہے۔ يرفع الحدث بماء مطلق هو ما يتبادرعند الإطلاق كماء سماء وأودية وعيون وآبار وبحار وثلج مذاب الخ. (الدرالمختار علی صدر رد المحتار، باب المياه: ۱/۱۶۶، انیس)

(۳) قوله عليه السلام: الماء طهورلاينجسه شيء إلاما غير لونه أوطعمه أو ريحه. (الهداية: ج:۱ص:۱۵۶، كتاب الطهارة)

(۴) أماالقليل فينجس وإن لم يتغير خلافاً لما لك (لا لو تغيربطول مكث). (درمختار) أی لاينجس لوتغير. (ردالمحتار، باب المياه: ۱/۱۷۱، ظفیر)

## بدبودار پانی سے وضو کا حکم:

سوال　ایک مسجد میں سرکاری پائپ آتا ہے۔ کبھی کبھی اس پانی سے بدبو آنے لگتی ہے اندیشہ یہ ہے کہ وہ پائپ کہیں سے پھٹا ہوا ہے گندا اور ناپاک پانی اس میں شامل ہوتا ہے۔ کیا اس بدبودار پانی سے وضو کر سکتے ہیں؟

الجواب

اس بدبودار پانی سے وضو نہ کریں۔

**(وینجس) الماء القلیل (بموت مائی معاش بری مولد)......(و بتغیر أحد أوصافه) من لون أو طعم أو ریح (ینجس) الکثیر ولو جاریاً إجماعاً، آه. (درمختار علی الشامیة، باب المیاه: ج ا ص: ۱۷۱) فقط و الله أعلم، محمد أنور عفا الله عنه، ۲۷/ ۲/ ۷ ۰ ۱۴ ھ** (خیر الفتاویٰ: ۲/ ۵۰)

## پاک حقہ کے پانی سے وضو درست ہے:

سوال:　درصورت میسر نہ آنے پانی کے حقہ کے پانی سے وضو کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر حقہ پاک ہے تو درست ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۱/ ۱۷۸)

## حقہ کے پانی سے وضو:

سوال:　کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص وضو کر رہا تھا ابھی ایک پاؤں کا دھونا باقی تھا کہ پانی ختم ہو گیا دوسرا پانی موجود نہیں ہے البتہ حقہ کا پانی بقدر کفایت موجود ہے کیا یہ شخص حقہ کے پانی سے وضو پورا کر لے یا تیمّم کرے اگر جواب عدم جواز میں ہے تو کس دلیل سے، اگر جائز ہے تو کیوں کر؟ فقہ حنفی کی روشنی میں با دلائل اس مسئلہ کی وضاحت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں اور عندالناس مشکور ہوں۔

الجواب

اگر حقہ پاک ہے تو اس کے پانی سے وضو کرنا جائز ہے، تمبا کو کے دھویں کی وجہ سے اگر بو یا ذائقہ میں فرق آ جائے تو اس سے نجس نہیں ہوتا، (۲) دوسری بات یہ ہے کہ بدبودار چیز کے استعمال کرنے والے کو مسجد میں جانے سے منع

(۱)　(لا) أی لا ینجس (لو تغیر، ب) طول (مکث) فلو علم نتنه بنجاسة لم یجز. (الدر المختار علیٰ ردالمحتار، باب المیاه، قبیل مطلب فی أن التوضی من الحوض أفضل، إلخ: ۱/ ۱۸۶ ـ ظفیر)

(۲)　کذافی الدر المختار: (لا) أی لا ینجس (لو تغیر، ب) طول (مکث) فلو علم نتنه بنجاسة لم یجز. (کتاب الطهارة، باب المیاه: ج ا ص ۳۸۰، طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه) و کذافی البحر الرائق: و تجوز الطهارة بماء خالطه شیء طاهر فغیر أحد أوصافه. (کتاب الطهارة: ج ا ص ۱۲۷، طبع رشیدیه کوئٹه) و أیضاً فی البحر الرائق: یجوز الوضوء بماء أنتن بالمکث ...قید بقوله بالمکث لأنه لو علم أنه أنتن للنجاسة لایجوز به الوضوء. (کتاب الطهارة، ج ا ص ۱۳۶، طبع رشیدیه کوئٹه)

کیا گیا ہے۔(۱) لیکن بہر حال اگر اور پانی موجود نہ ہو صرف حقہ کا پانی موجود ہو تو ایسی صورت میں تیمّم جائز نہیں۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔حررہ انور شاہ غفرلہ، نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان، ۱۸ رصفر ۱۳۸۹ھ۔ الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ، مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان ۲۰ رصفر ۱۳۸۹ھ (فتاویٰ مفتی محمود جلد اول: ۴۳۰۔۴۳۱)

## دودھ، چھاچھ اور شوربہ سے وضو:

سوال: دودھ، چھاچھ، تیل وغیرہ سے وضو درست ہے یا نہیں؟ یا جس پانی میں دودھ یا چھاچھ غالب ہو از روئے رنگ درانحالیکہ صفتِ سیلان باقی ہے؟ اسی طریقے سے ہلدی پانی کے اندر ڈال کر غسل کرتے ہیں۔ فقہائے کرام یہ جو لکھتے ہیں کہ جب پاک شئی پانی کے اندر مل جائے جیسے صابون وغیرہ تو جب تک صفت سیلان باقی ہو اس سے وضو غسل درست ہے تو وہ شوربا جس کے اوپر روغن کا نام ونشان نہ ہو، اس سے وضو کرنا کیسا ہے، یا اس کے مثل سے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

جو چیز پانی میں ملائی جائے اور اس کو ملانے سے پانی کا سیلان ورقّت میں فرق نہ آئے اور وہ چیز جامد ہو تو ایسے پانی سے وضو اور غسل درست ہے۔ اگر مائع ملایا جائے تو اگر اس میں تین اوصاف تھے تو دو وصف ظاہر ہونے پر، اگر دو وصف تھے تو ایک وصف ظاہر ہونے پر، اگر کوئی نہیں تھا تو اس کے نصف یا نصف سے زائد ہو جانے پر اس پانی سے وضو اور غسل درست نہیں:

" (ولا) يجوز الوضوء (بماء زال طبعه بالطبخ أو بغلبة غيره عليه، والغلبة فى مخالطة الجامدات بإخراج الماء عن رقته وسيلانه، ولايضرّ تغير أوصافه كلها بجامد كزعفران وفاكهة و ورق شجر. والغلبة) تحصل (فى) مخالطة (المائعات بظهور وصف واحد من مائع له وصفان فقط كاللبن له اللون والطعم ولارائحة له. و)الغلبة توجد (بظهور وصفين من مائع له) أوصاف (ثلاثة كالخل) له لون وطعم وريح. (والغلبة فى المائع الذى لاوصف له كالماء المستعمل...... (تكون بالوزن)"، مراقى الفلاح. (۳) فقط واللہ اعلم۔حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۹؍۴؍۹۵ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۳۱/۵۔۱۳۲)

---

(۱) وقال فى المشكوة: وعن جابر رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من أكل هذه الشجرة المنتنة فلايقربن مسجدنا فإن الملائكة تتأذى مما تتأذى منه الإنس"، متفق عليه. (باب المساجد: ۱ / ۶۸ طبع مکتبہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

(۲) كذا فى الدر المختار: (وقدرة ماء)...... (كاف لطهره). (كتاب الطهارة، باب التيمم، مطلب فاقد الطهورين: ج ۱ ص ۴۷۷، طبع مكتبه رشيديه کوئٹہ)

(۳) مراقى الفلاح: ص ۲۴، كتاب الطهارة، قدیمی۔

دودھ، چھاچھ، تیل وغیرہ سے وضو درست نہیں ہے۔ سأل رجل ابن عباسؓ قال: إنا ننتجع الكلأ ولانجد الماء فنتوضأ باللبن؟ قال: لا، عليكم بالتيمم. (مصنف ابن أبى شيبة، ٦٧، فى الوضوء باللبن، ج اول ص ۶۱، نمبر ۶۴۹)

اس قول صحابی میں ہے کہ دودھ سے وضو جائز نہیں ہے اسلئے کہ اس میں رقت اور سیلان پانی کی طرح نہیں ہے۔ قول تابعی یہ ہے۔

سمع عن الحسنؒ يقول: لا يتوضأ بنبيذ و لا لبن. (مصنف ابن أبى شيبة فى الوضوء باللبن: ۶۱/۱، نمبر ۶۵۰، انیس)

## غیر نمازی کے بھرے ہوئے پانی سے وضو جائز ہے:

سوال: جو مؤذن نماز نہ پڑھے اس کے بھرے ہوئے پانی سے وضو کرنا درست ہے یا نہ؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اس کے بھرے ہوئے پانی سے وضو درست ہے اور وضو کرنے والوں کی نماز میں کچھ نقصان نہیں ہے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دار العلوم: ۱۷۶/۱)

## کوئی بدعتی پانی دیدے تو اس سے وضو درست ہے:

سوال: عشرۂ محرم کو تعزیہ کے لئے مشکیں چھڑکواتے ہیں اگر کوئی شخص یہ مشکیں پانی کی مسجد کے سقاوہ میں بھروا دے تو اس پانی سے وضو درست ہے یا نہ؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اس پانی سے وضو درست ہے (۲) اور چھڑکوانا اس کا تعزیہ کے لئے درست نہیں ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۱۷۶/۱)

## شیعہ یا مرزائی سے پانی لیکر وضو کرنا:

سوال: شیعہ یا مرزائی یا کافر کے گھر سے پانی لیکر وضو کرنا جائز ہے یا نہیں اور نماز ہوگی یا نہیں اور ان لوگوں کے گھر کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــ باسم ملهم الصواب

شیعہ، مرزائی اور دوسرے کفار کے گھر سے پانی لے کر وضو کرنا جائز ہے، نماز ہو جائے گی۔(۴) ان کے گھر سے گوشت کھانا جائز نہیں، گوشت کے سوا دوسری چیزیں حلال ہیں، مگر زیادہ میل جول اور تعلقات مناسب نہیں، خصوصاً شیعہ اور مرزائی کے ساتھ تعلق رکھنا بہت خطرناک ہے، عام کافر سے اتنا خطرہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۳/ صفر ۹۰ھ (احسن الفتاویٰ: ۴۶/۲)

---

(۱) بھرنے والے کا اعتبار نہیں خواہ کوئی بھی ہو پاک پانی ہونا چاہئے۔ وتجوز الطهارة الحكمية بماء مطلق، إلخ، طاهر. (غنية المستملي، باب المياه: ۸۶/۱، ظفیر)

(۲) اس لئے کہ پانی پاک ہے۔ يرفع الحدث بماء مطلق هو ما يتبادر عند الإطلاق كماء سماء وأودية وعيون وآبار وبحار وثلج مذاب الخ. (الدر المختار علی رد المحتار، باب المياه: ۱۶۶/۱، ظفیر)

(۳) قال النبي صلى الله عليه وسلم: ما أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد، رواه مسلمؒ. (مشكوٰة المصابيح، باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ص ۲۷، ظفیر)

(۴) خواہ پانی کسی کے پاس ہو، پانی پاک ہونا چاہئے۔ حوالہ سابق نمبر: ۱۔ انیس

## ریل کے بیت الخلا میں وضو کرنا درست ہے:

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سفر کے دوران ریل گاڑی کے بیت الخلا میں وضوکرنا درست ہے یانہیں؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی عبدالحمید، مڈل اسکول درازندہ، ڈی آئی خان۔ ۲/۵/۱۹۷۲ء)

الجواب

درست ہے۔(۱) وھوالموفق (فتاویٰ دیوبند پاکستان، المعروف بہ فتاویٰ فریدیہ جلد دوم:۴۰)

## نماز کی تیاری کے لئے غسل خانہ میں بیٹھ کر وضو بنانا کیسا ہے:

سوال: غسل کے وقت جو وضو غسل خانہ میں کیا جاتا ہے کیااس سے نکلتے ہوئے پیر کا باہر آکر دھونا ضروری ہے؟

الجواب حامداًو مصلیاً

ضروری نہیں، اس زمانہ میں چونکہ غسل خانہ پختہ فرش کے بنے ہوئے ہیں اس لئے ماء مستعمل فوراً بہہ جاتا ہے بخلاف پہلے زمانہ کے کہ اس وقت غسل خانے کچے ہوا کرتے تھے جس کی وجہ سے بعد میں پاؤں دھونے کا حکم تھا۔(۲) فقط، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ جلد دوم صفحہ:۴۸)

## حمام میں برہنہ وضو:

سوال: اگر حمام بند ہوتو کیا برہنہ ہوکر نہانا جائز ہے؟ اس طرح برہنہ رہتے ہوئے غسل کے ساتھ وضو کیا جائے تو کیا وضو درست ہوگا؟ اور اس سے نماز پڑھی جاسکتی ہے؟ (محمد عادل احمد، فرسٹ لانسر)

الجواب

اگر حمام بند ہو اور بے ستری کا اندیشہ نہ ہو، تو بے لباس حالت میں بھی غسل کیا جاسکتا ہے، اس حالت میں وضو کیا جائے تو وہ بھی درست ہوگا، اور اس سے نماز پڑھنا بھی درست ہوگا، البتہ بہتر ہے کہ ایسی محفوظ اور پردہ کی جگہ پر بھی کمر اور گھٹنے کے درمیان کوئی کپڑا رکھے، یا کم سے کم انڈرویر کا استعمال کرے، کیونکہ فرشتے تو بہرحال انسان کے ساتھ رہتے ہیں اور ان سے بھی حیا چاہئے۔(۳) (کتاب الفتاویٰ:۲/۵۷)

---

(۱) قال العلامة الحصكفي: (ومن آدابه) أي الوضوء.......... (الجلوس في مكان مرتفع) تحرزاً عن الماء المستعمل، وعبارة الكمال: وحفظ ثيابه من التقاطر، وهي أشمل. (الدرالمختار على صدرردالمحتار: جلد ۱ ص ۹۴، كتاب الطهارة)

(۲) (وسننه) أي الوضوء الخ (ثم يتوضأ) أطلقه فانصرف إلى الكامل، فلايؤخر قدميه ولوفي مجمع الماء لما أن المعتمد طهارة الماء المستعمل الخ فحينئذ لاحاجة إلىٰ غسلهما ثانياً الخ ولعل القائلين بتأخير غسلهما إنما استحبوه ليكون البدء والختم بأعضاء الوضوء. (الدرالمختار علىٰ صدرردالمحتار، مطلب سنن الغسل: ۱/۱۵۶ تا ۱۵۸، بيروت، انيس)

(۳) ''لما قال العلامة ملا علي القاريؒ: حاصل حكم من اغتسل عارياً أنه إن كان بمحل خالٍ لايراه أحد ==

## غسل کرتے وقت بغیر لباس وضو کا حکم:

سوال: کپڑے اتار کر ننگے ہونے کی حالت میں وضو کرنے کا کیا حکم ہے؟ عوام میں یہ بات مشہور ہے کہ عریانی کی حالت میں وضو نہیں ہوتا۔

الجواب

کشفِ عورت نواقضِ وضو میں سے نہیں ہے، لہذا یہ بات عوام میں غلط مشہور ہے کہ عریانی کی حالت میں وضو جائز نہیں، غسل خانہ میں کپڑے اتار کر وضو کرنا جائز اور مشروع ہے، البتہ حیا کا تقاضہ یہ ہے کہ خلوت میں بھی ستر کی رعایت ہو۔

''لما قال العلامة ملا علی القاریؒ: حاصل حكم من اغتسل عارياً أنه إن كان بمحل خالٍ لايراه أحد يحرم عليه نظر عورته حل له ذلک لکن الأفضل التستر حياءً من الله تعالىٰ''(مرقاة شرح مشکوٰة: ج ۲ ص ۳۹، باب الغسل، الفصل الثانی)(۱)(فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۵۲۶)

## برہنہ وضو کرنے سے بھی وضو ہو جاتا ہے:

سوال: اگر برہنہ ہو کر غسل کیا جائے تو غسل ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اگر اسی حالت میں وضو بھی کرلیا جائے تو وضو ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب

مذکورہ صورت میں غسل درست ہے ایسے ہی وضو بھی درست ہے، اب نماز پڑھنے کے لئے دوبارہ وضو کرنا ضروری نہیں۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان النبي صلى الله عليه وسلم لا يتوضأ بعد الغسل، اهـ. (ترمذی شریف: ج ۱) فقط والله أعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، ۲۹/۱۱/۱۳۹۹ھ (خیر الفتاویٰ: ۲/۵۳-۵۴)

## زمین پر نجاست نہ ہو تو بھیگا پیر رکھنے سے پیر نجس نہیں ہوگا:

سوال: وضو کرنے کے بعد گیلے پیر سے جہاں پر جوتے رکھے ہوئے ہوں، سوکھی جگہ کو جانا کیسا ہے؟

---

== يحرم عليه نظر عورته حل له ذلک لکن الأفضل التستر حياءً من الله تعالىٰ''. (مرقاة المفاتيح شرح مشکوٰة المصابيح: ج ۲ ص ۳۹، باب الغسل، الفصل الثانی. انیس)

(۱) عن أم هانئ بنت أبي طالب تقول: ذهبت إلىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم عام الفتح فوجدته يغتسل وفاطمةؓ تستره''. (الصحیح للبخاری: ج ۱ ص ۴۲، باب من اغتسل عرياناً وحده فی الخلوة)

ومثله عن ميمونةؓ في الصحيح لمسلمؒ: ج ۱ ص ۱۵۴، باب تستر المغتسل بثوب ونحوه.

پھر پیر دھونا ضروری ہے کہ نہیں، پیر ناپاک ہوگا یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

اگر وہاں نجاست ظاہراً موجود نہ ہوتو پھر پَیر ناپاک نہیں ہوگا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند (فتاویٰ محمودیہ:۲۸۵/۵)

## تر پاؤں کا کسی جگہ ڈال دینا اس کو نجس نہیں کرتا:

سوال: ایک شخص نے وضو کر کے تر پاؤں ایسی جگہ رکھے جہاں جوتے رکھے تھے اور پھر صفوف مسجد پر پھرا اور پھر مسجد کے لوٹے کو ہاتھ لگائے اور نماز ان صفوں پر پڑھی، کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ

اس صورت میں اس شخص کے پیر ناپاک نہیں ہوئے۔لہٰذا لوٹے وصفیں سب پاک ہیں اور وضو ونماز سب کی صحیح ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم:۳۷۲/۱)

## اعضاءوضو پرتری کے ساتھ مصلّٰی پر جانا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غسالہ:

سوال: وضو کرنے کے بعد جو پانی اعضائے وضو پر باقی رہتا ہے،اس کے ساتھ مصلی پر جانا کیسا ہے؟ دراں حالیکہ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پانی کو لے کر اپنے چہروں پر مَل رہے تھے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

اعضائے وضو پر جو پانی کا اثر باقی رہتا ہے وہ ماء مستعمل یا نجس نہیں ہے،اس کے ساتھ مصلی پر جانا بلاشبہ درست ہے:

”فما دام على العضو لايصير مستعملاً اهـ“. (بحر :۹۳/۱)(۳)

---

(۱) ”إذاوضع رِجله علٰى أرض نجسة،أوعلٰى لبد نجس،إن كانت الرجل رطبةً والأرض أواللبد يابساً وهو لم يقف عليه بل مشى، لاتتنجس رِجله،ولو كانت الرجل يابسةً والأرض رطبةً وظهرت الرطوبة فى الرجل، تتنجس رجله ......الخ“. (المحيط البرهانى:۲۱۳/۱،الفصل السابع فى النجاسة،غفارية)

(۲) مشى فى حمام ونحوه لاينجس مالم يعلم أنه غسالة نجس (درمختار)أى كما لومشى على ألواح مشرعة بعد مشى من برجله قذرلايحكم بنجاسة رجله مالم يعلم أنه وضع رجله علٰى موضعه للضرورة،فتح،وفيه عن التجنيس: مشى فى طين أوأصابه ولم يغسله وصلى تجزيه مالم يكن فيه أثرالنجاسة لأنه المانع إلا أن يحتاط أمافى الحكم فلا يجب.(ردالمحتار،فصل فى الاستنجاء، قبيل كتاب الصلوٰة: ۳۲۴/۱،ظفير )

(۳) البحر الرائق :۱۶۸/۱،الماء المستعمل، رشيديه.

**تنبیہ:** حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسالہ شریف پر دوسروں کے غسالہ کو قیاس نہ کیا جائے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۲/۳۲/۲/۹۱ھ (فتاویٰ محمودیہ:۱۳۲/۵، ۱۳۳)

## سوتے وقت وضو یا تیمّم:

سوال: کیا سوتے وقت باوضو لیٹنا چاہئے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

شب کو اور قیلولہ کے وقت میں اگر ممکن ہو تو وضو ورنہ تیمّم کر کے سوئیں۔(۲)

**قال فی الشامی: وکذا یقوم التیمم مقام الوضوء لنحو نوم ودخول مسجد. (شامی: ج۱ص۹۳)**

**وقال فی الطحطاوی: (قوله: وندب الوضوء للنوم علیٰ طهارة)، ظاهره أنه لایأتی بذلک المندوب إلا إذا أخذه النوم وهو متطهر. (طحطاوی: ص۴۶) (مکتوبات: ج۱ص۷۶)**

(فتاویٰ شیخ الاسلامؒ: ص۱۸)

## وضو کے بعد بوسہ:

سوال: مرد وعورت جن کی عمریں ۵۵ سے ۶۵ سال کے درمیان ہوں، صبح نماز کے بعد محبت وعقیدت کے خیال سے ایک دوسرے کی پیشانی چوم لیں تو وضو قائم رہے گا یا نہیں؟

هو المصوب ــــــــــــــــــــ

اگر خروجِ مذی نہ ہو تو وضو باقی رہے گا ورنہ وضو جاتا رہے گا۔(۳)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء جلد اول صفحہ ۲۱۱)

## اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو:

سوال: زید کہتا ہے کہ باوضو ہو کر اونٹ کا گوشت کھا لینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، شریعت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

---

(۱) **وقد صح أن أصحاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم بادروا إلی وضوءه، فمسحوا به وجوههم، فلو کان نجساً لمنعهم کما منع أباطیبة الحجام عن شربه دمه. (العنایة شرح الهدایة علیٰ هامش فتح القدیر: ۸۷/۱، مصطفی ألبانی الحلبی، مصر)**

(۲) یعنی یہ بہتر ہے۔انیس۔

(۳) مرد وعورت کے معانقہ کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے چاہے لباس پہنے ہوں یا بے ستر ہوں۔ بوس وکنار سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے چاہے مرد وعورت ایک دوسرے کا بوسہ لیں یا بچوں کا لیں، طہارت کے احکام ومسائل، ص۱۳۵، انیس)۔

**عن عائشةؓ أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قبّل بعض امرأته......ولم یتوضأ. (سنن أبی داؤدؒ، باب الوضوء من القُبلة، کتاب الطهارة، حدیث نمبر: ۱۷۹)**

**ولیس فی المذی والودی غسل وفیهما الوضوء. (الهدایة مع الفتح: ج۱ص۱۷)**

هو المصوب

کسی چیز کا بھی گوشت کھانے سے وضونہیں ٹوٹے گا، ہاں بہتر یہ ہے کہ گوشت کھانے کے بعد کلی وغیرہ کر لی جائے:

عن أبي أمامةؓ: إذا كان أحدكم على وضوء فأكل طعاماً فلايتوضأ إلاأن يكون لبن الإبل إذاشربتموه، فتمضمضوا بالماء. (إعلاء السنن: ج۱ص۱۰۸)

تحریر: مسعود حسن حسنی، تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء جلد اول، صفحہ: ۲۱۱و۲۱۲)

## چائے و پان کے بعد بغیر کلی کے نماز پڑھنا:

سوال: کوئی شخص چائے پینے اور پان کھانے کے بعد اس قدر توقف کرے کہ اثر پان اور چائے کا زائل ہو جاوے تو بلا مضمضہ نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ یا ضرورت مضمضہ کی ہے؟

الجواب

مضمضہ کرنا پھر بھی بہتر ہے اور نہ کرے تب بھی نماز ہو جاوے گی۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند یعنی عزیز الفتاویٰ: ۱/۱۹۴)

## مہندی کے بعد وضو:

سوال: ہماری ناپاکی کے نو دن باقی تھے اس لئے ہم نے ہاتھ اور بالوں میں مہندی لگالی لیکن میں اچانک پاک ہوگئی، جاننے کے بعد فوراً دھوڈالا لیکن مہندی کا رنگ ابھی باقی ہے ایسے میں نماز پڑھنا اور قرآن چھونا جائز ہے کہ نہیں؟

هو المصوب

مہندی کا رنگ پاکی کے لئے مانع نہیں ہے۔(۲) اس لئے پاکی کے بعد نماز درست ہوگی۔

نوٹ: ناپاکی کی حالت میں مہندی لگانا جائز ہے اس کا رنگ ہر حال میں پاک ہے، عورت خون ماہواری کی حالت میں نماز روزہ اور قرآن پڑھنے سے اور چھونے سے روکی گئی ہے، اس کے جسم کے کپڑے پر اگر نجاست نہیں لگی ہے تو وہ بھی پاک ہے، یہاں تک کہ اس کا پسینہ بھی پاک ہے۔ غسلِ طہارت کے بعد ماہواری کے زمانہ میں پہنے ہوئے کپڑے بغیر دھوئے بھی پہن سکتی ہے۔ (ناصر علی)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء جلد اول، صفحہ: ۲۱۲)

---

(۱) عن أبي أمامةؓ: إذا كان أحدكم على وضوء فأكل طعاماً فلايتوضأ إلا أن يكون لبن الإبل إذاشربتموه، فتمضمضوا بالماء. (إعلاء السنن: ج۱ص۱۰۸، انیس)

(۲) وفي الجامع الصغير: سئل أبوالقاسمؒ عن وافر الظفر الذي يبقى في أظفاره الدرن أوالذي يعمل عمل الطين أوالمرأة التي صبغت أصبعها بالحناء أوالصرام أوالصباغ، قال: كل ذلك سواء يجزيهم وضوئهم إذ لايستطاع الامتناع منه إلابحرج. (الفتاوىٰ الهندية: ج ۱ ص ۴)

## سرخی، پاؤڈر، کریم کی موجودگی میں وضو کا حکم:

سوال: لپ سٹک، کریم اور پاؤڈر کے ہوتے ہوئے وضو کرنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

مروجہ سرخی، کریم وغیرہ تیل کے مانند ہے اور پاؤڈر گرد وغبار کے مانند، جس کی وجہ سے اعضا پر تہہ نہیں بنتی، اس لئے ان کے ہوتے ہوئے بھی وضو درست ہے لیکن وضو کرتے وقت اولاً ان کو گیلا کرے پھر دھوئے، البتہ اگر سرخی یا کریم ایسی ہو جس سے ناخن پر پالش کی طرح تہہ جمتی ہو تو پھر وضو یا غسل جائز نہیں۔

''لما قال العلامة الكاسانيؒ: عن خلف بن أيوبؒ أنه قال: ينبغي للمتوضي في الشتاء أن يبل أعضائه شبه الدهن ثم يسيل الماء عليها لأن الماء يتجافى عن الأعضاء في الشتاء. (بدائع الصنائع: ج۱ص۳، كتاب الطهارة) (۱) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم، صفحہ:۵۱۱)

## ہاتھ پیر میں تیل لگایا اس کا وضو ہوا یا نہیں:

سوال: ایک شخص نے ہاتھ پیر میں تیل لگایا اس کا وضو ہوا یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

وضو ہو جائے گا۔

''وإذا ادهن رجليه ثم توضأ وأمرّ الماء علىٰ رجليه فلم يقبل الماء لمكان الدسومة جاز الوضوء''۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ: ۴/۴۸)

## وضو میں بھویں، داڑھی اور مونچھ کے نیچے کھال کا دھونا:

سوال: بھویں، داڑھی یا مونچھ اگر اس قدر گھنی ہیں کہ کھال نظر نہ آئے تو اس کھال کا دھونا جو اس سے چھپی ہے فرض ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

فرض نہیں۔ شامی: ۱/۶۶۔ (۲) (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۴۲)

---

(۱) وفي الهندية: أيضاً ج۱ص۹، الفصل الثاني في المستحبات.

(۲) ''(لا غسل باطن العينين) والأنف والفم وأصول شعر الحاجبين واللحية والشارب'' (الدر المختار) ''يحمل هذا علىٰ ما إذا كانا كثيفين، أما إذا بدت البشرة فيجب كما يأتي له قريباً عن البرهان، وكذا يقال في اللحية والشارب''. (ردالمحتار: ۱/۹۷، ۹۸، أركان الوضوء أربعة، سعيد، وكذا في الفتاویٰ العالمگيرية: ۱/۴، الفصل الأول في فرائض الوضوء، رشيديه، وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية: ۱/۸۹، الوضوء، إدارة القرآن، كراچی)

## لمبی مونچھ والے کے وضو کا حکم:

سوال: ایک شخص کی مونچھ لمبی ہے اس حال میں وضو کرتا ہے لیکن بال کے نیچے پانی نہیں پہنچتا تو وضو ہوا یا نہیں؟

**الجواب ــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً**

وضو ہوگیا۔(۱) ''**وإذا کان شارب المتوضی طویلاً ولایصل الماء تحته عند الوضوء جاز، وعلیه الفتویٰ**''. (**کمافی الفتاویٰ الهندیه:۱/۴**) فقط واللہ تعالیٰ اعلم، حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ:۴/۴۷و۴۸)

## وضو کے بعد ہاتھ پاؤں پر صابن لگانے کا حکم:

سوال: سرد علاقوں میں ہاتھ پاؤں کو پھٹنے سے بچانے کے لئے وضو مکمل کرنے کے بعد ہاتھ پاؤں پر مختلف قسم کا صابن لگایا جاتا ہے، کیا اس سے وضو متاثر ہوگا یا نہیں؟

**الجواب ــــــــــــــــــ**

صابن بذاتِ خود پاک چیز ہے اور نظافت کے لئے اس کا استعمال جائز ہے اس لئے مذکورہ صورت میں صابن لگا کر باقی رکھنا اور پھر اس کے ساتھ نماز پڑھنا درست ہے۔

**قال القدوریؒ: ویجوز الطهارة بماء خالطه شئ طاهر فغیر أحد أوصافه کماء المد والماء الذی اختلط به الزعفران والصابون ...... الخ. (مختصر القدوری، کتاب الطهارة: ص ۹)**(۲) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ:۵۱۶)

## بے وضو ''ناپاک'' نہیں کہلائے گا:

سوال: زید (جو کہ عالم ہیں) ایک مرتبہ مسجد میں زکوٰۃ کے عنوان پر تقریر کر رہے تھے، دوران تقریر انہوں نے کہا کہ ''زکوٰۃ کی ادائیگی کے ذریعہ بقیہ مال کو پاک کرلیا جاتا ہے'' اور پاک کرنے کا مطلب سمجھاتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ''اگر کوئی شخص یہ سوچے کہ ہمارے مال میں کہیں کوئی گندگی تو ہے نہیں اور کوئی ناپاکی تو نظر نہیں آرہی ہے تو پھر مال کو پاک کرنے کا کیا مطلب ہوا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت کے بعض احکام ایسے ہیں کہ جن کی حکمتوں کو ہم سمجھنے سے قاصر ہیں اور وہاں تک ہماری رسائی ناممکن ہے، چاہے ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے، ہمیں بے چوں وچرا شریعت

---

(۱) مونچھ اگر منڈے ہوئے ہوں تو اس کی جلد کا وضو میں دھونا فرض ہے اور منڈے ہوئے نہ ہوں تو ان کی جڑوں تک پانی پہونچانا چاہئے۔ اگر مونچھ گھنے اور بڑے ہوں اور ان کی تہہ تک پانی پہونچانا دشوار ہو تو مونچھ کے بالوں پر پانی بہانا کافی ہوگا (الفتاویٰ التاتارخانیہ:۱/۸۸،۸۹)

اور اگر مونچھ گھنے اور اتنے بڑے ہوں کہ ہونٹ کو بھی چھپالیتے ہوں تو پانی سے تر انگلیوں سے مونچھ کے بالوں کا خلال کرنا واجب ہے تاکہ ہونٹوں تک تری پہنچ جائے۔ (ردالمحتار:۱/۱۰۱) طہارت کے احکام ومسائل،ص ۱۰۳، انیس)

(۲) **قال إبراهیم الحلبیؒ: وتجوز الطهارة بماء خالطه شئ طاهر فغیر أحد أوصافه کماء المد والماء الذی یختلط به الأشنان والصابون أوالزعفران......الخ. (کبیری، باب مایجوز به الطهارة: ص ۹۰)**

کے ہر حکم پر عمل کرنا ہے'' اور مثال اس طرح دی کہ ''جس طرح انسان پاخانہ اور پیشاب سے فارغ ہوتا ہے اور محل نجاست کو شریعت کے حکم کے مطابق صاف بھی کر لیتا ہے اب بظاہر اس کے جسم پر کہیں کوئی گندگی نہیں ہے کوئی ناپاکی نہیں ہے لیکن کیا وہ اس حالت میں نماز پڑھ سکتا ہے، اور دیگر وہ عبادات جس کے لئے وضو ضروری ہے کیا وہ بغیر وضو کر سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ شریعت کا حکم ہے کہ وہ بغیر وضو کے نہیں کر سکتا تو اس سے معلوم ہوا کہ اس صورت میں اگرچہ بظاہر کوئی گندگی اور ناپاکی نظر نہیں آ رہی ہے لیکن شریعت مطہرہ نے بغیر وضو کے انہیں ناپاک سمجھا ہے اور بغیر طہارت یعنی بغیر وضو کے وہ نماز نہیں پڑھ سکتا ہے۔ اسی طرح شریعت نے زکوٰۃ کی ادائیگی کے بغیر پورے مال کو ناپاک سمجھا ہے اور ایک مخصوص مقدار زکوٰۃ کی صورت میں ادا کر دینے سے پورا مال پاک ہو جاتا ہے جس طرح چند مخصوص اعضا کا وضو کے اندر دھل لینے سے شریعت پورے جسم کو پاک سمجھتی ہے اور پھر نماز وغیرہ وہ تمام عبادات جو بغیر وضو کے جائز نہیں ہوتے اب شریعت انہیں اس حالت میں (یعنی وضو کی حالت میں) کرنے کی اجازت دے دیتی ہے''۔

نماز کے بعد بکر نے (جو عالم تو نہیں ہیں لیکن دین سے واقفیت ہے) زید کے اس جملہ ''بغیر وضو کے شریعت مطہرہ نے انہیں ناپاک سمجھا ہے'' پر اعتراض کر دیا اور وہ بحث یہ کرنے لگے کہ ''صرف حالت جنابت ہی میں کسی کو ''ناپاک'' کہا جا سکتا ہے اور اس کے علاوہ کی حالتوں میں انہیں ''بے وضو'' تو کہہ سکتے ہیں لیکن ''ناپاک'' نہیں کہہ سکتے''۔ چنانچہ زید نے انہیں سمجھایا کہ حدث یعنی ناپاکی کی دو قسمیں ہیں:

(۱) حدث اکبر (بڑی ناپاکی یعنی حالت جنابت والی ناپاکی)

(۲) حدث اصغر (یعنی چھوٹی ناپاکی) یعنی وہ حالت جس میں کہ انسان پر غسل فرض ہو تو وہ بڑی ناپاکی ہے اور جس حالت میں صرف وضو کرنا ضروری ہو اور بغیر وضو کے وہ عبادت نہیں کر سکتے تو وہ چھوٹی ناپاکی ہے۔ بہرحال ناپاکی کی حالت دونوں حالتوں کو کہہ سکتے ہیں بس فرق یہ ہے کہ وہ بڑی ناپاکی ہے اور یہ چھوٹی ناپاکی۔ لیکن بکر کی ضد یہ ہے کہ آپ کا یہ جملہ غلط ہے اس پر دونوں کے درمیان کافی بحث بھی ہو چکی ہے۔ چنانچہ زید نے کہا کہ ٹھیک ہے آپ علماء کرام سے اس سلسلہ میں دریافت کر لیجئے اگر میری غلطی ہے تو میں تسلیم کر لوں گا۔

لہٰذا برائے مہربانی واضح فرما دیں کہ کیا زید کا مذکورہ جملہ مذکورہ پس منظر میں صحیح ہے، یا غلط؟ بات زید کی صحیح ہے، یا بکر کی؟

**ھو المصوب**

بکر کا کہنا کہ ''بغیر وضو کی حالت کو ناپاک نہیں کہا جائے گا''، یہ درست ہے۔ شریعت ایسے شخص کو ناپاک نہیں کہتی۔ البتہ یہ معنوی ناپاکی ہے۔ لہٰذا نماز وغیرہ میں وضو شرط ہے۔

تحریر: محمد مستقیم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۲۹۲ تا ۲۹۴)

## تسبیح کے لئے وضو:

سوال: کیا بغیر وضو تسبیح پڑھی جاسکتی ہے؟

هو المصوب

بغیر وضو کے تسبیح پڑھنا بلا کراہت درست ہے۔

تحریر: محمد طارق ندوی، تصویب: محمد ظہور ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء جلد اول صفحہ:۲۲۲)

## بغیر وضو کے درود شریف:

سوال: کیا بغیر وضو کے درود شریف پڑھ سکتے ہیں؟ یا وضو کرکے ہی پڑھنا ضروری ہے؟ نیز کیا اسکول، گھر، بازار وغیرہ میں بھی چلتے پھرتے پڑھ سکتے ہیں؟ (زاہدہ سلطانہ، قاضی پورہ)

الجواب

درود شریف کا وہی حکم ہے جو دوسرے اذکار اور دعاؤں کا ہے، قرآن کے علاوہ تمام اذکار کا حکم یہ ہے کہ ان کو نہ صرف بے وضو بلکہ حالت جنابت میں بھی پڑھا جاسکتا ہے، جگہ کی بھی کچھ قید نہیں، مسجد ہو، گھر ہو، بازار ہو، یا اسکول، چلتے پھرتے ذکر کرسکتے ہیں اور درود پڑھ سکتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے تھے۔

”کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یذکر اللّٰہ علیٰ کل أحیانہ“.(۱)

ظاہر ہے کہ ہر حالت میں وہ حالت بھی شامل ہے، جس میں وضو نہ ہو، اور وہ حالت بھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بازار سے گزر رہے ہوں، ہاں ایسے مقامات پر اللہ کا ذکر مناسب نہیں جو تقاضۂ احترام کے خلاف ہے، جیسے: بیت الخلا، حمام، قضاء حاجت کی حالت، یا میاں بیوی کی مقاربت کی حالت، ان مواقع میں درود پڑھنا بھی مکروہ ہے؛ البتہ تلاوت قرآن کا حکم عام اذکار سے مختلف ہے، بے وضو قرآن کی تلاوت کی جاسکتی ہے، لیکن بغیر غلاف کے قرآن کو اس حالت میں چھوا نہیں جاسکتا، اسی طرح اگر غسل کی حاجت ہو (یعنی غسل فرض ہو) تو قرآن کی زبانی تلاوت کرنا بھی درست نہیں۔ (کتاب الفتاویٰ:۲/۵۴-۵۵)

## ذکر ہر حالت میں جائز ہے:

سوال: ایک شخص بلا لحاظ پاکی وناپاکی کے ہر وقت اٹھتا، بیٹھتا، یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم، یا کریم پڑھا کرتا ہے، یہ جائز ہے یا ناجائز اور ثواب ہوتا ہے یا نہ؟

(۱) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۷۳، عن عائشة رضی اللّٰہ عنها، باب ذکر اللّٰہ تعالیٰ فی حال الجنابة وغیرها، کتاب الحیض۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ

یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم، یا کریم، اٹھتے بیٹھتے پڑھنا اور اس کی عادت کر لینا جائز بلکہ عمدہ اور اولیٰ ہے، اور پڑھنے والے کے لئے اجر وثواب ہے۔

اور وضو سے ہو تو اچھا ہے اور زیادہ ثواب ہے اور بے وضو بھی درست ہے اور اس میں بھی ثواب ہے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دار العلوم: ۱/۱۷۱)

## بغیر وضو قرآن پڑھنا:

سوال: بغیر وضو قرآن مجید کھول کر پڑھ بھی سکتا ہے یا کہ نہیں۔

الجواب ــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

جنابت اور حاجت غسل کی حالت میں قرآن پاک پر کپڑا لپٹا ہوا ہو تو اس کے اوپر سے چھو سکتے ہیں۔(۲) اور ساتھ میں لے جا بھی سکتے ہیں، بغیر کسی حائل کے جنابت کی حالت میں، اسی طرح بے وضو کی حالت میں بلا کسی حائل کے نہیں چھو سکتے، فرق یہ ہے کہ بے وضو کے زبان سے بلا قرآن پاک چھوئے ہوئے پڑھ سکتا ہے اور حاجت غسل کی حالت میں بلا غسل کئے زبان سے بھی نہیں پڑھ سکتا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دار العلوم دیوبند، سہارنپور، ۲۱/۱۰/۱۳۸۵ھ، الجواب صحیح: محمود عفی عنہ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۱۵۶)

## بلا وضو تلاوت کرنا:

سوال: کیا تلاوت قرآن پاک سامنے رکھ کر بلا وضو کر سکتے ہیں۔ ایک صاحب نے بتلایا کہ بے وضو بھی پڑھ سکتے ہیں، چھو سکتے ہیں۔

ھو المصوب ــــــــــــــــــــــــ

قرآن مجید کا بغیر وضو چھونا جائز نہیں ہے، ہاں بغیر وضو اس کو پڑھ سکتے ہیں۔(۳)

تحریر: مسعود حسن حسنی۔ تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء جلد اول صفحہ: ۲۲۳)

## قرآن و دینی کتابیں چھونے کے لئے وضو:

سوال (۱): کلام اللہ کیا ناپاکی میں چھوا جا سکتا ہے؟

---

(۱) وإلافالوضوء لمطلق الذكر مندوب وتركه خلاف الأولىٰ. (الدر المختار على رد المحتار، أبحاث الغسل: ۱/۱۶۱)

(۲) حرمة مس المصحف، لايجوز لهما وللجنب والمحدث مس المصحف إلا بغلاف متجافٍ عنه كالخريطة. (فتاویٰ ہندیہ: ۱/۸۳، رشیدیہ، پاکستان)

(۳) لا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ، سورة الواقعة: ۷۹، ويحرم به أي بالأكبر وبالأصغر مس مصحف. (درمختار مع الرد: ج۱ ص۳۱۵)

(۲): کیا غیر مسلم کو ہدیۃً کلام اللہ دیا جا سکتا ہے؟

(۳): کلام اللہ کی بے حرمتی کرنے والے کی صحبت اختیار کرنا کیسا ہے؟

هو المصوب

(۱) ناپاکی کی حالت میں کلام اللہ چھونا اور پڑھنا دونوں جائز نہیں ہے۔(۱)

(۲) اگر غیر مسلم کلام اللہ کا احترام ملحوظ رکھ سکتا ہے اور ہدایت کی امید ہو تو ایسے غیر مسلم کو کلام اللہ بطور ہدیہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۳) ایسے شخص کی صحبت اختیار کرنے سے اجتناب لازم ہے۔

تحریر: محمد مستقیم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء جلد اول صفحہ ۲۱۹و۲۲۰)

## غیر مسلم کا قرآن چھونا، قرآن کی کتابت کرنا اور قرآن کی تعلیم حاصل کرنا جائز ہے:

مسئلہ: غیر مسلم کو قرآن چھونا اور قرآن کی تعلیم دینا جائز ہے یا نہیں، اور غیر مسلم کا قرآن کی کتابت کرنا یا قرآن کی کسی سورت کا لکھنا یا قرآن کو ہدیہ کرنا (بیچنا) جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

غیر مسلم کو بغیر نہائے قرآن کا چھونا جائز نہیں ہے،(۲) فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

**الحربی والذمی إذاطلب تعلم القرآن تعلم لكنه يمنع من مس المصحف إلا إذا اغتسل.**

(حربی اور ذمی جب قرآن کی تعلیم کسی مسلمان سے حاصل کرنا چاہیں تو ان کو قرآن کی تعلیم دی جائے لیکن قرآن کے چھونے سے ان کو روکا جائے جب تک وہ غسل نہ کرلیں۔)

اور اسی کتاب میں ہے:

**كافر من أهل الذمة طلب من مسلم أن يعلم القرآن والفقه قالوا لابأس بأن يعلم القرآن والفقه فی الدين لأنه عسى أن يهتدی إلى الإسلام فيسلم إلاأن الكافر لايمس المصحف.**

(کافر خواہ حربی ہو یا ذمی جب کسی مسلمان سے قرآن یا فقہ کی تعلیم حاصل کرنا چاہے تو علما فرماتے ہیں کہ اس کے تعلیم دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اس لیے کہ امید اس امر کی ہوتی ہے کہ قرآن اور فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ مسلمان ہو جائے، لیکن کافر کو قرآن چھونا درست نہیں۔)

---

(۱) لاَ يَمَسُّهُ إِلاَّ الْمُطَهَّرُوْنَ، سورۂ واقعہ: ۷۹، لايمس القرآن إلا طاهر. (المستدرک على الصحيحين: ج۱ص۵۵۲، حديث نمبر: ۱۴۴۷) لاتقرأ الحائض والجنب من القرآن شيئاً. (جامع الترمذی، أبواب الطهارة، باب الجنب والحائض أنهما لايقرآن، حديث نمبر: ۱۳۱)

(۲) البتہ جہاں معلوم ہو کہ غیر مسلم روزانہ غسل کرتے ہیں وہاں انہیں قرآن دیا جا سکتا ہے۔ انیس

اور جن لوگوں کو قرآن چھونا درست نہیں ان کو قرآن کا لکھنا بھی درست نہیں، اسی فتاویٰ میں ہے:

**من لایباح له مس المصحف لایکتب القرآن وإن كانت الصحيفة على الأرض لايمسها بيده وهو قول محمد وبه أخذ مشايخنا.**

(جن لوگوں کو قرآن کا چھونا درست نہیں ان کو قرآن کا لکھنا بھی درست نہیں ہے اگر چہ قرآن لکھتے وقت کاغذ زمین پر رکھا ہوا اور اس کاغذ پر لکھنے والے کا ہاتھ بھی نہ لگتا ہو، یہ قول امام محمدؒ کا ہے جس کو ہمارے مشائخ نے اختیار کیا ہے۔)

اور قرآن کے چھونے اور لکھنے کا جو حکم پورے قرآن کے لیے ہے وہی حکم قرآن کے اوراق کا اور بندھی ہوئی جلد کا بھی ہے، جیسا کہ صاحب بحرؒ "**وقراءة القرآن ومسه إلابغلاف**" کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

**وتعبير المصنف بمس القرآن أولىٰ من تعبير غيره بمس المصحف لشمول كلامه ما إذا مس لوحاً مكتوباً عليه اٰية وكذا الدرهم والحائط لكن لايجوز مس المصحف كله المكتوب وغيره.**

شامی میں ہے:

**وتمنع قراءة قراٰن ومسه أى القرآن ولوفى لوح أودرهم أوحائط لكن لايمنع إلامن مس المكتوب بخلاف المصحف فلا يجوزمس الجلد وموضع البياض وقال بعضهم: يجوزوهذا أقرب إلى القياس والمنع أقرب إلى التعظيم كما فى البحر والصحيح المنع.**

(یعنی حیض کے وقت قرآن کا پڑھنا اور چھونا ممنوع ہے اگر چہ قرآن یا اس کی آیت تختی پر لکھی ہو یا کسی روپیہ یا دیوار پر لکھی ہو۔)

**بناءً علىٰ هذه الأقوال** غیر مسلم کو قرآن کا لکھنا کسی حال میں درست نہیں، خواہ مکتوب ہاتھ میں لگے یا نہ لگے اور قرآن کے چھاپنے اور ہدیہ کرنے میں چونکہ قرآن اور اوراق قرآن پر ہدیہ کرنے والے اور چھاپنے والے کا ہاتھ لگے گا اس لیے اس کا چھاپنا اور ہدیہ کرنا بھی غیر مسلم کو بغیر غسل کے جائز نہیں۔ (فتاویٰ فرنگی محل موسوم بہ فتاویٰ قادریہ:۱۴۱-۱۴۲)

## مس مصحف کے احکام:

سوال: مسئلہ مس مصحف کے احکام بیان فرمائیے؟

الجواب

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ محدث اور جنب (جنبی) اور حائض اور نفساء کے لیے قرآن شریف چھونے کے بارے میں کیا حکم ہے اور آپ نے مذاہب مختلفہ حنفیہ، شافعیہ اور بخاری کا لکھا ہے اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں لیکن آپ نے جو لکھا ہے کہ:

"جس اونٹ پر قرآن شریف محمول ہو تو جائز نہیں کہ اس کی مہار جنب اور محدث اور حائض اور نفساء پکڑیں" اور آپ نے لکھا ہے کہ "یہ حکم شافعیہ کے نزدیک ہے" تو کتب شافعیہ میں یہ موجود نہیں، اور ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص نے یہ بطریق مبالغہ کہا ہوگا، البتہ شافعیہ کے نزدیک یہ حکم ہے کہ جس صندوق میں قرآن شریف رکھا ہوا ہو وہ صندوق وغیرہ اشخاص مذکورین کو اٹھانا نہیں چاہیے اور ایسا ہی اگر چمڑے کے ظرف میں مثلاً بیگ میں قرآن شریف

رکھا ہو تو محدث وغیرہ اشخاص مذکورین کے لیے جائز نہیں کہ اس کو اٹھاویں اور یہ حکم بھی شافعیہ کے نزدیک ہے۔

بخاری کا مذہب جو آپ نے لکھا ہے تو بخاری نے اپنی کتاب میں اس کی تصریح نہیں کی ہے البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مذہب کا ذکر کیا ہے کہ انہوں نے جنب کے لیے جائز رکھا ہے کہ قرآن شریف پڑھے، تو اس سے استنباط ہو سکتا ہے کہ ان کے نزدیک جنب کے لیے مس مصحف بھی جائز ہو، اب چاہیے کہ سمجھ لیا جائے کہ ان سب مذہب کا اصل کیا ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ مطالب حل ہو جائیں گے اور سب شبہ دفع ہو جائے گا، اصل حقیقت یہ ہے کہ احادیث صحیحہ میں یہی وارد ہے:

**”لایمس القرآن إلا طاهر“.**

ترجمہ: یعنی نہ چھوئے قرآن حکیم کو کوئی، سوا اس شخص کے کہ وہ پاک ہو۔

قرآن شریف کے چھونے کے مسئلے میں یہ حدیث اصل ہے اور قرآن شریف پڑھنے کے بارے میں یہ حدیث اصل ہے:

**”لا أحل القرآن لحائض و لا جنب“.**

ترجمہ: یعنی میں حلال نہیں کرتا قرآن شریف کو حائض اور جنبی کے لیے۔

اور جس صندوق میں قرآن شریف رکھا ہوا ہو اس کو اٹھانے کے بارے میں حائض اور جنب اور محدث اور نفاس والی عورت کے لیے کیا حکم ہے اس میں کوئی حدیث وارد نہیں، ایسا ہی یہ مسئلہ کہ ان لوگوں کے حق میں قرآن حکیم لکھنے کے بارے میں کیا حکم ہے تو اس میں کوئی حدیث وارد نہیں۔ البتہ ظاہر ہے کہ لکھنے کی حالت میں ضرور ہوگا کہ لکھنے والا جس ورق پر قرآن شریف لکھے گا اس کو وہ چھوئے گا اور محدث وغیرہ اشخاص مذکورین کے لیے قرآن شریف کا چھونا حرام ہے تو لکھنا بھی حرام ہوا بخلاف قرآن شریف دیکھنے کے کہ قرآن کو دیکھنے میں یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو چھونا بھی ضرور پڑے، اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ یہ جو حدیث ہے:

**لایمس القرآن إلا طاهر“.**

یعنی قرآن شریف کو نہ چھوئے سوا اس کے کہ وہ پاک ہو۔

تو اس حدیث میں قرآن سے حقیقت قرآن کی مراد نہیں، اس واسطے کہ حقیقت قرآن کی کلام نفسی ہے اور کلام نفسی صفات باری تعالیٰ سے ہے اس کو چھونا ممکن نہیں اور ایسا ہی اس کلام نفسی پر جو دال ہے کہ وہ کلام لفظی ہے وہ بھی مراد نہیں اس واسطے کے کلام لفظی کیفیت ہے کہ ہوا کے ساتھ قائم ہے اور اس کو بھی چھونا ممکن نہیں اور جس کو چھونا ممکن ہی نہیں تو اس کے بارے میں کیوں حکم ہو سکتا ہے کہ پاک شخص کے سوا کوئی یعنی ناپاک شخص نہ چھوئے، معلوم ہوا کہ اس حدیث شریف میں نہ کلام نفسی مراد ہے اور نہ کلام لفظی مراد ہے بلکہ نقوش مراد ہیں کہ اس سے کلام لفظی معلوم ہوتا ہے یعنی مکتوب مراد ہے۔

مفسرین کے کلام میں مثلاً ! کشاف اور مدارک التنزیل وغیرہ میں، اس معنی کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ مفسرین نے لکھا ہے:

''المراد من المس مس المکتوب''.

ترجمہ: یعنی مراد قرآن شریف کو چھونے سے حروف مکتوبہ کا چھونا ہے۔

اور اس عبارت سے مراد توجیہ ہے، کسی کا مذہب بیان کرنا مقصود نہیں، اب یہ بیان کرتا ہوں کہ اس مسئلہ میں حنفی اور شافعی میں اختلاف کس طرح ہوا۔ تو خلاصہ یہ ہے کہ:

اس مقام میں بالاجماع قرآن شریف سے مراد مصحف ہے اور نص سے ثابت ہے کہ محدث وغیرہ اشخاص مذکورین کے لیے مصحف کا چھونا حرام ہے تو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ مصحف کس چیز کو کہتے ہیں تو ظاہر ہے کہ مصحف سے بلکہ ہر کتاب کے نام سے عرف میں صرف اسی قدر مراد نہیں جس قدر جگہ میں حروف لکھے رہتے ہیں بلکہ حواشی اس مصحف اور کتاب کے اور مابین السطور اور جلد کہ کتاب کے ساتھ متصل ہو اور غلاف کہ جلد کے ساتھ متصل ہو ان سب کو مصحف اور کتاب کہتے ہیں۔

تو محدث وغیرہ اشخاص مذکورین کے لیے مصحف کی، ان سب چیزوں کا چھونا حرام ہے، جو حکم مکتوب کا ہے، وہی حکم ان چیزوں کے بارے میں بھی دیا جائے گا، اس بنا پر کہ متصل اور منفصل دونوں کا حکم میں فرق ہے، چنانچہ ثابت ہے کہ زمین کی بیع میں، وہ چیز بھی بیع میں داخل ہوتی ہے، جو زمین کے ساتھ متصل ہو، اگرچہ اس چیز کا ذکر نہ ہوا ہو، اور جو چیز اس زمین سے منفصل ہو، وہ بیع میں داخل نہیں ہوتی، مثلاً قفل اور برتن اور جانور جو اس زمین میں ہو، بیع میں داخل نہ ہوگا، بخلاف درخت اور عمارت کے کہ یہ چیزیں بلا خلاف بیع میں داخل ہو جاتی ہیں۔ حنفیہ کا مذہب صحیح ہوا، مثلاً قرآن شریف، جزدان میں ہو اور جزدان جلد کے ساتھ چسپاں نہیں رہتا تو محدث وغیرہ اشخاص مذکورین کے لیے جزدان کے اوپر سے چھونا جائز ہے خواہ لٹکانے کے لیے فیتہ لگایا ہوا اور اس فیتہ وغیرہ کو پکڑ کے اٹھائے یا فیتہ وغیرہ نہ ہو، خاص جزدان کو چھوئے۔

ایسا ہی چمڑے کے ظرف میں قرآن ہو مثلاً چمڑے کا غلاف ہو اور قرآن شریف کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو، بلکہ اس کے اندر قرآن شریف ہو، تو وہ بیگ بھی چھونا جائز ہے، اس واسطے کہ ان چیزوں کو اگر کوئی شخص چھوئے تو نہ قرآن چھونے والا ہوگا اور نہ حقیقتاً یہ سمجھا جائے گا کہ اس شخص نے قرآن شریف کو چھوا۔ شافعی حضرات کہتے ہیں کہ جب عرف میں غور کیا جائے اور باریکی کی جانب نظر کی جائے اور احتیاط منظور ہو تو یہی کہا جائے گا کہ کسی بھی شئ کا ظرف، اگرچہ اس شئ سے منفصل ہے، مگر وہ ظرف حکم میں اسی شئ کے ہوگا تو جس ظرف میں قرآن شریف ہو، اس ظرف کو اٹھانا محدث وغیرہ اشخاص مذکورین کے لیے حرام ہے۔ اس واسطے کہ اٹھانے میں اس ظرف کو چھونا ضرور ہوگا جو حکم ظرف کا ہے وہی حکم مظروف کا ہے، چنانچہ جس ظرف میں کوئی چیز جس کی عظمت کی جاتی ہے، رکھی تو عرف میں اس کا چھونا جائز نہیں جانتے اور مقام ادب کو اس سے بھی زیادہ قابل لحاظ سمجھتے ہیں اور اب قیاس مساوات کو ہم درست

کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کسی شئ کا ظرف ہو یا کسی شئ کے ظرف کا ظرف ہو، اس کے لیے وہی حکم ہے جو اس شئ کے لیے حکم ہے جو اس ظرف میں ہو، قیاس مساوات اس جگہ صحیح ہے اس واسطے کہ مقدمہ بعینہ صادق ہے کیوں کر ظرف کا ظرف بھی ظرف ہوتا ہے لیکن اس مقام میں ممکن ہے کہ شافعیہ کو مغالطہ دیا جائے اس طور پر کہ اس سے لازم آتا ہے کہ جس گھر میں قرآن شریف کا صندوق رکھا ہوا اس گھر کی دیوار کو بھی چھونا محدث کے لیے جائز نہ ہو تو اس کا جواب شافعیہ کی طرف سے یہ ہوسکتا ہے کہ ظرف شئ کی دو قسم ہے۔

(۱) ایک یہ کہ جب کہا جائے کہ وہ شئ دوسری جگہ منتقل کی گئی تو اس سے عرف میں سمجھا جائے کہ وہ ظرف بھی اس شئ کے ساتھ منتقل ہوا ہوگا تو اس صورت میں وہ ظرف مقصود ہوتا ہے جو خاص اس شئ کے لیے ہوتا ہے۔

(۲) دوسری قسم ظرف شئ کی وہ ظرف ہے کہ اس شئ کے منتقل ہونے سے یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ ظرف بھی منتقل ہوا ہوگا جیسا کہ مثلاً گھر ہوتا ہے اس واسطے کہا جاتا ہے کہ موتی ڈبہ میں ہے اور ڈبہ گھر میں ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موتی گھر میں ہے، لیکن موتی کے منتقل ہونے سے گھر منتقل نہیں ہوتا بخلاف ڈبہ کے کہ موتی کے منتقل ہونے سے ڈبہ بھی منتقل ہوتا ہے تو اس قسم کی ظرف خاص اس شئ کے لیے نہیں ہوتا اور اضافت واسطے اختصاص کے ہے تو اس قسم کے ظرف کا چھونا حرام نہ ہوگا، اس واسطے کہ حرام اس ظرف کو چھونا ہے جو خاص قرآن شریف کے لیے بنا ہوا اور اس میں قرآن شریف موجود ہو۔

یہ بھی جاننا چاہیے کہ بالاجماع ثابت ہے کہ جس میں قرآن شریف کے الفاظ ہوں بوجہ قرآنیت حتی کہ اس کو مصحف یا بعض مصحف کہہ سکیں تو اس کو چھونا حرام ہے چنانچہ کاغذ کا ایک پرچہ کہ اس پر قرآن شریف کی ایک آیت لکھی ہو یا تعویذ اس میں قرآن شریف کی آیت لکھی ہو یا روپیہ کہ اس پر آیت قرآنی منقوش ہو تو حنفیہ کے نزدیک ان چیزوں کو چھونا حرام ہے ایسا ہی شافعیہ کے نزدیک حرام ہے اس واسطے کہ انوار میں مرقوم ہے:

**”ولایحرم حمله فی الأمتعة والعمل إذا لم یکن مقصوداً بالحمل وإن علم.**

ترجمہ: یعنی حرام نہیں اٹھانا ان اسباب کو جن کے اندر قرآن شریف ہو اور ایسا ہی نہیں اٹھانا اس بارشتر کو کہ اس کے اندر قرآن کریم ہو جبکہ قرآن شریف کو اٹھانا مقصود نہ ہوا گرچہ معلوم ہو کہ ان اسباب اور اس بارشتر میں قرآن کریم ہے۔

یہ ترجمہ انوار کی عبارت کا ہے بخلاف صندوق کہ اس میں صرف قرآن شریف رکھا ہوا ہو یعنی شافعیہ کے نزدیک وہ صندوق اٹھانا محدث وغیرہ اشخاص مذکورین کے لیے حرام ہے اور ان دونوں صورتوں میں جو فرق ہے اس کا منشا یہ ہے کہ ایسی شئ کا ظرف اس ظرف کو کہتے ہیں کہ وہ ظرف خاص اس شئ کے لیے ہے، بخلاف اس ظرف کے کہ اس شئ کے لیے بھی ہو اور کسی دوسری شئ کے لیے بھی ہو۔ بخاری کا مذہب چونکہ نہایت متروک العمل ہے، اس واسطے اس کی توجیہ کی ضرورت نہیں، بخاری کی کتاب سے کوئی منقح نہیں معلوم ہوتا ہے، بخاری کا استدلال صرف اس پر ہے کہ قیصر کے پاس جو خط بھیجا گیا تھا اس میں قرآن شریف کی آیت لکھی تھی تو صرف اس بنا پر یہ قول صحیح نہیں ہوسکتا کہ جنب اور محدث کے لیے مس

مصحف جائز ہے اس واسطے کہ کسی خط یا کسی کتاب میں دو ایک آیت لکھنا قرآنیت کی بنا پر نہیں ہوتا، اور چاہیے کہ محدث اور جنب کے لیے گلستان کا بھی چھونا حرام ہو جائے اس واسطے کہ اس میں قرآن شریف کی آیتیں ہیں مثلاً یہ آیت ہے:

''اِعۡمَلُوۡا اٰلَ دَاوُدَ شُکۡراً وَقَلِیۡلٌ مِّنۡ عِبَادِیَ الشَّکُوۡرُ''.(۱)

اس کے علاوہ اور بھی آیات اس میں ہیں، ایسا ہی چاہیے کہ ان خطوط کو بھی چھونا حرام ہو جائے جس میں مقام تعزیت میں ''اِنَّـا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیۡهِ رَاجِعُوۡنَ'' لکھا ہو اور مقام شکر میں ''اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ'' لکھا ہو، حالانکہ ایسی کتاب اور ایسے خطوط چھونا حرام نہیں، چنانچہ کتب تفاسیر کی جس میں بہ نسبت عبارت تفسیر کے قرآن شریف زیادہ نہ ہو تو اس کو چھونا جائز رکھا گیا ہے، یہ توجیہ اس مسئلہ میں مذاہب مختلفہ کی ہے۔ واللّٰہ أعلم بحقیقة الحال.

(فتاویٰ عزیزی اردو، مطبع سعید کمپنی لاہور: ۴۴۸-۴۵۱)

## بلاطہارت قرآن چھونے کی حرمت کی دلیل پر شبہ کا جواب:

سوال: استدلوا علیٰ عدم جوازمس القرآن المجید للمحدث لقوله تعالیٰ:''لاَ یَمَسُّهُ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ'' والحال أنه محتمل التفاسیر کماذکروا فی التفاسیر فإذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال وأماحدیث''لا یمس القراٰن إلاطاهرفهوضعیف لایحتج به وکذلک حدیث لایمس المصحف إلا علیٰ طهارة'' کما جزم بذلک فیهما النوویؒ وابن کثیرؒ علیٰ أن بعضهم قال: إن المراد بالطاهر المؤمن أوالطاهر من النجاسة الحقیقیة والمروی عن ابن عباسؓ والشعبیؒ والضحاکؒ وداؤدؒ جوازمس المصحف للمحدث والجمهور اتفقوا علیٰ عدم جواز مس المصحف للجنب ولکن لم یعرف للجمهوردلیل. (۲)

الجواب

ألیس اتفاق الجمهورعلامة لکون الحدیث له أصل قوی وإن طرأ علیه الضعف لعارض السند وإن اشتقتم إلی التفصیل فعلیکم بالرجوع إلی إحیاء السنن.

۱۳ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ، تتمۂ خامسہ صفحہ ۸۳۔ (۳) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۱۴۷)

---

(۱) سورة سبا، پ ۲۲۔

(۲) خلاصۂ سوال: فقہاء کرامؒ نے قرآن کی آیت'' لا یمسه إلا المطهرون '' سے محدث کے لئے قرآن چھونے کے عدم جواز پر استدلال کیا ہے۔ حالانکہ اس آیت کی چند احتمالی تفسیروں میں سے ایک ہے جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے۔ چنانچہ جب احتمال ہے تو استدلال باطل ہے۔ رہی حدیث:'' لا یمس المصحف إلا طاهر'' تو یہ ضعیف ہے اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا ہے، اسی طرح حدیث'' لا یمس المصحف إلا علیٰ طهارة '' ہے جیسا کہ ان دونوں حدیثوں سے متعلق علامہ نووی اور علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حدیث میں طاہر سے مراد مومن ہے یا مراد نجاست حقیقیہ سے طاہر شخص ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ عبداللہ بن عباسؓ، شعبی، ضحاک اور داؤد رحمہم اللہ سے محدث کے لئے مس مصحف کا جواز منقول ہے اور جمہور جنبی کے لئے مس مصحف کے عدم جواز پر متفق ہیں، لیکن ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے؟ انیس

(۳) خلاصۂ جواب: کیا جمہور کا اتفاق اس بات کی علامت نہیں ہے کہ حدیث مذکور کی کوئی قوی بنیاد ضرور ہے، گرچہ سند کی وجہ سے ضعف طاری ہو گیا ہے، اگر آپ کو تفصیل درکار ہو تو احیاء السنن کا مطالعہ کریں۔ انیس

## بلا وضو آیات قرآنی اس طرح لکھنا کہ کاغذ پر ہاتھ نہ پڑے:

سوال: بلا وضو جو کلام مجید کی کوئی آیت بھی نہ لکھے تو ایک مولوی صاحب نے یہ بتایا کہ اگر بلا وضو کوئی آیت قرآنی لکھنے کی ضرورت ہوتو اس کاغذ کو ہاتھ نہ لگے جس پر آیت قرآنی لکھے تو یہ صحیح ہے یا غلط؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

اختلاف ہے، اس کی بھی گنجائش ہے۔

**وفي الدرالمختار: (و) لاتكره (كتابة قرآن والصحيفة أو اللوح على الأرض عندالثاني) خلافاً لمحمدؒ وينبغي أن يقال إن وضع على الصحيفة ومايحول بينها وبين يده يؤخذ بقول الثاني وإلا فبقول الثالث قاله الحلبيؒ. (الدرالمختار مع رد المحتار: ج ۱ صفحه ۱۷۵، قبيل باب المياه)** ۲۸ / رجب ۱۳۴۲ھ، (تتمۂ خامسہ صفحہ ۲۷۷) (امدادالفتاویٰ جدید: ۱/ ۱۴۷-۱۴۸)

## ہر اس کتاب کو بلا وضو چھونے کا حکم جس میں آیات قرآنی ہوں:

سوال: ''قربات عنداللہ وصلوات الرسول'' جو آپ کا مؤلفہ ہے چونکہ اول منزل اسکی اکثر آیات قرآن شریف ہے، اس لئے عرض ہے کہ اس کو بے وضو مس کرنا اور جنبی اور حائضہ کا مس کرنا اور پڑھنا جائز ہے یا نہ؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

خاص اس حصہ کو بے وضو مس کرنا جائز نہیں (۱) اور جنب وحائض کے پڑھنے میں یہ تفصیل ہے کہ بہ نیت قرآن کے پڑھنا جائز نہیں، بہ نیت دعا کے پڑھنا جائز ہے۔ ۶ / ذی قعدہ ۱۳۴۱ھ۔ تتمۂ خامسہ ص ۲۴۵۔ (امدادالفتاویٰ جدید: ۱/ ۱۴۶)

## بے وضو قرآن کے خالی صفحہ کو ہاتھ لگانا جائز نہیں:

سوال: بلا وضو قرآن کریم کے اس صفحہ کو ہاتھ لگانا جہاں قرآن کریم کی آیت نہ لکھی ہو جیسا کہ قرآن کریم میں اوپر کے صفحہ پر آیت قرآنی کے حروف نہیں ہوتے اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

قرآن کریم کے خالی صفحہ کو بھی بے وضو چھونا جائز نہیں، بلکہ جلد پر بھی ہاتھ لگانا منع ہے۔

**''قال في التنوير: ويحرم به أي بالأكبر وبالأصغر مس مصحف إلا بغلاف متجافٍ. (ردالمحتار: ۱/ ۱۶۰)**

---

(۱) **وفي السراج عن الإيضاح: أن كتب التفسير لايجوز مس موضع القرآن منها، وله أن يمس غيره، وكذا كتب الفقه إذاكان فيها شيء من القرآن بخلاف المصحف، فإن الكل فيها تبع للقرآن.** (ردالمحتار: ج ۱ ص ۳۲۰، انیس)

"وفی الحیض منہ: "ومسہ إلا بغلافہ"، وفی الشرح: "المنفصل عنہ" وفی الحاشیۃ: (قولہ ومسہ) أی القرآن ولو فی لوح أو درھم أو حائط لکن لایمنع إلا من مس المکتوب بخلاف المصحف فلایجوز مس الجلد وموضع البیاض منہ. (ردالمحتار :۱/۲۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم ـ ۲۸/رجب ۹۶ھ (احسن الفتاویٰ:۲/۱۹-۲۰)

## قرآن مجید کے صفحہ میں جو جگہ خالی ہو اسے بھی بے وضو نہیں چھو سکتے:

سوال (الف): ہم قرآن مجید پڑھتے ہیں اگر ہوا خارج ہو جائے تو ورق الٹنے کے لئے تنکا استعمال کرتے ہیں۔
(ب): یا پھر جو سفید جگہ ہوتی ہے جہاں پر لفظ لکھے ہوئے نہیں ہوتے معمولی سی انگلی لگا کر ورق الٹتے ہیں یہ گمان کرتے ہوئے کہ یہ تو قرآن نہیں ہے۔ آیا یہ عمل شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ سائل قاری محفوظ احمد، حال مقیم راولپنڈی۔

الجواب

ورق پلٹنے کے لئے تنکا وغیرہ استعمال کر سکتے ہیں۔ صفحہ کی جس جگہ پر آیات وغیرہ نہ لکھی ہوں اسے بھی بے وضو نہیں چھو سکتے۔

(الف): (قولہ وحل قلبہ بعود) أی تقلیب أوراق المصحف بعود ونحوہ لعدم المس علیہ اھـ (شامی: ج۱ص۱۶۱)

(ب): فلا یجوز مس الجلد وموضع البیاض منہ، وقال بعضھم: یجوز، وھذا أقرب إلی القیاس والمنع أقرب إلی التعظیم کما فی البحر أی والصحیح المنع کما نذکرہ اھـ (شامی:۱/۲۷)

(ض): والصحیح منع مس حواشی المصحف والبیاض الذی لا کتابۃ علیہ، کذا فی التبیین اھـ (عالمگیری: ج۱ص۲۰) فقط واللہ أعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ ہذا۔ ۲۴/۱۲/۱۴۱۰ھ۔ (خیر الفتاویٰ:۲/۶۷)

## تفسیر اور پلاسٹک میں مجلد سورتوں کو چھونے کے لئے وضو:

سوال (۱): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تفسیر یا ایسی کتاب جس میں اردو عبارت زیادہ ہو اور قرآن کے الفاظ نسبتاً کم ہوں، بے وضو پڑھنا یا چھونا جائز ہے؟
(۲) یٰسین شریف یا دیگر منتخب سورتیں پلاسٹک میں محفوظ کر کے جیب میں مستقل رکھنا کیا منع ہے؟ آدمی بیت الخلا میں بھی جاتا ہے اور کبھی ناپاکی بھی ہو جاتی ہے اس کا کیا حکم ہے؟

هو المصوب

(۱) قرآن پاک کی جو بھی تفسیر ہو قرآن کی عظمت اور حرمت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی تفسیر بھی باوضو پڑھی جائے، ہاں اگر آیاتِ قرآنی کے معاملہ میں تفسیر کے الفاظ زیادہ ہیں تو بغیر وضو بھی پڑھنے کی گنجائش ہوگی۔(۱)

(۲) چند سورتوں کے مجموعہ کو جیب میں بغرضِ تلاوت رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ اس کے ساتھ بیت الخلا وغیرہ جانا درست نہیں ہے۔ ایسے مواقع پر کسی محفوظ اور پاک جگہ رکھ کر ضروریات پوری کرنی چاہئیں اگر ایسا ممکن نہ ہو تو جیب میں رکھنا کراہت سے خالی نہیں ہے۔ تحریر: محمد ظفر عالم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء جلد اول صفحہ: ۲۲۲ و ۲۲۳)

## تفاسیر کے مطالعہ کے لئے وضو:

سوال (۱): قرآن مجید کی تفسیر کی کتابوں کو کیا باوضو پڑھنا ضروری ہے؟

(۲) فضائلِ اعمال کی کتابوں کو بغیر وضو کے پڑھنے میں گناہ تو نہیں ہے؟

هو المصوب

(۱) کتبِ تفسیر کے مطالعہ کے لئے وضو لازم نہیں ہے۔(۲)

(۲) گناہ نہیں ہے۔(۳) تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء جلد اول صفحہ: ۲۲۲)

## تفسیر وترجمہ کا بے وضو مس کرنا:

سوال: اردو کلام مجید کا مس بے وضو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

مکروہ ہے۔ کذا في رد المحتار تحت قول الدر المختار: والتفسير كمصحف، قبيل باب المياه. (۳) (تتمہ اولیٰ صفحہ ۱۰) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۱۴۵)

---

(۱) فإن ما في الأشباه صريح في جواز مس التفسير فهو كسائر الكتب الشرعية، بل ظاهره أنه قول أصحابنا جميعاً وقد صرح بجوازه أيضاً في شرح درر البحار، وفي السراج عن الإيضاح: أن كتب التفسير لايجوز مس موضع القرآن منها، وله أن يمس غيره، وكذا كتب الفقه إذا كان فيها شيء من القرآن بخلاف المصحف، فإن الكل فيها تبع للقرآنَ. (ردالمحتار: ج۱ص۳۲۰)

(۲) وقد جوز أصحابنا مس كتب التفسير للمحدث ولم يفصلوا بين كون الأكثر تفسيراً أو قرآناً، ولو قيل به اعتباراً للغالب لكان حسناً. (درمختار مع الرد: ج۱ص۳۲۰)

(۳) في رد المحتار: عن السراج عن الإيضاح: أن كتب التفسير لايجوز مس موضع القرآن منها وله أن يمس غيره وكذا كتب الفقه إذا كان فيها شيء من القرآن بخلاف المصحف فإن الكل فيه تبع للقرآن آه (إلىٰ قوله) قال ط: ومافي السراج: أوفق بالقواعد آه صفحه: ۱۸۲۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار، قبيل باب المياه: ج۱ص۱۷۶ و ۱۷۷، انیس)

(۳) ردالمحتار: ج۱ص۱۷۹، انیس

## کتب تفسیر کو بلا وضو چھونا:

سوال: کتب تفسیر میں جس موقع پر آیت مکتوب ہے اس موقع کو بغیر وضو مس کرنا مکروہ ہے یا محرم؟

الجواب

**فی غنیۃ المستملی: ویکرہ أیضاً للمحدث ونحوہ مس تفسیر القرآن وکتب الفقہ وکذا کتب السنن (إلٰی قولہ) والأصح أنہ لایکرہ عندأبی حنیفۃ رحمہ اللّٰہ. ص: ۵۷،** اس سے معلوم ہوا کہ جب غیر قرآن کی عبارت غالب ہو اس کا مس مطلقاً **کماھو الظاہر** امام صاحب کے نزدیک درست ہے، **وفی الأخذ بہ سھولۃ.** ۱۷/صفر ۱۳۳۳ھ۔ تتمۂ ثالثہ صفحہ ۱۹۔ (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۱۴۵۔۱۴۶)

## کتب تفسیر وحدیث کو بلا وضو چھونا:

سوال: تفسیر قرآن پاک اور حدیث کی کتابوں یعنی بخاری، مشکوٰۃ وغیرہ کو بغیر وضو کے چھو کر پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب باسم ملھم الصواب

تفسیر میں غیر قرآن زیادہ ہو اس کو بلا وضو ہاتھ لگانا جائز ہے، مگر جہاں قرآن لکھا ہو وہاں ہاتھ نہ لگائے، حدیث کی کتابوں کو بلا وضو چھونا جائز ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔۲/جمادی الاخریٰ ۹۸ھ (احسن الفتاویٰ: ۲/۲۷)

## مواعظ کی کتابوں کو بلا وضو چھونا یا پڑھنا:

سوال: آپ کے مواعظ میں اکثر قرآن مجید کی آیات ہیں اور میں اکثر وقت فرصت کے، مواعظ دیکھا کرتا ہوں مگر قرآن مجید بغیر وضو چھونا جائز نہیں ہے، مواعظ کی بابت کیا حکم ہے، بلا وضو پڑھنا چھونا اس کتاب کو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

**فی الدرالمختار: وقد جوز أصحابنا مس کتب التفسیر للمحدث، ولم یفصلوا بین کون الأکثر تفسیراً أوقرآناً ولوقیل بہ اعتباراً للغالب لکان حسناً الخ، فی رد المحتار: عن السراج عن الإیضاح: أن کتب التفسیر لایجوز مس موضع القرآن منھا ولہ أن یمس غیرہ وکذا کتب الفقہ إذا کان فیھا شیء من القرآن بخلاف المصحف فإن الکل فیہ تبع للقرآن آہ(إلٰی قولہ) قال ط: ومافی**

(۱) وقد جوز أصحابنا مس کتب التفسیر للمحدث ولم یفصلوا بین کون الأکثر تفسیراً أو قرآناً، ولوقیل بہ اعتباراً للغالب لکان حسناً. (درمختارمع الرد: ج۱ص۳۲۰) وفی غنیۃ المستملی: ویکرہ أیضاً للمحدث ونحوہ مس تفسیرالقرآن وکتب الفقہ وکذا کتب السنن (إلٰی قولہ) والأصح أنہ لایکرہ عندأبی حنیفۃ رحمہ اللّٰہ. (ص: ۵۷، انیس)

السراج: أوفق بالقواعد آه. (صفحہ۱۸۲) (الدرالمختارمع ردالمحتار،قبیل باب المیاه: ج۱ص۱۷۶و۱۷۷)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ چونکہ مواعظ نہ تفسیر کی کتابیں ہیں نہ ان میں قرآن کی آیات دوسری عبارات پر غالب ہیں لہٰذا ان کا مس بلاوضو جائز ہے۔اسی طرح پڑھنا بدرجۂ اولیٰ،البتہ جس مقام پر آیت لکھی ہوئی ہے خاص اس مقام کو بلاوضو مس نہ کرے۔۸/رجب ۱۳۴۲ھ،تتمۂ خامسہ صفحہ۱۲۷۔(امدادالفتاویٰ جدید:۱/۱۴۶-۱۴۷)

## اخبار میں لکھی ہوئی آیات قرآنی کو بے وضو چھونا:

سوال: اخبار میں جس صفحہ پر آیت قرآنی لکھی ہو اس کو بے وضو ہاتھ لگانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــ باسم ملهم الصواب

جہاں آیت قرآن لکھی ہو صرف اس جگہ بے وضو ہاتھ لگانا منع ہے، دوسرے مواضع کو ہاتھ لگانا جائز ہے، البتہ اگر چھوٹی سی چھوٹی آیت یعنی چھ حروف سے بھی کم ہو تو ایک قول کے مطابق اس پر ہاتھ لگانے کی گنجائش ہے۔

قال فی شرح التنویر:’’ویحرم به أی بالأکبر والأصغر مس مصحف أی مافیه آیة کدرهم وجدار‘‘وفی الحاشیة:تحت (قوله أی مافیه آیة الخ)’’لکن لایحرم فی غیر المصحف إلا المکتوب أی فی موضع الکتابة کذا فی باب الحیض من البحر،وقید بالآیة لأنه لو کتب مادونها لایکره مسه کما فی حیض القهستانی، وینبغی أن یجری هنا ماجری فی قراء ة مادون آیة من الخلاف والتفصیل المارّین هناک بالأولٰی لأن المس یحرم بالحدث ولوأصغربخلاف القراء ة فکانت دونه،تأمل‘‘. (ردالمحتار:۱/۱۶۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔۲۷/رجب ۹۲ھ(احسن الفتاویٰ:۲/۱۸-۱۹)

## اخبارات اور دینی رسائل کو بلاوضو مس کرنے کا حکم:

سوال: اس دور میں اخبارات، جرائد اور رسائل میں قرآن کریم کے الفاظ مع ترجمہ وتفسیر درج ہوتے ہیں،اسی طرح تفاسیر میں اکثر حصہ صرف تفسیر کا ہوتا ہے،کیا الفاظ قرآنی کے علاوہ تفسیری اوراق کو بلاوضو چھونا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــ

قرآن کریم کو بلاوضو مس کرنا جائز نہیں،البتہ تفسیر یا دیگر سفید کاغذات کو چھونے یا پکڑنے کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ سے مختلف روایات منقول ہیں جن میں بعض سے کراہت معلوم ہوتی ہے اور بعض سے عدم کراہت۔علامہ ابراہیم الحلبیؒ نے عدم کراہت کو ترجیح دی ہے اور اس پر عمل کرنے میں سہولت بھی ہے تاہم خلافِ اولیٰ ضرور ہے۔

’’قال الشیخ إبرهیم الحلبیؒ:ویکره أیضاً للمحدث ونحوه مس تفسیر القرآن وکتب الفقه وکذاکتب السنن ولأنهالایخلوعن آیات وهذا التعلیل یمنع مس شروح النحوأیضاً ......

والأصح أنه لايكره عندأبی حنيفةؒ. (كبيری: ص ۵٦، فی آخرباب الغسل) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ:۵۱۰)

## قرآن کے ٹیپ یا پلیٹ کو بے وضو ہاتھ لگانا:

سوال: فونوگرام یا ریڈیو میں تلاوت قرآن شریف کرائی جاتی ہے اور جو پلیٹ یا ٹیپ رکارڈ میں قرآن شریف ہے ان کو بے وضو یا جنابت کی حالت میں چھونا اور سجدۂ تلاوت وغیرہ میں قرآن کریم کی طرح حکم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

ریڈیو میں اگر آیت سجدہ پڑھی گئی تو سامع پر سجدہ واجب ہوگا۔(۱) پلیٹ یا ٹیپ رکارڈ میں نہ قرآن کریم کی کتابت ہے اور نہ اس کی آواز قرآن کی آواز ہے بلکہ صدائے بازگشت کی طرح آواز کی نقل ہے، لہٰذا اس کے احکام قرآن کریم جیسے نہیں، اسے بے وضو چھونا جائز ہے(۲) اور سجدہ کی آیت سننے سے سجدہ واجب نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۹ رصفر ۹۴ھ (احسن الفتاویٰ:۲/۱۹)

## قرآن کریم کی کیسٹ بے وضو چھونا، ٹیپ کرنا نیز کتابت کرنا شرعاً کیسا ہے:

سوال: آج کل قرآن کریم کو بذریعہ ریکارڈ کیسٹ میں ٹیپ کیا جاتا ہے، اس طرح بغیر وضو کے ٹیپ کرنا جائز ہے یا نہیں، نیز قرآن کریم کی کیسٹ بغیر وضو کے ہاتھ میں لی جاسکتی ہیں یا نہیں اور بغیر وضو کے قرآن کریم کی کتابت کرنا شرعی نقطۂ نظر سے کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ باللّٰہ التوفیق

اس طرح بغیر وضو کے کیسٹ بھرنا اور اس کا ہاتھ میں لینا سب جائز ہے کیوں کہ کیسٹ صرف ہوا میں محبوس ہوتی ہے، کلمات جیسی کوئی چیز محبوس ہوکر مقید نہیں ہوتی، بخلاف کتابت کے، کہ اس میں کلمات جیسی چیز محبوس ہوکر مقید ہوتی ہے، اس لیے کتابت بے وضو کرنا اور اس کو بے وضو چھونا کچھ بھی جائز نہیں ہوگا۔ كما دل عليه النص الصريح. (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ العبد نظام الدین، مفتی دارالعلوم دیوبند۔ الجواب صحیح: حبیب الرحمٰن خیرآبادی (منتخبات نظام الفتاویٰ:۱/۲۵)

---

(۱) جبکہ براہ راست ریڈیو سے آیت سجدہ بھی تلاوت نشر کی جارہی ہو، انیس

(۲) قال فی شرح التنوير: "ويحرم به أی بالأكبر والأصغر مس مصحف أی مافيه آية كدرهم وجدار" وفی الحاشية: تحت (قوله أی مافيه آية الخ) "لكن لايحرم فی غير المصحف إلا المكتوب أی فی موضع الكتابة كذا فی باب الحيض من البحر. (ردالمحتار:۱/۱۲۶، انیس)

(۳) والجنب لايكتب القراٰن وإن كانت الصحيفة على الأرض ولايضع يده عليها وإن كانت ما دون الآية. (فتاویٰ عالمگيری:۱/۳۸، كتاب الطهارة) وأيضاً، "لايمسه إلا المطهرون". (سورۂ واقعہ:۷۹، انیس)

## قرآنی کیسٹ وغیرہ کو بلا وضو چھونے کی تحقیق:

سوال: فوٹو گراف جو ایک آلۂ نقل الصوت ہے اس میں تقاریر، نغمات، موسیقی اور قراء سے رکوعات قرآن مجید کی آوازیں ایک خاص ایجاد سے بند کی جاتی ہیں اور پھر وہی اصوات تنہائی میں، مجالس میں، تماشا گاہوں میں، آلۂ مذکور کو رکھ کر سنتے ہیں تو اس طرح قرآن مجید کی آواز کا اس میں بند کرنا اور پھر فوٹو گراف سے سننا درست ہے یا نہیں اور فوٹو گراف باجا ہے یا کیا ہے اور کلام مقدس کی اس قسم کی آواز قرآن ہوگی یا کیا کہیں گے۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں: **والقرآن فی المصاحف مکتوب وفی القلوب محفوظ وعلی الألسن مقروء.** (شرح فقہ اکبر: ص ۳۹) یہ تعریف آواز مذکور پر نفی میں صادق آئے گی یا اثبات میں بھی۔ یہ امر قابل گزارش ہے کہ جس آلہ سے اس کے پلیٹ پر صوت بھری جاتی ہے اس سے اس کی پلیٹ پر کچھ خطوط دائر کے طور پر بن جاتے ہیں اور جب اس کا مشین چلایا جاتا ہے تو اس کا ایک پرزہ جس کے آخر میں ہیرے کی کنی لگی ہوتی ہے وہ کنی اس دائر پر گشت کرتی ہے اور اس سے صوت پیدا ہوتی ہے وہ خطوط آپس میں کچھ ممتاز نہیں معلوم ہوتے بلکہ ہر پلیٹ پر خطوط یکساں سے معلوم ہوتے ہیں ممکن ہے کہ فی الواقع کچھ تمایز ہو لیکن محسوس نہیں ہوتا، چلانے والے کو یاد رکھنا پڑتا ہے کہ اس ہیئت پر فلاں چیز منقش ہے اور اس پر دوسری چیز، پس ان نقوش کا کیا حکم ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ چونکہ یہ آلۂ لہو ہے نہ کہ تذکر، اس لئے بھرنا اور سننا خلاف ادب قرآنی ہے لیکن اگر کوئی بھر دے تو اس پلیٹ کا بغیر وضو کے چھونا جائز ہے یا نہیں اور تعریف قرآن کی اس پر صادق ہے یا نہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ آلہ خود باجا نہیں ہے بلکہ محض نقل صوت کرتا ہے اگر باجا بھرا جائے تو باجے کی آواز نکلتی ہے ورنہ جو بھرا جائے، اس لئے مطلقاً باجا نہیں کہا جاسکتا۔ بہر حال امید ہے کہ اسکی نسبت حضرت اقدس اپنی رائے تحریر فرمائیں گے؟

**الجواب**

ان نقوش میں جب تک پڑھے جانے کی صلاحیت ثابت نہ ہو حروف مکتوبہ کے حکم میں نہیں اس لئے ان کا مس کرنا محدث وجنب کو جائز ہے جیسا دماغ میں ارتسام الفاظ قرآنیہ کا ہوتا ہے اور اس دماغ کا مس کرنا جائز ہے البتہ اگر وہ پڑھے جانے لگیں تو اس وقت دلالت وضعیہ غیر لفظیہ کی وجہ سے ان کا حکم حروف مکتوبہ کا دیا جائے گا یہ حکم تو نقوش کا ہے، اور جو آواز اس سے نکلتی ہے وہ تلاوت نہیں ہے بلکہ نقل اور عکس تلاوت کا ہے مشابہ صوت طیر اور صدا کے پس اس کا حکم بھی تلاوت کا سا نہ ہوگا اور آپ کی یہ رائے صحیح ہے کہ اس کا حکم باجہ کا سا نہیں ہے بلکہ تابع ہوگا محکی عنہ کے جواز وعدم میں، لیکن چونکہ مقصود اس سے تلہی ہے، اس عارض کی وجہ سے قرآن بھرنا اس میں جائز نہ ہوگا، اسی طرح سننا بھی۔ **واللہ أعلم بحقیقة الحال**

۲۷ رشوال ر ۲۵ ۱۳ ۔ امداد: ج ۲ ر ص ۱۸۳ ۔ حوادث: ۲ ر ۸۱ (امداد الفتاویٰ جدید: ۱ ر ۱۴۴ ۔ ۱۴۵)

# موزوں پر مسح کے احکام

## موزہ پر مسح کا ثبوت کیا ہے:

سوال: موزوں پر مسح کرنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب

''مسح علی الخفین''، یعنی موزوں پر مسح کرنا، حدیث سے ثابت ہے۔ درمختار میں ہے کہ ثبوت اس کا سنت مشہورہ سے ہے اور راوی حدیث مسح علی الخفین کے اسی (۸۰) صحابہؓ سے زیادہ ہیں کہ ان میں عشرۂ مبشرہ بھی ہیں۔(۱) فقط

(فتاویٰ دار العلوم:۱/۲۷۴)

(۱) وهو (أى المسح على الخفين) جائز الخ بسنة مشهورة فمنكره مبتدع وعلىٰ رأى الثانى كافر،وفى التحفة: ثبوته بالإجماع بل بالتواتر رواته أكثر من ثمانين منهم العشرة، قهستانى. (الدر المختار علىٰ صدر رد المحتار،باب المسح على الخفين:۱/۲۴۵،ظفیر)

عن المغيرة بن شعبة: كنت مع النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: أين مغيرة،خذ الإداوة، فأخذتها فانطلق حتى توارىٰ عنى فقضى حاجته وعليه جبة شامية فذهب ليخرج يده من كتف فضاقت فأخرج يده من أسفلها فصببت عليه فتوضأ وضوئه للصلوٰة ومسح علىٰ خفيه. (رواه البخارى:۳۶۳،مسلم:۲۷۴،من حديث طويل عن المغيرة)

وأيضاً عن أبى وقاصؓ عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم أنه مسح على الخفين، (بخارى،باب المسح على الخفين/مسلم،باب المسح على الخفين)

واضح رہے کہ مسح علی الخفین کا ثبوت حدیث متواتر سے ہے۔قرآن میں ہے:''وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ. (سورۃ المائدۃ:۶) میں اَرْجُلِكُمْ کو کسرہ پڑھیں تو امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں مسح علی الخفین کا جواز نکلتا ہے۔انیس

## موزوں پر مسح:

شریعت نے وضو میں بدن کے ان اعضا کا دھونا فرض قرار دیا ہے جو عام طور پر کھلے ہوئے ہوتے ہیں، اور ان پر میل وگرد آتی رہتی ہے، جیسے چہرہ، ہاتھ، پاؤں۔ اور ان کے برخلاف بدن کے دیگر اعضا جو لباس سے عام طور پر ڈھکے ہوتے ہیں اور ان کے دھونے میں مشقت ہوتی ہے، ان کا دھونا ضروری نہیں قرار دیا گیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بندوں کی آسانی اور ان کو حرج وتکلیف سے بچانے کے لئے بعض حالات میں اعضا کو دھونے کے بجائے ان پر مسح کرنے کو کافی قرار دیا ہے۔ جیسے چہرہ، ہاتھ یا پاؤں پر زخم آجائے یا چوٹ لگ جائے اور دھونے سے مرض کے بڑھنے کا اندیشہ ہو یا ان پر پٹی باندھی گئی ہو تو وضو میں دھونے کے بجائے ان پر مسح کرلینا کافی ہوگا، اسی طرح ''سر'' کو دھونے کے بجائے مسح کرنے کا حکم ہے کہ دھونے میں ضرر وتکلیف ہے۔ یہی حال پاؤں کا ہے کہ اگر پاؤں میں چمڑے کے موزے ہوں تو شریعت نے ان کو اتار کر پاؤں دھونا ضروری نہیں قرار دیا ہے، بلکہ موزے اتارے بغیر ان پر مسح کرلینا کافی ہوجاتا ہے۔(طہارت کے احکام ومسائل،صفحہ ۱۳۹)

## وضو میں پاؤں کا دھونا افضل ہے:

نیز یہ امر ذہن نشیں رکھنا چاہئے کہ موزہ پر مسح کرنا افضل عمل نہیں ہے، بلکہ شریعت کی طرف سے اجازت ورخصت ہے، موزہ پہنے ہوئے شخص کے لئے بھی وضو کرتے وقت موزہ اتار کر پاؤں کا دھونا افضل ہے۔(ردالمحتار:۱/۲۶۴)(طہارت کے احکام ومسائل،صفحہ ۱۴۷،۱۴۸) ==

## کس طرح کے موزے پر مسح درست ہے:

سوال: جو موزے اونی دبیز موٹے مضبوط اتنے کہ چار میل بغیر جوتہ پہنے چلنے میں نہ پھٹیں ان پر دائمی بیمار جن کو سردی میں پانی سے وضو کرنا سخت دشوار ہوتا ہے اس کے لئے مسح کرنا درست ہے؟ کیا چمڑے کے موزے کا حاصل کرنا ضروری ہی ہے؟ مسائلِ صحیح سے مطلع فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

جو موزے اتنے مضبوط اور دبیز ہوں کہ ان میں پانی نہ چھنتا ہو اور ان کو پہن کر بغیر جوتہ پہنے آپ کی تحریر کے مطابق چار میل چلنے میں نہ پھٹیں، ان پر مسح کی اجازت ہے۔ (۲)

== **غسل کرنے والے کے لئے مسح کا حکم:**

اور اگر کسی شخص پر غسل واجب ہو تو اس کے لئے موزہ اتار کر غسل میں پاؤں دھونا ضروری ہے، اگر وہ پاؤں نہ دھوئے گا تو پاک نہ ہوگا، اس کے لئے موزہ پر مسح کافی نہیں ہے، جیسے کوئی جنبی ہو یا حائضہ ہو، اسی طرح اگر غسل مسنون ہو، جیسے جمعہ وعیدین وغیرہ تو بھی پاؤں دھوئے بغیر مسنون غسل ادا نہ ہوگا (ردالمحتار: ۱/۲۶۷)۔ (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۱۴۷)

**مسح کا وجوب:**

البتہ بعض حالتیں ایسی پیش آسکتی ہیں جن میں وضو کرنے والے کو موزہ پر مسح کرنا واجب ہو جاتا ہے، جیسے کسی کے پاس اتنا کم پانی ہو کہ وضو کے اعضا کو دھونے کے لئے وہ کافی نہ، البتہ اگر موزہ پر مسح کرے تو باقی اعضا کو فرض کی مقدار میں دھو سکتا ہے تو اس کے لئے موزہ پر مسح کرنا واجب ہے، یا نماز کا وقت ختم ہو رہا ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ اگر پورا وضو کرے گا تو وقت میں نماز ادا نہ کر پائے گا، یا عرفہ کا وقوف فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو ان حالتوں میں پاؤں کے موزہ پر مسح واجب ہوگا۔ (ردالمحتار: ۱/۲۶۴)۔ (طہارت کے احکام، صفحہ: ۱۴۷)

سر کے مسح کے بارے میں قرآن میں اور پاؤں کے موزوں پر مسح کے بارے میں حدیث میں پوری تفصیل ہے۔ اس کی روشنی میں فقہا نے جو تفصیلات بیان کی ہیں وہ ذیل میں "موزے کے متعلق" تحریر کئے جاتے ہیں۔ (طہارت کے احکام ومسائل: ۱۳۹، انیس)

(۲) **موزے کیسے ہوں:** موزہ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ پیر ٹخنے تک چھپے رہیں اور سردی سے حفاظت ہو، اور موزہ ایسی چیز کا بنا ہوا ہو اور دبیز ہو جس کو عام طور پر آدمی پہن کر چل پھر سکے اور بغیر باندھے پیر پر رک جائے۔ اور باہر سے پانی اندر نہ جائے، ایسا موزہ عمومی طور پر چمڑے کا ہوتا ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موزہ چمڑے کا تھا (طحطاوی: ص ۷۰) اور صحابۂ کرامؓ نے بھی جو موزے استعمال کئے اور ان پر مسح کیا وہ بھی ایسے ہی تھے۔ لیکن موزہ چمڑے کا ہونا ضروری نہیں ہے، اگر دبیز وموٹے مضبوط کپڑے کے موزے ہوں یا فوم کے ہوں تو ان پر بھی مسح جائز ہے۔ البتہ اس طرح کا جو بھی موزہ ہو اس میں مندرجہ ذیل شرطیں پائی جانی ضروری ہیں: ۔ (۱) وہ موزہ ٹخنوں سمیت پاؤں کے اس پورے حصہ کو چھپائے جس کا دھونا وضو میں فرض ہے اور موزہ صحیح سالم ہو، اس میں پھٹن نہ ہو، اور اگر پھٹن ہو تو پیر کی تین چھوٹی انگلیوں کی مقدار سے کم ہو۔ اگر موزے صرف پیر کی انگلیوں پر سے پھٹا ہوا ہے تو تین انگلیوں سے کم کے اوپر سے پھٹا ہوا ہے تو اس پر مسح جائز ہے، مثلاً انگوٹھا اور اس کے برابر والی انگلی کے اوپر سے موزہ پھٹا ہوا ہے تو اس پر مسح کرنا جائز ہے اور اگر انگلیوں کے علاوہ حصہ پر بھی پھٹن ہے اور پھٹن پیر کی تین چھوٹی انگلیوں سے کم ہے تو اس پر مسح جائز ہے ورنہ نہیں۔ (طحطاوی: ص ۷۰) (۲) موزہ پاؤں سے چپکا ہوا ہو۔ (۳) اور اس قدر مضبوط ہو کہ اس کو پہن کر معمول کی رفتار سے ایک فرسخ (دو میل) یا اس سے زیادہ چلنا ممکن ہو۔ (ردالمحتار: ۱/۲۶۱۔ ہدایہ: ۱/۵۰)۔ (۴) اسی طرح موزہ ایسا دبیز ہو کہ نیچے کی جلد نظر نہ آئے۔ (۵) اور نہ وہ پانی کو جذب کرے، یعنی اگر پانی ڈالا جائے تو وہ نیچے کی سطح تک نہ پہنچے۔ (۶) اور بغیر باندھے پیروں میں رہ سکے۔ (طہارت کے احکام ومسائل: ص ۱۴۲ تا ۱۴۴۔ انیس) ==

مقیم کے لئے ایک دن ایک رات، مسافر کے لیے تین دن تین رات۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔(فتاویٰ محمودیہ:۵/۱۹۶-۱۹۷)

## شرائط وقواعد مسح کیا ہیں:

سوال: مسح کرنے کی کیا تعریفیں ہیں اور کیا کیا شرائط کا ہونا ضروری ہے، مثلاً یہ کہ بالفرض دن میں ایک بار اس کے بعد یا دوبار جوتا اتارنے کی ضرورت پڑے اور پھر پہن لیا گیا، اس کے بعد مسح کرنا چاہیئے یا پھر دھونا چاہیئے؟

**الجواب**

مسح کے جواز کے لیے یہ ضروری ہے کہ وضو پر پہنے جاویں۔(۲) اُتارنے کی صورت میں اگر نماز پڑھنا چاہے تو صرف پیر دھولینا کافی ہے اگر وضو نہ ٹوٹا ہو۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم:۱/۲۶۸)

---

== "أما المسح على الجوارب، فلا يخلو: إما أن يكون الجورب رقيقاً ......... وإما إن كان ثخيناً منعلاً، ففي هذا الوجه يجوز المسح بلا خلاف الخ". (الفتاویٰ التاتارخانية:۱/۲۶۷، المسح على الخفين، إدارة القرآن، کراچی، وكذا في الحلبي الكبير:۱۲۱، المسح على الخفين، سہیل اکیڈمی، لاہور)

(۱) فلو تخفف المحدث ثم خاض الماء فابتل قدماه ثم تمم وضوءه ثم أحدث جاز أن يمسح يوماً وليلةً لمقيم وثلاثة أيام ولياليها لمسافر. (الدر المختار:۱/۲۷۱، باب المسح على الخفين، سعيد. وكذافي الفتاویٰ العالمگيرية:۱/۳۳، الباب الخامس في المسح على الخفين، رشيديه، وكذافي البحر الرائق:۱/۲۹۸، باب المسح على الخفين، رشيديه)

(...قال أتيت عائشةؓ.....فقالت: جعل رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاثة أيام ولياليهن للمسافر و يوماً وليلةً للمقيم. (مسلم، باب التوقيت في المسح على الخفين، ص۱۳۰، نمبر ۶۳۹/۲۷۶/ أبو داؤد، باب التوقيت في المسح، ص۲۳، نمبر۱۵۷/ نسائی، باب التوقيت في المسح على الخفين للمقيم ص۱۸، نمبر۱۲۹۔انیس)

(۲) ويجوز من كل حدث موجب للوضوء إذا لبسهما علىٰ طهارة كاملة ثم أحدث. (الهداية، باب المسح على الخفين:۱/۵۷، ظفیر)

ایسے موزوں پر مسح جائز نہیں ہے، جو حدث سے پہلے طہارت کاملہ کی حالت میں پہنے نہ ہوں۔(طہارت کے احکام ومسائل:۱۴۶، انیس)

(۳) وينقض المسح كل شيء ينقض الوضوء الخ وينقضه أيضاً نزع الخف الخ وكذا نزع أحد هما الخ وكذا مضى المدة وإذا تمت المدة نزع خفيه وغسل رجليه وصلى وليس عليه إعادة بقية الوضوء وكذا إذا نزع قبل المدة. (هداية، باب المسح على الخفين:۱/۵۹و۶۰، ظفیر)

موزہ پہننے والے نے اپنے دونوں موزوں کو اتار دیا، یا ایک موزہ اتار ڈالا، اس صورت میں مسح ٹوٹ گیا ہے، اگر پہلے سے اس کا وضو ہے تو اب دونوں پیر دھولے، پھر سے وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔(طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ:۱۵۴، انیس)

۱۔ عن مغيرة بن شعبةؓ قال: كنت مع النبي صلى الله عليه وسلم في سفر فأهويت لأ نزع خفيه فقال: دعهما فإني أدخلتهما طاهرتين فمسح عليهما. (بخاری، باب إذا أدخل رجليه وهما طاهرتان، ص۴۰، نمبر۲۰۶)

۲۔ أن سعد بن أبي وقاصؓ خرج من الخلاء فتوضأ ومسح علىٰ خفيه فقيل له: أتمسح عليهما وقد خرجت من الخلاء قال: نعم إذا أدخلت القدمين الخفين وهما طاهرتان فامسح عليهما ولا تخلعهما إلا لجنابة. (مصنف ابن أبي شيبة، باب من كان لا يوقت في المسح شيئاً/ مصنف عبد الرزاق، باب المسح على الخفين) ==

## بلا وضو موزہ پہنے تو اس پر مسح درست نہیں:

سوال: ہم نے بلا وضو کئے ہوئے موزہ پہنا، اس کے بعد نماز کا وقت آ گیا تو وضو کیا اور موزہ پر مسح کیا۔ نماز میری جائز ہوگی یا نہیں؟ اس مسئلہ کے بیان میں کتب فقہ میں طہارت کا لفظ آیا ہے یا یہ کہ مسح میں ایک دن اور تین دن کی قید ہے وہ وضو پر دلالت کرتا ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ طہارت سے بدن کا طاہر ہونا مراد ہے اور پاؤں کا نجاست سے صاف ہونا؟

الجواب

بلا وضو کے، یعنی بدوں پیر دھونے کے، موزہ پہننے سے، مسح اس پر درست نہیں ہے۔

طہارت پر موزہ پہننے سے مراد، وضو ہے۔ یہ مسئلہ باتفاق مسلم ہے، اس میں کسی کا خلاف نہیں ہے اور آپ نے

---

== ۳۔ عن رجل من أصحاب النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فی الرجل یمسح علیٰ خفیه ثم یبدو له فینزعهما، قال: یغسل قدمیه. (السنن للبیهقی، باب من خلع خفیه بعد مامسح علیهما، جلد اول، ص ۴۳۲، نمبر ۱۳۷۰)

۴۔ عن إبراهیم قال: إذا نزعتهمافاغسل قدمیک، وبه یأخذ الثوریؒ. (مصنف عبد الرزاق، باب نزع الخفین بعدالمسح، جلداول، ص ۲۱۰، نمبر ۸۱۳)

۵۔ عن جابرؓ.... قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم بیده هکذا من أطراف الأصابع إلیٰ أصل الساق وخطط بالأصابع. (ابن ماجة، باب فی مسح أعلیٰ الخف وأسفله ص ۸۷، نمبر ۵۵۱) اس سے اشارہ ملتا ہے کہ موزہ کی حد پنڈلی تک ہے۔

۶۔ سألت معمراً عن الخرق یکون فی الخف فقال: إذا خرج من مواضع الوضوء شیء فلا تمسح علیه واخلع. (بیهقی، باب الخف الذی مسح علیه رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم / مصنف ابن أبی شیبة، فی الرجل یمسح علیٰ خفیه ثم یخلعهما)

موزے میں پھٹن ہو اور پاؤں نکل جائے تو اس پر مسح نہ کرے اور کھول کر پاؤں دھوئے۔

۷۔ عن أبی وقاصؓ عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم أنه مسح علی الخفین. (بخاری، باب المسح علی الخفین، ص ۳۹، نمبر ۲۰۲ / مسلم شریف، باب المسح علی الخفین، ص ۱۳۲، نمبر ۶۲۶/۲۷۴)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خف یعنی چمڑے کے موزے پر مسح کیا ہے اس سے یہ استدلال کیا جائے گا کہ چمڑے کے موزے کی شرطیں ملحوظ رکھی جائیں۔ انیس

## موزہ پر مسح کے صحیح ہونے کی شرطیں:

موزہ پہننے کا افضل طریقہ یہ ہے کہ پہلے وضو، کامل طریقہ پر کرے جس میں اعضاء وضو بشمول پاؤں کو دھوئے، پھر موزوں کو پاؤں میں پہن لے اور جب وضو ٹوٹ جائے تو پھر اعضاء وضو کو دھوئے اور پاؤں کے موزوں پر مسح کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول تھا۔ اس لئے موزوں پر مسح کے لئے شرط یہ ہے کہ ان کو طہارت کاملہ (یعنی وضو) کی حالت میں پہنا ہو اور یہ طہارت چاہے پہننے سے پہلے حاصل ہوئی ہو یا پہننے کے بعد، مگر نواقض پیش آنے سے پہلے۔ (ردالمحتار: ۲۷۰/۱)

مطلب یہ ہے کہ اگر مکمل وضو کے بعد پہنا ہے تو اس کے بعد وضو کرتے وقت مسح جائز ہے ہی، اور اگر پہلے پیر دھو کر موزہ پہن لیا اور بعد میں وضو کے باقی اعضا کو دھویا تو بھی صحیح ہے۔ نیز وضو کے فوراً بعد موزہ کا پہننا ضروری نہیں ہے، مثال کے طور پر کسی نے نماز فجر کے لئے وضو کیا اور ظہر کی نماز اسی وضو سے ادا کی، اس کے بعد موزہ پہن لیا پھر استنجا گیا اور آ کر عصر کی نماز کے لئے وضو کیا تو وہ اپنے موزوں پر مسح کرے گا۔ (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ: ۱۵۱، ۱۵۲، انیس)

جو مطلب سمجھا ہے، وہ غلط ہے۔ (۱) اور مقیم کے لیے وقت حدث سے ایک دن ایک رات اور مسافر کے لیے تین دن تین رات تک مسح درست ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۱/۲۷۲)

## عورتیں بھی موزوں پر مسح کر سکتی ہیں:

سوال: ہماری والدہ ماجدہ کافی معمر ہیں، سردیوں میں انہیں وضو کرنے میں بڑی دقت ہوتی ہے، ہم نے ان سے کہا کہ آپ موزے پہن لیا کریں، تو کیا عورتیں بھی موزوں پر مسح کر سکتی ہیں؟ (سائل۔ دلدار علی، شاہ جمال ٹاؤن، لاہور)

الجواب

عورتیں بھی مردوں کی طرح موزوں پر مسح کر سکتی ہیں۔ (۳)

**المرأة في المسح على الخفين بمنزلة الرجل لاستوائهما في المعنى المجوز للمسح، كذا في المحيط، اهـ. (عالمگیری: ج۱ص۱۹) فقط واللّٰہ تعالیٰ أعلم**

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۱۳۲)

## موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ:

سوال: چمڑے کے موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ کیا ہے اور مقیم کتنی مدت تک مسح کر سکتا ہے اور مسافر اس کے اندر کیا طریقہ اختیار کریگا اور اس کے لئے کتنی مدت ہے؟

الجواب

موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ کی انگلیاں تر کر کے آگے کی طرف رکھے، انگلیاں پورے موزہ پر رکھ دے اور ہتھیلی موزے سے الگ کر کے رکھے، پھر ان کو کھینچ کر پنڈلی کی طرف لے جاوے اور اگر انگلیوں کے ساتھ ہتھیلی بھی رکھ دی، اور ہتھیلی سمیت انگلیوں کو کھینچ کر لے جائے تو بھی درست ہے۔

---

(۱) **ويجوز من حدث موجب للوضوء إذا لبسهما على طهارة كاملة ثم أحدث الخ وقوله إذا لبسهما على طهارة كاملة لايفيد اشتراط الكمال وقت اللبس بل وقت الحدث، الخ. (هداية، باب المسح على الخفين: ۱/۵۷، ظفير)**

**أن سعد بن أبي وقاصؓ خرج من الخلاء فتوضأ ومسح على خفيه فقيل له: أتمسح عليهما وقد خرجت من الخلاء قال: نعم إذا أدخلت القدمين الخفين و هما طاهرتان فامسح عليهما و لا تخلعهما إلا لجنابة. (مصنف ابن أبي شيبة، باب ۲۱۸ من كان لايوقت في المسح شيئاً، ج اول، ص ۱۶۸، نمبر ۱۹۳۳/ مصنف عبد الرزاق، باب المسح على الخفين، جلد اول، ص ۱۵۴، نمبر ۷۶۱)** اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ پاکی کی حالت میں موزہ پہنا ہو تو مسح جائز ہے۔ انیس

(۲) **يجوز للمقيم يوماً وليلةً وللمسافر ثلثة أيام ولياليها. (الهداية، باب المسح على الخفين: ۱/۵۷، ظفير)**

(۳) مسح کے حکم میں عورت اور مرد برابر ہیں، دونوں کے لئے اجازت ہے، البتہ اگر کوئی عورت ایسی ہو جسے بیماری کی وجہ سے خون آتا ہو اور اس نے وضو کر کے موزہ پہنا ہے تو ہر ایک نماز کے لئے نئے وضو کے ساتھ وہ موزہ پر مسح کرے گی۔ (الفتاویٰ التاتارخانیہ: ۱/۲۷۹)
(طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۱۴۷، انیس)

مقیم کے لئے اس کی مدت ایک دن، ایک رات ہے اور مسافر کے لئے تین دن، تین رات ہے۔ ہندیہ میں ہے:

**وكيفية المسح أن يضع أصابع يده اليمنىٰ علىٰ مقدم خفه الأيمن ويضع أصابع يده اليسرىٰ علىٰ مقدم خفه الأيسر ويمدها إلى الساق فوق الكعبين ويفرج بين أصابعه. (هكذا في فتاوىٰ قاضيخان) وهو أن يكون في المدة وهي للمقيم يوم وليلة وللمسافر ثلاثة أيام ولياليها، هكذا في المحيط. (عالمگیری: جلد اول ص ۱۷) فقط والله أعلم** (۱) احقر محمد انور عفا اللہ عنہ (خیر الفتاویٰ: ۲/۱۳۱)

---

(۱) **مسح کیسے کیا جائے:**

مسح کی حقیقت پانی کی تری کا موزوں پر پھیرنا ہے چاہے تر ہاتھوں سے مسح کیا جائے یا کسی اور چیز سے۔ موزے پر مسح کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے وضو کیا جائے یعنی مسنون طریقہ پر ہاتھ وچہرہ دھولیا جائے اور سر کا مسح کر لیا جائے، پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو غیر مستعمل پانی سے تر کیا جائے، اس کے بعد دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو کشادہ کر کے دونوں پاؤں کے موزوں پر رکھا جائے، داہنے ہاتھ کو داہنے پاؤں اور بائیں ہاتھ کو بائیں پاؤں پر، اور ایک ہی ساتھ دونوں موزوں کا مسح کیا جائے، مسح کی ابتدا پاؤں کی انگلیوں کی طرف سے کی جائے، اور ہاتھ کی انگلیوں کو ٹخنوں (پنڈلی کی جڑ) تک اس طرح کھینچا جائے کہ موزے پر پانی کے خطوط کھنچ جائیں، مسح ہاتھ کی انگلیوں کے اندرونی حصہ سے کیا جائے ان کی پشت سے نہیں، اور مسح کرتے وقت انگلیاں موزے کے اوپری حصہ پر رکھی جائیں، نچلے حصہ پر نہیں، مسح ایک ہی بار کیا جائے۔ (رد المحتار: ۱/۲۷۰)

یہ تو مسح کا مسنون طریقہ ہوا، لیکن اگر کوئی اس طرح مسح نہ کرے تو بھی اس کے لئے ضروری ہے کہ ایسا مسح کرے جس سے فرض ادا ہو جائے۔

**اور مسح کے فرائض یہ ہیں:**

موزے کی ظاہری سطح پر (پیر کی جو پشت پر رہتی ہے) مسح کرنا، دونوں موزوں کا پاؤں کی انگلیوں کے مقام سے تسمہ باندھنے کی جگہ کے درمیان ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے تین انگلیوں کے بقدر مسح کرنا۔ خواہ خود ہاتھ سے مسح کرے یا کسی اور چیز سے یا کسی شخص سے مسح کرائے یا خود بخود تر ہو جائیں، جیسے کوئی شخص گھاس میں چلے اور شبنم سے اس کے موزے تر ہو جائیں یا پانی کے پھوار سے اس کے موزے تر ہو جائیں، جائز ہے، اس لئے کہ موزے پر مسح کے لئے نیت ضروری نہیں ہے۔ اور یہ بھی اختیار ہے کہ دونوں موزوں کا مسح ایک ساتھ کیا جائے یا پہلے ایک کا پھر دوسرے کا۔ (رد المحتار: ۱/۲۶۸)

**اور مسح کا مقام:**

موزے کا وہ حصہ ہے جو پاؤں کے اوپر ہوتا ہے، اور یہ مقام پاؤں کی انگلیوں سے لے کر تسمہ باندھنے کی جگہ سے ابھری ہوئی ہڈی تک ہے، اس لئے اگر کوئی شخص موزے کے نچلے حصہ پر یا ایڑی کی طرف مسح کرے تو جائز نہ ہوگا، البتہ اس حصہ پر مسح کرے جو اوپر کا ہو اور پنڈلی سے متصل ہو تو جائز ہوگا۔ (الفتاویٰ التاتارخانیہ: ۱/۲۶۵) (طہارت کے احکام ومسائل: ص ۱۴۰ تا ۱۴۲)

**پاؤں کٹے ہوئے شخص کے لئے مسح کا حکم:**

اگر کسی شخص کے دونوں پاؤں ٹخنہ سے کٹ گئے ہوں تو اس شخص کے لئے وضو کرتے وقت یہ حکم ہے کہ کٹنے کی جگہ پر مسح کرے۔ اسی طرح اگر ایسا شخص اس پر موزہ پہن لے تو وہ موزہ پر مسح کرے گا۔ اور اگر اس کا ایک پاؤں ٹخنہ سے اوپر کٹ گیا ہو یا بالکل نہ ہو، البتہ دوسرا پاؤں موجود ہو اور اس نے دوسرے پاؤں میں موزہ پہن رکھا ہو تو اس کے لئے اس موزہ پر مسح کرنا جائز ہے۔ البتہ اگر ایک پاؤں ٹخنہ سے نیچے کٹ گیا ہو اور اس میں سے تین انگلیوں سے کم مقدار میں حصہ بچا ہو اور دوسرا پاؤں صحیح سالم ہو تو ایسا شخص اپنے موزوں پر مسح نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ جب کٹے ہوئے پاؤں کا کچھ حصہ باقی ہے تو اس کا وضو میں دھونا فرض ہے اور چونکہ تین انگلی سے کم ہے اس لئے اس پر مسح جائز نہیں ہے، اس وجہ سے اس کو دھونا ضروری ہے۔ اور جب ایک پاؤں دھوئے گا تو دوسرے پاؤں کو دھونا بھی ضروری ہوگا، اس پر مسح جائز نہ ہوگا۔ اسی طرح کٹے ہوئے پاؤں کا حصہ اگر تین انگلیوں کی مقدار باقی ہو مگر وہ حصہ پاؤں کے آگے کا نہ ہو بلکہ پیچھے یا نیچے ایڑی کی طرف کا ہو تو بھی اس صورت میں موزہ پر مسح جائز نہ ہوگا، اس لئے کہ جو حصہ باقی ہے وہ مسح کا محل نہیں ہے۔ البتہ اگر کٹے ہوئے پاؤں کا باقی حصہ آگے کی جانب کا ہو اور ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیوں کی مقدار ہو تو ایسی صورت میں موزہ پر مسح جائز ہوگا۔ (الفتاویٰ التاتارخانیہ: ۱/۲۸۰، ۲۸۱) (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۱۴۹، ۱۵۰، انیس)

## موزوں پرمسح کی مدت:

سوال: ایک شخص نے وضوکر کے چمڑے کے موزے پہن لئے، اس کا وضوخفین پہننے کے بعد مثلاً قبل عشا ٹوٹ گیا، اس کو یہ یاد نہیں رہا کہ آٹھ بجے وضوٹوٹا تھا یا ساڑھے سات بجے، اب اس کی مدت دوسرے دن اس وقت جاکر ختم ہوتی ہے۔ دوسرے دن اس نے عشا کا وضوکیا تو خفین پرمسح کرلیا اور عشا کی نماز سے قبل وضوٹوٹ گیا تھا۔ یہ مسح چوبیس شمیمہ گزرنے کے بعد نہ کیا ہو صحیح یاد نہیں آیا کہ کس وقت وضوٹوٹا تھا، غالب گمان ہے کہ ساڑھے سات بجے وضو ٹوٹا ہوگا، دوسرے دن ساڑھے سات بجے کے بعد وضوکیا اور مسح کیا تو اس طرح ۲۴ رشمیمہ سے کچھ زیادہ گذرنے پر یہ مسح صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور اس طرح مسح کرکے جونماز پڑھی وہ ادا ہوگی یا اس کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہے؟ مطلع فرمائیں۔

**الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً**

۲۴ رشمیمہ پورے ہونے پر مدتِ مسح ختم ہوگئی، ضروری ہے کہ خفین اتار کر پیر دھوئے، اگر اس وقت وضو نہ ہوتو وضوکرکے خفین پہن کر از سرِ نو مدت کا اعتبار ہوگا۔(۱) لہٰذا اس نماز کا اعادہ لازمی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱ /۱۲ /۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲ /۱۲ /۸۸ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۹۴/۵)

---

(۱) وضو میں پاؤں دھونے کی جگہ مسح کرنے کی اجازت آئی ہے، مگرمسح کا حکم مطلق نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ ایک بار وضوکرنے کے بعد اگر کوئی شخص موزہ پہن لے تو اس کے بعد وہ زیادہ سے زیادہ حالت اقامت میں ایک دن ایک رات تک وضوکرتے وقت مسح کرسکتا ہے پھر اس کے بعد موزہ اتار کر وضو کے لئے پاؤں دھونا ضروری ہوگا۔ البتہ اگر کوئی حالت سفر میں ہوتو وہ تین دن وتین رات تک مسح کرسکتا ہے۔ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح ارشاد آیا ہے۔ (ذیل میں وہ حدیث آرہی ہے) اس حدیث سے صراحت کے ساتھ مسح کرنے کی مدت کا علم ہوتا ہے۔ رہی یہ بات کہ مسح کی مدت کا اعتبار کس وقت سے کیا جائے گا۔ کیا وضو کے وقت سے کیا جائے گا، یا موزہ پہننے کے وقت سے کیا جائے گا، یا موزہ پہننے کے بعد جب وضو کسی وجہ سے ٹوٹ گیا اس وقت سے کیا جائے گا، یا وضوٹوٹنے کے بعد موزوں پرمسح کرنے کے وقت سے؟ تو اس بارے میں یہ جاننا چاہئے کہ مدت کا اعتبار وضوٹوٹنے کے وقت سے کیا جائے گا، مثال کے طور پر کسی نے وضوکیا اور اس کے کچھ دیر بعد وضو رہتے ہوئے اس نے موزہ پہنا اور تھوڑی دیر کے بعد سوگیا تو سونے سے چونکہ وضوٹوٹ جاتا ہے اس لئے جس وقت اسے نیند آئی تھی اسی وقت سے مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات کا اعتبار ہوگا اور مسافر کے لئے تین دن تین رات کا ہوگا۔ (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۲۷۱) (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ: ۱۵۲، ۱۵۳)

عن شريح بن هاني قال: أتيت عائشةؓ أسألها عن المسح على الخفين، فقالت: عليك بابن أبي طالب فاسأله، فإنه كان يسافر مع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فسألناه، فقال: جعل رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاثة أيام ولياليهن للمسافر ويوماً وليلةً للمقيم. (مسلم، باب التوقيت في المسح على الخفين / أبو داؤد، باب التوقيت في المسح، انيس)

وهو (أي المسح) جائز بسنة مشهورة ........ لمحدث.... على ظاهر خفيه)...(أو جوربيه)...(الثخينين)... (ملبوسين على طهر تام... (عند الحدث) ثم أحدث جاز أن يمسح (يوماً وليلةً لمقيم". (تنوير الأبصار مع الدر المختار) وقال العلامة ابن عابدينؒ: "قوله: ومعذور فإنه الخ" ...... وفي الثلاثة الباقية يمسح في الوقت فقط فإذا خرج الوقت نزع وغسل، كما في البحر ......آه (رد المحتار: ۱/ ۲۷۱، باب المسح على الخفين، سعيد. وكذا في البحر الرائق: ۱/ ۱۹۵، باب المسح على الخفين، رشيدية، وكذا في مجمع الأنهر: ۱/ ۷۲، المسح على الخفين، دار الكتب العلمية، بيروت، وكذا في النهر الفائق: ۱/ ۱۲۱، باب المسح على الخفين، رشيدية)

## مسافر مدتِ اقامت پوری ہونے کے بعد مقیم ہوجائے تو مسح کا حکم:

سوال: زید نے مقیم ہونے کی حالت میں ظہر کے وقت موزے پہنے اور مسح کیا، رات کو اچانک سفرِ شرعی پیش آگیا اور اگلے روز عشا کے وقت واپس گھر لوٹا۔ تو اب وہ موزے اتار کر پاؤں دھوئے یا انہیں پر مسح کرلے؟

بینوا توجروا۔ (سائل محمد افضل، طیب جنرل اسٹور، کالا منڈی، ملتان شہر)

الجواب

موزے پہننے کے بعد وقتِ حدث سے لے کر گھر پہنچنے تک مدتِ اقامت (چوبیس ۲۴ شمیہ) پورے ہونے سے سفر کی رخصت بھی ختم ہوگئی۔ **والمسافر إن أقام بعد ما استكمل مدة الإقامة ينزع خفيه ويغسل رجليه. اهـ (عالمگیری قدیم: ج ۱ ص ۱۷)**

البتہ اگر وضو باقی ہو تو یہ بھی اجازت ہے کہ موزے اتار کر صرف پاؤں دھولے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ پورا وضو دوبارہ کرلے۔(۱) **وبعدهما أى النزع والمضى غسل المتوضى رجليه لاغير. اهـ (درمختار) (قوله غسل المتوضى رجليه لا غير) ينبغي أن يستحب غسل الباقي أيضاً مراعاةً للولاء المستحب وخروجاً عن خلاف مالك ؒ كماقاله سيدى عبد الغنى، ثم رأيته في الدر المنتقىٰ مصرحاً بأن الأولىٰ إعادته. اهـ (شامي: ج ۱ ص ۲۵۵) فقط والله أعلم**

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان، ۱۷/۴/۱۴۱۱ھ (خیر الفتاویٰ: ۲/۱۳۵)

## موزوں پر مسح کے چند احکام:

سوال: مندرجہ ذیل عبارت ایک محقق کی کتاب سے تحریر کررہا ہوں ذرا اسے پڑھئے اور جو میرا فہم ہے درست کردیجئے۔ نافع ؒ، عبداللہ ؒ بن عامر، حفص ؒ، کسائی ؒ اور یعقوب ؒ کی قراءت اَرْجُلَكُمْ (بالفتح) ہے، جس سے پاؤں دھونے کا حکم ثابت ہوتا ہے اور عبداللہ ؒ بن کثیر، حمزۃ بن حبیب ؒ، ابوعمرو بن العلاء ؒ اور عاصم ؒ کی قراءت اَرْجُلِكُمْ (بالکسر) ہے، جس سے پاؤں پر مسح کرنے کا حکم نکلتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ظاہر ہے کہ دراصل ان میں تضاد نہیں، بلکہ یہ دو مختلف حالتوں کے لئے دو الگ الگ احکام کی طرف اشارہ کرتی ہیں، بے وضو آدمی کو وضو

---

(۱) اگر کوئی مقیم شخص مسح کرنے کے بعد ایک دن اور ایک رات پورا ہونے سے پہلے سفر شروع کردے تو وہ مسافر کی مدت یعنی تین دن وتین رات تک مسح کرے گا (جس میں گذشتہ ایک دن وایک رات شامل ہوگی)۔ اسی طرح اگر کوئی مسافر ایک دن وایک رات یا اس سے زیادہ سفر میں رہا پھر وطن لوٹ آیا، یا وہیں اقامت کی نیت کرلی تو وہ موزہ کو اتار دے گا، مسح نہیں کرے گا بلکہ اگر وہ بے وضو ہے تو ازسرنو وضو کرے گا جس میں پاؤں دھوئے گا اور اگر ایک دن ورات پورا ہونے سے پہلے وطن لوٹ آیا تو ایک دن ورات کی مدت پوری کرے گا۔ مقیم اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنے وطن (شہر یا گاؤں) میں رہتا ہو، یا ۷۷ کلومیٹر سے کم کے سفر میں ہو، اور مسافر اسے کہتے ہیں جو ۷۷ کلومیٹر کے سفر کے ارادہ سے اپنے وطن کی آبادی سے باہر نکل جائے۔ (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۱۵۳، ۱۵۴، مؤلفہ: انیس الرحمٰن قاسمی)

کرنا ہو، تو اسے پاؤں دھونا چاہئے باوضوا گر تجدید وضو کرے تو وہ صرف مسح پر اکتفا کرسکتا ہے، وضو کر کے اگر آدمی پاؤں دھونے کے بعد موزے پہن چکا ہو تو پھر بحالت قیام ایک شب وروز تک اور بحالت سفر تین شب وروز تک وہ صرف موزوں پر مسح کرسکتا ہے، اس میں یہ سوالات ہیں۔

(۱) حالت قیام میں کیا ۲۴ رشیمہ تک مسلسل بغیر موزے اتارے ہوئے کے، جس طرح پہرہ دار وغیرہ۔

(۲) تین شب وروز کے معنی کیا؟ کیا تین شب اور تین روز؟ کیا بغیر موزے اتارے ہوئے کے؟

(۳) موزے اتارے تو کیا مسح ساقط ہو جائے گا؟

(۴) ان مسح کی کیفیتوں سے کیا میں صبح نہانے کے بعد (بغیر وضو ترتیب وار کئے) کپڑے جوتا پہنے دفتر پہنچوں اور قرآن پڑھنے کے لئے فرصت کے اوقات اونچے اونچے واش بیسن پر صرف ہاتھ منہ دھولوں اور سر و پیر کا مسح کرلوں تو کیا وضو کامل سے مشرف ہو جاؤں گا؟

(۵) موزوں سے کیا مراد ہے کیا بند جوتا اور چپل دونوں کو شامل ہے؟

(۶) کیا مسح میں بھی بال برابر جگہ باقی نہ رہنے کی شرط ہے چاہے تیمّم ہو یا موزوں پر مسح؟ بینوا توجروا۔

**الجواب ــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب**

(۱) جی ہاں، وضو ٹوٹنے کے وقت سے چوبیس شمیمہ تک۔

(۲) ہاں، تین شب و تین روز تک وضو ٹوٹنے کے وقت سے لے کر۔

(۳) ہاں، موزے اتارنے سے مسح ساقط ہو جائے گا اور دھونا فرض ہوگا۔

(۴) ہاں، اگر آپ شرعی موزے پہنے ہوں جن پر مسح جائز ہو اور طہارت کاملہ پر پہنے ہوں تو موزوں پر مسح کرنے سے وضو کامل کا ثواب ملے گا۔

(۵) موزے سے مراد چرمی جراب یا جوتا ہے جو ٹخنوں سے اوپر تک بالکل بند ہو کہیں سے بھی کھلا نہ ہو۔

(۶) مسح میں یہ شرط نہیں، تیمّم میں شرط ہے۔ مسائل کی تفصیل کے لئے بہشتی زیور کا مطالعہ رکھنا ضروری ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۱ر جمادی الاخریٰ ۱۳۹۳ھ (احسن الفتاویٰ: ۲/ ۶۲)

---

(۱) ۱۔ عن صفوان بن عسالؓ قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأمرنا إذا كنا سفراً أن لا ننزع خفافنا ثلثة أيام ولياليهن إلا من جنابة ولكن من غائط وبول ونوم. (ترمذی، باب المسح على الخفين للمسافر والمقيم، ص ۲۸، نمبر ۹۶/ نسائی، باب التوقيت في المسح على الخفين للمسافر، ص ۱۸، نمبر ۱۲۷)

۲۔ عن مغيرة بن شعبةؓ قال: غزونا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فأمرنا بالمسح على الخفين ثلاثة أيام ولياليها للمسافر ويوماً وليلةً للمقيم مالم يخلع. (السنن للبيهقي، باب من خلع خفيه بعد ما مسح عليهما، ص ۴۳۴، نمبر ۱۳۷۶/ مصنف ابن أبي شيبة، ۲۲۱، في الرجل يمسح على خفيه ثم يخلعهما، ج اول، ص ۱۷۰، نمبر ۱۹۶۰) مالم يخلع سے پتہ چلتا ہے کہ موزہ پاؤں سے کھل جائے تو دوبارہ پاؤں دھونا ہوگا۔ ==

## ٹخنوں تک موزوں پر مسح کرنے کا حکم:

سوال اگر موزے مضبوط قسم کے چمڑے سے اس طرح بنائے جائیں کہ ان میں ٹخنے چھپ جائیں تو کیا ایسے موزوں پر مسح جائز ہے؟

الجواب

موزوں پر مسح کے جواز کے لیے یہ ضروری ہے کہ ان میں ٹخنے چھپے ہوں بلکہ اگر پنڈلی کا کچھ حصہ بھی چھپ جائے تو بھی مسح کرنے پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

**قال فی الھندیة: منھا أن یکون الخف ممایمکن قطع السفر به وتتابع المشی علیه ویستر الکعبین وسترمافوقھالیس بشرط،ھکذا فی المحیط،حتی لولبس خفاًلاساق له،یجوزالمسح إن کان الکعب مستوراً. (الفتاویٰ الھندیة،الباب الخامس فی المسح علی الخفین: ۳۲/۱).** (۱) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم،ص: ۵۵۳)

## بوٹ پر مسح کرنے کا حکم:

سوال: اگر ایسے بوٹ پہنے ہوں کہ جن میں ٹخنے چھپ جائیں اور مضبوطی بھی اس درجہ کی ہو کہ ان میں پھٹن نہ ہو تو کیا ان پر مسح کرنا جائز ہے؟ واضح رہے کہ ان میں پیدل چلنا بھی تین میل سے زائد ہوسکتا ہے۔

الجواب

ایسے بوٹوں میں جوازِ مسح کی تمام شرطیں پائی جاتی ہیں۔ لہٰذا ان پر مسح کرنا جائز ہے۔ (۲)

---

== ۳۔ قال: أتیت عائشة.....فقالت: جعل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ثلاثة أیام ولیالیھن للمسافرویوماًولیلةً للمقیم. (مسلم،باب التوقیت فی المسح علی الخفین / أبوداؤد ،باب التوقیت فی المسح/ نسائی،باب التوقیت فی المسح علی الخفین للمقیم)

۴۔ عن عبد الرحمنؒ بن أبی بکرةؓ عن أبیه عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم أنه رخص للمسافرإذا توضأ ولبس خفیه ثم أحدث ...... أن یمسح ثلاثة أیام ولیالیھن وللمقیم یوماً ولیلةً. (ابن ماجة،باب ما جاء فی التوقیت فی المسح للمقیم والمسافر،ص۸۷نمبر۵۵۶)

۵۔ عن الثوریؒ فی المسح علی الخفین قال : .....فإنک تمسح من الحدث حتی کان العصر، فإنک تمسح علیھما حتی العصرمن الغد. (مصنف عبدالرزاق،باب المسح علیھما من الحدث، ج اول،ص۱۶۴،نمبر۸۰۷)

اس اثر میں ہے کہ حدث سے مسح کی مدت شروع ہوگی،اس سے پہلے نہیں۔ انیس

(۱) قال الحصکفیؒ : شرط مسحه ثلاثة أمور: الأول کونه ساتراً محل فرض غسل القدم مع الکعب. (الدر المختارعلیٰ صدر رد المحتار، باب المسح علی الخفین: ۲۶۱/۱)

(۲) ہمارے زمانہ میں جو اونچے بوٹ ہوتے ہیں ان میں یہ سب شرطیں پائی جاتی ہیں،اس لئے ان پر مسح درست ہوگا،اوران کو پہنے ہوئے نماز پڑھنا جائز ہوگا۔ انیس

قال العلامة الحصكفي:(شرط مسحه) ثلاثة أمور: الأول (كونه ساتر)......(القدم مع الكعب) أويكون نقصانه أقل من الخرق المانع،فيجوزعلى الزربول لومشدوداً........(و)الثانى (كونه مشغولاً بالرجل) ليمنع سراية الحدث...... (و)الثالث (كونه ممايمكن متابعة المشى) المعتاد(فيه) فرسخاً فأكثر،قال ابن عابدين: (قوله لومشدوداً)لأن شده بمنزلة الخياطة وهو مستمسك بنفسه بعدالشدكالخف المخيط بعضه ببعض فافهم، وفى البحرعن المعراج: ويجوزعلى الجاروق المشقوق علىٰ ظهرالقدم وله أزرار يشدها عليه تسده لأنه كغيرالمشقوق وإن ظهر من ظهرالقدم شيء فهو كخروق الخف آه.(الدرالمختارمع رد المحتار: جلد۱ص۱۸۲، ۱۸۳،باب المسح على الخفين)(۱)(فتاویٰ حقانیہ جلد دوم،ص:۵۵۵)

## صرف بوٹ دھویا جائے پاؤں نہیں، کیا وضو ہوتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر فوجی یا مجاہد صرف بوٹ دھولے اور پاؤں نہ دھوئے، کیا اس سے وضو درست ہوسکتا ہے؟ بینوا تو جروا۔ المستفتی محمد ازرم تبوک سعودی عرب۔ ۷/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب

اگر مسح خفین کی شرائط موجود نہ ہوں تو پاؤں کا دھونا ضروری ہے۔(۲) وھوالموفق۔

(فتاویٰ دیوبند پاکستان، المعروف بہ فتاویٰ فریدیہ جلد دوم:۶۰)

## انگریزی بوٹ پرمسح جائز ہے یا نہیں:

سوال: مسح کرنا ایسے جوتے پر جو فیتہ سے بندھا ہوا ہے اور جس کے کھولنے میں تھوڑی سی طوالت ہو، یا کھولنے اتارنے میں وقت کی تنگی کا اندیشہ ہو، اور وہ جوتا اس قدر اونچا ہو کہ ٹخنے بالکل چھپے رہیں جیسے انگریزی جوتے لانبے ہوتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) قال ابن نجيمؒ: ويجوزعلى الجاروق المشقوق علىٰ ظهرالقدم وله أزرار يشدها عليه تسده لأنه كغيرالمشقوق وإن ظهرمن ظهرالقدم شئ فهو كخروق الخف.(البحرالرائق، باب المسح على الخفين:۱/۱۸۳)

(۲) قال العلامة الحصكفي:(شرط مسحه) ثلاثة أمور: الأول (كونه ساتر)......(القدم مع الكعب) أويكون نقصانه أقل من الخرق المانع،فيجوزعلى الزربول لومشدوداً.......(و)الثانى (كونه مشغولاً بالرجل) ليمنع سراية الحدث...... (و)الثالث (كونه ممايمكن متابعة المشى) المعتاد(فيه) فرسخاً فأكثر،قال ابن عابدين: (قوله لومشدوداً)لأن شده بمنزلة الخياطة وهومستمسك بنفسه بعدالشدكالخف المخيط بعضه ببعض فافهم، وفى البحرعن المعراج: ويجوزعلى الجاروق المشقوق علىٰ ظهرالقدم وله أزرار يشدها عليه تسده لأنه كغيرالمشقوق وإن ظهر من ظهرالقدم شيء فهو كخروق الخف آه.(الدرالمختارمع ردالمحتار: جلد۱ص۱۸۲،۱۸۳،باب المسح على الخفين)

الجواب

اگروہ جوتاانگریزی ٹخنوں سے اوپر ڈھکے ہوئے ہواور فیتہ جو پشت جوتہ پر ہے، وہ خوب کسا ہوا ہو کہ دونوں طرف خوب ملے رہیں اور جوتا پاک ہوتو اس پرمسح درست ہے، بشرطیکہ طہارت پر پہنا ہو جیسا کہ شامی کی عبارت ذیل سے ظاہر ہوتا ہے: **ویجوز علی الجاروق المشقوق علیٰ ظهر القدم وله أزرار يشدها عليه تسده لأنه كغير المشقوق الخ.** (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۲۶۸)

## انگریزی بوٹ جو پورے پاؤں کو چھپالے اس پرمسح کا حکم:

سوال: فل بوٹ یعنی اس بوٹ پر جس میں ٹخنے چھپے رہتے ہیں مسح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

**فی الدرالمختار: باب المسح على الخفين، (شرط مسحه) ثلٰثة أمور: الأول (كونه ساتر) محل فرض الغسل (القدم مع الكعب) أويكون نقصانه أقل من الخرق المانع فيجوز على الزربول لومشدوداً إلاأن يظهر قدر ثلٰثة أصابع (و) الثانى (كونه مشغولاً بالرجل) الخ (و) الثالث (كونه مما يمكن متابعة المشى) المعتاد (فيه) فرسخاً فأكثر آه فى رد المحتار: (قوله لو مشدوداً) لأن شده بمنزلة الخياطة وهومستمسک بنفسه بعد الشد كالخف المخيط بعضه ببعض فافهم، وفى البحر: عن المعراج: ويجوز على الجاروق المشقوق علىٰ ظهر القدم وله أزرار يشدها عليه تسده لأنه كغير المشقوق وإن ظهر من ظهر القدم شىء فهو كخروق الخف آه قلت: والظاهر أنه الخف الذى يلبسه الأتراک فى زماننا اه.** (۲)

چونکہ اس بوٹ میں تینوں شرطیں جواز مسح کی پائی جاتی ہیں جو روایت بالا میں مذکور ہیں اس لئے مسح اس پر جائز ہے۔ البتہ بوجہ اس کے کہ بجائے جوتہ کے مستعمل ہوتا ہے اس لئے یا بوجہ نجس ہونے کے اور یا بوجہ سوء ادب کے بلاضرورت اس سے نماز نہ پڑھنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

یوم الاضحیٰ ۱۳۲۲ھ۔ امداد صفحہ ۶ ج ۱۔ (امداد الفتاویٰ: ۱/۸۰)

## فل بوٹ پرمسح درست ہے یا نہیں:

سوال: موزوں پرمسح کرنا مشروع بلکہ خصائص اہل سنت والجماعت سے ہے اور حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا موزوں کو استعمال فرمانا لاریب فیہ ہے اور منچلی مبارک کی نوعیت وہیئت بھی کتب سیر میں مفصل ومشرح ہے

(۱) رد المحتار، باب المسح على الخفين: ۱/۲۷۴ ظفیر

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار: ۱/۲۶۱ تا ۲۶۳، باب المسح على الخفين. انیس

اور نقشہ بھی معلوم ہے، جہاں تک سمجھ میں آتا ہے موزہ پہنکر اُن منچلی کا ان پر پہنا جانا قیاس میں نہیں آتا، لیکن کسی کتاب میں مثل شرح سفر السعادۃ ومدارج النبوۃ وروضۃ الاحباب وغیرہ کے یہ امر بالوضاحت نہیں پایا جاتا، جیسا کہ کلاہ وعمامہ کی نسبت تصریح موجود ہے اور فل بوٹ جو ٹخنہ تک یا بعض صورتوں میں اس سے بھی اوپر تک ہوتا ہے وہ حکم موزہ میں داخل معلوم ہوتا ہے اور اگر سوتی یا اونی جراب پر یا بلا جراب کے پہنا جاوے تو اس پر مسح مشروع ہوگا یا نہیں؟

الجواب

موزوں میں بعد مسح، جواز صلوٰۃ کچھ یا یہ بھی شرط ہے کہ طاہر ہوں یعنی نجاست مانع عن الصلوٰۃ اُن میں موجود نہ ہو۔ پس اگر تنہا موزوں کے پہننے میں بھی یہ امر ملحوظ رہے کہ وہ نجس نہ ہوں تو کچھ ضروری نہیں ہے کہ ان کو جوتوں کے ساتھ پہنا جاوے، اگر تنہا موزہ کوئی شخص پہنے ہوئے ہو اور وہ پاک ہوں تو مسح اُن پر لاریب درست ہے اور نماز صحیح ہے۔ باقی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موزوں پر جوتا بھی پہنتے تھے یا نہیں، تو بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جوتا بھی موزوں پر پہنتے تھے اور جو نقشہ جوتا مبارک کا مشہور ہے اور اس کا موزوں پر پہننا مشکل معلوم ہوتا ہے تو ممکن ہے کہ موزوں پر دوسری قسم کا جوتا پہنتے ہوں جس میں وہ تسمہ نہ ہوتا ہو جو انگشت میں ہوتا ہے بلکہ صرف پشت قدم پر ایک چمڑے کا حلقہ ہوتا ہو۔ اور علاوہ بریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر صرف موزہ پہنتے ہوں تو آپ کو چونکہ طہارت کا حال معلوم ہوتا تھا اس لئے آپ ان پر مسح فرماتے تھے، اب بھی اگر ایسا ہو تو مسح کو کیا امر مانع ہے۔ اور واضح ہو کہ موزوں میں یہ بھی شرط ہے کہ ساتر قدمین مع الکعبین ہوں، پس اگر کسی قسم کا بوٹ ایسا ہو کہ وہ ٹخنوں سے اوپر تک ہو اور قدمین مع الکعبین پوری طرح اس میں مستور ہو جاویں تو مسح ان پر درست ہے، اور اگر وہ پاک ہیں تو ان کے ساتھ نماز صحیح ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۱/ ۱۷۵)

## ایسا جوتا جس کے اندر گرد وغبار نہ جاتا ہو اس پر مسح:

سوال: اگر وضو بھی ساقط ہو گیا تو اس جوتے پر مسح کر سکتا ہے یا نہیں، جوتہ ایسا ہے جس کے اندر ہوا، گرد وغبار نہیں پہنچ سکتا؟

الجواب

فی الدر المختار: (شرط مسحه) الخ (كونه ساتر) الخ (القدم مع الكعب) أو يكون نقصانه أقل

(۱) (شرط مسحه) ثلاثة أمور: الأول (كونه ساتر) محل فرض الغسل (القدم مع الكعب) إلخ (و) الثاني (كونه مشغولاً بالرجل) ليمنع سراية الحدث الخ (و) الثالث (كونه مما يمكن متابعة المشي) المعتاد (فيه) فرسخاً. (الدر المختار علی صدر رد المحتار، باب المسح على الخفين: ۱/ ۲۴۱، ظفیر)

**من الخرق المانع فیجوزعلی الزربول لومشدوداًإلاأن یظهرقدرثلاثةأصابع،فی رد المحتار:لأن شده بمنزلة الخیاطة وهومستمسک بنفسه بعد الشد کالخف المخیط بعضه ببعض فافهم، وفی البحر: عن المعراج: ویجوزعلی الجاروق المشقوق علٰی ظهرالقدم وله أزرار یشدها علیه تسده لأنه کغیرالمشقوق وإن ظهرمن ظهرالقدم شیء فهو کخروق الخف آه قلت: والظاهرأنه الخف الذی یلبسه الأتراک فی زماننا. ج۱ص۲۶۹۔(۱)**

اس سے معلوم ہوا کہ جوتہ مذکور پر مسح بھی جائز ہے، بشرطیکہ چلنے میں اندر سے پاؤں یا جراب نظر نہ آوے،(۲)اور اگر نظر آوے تو پھر سوال میں ظاہر کرنا چاہئے کہ کتنا نظر آتا ہے۔تتمۂ اولیٰ ص۸۔(امدادالفتاویٰ:۱/۸۰۔۸۱)

## ناپاک بوٹ پر مسح درست نہیں ہے:

سوال:(۱)　اگر وضو کر کے لانگ بوٹ جو ٹخنوں سے اوپر تک آتا ہے پہنا جائے اور دوسرے وضو کے وقت اس کے اوپر مسح کیا جائے تو مسح درست ہے یا نہ؟ اور یہ موزہ کا کام شرعاً دے سکتا ہے یا نہ؟ اور نماز درست ہے یا نہ؟

سوال:(۲)　بوٹ کا وہ حصہ جو زمین سے لگتا ہے وہ پاک نہیں رہ سکتا،لیکن تلوے کے اوپر کا حصہ جس پر پیروں کے تلوے لگ رہے ہیں وہ پاک ہے تو اس کو پہنے ہوئے نماز جائز ہے یا نہ؟

**الجواب**

(۱-۲)　جب کہ بوٹ کا نیچے کا حصہ جو زمین پر لگتا ہے پاک نہیں ہے تو اس پر مسح جائز نہیں اور اس بوٹ کو پہن کر نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۲۷)

---

(۱)　الدرالمختارمع ردالمحتار،باب المسح علی الخفین:ج۱ص۲۶۱تا۲۶۳،انیس۔

(۲)　الخف إذا أصابته النجاسة إن کانت متجسدة کالعذرة والروث والمنی یطهر بالحث إذا یبست وإن کانت رطبة الخ لایطهرإلا بالغسل. (عالمگیری کشوری، باب الأنجاس: ۱/۴۲)تطهیرالنجاسة من بدن المصلی وثوبه والمکان الذی یصلی علیه واجب. (عالمگیری کشوری، باب شروط الصلوٰة:۱/۵۶،ظفیر)

موزہ اتنا پھٹ جائے کہ چلنے میں پیر کی تین چھوٹی انگلیوں کے برابر کھل جاتا ہو تو مسح ٹوٹ جائے گا،دوبارہ پیر دھو کر صحیح وسالم موزے کو پہنیں۔ایک موزے میں اگر کئی سوراخ ہوں ان کو اگر ایک جگہ کیا جائے تو پیر کی تین چھوٹی انگلیوں کے بقدر پہنچ جائے تو ایسے موزے پر مسح جائز نہیں،اگر مسح کے بعد ایسا ہو جائے تو مسح ٹوٹ جائے گا،موزہ اتار کر پاؤں دھونا ضروری ہوگا۔(طہارت کے احکام ومسائل،صفحہ۱۵۵،انیس)

(۳)　اگر موزہ ناپاک ہو تو اس پر مسح جائز نہیں ہے۔اسی طرح ناپاک چمڑے کا موزہ اگر پہنا ہو،جیسے خنزیر کے چمڑے کا موزہ تو اس کا استعمال کرنا بھی جائز نہیں ہے اور مسح بھی درست نہیں ہے۔سور کے سوا تمام جانوروں کی کھال چاہے وہ حلال کی ہوں یا حرام کی، دباغت سے پاک ہو جاتی ہیں،خواہ کافر دباغت دے یا مسلمان ،اسی طرح ان جانوروں کی کھال ذبح کرنے سے بھی بغیر دباغت کے پاک ہو جائے گی۔(ردالمحتار:۱/۲۳۰)اس لئے ان کے بنے ہوئے موزوں کا استعمال اور ان پر مسح جائز ہے۔(ردالمحتار)(طہارت کے احکام ومسائل،صفحہ:۱۴۵،۱۴۶،انیس)

## چمڑے کے موزے کے علاوہ موزہ پر مسح:

سوال: مفتیانِ شرع متین کا کیا ارشاد ہے زید وعمر باہم مناظر ہیں، زید کہتا ہے کہ کھال کے موزوں کے سوا مسح ہرگز درست نہیں، ہاں اگر جرابیں پشم کی ہوں یا ڈبل زین کی ہوں اور ایسی مضبوط بنی ہوئی ہوں جس میں گرد وغبار نفوذ نہ کرسکتا ہو اور صلابت ایسی ہو کہ اگر زمین پر رکھی جاویں تو کھڑی رہیں ان پر مسح درست ہے بحوالۂ کتب فقہ ارشاد ہو؟ بینوا توجروا۔

**الجواب**

زید کا قول صحیح ہے (۱) عینیؒ نے شرح ہدایہ میں اس پر فتویٰ نقل کیا ہے۔ (۲)

۲۶/ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ۔ تتمۂ ثانی صفحہ: ۱۰۴۔ (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/ ۷۹۔۸۰)

## جرابوں پر صحت مسح کے شرائط:

سوال: جرابوں پر مسح کرنے کے کیا شرائط ہیں اور کس قسم کی جرابوں پر مسح کرنا صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

**الجواب باسم ملهم الصواب**

**فی شرح التنویر: الثخينين بحيث يمشى فرسخاً ويثبت على الساق بنفسه ولا يرىٰ ما تحته ولا يشف. (تنوير الأبصار مع الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب المسح على الخفين: ۱/ ۱۷۹)**

اس روایت سے معلوم ہوا کہ موزے خواہ اونی ہوں یا سوتی، ان میں شرائط ذیل ہوں، تو ان پر مسح جائز ہے ورنہ نہیں۔

(۱) اتنے گاڑھے اور موٹے ہوں کہ اگر بغیر جوتے کے ان کو پہن کر تین میل شرعی چلیں تو وہ نہ پھٹیں، میل شرعی علی الراجح ۴/ ہزار ذراع ہے اور فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے ایک قدم میں ڈیڑھ ذراع شمار کیا ہے اس حساب سے تین میل شرعی ۸/ ہزار قدم ہوئے۔

(۲) ان کو پہن کر پنڈلی پر باندھا نہ جائے تو گریں نہیں۔...... **وخلو كل منهما عن الخرق المانع واستمساكهما على الرجلين من غير شد.** اور یہ نہ گرنا ان کے موٹے ہونے کی وجہ سے ہو۔ اگر تنگ ہونے کی وجہ سے یا پلاسٹک کی ڈوری لگی ہوئی ہونے کی وجہ سے نہیں گرتے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

---

(۱) اس زمانہ میں نائیلون اور سوتی یا اونی کپڑے کے جو موزے عام طور پر استعمال ہوتے ہیں، ان پر مسح جائز نہیں، البتہ اگر ان میں چمڑے کے موزے کے اوصاف پائے جائیں تو جائز ہے۔ اگر موزہ معدنیات جیسے شیشہ، رانگا، لکڑی، ہاتھی دانت، لوہا وغیرہ کا بنا ہو تو اس پر مسح جائز نہیں۔ (ردالمحتار: ۱/ ۱۶۴) پلاسٹک کے موزے پر مسح کرنا جائز ہوگا، بشرطے کہ اس میں موزے کے شرائط پائے جاتے ہوں۔ (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۱۴۴، ۱۴۶، انیس)

(۲) یعنی ثخین سادہ میں امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کا اختلاف مروی ہے، لیکن عام مشائخ کا فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہے اور اسی کو علامہ عینیؒ نے نقل فرمایا ہے۔ سعید

(۳) ان سے پانی نہ چھنے۔

(۴) ان میں سے پاؤں نظر نہ آئے۔(رد المحتار: ج۱ ص ۲۴۸)(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲/ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ (احسن الفتاویٰ:۲/۶۱)

## کپڑے کی مروجہ جراب پرمسح جائز ہے یانہیں:

سوال: محض کپڑے کی جراب مروجہ پرمسح کرنا جائز ہے یانہیں؟ میں نے ایک مولوی صاحب سے مسئلہ دریافت کیا تھا،اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کپڑے کی جراب پرمسح کرنا ثابت ہےکوئی قید پتلی یا غف کی نہیں ہے۔بینوا وتوجروا۔

الجواب

جوربین پرمسح کرنا درست نہیں ہے،اس واسطے کہ جواز مسح علی الجوربین کے لیے چار شرطیں ہیں۔تین شرطیں تو وہ ہیں جو خفین کے مسح میں بھی ضروری ہیں ایک شرط جوربین کے مسح میں زائد ہے۔

قال في الدر المختار: و(شرط مسحه) ثلٰثة أمور: الأول(كونه ساتر...القدم مع الكعب)... (و)الثاني(كونه مشغولاً بالرجل)الخ( و)الثالث(كونه ممايمكن متابعة المشي)المعتاد(فيه)فرسخاً فأكثر(إلٰى أن قال)أوجوربيه الثخينين بحيث يمشي فرسخاًويثبت على الساق بنفسه ولايرى ماتحته ولايشف،إلخ،درمختارعلى الشامي جلد اول،ص ۱۷۹۔(۴)

---

(۱)۔ا۔ عن مغيرة بن شعبةؓ قال: توضأ النبي صلى الله عليه وسلم ومسح على الجوربين والنعلين. (ترمذی شريف،باب في المسح على الجوربين والنعلين/أبو داؤد،باب المسح على الجوربين)

اس حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوربین پرمسح فرمایااورایسے جورب پربھی مسح فرمایاجومنعل تھا۔

۲۔ سمعت ابن عمرؓ يقول: المسح على الجوربين كالمسح على الخفين. (مصنف ابن أبي شيبة: ۲۲۴،من قال:الجوربان بمنزلة الخفين، جلداول،ص۱۷۳،نمبر۱۹۹۴/مصنف عبد الرزاق،باب المسح على الجوربين، جلداول،ص۱۵۷،نمبر۷۸۲) اس اثر میں ہے کہ جورب پرمسح کرنا چمڑے کے موزے پرمسح کرنے کی طرح ہے،اوراس میں منچلی،یا مجلدین کی کوئی قید نہیں ہے،اس لیے مطلق جورب پربھی مسح کرنا جائز ہوگا۔

۳۔ عن سعيدؒ بن المسيب والحسنؒ أنهما قالا: يمسح على الجوربين إذاكانا صفيقين .(مصنف ابن أبي شيبة،في المسح على الجوربين)اس اثر میں ہے کہ جورب موٹا ہوتو مسح کرے ورنہ نہیں۔

نوٹ:حضرت امام ابوحنیفہؒ نے بھی اخیر عمر میں موٹے موزے پرمسح کرنے کی طرف رجوع فرمایاہے۔عبارت یہ ہے: سمعت أبا مقاتل السمرقنديؒ يقول : دخلت علىٰ أبي حنيفةؒ في مرضه الذي مات فيه،فدعا بماء فتوضأ وعليه جوربان،فمسح عليهما،ثم قال:فعلت اليوم شيئاً لم أكن أفعله،مسحت على الجوربين وهماغيرمنعلين. (ترمذی،باب ما جاء في المسح على الجوربين والنعلين)اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے اخیر عمر میں .ثخینین کی طرف مسح کرنے میں رجوع فرمایا۔انیس

(۴) الدرالمختارعلىٰ هامش رد المحتار، باب المسح على الخفين:۱/۲۴۸،ظفیر

پس اگر یہ چاروں شرطیں جوربین میں پائی جاویں، تب مسح درست ہوگا، یعنی وہ قدم کو مع ٹخنوں کے ساتر ہوں۔ دوسرے یہ کہ قدم کو مشغول ہوں، یعنی قدم کو ڈھانپ کر کچھ حصہ ان کا باقی نہ بچے، تیسری یہ کہ ان میں چلنے کی عادت بھی ہو، چوتھی یہ کہ ایسے گاڑھے ہوں کہ کوئی چیز ان میں سرایت نہ کر سکے اور چونکہ یہ سب امور جرابہائے مروجہ میں مفقود ہیں۔لہٰذا مسح ان پر جائز نہیں۔(۱)

**كما قال الشامي: إنهم أخرجوه لعدم تأتي الشروط فيه غالباً الخ .(۲)**

اور مولوی صاحب کا یہ فرمانا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کپڑے کی جراب پر مسح ثابت ہے، اصلے ندارد اور افتراء اور ناواقفی ہے لغت سے، حدیث میں تو اس قدر ہے:

**"أنه عليه الصلوٰة والسلام مسح علىٰ خفيه"، الحديث ملخصاً.(۳)**

دوسری حدیث میں ہے: **"أن النبي صلى الله عليه وآله وسلم مسح على الجوربين".(۴)**

غرض خف اور جراب پر مسح ثابت ہے اور خف اور جراب سے مراد وہ موزے ہیں، جو شروط مذکورہ بالا کو جامع ہوں۔ مطلق کپڑے کی جرابیں مراد نہیں ہیں۔فقط

رشید احمد عفی عنہ۔الجواب صحیح: بندہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۲۶۶۔۲۶۷)

## کپڑے کی منعل جراب پر مسح:

سوال: یہاں ایک شخص ہے اس نے کپڑے کی جراب پر جو معمولی ڈھائی تین آنہ کی ہوگی چمڑے کا پائتابہ سی لیا، بلکہ چند ٹانکے لگا لئے ہیں، پائتابہ بالکل کپڑے کا سا ہے، نہ اونچی ایڑی ہے، نہ انگلیوں کی طرف سے کچھ زیادہ ہے، اب وہ خفین کی طرح اس پر مسح کرتے ہیں، کیا یہ مسح جائز ہے، اور منعل جو آتا ہے اس کی یہی صورت ہے، مجھے دراصل منعل کی صورت میں تردد ہے۔

**الجواب**

منعل کی صورت تو یہی ہے، کیونکہ صرف اسفل پر چمڑہ کی تصریح معتبرات میں موجود ہے، مگر جراب کرباس کا منعل ہونا مسح کے لئے کافی نہیں ہے، اس واسطے جراب مذکور فی السوال پر مسح بالکل جائز نہیں، جو کہ تفصیل ذیل سے ظاہر ہے

---

(۱) اس زمانہ میں نائیلون اور سوتی یا اونی کپڑے کے جو موزے عام طور پر استعمال ہوتے ہیں، ان پر مسح جائز نہیں، البتہ اگر ان میں چمڑے کے موزے کے اوصاف پائے جائیں تو جائز ہے۔(طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۱۴۴، انیس)

(۲) رد المحتار، باب المسح على الخفين: ۱/۲۴۸، ظفیر

(۳۔۴) جمع الفوائد، المسح على الخفين: ۱/۴۲، ظفیر

الفاظ یہ ہیں: تو ضأرسول الله صلى الله عليه وسلم ومسح على الجوربين. (للترمذي وأبي داؤد الخ (أيضاً) ظفیر)

عن سعيدٍ بن المسيب و الحسنِ أنهما قالا: يمسح على الجوربين إذا كانا صفيقين. (مصنف ابن أبي شيبة، ۲۲۳، في المسح على الجوربين، ج اول، ص ۱۷۱، نمبر ۱۹۷۶، انیس)

،اور تفصیل یہ ہے کہ جورب کی چار قسمیں ہیں،اول صفیق منعل ،دوم صفیق غیر منعل ،سوم رقیق منعل ، چہارم رقیق غیر منعل ،قسم اول پر بالاتفاق مسح جائز ہےاوردوم پر جواز مسح میں اختلاف ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک جائز نہیں اور صاحبینؒ جائز کہتے ہیں،اورفتویٰ صاحبینؒ کےقول پر ہے جیسا کہ ہدایہ،شرح وقایہ وغیرہ کتب کثیرہ میں موجود ہے،اور امام صاحبؒ نے مرض وفات میں وفات سے تین روز یا سات روز قبل جوربین ثخینین پر مسح کیا اور فرمایا''**فعلت ما كنت منعت عنه**''،اس کلام سے رجوع پر استدلال کیا جاتا ہے،اور ظاہر یہی ہے،گو احتمال یہ بھی ہے کہ بضرورت، مذہب غیر پر عمل کرلیا ہو،مگر فتویٰ کے لئے رجوع کا ثابت کرنا ضروری نہیں بلکہ اہل ترجیح قوت دلیل وغیرہ کی بناپر بھی فتویٰ دے سکتے ہیں،اور قسم سوم کا حکم عنقریب آتا ہے،اور قسم چہارم پر کسی کے نزدیک مسح جائز نہیں ، یہ تفصیل بعض کتب فقہ میں تو مصرح ہے اور بعض سے مفہوم ہوتی ہے اس کے خلاف نہ کسی کتاب میں تصریح ہے نہ احتمال ، چنانچہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

**وإن مسح على الجوربين فهوعلىٰ وجوه إن كانا رقيقين غيرمنعلين لايجوز المسح عليهما فى قولهم وإن كانا ثخينين منعلين جازالمسح عليهما فى قولهم وإن كانا ثخينين غيرمنعلين لايجوزالمسح عليهما فى قول أبى حنيفةؒ وفى قول صاحبيه يجوز،وعن أبى حنيفة رحمه اللّٰه أنه رجع إلىٰ قولهما وهكذا فى العناية شرح الهداية والبحرالرائق وخلاصة الفتاوىٰ وغيرها وأيضاً هوالمفهوم من مختصرالقدورى والكنز وغيرهما من المتون المعتبرة .**

اب قسم سوم یعنی رقیق منعل باقی رہی،اورسوال اسی کے متعلق ہے،سواس کی تحقیق یہ ہے کہ قدوری وکنز وملتقی الابحر وتنویرالابصار کی عبارت سے بظاہر جواز مسح معلوم ہوتا ہے،کیونکہ انہوں نے اپنی عبارت (**وصح على الجرموق والجورب المجلد والمنعل الثخين ونحوه** )میں منعل اور ثخین کوایک دوسرے پر عطف کیا ہے،جسکا مقتضا یہ ہے کہ منعل پر ہرحال میں مسح جائز ہوخواہ وہ ثخین ہو یا نہ ہو،مگر وقایہ اورنورالایضاح سے اس کے خلاف ثابت ہوتا ہے، کیونکہ وقایہ کی عبارت یہ ہے:''**أوجوربيه الثخينين منعلين أومجلدين**'' اس سے صاف ظاہر ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک ثخین ہونے کے بعد منعل ہونا شرط ہے،اور بدون ثخانۃ کے منعل ہونا کافی نہیں ،جیسا کہ محشی چلپیؒ نے نہایت بسط کے ساتھ اس کو بیان فرمایا ہے،اوراخیر میں لکھا ہے:

''**والذى تلخص عندى بعد هذه المباحث أن الجورب (الرقيق) الذى لايجوزعليه المسح إجماعاً إذا جلد أسفله فقط أومع موضع أصابع الرجل بحيث يكون محل الفرض الذى هوظهرالقدم خالياً بالكلية (ومعلوم أن القدم إذا ظهربقدرثلٰث أصابعهاجعل كالخالى بالكلية.منه)لايجوزعليه المسح قطعاً لأنه لاريبة أن منشأ الاختلاف بينه وبين صاحبيه**

اکتفائھما بمجرد الثخانة والاستمساک علی الساق وعدم اکتفائه به قائلاً بأنه لایکفی فی جوازالمسح ماذکر بل لابد معه من أمر زائد علیه وهو المنعل أوالمجلد لیتمکن به علی المشی حتی یکون الجورب باجتماع هذه الأمور فیه فی معنی الخف وإذ ا انتفی شیء منهما خرج عن کونه فی معناه لأن إلحاق الشيء بالشيء إنما یتأتی إذاکان فی معناه من کل وجه وله مؤیدات کثیرة لایحتمل هذا المختصر إیرادها فتأمل، آه.

اورتحریر مختار میں ہے:فی حاشیةعبدالحلیم مایفید اشتراط الثخانة فی المنعلین لافی المجلدین، الخ. اورنورالایضاح کی عبارت یہ ہے:''صح المسح علی الخفین فی الحدث الأصغر للرجال وللنساء لوکانا من ثخین غیرالجلد سواء کان لهما نعل من جلد أولا،آه. اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ ثخین ہونا منعل کے لئے بھی شرط ہے کہ رقیق منعل پر مسح کافی نہیں، کیونکہ شرط ثالث یعنی'' وکونه مما یمکن متابعة المشی فیه (أی من غیرلبس المداس فوقه''، شامی)اورشرط اول یعنی''کونه ساترالقدم مع الکعب'' اس میں موجود نہیں، یہ گفتگو تو متون متداولہ کے متعلق تھی ،جس کا حاصل یہ ہوا کہ اس قسم کا حکم مصرح کسی متن میں نہیں ہے،مگر بعض سے بوجہ اطلاق کے جواز مفہوم ہوتا ہے،اور بعض سے بوجہ تقیید کے عدم جواز اس لئے شروح فتاویٰ کی طرف مراجعت لا بدی ہے،سوشروح فتاویٰ سے یہی واضح ہوتا ہے کہ رقیق منعل پر مسح جائز نہیں ہے، کیونکہ خلاصۃ الفتاویٰ میں جورب منعل کی تفسیر میں ثخونت کی قید لگائی ہے،ونصه هذا'' وتفسیرالجورب المنعل أن یکون الجورب المنعل کجورب الصبیان الذین یمشون علیهما فی ثخونة الجورب وغلظ النعل یجوز المسح علیه آه علاوہ ازیں خلاصہ میں ہی تصریح ہے کہ جورب کرباس اگر منعل ہوں تب بھی ان پر مسح جائز نہیں جس کی وجہ بجز رقیق ہونے کے اور کچھ نہیں کماقال: وأجمعوا أنه لوکان منعلاً أومبطناً یجوزالمسح علیه ولوکان من الکرباس لایجوزالمسح علیه آه ،اسی واسطے طحطاوی نے شرح مراقی الفلاح میں لکھا ہے (تحت قوله أوکرباس )وظاهر کلام الحلبی عن الحلوانی والخلاصة أنه لایصح المسح علیه إلا إذاکان مجلداً فلیراجع آه قلت: یندفع الإشکال بما سنحرر علیٰ قول الحلوانی اورعلامہ ابن ہمامؒ فتح القدیر میں لکھتے ہیں:لاشک أن المسح علی الخف علیٰ خلاف القیاس فلایصح إلحاق غیره به إلا إذاکان بطریق الدلالة وهوأن یکون فی معناه ومعناه الساتر لمحل الذی هوبصدد متابعة المشی فیه فی السفر وغیره الخ (ص ۱۳۹ ج ۱)اس سے معلوم ہوا کہ رقیق منعل کافی نہیں، کیونکہ وہ ساتر محل فرض نہیں، ونیز ردالمحتار میں شرح منیہ سے نقل کیا ہے:أن مایعمل من بطوخ یجوزالمسح علیه لوکان ثخیناً بحیث یمکن أن یمشی معه فرسخاً من غیرالتجلید والتنعیل وإن کا ن رقیقاً(یجب حمله علیٰ أن رقته

**ليس كرقة الكرباس) فمع التجليد أو التنعيل ولو كان كما يزعم بعض الناس أنه لا يجوز المسح عليه مالم يستوعب الجلد جميع مايستر القدم إلى الساق لما كان بينه وبين الكرباس فرق.**

اس سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ جورب کرباس کے لئے استیعاب جلد یعنی مجلد ہونا ضروری ہے، اور شرح منیہ میں علامہ حلبی نے جورب کی تقسیم اس طرح بیان کی ہے، **ذكر نجم الدين الزاهدى عن شمس الأئمة الحلوانى أن الجورب خمسة أنواع من المرعزى والغزل والشعر والجلد الرقيق والكرباس، قال: وذكر التفاصيل فى الأربعة ومن الثخين والرقيق والمنعل وغير المنعل والمبطن وغير المبطن وأما الخامس فلايجوز المسح عليه كيفما كان آه** ( اس سے معلوم ہوا کہ کپڑے کے جورب اگر ثخین ہوں تب بھی ان پر مسح جائز نہیں، لیکن علامہ شرنبلالیؒ نے ثخین ہونے کی صورت میں جائز قرار دیا ہے، **كما مر آنفا**، اور جواز کا حکم صحیح ہے، پس حلوانیؒ کے قول میں تاویل کی جاویگی اور تاویل یہ ہے کہ اس زمانہ میں دبیز کپڑا ایسا نہ ہوتا ہوگا جس پر ثخین کی تعریف (یعنی **لاينشفان**) صادق آسکے اور آجکل ڈبل زین وغیرہ ایسے کپڑے موجود ہیں، پس یہ اختلاف اصل مسئلہ میں نہیں ہے، بلکہ اصل اختلاف احوال کی وجہ سے ہے۔، واللہ اعلم) **ونحوه فى التتارخانية (حاشية البحر للعلامة الشامى: ص۱۸۲ ج۱)**

ان تصریحات سے واضح ہوگیا کہ منعل کے لئے ثخین ہونا شرط ہے، رقیق منعل پر مسح جائز نہیں، اور ان تصریحات کے علاوہ خود ظاہر الروایہ کے الفاظ اس پر دال ہیں: **قال شمس الأئمة السرخسى فى المبسوط: وأما المسح على الجوربين فإن كانا ثخينين منعلين يجوز المسح عليهما** ) یہ متن ہے، اور الفاظ ہیں امام محمد رحمہ اللہ کے جس میں امام صاحبؒ کا قول نقل کررہے ہیں، اس میں منعلین کے ساتھ ثخینین کی بھی قید ہے، اور شمس الائمہؒ اس کی شرح میں یوں تحریر فرماتے ہیں: **لأن مواظبة المشى سفراً بهما ممكن وإن كانا رقيقين لايجوز المسح عليهما لأنهما بمنزلة اللفافة وإن كانا ثخينين غير منعلين لايجوز المسح عليهما عندأبى حنيفةؒ لأن مواظبة المشي بهما سفراً غير ممكن فكانا بمنزلة الجورب الرقيق وعلىٰ قول أبى يوسف ومحمد رحمهما الله يجوز المسح عليهما** ( ص۱۰۲ ج۱) اس عبارت میں بعد اشتراک قید منعلین کے رقیقین کا مقابلہ ثخینین سے ہے، پس معلوم ہوا کہ رقیقین منعلین پر بالاتفاق مسح ناجائز ہے، اور مضمرات میں امام صاحبؒ کا مذہب بدیں الفاظ نقل کیا ہے:

''**وأما الإمام أولا أنه يشترط في جواز المسح على الجورب الثخين أن يكون منعلاً أومجلداً**''، یعنی جورب مطلق کا منعل ہونا کافی نہیں، بلکہ ثخین کا منعل ہونا کافی ہے۔ **(مجموعة الفتاوىٰ على الخلاصة: ص۳۷ ج۱)**

اور امام طحاویؒ نے فرمایا ہے: **لانرى بأساً بالمسح على الجوربين إذا كانا صفيقين قد قال ذلك**

أبویوسفؒ ومحمدؒ وأما أبوحنیفةؒ فإن کان لایری ذلک حتی یکونا صفیقین ویکونا مجلدین (هذاعلیٰ روایة الحسنؒ وهی أن المنعل ماجلد أسفله وأعلاه بحیث یستر الکعبین فالمجلد والمنعل مترادفان وأما فی ظاهر الروایة فالمنعل ماجلد أسفله،فقط ۱۲ منه) فیکونا کالخفین. (ص ۵۸ ج۱)

غرض یہ کہ امام صاحبؒ اور صاحبینؒ میں اختلاف یہ تھا کہ جورب کا ثخین ہونا کافی ہے یا نہیں صاحبینؒ کافی سمجھتے تھے اور امام صاحبؒ اس میں منعل ہونے کی شرط لگاتے تھے، اور فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہے خواہ رجوع امام کی وجہ سے ہو یا اور کسی وجہ سے، مگر اس رجوع سے یا فتویٰ سے یہ کسی طرح لازم نہیں آتا کہ منعل پر مطلقاً یعنی اس کے رقیق ہونے کی صورت میں بھی مسح جائز ہو جائے، پس کنز وغیرہ کی عبارت تسامح سے خالی نہیں ہے، بلکہ وقایہ کی عبارت میں بھی ایک دوسری قسم کا تسامح ہے، یعنی اس سے رقیق مجلد پر بھی مسح کا عدم جواز مفہوم ہوتا ہے جو خلاف واقع ہے، اور متون میں سب سے اوضح عبارت نورالایضاح کی ہے، کما لایخفیٰ،اللّٰہ أعلم وعلمه أتم وأحکم.

**تنبیه:** استطراداً خفین کے متعلق ایک ایسا جزئیہ لکھا جاتا ہے جس سے اکثر ناواقف ہیں، وہ یہ کہ جس موزے پر مسح جائز ہے اگر وہ اتنا گھس جاوے کہ بدون جوتہ پہنے ہوئے چلنے سے پھٹ جانے کا اندیشہ ہو تو اس پر مسح جائز نہیں رہتا۔ کما حرره العلامة الشامیؒ تحت قول الدر(و) الثالث (کونه مما یمکن المشی المعتاد فیه فرسخاً فأکثر.

کتبہ الاحقر عبدالکریم عفی عنہ۔ ۱۷ رشوال ۱۳۵۱ھ (امدادالاحکام جلد اول ص: ۳۸۸ تا ۳۹۳)

## اونی، سوتی، منعل جرابوں پر مسح:

سوال: اونی، سوتی، جرابوں کو منعلین کر لیا جائے تو اس پر مسح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیاً

جائز ہے۔ کذا فی رد المحتار: ۲۷۸/۱۔(۱)

مگر ''شرح منیہ'' میں سوتی جرابوں پر جو باوجود منعل ہونے کے منع لکھا ہے۔(۲)

اس لئے اس کے خلاف سے بچنا احوط ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۱۲/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور (فتاویٰ محمودیہ: ۱۹۳/۵)

---

(۱) ''أما المسح علی الجوارب، فلا یخلو: إما أن یکون الجورب رقیقاً ........... وإما إن کان ثخیناً منعلاً، ففی هذا الوجه یجوز المسح بلا خلاف الخ''. (الفتاویٰ التاتارخانیة: ۲۶۷/۱،المسح علی الخفین،إدارة القرآن، کراچی. کذافی الحلبی الکبیر: ۱۲۱،المسح علی الخفین، سهیل اکیڈمی لاهور. کذا فی ردالمحتار: ۲۷۰/۱،المسح علی الخفین، سعید،وکذا فی الهدایة: ۶۱/۱،المسح علی الخفین، شرکة علمیة)

(۲) ''ثم بین المشایخ اختلافٌ فی مقدار النعل الذی یکفی بجواز المسح،قال بعضهم : إذا کان فی باطن الکف أدیم، وهو مایلی باطن کف القدم، جازالمسح ......... الخ''. (شرح المنیة للحلبی الکبیر،کتاب الطهارة،آخر فصل فی المسح علی الخفین،ص: ۱۲۳،سهیل اکیڈمی، لاهور)

## منعل ومجلد کی تشریح:

سوال: الرشید ماہ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ میں ایک فتویٰ متعلق مسح میں الفاظ جورب منعل یا مجلد استعمال ہوئے ہیں۔ حقیر جورب اس کوغیث ہے جس کو عرف عام میں جراب کہتے ہیں، اس کی صفت منعل یا مجلد کے معنی میں البتہ شک واقع ہوتا ہے، حقیر کے علم ومعلومات میں مسئلہ مسح میں یہ تفصیل ہے کہ موزہ کے اوپر یا اس کے نیچے اگر جراب ہے تو مسح اس پر جائز ہے۔ الفاظ منعل ومجلد کا مطلب معلوم نہیں ہوتا۔ اس لیے التماس ہے کہ اس کی تفصیل وتشریح سے مطلع فرمائیں؟

الجواب

جورب منعل وہ ہے کہ جراب کے نیچے چمڑا لگا ہوا ہو۔ درمختار میں ہے:

(والمنعلين) بسكون النون: ماجعل علىٰ أسفله جلدة،إلخ.(۱)

اور جراب مجلد وہ ہے کہ تمام جراب پر چمڑا چڑھا ہوا ہو۔(۲) الحاصل جراب پر ویسے بلا چمڑے کے مسح درست نہیں ہے۔(۳) لیکن اگر جراب منعل یا مجلد ہو تو اس پر مسح درست ہے جیسا کہ خفین یعنی چرمی موزہ پر درست ہے پس یہ مسئلہ الرشید میں لکھا گیا ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۱۷۲-۱۷۲)

## منعل ہونے کا مطلب کیا ہے:

سوال: جراب پر مسح کرنے کے لیے اس کے منعل ہونے سے کیا مراد ہے؟ کیا چمڑے کے پتاوے کو جراب کے اندر رکھ لینے سے یا باہر کسی دھاگہ وغیرہ کے ساتھ باندھ لینے سے شرط پوری ہو جاوے گی یا نہیں؟

الجواب

موزہ کے منعل ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس جراب کے پیچھے چمڑا لگا ہوا اور پیچھے ایڑی پر اور ٹخنہ تک اور آگے پنجہ پر یعنی پشت قدم بقدر موزہ فرض مسح چمڑا لگانے کی فقہا نے تصریح کی ہے، كذافي الشامي.(۴) اور وہ چمڑا نیچے اور پنجہ وایڑی پر سلا ہوا ہونا چاہئے، رکھ لینا اور دھاگہ سے باندھ لینا کافی نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۱۷۵)

---

(۱) الدرالمختار علىٰ صدرد المحتار،باب المسح على الخفين: جلداول ۲۴۹ ظفیر۔

(۲) (قوله والمجلدين) المجلد ما جعل الجلد علىٰ أعلاه وأسفله.(رد المحتار،باب المسح على الخفين: جلداول ۲۴۹)

(۳) جبکہ جراب باریک ہو۔ وإذا لم يكن منعلاً وكان رقيقاً غيرجائزاتفاقاً.(البحرالرائق، باب المسح على الخفين: ۱/۱۹۲ ظفیر)

(۴) (والمنعلين)...... ماجعل علىٰ أسفله جلدة(والمجلدين الخ).(درمختار)(قوله ما جعل علىٰ أسفله جلدة)أي كالنعل للقدم وهذاظاهرالرواية،وفي رواية الحسن ما يكون إلى الكعب،(قوله والمجلدين)المجلدماجعل الجلدعلىٰ أعلاه وأسفله،إلخ ويؤخذ من هذاومماقبله أنه لو كان محل المسح وهوظهرالقدم مجلداًمع أسفله أنه يجوزالمسح عليه كماقدمناه.(رد المحتار،باب المسح على الخفين: ۱/۲۴۹ ظفیر)

## سوتی موزہ پرمسح جائز ہے یانہیں:

سوال: موزہ ہائے سوتی جوآج کل تمام دنیا میں مروج ہورہے ہیں، ان پرمسح درست ہے یانہیں؟

الجواب

اونی وسوتی جرابوں پرمسح درست نہیں ہے مگر جب کہ وہ ایسے موٹے اور گاڑھے ہوں کہ بقدر ایک فرسخ یعنی تین میل ان کو پہن کر بغیر جوتے کے چل سکے اور پنڈلی پر قائم رہے، جیسا کہ درمختار میں ہے: **ولو من غزل أوشعر الثخينين بحيث يستمسك ويثبت على الساق بنفسه ولايرى ماتحته ولايشف الخ.** (۱)اورشامی میں یہ بھی لکھا ہے کہ چونکہ سوتی جرابوں میں غالبًا یہ شروط نہیں پائی جاتیں اس وجہ سے ان پرعدم جوازمسح کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔(۲) پس بناءً علیہ سوائے چرمی موزہ کے کسی موزہ پرمسح نہ کرنا چاہیئے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۲۶۷)

## جوربین پرمسح:

سوال: کتب فقہ سے مسح جوربین بمذہب صاحبین رحمہما اللہ ثابت ہے، مگراس میں شرط ''ثخینین'' کی لکھی ہے اس کی حدتک سمجھ کام نہیں کرتی ہے کہ ''ثخینین'' کی تعریف کہاں تک ہے۔ قدوری میں تو یہ لکھا ہے کہ **''یشفان الماء''** حاشیہ پرجوہرۂ نیرہ کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ **''مالا یری ماتحتهما من خلاله''** اورشرح وقایہ میں **''یستمسکان علی الساق بلا شد''** لکھا ہے، ان کتابوں کی رو سے پورا اطمینان قلب کونہیں ہوتا ہے اس وجہ سے خدمت عالی میں عرض ہے کہ آیا یہ جورب یعنی موزۂ مروجہ جن کو ہم لوگ سردی اورگرمی کے موسم میں پہنتے ہیں خواہ اونی یاسوتی جن میں ڈبل بھی ہوتے ہیں اور ہلکے بھی ہوتے ہیں ان پرمسح جائز ہے یانہیں؟

میرے ایک عزیز جن کوعلم دینیات میں دخل ہے مگر تقلید سے نسبت نہیں ہے انہوں نے مجھ کو ہدایت کی ہے کہ تم بلادریغ ان موزوں پرمسح کیا کرو، ان پرمسح احادیث اورکتب فقہ سے پورے طور پر ثابت ہے، اس وجہ سے اس کی تحقیق کرنے کی ضرورت پڑی، کیونکہ تمام علما کی زبانی یہی شروع سے اس وقت تک سننے میں آیا ہے کہ سابر کے موزوں پرمسح ہوسکتا ہے اور جراب کے متعلق مدعی یہ کہتا ہے کہ **''یستمسکان علی الساق''** کے معنی یہ ہیں کہ پنڈلی پرموزہ رکا رہے۔کعب کھلنے نہ پاوے اور مشہور یہ ہے کہ پنڈلی پرکھڑا رہے اور ایک فرسخ دوفرسخ چلنے سے بھی موزہ یعنی جراب گرنہ جاوے۔

---

(۱) الدرالمختار علیٰ صدرردالمحتار، باب المسح علی الخفين:۱/۲۴۸، ظفیر

عن سعيدؒ بن المسيب و الحسنؒ أنهماقالا: يمسح على الجوربين إذاكانا صفيقين. (مصنف ابن أبی شيبة، ۲۲۳ فی المسح علی الجوربين، جلداول، ص۱۷۱، نمبر۱۹۷۶، انیس)

(۲) وقال: خرج عنه ما كان من كرباس بالكسر وهوالثوب من القطن الأبيض الخ وأنهم أخرجوه لعدم تأتی الشروط فيه غالباً الخ. (ردالمحتار، باب المسح علی الخفين:۱/۲۴۸، ظفیر)

والمسئلۃ کذا فی فتاویٰ محمودیہ:۵/۱۹۳۔انیس

الجواب

درمختار میں مجموعہ ان سب قیود کو شرط ٹھہرایا ہے اور ان سب شروط کے تحقق کی جو علت ہے یعنی اس کا معنی خف میں ہونا یہ دلیل ہے اس کی کہ ''لایستمسکان'' کے معنی یہی ہے کہ گر نہ جاوے اور حدیث میں جو آیا ہے وہ مجمل و مبہم ہے کیونکہ وہ واقعہ کی حکایت ہے اور حکایت فعل کو عموم نہیں ہوتا، (۱) لہذا دوسرے دلائل کی طرف رجوع کیا جاوے گا، چونکہ ہماری متعارف جرابیں اس شان کی نہیں ہوتیں۔ لہذا ان پر مسح جائز نہیں۔ (۱) فقط

۲۵/ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۵ھ تتمہ اولیٰ ص ۷۔ (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/ ۷۸۔ ۷۹)

## جرابوں اور سوتی موزوں پر مسح کا حکم:

(۲) سوال: اونی یا سوتی موزہ پر مسح جائز ہے یا نہیں؟

(۱) جرابوں پر مسح کرنے کی تین حدیثیں مروی ہیں۔ حضرت مغیرہؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت بلالؓ سے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور جرابوں اور منچلی پر مسح فرمایا۔ ان میں سے حضرت ابوموسیؓ اور حضرت بلالؓ کی حدیثیں تو ضعیف ہیں البتہ حضرت مغیرہؓ کی حدیث کو امام ترمذیؒ نے ''حسن صحیح'' فرمایا ہے۔ (رواہ الترمذیؒ عن المغیرۃ بن شعبۃؓ قال: توضأ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ومسح علی الجوربین، وقال حدیث حسن صحیح، ورواہ ابن حبانؒ فی صحیحہ أیضاً. انیس) لیکن دیگر بڑے بڑے محدثین نے اس پر بھی نقد فرمایا ہے (بحث کے لئے ملاحظہ ہو نصب الرایہ: ۱/ ۱۸۴۔ ۱۸۶، ومعارف السنن شرح ترمذی شریف از حضرت مولانا یوسف صاحب بنوریؒ: ۱/ ۳۴۸، ۳۵۱) علاوہ بریں حدیث اس سلسلہ میں مجمل ہے کہ وہ جرابیں ثخین تھیں یا رقیق پھر سادہ تھیں یا منعل کیونکہ حدیث کے الفاظ ''مسح علی الجوربین والنعلین'' کا مطلب بعض محدثین نے ''مسح علی الجوربین المنعلین'' بیان فرمایا، نیز یہ تعیین بھی ضروری ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وضو واجب تھا یعنی حدث کی حالت میں فرمایا گیا تھا یا مستحب تھا یعنی وضو علی الوضو تھا۔ نیز یہ بھی واضح ہونا ضروری ہے کہ یہ حکم عام ہے یعنی تمام امت کے لئے ہے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں ہے ورنہ کہا جاسکتا ہے کہ واقعۃ حال لا عموم لھا سعید احمد

(۲) کپڑے کے اعتبار سے جرابوں کی خواہ وہ اونی ہوں یا سوتی ہوں، دو قسمیں ہیں ثخین اور رقیق۔ ثخین فقہا کی اصطلاح میں وہ جراب ہے جس کا کپڑا اس قدر دبیز موٹا اور مضبوط ہو کہ اس میں تین میل بغیر جوتے کے سفر کرسکیں اور وہ پنڈلی پر بغیر گیٹس وغیرہ سے باندھے ہوئے قائم رہ سکے بشرطیکہ یہ قائم رہنا کپڑے کی تنگی اور چستی کی وجہ سے نہ ہو بلکہ اس کی ضخامت اور جرم کے موٹا ہونے کی وجہ سے ہو۔ نیز یہ کہ وہ پانی کو جلدی سے جذب نہ کرے اور پانی اس میں نہ چھنے۔

الغرض ثخین کے لئے تین شرطیں ہیں: ۱۔ ایک یہ کہ اس میں کم از کم تین میل بغیر جوتہ کے سفر کریں تو پھٹے نہیں۔ ۲۔ دوسرے یہ کہ پنڈلی پر بغیر باندھے ہوئے قائم رہ جائے۔ ۳۔ تیسرے یہ کہ اس میں پانی نہ چھنے اور جلدی سے جذب نہ ہو اور جس جراب میں ان شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی جاوے وہ رقیق ہے۔

ثخین و رقیق کی تعریف معلوم ہوجانے کے بعد یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ کپڑے کی جرابوں پر بعض لوگ کچھ چمڑا بھی لگا لیتے ہیں جس کی مختلف صورتیں ہیں۔ اس اعتبار سے فقہانے جرابوں کی دو قسمیں اور کی ہیں۔ ایک مجلد دوسرے منعل۔ مجلد وہ جراب ہے جس کے نیچے اوپر پورے قدم پر کعبین تک چمڑا چڑھا دیا جائے اور منعل وہ ہے جس کے صرف تلے پر چمڑا چڑھایا گیا ہو اور ہمارے بلاد میں جن جرابوں کے تلے اور پنجے اور ایڑی پر چمڑا چڑھا دیا جاتا ہے وہ بالاتفاق منعل ہے، مجلد میں داخل نہیں ہے۔ اسی لئے البحر الرائق میں منعل کی تعریف یہ کی ہے کہ جس کا چمڑا پورے قدم پر کعبین تک نہ ہو، لہذا یہ مروجہ صورت کوئی مستقل قسم نہ ہوئی بلکہ اقسام دو ہی رہیں مجلد اور منعل۔ ==

الجواب

فی الدر المختار ''أو جوربیه ولو من غزل أو شعر الثخینین بحیث یمشی فرسخاً ویثبت علی الساق بنفسه ولا یری ماتحته ولا یشف اه''. (۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر اونی یا سوتی موزوں میں یہ چند شرائط ہوں تو ان پر مسح جائز ہے۔

اول: گاڑھے اور موٹے ایسے ہوں کہ صرف ان کو پہنکر اگر تین میل یعنی بارہ ہزار قدم چلیں تو وہ پھٹیں نہیں۔

دوسرے: یہ کہ اگر ان کو پہنکر پنڈلی پر نہ باندھیں تو گریں نہیں۔

تیسرے: اس میں سے پانی نہ چھنے۔

== اس تفصیل و تقسیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ جرابوں کی کل چھ قسمیں ہوگئیں۔ تین قسمیں ثخین کی یعنی ثخین مجلد، ثخین منعل اور ثخین سادہ (یعنی غیر منعل اور مجلد) اور تین قسمیں رقیق کی یعنی رقیق مجلد، رقیق منعل اور رقیق سادہ۔

تفصیل احکام: ان اقسام ستہ میں سے پہلی تینوں قسموں پر باتفاق حنفیہ مسح جائز ہے تیسری قسم میں اگر چہ امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کا اختلاف منقول ہے لیکن ساتھ ہی امام صاحبؒ کا رجوع قول صاحبین کی طرف اور فتویٰ عامہ مشائخ حنفیہ کا قول صاحبینؒ پر منقول ہے اس لئے تیسری قسم بھی مثل متفق علیہ کے ہوگئی۔

باقی تین قسموں (رقیق مجلد، رقیق منعل اور رقیق سادہ) میں یہ تفصیل ہے کہ رقیق مجلد پر مطلقاً بلا کسی تفصیل کے باتفاق حنفیہ مسح جائز ہے اور رقیق سادہ پر مطلقاً بالاتفاق مسح ناجائز ہے اور رقیق منعل میں مشائخ حنفیہ کا اختلاف ہے۔ متقدمین کے کلمات اس کے بارے میں یا تو ساکت ہیں یا عدم جواز کے قائل ہیں اور متاخرین حنفیہ بھی اس پر تو متفق ہیں کہ معمولی سوتی جرابوں کو اگر منعل کرلیا جائے تو وہ مسح گھیا کافی نہیں صرف وہ اونی جرابیں متاخرین میں زیر بحث واختلاف ہیں جو دبیز اور مضبوط ہوں مگر ثخین کی حد میں داخل نہ ہوں۔ جب ان کو منعل کرلیا جائے تو بعض حضرات اس پر مسح کرنا جائز فرماتے ہیں اور زیادہ تر مشائخ متاخرین اس پر بھی عدم جواز کے قائل ہیں۔

جواز کی تشریح صرف شارح منیہؒ، علامہ شامیؒ اور شیخ عبدالغنی نابلسیؒ سے منقول ہے اور وہ بھی اس کو خلاف تقویٰ قرار دیتے ہیں، ان کے مقابلہ میں صاحب درمختارؒ نے مستقل رسالہ عدم جواز پر لکھا ہے اور خود شامیؒ نے اس قول کی تائید متعدد مشائخ سے نقل کی ہے اور اخی چلپیؒ کی تصریح عدم جواز پر ذکر فرمائی ہے ان کے علاوہ صاحب بدائعؒ، صاحب خلاصہؒ، صاحب بحرؒ، عالمگیری، طحطاویؒ اور مراقی الفلاح سب عدم جواز پر متفق ہیں۔

اس اختلاف کے ساتھ جب اصول پر نظر کی جائے تو واضح ہوتا ہے کہ اصل فریضہ پاؤں کا دھونا ہے جو نص قرآنی سے ثابت ہے لیکن احادیث متواترہ سے ثابت ہوگیا کہ خفین پہننے کی صورت میں مسح بھی کافی ہے۔ لہذا اب اس حکم کو خفین سے متجاوز کر کے جرابوں میں جاری کرنا بھی اس شرط کے ساتھ ہونا چاہئے کہ ان جرابوں کا بحکم خفین ہونا اور تمام شرائط خفین کا ان میں متحقق ہونا یقینی طور پر ثابت ہوجائے اور جس جراب میں شک رہے کہ وہ بحکم خفین ہے یا نہیں اور شرائط خفین اس میں متحقق ہیں یا نہیں؟ ان پر مسح کی اجازت نہ دی جائے بقاعدہ ''الیقین لایزول بالشک''۔

فائدہ: اگر کپڑے کی جرابیں (خواہ موٹے کپڑے کی ہوں یا باریک ہوں) پہنکر ان کے اوپر چمڑے کے موزے پہنے جاویں تو ان پر مسح جائز ہے فتویٰ محققین کا اسی پر ہے گو بعض علماء کرام نے تبعاً لفتاویٰ الشاذی عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

(نوٹ) یہ پورا حاشیہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ کے رسالہ'' نیل المآرب فی المسح علی الجوارب ''مندرجہ فتاویٰ دار العلوم دیو بند جلد اول ص ۲۳ تا ص ۴۸ کا ملخص (جو اسی باب میں آگے آرہا ہے، انیس) ہے۔ فجزاہ اللہ عن المسلمین أحسن الجزاء وبارک اللہ فی حیاته. سعید۔

(۱) الدر المختار علی صدر رد المحتار باب المسح علی الخفین: ۲۴۶/۱، انیس

چوتھے: اس کے اندر سے کوئی چیز نظر نہ آوے، یعنی اگر آنکھ لگا کر اس میں سے دیکھے تو کچھ نہ دکھائی دے۔

۱۳/ ذی قعدہ ۱۳۲۱ھ۔ امداد، ج ا صفحہ ۵۔ (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/ ۷۵ تا ۷۷)

## جرابوں پر مسح جائز ہے یا نہیں:

سوال: جرابوں پر مسح جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو کن وجوہ سے اور اگر نہیں تو کیوں؟ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جرابیں تھیں یا نہیں، اگر نہیں تھیں تو موزوں پر جس اصول سے مسح جائز ہے اسی اصول سے جرابوں پر بھی جائز ہے یا نہیں؟ اور کس قسم کی جراب پر مسح جائز ہے؟

الجواب

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چمڑے کے موزوں پر مسح فرمایا ہے، (۱) اگر جرابیں سوتی یا اونی ہوں تو ان پر مسح کرنے کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ ایسے گاڑھے ہوں کہ ساق پر (بلا گیٹس وغیرہ کی مدد کے) ثابت (قائم) رہیں اور تین میل کا سفر تنہا ان میں ہو سکے۔ یا وہ جرابیں مجلد و منعّل ہوں۔ منعل وہ ہیں کہ نیچے چمڑا لگایا ہوا اور مجلد وہ ہیں کہ اس تمام پر چمڑا چڑھایا گیا ہو۔ درمختار میں ہے:

**علیٰ ظاهر خفيه أو جرموقيه الخ أو جوربيه ولو من غزل أو شعر الثخينين بحيث يمشی فرسخاً ويثبت على الساق بنفسه ولا يرى ماتحته ولا يشف الخ والمنعلين والمجلدين، إلخ. (۲)**

اس عبارت کا حاصل وہی ہے جو اوپر لکھا گیا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ۱/ ۲۶۸ و ۲۶۹)

## جراب پر مسح کرنا:

سوال: جراب پر مسح کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر جرابیں پتلی ہوں تو اس پر مسح جائز نہیں اور اگر اس قدر موٹی اور سخت ہوں کہ پنڈلی پر کھڑی رہیں اور بغیر باندھے چلنے میں کوئی دقت نہ ہو نیز اوپر سے بدن کا حصہ بھی نہ پینٹر اور پانی کا اثر قدم تک نہ پہنچے خواہ سوتی ہوں یا ریشمی، چمڑے کی ہوں یا بالوں کی، ہر صورت میں ان پر مسح کرنا صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے اور موزہ کے حکم میں ہیں۔ لیکن امام صاحبؒ کے نزدیک جب تک وہ مجلد یا منعل نہ ہوں تو مسح جائز نہیں مجلد وہ جراب کہلاتی ہے کہ جس کے اوپر اور

(۱) عن شهر بن حوشب قال رأيت جرير بن عبدالله توضأ ومسح على خفيه فقلت له في ذلك فقال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم توضأ ومسح على خفيه. (ترمذی باب المسح على الخفين: ۱/ ۱۴، دیوبند، انیس)

(۲) المغيرة بن شعبةؓ قال: توضأ النبي صلى الله عليه وسلم ومسح على الجوربين، وقال ابو عيسىٰ هذا حديث حسن صحيح. (ترمذی باب في المسح على الجوربين: ۱/ ۱۵، دیوبند، انیس)

(۳) الدر المختار علىٰ صدر رد المحتار، باب المسح على الخفين: ۱/ ۲۴۶، ظفیر

نیچے چمڑا ہو اور منعل وہ کہلاتی ہے جس کے نیچے چمڑا لگا ہو بیان کیا جاتا ہے کہ آخر میں امام اعظمؒ نے صاحبینؒ کے قول کی طرف رجوع کرلیا تھا۔ درمختار میں ہے: **(أو جوربيه) ولو من غزل أو شعر (الثخينين) بحيث يمشي فرسخاً ويثبت على الساق بنفسه ولايرى ما تحته ولايشف الماء، انتهٰى.** (۱)

اورقاضی خان میں ہے: **وإن مسح على الجوربين فهو علٰى وجوه إن كانا رقيقين غير منعلين لا يجوز المسح عليهما في قولهم وإن كانا ثخينين منعلين جاز المسح عليهما في قولهم والثخين أن يقوم على الساق من غير شد ولايسقط ولاينشف وقال بعضهم لاينشفان ومعنى قوله لاينشفان أي لايجاوز الماء إلى القدم وقيل معنى قوله لايشفان أي لا ينشف الجورب الماء إلٰى نفسه كالأديم والصرم إن كانا ثخينين غير منعلين لايجوز المسح عليهما في قول أبي حنيفةؒ وفي قول صاحبيه يجوز وعن أبي حنيفةؒ أنه رجع إلٰى قولهما قبل موته، انتهٰى.** (۲)

**مسئله:** جرابیں کسی قسم کی ہوں اگر وہ اس قدر موٹی ہیں کہ بغیر باندھے پنڈلی پر کھڑی رہیں اور چلنے میں کوئی دشواری نہ ہو اور قدم نہ پینٹر نیز پانی بھی اس میں اثر نہ کرے خواہ وہ منعل ہوں (نیچے کی جانب چمڑا ہو) یا مجلد (جس کے اوپر اور نیچے چمڑا لگا ہوا ہو) جو پورے قدم کو چھپا لے یا اوپر کی جانب صرف اتنا چمڑا ہو جو محل مسح کو چھپائے تو مسح جائز ہے۔ لیکن اگر اوپر کی جانب صرف انگلیوں پر لگا ہوا ہو باوجودیکہ نیچے موجود ہو مگر مسح جائز نہ ہوگا اور اگر وہ غیر منعل اور غیر مجلد ہوں تو اس صورت میں بھی صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ کا قول اول یہ ہے کہ جرابوں پر مسح کرنے کے واسطے علاوہ موٹی ہونے کے، مجلد یا منعل ہونا شرط ہے مگر بعد میں وفات سے تین دن یا چھ دن قبل صاحبینؒ کے قول کی طرف رجوع کیا (**كذا في المضمرات**) صدر الشریعہ فرماتے ہیں کہ صاحبینؒ کے قول پر ہی فتویٰ ہے۔

اورشرح غرر میں ہے: **كان الإمام لايجوّز أوّلاً ويجوّز صاحباه ثم رجع إلٰى قولهما، و به يفتٰى.**

ہدایہ میں ہے: **وعنه أنه رجع إلٰى قولهما وعليه الفتوىٰ.** (۳)

اورشرح حمیدالدین میں ہے: **أنه صح أنه مسح علٰى جوربيه في مرضه، وقال: فعلت ما كنت أمنع الناس عنه و هذا رجوع إلٰى قولهما.** (۴)

---

(۱) الدر المختار علىٰ صدر رد المحتار، باب المسح على الخفين: ۲۶۹/۱، انیس

(۲) فتاوىٰ قاضي خان على الفتاوىٰ الهندية: ۵۱/۱-۵۲، انیس

(۳) هداية: ۶۱/۱، انیس

(۴) سمعت أبا مقاتل السمرقنديؒ يقول: دخلت علٰى أبي حنيفةؒ في مرضه الذي مات فيه، فدعا بماء فتوضأ وعليه جوربان، فمسح عليهما، ثم قال: فعلت اليوم شيئاً لم أكن أفعله، مسحت على الجوربين وهما غير منعلين. (ترمذي، باب ما جاء في المسح على الجوربين والنعلين، انیس)

اورشمس الائمہ حلوائی فرماتے ہیں:هذا الكلام يحتمل أن يكون رجوعاً إلٰى قولهما ويحتمل أن لا يكون رجوعاً ويكون اعتذاراً بما أخذ بقول المخالف للضرورة فلا يثبت الرجوع بالشک انتھیٰ.(۱)

(فتاویٰ مولانا عبدالحی اردو:ص ۱۹۶)

## جرابوں پرمسح کے شرائط:

سوال جرابوں پرمسح کرنے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ نیلون کی بنی ہوئی جرابوں پرمسح کرتے ہیں۔ ازروئے شرع ایسی صورت میں وضوہوجاتا ہے یا نہیں؟

الجواب

احادیث متواترہ سے موزوں پرمسح کرنا ثابت ہے، موزے عموماً چمڑے کے بنے ہوتے ہیں اس لیے مطلق جراب پرمسح جائز نہیں، البتہ علمانے جرابوں پرمسح کرنے کے لیے چارشرائط ذکر کی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) ایسی گاڑھی اورموٹی ہوں جن میں تین میل (بارہ ہزار قدم) بغیر جوتے کے چلنا ممکن ہو۔

(۲) پہننے کے بعد پنڈلیوں پرخود چپکی رہیں اور نیچے نہ گریں۔

(۳) پانی نیچے سے جذب نہ کریں۔

(۴) جرابوں میں دیکھنے سے اندر پاؤں کا کوئی حصہ نظر نہ آئے۔

چونکہ موجودہ نائیلون کی جرابوں میں یہ شرائط نہیں پائی جاتیں اس لیے ان پرمسح کرنا جائز نہیں، ایسی صورت میں وضوناقص رہے گا۔

قال الحصکفیؒ: (أوجوربيه) ولومن غزل أوشعر(الثخينين) بحيث يمشي فرسخاً ويثبت علی الساق بنفسه ولا يریٰ ما تحته ولايشف إلا أن ينفذ إلٰی الخف قدرالفرض(الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب المسح على الخفين:۲۶۹/۱) (۲)(فتاویٰ حقانیہ:۵۵۵/۲)

## جراب پرمسح جائز ہے یا نہیں اورایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں:

سوال:(۱) سوتی یا اونی جرابوں پرمسح جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تواس کے پیچھے نماز جائز ہے یا دہرانی چاہئے؟

---

(۱) یعنی شمس الائمہ حلوائیؒ فرماتے ہیں کہ: اس کلام میں یہ احتمال ہے کہ امام صاحبؒ کا صاحبین کے قول کی طرف رجوع ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ رجوع نہ ہو بلکہ بدرجۂ مجبوری مخالف کے قول کو اختیار کرلیا ہو، لہذا شک کی بنیاد پر رجوع ثابت نہیں ہوسکتا ہے۔ انیس

(۲) قال ابن نجيمؒ:(قوله والجورب المجلد والمنعل والثخين) أی يجوزالمسح على الجورب إذا كان مجلدا أومنعلاً أوثخيناً (وبعد أسطر) والثخين أن يقوم على الساق من غير شد ولايسقط ولايشف،وفی التبيين: ولا یریٰ ما تحته.(البحرالرائق، باب المسح على الخفين: ج ۱۸۲/۱ ،ومثله في خلاصة الفتاویٰ، باب المسح على الخفين: ۲۸/۱)

سوال: (۲) کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ قدوری میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ جواز مسح پر ہے، علماء حنفی اگر نہ پڑھیں تو ان کا قصور ہے؟

سوال: (۳) سائل نے انہی صاحب سے سوال کیا کہ علماء احناف کا فتویٰ بھی جواز پر ہے، انہوں نے جواب دیا کہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا فتویٰ تو ہے کسی مسخرہ کا فتویٰ نہ ہوگا۔ ایسے شخص کی نسبت کیا حکم ہے؟

سوال: (۴) کیا قدوری میں جواز کا فتویٰ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا موجود ہے؟

**الجواب**

(۱) سوتی اوراونی جرابیں معمولی جن میں شرائط جواز مسح موجود نہ ہوں مسح کرنا درست نہیں ہے۔ اس کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہوئی۔ اس نماز کو دوہرانا چاہئے، جبکہ اس نے باوجود نہ موجود ہونے شرط جواز کے جرابوں پر مسح کیا ہے۔ (۱)

(۲) امام صاحب رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ جرابوں پر اگر چمڑا چڑھا ہوا ہو تو مسح ان پر جائز ہے ورنہ نہیں اور صاحبین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر جرابیں ایسی موٹی اور دبیز ہوں کہ وہ خود ساق پر ٹھہر سکیں اور پانی ان میں نہ چھنے اور تین میل تک تنہا ان کو پہن کر چل سکے اور وہ نہ پھٹیں تو اس وقت جرابوں پر مسح درست ہے ورنہ نہیں، کذا فی ردالمحتار. (۲) فقط

(۳) ایسا کہنے والا فاسق وعاصی ہے، اور جاہل ہے کتب فقہ سے، کیونکہ وہ اگر واقف ہوتا تو ایسا نہ کہتا۔

درمختار میں ہے: **(أوجوربيه)...... الثخينين بحيث يمشي فرسخاً ويثبت على الساق بنفسه ولايرىٰ ماتحته ولايشف، إلخ.** (۳)

اس عبارت سے جرابوں پر مسح کے جواز کی شرائط کا حال معلوم ہوسکتا ہے، اور یہ بھی واضح ہے کہ آج کل کے مروجہ سوتی واونی جرابوں میں یہ شرائط نہیں پائی جاتیں۔

**ثم قال: (والمنعلين)...... (والمجلدين)، الخ، وفي الشامي: ماذكره المصنف من جوازه على المجلدوالمنعل متفق عليه عندنا، وأماالثخين فهوقولهما، وعنه أنه رجع إليه وعليه الفتوىٰ.** (۴)

---

(۱) (أوجوربيه) ولو من غزل أوشعر (الثخينين) بحيث يمشي فرسخاً ويثبت على الساق بنفسه ولا يرى ما تحته ولايشف (درمختار) حيث علل عدم جوازالمسح على الجورب من كرباس بأنه لا يمكن تتابع المشي عليه. (رد المحتار، باب المسح على الخفين: جلداول ۲۴۸) ثم المسح على الجورب إذا كان منعلاً جائز اتفاقاً وإن لم يكن منعلاً وكان رقيقاً غيرجائز اتفاقاً. (البحرالرائق، باب المسح على الخفين: ۱/۱۹۲، ظفیر)

(۲) وأما الثخين فهو قولهما، وعنه أنه رجع إليه وعليه الفتوىٰ. (رد المحتار، باب المسح على الخفين، تحت قول الدر: و المجلدين: ۱/۲۴۸-۲۴۹، ظفیر)

(۳) الدرالمختارمع رد المحتار، باب المسح على الخفين: جلداول: ۲۴۸، ظفیر

(۴) الدرالمختارمع رد المحتار، باب المسح على الخفين: جلداول: ۲۴۹، ظفیر

(۴) جرابوں پر مسح کرنے کے جواز کی وہی شرطیں ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں، مطلقاً جرابوں پر مسح کو جائز کہنا بحوالہ قدوریؔ کے غلط ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۰ ۲۷۔۲۷۱)

## نائیلون کے موزے پر مسح کا حکم:

سوال: ہمارے یہاں کشمیر میں بہت زیادہ سردی ہوتی ہے، رات میں درجۂ حرارت زیرو ڈگری ہوجاتا ہے، کیا ایسی حالت میں نائیلون کے موزے پر مسح جائز ہے؟ ''تعلیم الاسلام'' میں صرف موٹے اونی، سوتی موزے کا ذکر ہے جن کو پہن کر تین میل چلا جاسکتا ہو۔ نائیلون کا موزہ اس شرط کو پورا کرتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

جو موزہ چمڑے کا نہ ہو لیکن ایسا دبیز ہو کہ اس میں پانی نہ چھنتا ہو اور اس کو پہن کر میل بھر پیدل چلنا بھی دشوار نہ ہو تو ایسے موزے پر بھی مقیم کو ایک دن ایک رات اور مسافر کو تین دن تین رات مسح کرنے کی شرعاً اجازت ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۰/۹۴ھ (فتاویٰ محمودیہ:۱۹۵/۵۔ کذا فی فتاویٰ رحیمیہ:۲۷۹/۴)

## نائیلون یا سوتی موزوں پر مسح درست ہے یا نہیں:

سوال: نائیلون، کپڑے کے موزوں پر مسح درست ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

جواز مسح علی الخفین میں اصل خفین ہیں اور خفین چمڑے کے موزوں کا نام ہے اور یہ حکم غیر مدرک بالقیاس ہے، اس لیے قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ غیر چمڑے کے موزوں پر بھی مسح جائز ہی نہ ہو، لیکن قیاس خفی اور استحسان کی مدد سے غیر چمڑے کے موزوں پر بھی (خواہ نائیلون ہو یا سوتی وغیرہ ہو) جن میں خفین کے خصوصی اوصاف واحوال پائے جاتے ہوں، ان پر بھی جواز مسح کی گنجائش نکلتی ہے اور وہ خصوصی احوال واوصاف یہ ہیں کہ:

''**خفین ساتر للقدمین مع الكعبين**'' ہوتا ہے اور عضو مستور کا کوئی حصہ اوپر سے نظر نہیں آتا، اور مسح کی تری

---

(۱) وإذا لم يكن منعلاً وكان رقيقاً غير جائز اتفا قاً. (البحر الرائق،باب المسح على الخفين:۱۹۲/۱،ظفیر)

(۲) (أوجوربيه) ولو من غزل أو شعر (الثخينين) بحيث يمشي فرسخاً ويثبت على الساق بنفسه ولا يرى ماتحته ولا يشف إلا أن ينفذ إلى الخف قدر الفرض (الدر المختار) قال ابن عابدينؒ (قوله ولو من غزل أو شعر) خرج عنه ما كان من كرباس وهو الثوب من القطن الأبيض ويلحق بالكرباس كل ما كان من نوع الخيط كالكتان والأبريشم ونحوهما...أقول الظاهر أنه إذا وجدت فيه الشروط يجوز، وأنهم أخرجوه لعدم تأتي الشروط فيه غالباً الخ. (رد المحتار: ۲۶۹/۱،باب المسح على الخفين،سعيد. كذا في الحلبي الكبير: ۱۲۱،باب المسح على الخفين، سہیل اکیڈمی لاہور، كذا في فتاویٰ حقانية: ۶۱۵/۲، نائیلون کی جرابوں پر مسح کرنے کا حکم، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، كذا في كفاية المفتي:۳۲۱/۲، دارالاشاعت کراچی)

اندر حصہ تک نہیں پہنچتی، اور بغیر جوتا پہنے اور بغیر باندھے ہوئے چلا جائے تو میل دو میل اس طرح چل سکتے ہیں کہ نہ تو وہ کٹے گا اور نہ ساق سے نیچے اترے گا۔

پس جو موزہ غیر چمڑے کا خواہ نائیلون کا ہو خواہ سوتی یا اونی ہو۔ان اوصاف کا حامل ہو یعنی اگر اتنا موٹا ہو کہ مسح کی تری جسم تک نہ پہنچے، اور اتنا مضبوط ہو کہ بغیر جوتا پہنے اور بغیر باندھے ہوئے میل دو میل چلے تو نہ کٹے، اور نہ پیر سے نکلے تو اس پر مثل خفین کے مسح جائز رہے گا۔(۱) کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور (منتخبات نظام الفتاویٰ:۱/۴۲)

## سوت یا ریشم یا اون کے موزوں پر مسح کرنا درست ہے یا نہیں:

(از اخبار سہ روزہ الجمعیۃ، دہلی، مورخہ ۲۲/جنوری ۱۹۸۲ء)

سوال: موزہ اگر پہنے ہورات کو یا صبح کو نماز کے لیے وضو کی ضرورت ہو اور بوجہ سردی کے موزہ اتار نہ سکے تو اس پر تیمّم (مسح) کرنا جائز ہے یا نہیں؟ موزہ سوت یا ریشم یا اون کا ہے۔

---

(۱) موزہ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ پیر ٹخنے تک چھپے رہیں اور سردی سے حفاظت ہو، اور موزہ ایسی چیز کا بنا ہوا ہو اور دبیز ہو جس کو عام طور پر آدمی پہن کر چل پھر سکے اور بغیر باندھے پیر پر رک جائے۔اور باہر سے پانی اندر نہ جائے، ایسا موزہ عمومی طور پر چمڑے کا ہوتا ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موزہ چمڑے کا تھا (طحطاوی:ص۷۰) اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی جو موزے استعمال کئے اور ان پر مسح کیا وہ بھی ایسے ہی تھے۔لیکن موزہ چمڑے کا ہونا ضروری نہیں ہے، اگر دبیز و موٹے مضبوط کپڑے کے موزے ہوں یا فوم کے ہوں تو ان پر بھی مسح جائز ہے۔البتہ اس طرح کا جو بھی موزہ ہو اس میں مندرجہ ذیل شرطیں پائی جانی ضروری ہیں:

۱۔ وہ موزہ ٹخنوں سمیت پاؤں کے اس پورے حصہ کو چھپائے جس کا دھونا وضو میں فرض ہے اور موزہ صحیح سالم ہو، اس میں پھٹن نہ ہو، اور اگر پھٹن ہو تو پیر کی تین چھوٹی انگلیوں کی مقدار سے کم ہو۔اگر موزہ صرف پیر کی انگلیوں پر سے پھٹا ہوا ہے تو تین انگلیوں سے کم کے اوپر سے پھٹا ہوا ہے تو اس پر مسح جائز ہے، مثلاً انگوٹھا اور اس کے برابر والی انگلی کے اوپر سے موزہ پھٹا ہوا ہے تو اس پر مسح کرنا جائز ہے اور اگر انگلیوں کے علاوہ حصہ پر بھی پھٹن ہے اور پھٹن پیر کی تین چھوٹی انگلیوں سے کم ہے تو اس پر مسح جائز ہے ورنہ نہیں۔(طحطاوی:ص۷۰)۔۲۔موزہ پاؤں سے چپکا ہوا ہو۔۳۔اور اس قدر مضبوط ہو کہ اس کو پہن کر معمول کی رفتار سے ایک فرسخ (دو میل) یا اس سے زیادہ چلنا ممکن ہو۔(ردالمحتار:۱/۲۶۱۔الھدایۃ:۱/۵۰)۔۴۔اسی طرح موزہ ایسا دبیز ہو کہ نیچے کی جلد نظر نہ آئے۔۵۔اور نہ وہ پانی کو جذب کرے، یعنی اگر پانی ڈالا جائے تو وہ نیچے کی سطح تک نہ پہنچے۔۶۔اور بغیر باندھے پیروں میں رہ سکے۔(طہارت کے احکام ومسائل، ص۱۴۲ تا ۱۴۴، انیس الرحمٰن قاسمی)

(ولا يجوز المسح على الجوربين عند أبي حنيفة رحمه الله إلا أن يكونا مجلدين أومنعلين، وقالا: يجوز إذا كانا ثخينين لايشفان لماروي أن النبي عليه السلام مسح علىٰ جوربيه، ولأنه يمكنه المشي فيه إذا كان ثخيناً وهوأن يستمسک على الساق من غيرأن يربط بشيء فأشبه الخف، (إلىٰ قوله) وعنه أنه رجع إلىٰ قولهما وعليه الفتوىٰ. (هداية :۱/۱۶، باب المسح على الخفين) لاَ شک أن المسح على الخف على خلاف القياس فلا يصح إلحاق غيره به إلاإذا كان بطريق الدلالة وهو أن يكون في معناه، ومعناه الساتر لمحل الفرض الذى هو بصدد متابعة المشى فيه فى السفر وغيره للقطع بأن تعليق المسح بالخف ليس لصورته الخاصة بل لمعناه للزوم الحرج في النزع المتكرر الخ. (فتح القدير مع العناية:۱/۱۰۹، كتاب الطهارة)

الجواب

چمڑے کے موزوں پر مسح جائز ہے۔اگر اونی یا سوتی موزے بھی اس قدر دبیز اور موٹے ہوں کہ ان پر سے پانی نہ چھنے تو ان پر بھی مسح کرنا جائز ہے۔(۱) **محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرسہ امینیہ دہلی** (کفایت المفتی:۲؍۲۷)

## کرمچ کے موزہ پر مسح درست ہے:

سوال: اگر کرمچ کا موزہ ایسا ہو جس پر چمڑا سلا ہوا ہو، مثلاً پنجہ اور برابروں پر اور ایڑی بھی چمڑے کی ہو اور تلہ بھی چمڑے کا ہو اور بعض جگہ کرمچ ہو اور فیتہ باندھنے کی جگہ پر بھی چمڑا ہو اور کرمچ ایک قسم کا ٹاٹ سَن کا بنا ہوا، ایسا گاڑھا ہوتا ہے کہ اس میں کپڑے کی طرح پانی نہیں پھوٹتا اور نہ وہ پانی لگنے سے فوراً نرم پڑ سکتا ہے، ان سب صورتوں میں ان پر مسح جائز ہے یا نہیں، اور اگر جائز ہے تو اگر سوائے تلہ کے اور چمڑا نہ لگا ہو تب بھی جائز ہے یا نہیں، اور اگر اس میں بھی جائز ہے تو بدون چمڑے کے یعنی محض کرمچ کا موزہ ہو تب بھی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

کرمچ کی جو صورت بیان کی گئی ہے اس حالت میں تو اگر چمڑا اس پر بالکل بھی نہ لگایا جائے جب بھی مسح درست ہے۔

**قال فی المنية وشرحها: ويجوز المسح علي الخفاف المتخذة من اللبود التركية لإمكان قطع المسافة بها حتى قالوا: لو شاهد أبو حنيفة صلابتها لأفتٰى بالجواز لشدة دلكها وتداخل أجزائها بذلك حتى صارت كالجلد الغليظ وأجمعوا علىٰ جواز المسح عليها بطريق الدلالة كما تقدم آه وفيه أيضاً: وحد الجوربين الثخينين أن يستمسك ويثبت على الساق من غير أن يشده بشيء آه، والمراد استمساكه بصلابته وغلظته دون جدته وضيقه، والحد بعدم جذب الماء كما فی الأديم علىٰ مافهم من كلام قاضی خان أقرب وبما تضمنه وجه الدليل وهو ما يمكن فيه متابعة المشی أصوب آه.** (ص۱۱۹)

**قلت: وهذه الشرائط كلها موجودة فی القرمض فلا شک فی جواز المسح عليه عندهم.**

مگر احتیاط یہ ہے کہ تلہ چمڑے کا لگا لیا جائے تو پھر بہت اچھا ہو جائے گا، تلے کے سوا اور کسی جگہ چمڑے کے لگانے کی ضرورت نہیں۔ واللہ اعلم ۲۲؍رجب ۱۳۴۳ھ۔ (امداد الاحکام جلد اول ص ۳۸۸)

---

(۱) (ولايجوز المسح على الجوربين عند أبي حنيفة رحمه اللّٰه إلا أن يكونا مجلدين أو منعلين، وقالا: يجوز إذا كانا ثخينين لايشفان لماروي أن النبی عليه السلام مسح علىٰ جوربيه، ولأنه يمكنه المشی فيه إذا كان ثخيناً وهو أن يستمسک على الساق من غير أن يربط بشيء فأشبه الخف، (إلىٰ قوله) وعنه أنه رجع إلىٰ قولهما وعليه الفتوىٰ. (الهداية:۱؍۱۶، باب المسح على الخفين، انیس)

## رسالہ ''نیل المآرب في المسح علی الجوارب'':

**الحمد للّٰہ و کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ. أما بعد:** ہمارے بلاد میں جو کپڑے کی جرابیں رائج ہیں ان کو مجلد یا منعل بنانے کے بعد ان پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں اور ہے تو کن شرائط کے ساتھ یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے دارالافتاء دارالعلوم دیوبند میں بھی اس کے متعلق بکثرت سوالات آتے رہتے ہیں حال میں ''ہوتی مردان'' علاقہ سرحد کے بعض علما کی طرف سے یہ سوال آیا اور علما کے باہمی اختلاف اور شامی وغیرہ کے بیانات میں اضطراب نقل کر کے قول فیصل لکھنے کی فرمائش کی گئی، احقر چونکہ پہلے سے اس مسئلہ کی تنقیح کی ضرورت محسوس کر رہا تھا اس لئے جس قدر کتب فقہ متقدین ومتأخرین کی احقر کے سامنے تھیں اپنی ہمت وفرصت کے مطابق ان کو دیکھ کر جو کچھ سمجھ میں آیا پیش کرتا ہے۔ **واللّٰہ تعالیٰ أسأله الصحة والصواب والصیانة عن الخطأ في کل باب، وھو المستعان وعلیه التکلان.**

سوال: یہاں شہر ''ہوتی'' میں چند علما کے درمیان مسئلہ ''مسح علی الجوربین سوتی یا اونی'' کے متعلق بہت کشمکش واقع ہے، بعض کہتے ہیں سوتی یا اونی جراب پر جو مجلدین یا منعلین ہوں مسح جائز ہے۔ مجلد اور منعل ہوں یا نہ ہوں پھر مجلد کی تعریف میں اختلاف ہے طرفین علما کے ساتھ عوام بڑی سرگرمی دکھلا رہے ہیں، سرحد کی حالت تو آپ کو معلوم ہے، طرفین کے علما اپنے قول کی سند میں فقہا کے اقوال پیش کرتے ہیں۔ (ردالمحتار: ج ۱ ص ۱۹۷) میں مضطرب اقوال موجود ہیں، علامہ شامیؒ کی اپنی رائے اور ہے اور ''حاشیہ اخی چلپی علی صدر الشریعۃ'' سے جو رائے شامیؒ نے نقل کی ہے اس سے کچھ اور معلوم ہوتا ہے، فتاویٰ امدادیہ اور مجموعۃ الفتاویٰ مولانا عبدالحئ صاحب بھی دیکھے گئے لیکن قول فیصل کا پتہ معلوم نہیں ہوا چونکہ اختلاف دن بدن بڑھتا جاتا ہے ایسا نہ ہو کہ منجر بہ فساد ہو جائے، لہٰذا کرم فرما کر جواب شافی بحوالہ کتب معتبرہ رقم فرمادیں کہ سوتی یا اونی جرابوں پر مسح کے لئے تجلید اور تنعیل مع ثخانت کے شرط ہے یا بغیر ثخانت کے تجلید و تنعیل کافی اور تجلید کی کیا حد ہے؟

**الجواب**

تفصیل اقسام: مسئلہ کی تعریف سے پہلے جرابوں کے اقسام جن کا مسح کے بارے میں فقہا نے اعتبار کیا ہے مع تعریف وتحدید کے معلوم کرلینا ضروری ہے۔

کپڑے کے اعتبار سے جرابوں کی دو قسم ہیں ثخین اور رقیق، ثخین اصطلاح فقہا میں وہ جراب ہے جس کا کپڑا اس قدر دبیز، موٹا اور مضبوط ہو کہ اس میں تین میل بغیر جوتہ کے سفر کرسکیں اور وہ ساق پر بغیر (گیٹس وغیرہ سے) باندھے ہوئے قائم رہ سکے بشرطیکہ یہ قائم رہنا کپڑے کی تنگی اور چستی کی وجہ سے نہ ہو اس کی ضخامت اور جرم کے موٹا ہونے کی

وجہ سے ہو، نیز یہ کہ وہ پانی کو جلدی سے جذب نہ کرے اور پانی اس میں نہ چھنے، الغرض ثخین کے لئے تین شرطیں ہیں: ایک یہ کہ اس میں کم از کم تین میل بغیر جوتہ کے سفر کریں تو پھٹے نہیں۔ دوسرے یہ کہ ساق پر بغیر باندھے ہوئے قائم رہ جائے۔ تیسرے یہ کہ اس میں پانی نہ چھنے اور جلدی سے جذب نہ ہو اور جس جراب میں ان شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے وہ رقیق ہے۔

**وذلک لما فی فتاویٰ قاضی خان: والثخین أن یقوم علی الساق من غیر شد ولایسقط ولایشف، وقال بعضهم: لاینشف، ومعنی قوله لاینشف أی لایجاوز الماء إلی القدم، ومعنی قوله لایشف أی لایشف الجورب الماء إلٰی نفسه کالأدیم والصرم اھ (فتاویٰ قاضی خان: ص۲۵ ج ۱، مصطفائی، وفی شرح المنیة عن المغرب: شف الثوب إذا رق حتی رأیت ما ورائه (ثم قال) فحینئذ کلا المعنیین صحیح قریب من الآخران فإن الجورب إذا کان بحیث لایجاوز الماء منه إلی القدم فهو بمنزلة الأدیم والصرم فی عدم جذب الماء إلٰی نفسه إلا بعد لبث و ذلک بخلاف الرقیق یجذب الماء وینفذه إلی الرجل فی الحال (وفیه بعد ذلک) وحد الجوربین الثخینین أن یستمسک أی یثبت ولا ینسدل علی الساق من غیر أن یشده بشیء هکذا فسره کلهم، وینبغی أن یقید بما إذا لم یکن ضیقا فإنا نشاهد ما یکون فیه ضیق یستمسک علی الساق من غیر شد وإن کان من الکرباس. والحد بعدم جذب الماء کما فی الأدیم علٰی ما فهم من کلام قاضی خان أقرب وبما تضمنه وجه الدلیل وهو ما یمکن فیه متابعة المشی أصوب، قال نجم الدین الزاهدی: فإن کان ثخیناً یمشی معه فرسخاً فساعداً کجوارب أهل مرو، فعلی الخلاف انتهٰی . وفی الخلاصة: إن کان الجورب من الشعر فالصحیح أنه لو کان صلباً مستمسکاً یمشی معه فرسخاً أو فراسخ علٰی هذا الخلاف فهذا هو الذی ینبغی أن یعول علیه. (شرح منیة، مجتبائی: ص ۱۱۸، ۱۱۹)**

**وفی رد المحتار: تقدم أن الفرسخ ثلاثة أمیال اھ وفیه بعد ذلک :المتبادر من کلامهم أن المراد من صلوحه لقطع المسافة أن یصلح لذلک بنفسه من غیر لبس المداس فوقه فإنه قد یرق أسفله ویمشی به فوق المداس أیاماً وهو بحیث لو مشی به وحده فرسخاً تخرق قدر المانع (إلٰی قوله) وقد تأید ذلک عندی برؤیا رأیت فیها النبی صلی اللّٰه علیه وسلم بعد تحریر هذا المحل بأیام فسألته عن ذلک، فأجابنی صلی اللّٰه علیه وسلم بأنه إذا رق الخف قدر ثلاث أصابع منع المسح، وکان ذلک فی ذي القعدة سنة ۱۲۳۴ ھ ( شامی: ج ۱ ص ۲۴۳، باب المسح علی الخفین)**

فائدہ: عبارات مذکورہ سے ثخینین کی تمام شرائط مندرجہ بالا ثابت ہوگئیں اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جرابیں اونی

ہوں یا سوتی، دونوں میں شرائط مذکورہ ضروری ہیں جس میں یہ شرائط موجود نہ ہوں وہ رقیق ہے اگر چہ اونی ہوں اور جس میں ہوں وہ ثخین ہے اگر چہ سوتی ہو۔

**وبه صرح في ردالمحتار حيث قال: الظاهر أنه إذا وجدت فيه** (أي في الكرباس) **الشروط يجوز، وأنهم أخرجوه لعدم تأتي الشروط فيه غالباً، يدل عليه ما في كافي النسفي حيث علل عدم جوازالمسح على الجورب من كرباس بأنه لايمكن تتابع المشي عليه، فإنه يفيد أنه لو أمكن جاز، ويدل عليه أيضاً ما في ط عن الخانية: أن كل ماكان في معنى الخف في إدمان المشي عليه وقطع السفر به ولو من لبد رومي يجوزالمسح عليه اهـ .**(شامی: ج۱ص۲۴۸،**باب المسح على الخفين،تحت قول الدرولومن غزل الخ** )

ثخین اور رقیق کی تعریف معلوم ہوجانے کے بعد یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ کپڑے کی جرابوں پر بعض لوگ کچھ چمڑا بھی لگاتے ہیں جس کی مختلف صورتیں ہیں اس اعتبار سے فقہا نے جرابوں کی دوقسمیں اور کی ہیں ایک مجلد دوسرے منعل ۔مجلد وہ ہے کہ جس کے نیچے اوپر پورے قدم پر کعبین تک چمڑا چڑھا دیا جائے اور منعل وہ کہ جس کے صرف تلے پر چمڑا چڑھا دیا جائے۔

**وذلك لما في المغرب: والجورب المجلدعلى أعلاه وأسفله وجورب منعل وهو الذي وضع على أسفله جلدة كالنعل للقدم، وفي شرح المنية: قوله مجلدين أي استوعب الجلد ما يستر القدم إلى الكعب أومنعلين أي جعل الجلد على ما يلي الأرض منهما خاصة كالنعل للرجل اهـ.**

عرب میں عام طور سے جرابوں پر چمڑا لگانے کی یہی دوصورتیں رائج تھیں اس لئے متقدمین کی کتابوں میں عموماً انہیں کا ذکر ہے مگر بلادعجم، ہندوستان، بخارا، سمرقند وغیرہ میں ایک تیسری صورت یہ بھی رائج ہے وہ یہ کہ جراب کے تلے کے ساتھ پنجے اور ایڑی پر بھی چمڑا لگایا جائے جس سے وہ ہندوستانی جوتہ کے مشابہ ہوجاتا ہے اور پورا قدم کعبین تک چمڑے میں مستورنہیں ہوتا،لیکن شرح منیہ وغیرہ کی عبارت مذکورہ میں مجلد کی جوتعریف کی گئی ہے کہ چمڑا پورے قدم کا کعبین تک استیعاب کرے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ صورت مروجہ ہندوستان وغیرہ مجلد میں داخل نہیں اور منعل سے کسی قدر زائد ہے کیونکہ منعل میں پنجے اور ایڑی پر چمڑا ہونا شرط نہیں،اور علامہ شامیؒ نے باب المسح علی الخفین کے شروع میں بضمن شرائط مسح اس کے مشابہ چند اقسام کا ذکر کیا ہے جن سے ان مروجہ ہندوستانی جرابوں کا حکم سمجھا جاسکتا ہے۔مثلاً جاروق کہ وہ مثل انگریزی جوتہ (پمپ) کے ہوتا ہے،جس میں کچھ حصہ قدم کا اوپر سے کھلا رہتا ہے اس کھلے ہوئے حصہ پر بعض لوگ کپڑا لگاکر قدم چھپالیتے ہیں اور اس کپڑے کو لفافہ کہا جاتا ہے اس پر مسح کے جواز وعدم جواز میں علماء بخاریٰ وسمرقند کا اختلاف نقل کیا ہے کہ مشائخ سمرقند جائز قرار دیتے ہیں۔(تفصیل اس اختلاف کی اور

ترجیح کی بحث بیان احکام کے تحت عنقریب آتی ہے)

پھر شامیؒ نے اسی مختلف فیہ ''جاروق مستور باللفافہ'' پر قیاس کر کے ایک اور قسم کا ذکر کیا ہے جس کو ان کے بلاد میں قلشین یا خف حنفی کہتے ہیں اور کیفیت اس کی وہی ذکر کی ہے جو ہمارے بلاد میں مروجہ چمڑا چڑھی ہوئی جرابوں کی ہے یعنی جن کے تلے اور پنجے اور ایڑی پر چمڑا ہوتا ہے باقی قدم کے حصہ پر محض رقیق جراب ہوتی ہے اور اسی وجہ سے اس قلشین اور خف حنفی کو بھی جاروق مستور باللفافہ کی طرح مختلف فیہ قرار دیا ہے۔

**ولفظه: ويؤخذ منه أيضاً أنه يجوز المسح على المسمى في زماننا بالقلشين إذا خيط فوق جورب رقيق ساتر وإن لم يكن جلد القلشين واصلاً إلى الكعبين اهـ.** (شامی: ج۱ص۲۴۲، **تحت قول الدر: وجوز مشائخ الخ**، انیس)

اور مدار اس اختلاف کا اس امر کو قرار دیا ہے کہ جورب منعل کے لئے ثخین ہونا شرط ہے یا نہیں، جو حضرات ثخانت شرط قرار دیتے ہیں وہ ناجائز کہتے ہیں اور جو منعل میں ثخانت کی شرط نہیں لگاتے وہ جائز کہتے ہیں، چنانچہ فقیہ ابو جعفرؒ کا قول 'جاروق مستور باللفافہ' کے متعلق نقل کیا ہے کہ:

**الأصح أنه يجوز المسح عند الكل لأنه كالجورب المنعل اهـ.** (شامی: ج۱ص۲۴۲)

اور قلشین کے متعلق صاحب درمختار کے ایک رسالہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ:

**ورأيت رسالة للشارح رحمه الله تعالىٰ رد فيها علىٰ من قال بالجواز مستنداً في ذلك إلىٰ أنهم لم يذكروا جواز المسح على الجوربين إذا كانا رقيقين منعلين، اهـ.** (شامی: ج۱ص۲۴۲)

الغرض ان تمام عبارات واقوال سے معلوم ہوا کہ ہمارے بلاد میں جو جرابوں کے تلے اور پنجے اور ایڑی پر چمڑا چڑھایا جاتا ہے یہ باتفاق منعل ہے مجلد میں داخل نہیں، اس لئے بحر الرائق میں منعل کی یہ تعریف کی ہے کہ جس کا چمڑا پورے قدم پر کعبین تک نہ ہو وہ منعل ہے۔

**ولفظه تحت قول الدر: والمنعلين...... ما جعل علىٰ أسفله جلدة: أي إلىٰ قدم دون الكعبين اهـ.** (طحطاوی: ج۱ص۱۴۰)

اس لئے یہ مروجہ صورت کوئی مستقل قسم نہ ہوئی بلکہ اقسام دو ہی رہیں۔ مجلد اور منعل، پورے قدم پر چمڑا مستوعب ہو تو مجلد اور مستوعب نہ ہو تو منعل میں داخل ہیں خواہ صرف تلے پر چمڑا ہو یا ایڑی پنجے پر بھی۔

اس تفصیل وتقسیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ جرابوں کی کل چھ قسمیں ہو گئیں تین قسم ثخین کی یعنی ثخین مجلد، ثخین منعل، ثخین سادہ (یعنی غیر مجلد وغیر منعل) اور تین قسم رقیق کی یعنی رقیق مجلد، رقیق منعل، رقیق سادہ (اقسام کی تفصیل کے بعد اب احکام کی تفصیل لکھی جاتی ہے)

## تفصیل احکام:

ان اقسام ستہ میں سے پہلی تینوں قسموں پر باتفاق حنفیہ مسح جائز ہے، تیسری قسم میں اگر چہ امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کا اختلاف منقول ہے لیکن ساتھ ہی امام صاحبؒ کا رجوع قول صاحبینؒ کی طرف اور فتویٰ عامۂ مشائخ حنفیہ کا قول صاحبینؒ پر منقول ہے اس لئے تیسری قسم بھی مثل متفق علیہ کے ہوگئی۔

**لما في الهداية: لايجوز المسح على الجوربين عند أبي حنيفةؒ إلا أن يكونا مجلدين أو منعلين وعندهما يجوز إذ كانا ثخينين لايشفان (إلٰى أن قال) وعنه أنه رجع إلٰى قولهما، وعليه الفتوىٰ آه. ومثله في فتاوىٰ قاضي خان والخلاصة والبحر والفتح وعامة كتب المذهب.** (۱)

باقی تین قسمیں رقیق مجلد، رقیق منعل، رقیق سادہ میں یہ تفصیل ہے کہ رقیق مجلد پر مطلقاً بلا کسی تفصیل کے باتفاق حنفیہ مسح جائز ہے اور رقیق سادہ پر مطلقاً باتفاق ناجائز۔ رقیق منعل میں مشائخ حنفیہ کا اختلاف ہے رقیق سادہ (غیر مجلد غیر منعل) پر مسح جائز نہ ہونا سب کتب فقہ میں مصرح ازاظہر من الشمس ہے۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

**وإن كانا رقيقين غير منعلين لايجوز المسح عليهما. (قاضي خان: ج۱ص۲۵)**

ہدایہ کی مذکورہ عبارت سے بھی یہی مستفاد ہے مزید نقل کی حاجت نہیں، رقیق مجلد پر مطلقاً مسح کا جواز شرح منیہ میں بحوالہ خلاصہ مذکور ہے اور کسی کا خلاف منقول نہیں اور حلوائیؒ کے ایک قول سے کچھ شبہ خلاف کا ہوسکتا تھا اس کو شارح منیہ نے رفع فرمادیا اور پھر فرمایا:

**وقد صرح في الخلاصة بجواز المسح على المجلد من الكرباس آه. وفيه قبل ذلك: الكرباس اسم الثوب من القطن الأبيض. قاله في القاموس ويلحق به كل ما كان من نوع الخيط كالكتان والأبريشم ونحوهما. (شرح منية كبيرى: ص۱۴۲)**

اب ایک قسم رہ گئی یعنی رقیق منعل۔ یہ فقہا میں مختلف فیہ ہے اور اسی میں زیادہ تفصیل ہے۔ اور اسی میں عموماً اشتباہ ونزاع پیش آتا ہے، یہ بات پھر ذہن نشیں کرلینا چاہئے کہ ہروہ جراب منعل کے حکم میں داخل ہے جس میں چمڑا تمام قدم پر کعبین تک مستوعب نہ ہو خواہ صرف تلے پر چمڑا ہو یا اوپر کے بعض حصہ پر بھی ہو، کمامر، اور رقیق ہروہ جراب ہے جس میں تخین کی شرائط مذکورہ نہ پائی جاویں خواہ کتنا ہی مضبوط اور دبیز کپڑا ہو اور رقیق منعل کے متعلق متقدمین حنفیہ کی موجودہ کتابوں میں بالتنصیص تو کوئی حکم مذکور نہیں لیکن کلام کی دلالت واضحہ اس پر موجود ہے کہ رقیق منعل پر مسح جائز نہیں، چنانچہ کافی حاکم (متن مبسوط) اور اس کی شرح میں ہے:

**(وأما المسح على الجوربين فإن كانا ثخينين منعلين يجوز المسح عليهما، وفي شرح شمس الأئمة: لأن مواظبة المشي سفراً بهما ممكن، وإن كانا رقيقين لايجوز المسح عليهما لأنهما**

---

(۱) الهداية باب المسح على الخفين: ۱/۶۱، انیس

**بمنزلة اللفافة، وإن كانا ثخينين غير منعلين لايجوز المسح عليهما عند أبي حنيفةؒ لأن مواظبة المشي بهما سفراً غير ممكن وكانا بمنزلة الجورب الرقيق وعلٰى قول أبي يوسف ومحمد يجوز المسح عليهما. (مبسوط: ج۱ص۱۰۲)**

کافی حاکم اور شمس الائمہ سرخسی کی عبارت مذکورہ میں ثخین کے ساتھ منعلین کی قید لگا کر جواز کا حکم لکھا گیا، پھر رقیقین میں بلا تفصیل منعل وغیرہ کے متعلق علی الاطلاق فرمایا گیا ہے کہ:

**وإن كانا رقيقين لا يجوز المسح عليهما.**

جس سے ظاہر یہ ہے کہ رقیقین منعلین میں مسح کی اجازت نہیں، اسی طرح امام طحاویؒ نے معانی الآثار میں فرمایا ہے کہ:

**لانرى بأساً بالمسح على الجوربين إذا كانا صفيقين قد قال ذلك أبو يوسفؒ ومحمدؒ وأما أبوحنيفةؒ فإنه كان لا يرى ذلك حتى يكونا صفيقين ويكونا مجلدين فيكونا كالخفين. (معاني الآثار: ج۱ص۵۸)**

طحاوی کی ظاہر عبارت سے بھی ثخینین ہونا بہرحال شرط معلوم ہوتا ہے اگرچہ احتمال یہ بھی ہے کہ رقیق کا حکم طحاویؒ نے بیان نہیں کیا صرف ثخین کا حکم بیان کرنے پر اکتفا فرمایا اور رقیق سے سکوت۔ قاضی خان اور ہدایہ وغیرہ کے اطلاقات بھی اسی قسم کے ہیں ان سے رقیق منعل پر مسح کی ممانعت سمجھی جاوے یا کم از کم اس سے ساکت قرار دیا جاوے، بہرحال اجازت مسح کہیں منقول نہیں، اسی لئے حاشیہ چلپی علی صدر الشریعہ میں لکھا ہے کہ:

**أن التقييد بالثخين مخرج لغير الثخين ولو مجلداً ولم يتعرض له أحد. (از شامی: ج۱ص۲۴۹، تحت قول الدر: والمجلدين، باب المسح على الخفين، انیس)**

البتہ مشائخ متاخرین میں یہ بحث چلی پھر ان میں بھی اس پر تو اتفاق ہے کہ معمولی سوتی جرابوں کو منعل کر لیا جاوے تو وہ مسح کے لئے کافی نہیں، شرح منیہ کبیری میں سوتی اور اونی کپڑوں کی پانچ قسمیں بیان کی ہیں جن میں پانچویں قسم سوتی کپڑے کی جرابیں ہیں، اس کے متعلق شیخ نجم الدین زاہدیؒ کا قول نقل کیا کہ:

**وأما الخامس فلا يجوز المسح عليه كيفما كان ونحوه من التتارخانية عنه.**

خلاصۃ الفتاویٰ اور شامی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے:

**قال في الخلاصة: ولو كان من الكرباس لايجوز المسح عليه فإن كان من الشعر فالصحيح أنه إن كان صلباً يمشي معه فرسخاً أو فراسخ على هذا الخلاف (خلاصة: ص۱۲۸ ج۱)**

**وفي البحر الرائق عن المعراج: وأما الخف الدوراني الذي يضاده فقهاء زماننا فإن كان مجلداً يستر جلده الكعب يجوز وإلا فلا، اھ. (بحر: ص۱۹۲. ومثله في فتاوىٰ قاضي خان والعالمگيرية في أول الباب: ج۱ص۳۰)**

عبارات مذکورہ سے بصراحت معلوم ہوگیا کہ یہ معمولی سوتی جرابیں جو ہمارے بلاد میں رائج ہیں ان کو اگر مجلد کرلیا جاوے یعنی تمام قدم پر چمڑا چڑھالیا جاوے تب تو مسح ان پر جائز ہے اور اگر صرف منعل کیا جاوے تو باتفاق فقہا مسح جائز نہیں۔ عبارات مذکورہ میں ممانعت مسح بلفظ کرباس مذکور ہے ان الفاظ کی تشریح شرح منیہ میں اس طرح ہے:

**لأن الكرباس بالكسر اسم الثوب من القطن الأبيض، قاله في القاموس وهو معرب بالفتح ولكن يحلق به كل ما كان من نوع الخيط كالكتان والأبريسم ونحوهما بخلاف ما هو من الصوف ونحوه آه (شرح منية: ص۱۴۲) ومثله في مراقي الفلاح حيث قال: والكرباس كل ما كان من نوع الخيط. الخ.**

جس سے معلوم ہوا کہ عام مروجہ سوتی جرابوں کا باتفاق متقدمین ومتأخرین حنفیہ یہی حکم ہے کہ ان کو منعل کرلینا مسح کے لئے کافی نہیں ہے اور مسح ان پر جائز نہیں، اب صرف اونی جرابوں کا حکم زیر غور رہ گیا سو ان میں سے جو ثخین کی حد میں آجائیں ان کا حکم تو معلوم ہو چکا کہ باتفاق مشائخ ان پر مسح جائز ہے اور جو بہت باریک ہوں ان کا بھی حکم ظاہر ہے کہ سوتی جرابوں کی طرح باتفاق عدم جواز مسح ہوگا۔

اب صرف وہ اونی جرابیں زیر بحث رہ گئی ہیں جو مضبوط اور دبیز ہیں مگر ثخین کی حد میں نہیں ہیں ان کو اگر منعل کرلیا جاوے تو مسح جائز ہوگا یا نہیں، اس میں فقہاء متأخرین کے اقوال مختلف نظر آتے ہیں۔

شارح منیہ نے بحوالہ نجم الدین زاہدیؒ جرابوں کی پانچ قسمیں بتلا کر پانچویں قسم پر مطلقاً مسح ناجائز اور باقی چاروں قسموں پر بعد منعل کرلینے کے جائز قرار دیا ہے ان میں پانچویں قسم تو سوتی جراب ہے اور باقی چار سب اونی جرابوں کی قسمیں ہیں یا پتلے چمڑے کی، اور وہ چاروں یہ ہیں۔ مرعزی، غزل، شعر، جلد رقیق۔

مراقی الفلاح میں ان قسموں کی تشریح بالفاظ ذیل کی ہے:

**والمرعزى كما سيأتي مضبوطاً الزغب الذى تحت شعر العنز. والغزل ما غزل من الصوف والكرباس ما نسج من مغزول القطن، آه. ومثله في شرح المنية.**

جلد رقیق کے معنی ظاہر تھے اس لئے تشریح کی ضرورت نہ سمجھی گئی، شرح منیہ کی اصل عبارت یہ ہے:

**وقد ذكر نجم الدينؒ: أن الجوارب خمسة أنواع: من المرعزى، والغزل، والشعر، والجلد الرقيق والكرباس. قال: وذكر التفاصيل في الأربعة من الثخين والرقيق والمنعل وغير المنعل والمبطن، وأما الخامس فلا يجوز المسح عليه كيفما كان، انتهٰى ونحوه من التاتارخانية عنه. والمراد من التفصيل في الأربعة أن ماكان رقيقاً منها لايجوز المسح عليه اتفاقاً إلا أن يكون مجلداً أو منعلاً أو مبطناً وما كان ثخيناً منهما فإن لم يكن مجلداً أو منعلاً أو مبطناً فمختلف فيه وما كان فلا خلاف فيه، فعلم من هذا: أن ما يعمل من الجوخ إذجلد أونعل أوبطن يجوز المسح**

علیہ لأنہ أحد الأربعة ولیس من الکرباس (إلیٰ أن قال) والجوخ من الصوف أو المرعذی فھو داخل فیما یجوز المسح علیہ لو کان ثخیناً بحیث یمشی معہ فرسخاً من غیر تجلید ولا تنعیل وإن کان رقیقاً فمع التجلید أو التنعیل. ولو کان کما یزعم بعض الناس من أنہ لا یجوز المسح علیہ ما لم یستوعب الجلد جمیع ما یستر القدم. لما کان بینہ وبین الکرباس فرق (ثم قال) ثم بعد ھذا کلہ فلو احتاط ولم یمسح إلا علیٰ ما یستوعب تجلیدہ ظاھر القدم إلیٰ الساق لکان أولیٰ ولکن ھذا حکم التقویٰ وھو لایمنع الجواز الذی ھو حکم الفتویٰ. (شرح منیة: ص۱۲۱)

## نتائج عبارت مذکورہ:

شرح منیہ کی عبارت مذکورہ سے چند فوائد حاصل ہوئے: اول یہ کہ معمولی سوتی جرابوں پر کسی حال میں مسح جائز نہیں نہ سادہ ہونے کی حالت میں نہ منعل ہونے کی حالت میں نہ ایڑی اور پنجے اور تلے پر چمڑا لگانے کی حالت میں، البتہ پورے قدم پر چمڑا چڑھا کر مجلد کرلیا جاوے تو اس پر مسح جائز ہوسکتا ہے اور چونکہ علامہ نجم الدینؒ کی عبارت ''کیف ما کان'' سے بظاہر مجلد پر بھی مسح کے عدم جواز کا شبہ ہوسکتا تھا اس لئے شارح منیہ نے اس کا ازالہ بعبارت ذیل کردیا ہے:

لا یقال: بل الکرباس لایجوز المسح علیہ ولو مجلداً لما تقدم من قول الحلوانیؒ وأما الخامس فلایجوز المسح علیہ کیفما کان لأنا نقول قولہ کیفما کان عائد إلیٰ قولہ المنعل و غیر المنعل والمبطن وغیر المبطن وأما المجلد فلم نذکرہ وقد صرح فی الخلاصة بجواز المسح علی المجلدین من الکرباس آہ (شرح منیة : ص۱۲۱)

دوم: اس عبارت میں جراب پر چمڑا چڑھانے کی ایک صورت منعل اور مجلد کے علاوہ اور بھی ذکر کی ہے یعنی مبطن جس کی صورت یہ ہے کہ جراب کے اندر کی جانب چمڑا لگالیا جاوے حکم اس کا بھی وہی ہے جو مجلد و منعل کا ہے کہ اگر چمڑا پورے قدم پر مستوعب ہو تو بحکم مجلد ہے ورنہ بحکم منعل۔

سوم: جو جراب کسی اونی کپڑے کی ہو جیسے مرعذی اور جوخ وغیرہ یا پتلے چمڑے کی ہو اس کو اگر منعل کرلیا جاوے تو اس پر مسح کے بارے میں اختلاف ہے اور راجح شارح منیہ کے نزدیک جواز ہے، لیکن احتیاط اور تقویٰ کے خلاف ہے۔

## علامہ ابن عابدین شامیؒ:

علامہ شامیؒ نے اس بارے میں مختلف اقوال نقل فرمائے ہیں اس لئے بظاہر ان کے کلام میں اضطراب نظر آتا ہے، لیکن ان کی تمام عبارات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی رائے بعینہ وہی ہے جو شرح منیہ کی ہے اور شرح

منیہ ہی کی عبارت کوانہوں نے مدار استدلال بنایا ہے، نیز منعل کی وہ خاص صورت جو ہمارے بلاد میں رائج ہے یعنی تلے کے ساتھ نیچے اور ایڑی پر چمڑا چڑھایا جاوے اس کو بنام قلشین اور خف حنفی ذکر کرکے اس میں صاحب درمختار اور شیخ عبدالغنی نابلسی کا اختلاف اور جانبین سے اس مسئلہ میں مناظرانہ رسائل لکھنے کا ذکر کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ صاحب درمختار ایسے منعل پر جب کہ وہ ٹخین نہ ہو مسح ناجائز قرار دیتے ہیں اور شیخ عبدالغنی نابلسی جائز فرماتے ہیں اور ان دونوں حضرات کے اختلاف کو اس اختلاف کا نتیجہ قرار دیا ہے جو جاروق مستور باللفافہ کے بارے میں علماء سمرقند و بخارا کے درمیان واقع ہوا ہے کہ علماء سمرقند اس پر مسح کو جائز فرماتے ہیں اور علماء بخارا ناجائز کہتے ہیں کیوں کہ جاروق جب کہ اس میں قدم کے کھلے ہوئے حصہ پر کوئی کپڑا لگالیا جاوے تو وہ بھی قلشین اور خف حنفی کی طرح ہو جاتا ہے۔ **کما مر منا آنفاً**، پھر یہ بھی ذکر کیا کہ بعد کے مشائخ وعلما میں سے کسی نے سمرقندیین کے قول کو اختیار کیا اور کسی نے بخاریین کے قول کو اور خود اپنی رائے مشائخ سمرقند کے موافق ظاہر فرمائی جو بعینہٖ شارح منیہ کی رائے ہے یعنی سوتی جرابوں پر تو بغیر مجلد کرنے کے مسح جائز نہیں اور اونی جرابوں پر منعل ہونے کی صورت میں بھی مسح جائز ہے اور آخر میں شارح منیہ کی طرح یہ بھی ظاہر فرمادیا کہ احتیاط وتقویٰ اسی میں ہے کہ جب تک تمام قدم پر چمڑا نہ ہو مسح نہ کیا جاوے۔

علامہ شامیؒ کی بعینہٖ عبارت مع متن درمختار کے یہ ہے:

**فی أول باب المسح علی الخفین من الدرالمختار: (شرط مسحه) ثلاثة أمور: الأول (کونه ساتر) محل فرض الغسل (القدم مع الکعب) (إلیٰ قوله) وجوزمشائخ سمرقندستر الکعبین باللفافة. (و)الثانی (کونه مشغولاً بالرجل)...... (و)الثالث (کونه مما یمکن متابعة المشی المعتاد (فیه) فرسخاً فأکثر آه.**

**قال الشامی تحت قوله وجوزمشائخ سمرقند: فی البحرعن الخلاصة: المسح علی الجاروق إن کان یستر القدم ولایری منه ولا من الکعب إلا قدرأصبع أوأصبعین یجوز، وإلا ......فلا، ولوستر القدم باللفافة جوزه مشائخ سمرقند ولم یجوزه مشائخ بخاریٰ آه. قال ح: والحق ما علیه مشائخ بخاریٰ. (قلت: ثم أراد الشامی التوفیق بین القولین بأن القول بالجواز إذاکانت اللفافة مخروزة وعدم الجواز إذاکانت مشدودة من دون الخرز، ثم قال): قال الفقیه أبوجعفر: الأصح أنه یجوزالمسح عند الکل لأنه کالجورب المنعل آه (ثم قال الشامی): ویؤخذ منه...... أنه یجوزالمسح علی المسمی فی زماننا بالقلشین إذا خیط فوق جورب رقیق ساتروإن لم یکن جلد القلشین واصلاً إلی الکعبین کما هوصریح ما نقلناه عن شرح المنیة، ویعلم أیضاً مما نقلناه جوازالمسح علی الخف الحنفی إذا خیط بما یستر الکعبین کالسروال المسمی بالشخشیر کما قاله سیدی عبد الغنی النابلسی وله فیه رسالة. ورأیت رسالة للشارح رحمه اللّٰه**

تعالیٰ رد فیها علٰی من قال بالجواز مستنداً فی ذلک إلیٰ أنهم لم یذکروا جواز المسح علی الجوربین إذا کانا رقیقین منعلین لاشتراطهم إمکان السفر، ولایتأتی فی الرقیق. والظاهر أنه أراد الرد علٰی سیدی عبد الغنی (إلٰی قوله) وأنت خبیر بالفرق الواضح بین الجورب الرقیق المنعل أسفله بالجلد وبین الخف القصیر عن الکعبین المستورین بما اتصل به من الجوخ الرقیق لأنه یمکن فیه السفر وإن کان قصیراً بخلاف الجورب المذکور. علٰی أن قول شرح المنیة: وإن کان رقیقاً فمع التجلید أو التنعیل الخ صریح فی الجواز علی الرقیق المنعل أو المجلد إذا کان النعل أو الجلد قویاً یمکن السفر به. ویعلم منه الجواز فی مسئلة الخف الحنفی المذکورة بالأولٰی، وقد علمت أن مذهب السمرقندیین إنما یسلم ضعفه لو کانت اللفافة غیر مخروزة وإلا فلا یحمل کلام السمرقندیین علیه،ویکون حینئذ فی المسئلة قولان، ولم نر من مشائخ المذهب ترجیح أحدهما علی الآخر، بل وجدنا فروعاً تؤید قول السمرقندیین کما علمت، وسنذکر ما یؤیده أیضاً، ثم رأیت رسالة أخریٰ لسیدی عبد الغنی رد فیها علٰی رسالة الشارح وسماها "الرد الوفی علٰی جواب الحصکفی فی مسألة الخف الحنفی" (إلٰی أن قال الشامی): ولکن لایخفٰی أن الورع فی الاحتیاطی، وإنما الکلام فی أصل الجواز وعدمه، واللّٰہ تعالیٰ أعلم (شامی: ج۱ص۲۴۲) وفیه بعد ذلک (تحت قول الدر: والمجلدین،انیس)

وفی حاشیة أخی جلبی علٰی صدر الشریعة: أن التقیید بالثخین مخرج لغیر الثخین ولو مجلداً، ولم یتعرض له أحد، قال: والذی تلخص عندی أنه لایجوز المسح علیه إذا جلد أسفله فقط أو مع مواضع الأصابع بحیث یکون محل الفرض الذی هو ظهر القدم خالیاً عن الجلد بالکلیة، لأن منشأ الاختلاف بینه وبین صاحبیه اکتفائهما بمجرد الثخانة وعدم اکتفائه بها، بل لابد عنده مع الثخانة من النعل أو الجلد آه وقد أطال فی ذلک. أقول: بل مأخوذ من کلام المصنف، وکذا من قول الکنز وغیره (إلٰی قوله) و قدمنا عن شرح المنیة: أنه لایشترط استیعاب الجلد جمیع ما یستر القدم آه. (شامی: جلد۱ص۲۴۹)

## بدائع الصنائع:

صاحب بدائع ؒ نے تفصیل کے موقع پر تو رقیق منعل کا کوئی حکم بصراحت بیان نہیں فرمایا، لیکن جوازِ مسح کی شرائط میں لکھا ہے:

وأما الذی یرجع إلی الممسوح فمنها: أن یکون خفاً یستر الکعبین لأن الشرع ورد بالمسح علی الخفین أما ما یستر الکعبین ینطلق علیه اسم الخف وکذا ما یستر الکعبین من الجلد مما سوی الخف کالمکعب الکبیر والمیثم لأنه فی معنی الخف آه.(بدائع: جلد۱ص۱۰)

اس عبارت کے جملے ’’وکذا ما یستر الکعبین من الجلد‘‘ میں الجلد کی قید اور سیاق عبارت سے یہی مستفاد ہے کہ جواز مسح کی شرط یہ ہے کہ پورے قدم پر کعبین تک کوئی ایسی چیز ساتر ہو جو یا چمڑا ہو یا چمڑے کے حکم میں ہو اور اس کی تائید صاحب بدائع کی ایک دوسری عبارت سے بھی ہوتی ہے جو بعد میں مذکور ہے:

**ولو انكشفت الظهارة وفي داخله بطانة من جلد ولم يظهر القدم يجوز المسح عليه آه. (بدائع: ج۱ص۱۱)**

جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر خف دوہرا ہو اور اوپر کا استر کھل جاوے اور صرف نیچے کا استر قدم کا ساتر باقی رہ جائے تو جواز مسح کو اس قید کے ساتھ مقید کیا ہے کہ نیچے کا استر بھی چمڑے کا ہو جس کا مفہوم یہی ہے کہ اگر نیچے کا استر چمڑا یا چمڑے کے حکم میں نہ ہو تو مسح جائز نہیں، ظاہر ہے کہ رقیق منعل میں چمڑے سے کھلا ہوا قدم کا باقی حصہ صرف رقیق کپڑے سے مستور ہے، اس پر بدائع کی تحریر کے موافق مسح جائز نہ ہوگا۔

## خلاصۃ الفتاویٰ:

صاحب خلاصہ نے جاروق مستور باللفافہ میں مشائخ سمرقند و بخارا کا اختلاف نقل فرمایا اور مشائخ بخاریٰ کا قول یعنی عدم جواز مسح اختیار کیا، جیسا کہ ان کی عبارت ذیل سے واضح ہے اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ منعل مروجہ ہندوستان یا خف حنفی یا قلشین پر جواز مسح کا قول جو شامی نے اختیار کیا ہے یہ حسب تصریح شامی اسی جاروق مستور باللفافہ کے حکم علی مذہب اہل سمرقند سے ماخوذ ہے جس سے واضح ہوا کہ صاحب خلاصہ جو اہل سمرقند کا قول اختیار نہیں کرتے وہ اس منعل مروجہ یا خف حنفی پر بھی مسح کی اجازت نہیں دیتے۔

**ولفظه: المسح على الجاروق إن كان يستر القدم ولا يرى من الكعب ولا من ظهر القدم إلا قدر أصبع أو أصبعين جاز المسح عليه وإن لم يكن كذلك لكن يستر القدم بالجلد إن كان الجلد متصلاً بالجاروق بالخرز جاز المسح عليه وإن شده بشيء فلا ولو ستره باللفافة جوزه مشائخ سمرقند ولم يجوزه مشائخ بخاریٰ آه (خلاصة: ج۱ص۲۸)**

عبارت مذکورہ میں صاحب خلاصہ نے جاروق پر مسح کے لئے دو شرطیں لکھیں ہیں ایک یہ کہ جو حصہ قدم کا جاروق سے مستور نہیں وہ چمڑے سے مستور ہو، دوسرے یہ کہ وہ چمڑا بھی جاروق میں سلا ہوا ہو علاحدہ نہ ہو، جس سے معلوم ہوا کہ وہ مشائخ بخاریٰ کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں۔

## البحر الرائق:

صاحب بحر کی تحقیق اس مسئلہ میں بعینہ وہی ہے جو صاحب خلاصہ کی ہے کہ جاروق مستور باللفافہ پر مسح کو جائز نہیں سمجھتے، جیسا کہ علماء بخاریٰ کا مذہب ہے اور جس کا نتیجہ یہ ہے کہ منعل مروجہ ہندوستان اور خف حنفی پر بھی ان کے

نزدیک مسح بدرجہ اولیٰ جائز نہیں چنانچہ صاحبؔ بحر نے خلاصہؔ کی بعینہٖ عبارت نقل فرمائی اور اسی پر تفریع کر کے بحوالہ معراجؔ نقل فرمایا ہے کہ:

**وأما الخف الدوراني الذی یعتاده فقهاء زماننا فإن کان مجلداً یستر جلده الکعب یجوز وإلا فلا، کذا في المعراج آه. (بحر: ج۱ص۱۹۲)**

خف دورانی کی کوئی تشریح بحرؔ یا حاشیہ بحرؔ میں منقول نہیں، لیکن خود عبارت مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی ایسی ہی جراب ہے جس کا کپڑا رقیق ہو اور پورے قدم پر چمڑا مستوعب نہ ہو جیسا کہ منعل مروجہ ہندوستان اور خف حنفی کی کیفیت ہے۔ الغرض صاحبؔ بحر اور صاحبؔ معراج کے نزدیک بھی رقیق منعل پر مسح جائز نہیں۔

## فتاویٰ عالمگیری:

عالمگیریؔ میں بھی خلاصۃؔ الفتاویٰ کی عبارت مذکورہ متعلقہ جاروق نقل کر کے اس پر کوئی تنقید نہیں کی گئی جس سے ظاہر ہے کہ اسی کو اختیار کیا گیا، اور صاحبؔ خلاصہ وصاحبؔ بحر وغیرہ کی طرح عالمگیریؔ کے کلام کا نتیجہ بھی یہی ہوا کہ رقیق منعل پر مسح جائز نہیں (عالمگیری طبع مصر: ۱/۳۰)

## طحطاوی:

طحطاویؔ نے حاشیہ درمختارؔ میں صراحۃً اہل سمرقند کے قول کو ضعیف اور اہل بخاریٰ کے قول کو معتمد علیہ قرار دیا ہے:

**”ولفظه تحت قول الدر (وجوز مشائخ سمرقند لستره باللفافة): هذا ضعیف والمعتمد ما علیه أهل بخاریٰ من أنه لایجوز إلا إذ خیط بثخین بحیث لا یشف الماء کجوخ ونحوه“، حلبی آه. (طحطاوی: ص۱۳۷)**

نیز طحطاویؔ نے حاشیہ مراقیؔ الفلاح میں اس کی بھی تصریح کر دی ہے کہ یہ حکم صرف جاروق کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر وہ موزہ جس کا چمڑا کعبین تک نہ پہنچے اس میں یہ شرط ہے کہ بقیہ قدم پر ثخین کپڑا ہو رقیق کافی نہیں، یہ عبارت مراقی الفلاح کی عبارت کے تحت میں آتی ہے۔

## مراقی الفلاح:

مراقی الفلاح میں شرائط مسح کے ذیل میں فرمایا ہے:

**الثاني: سترهما للکعبین من الجوانب فلا یضر نظر الکعبین من أعلی خف قصیر الساق والذی لا یغطی الکعبین إذا خیط بثخین کجوخ یصح المسح علیه آه. قال الطحطاوی تحت قوله (والذی لا یغطی الکعبین): وذلک کالزربول وهو في عرف أهل الشام ما یسمی مرکوباً في عرف أهل مصر، کما في تحفة الأخیار، آه (طحطاوی علی المراقی: ص۷۰)**

صاحب مراقی الفلاح اور طحطاوی کا مذکور الصدر کلام ہندوستان کی مروجہ رقیق منعل جرابوں پر عدم جواز مسح کے لئے نص ہے۔

**خلاصۂ کلام:**

عبارت مذکورہ سے بخوبی واضح ہوگیا کہ رقیق منعل کے متعلق متقدمین حنفیہ کے کلمات یا ساکت ہیں یا عدم جواز کے قائل، اور متأخرین حنفیہ بھی اس پر تو متفق ہیں کہ معمولی سوتی جرابوں کو منعل کرلیا جائے تو وہ مسح کے لئے کافی نہیں صرف وہ اونی جرابیں متأخرین میں زیر بحث واختلاف ہیں جو دبیز ومضبوط ہوں مگر ثخین کی حد میں داخل نہ ہوں جب ان کو منعل کرلیا جائے یعنی تلے پر یا تلے اور پنجے اور ایڑی پر چمڑا لگالیا جاوے باقی قدم پر چمڑا نہ ہو، اس پر مسح کو بعض حضرات جائز فرماتے ہیں بعض ناجائز۔

اور عبارات مرقومہ میں یہ بھی واضح ہوگیا کہ زیادہ تر مشائخ متأخرین اس پر بھی عدم جواز ہی کے قائل ہیں، جواز کی تصریح صرف شارح منیہ اور علامہ شامی اور شیخ عبدالغنی نابلسی سے منقول ہے اور وہ بھی اس کو خلاف تقویٰ قرار دیتے ہیں، ان کے مقابلہ میں صاحب درمختار نے مستقل رسالہ عدم جواز پر لکھا ہے اور خود شامی نے اس قول کی تائید متعدد مشائخ سے نقل کی ہے اور اخی چلپی کی تصریح عدم جواز پر ذکر فرمائی، ان کے علاوہ صاحب بدائع، صاحب خلاصہ، صاحب بحر، عالمگیری، طحطاوی، مراقی الفلاح سب عدم جواز پر متفق ہیں۔

اس اختلاف کے ساتھ جب اصول پر نظر کی جائے تو واضح ہوتا ہے کہ اصل فریضہ پاؤں کا دھونا ہے جو نص قرآنی سے ثابت ہے۔ خفین پہننے کی صورت میں احادیث متواترہ سے ثابت ہوگیا کہ مسح بھی کافی ہے اب اس حکم کو خفین سے متجاوز کرکے جرابوں میں جاری کرنا بھی اس شرط کے ساتھ ہونا چاہئے کہ ان جرابوں کا بحکم خفین ہونا اور تمام شرائط خفین کا ان میں متحقق ہونا یقینی طور پر ثابت ہوجائے اور جس جراب میں شک رہے کہ وہ بحکم خفین ہے یا نہیں اور شرائط خفین اس میں متحقق ہیں یا نہیں اس پر مسح کی اجازت نہ دی جائے، بقاعدہ: **الیقین لا یزول بالشک.**

اور اسی احتیاط کی بنا پر حضرت امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے ثخین جرابوں پر بھی جواز مسح کے لئے پورا مجلد ہونا شرط قرار دیا ہے منعل کو بھی کافی نہیں سمجھا اور امام اعظمؒ کے اصل مذہب میں روایت حسنؒ بھی یہی ہے کہ ثخین کو جب تک پورا مجلد کعبین تک نہ کیا جاوے، اس وقت تک مسح جائز نہیں۔ البتہ ظاہر الروایہ میں ثخین منعل کو کافی قرار دیا گیا ہے۔ **(کما ذکرہ فی الخانیة)**

جصاص نے احکام القرآن میں اسی اصول پر کلام کا مدار رکھا ہے:

**واختلف فی المسح علی الجوربین فلم یجزہ أبوحنیفةؒ والشافعیؒ إلا أن یکونا مجلدین وحکی الطحاویؒ عن مالکؒ أنه لایمسح وإن کانا مجلدین وحکی بعض أصحاب مالکؒ عنه أنه لایمسح إلا أن یکونا مجلدین کالخفین، وقال الثوریؒ وأبویوسفؒ ومحمدؒ والحسنؒ بن**

صالح يمسح إذا كانا ثخينين وإن لم يكونا مجلدين. والأصل فيه أنه قد ثبت أن مراد الآية الغسل علىٰ ما قدمنا فلولم ترد الآثار المتواترة عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فى المسح على الخفين لما أجزنا المسح فلما وردت الآثارالصحاح واحتجنا إلى استعمالها مع الآية استعملناها معها علىٰ موافقة الآية فى احتمالها المسح وتركنا الباقى علىٰ مقتضى الآية ولما لم ترد الآثار في المسح على الجوربين فى وزن ورودها فى المسح على الخفين أبقينا حكم الغسل علىٰ مراد الآية ولم ننقله عنه آه.

## نتیجۂ کلام:

الغرض اگر دبیز اونی جرابوں کو منعل کرلیا جاوے یعنی صرف تلے پر یا پنجے اور ایڑی پر بھی چمڑا چڑھالیا جاوے تو اس پر مسح کرنا شامی اور شارح منیہ جائز مگر خلاف تقویٰ قرار دیتے ہیں اور دوسرے عامۂ مشائخ ناجائز فرماتے ہیں۔

اور ایسے اکابر علما ومشائخ کے اختلاف میں کسی جانب کو ترجیح دینا گو ہم جیسوں کا کام نہیں لیکن بضرورت دینیہ اس سے چارہ بھی نہیں کیونکہ اس پر تمام امت کا اتفاق واجماع ہے کہ ائمہ کی مختلف روایات یا فقہا کے مختلف اقوال اگر کسی مسئلہ میں سامنے آئیں تو عمل کرنے والے اور فتویٰ دینے والے کے لئے جائز نہیں ہے کہ بلاتحقیق اور اپنی قدرت ووسعت اور علم وفہم کے موافق وجوہ ترجیح پر نظر کئے بغیر کسی ایک روایت یا ایک قول کو اختیار کرے کیونکہ اگر ایسا کرے گا تو یہ شریعت کا اتباع نہ ہوگا بلکہ اتباع ھویٰ ہوگا۔

كماصرح به الشامى فى عقودرسم المفتى وقد أطال الكلام فيه حيث قال: وقدنقلوا الإجماع علىٰ ذلك ففى الفتاوىٰ الكبرىٰ للمحقق ابن حجرالمكى قال فى زوائد الروضة: إنه لايجوز للمفتى والعامل أن يفتى أو يعمل بما شاء من القولين أوالوجهين من غيرنظر وهذالاخلاف فيه وسبقه إلىٰ حكاية الإجماع فيها ابن الصلاح والباجى من المالكية فى المفتى آه. (رسائل ابن عابدين: ج ا ص ۱۰)

اب وجوہ ترجیح میں اگر طبقات فقہا کے اعتبار سے غور کیا جائے تو ناجائز کہنے والے حضرات طبقہ اور درجہ میں قائلین جواز سے اقدم وارفع ہیں جیسے صاحب بدائع وصاحب خلاصہ وغیرہ اور دلیل کے اعتبار سے دیکھا جائے تو دلیل بھی انہیں حضرات کی راجح معلوم ہوتی ہے کیونکہ حسب تصریح جصاص محقق ابن ہمام جرابوں پر مسح کے جواز کا مدار اس پر ہے کہ یہ جرابیں یقینی طور پر خف کے ساتھ ملحق اور بحکم خف ہوں اور جس میں شبہ رہے وہ بحکم خفین نہیں ہوسکتی، اور فریضہ اصلی جو پاؤں کا دھونا ہے مشتبہ چیز کے لئے نہیں چھوڑا جاسکتا، اس لئے خیال احقر کا یہ ہے کہ اس قسم کی جرابوں پر بھی مسح کی اجازت نہ دی جائے۔ واللّٰہ تعالیٰ المسئول للتسديد وهو من فضله وكرمه غير بعيد

و آخر دعوانا أن الحمد للّٰہ رب العالمین.

کتبہ الأحقر محمد شفیع عفا اللّٰہ عنہ خادم دار الإفتاء بدار العلوم دیو بند. فی خمسة أیام من محرم الحرام ۱۳۶۱ھ.

## تتمہ: فائدہ اول:

مجلد اور منعل جن کی تعریف اور احکام اوپر مفصل مذکور ہوئے ان کے علاوہ ایک قسم اور بھی کتب فقہ میں ذکر کی جاتی ہیں یعنی مبطن فی عبارة شرح المنیة نمبر ۴، لیکن چونکہ اس کا رواج زیادہ نہیں اس لئے اس کے احکام کو تفصیلاً ذکر نہیں کیا گیا۔

تعریف مبطن کی یہ ہے کہ کپڑے کی جراب کے اندر کی جانب چمڑا لگایا جاوے تو گویا یہ قسم مجلد کا عکس ہے کہ مجلد میں کپڑا اندر اور چمڑا اوپر ہوتا ہے اور اس میں چمڑا اندر اور کپڑا اوپر ہوگا اس کے احکام کی تفصیل کپڑے کے باریک اور موٹے ہونے کے بارے میں کتب متداولہ میں ملی بھی نہیں اور کچھ زیادہ حاجت بھی نہیں اس لئے ترک کی گئی۔

## فائدہ دوم:

اگر کپڑے کی جرابیں (خواہ موٹے کپڑے کی ہوں یا باریک کی) پہن کر ان کے اوپر چمڑے کے موزے پہنے جاویں تو ان پر مسح جائز ہے۔ فتویٰ محققین کا اسی پر ہے گو بعض علماء روم نے تبعاً فتاویٰ الشاذی عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے،

وذلک لما فی البحر الرائق وقد وقع فی عصرنا بین فقهاء الروم بالروم کلام کثیر فی هذه المسئلة فمنهم من تمسک بما فی فتاویٰ الشاذی وأفتٰی بمنع المسح علی الخف الذی تحته الکرباس ورد علی ابن الملک فی عزوه للکافی إذ الظاهر أن المراد به کافی النسفی ولم یوجد فیه ومنهم من أفتٰی بالجواز وهو الحق لما قدمناه عن غایة البیان، انتهٰی. قلت: وأیده العلامة الشامی فی حاشیة البحر بقول شرح المنیة یعلم منه جواز المسح علٰی خف لبس فوق مخیط من کرباس أو جوخ ونحوهما مما لا یجوز علیه المسح (بحر: ج۱، ص۱۹۰، ۱۹۱) وهذا اٰخر ما أراد العبد الضعیف فی هذه العجالة واللّٰه المستعان فی کل حاجة وحالة واللّٰه تعالٰی المسئول أن یجعل أخراه خیراً من أولاه ولایجعله ممن استوی یوماه. ۲/صفر ۱۳۶۱ھ.

## احکام المسح:

چونکہ رسالہ ہذا (رسالہ نیل المآرب فی المسح علی الجوارب) میں یہ تفصیل مکمل آ گئی ہے کہ کس قسم کی جرابوں پر مسح

جائز ہے اور کس پر نہیں، مناسب معلوم ہوا کہ اس کے ساتھ مسح علی الخفین کے ضروری احکام بھی لکھ دیے جائیں تا کہ عمل کرنے والوں کے لئے یہی رسالہ کافی ہو جائے۔

**مسئلہ:** مسح علی الخفین جائز ہے انکار کرنا اس کا فسق ہے لیکن موزے نکال کر پاؤں دھونا افضل، البتہ اگر کسی ایسے مجمع میں ہو جہاں مسح علی الخفین کو جائز ہی نہ سمجھتے ہوں تو وہاں مسح کرنا افضل ہے (درمختار، شامی: ج ا ص ۲۴۳)

**مسئلہ:** اگر وضو کے لئے پانی کم ہو کہ موزہ نکال کر پاؤں دھونے میں اتنی دیر لگ جائے گی کہ نماز کا وقت نکل جائے، تو موزہ پر مسح کرنا واجب ہو جائے گا۔ (شامی)

**مسئلہ:** موزہ پر مسح کے لئے شرط یہ ہے کہ موزہ پہننے والے کو وضو ٹوٹنے سے پہلے طہارت کاملہ حاصل ہو تو جس شخص نے بلا وضو کے موزے پہن لئے اس کو مسح کرنا موزہ پر جائز نہیں (ہدایہ)

**مسئلہ:** اگر موزہ کسی جگہ سے پاؤں کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر پھٹا ہوا ہو جس سے چلنے کے وقت پاؤں ظاہر ہوتا ہو تو مسح اس پر جائز نہیں (شامی)

اور اگر ایک ہی موزہ میں مختلف جگہ خرق (پھٹن) ہو جو علاحدہ علاحدہ تو تین انگلیوں کی مقدار نہیں مگر سب کو ملا دیا جاوے تو تین انگلیوں کی برابر ہو جائے، اس صورت میں بھی مسح جائز نہیں اور اگر دونوں موزوں میں مختلف جگہ خروق ہیں، لیکن ہر ایک موزہ کی مجموعی خروق تین انگلیوں کے برابر نہیں تو مسح کرنا جائز ہے (شامی، درمختار وغیرہ)

**مسئلہ:** اگر موزہ میں کوئی طولانی خرق ایسا ہے کہ چلنے کے وقت پاؤں کھلتا نہیں اگر چہ دیکھنے سے اندر کا پاؤں نظر نہیں آتا ہو تو وہ مسح کے لئے مانع نہیں بلکہ مسح جائز ہے کیونکہ مانع مسح پاؤں کا نظر آنا نہیں ہے بلکہ کھل جانا مانع ہے۔ (درمختار، شامی)

## مسح کا طریقہ:

موزوں کے مسح میں فرض، ہاتھ کی چھوٹی تین انگلیوں کی مقدار ہے اور سنت یہ ہے کہ پورے ہاتھ کی انگلیوں سے اس طرح مسح کیا جاوے کہ داہنے ہاتھ کی انگلیاں داہنے پاؤں اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں پاؤں پر رکھے پھر ان کو پنڈلی کی طرف ٹخنوں سے اوپر تک کھینچ دے۔ (شامی بحوالہ قاضی خان: ج ا ص ۲۴۶)

**مسئلہ:** یہ مسح موزے کے اوپر کے حصہ پر ہونا چاہئے تلے پر مسح کرنا سنت نہیں۔ (۱) (شامی)

---

(۱) لیکن اگر کوئی شخص ایسا لنگڑا ہو جس کا پاؤں الٹا ہو، یعنی اوپر والا حصہ مڑ کر نیچے چلا گیا ہو اور نیچے والا اوپر آ گیا ہو، ایسے شخص کے لئے یہ تفصیل ہے کہ اگر پاؤں کے اوپر والا حصہ تین انگلیوں کے بقدر اوپر ہو تو اس پر مسح کرے گا۔ (التجنیس مخطوطہ: ص ۱۴) اور اگر قدم کا اوپری حصہ پوری طرح نیچے ہو تو اسی حصہ پر مسح کرے گا اگر چہ نیچے کی جانب ہو۔ (طہارت کے احکام و مسائل، صفحہ ۱۴۸، ۱۴۹، انیس الرحمٰن قاسمی)

## مدت مسح:

**مسئلہ:** مدت مسح، مقیم کے لئے ایک دن ایک رات ہے اور مسافر کے لئے تین دن تین رات یعنی مقیم نے جب وضوکر کے موزہ پہن لیا تو ایک دن ایک رات تک وضوٹوٹ جانے کے باوجود اس کوموزہ نکالنے کی ضرورت نہیں بلکہ موزہ پرمسح کر کے نماز پڑھ سکتا ہے اسی طرح مسافر تین دن تین رات تک اور جب یہ مدت گزر جائے تو مسح کرنا کافی نہ ہوگا بلکہ پاؤں دھونا ضروری ہوگا۔

**مسئلہ:** اگر کسی شخص کی مدت مسح ختم ہوگئی لیکن وضواس کا باقی ہے تو اس کو اختیار ہے کہ موزہ نکال کر صرف پاؤں دھولے یا پورا وضوکر لے لیکن پورا وضودوبارہ کر لینا اولیٰ ہے۔ (**شامی عن الملتقیٰ: ج۱ص۲۵۵**)

## نواقض مسح:

جن چیزوں سے وضوٹوٹ جاتا ہے ان سے مسح بھی ٹوٹ جاتا ہے نیز مسح خفین امور ذیل سے بھی ٹوٹ جاتا ہے

(۱) کسی موزہ کونکال لینا۔ پس اگر اکثر حصہ کسی قدم کا موزہ سے باہر آ گیا یا تین انگلیوں سے زائد موزہ میں خرق پیدا ہوگیا، تو مسح ٹوٹ جائیگا اب واجب ہے کہ دونوں موزوں کونکال کر پاؤں دھوئے۔

(۲) گزرنا مدت مسح کا۔ اس صورت میں بھی نکال کر پاؤں دھونا واجب ہے۔(۱) (شامی)

**مسئلہ:** اگر کوئی شخص ایسے برفستان میں ہے کہ وہاں اگر موزے نکالے جاویں تو سردی کی وجہ سے پاؤں بالکل بیکار ہو جانے کا قوی اندیشہ بغالب ظن ہو جائے تو ایسے وقت باجود مدت ختم ہونے کے برابر اس پرمسح کرتے رہنا جائز ہے۔ کیونکہ اس صورت میں یہ موزہ بحکم جبیرہ ہو جاتا ہے۔(۲) (**کذا فی الدر المختار وأقره الشامی: ج۱ص۲۵۵**)

**مسئلہ:** مقیم اگر اپنی مدت ایک دن ایک رات پورا کرنے سے پہلے مسافر ہوگیا تو اب مدت سفر تین دن تین رات تک اس کومسح کرنے کا اختیار حاصل ہوگیا اور اگر مسافر بعد ختم ہونے ایک دن ایک رات کے مقیم ہوگیا تو اب وہ بدوں پاؤں دھوئے ہوئے نماز نہیں پڑھ سکتا۔ مسح اس کے لئے جائز نہیں رہا۔ (درمختار) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔ مفتی دارالعلوم دیوبند۔ ۲ رصفر ۶۱ ہجری۔

---

(۱) مسح کی مدت پوری ہو جانے پر بھی مسح ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر کسی اور وجہ سے وضو نہ ٹوٹا ہو تو موزہ اتار کر دونوں پاؤں دھوئے، پورے وضو کا دہرانا ضروری نہیں۔ اور اگر وضوٹوٹ گیا ہو تو موزے اتار کر پورا وضوکرے۔ (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۱۵۴، انیس)

(۲) زخمی پیر کا مسح: اگر کسی شخص کے پاؤں میں زخم ہو اور اس حصہ کو وضو میں دھونے سے ضرر ہو تو اس کے لئے اجازت ہے کہ زخم کے حصہ پرمسح کرے اور اگر پٹی بندھی ہو تو اس پرمسح کرے اور باقی حصہ کو دھولے اور ایسا شخص اگر دونوں پاؤں میں موزہ پہن لے تو اس کے لئے موزہ پرمسح کرنا جائز ہوگا۔ اور اگر اس کے لئے زخمی پاؤں میں موزہ پہننا ممکن نہ ہو اور ایک پاؤں میں موزہ پہن رکھا ہو تو اس کے لئے موزہ پرمسح جائز نہیں ہے (الفتاویٰ التاتارخانیہ: ۱/۲۸) ۔ (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۱۵۰، انیس)

میں نے مسح علی الجوربین کی بحث پڑھی حق تعالیٰ مفتی صاحب کے اعمال اور علوم میں برکت دے نہایت تحقیق تفتیش سے جواب لکھا ہے بہر حال میرے نزدیک مفتی صاحب کی تحقیق صحیح ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب فی کل باب شبیر احمد عثمانی دیوبندی، ۸؍صفر ۶۱ھجری۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند یعنی امداد المفتین: ۲؍۲۴۷ تا ۲۶۲)

## موزہ پر بوٹ ہوتو اس پر مسح جائز ہے یا نہیں:

سوال: ہم لوگ موزہ پا تابہ سوتی پہنتے ہیں اس کے اوپر بوٹ جوتا جو کہ ٹخنوں کو چھپائے رکھتا ہے اس پر مسح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

سوتی جراب کے اوپر اگر چرمی موزہ وضو پر پہنا جاوے، تو مسح اس پر درست ہے اور بوٹ جوتا اگر سوتی جراب پر پہنا جاوے اور ٹخنے ڈھکے رہیں اور وہ بوٹ نیچے سے بھی طاہر ہوتو اس پر بھی مسح درست ہے۔ (۱) (فتاویٰ دار العلوم: ۱؍۲۷۳)

## جرابوں کے ہوتے ہوئے موزوں پر مسح کا حکم:

سوال: اگر ایک شخص پہلے سوتی جراب پہن کر اس کے اوپر موزے پہن لے تو کیا ایسی صورت میں ان موزوں پر مسح کرنا جائز ہے؟

الجواب

صورت مسئولہ میں مسح حقیقتاً موزوں پر ہی رہتا ہے، موزوں کے نیچے جراب پہننا کوئی مانع مسح عمل نہیں، لہٰذا جرابوں کے ہوتے ہوئے بھی موزوں پر مسح شرعاً مقبول ہے۔

---

(۱) المسح على الخفين جائز بالسنة الخ إذا لبسهما علىٰ طهارة كاملة ثم أحدث. (هداية، باب المسح على الخفين: ۱؍۵۷، ظفیر)

(قال العلامة الحصكفي: (شرط مسحه) ثلاثة أمور: الأول (كونه ساتر)......(القدم مع الكعب) أويكون نقصانه أقل من الخرق المانع، فيجوز على الزربول لومشدوداً. .......(و) الثاني (كونه مشغولاً بالرجل) ليمنع سراية الحدث...... (و) الثالث (كونه مما يمكن متابعة المشي) المعتاد (فيه) فرسخاً فأكثر.

قال ابن عابدين: (قوله لومشدوداً) لأن شده بمنزلة الخياطة وهو مستمسک بنفسه بعد الشد كالخف المخيط بعضه ببعض فافهم، وفي البحر عن المعراج: ويجوز على الجاروق المشقوق علىٰ ظهر القدم وله أزرار يشدها عليه تسده لأنه كغير المشقوق وإن ظهر من ظهر القدم شيء فهو كخروق الخف آه. (الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۱ ص ۱۸۲، ۱۸۳، باب المسح على الخفين، انیس)

قال ابن عابدینؒ: (قوله أوجرموقیه)...... (قوله ولوفوق خف)......(قوله أولفافة) أی سواء کانت ملفوفة علی الرجل تحت الخف أوکانت مخیطة ملبوسة تحته کما أفاده فی شرح المنیة.(ردالمحتارعلی الدرالمختار،باب المسح علی الخفین:۱/۲۶۸،۲۶۹)(۱)

(فتاویٰ حقانیہ:۲/۵۵۴)

## جراب سوتی کے اوپر چمڑے کا موزہ پہن کر اس پر مسح:

سوال: کیا چرمی موزوں کے اندر جن پر مسح درست ہے، آیا جراب پہننا درست ہے یا نہیں اور ان چرمی موزوں کے اندر جراب پہننے کی صورت میں مسح درست ہے یا نہیں؟ جواب باصواب سے مطلع فرمایا جاوے۔

الجواب

فی الدرالمختار: (أوجرموقیه) ولوفوق خف أولفافة، ولا اعتبار بما فی فتاویٰ الشاذی،لأنه رجل مجهول لا یقلد فیما خالف المنقول، فی رد المحتار: ثم الذی فی هذه الفتاویٰ هومانقله عنها فی شرح المجمع من التفصیل،وهو أن مایلبس من الکرباس المجرد تحت الخف یمنع المسح علی الخف لکونه فاصلاً وقطعة کرباس تلف علی الرجل لا تمنع لأنه غیرمقصود باللبس،وقد أطال فی رده فی شرح المنیة والدرروالبحر لتمسک جماعة به من فقهاء الروم، قال ح: وقد اعتنیٰ یعقوب باشا بتحقیق هذه المسئلة فی کراسة مبیناً للجواز لما سأله السلطان سلیم خان آه.(۲)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ صورت مذکورۂ سوال میں مسح درست ہے۔

امداد ج اص ۱۰، ۱۳۴۳ھ۔ تتمۂ خامسہ ص ۳۶۲ (امدادالفتاویٰ جدید:۱/۸۱-۸۲)

## چرمی موزے کے نیچے جراب ہو تو مسح جائز ہے:

سوال: چمڑوں کے موزوں کے نیچے اگر سوتی یا اونی جراب پہن لئے جائیں تو موزوں پر مسح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) قال إبراهیم الحلبیؒ: یعلم منه جوازالمسح علیٰ خف لبس فوق خف مخیط من کرباس أوجوخ أونحوهما مما لایجوزعلیه المسح لأن الجرموق إذا کان بدلاً عن الرجل وجعل الخف مع جواز المسح علیه فی حکم العدم فلأن یکون الخف بدلاً عن الرجل ویجعل ما لایجوز المسح علیه فی حکم العدم أولیٰ کما فی اللفافة .(کبیری.فصل فی المسح علی الخفین:۱۱۲، ومثله فی البحرالرائق، باب المسح علی الخفین:۱/۱۸۱)

(۲) ردالمحتارعلی الدرالمختار،باب المسح علی الخفین:۱/۲۶۸،۲۶۹،انیس

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

جائز ہے۔قال فی البحر بعدذكر الاختلاف: ومنهم من أفتٰى بالجواز وهو الحق لما قدمناه عن غاية البيان وأيده العلامة ابن عابدين رحمه اللّٰه تعالٰى فى منحة الخالق بقول شارح المنية يعلم منه جواز المسح علٰى خف لبس فوق مخيط من كرباس أو جوخ ونحوهما مما لا يجوز عليه المسح. (البحر الرائق: ۱/۱۹۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۴ رمضان ۹۸ھ (احسن الفتاویٰ: ۲/۶۵)

## جس سوتی موزے پر چمڑا جوتے کے برابر چڑھالیا گیا ہے، اس پر مسح جائز ہے یا نہیں:

سوال: سوتی جراب پر اگر چمڑا اس طور سے چڑھالیا جاوے کہ جو حصہ جوتے میں چھپا رہتا ہے صرف اس پر چمڑا چڑھالیا ہو، تو حنفیہ کے نزدیک اس پر مسح درست ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ

سوتی جراب پر اگر نیچے چمڑا چڑھالیا گیا ہو جیسا کہ سوال میں اس کی تفصیل درج کی گئی ہے، اس پر حنفیہؒ کے نزدیک مسح درست ہے، درمختار میں جوربین منعلین پر مسح درست لکھا ہے، منعلین بھی قسم جراب کی ہے جس کے نیچے کا حصہ، جو جوتے میں چھپا رہتا ہے، اس پر چمڑا ہو۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۲۶۹-۲۷۰)

## جراب جو بغیر باندھے ٹھہری رہے اور اس پر دوسری جراب پہنے، تو اس پر مسح درست ہوگا یا نہیں:

سوال: (۱) جو جراب بغیر باندھے ٹھہری رہتی ہو اور اس پر مسح درست ہو، اگر اس کے اوپر کوئی دوسری جراب پہن لے خواہ وہ دبیز نہ ہو، لیکن اس طرح پہن لینے سے ٹھہری رہے تو اوپر والی جراب پر مسح کرنا درست ہے یا نہ؟

## چند باریک جرابیں تہہ بہ تہہ پہن لے تو مسح جائز ہے یا نہیں:

سوال: (۲) دو یا تین جرابیں جو زیادہ سخت و دبیز نہیں ہیں یکے بعد دیگرے تہہ بہ تہہ پہن لینے سے بغیر باندھے ٹھہری رہیں اور چلنے پھرنے سے بھی ٹھہری رہیں تو اوپر والی جراب پر مسح درست ہے یا نہیں؟

---

(۱) وصح (المسح) على الجرموق والجراب المجلد والمنعل والثخين أى يجوز المسح على الجراب إذا كان مجلدا، أو منعلا أو ثخينا يقال جورب مجلد إذا وضع الجلد علٰى أعلاه وأسفله وجورب منعل الذى وضع علٰى أسفله جلدة كالنعل للقدم. (البحر الرائق، باب المسح على الخفين: ۱/۱۹۱، ظفیر)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

(۱) اگر وہ اوپر والی جراب دبیز قابل مسح نہ ہو اور نہ ایسی رقیق ہو کہ اوپر مسح کرنے سے اندر کے موزہ پر پانی کا اثر پہنچ جاوے تو اس پر مسح درست نہیں ہے۔(۱)

(۲) اس صورت میں مسح درست نہیں ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم:۱/۲۷۳۔۲۷۴)

## پلاسٹک کے موزے پر جراب ہو تو مسح جائز نہیں:

سوال: اگر پلاسٹک کا موزہ بنوالیا جائے اور اس کے اوپر سوتی جراب پہن لیا جائے تو اس پر مسح جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجوابـــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اگر پلاسٹک کو جراب کے ساتھ سی لیا جائے تو اس پر مسح جائز ہے اس کو مبطن کہا جاتا ہے۔

**إن ما كان رقيقاً منها (أی من الجلد الرقيق) لايجوز المسح عليه اتفاقاً إلا أن يكون مجلداً أو منعلاً أو مبطناً (شرح المنية:۱۲۱)**

بدوں سلائی کئے جراب پر مسح جائز نہیں، اس لیے کہ مسح چرمی موزہ پر مشروع ہے اور جراب پر مسح کرنے سے موزہ پر مسح متحقق نہیں ہو، بخلاف مبطن کے کہ اس میں کپڑا اور چمڑا سلائی کے ذریعہ ایک ہو جاتے ہیں اس لیے اس پر مسح جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۴ رمضان ۹۸ھ (احسن الفتاویٰ:۲/۶۵۔۶۶)

---

(۱) ولايجوز المسح على الجوربين عند أبی حنيفةؒ إلا أن يكون مجلدين أومنعلين وقالا: يجوز إذا كانا ثخينين لما روی أن النبی صلى الله عليه وسلم مسح علىٰ جوربيه ولأنه يمكنه المشی فيه إذا كان ثخيناً و هو أن يستمسك على الساق من غير أن يربط بشيء فأشبه الخف (هداية،باب المسح على الخفين:۱/۶۱،ظفیر)

عن مغيرة بن شعبة: توضأ رسول الله صلى الله عليه وسلم ومسح على الجوربين والنعلين...وروی هذا عن أبی موسیٰ الأشعریؓ عن النبی صلى الله عليه وسلم أنه مسح على الجوربين وليس بالمتصل ولا بالقوی،قال:ومسح على الجوربين علیؓ وأبو مسعودؓ والبراءؓ وأنسؓ وأبو أمامةؓ وسهل بن سعد وعمروؓ بن حريث وروی ذلك عن عمرؓ وابن عباسؓ.(جمع الفوائد،المسح على الخفين:۱۱۸، قال المحقق سليمان بن دريع العازمی:رواه أبو داؤدؒ(۱۵۳)وصححه الألبانیؒ فی صحيح أبی داؤدؒ:۱۴۲،انیس)

(۲) (وإذا كان لم يكن منعلاً وكان رقيقاً غير جائز اتفاقاً.(البحر الرائق، باب المسح على الخفين:۱/۱۹۲،ظفیر)

اگر کوئی شخص چمڑے کے موزوں کے اوپر موزہ پہنے اور یہ اوپر والے موزے ایسے ہوں جن میں مسح کے شرائط نہیں پائے جاتے ہوں، لیکن ایسے باریک و رقیق ہوں، جن سے مسح کی تری تجاوز کر کے نیچے کے موزوں تک پہنچ جائے تو ان اوپر والے موزوں پر مسح جائز نہیں ہے۔

(طہارت کے احکام و مسائل،صفحہ ۱۴۶، ۱۴۷، انیس)

## پلاسٹک کے موزے کے استعمال کا حکم:

سوال: میں اپنے ہاتھوں سے مجبور ہوں اسی وجہ سے میں پلاسٹک کا موزہ بنوایا ہوں اپنی عافیت کے لئے نماز کے وقت اس کو پہن لیتا ہوں لیکن اکثر مصلیوں کا قول ہے کہ نماز درست نہ ہوگی، براہ کرم جواب سے مطلع فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

مچھر وغیرہ سے حفاظت کے لئے، اس طرح کا موزہ اگر پاؤں میں ڈالدیا جائے، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں نماز ہوجائے گی۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

العبد حبیب اللہ القاسمی ۔ (حبیب الفتاویٰ: جلد سوم ص ۴۴)

×××

(۱) پلاسٹک کے موزے پر مسح کرنا جائز ہوگا، بشرطے کہ اس میں موزے کے شرائط پائے جاتے ہوں۔ (طہارت کے احکام ومسائل صفحہ: ۱۴۶، انیس الرحمٰن قاسمی)

# فرائض غسل

## غسل کے فرائض ادا کئے بغیر غسل نہیں:

سوال: مسلم یا غیر مسلم غسل کے فرائض ادا کئے بغیر پاک ہوسکتا ہے؟

ھو المصوب

مسلمان اگر ناپاک ہو جائے تو طہارت کے بعد پاک ہو جاتا ہے۔ غیر مسلم مکلّف نہیں ہے، اس لئے اس کی پاکی یا ناپاکی کا اعتبار نہیں۔

نوٹ: غیر مسلم کو غسل سے جسمانی پاکی حاصل ہو جائے گی، لیکن عقیدے کی نجاست کے سبب پاکی مفید نہیں۔(۱)

تحریر: محمد ظفر ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۱/۲۴۵)

## غسل میں غرغرہ فرض ہے یا کلی:

سوال: غسل میں کلی فرض ہے یا غرغرہ۔ زید کہتا ہے کہ غسل میں غرغرہ فرض ہے، عمر کہتا ہے کہ کلی فرض ہے؟

الجواب

غسل میں کلی کرنا فرض ہے اس طرح کہ تمام منھ میں پانی پہنچ جائے (۲) اور غرغرہ کرنا سنت ہے غیر صائم کے لیے۔

---

(۱) طہارت و پاکیزگی اللہ کو پسند ہے اور وہ نصف ایمان ہے۔ طہارت کی ایک قسم وہ ہے جو وضو سے حاصل ہوتی ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو غسل سے حاصل ہوتی ہے۔ غسل سے نہ صرف طبیعت منشرح ہوتی ہے بلکہ ایسا ملکوتی نور حاصل ہوتا ہے جو ایمان والوں کو اپنے رب سے قریب کرتا ہے اور وہ اللہ کی نظر میں محبوب و پسندیدہ بن جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ''. (بقرہ:۲۲۲) اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور پاک صاف رہنے والے بندوں کو محبوب رکھتا ہے۔ وضو میں بدن کے ان اعضا کو دھونا فرض قرار دیا گیا ہے جو جسم کے ظاہری سرے پر ہیں۔ جیسے چہرہ، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں اور سر کا مسح۔ اور غسل میں پورے بدن کا دھونا فرض قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہفتہ واری غسل کے بارے میں فرمایا ہے: ''حق علیٰ کل مسلم أن یغتسل فی کل سبعة أیام یوماً یغسل فیه رأسه وجسده''. (رواه البخاری و مسلم) ہر مسلمان پر حق ہے کہ وہ ہفتہ کے سات دنوں میں سے ایک دن (یعنی جمعہ کے دن) غسل کرے، اس میں اپنے سر کے بالوں کو اور سارے جسم کو اچھی طرح دھوئے۔

یہ حدیث اس امر کے لیے واضح دلیل ہے کہ ایمان والوں کے بدن کی صفائی اور میل کچیل کو دور کرنے کے لیے ہفتہ واری غسل رکھا گیا ہے اور اس کا وقت جمعہ کے دن جمعہ کی نماز سے پہلے ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ:۱/۱۸۳)۔ (طہارت کے احکام و مسائل، صفحہ ۲۳۵، ۲۳۶، انیس)

(۲) غسل فرض ہو یا واجب یا سنت و مستحب، اسی وقت ادا ہوگا جب غسل صحیح ہو، اور غسل کی صحت کے لیے تین امور فرض ہیں۔ (۱) منھ کے اندر پانی ڈال کر کلی کرنا (۲) ناک میں پانی ڈال کر دھونا (۳) پورے بدن پر پانی بہانا۔ البتہ مسنون و مستحب غسل میں اگر کوئی منھ و ناک میں پانی ڈالنا چھوڑ دے تو بھی ادا ہو جائے گا۔ (طہارت کے احکام و مسائل، صفحہ:۲۴۴، انیس)

جیسا کہ درمختار میں ہے: (وغسل الفم) أی استیعابه الخ (والمبالغة فیهما) بالغرغرة ومجاوزة المارن (لغیر الصائم) لاحتمال الفساد. (۱)

غسل کے فرائض کے سلسلہ میں صاحب درمختار کے الفاظ یہ ہیں: "(وفرض الغسل) الخ (غسل) کل (فمه) ویکفی الشرب عباً لأن المج لیس بشرط فی الأصح (درمختار) عبرعن المضمضة والاستنشاق بالغسل لإفادة الاستیعاب أو للاختصار کما قدمه فی الوضوء، الخ. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۱۵۱)

## غسل میں غرغرہ ضروری نہیں:

سوال: فرض غسل میں اگر صرف کلی کر لی، غرغرہ نہیں کیا روزہ کی وجہ سے، تو غسل صحیح ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

غسل میں غرغرہ ضروری نہیں، منہ بھر کر کلی کرنا ضروری ہے اگر منہ بھر کر کلی کر لی تو غسل ہو گیا روزہ کی حالت میں غرغرہ نہیں کرنا چاہئے۔

قال ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ (قوله غسل کل فمه الخ) عبرعن المضمضة والاستنشاق بالغسل لإفادة الاستیعاب. (ردالمحتار: ۱/۱۴۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۵/ جمادی الاولیٰ/ ۹۶ھ (احسن الفتاویٰ: ۲/۳۰)

## روزہ میں غسل جنابت میں کلی کرے یا غرغرہ:

سوال: روزہ میں اگر نہانے کی ضرورت ہو تو غرغرہ کرے یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

غرغرہ نہ کرے صرف کلی اچھی طرح کرے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۱۵۵) ☆

(۱) الدرالمختار علیٰ صدر رد المحتار، سنن الوضوء: ۱/۱۰۷، ۱۰۸۔

(۲) رد المحتار، أبحاث الغسل: ۱/۱۴۰، ۱۴۱۔

(۳) (وغسل الفم) أی استیعابه الخ (والمبالغة)......بالغرغرة ومجاوزة المارن (لغیر الصائم) لاحتمال الفساد. (الدرالمختار علیٰ صدر ردالمحتار، سنن الوضوء: ۱/۱۰۷۔۱۰۸، ظفیر)

عن محمد بن سیرین قال: سن رسول الله صلی الله علیه وسلم المضمضة والإستنشاق فی الجنابة ثلثاً. (الدارقطنی، باب ماروی فی المضمضة والاستنشاق فی غسل الجنابة)

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ جنبی پر کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے، انیس

☆ **غسل جنابت میں غرارہ کا حکم:**

سوال: غسل میں غرارہ کرنا فرض ہے؟ رمضان المبارک میں حاجت غسل کی حالت میں غرارہ کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ رمضان میں غرارہ کرنے سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔ اگر بغیر حاجت کے یونہی غسل کیا جائے تو اس وقت غرارہ کا کیا حکم ہے؟ ==

## غسل کے کچھ پہلے والا غرغرہ کافی ہوگا یا نہیں:

سوال: ایک شخص کو احتلام ہوا، اس نے غرغرہ کر کے کھانا کھالیا، تو ابتدا میں غرغرہ کرنے سے فرض ادا ہوگا یا نہیں؟

الجواب

وہ غرغرہ جو کھانے سے پہلے کرلیا کافی ہوگیا۔ اگر دوبارہ وقت غسل غرغرہ نہ کرے تو کچھ حرج نہیں ہے اور غرغرہ غسل میں فرض نہیں ہے بلکہ سنت ہے اگر غرغرہ نہ کرے منھ بھر کر کلی کرے تب بھی کافی ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۱/۱۵۲)

## غسل کے مضمضہ واستنشاق کو پہلے کرلیا جائے تو کیا حکم ہے:

سوال: غسل جنابت میں جو تین فرض ہیں، کلی کرنا، ناک میں پانی دینا، تمام بدن پر پانی بہانا، تو اول کے دو فرضوں کو وضو کے ساتھ کرلینا کافی ہے یا دوبارہ کرنا چاہئے۔

الجواب

غسل سے پہلے جو وضو کیا جاوے اس میں کلی غرغرہ اور ناک میں پانی دینا کافی ہے فرض ادا ہوجاتا ہے، دوبارہ کلی کرنے اور ناک میں پانی دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۱/۱۵۴)

## ناک میں پانی ڈالنا اور کلی کرنا کتنی مرتبہ فرض ہے:

سوال: غسل میں غرغرہ اور ناک میں پانی ڈالنا کئی مرتبہ فرض ہے۔

الجواب

ایک ایک مضمضہ واستنشاق فرض ہے اور باقی سنت ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۱/۱۵۲)

==

الجواب وباللہ التوفیق

غسل میں غرارہ فرض نہیں، البتہ کلی کرنا ضروری ہے، ہدایہ میں ہے: وفرض الغسل المضمضة و الاستنشاق. (۱/۲۹) البتہ احتیاط اس میں ہے کہ غرارہ بھی کرلیا کریں، لیکن روزہ کی حالت میں احتیاط اس میں ہے کہ غرارہ نہ کریں۔ (غسل جنابت میں غیر روزہ دار کے لیے غرغرہ مسنون ہے۔ مجاہد۔ والمبالغة فيهما سنة أيضاً، كذا في الكافي وشرح الطحاوي، إلاأن يكون صائماً، كذا في التاتارخانية، وهي في المضمضة بالغرغرة، كذا في الكافي. (الفتاویٰ الهندية: ۱/۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد بشیر، ۱۲/۷/۹/۱۳۷۷ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۱۰۲)

(۱-۲) الجنب إذا شرب الماء ولم يمجه لم يضره ويجزيه عن المضمضة إذا أصاب جميع فمه. (عالمگیری کشوری، فرائض الوضو: ۱/۱۲، ظفیر)

(۳) (وفرض الغسل) الخ (غسل) كل (فمه) ويكفي الشرب عباً لأن المج ليس بشرط في الأصح. (الدر المختار علیٰ صدر ردالمحتار، أبحاث الغسل: ۱/۱۴۰) (وسننه) كسنن الوضوء سوى الترتيب الخ. (أيضاً: ۱/۱۴۴، ظفیر)

## منھ کے اندر وظاہر کے حدود کیا ہیں:

سوال: جوکوا، زبان سے پرے ہے، وہ غسل میں ظاہر کا حکم رکھتا ہے، یا اندر کا اور منھ کا ظاہر حکم کہاں تک ہے، جس کا دھونا فرض ہے؟

الجواب

غسل میں منھ کے اندر اس حد تک دھونا فرض ہے جو کہ وضو میں مسنون ہے۔ جس کو کلی یعنی مضمضہ کہتے ہیں اور منھ اٹھا کر غرغرہ کرنا یہ سنت ہے فرض نہیں ہے۔ **كما في الدر المختار: (وسننه) كسنن الوضوء.** (۱) پس کوا، زبان سے پرے ہے۔ اس کو دھونا غسل میں فرض نہیں ہے، فرض اس قدر ہے جس پر اطلاق مضمضہ کا آتا ہے۔ یعنی جب پانی منھ میں کلی کے لیے لیویں تو جہاں تک سر جھکائے ہوئے بدون غرغرہ کے پانی پہنچ سکے وہ فرض ہے۔ الغرض کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا جو کہ وضو میں سنت ہے، غسل میں فرض ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۱/۱۵۱-۱۵۲)

## منہ بھر پانی پی لیا تو کلی کا فرض ادا ہو گیا:

سوال: اگر جنبی نے بغیر کلی کئے پانی پی لیا تو کلی کی ضرورت باقی ہے یا نہیں، اگر اب غسل کر لیا کلی نہیں کی تو غسل صحیح ہوا یا نہیں؟

الجواب باسم ملهم الصواب

جنبی کے لئے کلی سے پہلے پانی پینا مکروہ تنزیہی ہے اگر پی لیا اور منہ بھر کر پیا تو یہ کلی کے قائم مقام ہو جائے گا، (۳) اس لئے اب مستقل کلی کی حاجت نہیں مگر پھر بھی کلی کر لینا بہتر ہے۔

**قال في العلائية: ويكفي الشرب عباً، لأن المج ليس بشرط في الأصح، قال في الشامية: (قوله ويكفي الشرب عباً) أي لا مصاً، فتح، وهو بالعين المهملة، والمراد به هنا الشرب**

---

(۱) الدر المختار على صدر رد المحتار، مطلب سنن الغسل: ۱/۱۴۴۔

(۲) (وفرض الغسل) الخ (غسل) كل (فمه) الخ (وأنفه) حتىٰ ما تحت الدرن (و) باقي (بدنه). (الدر المختار على هامش رد المحتار، أبحاث الغسل: ۱/۱۴۰، ظفیر)

وحد المضمضة استيعاب الماء جميع الفم وحد الاستنشاق أن يصل الماء إلى المارن، كذا في الخلاصة. ? (عالمگیری کشوری، باب الوضوء، فصل ثاني: ۱/۵، ظفیر)

جب غسل فرض یا واجب ہو تو پورے بدن کے دھونے کے ساتھ منھ کے اندر پانی کا پہونچانا بھی فرض ہے۔ اگر کوئی شخص منھ میں پانی نہ ڈالے تو اس کا غسل صحیح نہ ہوگا اور وہ پاک نہ ہوگا۔ (رد المحتار: ۱/۱۵۲۔ الفتاویٰ التاتارخانیہ: ۱/۱۵۰-۱۵۱) (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ: ۲۴۶)

... وقال علي بن أبي طالب رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم: "من ترك شعرة من جسد في الجنابة لم يغلسها فُعِل بها كذا وكذا من النار". (مختصر الطحاوی: ۱/۴۱۰، انیس)

(۳) اگر کوئی شخص جنبی ہوا اور اس نے غسل کیا اور کلی کرنا بھول گیا مگر اس نے اپنے منھ سے خود پانی پیا اس طرح کہ پانی اس کو پورے منھ میں لگ گیا تو اس سے غسل مکمل ہو جائیگا، چاہے اس نے پانی پہلے پیا ہو یا بعد میں۔ (رد المحتار: ۱/۱۵۳/ الفتاویٰ التاتارخانیہ: ۱/۱۵۰) (طہارت کے احکام ومسائل، انیس)

بجميع الفم،وهذا هو المراد بما في الخلاصة،إن شرب علىٰ غير وجه السنة يخرج عن الجنابة والإفلا، وبما قيل: إن كان جاهلاً جاز وإن كان عالماً فلا:أى لأن الجاهل يعب والعالم يشرب مصاًكما هو السنة (قوله لأن المج)أى طرح الماء من الفم ليس بشرط للمضمضة،خلافاً لماذكره فى الخلاصة، نعم هو الأحوط من حيث الخروج عن الخلاف وبلعه إياه مكروه كما فى الحلية. (ردالمحتار ،أبحاث الغسل:۱/۱۴۱)فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔۲۲/ذی الحجہ۹۶ھ۔(احسن الفتاویٰ:۲/۳۱)

## غسل میں کلی کرنا یاد نہ رہا تو جب یاد آئے کرلے:

سوال: ایک شخص نے غسلِ جنابت کیا لیکن دورانِ غسل کلی کرنا بھول گیا غسل کے بعد اس کو یاد آیا، اب آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں فرمائیں کہ آیا اس کا غسل ہوا یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ

جس وقت بھی یاد آئے کلی کرلے۔(۱) دوبارہ غسل کرنے کی حاجت نہیں۔

ولو تركها أى المضمضة ناسياً فصلى ثم تذكر يتمضمض ويعيد ما صلى.(منية المصلى: ۴۸)فقط واللّٰه أعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس، ملتان، ۱۱/۱۱/۱۴۰۷ھ۔الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، رئیس الافتاء

(خیر الفتاویٰ:۲/۸۰)

## غسل میں کلی بھول گیا:

سوال: غسل میں کلی کرنا بھول گیا بعد میں یاد آیا تو از سرنو غسل کرے یا کہ صرف کلی کرلے؟

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

جس وقت بھی یاد آجائے کلی کرلے، دوبارہ غسل کرنے کی ضرورت نہیں۔

ولو تركها(أى المضمضة)ناسياً فصلى ثم تذكريتمضمض ويعيدماصلى. (منية:۱۴)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۳۰/محرم ۸۹ھ(احسن الفتاویٰ:۲/۳۳)

## غسل میں دانت کی میخوں کا حکم:

سوال(۱): جولوگ اپنے دانتوں میں چاندی یا سونے کی میخیں جڑوا لیتے ہیں، آیا غسل کے وقت وہاں پانی نہ پہنچنے کی وجہ سے ان کا غسل صحیح ہوجائے گا یا جنابت باقی رہے گی؟

---

(۱)　اگر کوئی شخص جنبی ہوا اور وہ غسل میں کلی کرنا بھول جائے، تو پھر جب اس کو یاد آئے، وہ کلی کرلے، غسل صحیح ہوجائے گا۔(ردالمحتار:۱/ ص:۱۵۳، الفتاویٰ التاتارخانیہ:۱/۱۵۰)(طہارت کے احکام ومسائل:۔انیس)

## غسل میں چاندی کے اس تار کا حکم جو دانت میں ہے:

سوال (۲): بعض فتاویٰ میں لکھا ہے کہ اگر دانتوں کو چاندی کے تار سے بوجہ ہلنے کے باندھ لیا جاوے تو جائز ہے، اس صورت میں اگر تار کے نیچے پانی نہ پہنچے گا تو غسل درست ہوگا یا نہیں؟

## عارضی دانت کا غسل میں نکالنا ضروری ہے یا نہیں:

سوال (۳): جو لوگ عارضی دانت لگوالیا کرتے ہیں آیا غسل کے وقت ان کا اُتارنا ضروری ہے یا بدوں اُتارنے کے ان کا غسل درست ہوگا؟

الجواب

(۱)　اگر پانی اندر پہنچ جاوے، تو غسل صحیح ہے اور اگر پانی اندر نہ پہنچے تو شارح منیہ کی تحقیق یہ ہے کہ غسل صحیح نہ ہوگا، لہٰذا بلا ضرورت میخیں نہ لگانی چاہئیں۔(۱)

(۲)　اگر دانتوں کے ہلنے کی وجہ سے چاندی سونے کا تار باندھا تو اس میں غسل صحیح ہے، کیوں کہ یہ بوجہ ضرورت کے ہے۔(۲)

(۳)　ان کو نکالنے کی ضرورت نہیں ہے غسل صحیح ہو جاوے گا اور اگر علیحدہ کر کے غسل کرے تو یہ احوط ہے۔(۳)

(فتاویٰ دار العلوم: ۱/۱۵۴، ۱۵۵)

## جو دانت گر گیا اور اسے اٹھا کر تار سے جما دیا، غسل جنابت میں کیا کوئی حرج ہے:

سوال:　ایک شخص کا دانت گر گیا، جس کو اٹھا کر اسی جگہ کسی تار سے، یا دھاگہ سے جما دیا ہے، اس صورت میں

---

(۱)　(و) لايمنع (ما علىٰ ظفر صباغ و) لا (طعام بين أسنانه) أو في سنه المجوف، به يفتىٰ، وقيل إن صلباً منع وهو الأصح. وفي الشامي: صرح به في شرح المنية وقال لامتناع نفوذ الماء مع عدم الضرورة والحرج، انتهىٰ، (الدر المختار مع رد المحتار، أبحاث الغسل: ۱/۱۴۳، ظفیر)

(۲)　والصرام والصباغ ما في ظفرهما يمنع تمام الاغتسال وقيل كل ذلك يجزيهم للحرج والضرورة ومواضع الضرورة مستثناة عن قواعد الشرع كذا في الظهيرية. (عالمگيری، الباب الثانی فی الغسل: ۱/۱۳، ظفیر)

(۳)　کسی نے دانتوں کی جگہ پر مصنوعی دانت بنوا کر لگا رکھے ہوں جیسے آج کل رواج ہے، تو ان دانتوں کو ہٹا کر ان کی جگہ کو کلی کرتے ہوئے دھونا ضروری ہے۔(رد المحتار: ۱/۱۵۵)۔(طہارت کے احکام ومسائل)

قال العلامة الحصكفي: (ويجب)...... (غسل) كل ما يمكن من البدن بلاحرج مرة كأذن و(سرة وشارب وحاجب و)أثناء (لحية) وشعر رأس ولو متلبداً لما في "فالطهروا" من المبالغة (وفرج خارج) لأنه كالفم لا داخل لأنه باطن ولا تدخل أصبعها في قبلها، به يفتىٰ (لا) يجب (غسل ما فيه حرج كعين) وإن اكتحل بكحل نجس (وثقب انضم و) لا (داخل قلفة) ينـدب هو الأصح قاله الكمال، وعلله بالحرج فسقط الإشكال، وفي المسعودي: إن أمكن فسخ القلفة بلامشقة يجب وإلا لا. (الدر المختار علىٰ صدر رد المحتار: جلد ۱ ص ۱۵۲، ۱۵۳، مطلب في أبحاث الغسل، انیس)

غسل جنابت میں تو کچھ حرج نہیں ہے؟

**الجواب**

ٹوٹے ہوئے دانت کو خواہ تار سے باندھے یا دھاگہ سے غسل میں کچھ حرج نہیں ہوگا۔ غسل میں مضمضہ کر لینا کافی ہے۔ دانتوں کی جڑ میں پانی پہنچانا مقصود اور ضروری نہیں ہے اور جس امر میں حرج ہو وہ شرعاً معاف ہے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دار العلوم: ۱/۱۵۶)

## غسل میں مصنوعی دانتوں کا حکم:

سوال: بعض لوگوں کے دانت ہلتے ہیں اور بعض کے تو بالکل گر جاتے ہیں اس کے بعد یہ لوگ سونے کے خول چڑھاتے ہیں اب جبکہ غسل کی حاجت پیش آتی ہے تو کیا غسل کے وقت اس خول کو نکالنا ضروری ہے یا نہیں اور اکثر یہ بہت مضبوط ہوتے ہیں بغیر ڈاکٹر کے نکالنے کے نہیں نکل سکتے اور بہت ہی مشکل ہوتا ہے تو اس کو درن وعجین پر قیاس کر سکتے ہیں یا نہیں؟ عجین کا تو اتارنا آسان ہے لیکن یہ تکلیف مالا یطاق کے قبیل سے ہے۔

**الجواب باسم ملهم الصواب**

ایسا خول لگانا ضرورت میں داخل ہے اور اتارنے میں حرج ہے۔ ''**وهو مدفوع شرعاً**'' لہٰذا بدوں اتارے غسل صحیح ہوجائیگا۔ **ونظائرها مشهورة وفي كتب القوم مسطورة، بل نصوا على جواز اتخاذ الأسنان من الذهب وشد هابه ولو كان مانعاً عن صحة الغسل لما أفتوا به.** (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۶/رمضان المبارک/۸۸ھ (احسن الفتاویٰ: ۲/۳۲-۳۳)

## مصنوعی دانت لگا کر وضو وغسل:

سوال: کیا چوکڑا لگا کر اور ایک دانت فکس کرنے کے بعد وضو ہوجاتا ہے، یا چوکڑا لگانا ضروری ہے، اور دانت فکس کرنا غلط ہے؟ (ع، ح، خاں، گولکنڈہ)

**الجواب**

چوکڑا لگانا اور فکس کرنا علاج کے قبیل سے ہے، اور اس میں کچھ حرج نہیں، البتہ دانت فکس ہوجانے کے بعد اس کی حیثیت جسم کے مستقل عضو کی ہے، اس لئے اس پر پانی کا پہنچ جانا کافی ہے، اور چوکڑا چونکہ لگایا اور نکالا جا سکتا ہے، اس

---

(۱) والصرام والصباغ ما في ظفرهما يمنع تمام الاغتسال وقيل كل ذلك يجزيهم للحرج والضرورة ومواضع الضرورة مستثناة عن قواعد الشرع، كذا في الظهيرية. (عالمگیری کشوری، الباب الثاني في الغسل: ۱/۱۲، ظفیر)

(۲) ردالمحتار: ۵/۳۱۹، كتاب الحظر والإباحة. انیس

لئے اس کی حیثیت جسم کے مستقل عضو کی نہیں ہے، چوکڑے کی وجہ سے مسوڑھے کے جس حصہ میں پانی نہیں پہنچ پائے، وہ حصہ گویا خشک رہ گیا، غسل جنابت میں کلی کرنا واجب ہے، لہذا چوکڑا لگا کر اگر غسل واجب کرے، تو غسل درست نہ ہوگا، چوکڑا نکال کر کلی کرنا ضروری ہوگا، اسی طرح مصنوعی دانت لگا کر وضو کرے تو وضو درست ہو جائے گا، کیونکہ وضو میں کلی فرض نہیں، لیکن وضو کی سنت پوری طرح ادا نہ ہو پائے گی۔ (کتاب الفتاویٰ:۲/۴۹)

## غسل میں مصنوعی دانت نکالنے کا حکم:

سوال: جب آدمی کے دانت ٹوٹ جاتے ہیں تو وہ نئے دانت بنواتا ہے جن کو منہ سے نکالا بھی جاسکتا ہے۔ تو کیا غسل کرتے وقت ان دانتوں کو نکالنا ضروری ہے یا کہ منہ میں ہوتے ہوئے بھی غسل ہو جائے گا۔ اگر غسل کرتے وقت ان کو اتارا جائے تو دانتوں کے کھلا ہونے کا خطرہ ہے جس سے بعد میں دقت اور تکلیف ہوتی ہے کہ وہ منہ میں جم کر قائم نہیں رہتے۔ کیا اس عذر کی وجہ سے ان کے منہ میں رہنے کی صورت میں غسل کر سکتا ہے؟ واضح طور پر تفصیل سے بیان کریں۔ بینوا توجروا۔

**الجواب**

بہتر اور احوط یہی ہے کہ ان کو اتار کر غسل کیا جائے۔ اگر ایسے بھی غسل کرے گا تو بھی صحیح ہو جائے گا۔ **کذا فی فتاویٰ دار العلوم: ج۱ص۱۴۳،(۱) فقط واللّٰہ أعلم**

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، نائب مفتی خیر المدارس، ملتان، الجواب صحیح: بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ، رئیس الافتا۔ (خیر الفتاویٰ:۲/۸۳)

## دانت کی کیل غسل کے لیے مانع نہیں:

سوال: اگر دانتوں کی کیلوں کو اوپر سے رگڑ ا لیوے۔ آیا جو سوراخوں میں کیل کا سرا گھستا ہے وہ تو نکل نہیں سکتا۔ آیا اس طرح سے غسل درست ہوسکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب**

جو حصہ کیل کا دانت کے اندر داخل ہے اور وہ نہیں نکل سکتا وہ مانع غسل سے نہ ہوگا اور غسل ہو جاوے گا بوجہ مجبوری کے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم:۱/۱۵۷)

---

**(۱) (لا)یجب (غسل ما فیہ حرج کعین) وإن اکتحل بکحل نجس(وثقب انضم و)لا(داخل قلفة)یندب ھو الأصح قالہ الکمال،وعللہ بالحرج فسقط الإشکال،وفی المسعودی:إن أمکن فسخ القلفة بلامشقة یجب وإلالا.(الدر المختار علیٰ صدر ردالمحتار: جلد۱ص۱۵۲،۱۵۳، مطلب فی أبحاث الغسل،انیس)**

**(۲) والصرام والصباغ ما فی ظفرھما یمنع تمام الاغتسال وقیل کل ذلک یجزیھم للحرج والضرورة ومواضع الضرورة مستثناة عن قواعد الشرع کذا فی الظھیریة (عالمگیری کشوری، الباب الثانی فی الغسل:۱/۱۲،ظفیر)**

## داڑھ میں چاندی بھرنا مانع غسل ہے یا نہیں:

سوال: بعض مرتبہ داڑھ میں کیڑا لگ جاتا ہے تو ڈاکٹر اس کے کھوکھلا ہونے کی وجہ سے چاندی بھر دیتے ہیں، تو غسل میں کوئی کمی تو نہیں واقع ہوگی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

کمی واقع نہیں ہوگی، غسل صحیح ہو جائے گا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۸/۱/۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۵/۸۰۔۸۱)

## سونے کا دانت لگانا اور غسل کا حکم:

سوال: سونے کا دانت جیسا آج کل لوگ بنواتے ہیں جس کی صورت یہ ہے کہ دوسرے دونوں طرف کے دانتوں پر بھی خول چڑھ جاتا ہے غسل کی حالت میں خولوں کے اندر پانی نہیں پہنچ سکتا اور نہ یہ خول اتر سکتے ہیں، ایسے دانت لگوانے شرعاً جائز ہیں یا نہیں، غسل ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

ضرورت کی بنا پر یہ دانت لگوانا جائز ہے محض زینت کے لیے لگوانا مکروہ ہے،☆ غسل دونوں حالتوں میں

(۱) والأصل وجوب الغسل إلا أنه سقط بحرج .(ردالمحتار:۱/۱۵۴،أبحاث الغسل،وكذا في الفتاوىٰ العالمگيرية:۱/۱۳،فرائض الغسل،رشيدية،وكذا في التاتارخانية:۱/۱۵۲،باب الغسل،إدارة القرآن،كراچی،وكذا في الحلبي الكبير:۴۹،باب الغسل،سهيل اكيڈمی لاهور،وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح :۶۲،تمام أحكام الوضوء،قديمی)

اگر کسی نے سونے یا چاندی وغیرہ کے بعض دانت لگا رکھے ہوں اور ان کو غسل کے وقت نکالنا دشوار ہو تو بغیر نکالے کلی کر لینا جائز ہو جائے گا۔(ردالمحتار:۱/۱۵۵) طہارت کے احکام ومسائل:۔انیس)

☆ **دانتوں میں سونے اور چاندی کی میخ لگانے کا حکم:**

سوال: دانتوں میں سونے اور چاندی کی میخ لگانا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

ضرورت کے واسطے درست ہے، ورنہ ناجائز۔(ولايشتد سنه المتحرك (بذهب بل بفضة) وجوّزهما محمد (قوله وجوزهما محمد)أي جوز الذهب والفضة أي جوّز الشد بهما وأما أبويوسف رحمة الله عليه فقيل: معه وقيل: مع الامام.(ردالمحتار : ۵/۳۱۸.انیس) فقط۔بدست خاص ص:۳۸۔(باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۳۸۰)

☆ **دانت میں سونے یا چاندی کا تار بندھوانا:**

سوال: جس شخص کا دانت ٹوٹ گیا ہو تو وہ سونے یا چاندی کا دانت لگوا سکتا ہے یا نہیں، یا جس کا دانت ہلتا ہو تو وہ چاندی یا سونے کے تار سے بندھوا سکتا ہے یا نہیں؟ ==

درست ہو جائے گا کیوں کہ یہ دانت لگنے کے بعد جسم کا حکم لے لیتے ہیں۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲/ ۲۶۵)

## دانت پر خول اور غسل کا حکم:

سوال: منہ میں سامنے کے دانتوں میں سے ایک کو کسی وجہ سے ڈاکٹر نے نکال دیا اور اس کے بدلے میں نقلی دانت لگوانے کا ارادہ ہے۔ یہ دانت دو قسم کے ہوتے ہیں: ان میں ایک ایسا ہوتا ہے کہ بوقت ضرورت نکالا اور لگایا جا سکتا ہے، مثال کے طور پر غسل کرتے وقت نکال کر غرارہ کرلیا جائے۔ اور دوسری قسم ایسی ہوتی ہے کہ وہ دوسرے ساتھ والے دانت پر سونے یا دوسری دھات کا خول چڑھا دیا جاتا ہے اور اسی خول کے سہارے دوسرا نقلی دانت سیٹ کر دیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ چھوٹے مصالحہ کا پلاسٹک وغیرہ کا دانت چسپاں رہتا ہے، بوقت ضرورت یہ نقلی دانت اور سونے وغیرہ کا خول جو حقیقی دانت پر چڑھا ہوتا ہے باہر نکالا نہیں جا سکتا ہے۔ ایسی حالت میں اگر غسل کیا جائے تو کیا غسل ہو جائے گا؟ جبکہ ڈاکٹر مؤخر الذکر دانت کی قسم لگوانے کو بہتر بتاتے ہیں؟

**الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً**

جب کہ اس کو نکالا نہیں جا سکتا تو اس مجبوری کی حالت میں غسل درست ہو جائے گا۔(۲) اگر خول سونے کا نہ ہو تو بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند (فتاویٰ محمودیہ: ۵/ ۸۱-۸۲)

## دانت پر کسی بھی چیز کا خول لگانے کی صورت میں وضو و غسل:

سوال: زید اور عابد کے درمیان اس بات پر گفتگو ناگوار حد تک پہنچی ہوئی ہے، زید کا کہنا ہے: آدمی اپنے دانت پر خول چڑھائے، چاہے سونا ہو یا چاندی یا اسٹیل ہر صورت میں حرام ہے، اس کی نماز اور غسل جنابت کچھ بھی ادا

---

== الجواب ــــــــــــــــــــ

دونوں صورتیں جائز ہیں، فتاویٰ عالمگیری میں ہے: لو تحركت سن رجل وخاف سقوطها فشدها بالذهب أو بالفضة لم يكن به بأساً عند أبي حنيفةؒ وأبي يوسفؒ، ج ۴ص ۱۰۲۔ (ترجمہ: اگر کسی کا دانت ہلنے لگے اور اسے ڈر ہو کہ گر جائے گا، لہذا اس نے دانت کو سونے یا چاندی (کے تار) سے باندھا تو اس میں امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے)۔ (فتاویٰ احیاء العلوم، جلد اول صفحہ ۲۶۹)

(۱) ولايشتد سنه المتحرك (بذهب بل بفضة) وجوّزهما محمد (قوله وجوزهما محمد) أي جوز الذهب والفضة أي جوّز الشد بهما وأما أبويوسف رحمة الله عليه فقيل: معه وقيل: مع الامام. (ردالمحتار: ۵/ ۳۱۸. انیس)

(۲) (ولايمنع) الطهارة (ونيم) أي خرء ذباب وبرغوث لم يصل الماء تحته (وحناء) ولو جرمه، به يفتىٰ (الدرالمختار) قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: (قوله به يفتىٰ): صرح به في المنية عن الذخيرة في مسئلة الحناء والطين والدرن معللاً بالضرورة. (رد المحتار: ۱/ ۱۵۴، أبحاث الغسل، سعيد، وكذا في الحلبي الكبير: ۴۹، باب الغسل، سهيل اكيڈمی لاهور، وكذا في الطحطاوي علىٰ مراقي الفلاح: ۶۳، فصل تمام أحكام الوضوء، قديمی)

نہیں ہوتا، اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں ہے اور عابد کا کہنا ہے کہ ٹوٹا ہوا دانت چاہے پلاسٹک پر خول چڑھا کر دانت کو جمائے کوئی حرج نہیں ہے، سونے کا ہو یا چاندی کا یا اسٹیل کا، ہر صورت میں جائز ہے، غسل اور وضو میں کوئی فرق نہ پڑے گا؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

اگر بغیر خول چڑھائے دانت کا قائم رہنا دشوار ہو تو چاندی کا چڑھا لینا درست ہے، غسل کے وقت اس کو اتارنے سے معذوری ہو تو بغیر اتارے بھی غسل درست ہو جائے گا، نماز بھی درست ہو جائے گی۔(۱) سونے کے خول میں اختلاف ہے، احتیاط یہ ہے کہ اس سے پرہیز کیا جائے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵؍۷؍۹۶ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۸۲/۵ ـ ۸۳)

## دانتوں پر سونا یا چاندی وغیرہ کا خول اور وضو و غسل کا حکم:

سوال: دانتوں کے اندر سوراخ ہو جاتے ہیں اور اس میں غذا کے ذرات داخل ہو کر تکلیف اور درد کا موجب بن جاتے ہیں اس سے بچنے کے لیے ڈاکٹروں نے ایک علاج تجویز کیا ہے کہ سونا یا چاندی یا سیسہ یا سیمنٹ وغیرہ سے ان سوراخوں کو پر کر دیا جائے تاکہ غذا کے ذرات داخل نہ ہوں، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ سوراخوں کو بند کرنے میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ غسل جنابت میں غرغرہ کے وقت پانی سوراخوں میں نہیں جاتا، تو اس سے غسل جنابت میں خلل ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ

جبکہ بطور علاج دانت کے سوراخوں میں چاندی یا سونا یا سیسہ یا سیمنٹ وغیرہ ڈال کر انھیں بند اور پُر کر دیا جاتا ہے تو وہ ڈالی ہوئی چیز بدن کا جزو بن جاتی ہے اور غسل اور وضو میں اس چیز کو پانی پہنچانا کافی ہو جاتا ہے اس کے نیچے پانی پہنچانا ضروری نہیں ہے۔ حدیث اور فقہ میں سونے، چاندی کے تاروں سے شکستہ دانتوں کو باندھنے اور چاندی سونے کی

---

(۱) (ولایمنع) الطهارة (ونیم) أی خرء ذباب وبرغوث لم یصل الماء تحته (وحناء) ولو جرمه، به یفتیٰ (الدرالمختار) قال ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: (قوله به یفتیٰ): صرح به فی المنیة عن الذخیرة فی مسئلة الحناء والطین والدرن معللاً بالضرورة. (رد المحتار: ۱۵۴/۱، أبحاث الغسل، سعید، وكذا فی الحلبی الكبیر: ۴۹، باب الغسل، سهیل اكیڈمی لاهور، وكذا فی الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح: ۶۳، فصل تمام أحكام الوضوء، قدیمی)

(۲) قال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالیٰ: (ولا یشتد سنه) المتحرك (بذهب بل بفضة). (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳۶۱/۶ ـ ۳۶۲، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس، سعید) یعنی یحل شد السن المتحرك بالفضة ولایحل بالذهب. (البحر الرائق: ۳۵۰/۸، كتاب الكراهیة، رشیدیة)

ناک بنوانے کی اجازت منقول ہے، ظاہر ہے کہ اس کے اندرونی حصہ میں پانی نہ پہنچے گا۔

”بستن دندان شکستہ بہ تار نقرہ جائزاست نہ بہ تارزر، ونزدصاحبین بہ تارزرھم جائزاست“۔(مالابدمنہ)

**(ولایشتد سنہ) المتحرک(بذھب بل بفضة) وجوزھما محمدؒ (درمختار:۳۱۷/۵و ۳۱۸). (قولہ وجوزھما محمدؒ):أی جوزالذھب والفضة أی جوزالشد بھما وأماأبویوسفؒ فقیل معہ و قیل مع الإمام.(شامی: ۳۱۸/۵) (ویتخذ أنفا منہ)لأن الفضة تنتنہ(درمختار : ۳۱۸/۵) (قولہ لأن الفضة تنتنہ):الأولیٰ تنتن بلاضمیر(إلیٰ قولہ) وأصل ذلک ماروی الطحاویؒ بإسنادہ إلیٰ عرفجة بن سعدؓ أنہ أصیب أنفہ یوم الکلاب فی الجاھلیة فاتخذ أنفاً من ورق فأنتن علیہ فأمرہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم:أن یتخذ أنفاً من ذھب ففعل.....أی وفی التاتارخانیة:وعلیٰ ھذا الاختلاف إذاجدع أنفہ أوأذنہ أوسقط منہ فأراد أن یتخذ سناً اٰخرفعند الإمام یتخذ ذلک من الفضة فقط وعند محمدؒ من الذھب أیضاًآہ. (شامی:۳۱۸/۵)** فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ:۹/۳-۱۰)

## غسل کے وقت کھوکھلے دانت میں پانی پہونچانا فرض ہے یا نہیں:

سوال: حضور میرے منہ کے اندر ایک دانت میں کیڑا پکڑا اور کھایا، اب فوق کی طرف سے دانت کے بیچوں بیچ ایک سوراخ ہوگیا ہے، کچھ کھانے پینے کی چیز اس کے اندر گھستی ہے وہ نکالنے میں مشکل یعنی آلہ درکار ہوتا ہے، نکالنے کے بعد پھر کوئی چیز کھانے یا پینے سے دانت میں درد معلوم ہوتا ہے، ٹھنڈا پانی پہنچنے سے تکلیف ہوتی ہے، اب فرض غسل یا وضو کرنے کے وقت وہ سوراخ مذکور میں پہنچی ہوئی چیز نکالنی پڑے گی یا بغیر نکالے وضو اور فرض غسل ادا ہوگا، اس سوراخ میں پانی پہنچانا فرض ہے یا نہیں؟

**الجواب**

**قال فی مراقی الفلاح فی بیان فرائض الغسل: وغسل الفم والأنف آہ قال الطحطاوی:أی بدون مبالغة فیھما فإنھا سنة فیہ علی المعتمد ولوکان سنہ مجوفاً فبقی فیہ طعام أوبین أسنانہ أو کان فی أنفہ درن رطب أجزأ،آہ.** (ص:۵۹)

غسل کی حالت میں دانت کے سوراخ میں پانی پہونچانا فرض نہیں اور پہونچائے تو اچھا ہے۔

(امدادالاحکام جلد اول ص ۳۵۸ تا ۳۵۹)

## داڑھ میں مسالہ بھرا ہو تو غسل کا حکم:

سوال: ایک شخص ہے اس کی داڑھ کھوکھلی ہے، ڈاکٹر مسالہ بھرنے کو کہتا ہے جس کے نیچے ظاہر ہے کہ غسل کے

وقت پانی نہیں پہنچ سکتا جبکہ کلی فرض ہے، داڑھ کا کھوکھلا پن بڑھتا جارہا ہے، تب کیا کریں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

اگر مسالہ بھرنا ضروری ہے اور پھر اس کے نیچے پانی نہیں پہنچ سکتا تو بھی کلی کافی ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۸۳/۵)

## دانت کے سوراخ کو مصالحہ سے پر کرنا مانع غسل نہیں ہے:

سوال: شق دندان را داکتر پر کردہ است، بعض مولوی صاحبان دربارہ غسل فرمودہ اند کہ غسل مے شود وبعضے گفتہ اند نمیشد، اکنون محترم شما مارا ہدایت دہید کہ صحیح خیال چیست؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: عبدالباقی افغانستان۔ ۲۴ / شعبان / ۱۴۰۳ھ)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ

غسل بلاشک وشبہ جائزاست زیرانچہ خالی کردن سوراخ دروقت ہر غسل حرج عظیم است کہ درشرع شریف مرفوع است۔

نظیرہ ما فی الهندية: جلد۵ص۳۳۶: "من شد السن بالذهب والفضة". (۲)

ومافی غسل شرح التنویر: "وثقب انضم". قلت: فهذا أشد حرجاً منه. (۳) فافهم

(فتاویٰ دیوبند پاکستان، المعروف بہ فتاویٰ فریدیہ جلد دوم: ۷۱-۷۲)

---

(۱) (ولايمنع) الطهارة (ونيم) أى خرء ذباب وبرغوث لم يصل الماء تحته (وحناء) ولوجرمه، به يفتىٰ (الدرالمختار) قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: (قوله به يفتىٰ): صرح به فى المنية عن الذخيرة فى مسئلة الحناء والطين والدرن معللاً بالضرورة. (ردالمحتار: ۱/۱۵۴، أبحاث الغسل، سعيد، و كذا فى الحلبى الكبير: ۴۹، باب الغسل، سهيل اكيڈمى لاهور، وكذا فى الطحطاوى علىٰ مراقى الفلاح: ۶۳، فصل تمام أحكام الوضوء، قديمى)

(۲) وفى الهندية: قال محمد رحمه الله فى الجامع الصغير: ولايشد الأسنان بالذهب ويشد ها بالفضة يريد به إذا تحركت الأسنان وخيف سقوطها فأراد صاحبها أن يشدها يشدها بالفضة ولايشدها بالذهب وهذا قول أبى حنيفة رحمه الله وقال محمد رحمه الله يشدها بالذهب أيضاً... وذكرالحاكم فى المنتقىٰ: لو تحركت سن رجل وخاف سقوطها فشدها بالذهب أوبالفضة لم يكن به بأس عند أبى حنيفة وأبى يوسف رحمهما الله تعالىٰ الخ. (فتاوىٰ هندية: جلد۵ ص ۳۳۶، الباب العاشر فى استعمال الذهب والفضة)

(۳) قال العلامة الحصكفى: (لا) يجب (غسل ما فيه حرج كعين) وإن اكتحل بكحل نجس (وثقب انضم و) لا (داخل قلفة). (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار: جلد۱ص ۱۰۷، مطلب فى أبحاث الغسل)

## ڈلی دانت میں رہتے ہوئے غسل کا حکم:

سوال: ڈلی کا ٹکڑا اگر دانتوں میں اٹک جائے تو غسل جنابت ہوگا یا نہیں؟ اور وضو اس صورت میں مکروہ تو نہ ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

اگر اس ریزہ کے باوجود پانی پہنچ جاتا ہے تو غسل جنابت درست ہو جاتا ہے اور وضو میں بھی کراہت نہیں۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ:۵/۸۳۔۸۴)

## وضو اور غسل کی حالت میں منھ کے اندر کوئی ریزہ ہو اور نہ نکالے تو غسل درست ہے یا نہیں:

سوال: اگر کسی کے منھ میں پان کا ریزہ یا سپاری کا ٹکڑا ہو اور وضو و غسل کے وقت اس کو نہ نکالے، تو وضو اور غسل درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

نماز ہو جاتی ہے۔(۲) (اور یہ وضو اور غسل درست ہے۔ظفیر) فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۱۵۷)

## چھالی اٹک جائے تو اس کے ساتھ غسل ہو جاتا ہے یا نہیں:

سوال: ڈاڑھ کے درمیانی سوراخ میں اگر چھالی اٹک جاوے تو بغیر نکالے غسل جنابت درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

صحیح ہے اگر آسانی سے نکل سکتا ہو تو نکال دینا چاہئے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۱۵۴)

## دانتوں پر مسی لگانا:

سوال: عام طور سے عورتیں دانتوں پر مسی لگاتی ہیں یہ جائز ہے یا نہیں اور جواز کی صورت میں وضو یا غسل کے

---

(۱) بخلاف نحو عجين، (و) لا يمنع (ما علىٰ ظفر صباغ و) لا (طعام بين أسنانه) أو في سنه المجوف، به يفتىٰ، وقيل إن صلباً، منع، وهو الأصح. الدر المختار (قوله بخلاف نحو عجين): أي ككعك وشمع وقشر سمك وخبز ممضوغ متلبد، جوهرة الخ نعم ذكر الخلاف في شرح المنية في العجين واستظهر المنع لأن فيه لزوجة وصلابةً تمنع نفوذ الماء، الخ. (رد المحتار:۱/۱۵۴، أبحاث الغسل، سعيد، وكذا في الحلبي الكبير:۴۹، فرائض الغسل، سهيل اكيڈمی لاهور، وكذا في الفتاوىٰ العالمگيرية:۱/۱۳، الباب الثاني في الغسل، رشيديه)

منھ کے اندرونی حصہ میں دانت، زبان سب داخل ہیں اگر دانتوں کے درمیان شگاف ہو اور ان میں کھانے کا کوئی حصہ داخل ہو تو غسل کرتے وقت اس کو نکال دینا چاہیے اور اگر نہ نکال سکے تو بھی غسل جائز ہے۔(رد المحتار:۱/۱۵۴۔) طہارت کے احکام ومسائل:۔انیس)

(۲۔۳) ولو كان سنه مجوفاً فبقي فيه أو بين أسنانه طعام أو درن رطب في أنفه ثم غسله على الأصح كذا في الزاهدي، والاحتياط أن يخرج الطعام عن تجويفه ويجري الماء عليه، هكذا في فتح القدير. (عالمگيری مصری، الباب الثاني في الغسل:۱/۱۳)

وقت دانتوں میں خلال کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟

الجواب

مسی لگانا جائز ہے اور بوقت وضو خلال کرنا بھی ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ وضو میں کلی فرض نہیں ہے اور بوقت غسل کچھ تفصیل ہے۔ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے:

**ولو بقی العجین فی الظفر فاغتسل لایکفی فی الدرن والطین یکفی لأن الماء ینفذ وکذا الصبغ والحناء، انتھٰی.**

اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز پانی کو بدن تک پہنچنے سے مانع ہو تو اس کا ازالہ ضروری ہے۔ ورنہ ضروری نہیں۔ خزانۃ الروایۃ میں یہی مذکور ہے اور ذخیرہ میں ہے:

**قال الفقیہ أبو اللیث: قد قیل فی القروی یکون فی ظفرہ شیء أنہ لایجوز وضوءہ وغسلہ وفی المدنی لایجوز لأن القروی یکون فی أظفارہ طین ولایمنع وصول الماء فأما المدنی یکون فی أظفارہ دسومۃ وأنھا مانعۃ وصول الماء، انتھٰی.**

اور تنویر الابصار، درمختار، ردالمحتار میں ہے:

**(ولا یمنع) الطھارۃ (ونیم) أی خرء ذباب وبرغوث لم یصل الماء تحتہ، وفی الشامی: لأن الاحتراز عنہ غیر ممکن، حلیۃ، (وحناء) ولو جرمہ، بہ یفتیٰ، وفی الشامی: صرح بہ فی المنیۃ عن الذخیرۃ فی مسئلۃ الحناء والطین والدرن معللاً بالضرورۃ، قال فی شرحھا: ولأن الماء ینفذہ لتخللہ وعدم لزوجتہ وصلابتہ، والمعتبر فی جمیع ذلک نفوذ الماء ووصولہ إلی البدن، آہ (ودرن ووسخ) عطف تفسیر، وکذا دھن ودسومۃ (وتراب) وطین ولو (فی ظفر مطلقاً) أی قرویاً أو مدنیاً فی الأصح بخلاف نحو عجین. وفی الشامی: أی کعلک وشمع وقشر سمک وخبز ممضوغ متلبد، جوھرۃ، لکن فی النھر: ولو فی أظفارہ طین أو عجین فالفتویٰ علیٰ أنہ مغتفر قرویاً کان أو مدنیاً انتھٰی، نعم ذکر الخلاف فی شرح المنیۃ فی العجین واستظھر المنع لأن فیہ لزوجۃً وصلابۃً تمنع نفوذ الماء. (و) لا یمنع (ما علیٰ ظفر صباغ و) لا (طعام بین أسنانہ) أو فی سنہ المجوف، بہ یفتیٰ، و قیل إن صلباً منع، وھو الأصح. وفی الشامی: صرح بہ فی شرح المنیۃ وقال لامتناع نفوذ الماء مع عدم الضرورۃ والحرج، انتھٰی. (۱)**

اور مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے:

**ولابد من زوال ما یمنع دخول الماء للجسد کشمع وعجین، انتھٰی.**

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مسی اس قدر لگائی کہ دانتوں کے درمیان جم کر رہ گئی اور پانی کا اثر جسم تک نہیں پہنچ سکا تو اس مسی کو اتارے بغیر غسل صحیح نہ ہوگا۔ (فتاویٰ مولانا عبدالحی اردو: ص ۱۸۲۔۱۸۳)

---

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار: ۱/۱۵۴، ۱۵۵، مطلب فی أبحاث الغسل، انیس

## مرد یا عورت کے لیے مسی لگانے کا حکم:

سوال: عورت یا مرد کو مسی لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

مرد کو مسی حرام، عورت کو درست، مگر دانتوں میں جرم مسی کا نہ جمے، اگر جمے گا تو غسل سے پاک نہ ہوگا۔(۱) فقط

بدست خاص سوال:۹۹۔ (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ص۳۸۱)

## غسل میں جمی ہوئی مسی مانع طہارت ہے:

سوال: مسی کا استعمال عورتوں کو جائز ہے یا نہیں اس سے جو ریخیں دانتوں میں جم جاتی ہیں اور وضو اور غسل میں پانی دانتوں کے نیچے نہیں پہنچتا، مانع طہارت ہے یا نہیں، اگر کوئی قصداً دانتوں میں ایسا مصالحہ لگائے کہ بلا دانت جدا ہوئے وہ مصالحہ جدا نہ ہو، اس میں کچھ قباحت شرعی ہے یا نہیں؟

الجواب

مسی اگر جم جائے تو مانع وضو نہیں مگر مانع غسل ہے،(۲) اور اگر قصداً کسی دوا سے خالی جگہ کو بھر کر ہموار کیا گیا ہے تو اس کا حکم مثل جزو بدن کے ہوگیا وہ مانع صحت غسل کو نہیں ہے۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل:۲۳۹-۲۴۰)

## دانتوں کے اندر اگر منجن وغیرہ گھس جاوے تو غسل کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ زاک یعنی پھٹکری ۲/تولہ، کتھہ ۲/تولہ، نیلاتھوتھہ ۶/ماشہ کا منجن بنایا گیا جو امراض دنداں کو بہت مفید ہے لیکن مسی کی طرح سیاہ ہو جاتے ہیں، آیا یہ سیاہی مثل دھڑی مسی کے مخل وضو و غسل ہوگی؟

الجواب

جو چیز مانع وصول آب نہ ہو مخل طہارت نہیں اسی طرح جو مانع ہو مگر ضرورت ہو وہ بھی مخل نہیں۔

**فی الدر المختار: (ولا یمنع) الطہارۃ (ونیم)...... (وحناء) ولو جرمہ، بہ یفتیٰ. فی رد**

---

(۱-۲) (و) لا یمنع (ما علی ظفر صباغ و) لا (طعام بین أسنانه) أو فی سنه المجوف، به یفتیٰ، و قیل: إن صلباً منع ،وهو الأصح، صرح به فی شرح المنیة وقال لامتناع نفوذ الماء مع عدم الضرورة والحرج، انتهیٰ. (الدر المختار مع ردالمحتار: ۱/۱۵۴، أبحاث الغسل، انیس)

(۳) فی غسل شرح التنویر: "وثقب انضم"، قلت: فهذا أشد حرجاً منه (قال العلامة الحصکفی: (لا) یجب (غسل ما فیه حرج کعین) وإن اکتحل بکحل نجس (وثقب انضم و) لا (داخل قلفة). (الدر المختار علیٰ صدر ردالمحتار: جلد اول ص ۱۰۷، مطلب فی أبحاث الغسل، انیس)

**المحتار:قوله به يفتىٰ:صرح به في المنية عن الذخيرة في مسئلة الحناء والطين والدرن معللاً بالضرورة،وفي الدرالمختار:(و)لا(طعام بين أسنانه)أوفي سنه المجوف،به يفتىٰ.وقيل:إن صلباًمنع،وهو الأصح.في رد المحتار:صرح به في شرح المنية وقال:لامتناع نفوذ الماء مع عدم الضرورة والحرج،اه. (ردالمحتار،أبحاث الغسل:۱/۱۰۴)**

پس اگر یہ سیاہی مانع وصول آب نہیں جیسا کہ غالب ہے تب تو ظاہر ہی ہے کہ مخل غسل نہیں اور اگر مانع ہونے کا بھی احتمال ہو تب بھی ضرورت ہے لہذا عفو ہے، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔ (امداد الفتاویٰ جدید جلد اول، ص ۴۶)

## دانتوں میں دوا جم جائے تو غسل جنابت میں کیا کرے:

سوال: نزلہ کی وجہ سے دانتوں میں درد رہتا ہے اور دانتوں میں فرق ہو گیا ہے اگر کوئی دوا ایسی استعمال کرے کہ درمیان دانتوں کے جم جاوے اور ایسی جم جاوے کہ مثل مسوڑھوں کے ہو جاوے اور دانتوں کے درمیان میں پھر کوئی فرق اور کشادگی نہ رہے تو اس دوا کا استعمال جائز ہے یا نہیں اور غسل جنابت میں کوئی حرج تو نہ ہوگا۔

**الجواب**

اگر اس دوا کے ازالہ میں حرج اور دشواری ہو تو اس کے نیچے پانی پہنچانا ضروری نہیں اور وہ مانع غسل نہیں۔

**تؤيد جزئيات كثيرة مذكورة في الدرالمختار، بحث الغسل(ولاطعام بين أسنانه أوفي سنه المجوف، به يفتىٰ،وقيل: إن صلباً منع وهوالأصح(الدرالمختار)صرح به في شرح المنية وقال:لامتناع نفوذ الماء مع عدم الضرورة والحرج. (ردالمحتار:۱/۱۰۴)**(امداد الفتاویٰ جدید جلد اول/۴۷)

## کتھے یا مسی کا رنگ دانتوں میں جم جائے تو غسل جنابت میں کیا کرے:

سوال: جو لوگ پان کھانے کے عادی ہیں علیٰ ہذا جو عورتیں مسی کثرت سے لگاتی ہیں ان کے دانتوں میں چونہ یا مسی کی تہ جم جاتی ہے جو آسانی سے چھوٹ نہیں سکتی پس سوال یہ ہے کہ غسل جنابت کرتے وقت (چونکہ اس کے نیچے تک پانی نہیں پہنچ سکتا تاوقتیکہ اس کو چھڑایا نہ جاوے اور جس کا چھڑانا بلاکسی تیز شئے کے کھرچے ہوئے ممکن نہیں) اس تہ کو چھڑانا ضروری ہے بلا اس کے چھڑائے غسل درست ہوگا یا نہیں؟

بہشتی زیور حصہ اول ۵۸ مطبوعہ ساڈھورہ، غسل کے بیان کے آخری صفحہ پر یہ مسئلہ درج ہے۔

(مسئلہ: اگر مسی کی دھڑی یعنی نہ جمائی ہے تو اس کو چھڑا کر کلی کرے نہیں تو غسل نہ ہوگا) یہ مسئلہ درست ہے یا نہیں اگر ہے تو اسی پر چونہ کی تہہ کو بھی قیاس کیا جائے یا نہیں؟

الجواب

یہ مسئلہ درست ہے مگر اس میں ایک قید ہے وہ یہ کہ آسانی سے چھڑانا ممکن ہو ورنہ اگر چھڑانے میں دشواری ہو تو پھر بدون چھڑائے درست ہے۔ **فی الدر المختار: (ولا یمنع) الطهارة (ونیم) أی خرء ذباب وبرغوث لم یصل الماء تحته (وحناء) ولو جرمه به یفتیٰ، فی رد المحتار: صرح به فی المنیة عن الذخیرة فی مسئلة الحناء والطین والدرن معللاً بالضرورة (إلیٰ قوله) فالأظهر التعلیل بالضرورة.** (جلد:۱/۱۵۶) پس چونہ میں یہی تفصیل ہے کہ اگر آسانی سے چونہ کو نکال سکیں تو نکالنا واجب ہے ورنہ معاف ہے۔ (امداد الفتاویٰ جدید، جلد اول/۴۷)

## کیا غسل میں ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے:

سوال: کسی کو غسل جنابت کی ضرورت پیش آئی تو اس نے پہلے پیشاب کیا پھر اس کے بعد نجاست پاک کی، پھر اس کے بعد اس نے دونوں ہاتھ دھوئے پھر کلی کی، پھر تمام بدن پر پانی بہایا اس کے بعد اس نے نمازِ صبح وظہر وعصر ومغرب وعشا پڑھی۔ تو کیا یہ نماز اس کی ہوگئی؟ نیز کیا غیر غسل جنابت کے ہر غسل میں کلی کرنا، ناک میں پانی دینا فرض واجب ہے یا سنت؟

الجواب حامدًا ومصلیاً

ناک میں پانی دینا غسل جنابت میں فرض ہے، بغیر اس کے غسل نہیں ہوگا اور بغیر غسل کے نماز نہیں ہوگی۔(۱) غسل جنابت کے علاوہ اور کسی غسل میں پانی دینا فرض نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۲/۹۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۷۹)

## غسل کرتے وقت ناک دھونے کا حکم:

سوال: غسل کرتے وقت ناک میں پانی ڈالنے کے لئے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے؟ کیا پانی ناک میں ڈال کر انگلی مارنا کافی ہے یا پانی کھینچ کر اقصیٰ ناک تک پہونچانا ضروری ہے؟ جبکہ کھینچتے وقت دماغ تک پانی پہنچنے کی صورت میں تکلیف کا اٹھانا لازم ہوتا ہے۔

---

(۱) **(و فرض الغسل)...... (غسل) كل (فمه) ويكفی الشرب عباً، لأن المج ليس بشرط فی الأصح (وأنفه) حتی ماتحت الدرن (الدر المختار: ۱/۱۵۱، ۱۵۲، أبحاث الغسل، سعيد، وكذا فی خلاصة الفتاوی: ۱/۱۴، الفصل الثانی فی الغسل، امجد اكيڈمی لاهور، و كذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ۱۰۲، فرائض الغسل، قديمی)**

**ابو حنيفة عن عثمان بن راشد عن عائشة بنت عجرد قالت قال ابن عباس رضی الله عنه: اذا اغتسل الجنب ونسی المضمضة والإستنشاق فليعد الوضوء بالمضمضة والإستنشاق.** (مسند حافظ طلحہ بن محمد، مسند الامام حسن بن زیاد، کذا فی جامع المسانید: ۱/۲۶۷، ۲۶۸، بحوالہ اعلاء السنن: ۱/۲۰۶، ۲۰۷، فرضیۃ المضمضۃ والاستنشاق فی الغسل المفروض، مکتبہ یحیٰ، سہارنپور یوپی، انیس)

الجواب

دورانِ غسل ناک کا دھونا فرض ہے اور ناک کی مقدار ناک کی نرمی تک ہے، ایسی صورت میں اپنی سہولت کو مدِّ نظر رکھ کر جو مناسب نظر آئے وہی طریقہ اختیار کریں۔(۱)

''قال الحصکفیؒ: (وفرض الغسل)...... (غسل) کل (فمه) ویکفی الشرب عباً لأن المجّ لیس بشرط فی الأصح (وأنفه) حتیٰ ماتحت الدرن''.(الدر المختار علیٰ صدر رد المحتار،أبحاث الغسل: ج۱ص۱۵۱). (۲) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۵۲۱ و ۵۲۲)

## غسل میں پانی سونگھ کر ناک میں چڑھانے کا حکم:

سوال ''فتاویٰ افریقہ'' مصنفہ احمد رضا خان بریلوی: صفحہ ۱۳ پر تحریر ہے کہ غسل کا دوسرا فرض ناک کے دونتھنوں میں پورے نرم بانسے تک پانی پہنچانا ہے۔ مگر اس کے لئے پانی سونگھ کر چڑھانا درکار ہے جسے وہ قطعاً نہیں کرتے، (غیر مسلم) بلکہ آج لاکھوں جاہل مسلمان اس سے غافل ہیں۔ جس کے سبب ان کا غسل نا درست ہے اور نمازیں باطل ہیں۔ حوالہ ''محیط'' کا دیا ہے۔ پانی سونگھ کر چڑھانا کیسے ہوتا ہے؟ روزے میں خطرہ ہے اور یہ مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اگر انگلی تر کر کے بانسے تک لے گئے تو یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب

ناک میں پانی ڈالنے اور تر انگلی کو جس سے پانی ٹپک رہا ہو ناک کے اندر لے جانے سے بھی غسل ہو جائے گا۔(۳)

فقط واللہ اعلم، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، ۲۷/۱۰/۱۳۹۵ھ۔(خیر الفتاویٰ:۲/۷۹)

## غسل میں ناک کے اندر پانی پہنچانے کی حد:

سوال: غسل کے تین فرائض میں سے ایک فرض ہے ناک میں پانی ڈالنا، میرے ایک دوست کہتے ہیں کہ پانی

---

(۱) اگر غسل فرض ہو تو اس غسل کے لیے ناک میں اس کے نرم حصہ تک پانی پہونچانا فرض ہے۔ اگر ناک میں سوکھی ہوئی رینٹ ہو تو اس کو ہٹا کر اس کے نیچے پانی پہونچانا ضروری ہے۔(رد المحتار:۱/۱۵۲) اگر کسی شخص کی ناک کٹی ہو یا نہ ہو اور اس نے پلاسٹک سرجری سے ناک بنوا رکھی ہو اور وہ ناک کا جز ہو تو اس کا دھونا اور اس کے اندر پانی پہونچانا ضروری ہوگا۔ اگر ناک میں سوراخ ہو اور کوئی زیور پہن رکھی ہو تو نہاتے وقت اسے حرکت دے کر پانی اندر داخل کرنا ضروری ہے۔(رد المحتار:۱/۱۵۵) طہارت کے احکام ومسائل:۔انیس)

(۲) قال طاهر بن عبدالرشیدؒ: وإنما یجوز إذا تمضمض واستنشق بناءً علیٰ أن المضمضة والاستنشاق فرض فی الغسل عندنا(خلاصة الفتاویٰ،الفصل الثانی فی الغسل: ج۱ص۱۴/ومثله فی الطحطاوی حاشیة مراقی الفلاح: ص۸۱، فصل فی فرائض الغسل)

(۳) (و فرض الغسل)...... (غسل) کل (فمه)...... (وأنفه) حتیٰ ماتحت الدرن''.(الدر المختار علیٰ صدر رد المحتار،أبحاث الغسل: ج۱ص۱۵۱،انیس)

ناک کی نرم ہڈی تک پہنچانے کے لئے ضرری ہے کہ چلو میں پانی لیکر ناک سے دماغ کی طرف کھینچو یعنی سانس کے ذریعہ پانی ناک میں چڑھاؤ، تو کیا یہ درست ہے یا جس طرح وضو میں ناک میں پانی ڈالتے ہیں وہ صحیح ہے کیونکہ ناک میں پانی چڑھاتے وقت تکلیف سی محسوس ہوتی ہے؟

**الجواب ـــــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب**

ہڈی کے اندر پانی پہنچانا ضروری نہیں بلکہ ہڈی جہاں شروع ہوتی ہے وہاں تک پانی پہنچانا فرض ہے جو معمولی اہتمام سے بسہولت ہوسکتا ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔۲۹ ؍ربیع الثانی ۹۹ ھ ۔(احسن الفتاویٰ:۲؍۳۸)

## کان اور ناک کے سوراخ میں پانی پہنچانے کا حکم:

سوال: جہاں تک میں نے دینی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور مجھے جو بات سمجھ میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ غسل ضروری میں عورت کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے ناک کے سوراخ میں جہاں وہ تیلی لونگ اور کانوں کے سوراخوں میں جہاں وہ کانٹے وغیرہ جیسے زیور پہنتی ہے ان سوراخوں کے اندر پانی کو نہ پہنچائے تو غسل کے فرائض پورے نہیں ہوں گے۔ پھر خاص کر تیلی کے سوراخ یعنی ناک میں پانی کا پہنچانا تو مشکل بھی ہے۔ چونکہ وہ تو اندر باہر سے چپکی ہوتی ہے اسے ہلایا بھی نہیں جاسکتا چونکہ گنجائش باقی نہیں ہوتی، پچھلے دنوں جب غسل کے فرائض اور شرائط پہ بات ہوئی تو ایک دوست نے جو تبوک میں رہتا ہے یہ کہہ کر شک میں ڈال دیا کہ مذہب اسلام اتنا سخت اور پیچیدہ و مشکل نہیں ہے جتنا کہ تم لوگوں نے بنا دیا ہے، جواباً کتاب وسنت کی رو سے فتویٰ ارشاد فرمائیں کہ ہم دونوں میں سے کون صحیح ہے اور پھر اسلام کی احتیاط سے کون کون سے زیور موزوں وموافق ہوسکتے ہیں تا کہ کسی لحاظ سے غسل ناقص نہ رہے؟

**الجواب ـــــــــــــــــــــــ**

اگر زیور پہنا ہوا ہے اور تنگ ہے تو اسے ہلانا ضروری ہے تا کہ پانی پہنچ جائے اگر پہنا ہوا نہ ہو تو سوراخ کے اوپر پانی بہانے سے از خود پانی اندر چلا جائے تو بھی فرض ادا ہوگیا ورنہ پانی پہنچائیں البتہ کسی تنکے وغیرہ کے ذریعہ سے پہنچانے کا تکلف نہ کریں (۲) اور اسے تنگی کہنا جہالت ہے بسا اوقات انہی جگہوں پر میل کچیل جمع ہو کر سخت پھوڑے کی شکل اختیار کر لیتا ہے لہذا طبی تقاضا بھی یہی ہے کہ ان جگہوں کو صاف رکھا جائے۔ **وجب تحريك القرط**

(۱) (و فرض الغسل)...... (غسل) كل (فمه)...... (وأنفه) حتىٰ ماتحت الدرن". (الدرالمختار علىٰ صدر ردالمحتار، أبحاث الغسل: جلداول ص۱۵۱، انیس)

(۲) کان یا ناک کے اندر سوراخ ہو تو اس کا دھونا ضروری ہے اور اگر وہ سوراخ بند ہوگیا ہو تو لکڑی وغیرہ سے اس کو کھود کر صاف کرنا اور دھونا ضروری نہیں ہے۔(ردالمحتار:۱؍۱۵۳۔ الفتاویٰ التاتارخانیہ:۱؍۱۵۰)۔(طہارت کے احکام ومسائل: صفحہ ۲۴۵)

اگر انگوٹھی یا کان وناک میں بالی پہن رکھی ہو، تو اس کو پانی دے کر خوب حرکت دیں، تا کہ اس کے نیچے کے حصہ میں پانی پہنچ جائے۔(رد المحتار:۱؍۱۵۵) طہارت کے احکام ومسائل: صفحہ ۲۴۲۔ انیس)

والخاتم الضيقين ولولم يكن قرط فدخل الماء الثقب عند مروره أجزاه وإلا أدخله ولايتكلف في إدخال شيء سوى الماء من خشب ونحوه، كذا في البحر الرائق. (هندية: ج۱ص۱۴) فقط والله تعالیٰ أعلم محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس، ملتان، ۱۴۰۸/۴/۲۴ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۱۵۰)

## بوقت غسل کان کے سوراخ میں پانی پہنچانے کا حکم:

سوال: ایک جوان عمر عزیز کا، کان بچپن میں چھدا تھا، غسل کرتے وقت وہ سوراخ میں بھیگی ہوئی سینک ڈال لیا کرتے تھے اب اس قصد سے کہ سوراخ رفتہ رفتہ بند ہوجائے انہوں نے سینک ڈالنی چھوڑ دی ہے البتہ پانی کی دھار اہتمام سے ڈال لیتے ہیں وہ دریافت کرتے ہیں آیا یہ کافی ہے؟

الجواب

في الدرالمختار: (ولولم يكن بثقب أذنه قرط فدخل الماء فيه) أي الثقب (عند مروره) علىٰ أذنه (أجزأه كسرة وأذن دخلهما الماء وإلا) يدخل (أدخله) ولو بأصبعه ولايتكلف بخشب ونحوه والمعتبر غلبة ظنه بالوصول، في ردالمحتار: (قوله ولا يتكلف): أي بعد الإمرار، كماقدمناه عن شرح المنية، آه. (۱) اس روایت سے معلوم ہوا کہ دھار ڈال لینا کافی ہے اور اگر دھار ڈالتے وقت انگلی سے بھی ذرا مَل (رگڑ) لیا کریں، زیادہ احتیاط ہے، زیادہ وہم نہ کریں۔ فقط

۲۱/ جمادی الاولیٰ/۱۳۵۳ھ، النور: ۸، جمادی الاخریٰ/۱۳۵۴ھ۔ (امداد الفتاویٰ جدید: جلد اول/۵۷)

## غسل کرتے وقت جہاں پانی پہنچانا مشکل ہوتو اس کا حکم:

سوال:۔ ختنے کے وقت بعض اوقات حشفہ کے اردگرد چمڑہ رہ جاتا ہے جس کی وجہ سے غسل کے وقت حشفہ تک پانی پہنچانا مشکل ہوجاتا ہے بلکہ بغیر کسی تکلف اور سخت کوشش کے پانی داخل نہیں ہوتا، ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب

جس جگہ میں پانی داخل کرنا شاق ہوتو وہاں کانوں کے سوراخ کی طرح ظاہر پر پانی ڈالنے سے غسل صحیح ہوتا ہے، ایسی تدابیر اختیار کرنے کی ضرورت نہیں جو موجبِ حرج ہوں۔ (۲)

''قال الحصكفيؒ: (ولو) كان (خاتمه ضيقاً نزعه أو حركه) وجوباً (كقرط، ولولم يكن بثقب أذنه قرط فدخل الماء فيه) أي الثقب (عندمروره) علىٰ أذنه (أجزأه كسُرّة وأذن دخلهما الماء،

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، مطلب في أبحاث الغسل: ج۱ص۱۵۵، بیروت، انیس۔

(۲) جس کا ختنہ نہ ہوا ہو اس پر ختنہ والے حصے کی کھال کی اندرونی سطح میں پانی کا پہونچانا ضروری ہے، البتہ اگر کوئی غیر مختون شخص ایسا ہو کہ وہ حصہ کھلتا نہ ہو اور اسے کھولنے میں تکلیف ہو تو اس صورت میں اندرونی حصہ کا دھونا فرض نہ ہوگا۔ (ردالمحتار: ۱/۱۵۳) طہارت کے احکام ومسائل: صفحہ ۲۴۵، انیس)

وإلا) يدخل (أدخله) ولو بأصبعه ولايتكلف بخشب ونحوه، والمعتبر غلبة ظنه بالوصول (الدر المختار علیٰ صدر رد المحتار، أبحاث الغسل : ج ا ص ۱۵۵) (۱) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۵۳۰)

## حشفہ کے اردگرد سوراخوں میں پانی نہ پہنچنے کی صورت میں غسل کا حکم:

سوال: ختنے کے وقت بعض اوقات حشفہ کے اردگرد سوراخ رہ جاتے ہیں جس کو غسل کے وقت پانی پہنچانا مشکل ہوتا ہے، کوشش کے باوجود پانی کا ادخال نہیں ہوتا، تو غسل ووضو کا کیا حکم ہوگا؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی فضل احد، بٹ خیلہ ملاکنڈ۔ ۲۷ رشعبان ۱۴۰۲ھ)

الجواب

جس سوراخ میں پانی داخل کرنا شاق (مشکل) ہو تو وہاں کانوں کے سوراخوں کی طرح ظاہر پر پانی ڈالنے پر اکتفا کرنا مرخص ہے۔ (۲) وھوالموفق (فتاویٰ دیوبند پاکستان، المعروف بہ فتاویٰ فریدیہ جلد دوم: ۱۳۳-۱۳۴)

## غسل میں تمام بدن دھونا فرض ہے، اس کے بغیر غسل نہیں ہوتا:

سوال: زوجات کشمیر رواج مقرر نموده اند که در غسل جنابت اندام زیر ناف بشویند وبالائے ناف نشویند، ایں غسل جائز ست یانہ؟

(کشمیر میں عورتوں میں رواج یہ ہے کہ وہ غسل جنابت میں بھی صرف ناف کے نیچے کا حصہ دھوتی ہیں اوپر کا نہیں، کیا حکم ہے؟ ظفیر)

الجواب

درغسل جنابت شستن تمام بدن ورسانیدن آب بہمہ اعضاء وتمام اندام ضروراست، بدون آن غسل جائز نباشد۔ (۳) حاصل جواب یہ ہے کہ ناپاکی والے غسل میں تمام

---

(۱) قال إبراهيم الحلبيؒ: امرأة اغتسلت هل تتكلف في إيصال الماء إلىٰ ثقب القرط أم لا، قال: أي محمدؒ، تتكلف فيه أي في إيصال الماء إلىٰ ثقب القرط كماتتكلف في تحريك الخاتم إن كان ضيقاً والمعتبر فيه غلبة الظن بالوصول (وبعدأسطر) ولاتتكلف لغير الإمرار من إدخال عود ونحوه فإن الحرج مدفوع، (كبيرى، فرائض الغسل: ص ۴۸، ومثله في الهندية: الفصل الأول في فرائض الغسل: ج ا ص ۱۴)

(۲) قال العلامة ابن عابدينؒ: (قوله وثقب انضم) قال في شرح المنية: وإن انضم الثقب بعدنزع القرط وصار بحال إن أمرّ عليه الماء يدخله وإن غفل لا، فلابد من إمراره ولايتكلف لغير الإمرار من إدخال عود ونحوه فإن الحرج مدفوع. (ردالمحتار علىٰ صدر الدر المختار: جلد ا ص ۱۱۳، أبحاث الغسل)

(۳) وفرض الغسل المضمضة والاستنشاق وغسل سائر البدن. (الهداية، فصل في الغسل: ۳۶/۱، ظفیر)

حدیث میں ہے: عن عليؓ قال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من ترك موضع شعرة من جنابة لم يغسلها فعل بها كذا وكذا من النار. (أبو داؤد، حدیث نمبر ۲۴۹، انیس)

اعضا پورے بدن کا تر ہونا ضروری ہے، اس کے بغیر غسل جائز نہیں ہوتا۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم:۱؍۱۵۲)

## غسل جنابت میں پورے جسم کا دھونا ضروری ہے:

سوال: ناپاکی کی حالت میں کمر سے پانی گرانے پر پاکی حاصل ہوگی یا نہیں، یا پورے جسم پر پانی گرانا ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جنابت سے پاکی حاصل کرنے کے لیے پورے جسم کو پاک کرنا ضروری ہوگا، صرف کمر سے نیچے پانی گرالینا کافی نہیں ہوگا۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد نعمت اللہ قاسمی، ۱۶؍۶؍۱۴۰۴ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲؍۱۰۲)

## کیا غسل جنابت میں کندھے سے نہانا کافی ہوگا:

سوال: کیا عورت کو غسل جنابت اور ماہواری کے غسل میں سر سے لے کر پاؤں تک غسل کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ یا صرف کندھے سے غسل کرلینا ہی کافی ہے؟

هو المصوب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

مکمل جسم پر پانی کا ڈالنا ضروری ہے اور کلی کرنا ناک میں پانی ڈالنا بھی غسل کے فرائض میں شامل ہے۔(۳)

تحریر: مسعود حسن حسنی ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۱؍۲۶۳)

---

(۱) غسل اسی وقت صحیح ہوگا جب بدن کے تمام ظاہری حصہ پر پانی پہنچ جائے بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو، اگر کوئی عذر نہیں اور پھر جسم کا کوئی ظاہری حصہ خشک رہ جائے اور وہاں پانی نہ پہنچ سکے تو غسل صحیح نہ ہوگا۔ بدن کے ظاہری حصہ میں ناف، سر کے بال، مردوں کے لیے مونچھ کے بال اور کھال، بھنؤوں کے بال اور اس کی کھال، داڑھی کے بال اور اس کی کھال داخل ہیں۔

يفترض غسل بشرة اللحية وشعرها ولو كانت كثيفة كثة.(طحطاوی:۱؍۵۶)

بالوں کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کسی مرد کے داڑھی یا سر کے بال بڑے ہوں اور ان میں لٹ پڑ گئی ہو تو ان کو کھول کر دھونا چاہیے اور اگر کھول کر نہ دھوئے مگر ان کی جڑ تک پانی پہنچ جائے تو غسل ادا ہو جائے گا، اگر چہ احتیاط ان کو دھونے میں ہے۔(الفتاویٰ التاتارخانیہ:۱؍۱۵۰)

(طہارت کے احکام ومسائل:صفحہ۲۴۴، انیس)

(۲) پاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ پورے جسم کو اس طرح دھونا ضروری ہوگا کہ ایک بال کے برابر بھی خشک نہ رہے۔مجاہد۔(حدیث میں ہے:عن علي قال:إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:" من ترك موضع شعرة من جنابة لم يغسلها فعل بها كذا وكذا من النار". (أبو داؤد، باب في الغسل من الجنابة،ص۴۶، نمبر۲۴۹)

معلوم ہوا کہ ایک بال برابر بھی غسل میں خشک رہ جائے تو غسل نہیں ہوگا، اسی لئے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھی ضروری ہے۔انیس)

الفصل الأول في فرائضه وهي ثلاثة:المضمضة والاستنشاق وغسل جميع البدن الخ. (الفتاویٰ الهندية:۱؍۱۳)

(۳) فرض الغسل المضمضة والاستنشاق وغسل سائر البدن .....لنا قوله تعالىٰ:"وَإِنْ كُنتُمْ جُنُباً فَاطَّهَّرُوْا" وهو أمر بتطهير جميع البدن إلَّا ما يتعذر إيصال الماء إليه خارج عن النص.(الهداية مع الفتح:۱؍۶۰و۶۱)

## دورانِ غسل سر پر مسح کرنا کافی نہیں:

سوال: کیا غسل کرتے وقت عورت کے لئے پورے بدن کا دھونا فرض ہے؟ بعض عورتیں بدن پر پانی ڈال کر مسح کرنا کافی سمجھتی ہیں، کیا ایسی صورت میں غسل ہو جاتا ہے؟

الجواب

احکامِ غسل میں مرد اور عورت یکساں ہیں، جیسا مرد کے لئے پورے بدن کا دھونا فرض ہے اسی طرح عورت کے لئے بھی پورے بدن کا دھونا ضروری ہے، سر کے بالوں پر مسح کر لینا کافی نہیں، بال بھی دھونا ضروری ہے، اگر غسل کرتے وقت بالوں پر مسح کر کے، دھونا چھوڑ دیا جائے تو اس سے غسل ادا نہیں ہوگا۔(۱) ''قال الحصکفیؒ: (و فرض الغسل)...... (غسل) کل (فمه)...... (و أنفه)حتی ماتحت الدرن(و) باقی(بدنه)،لکن فی المغرب وغیره: البدن من المنکب إلی الألیة،وحینئذ فالرأس والعنق والیدوالرجل خارجة لغةً داخلة تبعاً شرعاً. (الدرالمختار علیٰ صدرردالمحتار،أبحاث الغسل: جلداول ص۱۵۲) (۲) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ: ۵۱۷)

## غسل میں سر پر پانی ڈالنا نقصان دہ ہو تو مسح کرنا درست ہے یا نہیں:

سوال: اگر کسی عورت کو غسل کرتے وقت سر پر پانی ڈالنے سے سر میں شدید درد ہو جاتا ہو، تو ایسی حالت میں وہ مسح کر سکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ علاج کیلئے پیسہ نہیں ہے؟

الجواب حامدًا و مصلیاً

غسل میں سر کا دھونا فرض ہے، اگر ٹھنڈا پانی نقصان دیتا ہے تو گرم پانی سر پر ڈال لیں، تمام بالوں کا دھونا ضروری نہیں بلکہ بالوں کی جڑوں کو تر کر لینا کافی ہے۔ اگر مسلم ماہر طبیب نے سر پر پانی ڈالنے کو منع کیا ہو یا بار بار کا تجربہ ہو کہ سر پر پانی ڈالنے سے نقصان ہوگا اور دردِ سر کا مرض پیدا ہو جاتا ہے تو ایسی حالت میں سر پر پانی ڈالنا ضروری نہیں ہے، اس کی بھی گنجائش ہے کہ مسح کر لے۔ ''ولو ضرها غسل رأسها تركته، وقيل: تمسحه الخ'' درمختار. (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۸/۱۱/۸۵ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۷۹-۸۰)

---

(۱) عن أم سلمةؓ قالت: قلت يارسول الله! إني امرأة أشد ضَفر رأسي أفأنقضه لغسل الجنابة؟ قال: لا، إنما يكفيك أن تحثي علىٰ رأسك ثلاث حثيات ثم تفيضين عليك الماء فتطهرين. (مسلم، نمبر ۳۳۰/۷۴۴، ابوداؤد، نمبر ۲۵۱)

دوسری حدیث میں ہے: ثم تصب علىٰ رأسها فتدلكه دلكاً شديداً حتى تبلغ شؤون رأسها. (مسلم، نمبر ۳۳۲/۷۵۰)

یعنی پانی بالوں کی جڑوں کے اندر پہنچانا ضروری ہے تب غسل ہوگا۔ انیس

(۲) وفي الهندية: الفصل الأول في فرائضه: وهي ثلاثة: المضمضة والاستنشاق وغسل جميع البدن علىٰ ما في المتون (الهندية، الباب الثاني في الغسل: ج۱ ص۱۳، ومثله في البحر الرائق، كتاب الطهارة: ج۱ ص۴۵)

(۳) (الدرالمختار: ۱/۱۵۳، أبحاث الغسل، سعيد) ولو ضرها غسل رأسها تركته الخ. (حاشية الطحطاوي علىٰ مراقي الفلاح: ۱۰۳، فرائض الغسل، قديمي، وكذا في الفتاوىٰ العالمگيرية: ۱/۵، فرائض الوضوء، رشيديه)

## غسل میں آنکھ کے اندر پانی پہنچانے کا حکم:

سوال: کیا غسل کے اندر آنکھ کے اندرونی حصہ میں بھی پانی آنکھیں کھول کر پہونچانا ضروری ہے یا آنکھ بند کر کے بھی چہرہ دھویا جائے تو کافی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

پانی پہونچانا ضروری نہیں۔(۱) فقط واللہ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند (فتاویٰ محمودیہ:۹۴/۵)

## غسل فرض میں ناف میں انگلی ڈالنے کا حکم:

سوال غسل کرتے وقت ناف میں انگلی ڈالنا فرض غسل میں ضروری ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ

فرض غسل میں ناف کے اندر پانی پہنچانا ضروری ہے، اس لئے بہتر یہی ہے کہ انگلی پھیر لی جائے، تاکہ پانی پہنچنے کا یقین ہو جائے۔

”ویجب إیصال الماء إلی داخل السرة وینبغي أن یدخل أصبعه فیهاللمبالغة کذافی محیط السرخسی، آھ. (عالمگیری: ج۱ص۷) فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس، ملتان۔ (خیر الفتاویٰ:۶۶/۲)

## غسل میں فرج خارج کو دھونا فرض ہے:

سوال: عورت کے فرض غسل میں شرمگاہ کو اندر سے دھونا بھی ضروری ہے یا کہ عام دستور کے مطابق استنجا کافی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

عورت کی شرمگاہ کے دو حصے ہیں ایک بیرونی حصہ جو مستطیل شکل کا ہے اس کے بعد کچھ گہرائی میں جا کر گول

---

(۱) دونوں آنکھوں کے ناک اور کان کی طرف والے کونے اور پلکوں میں پانی پہونچانا فرض ہے۔(طحطاوی:۳۵)

(بحوالہ طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۲۴۵، انیس الرحمٰن قاسمی)

(لا) یجب (غسل مافیه حرج کعین) وإن اکتحل بکحل نجس (الدرالمختار) (قوله کعین) لأن فی غسلها من الحرج مالایخفیٰ، لأنها شحم لاتقبل الماء، وقدکف بصر من تکلف له من الصحابة، الخ. (رد المحتار: ۱۵۲/۱، مطلب فی أبحاث الغسل، سعید، وکذا فی الفقه الإسلامی وأدلته: ۵۲۳/۱، المطلب الثالث، فرائض الغسل، سعید، وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریة: ۳۱/۱، الباب الثانی فی الغسل، وکذا فی الدرالمختار: ۹۷/۱، أرکان الوضوء أربعة، سعید)

البتہ آنکھ کے اندر پانی پہنچانا بہتر ہے۔ عن ابن عمرؓ قال: کان إذا اغتسل من الجنابة نضح الماء في عینیه و أدخل أصبعه فی سرته. (سنن بیهقی، باب نضح الماء فی العینین، وإدخال الأصبع فی السرة: ج اول ص ۲۷۳، نمبر ۸۳۷، انیس)

سوراخ ہے، اس گولائی سے اوپر کے حصہ کو فرج خارج اور اندرونی حصے کو فرج داخل کہا جاتا ہے، فرض غسل میں فرج خارج کا دھونا فرض ہے، یعنی گول سوراخ تک پانی پہنچانا ضروری ہے، بدوں اس کے غسل صحیح نہ ہوگا، البتہ فرج داخل کے اندر پانی پہنچانا ضروری نہیں۔ **قال في التنوير: (ويجب غسل سرة وشارب وحاجب ولحية وفرج خارج) وفي الشرح: لأنه كالفم لا داخل لأنه باطن. (تنوير الأبصار مع الدر المختار على صدر رد المحتار، مطلب في أبحاث الغسل: ۱/۱۴۱)** (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔ ۶ / شوال ۹۸ھ (احسن الفتاویٰ: ۲/ ۳۷)

## غسل کے وقت عورت کو شرمگاہ کے اندرونی حصہ کو دھونا ضروری نہیں:

سوال: وقت غسل کے عورت کو اپنی اندام نہانی کو بذریعہ انگشت تین مرتبہ پاک کرنا فرض ہے یا سنت اور بغیر اس طرح پاک کئے غسل جائز سمجھا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اگر غسل کرنے سے پہلے اندام نہانی کو بذریعہ انگشت تین مرتبہ پاک نہ کیا جائے گا، غسل سے ناپاکی دور نہ ہوگی، ان کا یہ فرمانا صحیح ہے یا غلط؟

**الجواب**

نہ فرض ہے نہ سنت اور اس کو ضروری کہنا غلط ہے۔ (۲)

**في الدر المختار: ولا تدخل أصبعها في قبلها، به يفتىٰ.** (۳) **والله اعلم**

۱۶ / شعبان ۱۳۲۱ھ، امداد: ۱/ ۳۔ (امداد الفتاویٰ جدید: جلد اول ص: ۴۴)

## عورت کے لیے بال کی جڑ میں پانی پہنچانا ضروری ہے:

سوال: بحالت جنابت کس وقت میں عورت گلے سے نہا سکتی ہے؟ سنا ہے کہ بخیال بگڑنے سنگار کے گلے سے نہا سکتی ہے۔

**الجواب**

مسئلہ یہ نہیں ہے، بلکہ ضروری ہے کہ سر پر سے پانی ڈالے اور تمام بدن پر پانی بہاوے۔ صرف عورت کے لیے یہ حکم ہے

---

(۱) ۱۔ **عن عائشةؓ قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا اغتسل من الجنابة .... ثم اتفقا فيغسل فرجه، وقال مسدد: يفرغ علىٰ شماله ـ و ربما كنت عن الفرج. (أبو داؤد، باب في الغسل من الجنابة** ص ۴۵، نمبر ۲۴۲)

۲۔ **أخبرنا ابن عباسؓ عن خالته ميمونةؓ .... ثم صب علىٰ فرجه فغسل فرجه بشماله، ثم ضرب بيده الأرض فغسلها. (أبو داؤد، باب في الغسل من الجنابة،** ص ۴۵، نمبر ۲۴۵/ **ترمذی، باب ما جاء في الغسل من الجنابة،** ص ۲۸، نمبر ۱۰۳، انیس)

(۲) عورتوں کے لیے شرم گاہ کے ظاہری حصہ کا دھونا فرض ہے، اندرونی حصہ کا دھونا فرض نہیں ہے۔ (رد المحتار: ۱/ ۱۵۳۔ الفتاویٰ التاتارخانیہ: ۱/ ۱۵۰)۔ (طہارت کے احکام و مسائل: صفحہ ۲۴۵، انیس)

(۳) **(ويجب غسل سرة وشارب وحاجب ولحية وفرج خارج) (تنوير الأبصار) لأنه كالفم لا داخل لأنه باطن، ولا تدخل أصبعها في قبلها، به يفتىٰ. (الدر المختار على رد المحتار، مطلب في أبحاث الغسل: ۱/ ۱۴۱، انیس)**

کہ اگر اس کے سر کے بال کی مینڈھیاں گندھی ہوئی ہوں تو ان کا کھولنا ضروری نہیں بلکہ جڑوں میں بالوں کی، پانی پہنچا دینا کافی ہے، یعنی اس طرح کرے کہ سر پر پانی ڈال کر بالوں کو ہاتھ سے ڈوباوے کہ پانی جڑوں میں پہنچ جاوے۔ (۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۱۵۳)

## عورت کے لئے غسل میں بالوں کی جڑیں تر ہوجانا کافی ہیں:

سوال: جس وقت نہانا فرض ہوا اس وقت عورت کے بال کھلے ہوئے تھے پھر گوندھ لئے اس صورت میں تو نہاتے وقت صرف جڑوں کا تر کرنا کافی نہ ہوگا اور چوٹی کھول کر نہانا واجب ہوگا، نیز حیض سے نہاتے وقت بھی اصول شعر کا تر کر لینا اور بالوں کا بھگونا بھی غالباً کافی ہے، غسل جنابت میں اور اس میں غالباً کوئی فرق نہیں؟

الجواب

في الهداية: وليس على المرأة أن تنقض ضفائرها في الغسل إذا بلغ الماء أصول الشعر. (۲)

اس سے دو امر معلوم ہوتے ہیں ایک یہ کہ غسل کے وقت اگر بال مضفور ہوں تو کھولنا واجب نہیں خواہ حدث کے وقت مضفور رہوں یا نہ ہوں، دوسرے مطلق غسل کا یہ حکم ہے خواہ وہ غسل جنابت ہو یا غسل حیض ہو، (۳) فقط واللہ اعلم

(امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۴۴)

## بوقت غسل عورت کے لئے بالوں کا کھولنا:

سوال: اگر عورت کے بال بندھے ہوئے ہیں تو غسل کے وقت کیا کرے؟

---

(۱) "وليس على المرأة أن تنقض ضفائرها في الغسل إذا بلغ الماء أصول الشعر". (هداية، فصل في الغسل: ۱/۳۷-ظفیر)

نہاتے وقت عورتوں کے لیے جائز ہے کہ اگر ان کی چوٹی گندھی ہوئی ہو تو وہ بغیر چوٹی کھولے بھی نہا سکتی ہیں لیکن اس صورت میں بھی بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچنا ضروری ہے اور افضل یہی ہے کہ وہ اپنے بالوں کو کھول لیں اور پوری طرح دھو کر نہائیں۔ (ردالمحتار: ۱/۱۵۵)۔ اگر کسی عورت نے ماتھے پر افشاں چن رکھا ہو یا بال میں گوند لگا رکھا ہے تو اس کو چاہیے کہ اس کو چھڑا ڈالے، کیوں کہ گوند کے نیچے پانی نہیں پہنچتا ہے، اسی طرح وہ افشاں بھی دھو ڈالے۔ (طہارت کے احکام ومسائل: صفحہ ۱۴۱، ۱۴۳۔ انیس)

عن أم سلمةؓ قالت: قلت يارسول الله! إني امرأة أشد ضَفر رأسي أفأنقضه لغسل الجنابة؟ قال: لا، إنما يكفيك أن تحثي على رأسك ثلاث حثيات ثم تفيضين عليك الماء فتطهرين. (مسلم، نمبر ۳۳۰/۷۴۴/ ابوداؤد، نمبر ۲۵۱)

اس حدیث کے چار حدیثوں کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جس میں یہ لفظ ہے: ثم تصب على رأسها فتدلكه دلكاً شديداً حتى تبلغ شؤون رأسها. (مسلم، نمبر ۳۳۲/۷۵۰) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ پانی بالوں کی جڑوں کے اندر پہنچانا ضروری ہے تب غسل ہوگا۔ انیس)

(۲) هداية، فصل في الغسل: ۱/۳۷، انیس

(۳) مسلم، نمبر ۳۳۰/۷۴۴/ ابوداؤد، نمبر ۲۵۱/ نیز مسلم، نمبر ۳۳۲/۷۵۰، انیس

الجواب

اگر بغیر کھولے ہوئے بالوں کی جڑیں بھیگ جائیں تو بس یہی کافی ہے۔(۱) (فتاویٰ مولانا عبدالحی اردو:ص ۱۸۳)

## غسل جنابت میں عورت کو چوٹی کا کھولنا ضروری ہے یا نہیں:

سوال: جب کہ مرد کو بعد وطی کے غسل تمام بدن کا اور سر کے بال جڑ تک تر کرنے ضروری ہیں تو عورت کو جب کہ اس کے سر کے بال بہت لمبے اور گندھے ہوئے ہوں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب

عورت کے سر کے بال اگر گندھے ہوئے ہیں اور مینڈھیاں گندھی ہوئی ہیں تو ان کو کھولنا اور تمام بالوں کا تر کرنا غسل میں ضروری نہیں ہے بلکہ بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچا دینا کافی ہے۔اس کی صورت یہ ہے کہ سر پر پانی ڈال کر بالوں کو دبا دے کہ جڑ میں پانی پہنچ جاوے اور اگر بال کھلے ہوئے ہیں تو تمام بالوں کا تر کرنا ضروری ہے۔(۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم:۱/۱۵۶، ۱۵۷) ☆

---

(۱) قاعدے کے اعتبار سے جنابت، حیض اور نفاس کے غسل میں بالوں کی جڑ تک پانی پہنچانا ضروری ہونا چاہئے۔یہی وجہ ہے کہ مرد کو جوڑا ہو تو اس کو کھولنا اور بالوں میں پہنچانا ضروری ہے۔لیکن عورت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار کی پریشانی کی وجہ سے خصوصی رعایت دی ہے کہ اگر سر کے تمام بالوں کی جڑ تک پانی پہنچ جائے تو جوڑے کو کھولنا ضروری نہیں۔ حدیث میں ہے عورتوں کو جوڑا کھولنا ضروری نہیں ہے، اگر بالوں کی جڑ تک پانی پہنچ جاتا ہو:

عن أم سلمةؓ قالت: قلت یارسول اللّٰہ ! إنی امرأۃ أشد ضَفر رأسی أفأنقضه لغسل الجنابة ؟قال: لا،إنما یکفیک أن تحثی علٰی رأسک ثلاث حثیات ثم تفیضین علیک الماء فتطھرین. (مسلم،نمبر ۳۳۰/۴۴/۷،ابوداؤد،نمبر ۲۵۱)

اس حدیث کے چار حدیثوں کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، جس میں یہ لفظ ہے: ثم تصب علٰی رأسھا فتدلکه دلکاً شدیداً حتی تبلغ شؤون رأسھا. (مسلم،نمبر ۳۳۲/۷۵۰)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ پانی بالوں کی جڑوں کے اندر پہنچانا ضروری ہے تب غسل ہوگا۔اگر جوڑا نہیں کھولا اور پانی جڑ تک نہیں پہنچا تو عورتوں کا غسل نہیں ہوگا۔انیس۔

(۲) (وکفی، بلّ أصل ضفیرتھا) أی شعر المرأۃ المضفور للحرج، أما المنقوض فیفرض غسل کله اتفاقاً ولو لم یبتل أصلھا یجب نقضھا مطلقاً ھو الصحیح، ولو ضرھا غسل رأسھا ترکته،(درمختار) قوله اتفاقاً،کذا فی شرح المنیة، وفیه نظر لأن فی المسئلة ثلاثة أقوال کما فی البحر والحلیة، الأول الاکتفاء بالوصول إلی الأصول ولو منقوضاً، وظاھر الذخیرۃ أنه ظاھر المذھب، ویدل علیه ظاھر الأحادیث الواردۃ فی ھذا الباب،الثانی التفصیل المذکور ومشی علیه جماعة منھم صاحب المحیط والبدائع والکافی.الثالث وجوب بل الذوائب مع العصر وصحح، وتمام تحقیق ھذہ الأقوال فی الحلیة وحال فیھا آخراً إلٰی ترجیح القول الثانی،وھو ظاھر المتون .(رد المحتار،أبحاث الغسل:۱/۱۳۲،ظفیر)

☆ جنابت کے غسل میں عورت کو مینڈھیاں کھولنا ضروری نہیں:

سوال: کیا عورت کو غسل کرتے وقت سر کے بال (مینڈھیاں) کھولنا ضروری ہے؟ ==

## غسل میں عورت کے بالوں کا حکم:

سوال: عورت کے فرض غسل میں سر کے بالوں میں کچھ خشکی رہ جائے تو کیا فرض ادا ہو جائیگا؟

الجواب ــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اگر بال کھلے ہوں تو بالوں کا تر کرنا فرض ہے، جڑوں تک بھی پانی پہنچائے اور اگر عورت کے بال گندھے ہوئے ہوں تو ان کو کھولنا ضروری نہیں صرف جڑوں کا تر کرنا فرض ہے البتہ بدوں کھولے جڑوں تک پانی نہ پہنچ سکے تو کھول کر سب بالوں کو دھونا فرض ہے۔

**قال فی شرح التنویر: (وكفى بل أصل ضفيرتها) أى شعر المرأة المضفور للحرج أما المنقوض فيفرض غسل كله اتفاقاً ولولم يبتل أصلها يجب نقضها مطلقاً هو الصحيح. (ردالمحتار: ۱۴۲/۱)** (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (احسن الفتاویٰ: ۳۶/۲)

## مصنوعی بالوں کا وضو وغسل میں حکم:

سوال: موجودہ دور میں خواتین اپنے بالوں کو لمبا اور گھنا ظاہر کرنے کے لئے مصنوعی بال لگاتی ہیں، غسل یا وضو میں ان کا کیا حکم ہے؟

---

== الجواب ــــــــــــ

اگر عورت کے سر کے بال گندھے ہوئے ہوں تو پورے بالوں کے اصول (جڑ) تک پانی پہنچانا ضروری ہے، مینڈھیاں کھولنا ضروری نہیں۔ البتہ اگر عورت کے بال کھلے ہوئے ہوں تو پورے بالوں کا دھونا ضروری ہے اگر کچھ حصہ خشک رہ جائے تو غسل درست نہیں ہوگا۔

"قال الحصكفىؒ: (وكفى، بلّ أصل ظفيرتها) أى شعر المرأة المضفور للحرج، أما المنقوض فيفرض غسل كله اتفاقاً ولولم يبتل أصلها يجب نقضها مطلقاً هو الصحيح". (الدر المختار على صدر ردالمحتار، أبحاث الغسل: ج ۱ ص ۱۵۳) (قال ابن نجيمؒ: (قوله: ولاتنقض ضفيرة إن بلّ أصلها) أى ولايجب على المرأة أن تنقض ضفيرتها إن بلت فى الاغتسال أصل شعرها (وبعد أسطر) ويجب عليها الإيصال إلىٰ أثناء شعرها إذاكان منقوضاً لعدم الحرج (البحر الرائق، كتاب الطهارة: ج ۱ ص ۵۲، ومثله فى الهندية، الباب الثانى فى الغسل: جلد ۱ ص ۱۳) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۵۲۴)

(۱) عن عائشةؓ أن أسماءؓ سألت النبى صلى الله عليه وسلم عن غسل المحيض؟...ثم تصب علىٰ رأسها فتدلكه دلكاً شديداً حتى تبلغ شؤون رأسها. (مسلم، باب استعمال المغتسلة من الحيض فرصة من مسك فى موضع الدم، ص ۱۴۷، نمبر ۷۵۰/۳۳۲)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ پانی بالوں کی جڑوں کے اندر پہنچانا ضروری ہے تب غسل ہوگا۔ اگر جوڑا نہیں کھولا اور پانی جڑ تک نہیں پہنچا تو عورتوں کا غسل نہیں ہوگا۔ انیس

الجواب

اگر چہ یہ عمل شرعاً ممنوع ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے عمل کو موجبِ لعنت قرار دیا ہے لیکن یہ عمل اگر کر بھی لیا جائے تو غسل میں عورتوں پر صرف بالوں کی جڑ میں پانی پہنچانا ضروری ہوتا ہے۔(۱) اس لئے وضو اور غسل میں ان خارجی بالوں کا ہٹانا ضروری نہیں بشرطیکہ وضو میں چوتھائی سر کا مسح اصلی بالوں پر ہو، ہاں اگر مصنوعی بالوں پر مسح کیا جائے تو وضو جائز نہ ہوگا۔

**لما قال العلامة برهان الدين المرغينانيؒ: "ليس على المرأة أن تنقض ضفائرها في الغسل إذا بلغ الماء أصول الشعر". (الهداية: ج۱ص۱۴، فصل في الغسل)** (۲) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ:۵۳۶)

## بالوں میں فینشی رنگ لگایا ہو تو غسل ہوگا یا نہیں:

سوال: یہاں نو جوان لڑکوں اور لڑکیوں میں سر کے بال رنگ سے رنگنے کا فیشن ہے تو ایسی حالت میں فرض غسل ان کا صحیح ہوگا یا نہیں؟ خضاب پر اس کو قیاس کرنا صحیح ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مہندی جیسا رقیق رنگ لگا ہو تو غسل صحیح ہو جائے گا(۳) مگر یہ فیشن قابل ترک ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

(فتاویٰ رحیمیہ: ۱۴۶/۷)

## دوائی کے ذریعہ بالوں کو بھورا بنانے، وضو اور غسل کا حکم:

سوال: آج کل ایک انگریزی دوائی نکلی ہے جو عورتیں اپنے بالوں پر استعمال کرتی ہیں، اس کے استعمال کے بعد بالوں کا رنگ بھورا ہو جاتا ہے، اس دوائی کے اندر شراب، الکحل (Alcohal) کے علاوہ مختلف قسم کی اشیا (Chemical) ڈالے جاتے ہیں، اس دوائی کو سر کے بالوں پر لگانے کے بعد دو تین گھنٹے ویسے چھوڑے رکھتے ہیں اور اس کے بعد صابن، شیمپو وغیرہ سے سر کو دھویا جاتا ہے جس سے صرف بھورا رنگ باقی رہتا ہے اور دوائی کا اثر پورا

(۱) اگر کسی عورت نے بالوں کے مصنوعی جوڑے لگا رکھے ہیں یا چوٹی باندھ رکھی ہے تو اس کو چاہیے کہ علیحدہ کر دے کیوں کہ یہ بال نہ جسم کا حصہ ہے اور نہ ضرورت ہے، اس کی وجہ سے بال کی جڑوں تک پانی پہونچانے میں دشواری بھی ہو سکتی ہے، لیکن اگر کسی نے باندھ رکھا ہو اور اس طرح سر دھویا کہ بالوں کی جڑوں میں خوب پانی پہنچ گیا تو جائز ہے۔ (طہارت کے احکام و مسائل: صفحہ ۱۴۳۔ انیس)

(۲) **قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلاليؒ: "لا يفترض نقض المضفور من شعر المرأة إن سرى الماء في أصوله اتفاقاً". (مراقي الفلاح على صدر الطحطاوي: ص۸۲، فصل فرائض الغسل) ومثله في كبيري: ص۴۷، فرائض الغسل)**

(۳) **ولا يمنع الطهارة ونيم، أي خرء ذباب وبرغوث لم يصل الماء تحته وحناء ولو جرمه، به يفتى. (الدر المختار) قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: (قوله وبه يفتى) صرح به في المنية عن الذخيرة في مسئلة الحناء والطين والدرن معللاً بالضرورة. (ردالمحتار: ۱۵۴/۱، أبحاث الغسل، انيس)**

پورا چلا جاتا ہے، لہذا کیا یہ دوائی عورتیں استعمال کرسکتی ہیں اس کے دھونے کے بعد وضوو غسل درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــ حامداًو مصلیاًو مسلماً

حدیث شریف میں سفید بالوں پر خضاب کے استعمال کی اجازت بلکہ استحباب وارد ہوا ہے، البتہ یہ شرط ہے کہ استعمال کئے جانے والے خضاب کا رنگ سیاہ نہ ہو، سیاہ خضاب کا استعمال مکروہ تحریمی ہے، البتہ اگر بالوں کا رنگ اصلی اور فطری موجود ہے اس کے باوجود اس کو دوسرے رنگ سے بدلنا چاہے وہ سیاہ نہ ہو کہیں نظر سے نہیں گذرا، دور حاضر میں فیشن کے نام پر جو کام کئے جاتے ہیں انہیں کا ایک حصہ ہے اور بلا ضرورت ہونے کے ساتھ تغییر خلق اللہ کا مصداق ہونے کی وجہ سے اس کی اجازت نہیں ہے، اس کے باوجود کسی عورت نے اس طرح اپنے بالوں کو بھورا کیا اور ایسا کرنے کی وجہ سے صرف رنگ میں تبدیلی آئی ہے بالوں کے اوپر کوئی پرت نہیں چڑھی، تو وضوو غسل درست ہوجائے گا، ورنہ نہیں۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (محمود الفتاویٰ جلد اول: ۳۸۵-۳۸۶)

## مہندی لگانے کے بعد غسل:

سوال: کیا عورتیں ناپاکی کی حالت میں ہاتھوں اور پیروں میں مہندی لگاسکتی ہیں؟ ناپاکی کی حالت میں مہندی لگاکر غسل کرنے سے غسل ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــ

عورتوں کو مہندی لگانا جائز ہی نہیں بلکہ بہتر ہے اور مہندی لگانے کے لئے پاکی اور ناپاکی کی کوئی شرط نہیں، مہندی چونکہ پانی کے جسم تک پہنچنے میں رکاوٹ نہیں بنتی، اس لئے ناپاکی کی حالت میں مہندی لگائی اور بعد میں غسل کیا، تو کچھ حرج نہیں، غسل درست ہوجائے گا، جیسا کہ جسم میں میل لگا ہوتا ہے، اس کے باوجود پانی کا بہادینا غسل و وضو کے لئے کافی ہوجاتا ہے۔ **والعجین یمنع تمام الاغتسال والوسخ والدرن لایمنع**.(۲) فقط (کتاب الفتاویٰ: ۲/۶۵)

## زخم پر کسی دوا کے چپک جانے کی حالت میں غسل کا حکم:

سوال: اگر کسی دانہ یا چوٹ پر چونہ لگادیا گیا تھا اور وہ چونا اس حصۂ جسم یا کھال پر چپک گیا تھا اور خشک ہوگیا تھا

---

(۱) (ولایمنع) الطهارة (ونیم)أی خرء ذباب وبرغوث لم یصل الماء تحته (وحناء) ولوجرمه، به یفتیٰ (الدرالمختار) قال ابن عابدین رحمه اللّٰه تعالیٰ:(قوله وبه یفتیٰ) صرح به فی المنیة عن الذخیرة فی مسئلة الحناء والطین والدرن معللاً بالضرورة. (ردالمحتار:۱/۱۵۴،أبحاث الغسل،انیس)

(۲) الفتاویٰ الهندیة:۱/۱۳/ ردالمحتار:۱/۱۵۴،أبحاث الغسل،انیس

کہ آسانی سے چھوٹ بھی نہ سکتا تھا، ایسی حالت میں غسل جنابت کیا گیا اور بعد ادائے غسل نماز پڑھی گئی، اب نماز کے کچھ دیر بعد وہ چونا چھڑانے سے چھوٹ گیا تو کیا اس حصۂ کھال یا جسم پر پانی پہنچانا اور نماز کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

**الجواب**

**فی الدر المختار: (والمسح یبطله سقوطها عن برء) وإلا لا (فإن) سقطت (فی الصلوٰة استأنفها، وكذا) الحكم (لو) سقط الدواء أو (برأ موضعها ولم تسقط) مجتبیٰ، وینبغی تقییده بما إذا لم یضر إزالتها فإن ضره فلا. (بحر: ۱/۳۹) وفی ردالمحتار: فإن ضره أی إزالتها لشدة لصوقها به ونحوه، بحر. (۱)**

اس سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں نماز کا اعادہ ضروری نہیں، البتہ اس عضو کو پھر تر کر لے کیونکہ نیچے سے جلد اچھی تھی صرف چونا چھڑانے کی دشواری کے سبب اس وقت دھونا معاف ہو گیا تھا۔ فقط

۴/ربیع الاول ۱۳۳۳ھ تتمۂ ثالث: ۲۳۔ (امداد الفتاویٰ جدید جلد اول/۵۶)

## ہاتھ پر مشین سے نام لکھوانا مانع غسل و وضو نہیں:

سوال: بندہ نے بچپن میں مشین کے ذریعے اپنے ہاتھ پر نام لکھوایا ہے، اب لوگ کہتے ہیں کہ اس نام کو مٹا دو، اس سے غسل و وضو نہیں ہوتا ہے حالانکہ وہ نام اب بغیر آپریشن کے نہیں مٹ سکتا، تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: نارتھ وزیرستان ایجنسی میران شاہ۔ ۱۹۸۸/۴/۲۸ء۔

**الجواب**

یہ خط، کھال اور بھرے ہوئے زخم کی طرح عضو ہے نہ وضو سے مانع ہے اور نہ غسل سے۔ (۲) واعظوں کے سخت اور غلط مسائل سے خائف نہ ہوں۔ (۳) وھو الموفق (فتاویٰ دیوبند پاکستان، المعروف بہ فتاویٰ فریدیہ جلد دوم، ص ۶۶)

---

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، باب المسح علی الخفین: ۱/۲۸۱، بیروت، انیس.

(۲) موجودہ دور میں ٹیٹو (TATTOO) بنانے کا عام رواج ہندوستان و پاکستان میں رائج ہے، اس کا حکم بھی یہی ہوگا۔ انیس)۔

(قال ابن عابدین: یستفاد مما مر حکم الوشم فی نحو الید، وهو أنه کالاختضاب أو الصبغ بالمتنجس، لأنه إذا غرزت الید أو الشفة مثلاً بإبرة ثم حشی محلها بکحل أو نیلة لیخضر تنجس الکحل بالدم، فإذا جمد الدم والتأم الجرح بقی محله أخضر، فإذا غسل طهر لأنه أثر یشق زواله لأنه لا یزول إلا بسلخ الجلد أو جرحه، فإذا کان لا یکلف بإزالة الأثر الذی یزول بماء حار أو صابون فعدم التکلیف هنا أولیٰ، وقد صرح به فی القنیة فقال: ولو اتخذ فی یده وشماً لا یلزمه السلخ. آه. (ردالمحتار: ص ۲۳۰ جلد ۱، مطلب فی حکم الوشم، باب الأنجاس)

(۳) قال الإمام ولی الله الدهلویؒ: وأما المذکر فلابد... أن یکون میسِّراً لا معسِّراً وأما الآفات التی تعتری الوعاظ فی زماننا فیها عدم تمییزهم بین الموضوعات وغیرها بل غالب کلامهم الموضوعات المحرفات وذکرهم الصلوات والدعوات التی عدها المحدثون من الموضوعات ومنها مبالغتهم فی شیء من الترغیب والترهیب. (القول الجمیل: ص ۱۷۱، ۱۷۲، باب التذکیر والوعظ)

## بازو میں مصالحہ سے نام لکھنا مانع غسل ووضو نہیں ہے:

سوال: ایک شخص اپنے بازو میں نام تحریر کرتا ہے جو سوئی کے ذریعہ کیا جاتا ہے اور ایک قسم کا رنگدار مصالحہ اندر کیا جاتا ہے، تو نام کے نیچے پانی کا پہنچنا مشکل ہوتا ہے، تو کیا ایسے شخص کا غسل وغیرہ صحیح ہو جاتا ہے؟ بینوا توجروا۔ المستفتی: حافظ شمس الحق قمر حضرو اٹک۔ ۲۷/رمضان/۱۴۰۵ھ

الجواب

یہ خط، کھال کی طرح، غسل وغیرہ سے مانع نہیں ہے، کما فی ردالمحتار: جلد ا ص۲۳۰، باب الأنجاس، مطلب فی حکم الوشم: یستفاد مما مرحکم الوشم فی نحو الید، وهو أنه کالاختضاب أو الصبغ بالمتنجس، لأنه إذاغرزت الید أو الشفة مثلاً بإبرة ثم حشی محلها بکحل أو نیلة لیخضر تنجس الکحل بالدم، فإذا جمد الدم والتأم الجرح بقی محله أخضر، فإذاغسل طهر لأنه أثر یشق زواله لأنه لایزول إلابسلخ الجلدأوجرحه، فإذاکان لایکلف بإزالة الأثر الذی یزول بماء حارأوصابون فعدم التکلیف هنا أولیٰ الخ وفی الفتاویٰ الخیریة من کتاب الصلوٰة: سئل فی رجل علیٰ یده وشم هل تصح صلوته وإمامته معه أم لا؟ أجاب: نعم تصح صلاته وإمامته بلاشبهة، والله أعلم. وهو الموفق (فتاویٰ دیو بند پاکستان، المعروف بہ فتاویٰ فریدیہ جلد دوم: ۶۷-۶۸)

## جسم پر کوئی تصویر گدی ہوئی ہو تو غسل کا حکم:

سوال: آج کل سوئی وغیرہ سے اپنے جسم پر کوئی شکل یا کوئی تحریر کرتا ہے تو آیا اس سے غسل ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب

جسم گودنے والے اور گودوانے والے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔

عن عبد اللّٰه رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم الواصلة و المستوصلة والواشمة والمستوشمة. (أبو داؤد: ج۲ص۵۷۴)

یہ فعل اگرچہ حرام ہے، لیکن غسل سے مانع نہیں۔(۱) فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ، نائب مفتی جامعہ ہذا۔ ۲۳/۲/۱۴۰۷ھ، الجواب صحیح: محمد انور عفا اللہ عنہ (خیر الفتاویٰ: ۲/۷۸)

---

(۱) یستفاد مما مرحکم الوشم فی نحو الید، وهو أنه کالاختضاب أو الصبغ بالمتنجس، لأنه إذاغرزت الید أو الشفة مثلاً بإبرة ثم حشی محلها بکحل أو نیلة لیخضر تنجس الکحل بالدم، فإذا جمد الدم والتأم الجرح بقی محله أخضر، فإذاغسل طهر لأنه أثر یشق زواله لأنه لایزول إلابسلخ الجلدأوجرحه، فإذاکان لایکلف بإزالة الأثر الذی یزول بماء حارأوصابون فعدم التکلیف هنا أولیٰ، الخ. (ردالمحتار: جلدا ص۲۳۰، باب الأنجاس، مطلب فی حکم الوشم، انیس)

## ناخن پر سرخی جم جائے تو کیا حکم ہے:

سوال: عورتیں ناخنوں پر زینت کے لیے غلیظ سرخی لگاتی ہیں تو بغیر اس کو الگ کیے، وضو اور غسل اس پر درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

ناخنوں پر جو سرخی عورتیں تزئین کیلئے لگاتی ہیں اور وہ ایسی جم جاتی ہے کہ وضو اور غسل کا پانی ناخنوں تک نہیں پہنچتا تو ایسی حالت میں نہ وضو صحیح ہوتا ہے نہ غسل صحیح ہوتا ہے، جب تک اس سرخی کو علاحدہ نہ کیا جائے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفر لہ، دار العلوم دیو بند (فتاویٰ محمودیہ:۵/۸۰)

## ناخن پالش والی میت کی پالش صاف کر کے غسل دیں:

سوال: اگر کہیں موت ہوگئی تو ناخن پالش لگی ہوئی عورت کی میت کا غسل صحیح ہو جائے گا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اس کا غسل صحیح نہیں ہوگا۔اس لیے ناخن پالش صاف کر کے غسل دیا جائے۔(۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد سوم:۱۵۰۔۱۵۱)

## مصنوعی اعضا، پلاسٹر اور زخم پر پٹی ہونے کی صورت میں غسل و وضو کے احکام:

سوال (۱): مصنوعی دانتوں اور دانتوں کے علاوہ دیگر مصنوعی اعضا کی صورت میں وضو اور غسل کے کیا احکام ہوں گے؟

سوال (۲): اسی طرح اگر کوئی شخص پلاسٹر کرائے ہوئے ہے، یا زخم پر پٹی بندھی ہوئی ہے، ایسا شخص وضو اور غسل کس طرح کرے گا؟

---

(۱) (ویجب) أی یفرض (غسل) کل مایمکن من البدن بلاحرج مرةً..الخ (و)لایمنع (ماعلٰی ظفرصباغ و)لا(طعام بین أسنانه) أوفی سنه المجوف،به یفتیٰ،وقیل إن صلباً منع، وهو الأصح. (الدرالمختارعلٰی صدرردالمحتار: ۱/۱۵۲،۱۵۴،أبحاث الغسل،سعید،وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریة: ۱/۱۳،الباب الثانی فی الغسل،الفصل الأول فی فرائضه،رشیدیه،وکذا فی حاشیة الطحطاوی:۱۰۲،فصل فی بیان فرائض الغسل، قدیمی)

غسل کے صحیح ہونے کے لیے پورے بدن پر پانی بہانا ضروری ہے۔اس لیے اگر کسی عورت نے اپنے ناخنوں پر پالش کر رکھا ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ ناخنوں کے پالش کو کھرچ کر چھڑا لے اور پھر ناخنوں کو دھو ڈالے،اس لیے کہ ناخن جسم کے ان حصوں میں سے ہے جسے غسل کرتے وقت دھونا ضروری ہے۔اسی طرح اگر ناخنون میں خشک یا مرطوب ایسی مٹی،سمینٹ،تارکول یا آٹا چپکا ہوا ہو جس کی بنا پر پانی سرایت نہ کرتا ہو تو صرف اس پر پانی گزار دینا کافی نہ ہوگا، بلکہ کھرچ کر پانی بہانا ضروری ہوگا۔(الدر المختار مع رد المحتار:۱/۱۵۵،الفتاویٰ الھندیۃ:۱/۲)۔(طہارت کے احکام ومسائل:صفحہ۲۴۳۔انیس)

(۲) نعم ذکرالخلاف فی شرح المنیة فی العجین واستظهرالمنع لأن فیه لزوجة وصلابة تمنع نفوذالماء.(ردالمحتار ج:۱/ص۱۵۴،مطلب فی أبحاث الغسل،کتاب الطهارة)

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

(۱) ظاہری اعضاء جسم میں جو مصنوعی اعضا لگے ہوئے ہوں تو غسل جنابت کرنے میں ان سب کا نکالنا ضروری رہے گا جن کے نکالنے سے نہ نقصان ہو اور نہ کسی قسم کی مجبوری ہو ورنہ بغیر نکالے غسل کر لینا درست رہے گا۔(۱) اور یہی حکم ان اعضائے ظاہری کا جو کسی عضو وضو پر لگے ہوئے ہوں، نکالنے اور لگانے میں ہے۔اسی قاعدۂ کلیہ پر تمام جزئیات کے احکام نکل آئیں گے۔اس کی واضح مثال علامہ شامی ؒ کا وہ جزئیہ ہے جس میں موصوف فرماتے ہیں کہ فقہائے کرام رحمہم اللہ نے اس طرح کے مصنوعی دانت لگوانے یا دانتوں کو سونے، چاندی کے تاروں سے باندھنے کی اجازت دی ہے۔(فتاویٰ شامی:۳۱۹/۵، کتاب الحظر والإباحة)(۲)

(۲) اسی مذکورہ بالا ضابطۂ شرعیہ سے پلاسٹر کئے ہوئے حصہ کا، نیز زخم پر پٹی بندھی ہوئی ہو تو اس کا حکم بھی نکل آئے گا کہ جس وقت پلاسٹر کھولنے میں یا پٹی کے کھولنے میں ضرر کا ظن غالب ہو تو بغیر کھولے ہوئے غسل و وضو کر لے ورنہ کھول کر کرلے۔(فتح القدیر:۱۴۰/۱، باب المسح علی الخفین)(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند (منتخبات نظام الفتاویٰ:۴۴/۱)

## غسل جنابت میں سر کا تیل چھڑانا ضروری نہیں:

سوال: کیا غسل جنابت میں سر کا تیل چھڑانا ضروری ہے اور تکیہ بستر وغیرہ کا دھونا ضروری ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

غسل جنابت میں سر کا تیل چھڑانا ضروری نہیں، تاہم چھڑا دیں تو بہتر ہے۔

**فی الدرالمختار:(ولایمنع) الطهارة (ونیم) .......(وحناء) ولو جرمه، به یفتٰی، (ودرن ووسخ).....وكذا دهن ودسومة، وفی ردالمحتار:أی كزیت وشیرج، بخلاف نحو شحم وسمن جامد، شامی: ۱۰۴/۱(ردالمحتار:۱۴۵/۱،طبع سعید،وفی الهندیة،الفصل الأول فی فرائضه:ج۱/۱۴،طبع ماجدیه،کوئٹه، وإذا ادهن فأمر الماء فلم یصل یجزی الخ)**

(۱) والصرام والصباغ ما فی ظفرهما یمنع تمام الاغتسال وقیل: كل ذلك یجزیهم للحرج والضرورة ومواضع الضرورة مستثناة عن قواعد الشرع كذا فی الظهیریة.(عالمگیری، الباب الثانی فی الغسل:۱۳/۱، انیس)

(۲) ونظائرها مشهورة وفی كتب القوم مسطورة،بل نصوا علٰی جواز اتخاذ الأسنان من الذهب وشدها به ولو كان مانعاً عن صحة الغسل لما أفتوا به.(ردالمحتار:۳۱۹/۵، كتاب الحظر والإباحة. انیس)

(۳) قال العلامة الحصكفی:(لا)یجب (غسل ما فیه حرج كعین) وإن اكتحل بكحل نجس (وثقب انضم و)لا(داخل قلفة).(الدرالمختار علیٰ صدر رد المحتار: جلد۱ص۱۰۷، مطلب فی أبحاث الغسل،انیس)

## سر پر سے پرندہ کی بیٹ چھڑانا ضروری ہے:

سوال: تیل لگے ہوئے سر پر کوئی پرندہ بیٹ کردے تو صرف پانی سے بال دھونا کافی ہے یا تیل چھڑانا ضروری ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

جانور کی بیٹ چھڑالینی چاہئے۔ تیل چھڑانے کا حکم اوپر آگیا اور جتنی چکناہٹ کا ازالہ ممکن ہو، کرلے اور جس کا ازالہ متعذر رہو وہ معاف ہے، واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۳/۶/۷ ۱۳۹۷ھ (فتویٰ نمبر ۲۸/۵۸۸ ب) (فتاویٰ عثمانی: ۱/۳۶۲)

## بدن پر تیل ملنے کے بعد غسل جنابت کا حکم:

سوال: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ بال بال میں جنابت کا اثر پہنچتا ہے، اس ارشاد کے مطابق ایک جنبی انسان کے لئے غسل کے وقت تمام بالوں کا دھونا اور جڑوں میں پانی کا پہنچانا ضروری ہے۔ لیکن اگر بدن پر تیل ملا ہوا ہو تو کیا بیسن وغیرہ سے اولاً اس کا ازالہ ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

’’تحت كل شعرة جنابة‘‘. (۱)

یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نہیں ہے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’تحت كل شعرة جنابة فاغسلوا الشعر و أنقوا البشرة‘‘. (۲)

البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو سن کر حلق راس کو عادت بنالیا، اسی کو بیان کرتے ہیں:

’’فمن ثم عاديت رأسي فمن ثم عاديت رأسي فمن ثم عاديت رأسي‘‘. (ابوداؤد) (۳)

مرد کے لئے ضروری ہے کہ تمام بالوں پر پانی بہائے اور جڑوں تک پہنچائے خواہ کسی حصۂ بدن کے بال ہوں۔ ورنہ غسل جنابت ادا نہ ہوگا۔

رسائل الارکان میں ہے:

’’ويفترض على الرجل نقض الضفيرة إن كان له ضفيرة وإيصال الماء إلى البشرة تحت

---

(۱) مسند احمد: ۱/۹۴، نمبر ۷۲۷/۹۴/۱۱۲۱، ابوداؤد کتاب الطھارۃ، نمبر: ۲۴۹/ ابن ماجہ باب تحت کل شعرۃ جنابۃ، نمبر: ۵۹۹۔ انیس

(۲) ترمذی کتاب الطھارۃ، حدیث نمبر: ۱۰۶/ ابوداؤد کتاب الطھارۃ، نمبر: ۲۴۸/ ابن ماجہ باب تحت کل شعرۃ جنابۃ، نمبر: ۵۹۷۔ انیس

(۳) ابوداؤد کتاب الطھارۃ، انیس

عن علي مرفوعاً: من ترك موضع شعرة من جنابة لم يغسلها فعل به كذا وكذا من النار. (التلخيص الحبير: ۱/۱۴۲۔ انیس)

الشعر بل الشعر أيضاً بحيث لايبقى شعر لم يمر عليه الماء وهذا عام في كل شعر شعر الرأس كان أو شعر اللحية أو غيرهما ولايجزى غسله بدون ذلك" انتهى .(۱)

البتہ اگر بدن یا بالوں پر تیل لگا ہوا ہو تو اس کا ازالہ ضروری نہیں اگر اسی تیل لگے ہوئے پر پانی بہالے تو کافی ہوگا۔

درمختار میں ہے:

"(لا يمنع) الطهارة.......... دهن ودسومة" انتهىٰ ملخصاً".(۲)

شرح وقایہ میں ہے:

المعتبر في هذا الحرج فإذا ادهن فأمر الماء فلم يصل يجزى" انتهى.(۳)

اور اشباہ میں ہے:

"المشقة تجلب التيسير"إنتهى.(۴)

ابوالمکارم فرماتے ہیں:

"فسر المشقة تجلب بالاحتياج إلىٰ شيء آخر كالصابون".انتهىٰ.(۵)(فتاویٰ مولانا عبدالحی اردو:ص۱۸۲)

## جسم پر تیل لگا کر غسل کرنے سے غسل ہوگا یا نہیں:

سوال: جنبی اگر سارے جسم میں تیل لگا کر غسل کرے اور بمبالغہ غسل کرے تو پاک ہوجائے گا؟

الجواب ________________ وبالله التوفيق

صورت مذکورہ میں اگرچہ تیل کا اثر جسم پر باقی رہ جائے، جنابت دور ہوجائے گی اور وہ آدمی پاک ہوجائے گا۔(۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۵/۷/۲/۱۳۵ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۶۹)

---

(۱) رسائل الاركان فصل في الغسل:۲۱، المطبع العلوی لکھنو، انیس

(۲) الدر المختار مع رد المحتار:۱/۱۵۴، ۱۵۵، مطلب في أبحاث الغسل. انیس

(۳) شرح الوقاية كتاب الطهارة، باب الانجاس، انیس

(۴) الاشباه والنظائر، القاعدة:" المشقة تجلب التيسير" :۷۶، دار الجیل، بیروت، انیس

(۵) شرح النقاية، لأبي المكارم عبدالعلي بن محمد بن حسين البرجندي. انیس
والمسئلة كذا في محمود الفتاویٰ اردو:۱/۳۷۸، انیس

(۶) اگر پاؤں یا ہاتھ میں پھٹن ہو اور اس میں موم یا روغن یا کوئی دوسری دوا بھری ہو تو اس کے اوپر پانی بہالینا کافی ہے، اسی طرح ہاتھ پاؤں یا بدن میں تیل لگا ہو تو اس پر پانی بہالینا کافی ہے۔ (طہارت کے احکام و مسائل: صفحہ ۲۴۳) ==

## بدن کی پاکی کے لئے مَلنے ، رگڑنے اور خشک کرنے کا حکم:

سوال: طہارت بدن میں جف اور دلک شرط ہے یا نہیں؟(۱)

الجواب

بدن کے پاک ہونے کیلئے ازالۂ نجاست حقیقیہ کی ضرورت ہے، اگر بدوں دلک (مَلنے ، رگڑنے ) کے وہ نجاست زائل ہوجائے تو کچھ حاجت دلک کی نہیں ہے اور جفاف ( خشک کرنے ) کی ضرورت نہیں ہے۔(۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم:۱/۳۵۵)

×××

== (ولا یمنع) الطهارة (ونیم)...... (و حناء) ولو جرمه، به یفتیٰ، وفی الشامی: الخ قال فی شرحها: ولأن الماء ینفذه لتخلله وعدم لزوجته وصلابته، والمعتبر فی جمیع ذلک نفوذ الماء ووصوله إلی البدن، آه (ودرن ووسخ) ......وکذا دهن ودسومة (وتراب) وطین ولو (فی ظفر مطلقاً). (الدر المختار مع رد المحتار :۱/۱۵۴، ۱۵۵، مطلب فی أبحاث الغسل، انیس)

(۱) یعنی بدن کی پاکی کے لئے دوران غسل مَلنا ، رگڑنا اور پانی کا سوکھنا شرط ہے یا نہیں؟ انیس

(۲) (وکذا یطهر محل نجاسة) أما عینها فلاتقبل الطهارة (مرئیة)...... (بقلعها) أی بزوال عینها وأثرها ولو بمرة أوبما فوق ثلاث فی الأصح. (الدر المختار علیٰ رد المحتار، باب الأنجاس، قبیل مطلب فی حکم الصبغ:۱/۳۰۳، ظفیر )

(وفرض الغسل) الخ (غسل)...... (فمه) الخ (وأنفه) الخ (و)......(بدنه) لا دلکه، ویجب...... غسل کل ما یمکن من البدن بلاحرج مرة کأذن. (الدر المختار علیٰ صدر رد المحتار: ج۱ ص۱۵۱، مطلب فی أبحاث الغسل، انیس)

# سنن غسل

## غسل اور وضو میں پانی کی مقدار کیا ہے:

سوال: مقدار پانی برائے غسل و وضو کیا ہے؟

الجواب

حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک صاع پانی سے سوا صاع تک غسل فرماتے تھے اور ایک مد سے وضو فرماتے تھے۔ یعنی ادنیٰ مقدار کفایت کی یہ ہے اور شامی نے حلیہ سے نقل کیا ہے کہ اس میں کچھ تحدید شرعی نہیں ہے، جس قدر پانی سے وضو اور غسل ہو سکے، درست ہے، لیکن اسراف نہ ہو۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۱/۱۵۹، ۱۶۰)

(۱) (ثم يفيض الماء) علىٰ كل بدنه ثلاثاً مستوعباً من الماء المعهود في الشرع للوضوء والغسل وهوثمانية أرطال، وقيل: المقصود عدم الإسراف، وفي الجواهر: لا إسراف في الماء الجاري، لأنه غير مضيع. (درمختار) (قوله وقيل: المقصود الخ) الأصوب حذف قيل لما في الحلية أنه نقل غير واحد إجماع المسلمين علىٰ أن ما يجزيء في الوضوء والغسل غير مقدر بمقدار، وما في ظاهر الرواية من أن أدنىٰ ما يكفي في الغسل صاع، وفي الوضوء مد، للحديث المتفق عليه "كان النبي صلى الله عليه وسلم يتوضأ بالمد ويغتسل بالصاع إلىٰ خمسة أمداد"، (مشكوٰة، باب الغسل: ص۴۸، انیس) ليس بتقدير لازم، بل هو بيان أدنى القدر المسنون. قال في البحر: حتى أن من أسبغ بدون ذلك أجزأه، وإن لم يكفه زاد عليه لأن طباع الناس وأحوالهم مختلفة، كذا في البدائع. (ردالمحتار، مطلب في تحرير الصاع والمد والرطل: ۱/۱۴۷)

صاع دو قسم کا ہوتا ہے، ایک حجازی، دوسرا کوفی بغدادی، صاع حجازی ۵-۱/۳، رطل کا ہوتا ہے اور صاع کوفی ۴/مد یعنی ۸/رطل کا، ایک مد ۱-۱/۳ رطل کا، اور رطل بغدادی آدھ سیر، آدھ پاؤ یعنی ۱۳۰/درہم کا ہوتا ہے، اور درہم ۵/آنہ سے کچھ زیادہ کا ہوتا ہے۔ انیس

### غسل کے فائدے:

اللہ تعالیٰ نے پانی کو حیات بخش قرار دیا ہے اور انسان وحیوان ہر قسم کے جاندار کی تخلیق میں اسے بنیادی عنصر بنانے کے ساتھ ساتھ اس کی حیات کے لیے بھی ضروری قرار دیا ہے۔ خاص طور پر انسان جس کے اعضاء بدن کو تمام مخلوقات کے اعضا میں بہتر و برتر بنایا ہے۔ پانی سے اسے دھونے اور صاف رکھنے میں اس کی تازگی وتوانائی کو رکھا ہے۔ غسل کرنے سے نہ صرف یہ کہ اعضا سے میل کچیل صاف ہوتا ہے اور اعضا چمکیلے اور خوش منظر ہو جاتے ہیں بلکہ ان میں چستی و پھرتی آتی ہے اور دن رات کی اڑنے والی خاک، دھول وگرد وغبار، دھوئیں وگیس اور خراب وبدبودار ہوائیں نہ صرف یہ کہ بدن میں اندرونی بیماریاں پیدا کرتی ہیں، بلکہ بدن سے چپک کر بہت سے جلد وچمڑے کی ظاہری بیماریاں بھی پیدا کرتی ہیں اور غسل کرنے سے انسان ان بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے، غسل کے طبی فوائد پر نگاہ ڈالنے سے شریعت اسلامی کی ان تعلیمات کی اہمیت واضح ہوتی ہے جن میں غسل کو بعض مواقع میں سنت اور بعض میں مستحب قرار دیا گیا ہے اور یہ مستحب مواقع پچاس کے قریب ہیں۔

### غسل عبادت ہے:

شریعت کی تعلیمات سے یہ واضح ہے کہ غسل یا تو فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب ہے اور ہر حال میں غسل سے طہارت حاصل ہوتی ہے اور یہ عبادت ہے، بلکہ یہ طہارت جو غسل و وضو وغیرہ سے حاصل ہوتی ہے آدھا ایمان ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "الطهور شطر الإيمان". (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ: ۲۴۸، ۲۴۹، مؤلفہ انیس الرحمٰن قاسمی)

## غسل کا طریقہ:

سوال: مولانا صاحب! میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ ہمارے مذہب میں غسل کرنے کا طریقہ کار کیا ہے؟ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس سے ہر مسلمان عورت کو واقف ہونا ضروری ہے، لیکن افسوس کہ بہت کم مسلمان ایسے ہیں جو اس کی اہمیت اور صحیح طریقے سے واقف ہیں، اس لیے چاہتی ہوں کہ آپ اپنے کالم میں اس مسئلے پر روشنی ڈالیں، جواب دیتے وقت ان باتوں کی بھی وضاحت کر دیں کہ کیا غسل کرتے وقت پہلے وضو کرنا ضروری ہے؟ دوم یہ کہ غسل کرتے وقت زیر ناف کپڑا باندھنا بھی ضروری ہے؟ اور سوم یہ کہ غسل کرتے وقت کون سی دعائیں پڑھتے ہیں؟ کیا پانچوں کلمے پڑھنا ضروری ہیں یا صرف درود شریف پڑھ کر مقصد پورا ہو جاتا ہے؟ اور غسل لینے کا صحیح طریقہ اسلام میں کیا ہے؟

**الجواب**

غسل کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ہاتھ دھوئے اور استنجا کرے(۱) پھر بدن پر کسی جگہ نجاست لگی ہو، اسے دھو ڈالے، پھر وضو کرے، پھر تمام بدن کو تھوڑا پانی ڈال کر ملے، پھر سارے بدن پر تین مرتبہ پانی بہالے۔(۱)

غسل میں تین چیزیں فرض ہیں ۱۔کلی کرنا ۲۔ناک میں پانی ڈالنا ۳۔پورے بدن پر پانی بہانا۔(۲) بدن کا اگر ایک بال بھی خشک رہ جائے تو غسل نہیں ہوگا اور آدمی بدستور ناپاک رہے گا، ناک، کان کے سوراخوں میں پانی پہنچانا بھی فرض ہے۔(۳) انگوٹھی چھلہ اگر تنگ ہوں تو اس کو ہلا کر اس کے نیچے پانی پہنچانا بھی لازم ہے ورنہ غسل نہ ہوگا۔(۴) بعض بہنیں ناخن پالش وغیرہ ایسی چیزیں استعمال کرتی ہیں جو بدن تک پانی پہنچنے نہیں دیتیں، غسل میں ان

---

(۱) یعنی پیشاب کے عضو کو دھوئے۔انیس

(۲) وسنـنـه أن يبدأ المغتسل فيغسل يديه وفرجه ويزيل النجاسة إن كانت علٰى بدنه ثم يتوضأ وضوء ه للصلوٰة إلا رجليه ثم يفيض الماء علٰى رأسه وسائر جسده ثلاثاً.(هداية: ج۱ص۳۰) أيضاً: والغسل من الجنابة والحيض والنفاس أن يبدأ فيغسل ما به من الأذٰى ثم يتوضأ وضوء ه للصلوٰة ثم يفيض الماء علٰى رأسه وسائر جسده إفاضة تصل بها الماء إلٰى شعره وبشره ولابد فى ذلک من المضمضة والاستنشاق،قال أبوبكر أحمد: روى عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه توضأ وضوء ه للصلوٰة فى غسل الجنابة ثم أفاض الماء علٰى رأسه وسائر جسده ثلاثاً غير رجليه ثم تنحىٰ فغسل رجليه.(شرح مختصر الطحاوى:۱/۴۰۸،طبع بيروت)

(۳) وفرض الغسل المضمضة والاستنشاق وغسل سائر البدن...ولنا قوله تعالىٰ: ”وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا“،أمر بالاطّهار وهو تطهير جميع البدن. (الهداية: ج۱ص۱۹، كتاب الطهارة،طبع شركة علميه ،ملتان)

(۳) (وفرض الغسل)الخ (غسل)...... (فمه) الخ (وأنفه)الخ (و)......(بدنه) لادلكه، ويجب...... غسل كل ما يمكن من البدن بلاحرج مرة كأذن.(الدرالمختار علٰى هامش رد المحتار: ج۱ص۱۵۱،مطلب فى أبحاث الغسل)وفى مختصر الطحاوى: ج۱،ص۴۱۰/ وقال على بن أبى طالب رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم:”من ترک شعرة من جسد فى الجنابة لم يغلسها فُعِل بها كذا وكذا من النار“،فهذه الأخبار توجب غسل جميع البدن.أيضاً: ولوبقى شىء من بدنه لم يصبه الماء لم يخرج من الجنابة وإن قل أى ولو كان ذلک الشىء قليلاً بقدر رأس إبرة لوجوب استيعاب جميع البدن.(حلبى كبير: ص۵۰)

(۳) (ولو) كان(خاتمه ضيقا نزعه أو حركه)وجوباً.(الدرالمختار علٰى صدر رد المحتار ج۱/ص۱۵۵،مطلب فى أبحاث الغسل)

چیزوں کو اتار کر پانی پہنچانا ضروری ہے۔ بعض اوقات بے خیالی میں ناخنوں کے اندر آٹا لگا رہ جاتا ہے اس کو نکالنا بھی ضروری ہے۔(۱) الغرض پورے جسم پر پانی بہانا اور جو چیزیں پانی کے بدن تک پہنچنے میں رکاوٹ ہیں ان کو ہٹانا ضروری ہے ورنہ غسل نہیں ہوگا۔ عورتوں کے سر کے بال اگر گندھے ہوئے ہوں تو بالوں کو کھول کران کو تر کرنا ضروری نہیں بلکہ بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچا لینا کافی ہے۔(۲) لیکن اگر بال گندھے ہوئے نہ ہوں (آج کل عموماً یہی ہوتا ہے) تو سارے بالوں کو اچھی طرح تر کرنا بھی ضروری ہے۔(۳)

اب آپ کے سوالات کا جواب لکھتا ہوں:

☆ غسل سے پہلے وضو کرنا سنت ہے۔(۴) اگر نہ کیا تب بھی غسل ہو جائے گا۔

☆ کپڑا باندھنا ضروری نہیں، مستحب ہے۔(۵)

☆ غسل کے وقت کوئی دعا، کوئی کلمہ پڑھنا ضروری نہیں، نہ درود شریف ضروری ہے، بلکہ اگر جسم پر کوئی کپڑا نہ ہو تو اس حالت میں دعا، کلمہ اور درود شریف جائز ہی نہیں، برہنگی کی حالت میں خاموش رہنے کا حکم ہے، اس وقت کلمہ پڑھنا عورتوں کی ایجاد ہے۔(۶) (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد سوم: ص ۱۰۳-۱۰۴)

## غسل کا مسنون طریقہ:

سوال: ایک مسئلہ قابل دریافت ہے وہ یہ کہ غسل جنابت کا مکمل طریقہ کیا ہے اور جو کچھ پڑھنا ہوتا ہے، وہ بھی تحریر فرمادیں؟

---

(۱) نعم ذكر الخلاف في شرح المنية في العجين واستظهر المنع لأن فيه لزوجة وصلابة تمنع نفوذ الماء. (ردالمحتار على الدر المختار: ج۱ص۱۵۴، مطلب في أبحاث الغسل)

(۲) (وكفٰى بل أصل ضفيرتها) أي شعر المرأة المضفور للحرج. (الدرالمختار علٰى صدر ردالمحتار: ج۱ص۱۵۳، مطلب في أبحاث الغسل)

عن عائشةؓ أن أسماءؓ سألت النبي صلى الله عليه وسلم عن غسل المحيض؟... ثم تصب علٰى رأسها فتدلكه دلكاً شديداً حتى تبلغ شؤون رأسها. (مسلم، باب استعمال المغتسلة من الحيض فرصة من مسک في موضع الدم، ص ۱۴۷، نمبر ۳۳۲/۷۵۰) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ پانی بالوں کی جڑوں کے اندر پہنچانا ضروری ہے تب غسل ہوگا۔ اگر جوڑا نہیں کھولا اور پانی جڑ تک نہیں پہنچا تو عورتوں کا غسل نہیں ہوگا۔ انیس

(۳) أما المنقوض فيفرض غسل كله اتفاقاً. (الدرالمختار علٰى هامش رد المحتار: ج۱ص۱۵۳، مطلب في أبحاث الغسل)

(۴) يسن في الاغتسال اثناعشر شيئاً (إلٰى أن قال) ثم يتوضأ كوضوئه للصلوٰة. (حاشية الطحطاوي علٰى مراقي الفلاح: ج۱ص۵۶، فصل يسن في الاغتسال اثناعشر شيئاً)

(۵) ويستحب أن يغتسل أي والحال أنه مستور العورة. (مراقي الفلاح: ج۱ص۵۷، طبع میر محمد کراچی)

(۶) ويدخل الخلاء برجله اليسرىٰ ويستعيذ بالله من الشيطان الرجيم قبل دخوله وقبل كشف عورته. (مراقي الفلاح مع الطحطاوي: ج۱ص۵۱، فصل فيما يجوز به الاستنجاء، وفي الحلبي الكبير: وكذا لايقرأ إذا كانت عورته مكشوفة. (ص۶۱، مطلب في أصح القولين)

الجواب

پہلے استنجا کیا جائے۔ پھر جسم کے کسی حصہ پر اگر نجاست لگی ہو تو اسے صاف کیا جائے۔ پھر وضو کیا جائے۔ اگر پانی نہیں نکلتا اور پاؤں میں جمع ہوتا ہے تو پھر پاؤں آخر میں دھوئے ورنہ مکمل وضو کر لے۔ اس کے بعد پورے بدن پر پانی اس ترتیب سے بہائے کہ پہلے سر پر، پھر داہنے کندھے پر، پھر بائیں کندھے پر، پھر سارے جسم پر۔ غسل کے تین فرض ہیں۔ کلی کرنا، ناک کے نرم حصے سے سخت حصے تک پانی پہنچانا، سارے بدن پر پانی بہانا، غسل کے لئے کپڑے کھولنے سے پہلے بسم اللہ بھی پڑھ لے۔(۱)

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ، نائب مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان، ۶/۴/۱۴۰۶ھ، الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، رئیس الافتاء

**(وسننه) كسنن الوضوء...... (البداءة بغسل يديه وفرجه) إن لم يكن به خبث (وخبث بدنه إن كان)...... (ثم يتوضأ)............(ثم يفيض الماء) علىٰ كل بدنه ثلاثاً...... (بادئاً بمنكبه الأيمن ثم الأيسر ثم برأسه ثم) علىٰ (بقية بدنه مع دلكه) ندباً، وقيل يثنى بالرأس وقيل يبدأ بالرأس وهو الأصح وظاهر الرواية والأحاديث. اهـ (التنوير مع الدر علىٰ هامش الشامية: ج۱ص۱۱۵)**

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مرتب خیر الفتاویٰ۔ (خیر الفتاویٰ:۲/۸۴-۸۵)

## طریقۂ غسل کیا ہے:

سوال: غسل کا طریقہ موافق شریعت جو ہو مطلع فرما کر مشکور وممنون فرمائیں؟

الجواب

طریقہ غسل جنابت وغیرہ کا یہ ہے کہ اول ہاتھوں کو دھوئے اور بدن پر اگر نجاست ہو اس کو دور کرے، پھر پورا وضو کرے۔ پھر تمام بدن پر تین بار پانی بہاوے اس طرح کہ اول داہنے مونڈھے پر، پھر بائیں مونڈھے پر، پھر سر پر تین

(۱) غسل کا افضل طریقہ یہ ہے کہ جب غسل کا ارادہ ہو تو غسل خانہ جائے۔ اگر غسل خانہ نہ ہو تو کسی چیز سے پردہ کر لے یا آڑ میں آجائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی غسل کرنا چاہے تو وہ غسل کے لیے دیوار یا اونٹ کے پہلو کی آڑ میں چلا جائے یا اس کا کوئی بھائی کسی چیز سے پردہ کر دے۔ (المصنف :۱/۲۸۶) (۲) اور غسل سے پہلے نیت کرے۔ نیت دل کے ارادے کو کہتے ہیں۔ غسل کی نیت یہ ہے کہ اس سے طہارت ونظافت کا ارادہ رکھے۔ (۳) اور پھر بسم اللہ پڑھے۔ (۴) اس کے بعد اپنی دونوں ہاتھ گٹوں سمیت دھوئے۔ (۵) اور پھر دائیں ہاتھ سے پانی لے اور بدن کے کسی حصہ پر اگر کوئی نجاست لگی ہو تو اسے بائیں ہاتھ سے دھوئے، اپنی شرم گاہ بھی دھوئے۔ (۶) پھر مسنون طریقہ پر وضو کرے، وضو کرتے وقت ناک اور منھ میں خوب پانی ڈال کر صاف کرے، اگر چاہے تو وضو میں پہلے پیر دھوئے اور چاہے تو چھوڑ دے بعد میں دھوئے۔ (۷) وضو کرنے کے بعد سر پر پانی ڈالے پھر پورے بدن پر پانی بہائے۔ (۸) نہاتے وقت بدن کو خوب رگڑ کر میل کچیل صاف کرے، اگر چاہے تو میل کچیل صاف کرنے والے صابن کا استعمال کرے، کان، ناف، بغل، وغیرہ جگہوں کی صفائی کرے۔ (۹) تین بار پورے بدن پر پانی بہائے، فرض غسل میں ایک بار پورے بدن کا دھونا فرض ہے اور اس کے بعد دوبار پورے بدن کا دھونا سنت مؤکدہ ہے۔ (۱۰) غسل کے بعد اپنے دونوں پیروں کو دھوئے اور کپڑے تبدیل کر لے اور چاہے تو تولیہ وغیرہ سے بدن کو پوچھے اور چاہے تو چھوڑ دے۔ (طہارت کے احکام ومسائل: صفحہ ۲۳۹، ۲۴۰، مرتبہ انیس الرحمٰن قاسمی)

بار پانی بہاوے اور شارح نے فرمایا کہ اول سر پر تین بار پانی ڈالے، پھر باقی بدن پر تین بار پانی بہاوے۔ الغرض تمام بدن پر تین دفعہ پانی بہاوے، تا کہ غسل بطریق سنت ادا ہو جاوے۔(۱) (فتاویٰ دار العلوم:۱/۱۵۸)

---

(۱) وسنة الغسل أن يقدم الوضوء عليه كوضوء الصلوٰة الخ وأن يزيل النجاسة الحقيقية كالمني ونحوه عن بدنه إن كانت الخ ثم يصيب الماء علٰى رأسه وسائر جسده ثلاثاً كما في الصحيحين عن حديث ابن عباسؓ قال: قالت ميمونةؓ: وضعت للنبي صلى الله عليه وسلم غسلاً فسترته بثوب فصب علٰى يديه فغسلهما ثم أدخل يمينه في الإناء فأفرغ بها علٰى فرجه ثم غسله بشماله ثم ضرب بشماله الأرض فدلكها دلكاً شديداً ثم غسلها فمضمض واستنشق وغسل وجهه وذراعيه ثم أفرغ علٰى رأسه ثلاث حثيات ملأ كفيه ثم غسل سائر جسده ثم تنحىٰ فغسل قدميه فناولته ثوباً فلم يأخذه فانطلق وهوينفض يديه''، ثم كيفية الصب، قال شمس الأئمة الحلواني: يفيض علٰى منكبه الأيمن ثلاثاً ثم الأيسر الخ قيل يبدأ بالرأس ثم بالأيمن ثم بالأيسر وهوظاهر المتن والهداية وغيرها وظاهر الحديث. (غنية المستملي، بحث الغسل:ص۴۵-۴۸-۴۹،ظفیر)

۱۔ قالت عائشةؓ: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا اغتسل بدأ بيمينه فصب عليها من الماء فغسلها ثم صب الماء على الأذىٰ الذي به بيمينه وغسل عنه بشماله حتى إذا فرغ من ذلك صب علٰى رأسه. (مسلم باب القدر المستحب من الماء في غسل الجنابة ،الخ۔ص۱۴۴،نمبر۳۲۱/۷۲۹)

اس حدیث میں ہے کہ جہاں پر نجاست ہو اس کو بھی دھوتے تھے۔

۲۔ حدثتني خالتي ميمونةؓ قالت: أدنيت لرسول الله صلى الله عليه وسلم غسله من الجنابة،فغسل كفيه مرتين أوثلاثاً،ثم أدخل يده في الإناء ،ثم أفرغ به علٰى فرجه ،وغسله بشماله ،ثم ضرب بشماله الأرض ،فدلكها دلكاً شديدا، ثم توضأ وضوئه للصلاة ثم أفرغ علٰى رأسه ثلاث حفنات ملء كفه،ثم غسل سائر جسده ،ثم تنحىٰ عن مقامه ذلك فغسل رجليه،ثم أتيته بالمنديل فرده. (مسلم،باب صفة غسل الجنابة،ص۱۴۲،نمبر۳۱۷/۷۲۲/بخاري،باب الغسل مرة واحدة،ص۳۹،نمبر۲۵۷/أبو داؤد،باب في الغسل من الجنابة،ص۴۵،نمبر۲۴۵/ترمذي،باب ما جاء في الغسل من الجنابة، ص۲۸،نمبر۱۰۳)اس حدیث سے ترتیب کے ساتھ سنتیں ثابت ہوتی ہیں۔

۳۔ إن حمرانؒ مولىٰ عثمانؓ أخبره أنه رأىٰ عثمانؓ بن عفان دعا بإناء،فأفرغ علٰى كفيه ثلاث مرار فغسلهما،ثم أدخل يمينه في الإناء فمضمض واستنشق ثم غسل وجهه ثلاثاً ويديه إلى المرفقين ثلاث مرار،ثم مسح برأسه،ثم غسل رجليه ثلاث مرار إلى الكعبين،ثم قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:''من توضأ نحو وضوئي هذا ثم صلى ركعتين لايحدث فيهما نفسه غفرله ما تقدم من ذنبه. ( بخاري،باب الوضوء ثلاثاً ثلاثاً ،ص۳۲،نمبر۱۵۹/أبو داؤد،باب صفة وضوء النبي صلى الله عليه وسلم،ص۲۶،نمبر۱۰۸)یہ حدیث وضو کے بارے میں ہے،اس پر قیاس کرتے ہوئے غسل میں بھی تین مرتبہ دھونا سنت ہے۔

۴۔ عن عائشةؓ قالت:كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا اغتسل من الجنابة دعا بشيء من نحو الحلاب فأخذ بكفيه فبدأ بشق رأسه الأيمن ثم الأيسر ثم أخذ بكفيه فقال بهما علٰى رأسه. (أبو داؤد،باب في الغسل من الجنابة،ص۴۵،نمبر۲۴۰)

اس حدیث میں ہے کہ پہلے سر پر پانی ڈالے،اور یہ بھی ہے کہ دائیں جانب پہلے کرے اور بائیں جانب بعد میں کرے۔

۵۔ عن عائشةؓ أن أسماءؓ سألت النبي صلى الله عليه وسلم عن غسل المحيض؟...ثم تصب علٰى رأسها فتدلكه دلكاً شديداً حتى تبلغ شؤون رأسها. (مسلم،باب استعمال المغتسلة من الحيض فرصة من مسك في موضع الدم،ص۱۴۷،نمبر ۳۳۲/۷۵۰)اس حدیث میں ہے کہ بدن کو رگڑے اور'' ثم تصب علٰى رأسها'' سے پتہ چلا کہ غسل پے در پے کرے۔انیس

## غسل سے پہلے وضو کرنے کی تفصیل:

سوال: ایک قاری کے ایک سوال کے جواب میں آپ نے غسل اور وضو کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ ”غسل کرنے سے وضو ہو جاتا ہے، اس لیے غسل کے بعد وضو کرنے کی ضرورت نہیں، نماز پڑھی جاسکتی ہے، بلکہ جب تک اس غسل سے کم از کم دو رکعت نہ پڑھ لی جائے، دوبارہ وضو کرنا گناہ ہے“۔

میں نے خود بارہا یہ مسئلہ کتابوں میں پڑھا ہے، لیکن آپ جیسے اہل علم حضرات سے کبھی استفادہ نہیں کیا اور اب تک شکوک وشبہات میں مبتلا رہا، برائے کرم میری تسلی وتشفی کے لیے اور دیگر قارئین کی بھلائی کی خاطر ذرا تفصیلاً اس مسئلے کی وضاحت فرمائیں۔

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ وضو میں ایک مرتبہ چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے، اب اگر ایک شخص پر غسل کرنا فرض ہو تب تو وہ وضو بھی کرے گا، لیکن ایک شخص پاکی کی حالت میں غسل کرتا ہے تو ظاہر ہے وہ وضو نہیں کرے گا، پھر چوتھائی سر کا مسح چہ معنی؟ اور وہ کس طرح صرف غسل سے نماز پڑھ سکتا ہے، ایک حدیث پیش خدمت ہے:

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے بعد وضو نہیں کرتے تھے اور غسل سے پہلے جو وضو کرتے تھے اسی پر اکتفا کرتے تھے“۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) مندرجہ بالا حدیث کی روشنی میں تحریر فرمائیں کہ بغیر وضو کے غسل سے نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں، جبکہ سر کا مسح وضو میں فرض ہے؟

الجواب

وضو نام ہے تین اعضا (منہ، ہاتھ اور پاؤں) کے دھونے اور سر کے مسح کرنے کا(۱) اور جب آدمی نے غسل کرلیا تو اس کے ضمن میں وضو بھی ہو گیا۔(۲) غسل سے پہلے وضو کرلینا سنت ہے۔(۳) جیسا کہ آپ نے حدیث شریف نقل کی ہے، لیکن اگر کسی نے غسل سے پہلے وضو نہیں کیا، تب بھی غسل ہو جائے گا۔(۴) اور غسل کے ضمن میں وضو بھی ہو جائے گا، مسح کے معنی تر ہاتھ سر پر پھیرنے کے ہیں۔(۵)

---

(۱) ففرض الطهارة غسل الأعضاء الثلاثة يعنى الوجه واليدين والقدمين.....ومسح الرأس.....الخ. (الجوهرة النيرة:۱/۴، كتاب الطهارة، طبع مجتبائى دهلى، أيضاً: الهداية:۱/۱۶، ۱۷، طبع مكتبة شركة علميه، ملتان)

(۲) ويقول القاضى فى العارضة: لم يختلف أحد من العلماء فى أن الوضوء داخل فى الغسل...الخ. (معارف السنن:۱/۳۶۸، طبع مكتبة بنورية، كراچى)

(۳) وسنة الغسل أن يبدأ المغتسل فيغسل يديه وفرجه...ثم يتوضأ وضوءه للصلوٰة إلا رجليه، فيه إشارة إلىٰ أنه يمسح رأسه وهو ظاهر الرواية، وروى الحسنؒ عن أبى حنيفةؒ أنه لايمسح لأنه لافائدة فيه لأن الإسالة تقدم المسح والصحيح أنه يمسحه....الخ. (الجوهرة النيرة:۱/۱۰، طبع مجتبائى دهلى)

(۴) وفرض الغسل المضمضة والاستنشاق وغسل سائر البدن. (هداية:۱/۲۹، كتاب الطهارة)

(۵) والمسح إصابة اليد المبتلة العضو...الخ. (شرح الوقاية:۱/۵۵، فرائض الوضوء، طبع ايچ ايم سعيد)

جب سر پر پانی ڈال کر مَل لیا تو مسح سے بڑھ کر غسل ہو گیا۔ بہر حال عوام کا طرز عمل کہ وہ غسل کے بعد پھر وضو کرتے ہیں، بالکل غلط ہے، وضو غسل سے پہلے کرنا چاہیے، تاکہ غسل کی سنت ادا ہو جائے، غسل کے بعد وضو کرنے کا کوئی جواز نہیں۔(۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل جلد سوم: ص ۶۳۔۶۴)

## غسل کے اندر جو وضو کی جاوے اس سے فرائض بھی پڑھ سکتے ہیں:

سوال: غسل اگر غرارہ کلی کر کے اور ناک میں پانی ڈال کر کر لیا جاوے اور پھر پاؤں دھوئے جائیں تو اس غسل سے نماز پڑھنا کیسا ہے یا دوبارہ وضو کر کے نماز پڑھے؟

الجواب

اس غسل سے نماز پڑھ سکتا ہے دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن بہتر طریقہ غسل کا یہ ہے کہ بعد ازالۂ نجاست بدن، اول وضو کرے پھر غسل کر کے پیر دھو لیوے۔(۲) (فتاویٰ دار العلوم یعنی عزیز الفتاویٰ: ۱/۱۹۳)

## غسل کے بعد دوبارہ وضو کرنے کا حکم:

سوال: کیا غسل کرنے کے بعد دوبارہ وضو کرنا ضروری ہے یا غسل کے ضمن میں کئے گئے وضو پر اکتفا کیا جا سکتا ہے؟

الجواب

بہتر یہ ہے کہ غسل کرنے سے قبل وضو کر لیا جائے البتہ اگر غسل سے قبل وضو نہ کیا گیا ہو تو غسل میں ضمناً وضو پر اکتفا ہو سکتا ہے، ایسی حالت میں غسل کے بعد دوبارہ وضو ضروری نہیں۔(۳)

البتہ اگر غسل کرنے کے بعد کسی دوسری مجلس میں وضو کر لے تو جائز ہے۔

**''قال ابن نجیمؒ: واتفق العلماء علیٰ عدم وجوب الوضوء فی الغسل إلاداؤد الظاهری فقال**

---

(۱) یعنی مکروہ ہے۔انیس۔

عن عائشةؓ عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم کان لایتوضأ بعدالغسل،قال أبوعیسیٰؒ:هذا قول غیرواحد من أصحاب النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم والتابعین أن لایتوضأ بعدالغسل.(ترمذی:۱/۱۶،باب الوضوء بعدالغسل،طبع دهلی)

أیضاً:قال العلامة نوح آفندیؒ:بل ورد ما یدل علیٰ کراهته،أخرج الطبرانی فی الأوسط عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم:''من توضأ بعد الغسل فلیس منا''.آه تأمل.(ردالمحتار: ۱/۱۵۸،طبع ایچ ایم سعید)

(۲) ''لوتوضأ أولاً لایأتی به ثانیاً لأنه لایستحب وضوء ان للغسل''.(الدرالمختارعلیٰ صدرردالمحتار،سنن الغسل: ج۱ص۱۵۸،انیس)

(۳) عائشةؓ:أن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم کان لایتوضأ بعد الغسل.(لأصحاب السنن.جمع الفوائد، غسل الجنابة:ص۱۳۱۔انیس)

بـالـوجـوب فی غسل الجنابة وإذا توضأ أولاً لایأتی به ثانیاً بعد الغسل فقد اتفق العلماء علیٰ أنه لایستحب وضوء ان للغسل أما إذا توضأ بعد الغسل واختلف المجلس علیٰ مذهبنا أوفصل بینهما بصلوٰة کما هومذهب الشافعیؒ فیستحب". (البحرالرائق،سنن الغسل: ج۱ص۵۰،الدر المختارعلیٰ صدرردالمحتار،سنن الغسل: ج۱ص۱۵۸) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۵۳۰و۵۳۱)

## غسل کے لئے نیت شرط نہیں ہے:

سوال: زید کو غسل کی حاجت ہوئی اور قبل نماز فجر اس نے غسل کیا، اور غسل کے وقت نیت یہ کی کہ ناپاکی دور ہونے اور نمازیں پڑھنے کے واسطے غسل کرنا ہے، ایسی حالت میں کیا بعد غسل ناپاکی، نماز کے لئے اس کو دوبارہ غسل کرنا ہوگا؟

الجواب

غسل کے لئے نیت شرط نہیں ہے، اگر بدوں نیت بھی غسل کیا جاوے تو اس کے بعد نماز پڑھ سکتا ہے، گو نیت کرنا بہتر ہے۔ (۱) اور جب بطریق مذکورۂ سوال غسل ہو چکا تو پھر اس کو دوبارہ غسل کی حاجت کیا رہی، باقی رہا یہ کہ ایک ناپاکی کا غسل ہو اور ایک نماز کا غسل ہو، یہ بالکل نئی گھڑت اور محض بے اصل ہے۔

کتبہ الاحقر عبدالکریم عفی عنہ، ۲۲/ جمادی الأخریٰ/۴۵ھ۔ (امداد الاحکام جلد اول، ص: ۳۶۰)

## غسل میں نیت بھول جائے تو غسل ہوگا یا نہیں:

سوال: عمر کو غسل کی حاجت ہے، اس نے تمام شرائط ادا کئے لیکن نیت غسل کو بھول گیا ہے، کپڑے پہننے کے بعد یاد آنے پر کہتا ہے کہ میرا غسل درست ہوا۔ عمر کا قول صحیح ہے یا نہ؟

الجواب

قول عمر صحیح ہے اس صورت میں غسل ہوگیا، کیونکہ وضو اور غسل میں ہمارے نزدیک نیت فرض نہیں ہے سنت ہے، اور ترک سنت سے صحت میں کچھ شبہ نہیں ہے، **كذا فی كتب الفقه.** (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۱۵۹)

## خلاف سنت غسل سے پاکی:

سوال: غسل اگر سنت کے مطابق ادا نہ کیا جائے تو کیا اس سے ناپاکی دور نہیں ہوتی؟

---

(۱) وسننه (أی الغسل) کسنن الوضوء سوی الترتیب الخ (درمختار). (قوله کسنن الوضوء) أی من البداءة بالنیة والتسمیة. (ردالمحتار، أبحاث الغسل، مطلب سنن الغسل: ۱/۱۴۴، انیس)

(۲) ردالمحتار، أبحاث الغسل، مطلب سنن الغسل: ۱/۱۴۴، ظفیر

الجواب

اگر کلی کرلی، ناک میں پانی ڈالا اور پورے بدن پر پانی بہالیا تو طہارت حاصل ہوگئی کیوں کہ غسل میں یہی تین چیزیں فرض ہیں۔(۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل جلد سوم: ص ۱۰۶)

## غسل کی نیت پڑھ کر پھونکے ہوئے پانی سے غسل:

سوال: غسل کرتے وقت جو نیت پڑھی جاتی ہے وہ پڑھ کر پانی پر پھونک کر پانی سے غسل کرنا چاہئے یا پانی پر نہیں پھونکنا چاہئے؟ (کے، کے، ممبئی)

الجواب وباللّٰہ التوفیق

غسل کرتے وقت جو نیت کی جاتی ہے، اس کا دل میں کر لینا بھی کافی ہوتا ہے، اس کو پڑھ کر دم کرنے کا حکم نہیں ہے۔(۲)

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند، سہارنپور، ۱/۱۷/ ۱۴۰۲ھ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۱۶۱-۱۶۲)

## معذور یا غیر معذور غسل جمعہ کے بجائے تیمّم کرلے تو مؤدی بالسنۃ ہوگا یا نہیں:

سوال: کئی روز سے ایک جزئی کی تلاش میں ہوں، ملی نہیں، اس لئے حضرت کی خدمت میں درخواست ہے کہ اگر نظر سے گذری ہو یا استاذی مولانا ظفر احمد صاحب کو مل سکے تو حضرت ممنون فرمادیں۔

غسل جمعہ کی بجائے اگر معذور یا غیر معذور تیمّم کرلے تو مؤدی بالسنۃ ہوگا یا نہیں، مالکیہ وشافعیہ میں یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، مالکیہ کے نزدیک یہ غسل "معلل بالرائحة الكريهة" ہے، اس لئے تیمّم اس کے قائم مقام نہیں اور شافعیہ کے نزدیک "معلل بأكمل الطهارتين" ہے، اس لئے تیمّم کافی ہے، حنفیہ کی عبارات سے دونوں کا علت ہونا معلوم ہوتا ہے، بعض اس کی علت "علىٰ أكمل الطهارتين" فرماتے ہیں، اس لئے کلیہ سے بھی حکم نہیں نکلتا۔

(زکریا کاندھلوی، سہارنپور، ۱۵/رمضان ۱۳۴۷ھ)

الجواب

اس وقت تک اس مسئلہ میں کوئی جزئیہ صریحہ نہیں ملا، مگر احادیث واقوال فقہیہ سے راجح یہ ہے کہ امر غسل جمعہ

---

(۱) وفرض الغسل غسل فمه وأنفه وبدنه. (تنوير الأبصار مع ردالمحتار: ج۱ص۱۵۱، مطلب في أبحاث الغسل)
أيضاً: الفصل الأول في فرائضه وهي ثلاثة: المضمضة والاستنشاق وغسل جميع البدن. (فتاویٰ عالمگیرية: ج۱ص۱۳)

(۲) وهي لغةً عزم القلب على الشئ واصطلاحاً كما في التلويح: قصد الطاعة والتقرب إلى الله تعالىٰ في إيجاد الفعل. (البحر الرائق: ۱/۹۴)

میں اصل علت تنظیف ہے اور گو تنظیف دوسرے ایام میں بھی ہوسکتی ہے، مگر جمعہ کی تخصیص بوجہ اس کے یوم الاجتماع ہونے کے ہے۔

**وھو علة تخصیصه بیوم العید أیضاً وھو الظاھر من قول صاحب الهدایة.(۱)**

**وبه ورد التصریح فی حدیث عائشةؓ وابن عباسؓ فی بدء الغسل.**

اور جب راجح یہ علت ہے تو تیمّم اس کا قائم مقام نہیں ہوسکتا، نہ معذور کے لئے نہ غیر معذور کے لئے۔

**ھذا ماظھر لی واللّٰہ تعالیٰ أعلم.** ۱۹/رمضان ۴۷ھ۔ (امداد الاحکام جلد اول، ص:۳۵۹،۳۶۰)

×××

(۱) وسن رسول الله صلی اللّٰه علیه وسلم الغسل للجمعة،والعیدین، وعرفة، والإحرام"،صاحب الکتاب نص علی السنیة، وقیل ھذه الأربعة مستحبة،وسمی محمدؒ الغسل فی یوم الجمعة حسناً فی الأصل.(الهدایة)

عن أبی سعید الخدریؓ أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال:"غسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم". (أبوداؤد،باب فی الغسل یوم الجمعة: ص۵۵نمبر۳۴۱/مسلم، باب وجوب غسل الجمعة ص ۲۷۹نمبر۸۴۶/۱۹۵۷)

عن سمرةؓ قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم:"من توضأ فبها ونعمت ومن اغتسل فهو أفضل". (أبوداؤد،باب فی الرخصة فی ترک الغسل یوم الجمعة: ص۵۷نمبر۳۵۴/مسلم،کتاب الجمعة، باب وجوب غسل الجمعة: ص۲۷۹نمبر۸۴۶/۱۹۵۹،مسلم،باب فصل من استمع وأنصت فی الخطبة:ص۲۸۳،نمبر۸۵۷/۱۹۸۸)

ان دونوں قسم کی احادیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن پہلے غسل واجب تھا اب منسوخ ہوکر سنت باقی رہا۔ انیس

# مستحبات وآداب غسل

## غسل خانہ میں دخول وخروج کا طریقہ اور دعا:

سوال: غسل خانہ میں داخل ہونے اور اس سے نکلنے کا مسنون طریقہ کیا ہے اور اس وقت کونسی دعا مسنون ہے؟

**الجواب ـــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب**

غسل خانہ میں بالعموم صفائی نہیں ہوتی، اس لئے بیت الخلا کی طرح غسل خانہ میں بھی داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پاؤں اندر رکھے اور نکلتے وقت پہلے دایاں پاؤں نکالے، غسل سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مسنون ہے، مگر غسل خانہ میں داخل ہونے سے پہلے پڑھے اور فارغ ہونے کے بعد غسل خانہ سے باہر نکل کر وضو کے بعد والی دعا پڑھے، اگر غسل خانہ نہایت صاف ستھرا ہو اور اس کے اندر بیت الخلا نہ ہو تو اس میں داخل ہوتے وقت اور نکلتے وقت جو پاؤں چاہے پہلے رکھے اور بسم اللہ بھی غسل خانہ کے اندر کپڑے اتارنے سے پہلے پڑھے، اگر کوئی لنگی وغیرہ باندھ کر غسل کر رہا ہو تو کپڑے اتارنے کے بعد بسم اللہ پڑھے اور حالت غسل میں وضو کی دعائیں بھی پڑھ سکتا ہے۔

قال في العلائية: (وسننه) كسنن الوضوء سوى الترتيب، وآدابه كآدابه، وقال ابن عابدين رحمه اللّٰه تعالىٰ (قوله كسنن الوضوء) أى من البداءة بالنية والتسمية والسواك والتخليل والدلك والولاء الخ وأخذ ذلک فى البحر من قوله ثم يتوضأ(قوله سوى الترتيب)أى المعهود فى الوضوء، وإلا فالغسل له ترتيب اٰخر بينه المصنف بقوله بادئاً الخ ط عن أبى السعود، أقول: ويستثنى الدعاء أيضاً فإنه مكروه كما فى نورالإيضاح (قوله وآدابه كآدابه) نص عليه فى البدائع، قال الشرنبلالي: ويستحب أن لايتكلم بكلام مطلقاً، أما كلام الناس فلكراهيته حال الكشف، وأما الدعاء فلأنه فى مصب المستعمل ومحل الأقذار والأوحال آه،أقول:قد عد التسمية من سنن الغسل فيشكل علىٰ ماذكره، تأمل. (ردالمحتار:۱۴۵/۵)(۱) فقط (احسن الفتاویٰ:۲/۳۷)

## غسل کے وقت دعا پڑھنا:

سوال: ہمبستری کے بعد غسل کرتے وقت ناپاکی دور کرنے کیلئے کیا پڑھنا چاہئے، کلمۂ دین پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، مطلب سنن الغسل، انیس

الجواب ـــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

کلمہ وغیرہ کچھ نہ پڑھا جائے، چپ چاپ غسل کیا جائے: ''ویستحب أن لایتکلم بکلام معه ولو دعاء، لأنه فی مصب الأقذار'' مراقی الفلاح. (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۲/۵۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۸۹/۵)

## افعال غسل میں دعائیں:

سوال: بعض حضرات کہتے ہیں کہ غسل کے جتنے افعال ہیں، ان کے لئے الگ الگ دعائیں ہیں، اور دعاؤں کو پڑھنا ضروری ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

غسل و وضو میں ہر فعل سے متعلق جو دعائیں بعض کتابوں میں لکھی ہیں، یا لوگوں میں مشہور ہیں، وہ حدیث سے ثابت نہیں، اگر ان کو مسنون سمجھے بغیر پڑھ لیا جائے تو کوئی حرج بھی نہیں، فقہاء نے لکھا ہے: ''غسل کرتے وقت مسنون ہے کہ پہلے غسل کی نیت دل ہی دل میں کرلے، عوام اگر زبان سے بھی یوں کہہ لیں کہ ''میں جنابت دور کرنے کے لئے غسل کی نیت کرتا ہوں'' تو بہتر ہے، پھر جب غسل کے لئے دونوں ہاتھ دھونے لگیں تو اس وقت بسم اللہ پڑھ لیں، کیونکہ وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کی تاکید آئی ہے، بس اتنا کافی ہے: ''ویسن أن یبدأ بالنیة بقلبه ویقول بلسانه ...ثم یسمی اللّٰه تعالیٰ عند غسل الیدین''. (۲) فقط (کتاب الفتاویٰ: ۶۴/۲)

## منسلک باتھ روم میں دعا:

سوال: آج کل کے ترقی یافتہ دور میں رہائشی کمرہ سے منسلک بیت الخلا بنائے جاتے ہیں، حمام میں جہاں وضو بنایا جاتا ہے، اسی کے اندرونی حصہ میں غلاظت کا ذخیرہ رہتا ہے، اس کے اوپر بیٹھ کر وضو کرتے ہوئے اور دعائیں پڑھتے ہوئے کراہت محسوس ہوتی ہے، نیز اس بیت الخلا سے منسلک کمرہ میں نمازیں پڑھنا بھی اچھا نہیں لگتا، شرعی اعتبار سے کیا ہماری نمازیں اور عبادتیں درست ہیں؟ (احمد ندیم محبوب نگر)

الجواب ـــــــــــــــــــ

اگر بیت الخلا اور غسل کے لئے الگ الگ جگہیں مخصوص ہوں، دونوں کے درمیان چھوٹی یا بڑی دیوار حائل ہو، یا

(۱) مراقی الفلاح، ص: ۱۰۶، آداب الاغتسال، قدیمی. الحلبی الکبیر، ص: ۵۱، سنة الغسل، سهیل أکیڈمی، لاهور. و کذافی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱۴/۱، آداب وسنن الغسل، رشیدیة.

(۲) الفتاویٰ الهندیة: ۱۴/۱، الفصل الثانی فی سنن الغسل، کتاب الطهارة، محشی کتاب الفتاویٰ

دونوں جگہوں کی سطح میں فرق ہو، ایک کی اونچی اور ایک کی نیچی ہو، تو میرا خیال ہے کہ یہ دونوں الگ الگ جگہوں کے حکم میں ہیں اور جس حصہ میں غسل کیا جاتا ہے اور جو عام طور پر نجاست سے محفوظ رہتا ہے، اس حصہ میں دعائیں پڑھی جاسکتی ہیں، جو حصہ بیت الخلا کے لئے مخصوص ہے، اس حصہ میں دعا نہیں پڑھی جاسکتی، اگر کسی جگہ کا اوپری حصہ پاک ہوتو گو اندر کے حصہ میں ناپاکی ہو، اس پر نماز پڑھنا یا دعا کرنا درست ہے، یہاں تک کہ فقہا نے لکھا ہے کہ اگر دو کپڑے تہہ بہ تہہ ہوں، آپس میں سلے ہوئے نہ ہوں اور نچلا کپڑا ناپاک ہوتو اوپر والے کپڑے پر نماز ادا کرنی درست ہے۔

”لو صلى على ما له بطانة نجسة وهو قائم على ما يلي موضع النجاسة من الطهارة ، عن محمد يجوز ،وعن أبي يوسفؒ لايجوز ،وقيل :أما في غير المضرب فيكون حكمه حكم ثوبين“. (۱) فقط (کتاب الفتاویٰ:۲/۴۳-۴۴)

## غسل خانہ میں برہنہ شخص دعائیں پڑھے یا نہیں:

سوال: غسل خانہ میں وضو کرتے وقت دعاؤں کا پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلياً

برہنگی کی حالت میں نہ پڑھے۔(۲) فقط واللہ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: جلد ۵/۸۹)

## برہنہ غسل کررہا ہوتو ”بسم اللہ“ زبان سے نہ پڑھے:

سوال جیسے وضو کے شروع میں تسمیہ سنت ہے ایسے ہی غسل کے شروع میں بھی ہے۔ تو کیا جب برہنہ غسل کررہا ہواس وقت ”بسم اللہ“ پڑھ سکتا ہے؟ عبدالحمید ممتاز آباد، ملتان۔

الجواب ــــــــــــــــ

برہنہ غسل کرنے کی صورت میں زبان سے ”بسم اللہ“ نہ پڑھے، عالمگیری میں ہے:

ولا يسمى في حال الانكشاف ولا في محل النجاسة، هكذا في فتح القدير، آهـ. (عالمگیری: ج۱ص۳) فقط والله أعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان، ۱۲/۲/۱۴۱۰ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۷۸)

---

(۱) البحر الرائق: ۱/۲۶۸، باب شروط الصلوٰة، کتاب الصلوٰة۔

(۲) وآدابه كآدابه سوى استقبال القبلة (الدر المختار) قال ابن عابدينؒ عن الشرنبلالية: ويستحب أن لا يتكلم بكلام مطلقاً، أما كلام الناس فلكراهيته حال الكشف، وأما الدعاء فلأنه في مصب المستعمل ومحل الأقذار والأوحال. (ردالمحتار: ۱/۱۵۶، مطلب سنن الغسل، سعيد، وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۵۳۵، المطلب الخامس، مكروهات الغسل، رشيدية، وكذا في مراقي الفلاح: ۱۰۶، فصل آداب الغسل، قديمي)

## برہنہ غسل کررہے ہوں تو استقبالِ قبلہ نہ کریں:

سوال برہنہ ہوکر غسل کرنے کی صورت میں قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

برہنہ ہوکر غسل کرنے کی صورت میں قبلہ رو ہونے سے بچیں۔(۱)

(وسننه) كسنن الوضوء سوى الترتيب و آدابه كآدابه سوى استقبال القبلة لأنه يكون غالباً مع كشف عورة ، اهـ . (درمختار)

(قوله مع كشف عورة) فلو كان متزراً فلا بأس به.اهـ.(شامی: ج۱ص۱۱۵) .(۲) فقط والله أعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان، ۲۲/۲/۱۴۰۹ھ (خیر الفتاویٰ:۲/۸۵۔۸۶) ☆

## خلوت میں برہنہ غسل کرنا جائز ہے:

سوال: سنا ہے کہ غسل خانہ کی چھت نہ ہوتو اس کے اندر برہنہ غسل کرنا جائز نہیں، فرشتوں کو حیا آتی ہے، تو کیا صحیح ہے یا نہیں؟ اور غسل کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب باسم ملهم الصواب

غیر مسقّف غسل خانے میں بلکہ اکیلا ہوتو کھلی فضا میں بھی برہنہ غسل کرنا جائز ہے البتہ چوگرد پردہ افضل ہے

---

(۱) ننگے جسم غسل:

غسل کے لیے بہتر طریقہ یہی ہے کہ غسل خانہ میں غسل کیا جائے اور غسل کرتے وقت مرد اپنے ستر زیر ناف تا گھٹنہ ڈھانپے رکھیں اور بوقت ضرورت اس حصہ کو کھولیں۔ اس لیے کہ ننگے جسم غسل خانہ میں بھی نہانا پسندیدہ نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ننگے ہونے سے منع کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''إياكم والتعرى فإن معكم من لايفارقكم إلا عند الغائط وحين يفضى الرجل إلىٰ أهله فاستحيوهم وأكرموهم''.

لوگوں کی نگاہ کا بدن کے اس حصہ پر پڑنا جن کا چھپانا فرض ہے جائز نہیں۔ اس لیے ننگے بدن لوگوں کے درمیان نہانا تو جائز ہی نہیں ہے، البتہ اگر غسل خانہ یا دوسری پردہ کی جگہ میں کوئی نہائے تو اس کے لیے ننگے بدن نہانا جائز ہے لیکن خلاف اولیٰ ہے۔ (ردالمحتار:۱/۱۵۵)

البتہ اگر غسل خانہ میں ننگا نہائے تو قبلہ کی طرف اپنا رخ نہ کرے۔ (طہارت کے احکام ومسائل، ص:۲۴۰، ۲۴۱۔ انیس)

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار، مطلب سنن الغسل. انیس

☆ برہنہ ہوکر غسل کرتے وقت استقبال قبلہ:

سوال: برہنہ ہوکر غسل کرتے وقت استقبال قبلہ احناف کے یہاں مکروہ ہے یا مباح؟

الجواب

عالمگیری میں آداب الغسل کے تحت لکھا ہے: وأن لايستقبل القبلة وقت الغسل. (عالمگیری: ۱/۱۴)

درمختار میں ہے: وآدابه كآدابه سوى استقبال القبلة لأنه يكون غالباً مع كشف العورة. شامی میں ہے: (قوله مع كشف عورة) فلو كان متزراً فلابأس به، كما في شرح المنية والإمداد. (شامی: ۱/۱۵۶۔ نیز البحر الرائق: ۱/۵۲، پر یہی مسئلہ لکھا ہے)

خلاصہ: ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ جب آدمی برہنہ ہوکر غسل کرے تو قبلہ کی طرف رخ نہ کرنا مستحب ہے، پس اس حالت میں غسل کرتے وقت احناف کے نزدیک مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہے۔ واللہ اعلم (فتاویٰ دار العلوم زکریا جلد اول: ص۵۳۳۔۵۳۴)

اوپر کی طرف پردہ کی کوئی حاجت نہیں۔

روی البخاری رحمہ اللّٰہ تعالیٰ عن أم ھانیء رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھا بنت أبی طالب تقول: ذھبت إلٰی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عام الفتح فوجدتہ یغتسل و فاطمۃ تسترہ، الحدیث. (۱)

وعن میمونۃ رضی اللّٰہ عنھا قالت: سترت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھو یغتسل من الجنابۃ فغسل یدیہ، الحدیث. (۲)

وعن أبی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: کانت بنوا إسرائیل یغتسلون عراۃً ینظر بعضھم إلٰی بعض وکان موسیٰ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یغتسل وحدہ فقالوا: واللّٰہ ما منع موسیٰ أن یغتسل إلا أنہ اٰدر فذھب مرۃً یغتسل فوضع ثوبہ علی الحجر ففر الحجر بثوبہ، الحدیث. (۳)

وعنہ رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: بینا أیوب یغتسل عریاناً، الحدیث. (۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا بدن پر باندھنے کے بجائے کپڑے کا پردہ کرا کر اس کے پیچھے غسل فرمایا، اس سے ثابت ہوا کہ لنگی وغیرہ باندھ کر غسل کرنے کے بجائے پس پردہ غسل کرنا افضل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۵/ جمادی الاولیٰ/ ۸۸ھ (احسن الفتاویٰ: ۲/ ۳۱۔۳۲)

## کھلی جگہ میں ننگے غسل کرنا کیسا ہے:

سوال: بیتن عورت یا مرد کے لیے ننگے ہو کر غسل کرنا کیسا ہے؟

الجواب ______________ وباللّٰہ التوفیق

کھلی جگہ میں ننگا ہو کر نہانا کہ دوسروں کی نظر پڑے حرام ہے، بند جگہ میں جہاں کوئی نہ دیکھے ننگا نہانا جائز ہے، لیکن بہتر نہیں ہے۔ (۵)

محمد عثمان غنی، ۲۵/ ۸/ ۱۳۷۱ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/ ۶۸)

---

(۱۔۲) صحیح البخاری، کتاب الغسل، باب التستر فی الغسل الخ، حدیث: ۲۸۰، ۲۸۱، ج۱/ ۴۲، انیس

(۳۔۴) ایضاً، کتاب الغسل، باب من اغتسل عریاناً وحدہ الخ، حدیث: ۲۷۸، ۲۷۹، ج۱/ ص۴۲، انیس

(۵) (آداب الاغتسال ھی آداب الوضوء إلا أنہ لایستقبل القبلۃ) حال اغتسالہ (لأنہ یکون غالباً مع کشف العورۃ) ویستحب أن یغتسل بمکان لایراہ فیہ أحد لایحل لہ النظر لعورتہ لا فیما ظھورھا فی حال الغسل أو لبس الثوب. (حاشیۃ الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح: ۱۰۶، آداب الاغتسال)

(قولہ إلا لغرض صحیح) کتغوط واستنجاء، وحکی فی القنیۃ أقوالاً إلا فی تجردہ للاغتسال منفرداً: منھا أنہ یکرہ، ومنھا أنہ یعذر إن شاء اللّٰہ، ومنھا لابأس بہ، ومنھا یجوز فی المدۃ الیسیرۃ، ومنھا یجوز فی بیت الحمام الصغیر. (ردالمحتار: ۱/ ۴۰۴، شروط الصلوۃ، مطلب فی ستر العورۃ، انیس)

کذا فی فتاویٰ محمودیہ: ۵/ ۹۰۔ انیس

## تنہائی میں برہنہ ہوکر غسل کرنے کا حکم:

سوال: حنفی مسلک کے لوگ ہمارے یہاں ننگے ہوکر غسل کرتے ہیں اور شیعہ لوگ آکر کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں کہیں نہیں لکھا کہ غسل ننگے ہوکر کرو اور غسل کرنے کے بعد ننگے ہونے کی حالت میں وضو کرنے سے وضو نہیں ہوتا اور نہ نماز ہوتی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلياً

تنہائی کی جگہ میں ننگے ہوکر نہانا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور یہ حدیث شریف بخاری ومسلم شریف میں ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۰/۶/۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۹۱/۵-۹۲) ☆

## برہنہ غسل پھر وہیں وضو:

سوال:(الف) زید غسل خانہ میں برہنہ غسل کیا کرتا ہے اور برہنہ حالت میں غسل کرکے کپڑا بدل کر غسل کا وضو کرتا ہے، درست ہے کہ نہیں؟

سوال:(ب) جب کپڑے کیساتھ غسل کرتا ہے تو کپڑے کی ناپاکی صاف کرکے غسل کا وضو کیا کرتا ہے، غسل درست ہوگا کہ نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلياً

(الف) غسل خانہ میں برہنہ غسل کرنا درست ہے۔(۲) اور اسی وقت وضو بھی کرلیا جائے، پھر کپڑے بدل

---

(۱) قال الإمام البخاري:"حدثنا عبدان ........ عن ميمونة رضي الله عنها قالت: سترت النبي صلى الله عليه وسلم وهو يغتسل من الجنابة فغسل يديه ثم صب بيمينه علىٰ شماله فغسل فرجه وما أصابه ثم مسح بيده على الحائط أو الأرض ثم توضأ وضوءه للصلوٰة غير رجليه، الحديث. (صحيح البخاري: ۴۲/۱، باب من اغتسل عرياناً وحده، حديث: ۲۸۱. والصحيح لمسلم: ۱۵۳/۱، باب تستر المغتسل، قديمي)

غسل کے بعد مستقل وضو کی ضرورت نہیں۔

كان النبي صلى الله عليه وسلم لا يتوضأ بعد الغسل. رواه الترمذي وأبو داؤد والنسائي وابن ماجة، مشكوٰة: ۴۸. (مشكوٰة المصابيح، باب الغسل: ۴۸/۱، قديمي، سنن النسائي: ۴۹/۱، باب ترك الوضوء بعد الغسل، قديمي)

☆ **برہنہ ہوکر غسل کرنا:**

سوال: تنہائی میں برہنہ ہوکر غسل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

جائز ہے۔شرح المنیہ میں ہے: كشف العورة لا يجوز عند أحد في الصحيح وفي خلوة قيل يأثم وقيل لا بأس به وقيل يجوز أن يتجرد للغسل تجرد زوجته للجماع، انتهىٰ. (فتاویٰ مولانا عبدالحی اردو: ص۱۸۴)

(۲) (آداب الاغتسال هي آداب الوضوء إلا أنه لا يستقبل القبلة) حال اغتساله (لأنه يكون غالباً مع كشف العورة) ويستحب أن يغتسل بمكان لا يراه فيه أحد لا يحل له النظر لعورته لا فيما ظهورها في حال الغسل أو لبس الثوب. (حاشية الطحطاوي علىٰ مراقي الفلاح: ص۱۰۵، آداب الاغتسال، قديمي)

کر وضو کی ضرورت نہیں۔(۱)

(ب) کپڑے پہ ناپاکی لگی ہوتو اول اس کو پاک کرلے، پھر چاہے تو اس کو باندھ کر وضو اور غسل کرلے، شبہ کی ضرورت نہیں، اور چاہے تو کپڑے کو علاحدہ کر کے پاک کرلے اور پردہ کی جگہ برہنہ وضو وغسل کر کے پھر کپڑے پہن لے۔ فقط واللہ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۲۲/۱۱/۸۹ھ (فتاویٰ محمودیہ:۵/۹۳۔۹۴)

## بے لباس غسل کا حکم:

سوال: غسل کرتے وقت جسم پر کپڑا باندھے رکھنا مرد ہو یا عورت، کیا ضروری ہے؟ اگر بغیر کپڑے کے نہالے تو بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس گھر میں بے برکتی پیدا ہوتی ہے؟

الجواب

بہتر طریقہ یہی ہے کہ غسل کی حالت میں بھی آدمی بالکل بے لباس نہ ہو۔(۲) اور جسم کے مخصوص حصہ پر کوئی کپڑا رکھے، تاہم اگر پردہ کی جگہ میں بے لباس غسل کرلے تو گناہ نہیں۔(۳) اور اس کی وجہ سے گھر میں بے برکتی اور نحوست قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔ (کتاب الفتاویٰ:۲/۶۱)

## لنگی کے ساتھ غسل کرنا احوط ہے:

سوال: آج کل جب کہ غسل خانوں میں پردہ کا انتظام رہا کرتا ہے، لنگی پہن کر غسل کرنا اولیٰ ہے یا لنگی نکال کر، اور وہ غسل خانہ جس میں چھت نہ ہو اس میں ننگے ہو کر غسل کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصلیاً

غسل خانہ پر چھت ہو یا نہ ہو جب کسی آدمی کی نظر اندر نہیں پہنچتی تو وہاں بغیر لنگی کے بھی غسل کرنا درست ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ لنگی پہنے ہوئے غسل کرنا احوط ہے۔(۴) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۵/۹۲۔۹۳)

---

(۱) لو توضأ أولاً، لایأتی به ثانیاً، لأنه لایستحب وضوء ان للغسل اتفاقاً، أما لو توضأ بعدالغسل واختلف المجلس علی مذهبنا أوفصل بینهما بصلوٰة کقول الشافعیة، فیستحب. (الدر المختار علیٰ صدر ردالمحتار: ۱/۱۵۸، سعید، وکذا فی البحر الرائق: ۱/۹۴، سنن الغسل، رشیدیه)

(۲) قال البخاری: ومن تستر فالتستر أفضل، وقال بهز عن أبیه عن جده عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: "اللّٰه أحق أن یستحیٰ منه من الناس". (صحیح البخاری: ۱/۴۲، باب من اغتسل عریاناً وحده فی الخلوة، کتاب الغسل)

(۳) عن أبی هریرة رضی اللّٰه عنه عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال: بینا أیوب یغتسل عریاناً، فخرعلیه جراد من ذهب فجعل أیوب یحتثی فی ثوبه فناداه ربه یا أیوب ألم أکن أغنیتک عما تریٰ؟ قال: بلیٰ وعزتک، ولکن لا غنی بی عن برکتک. (صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۷۹، باب من اغتسل عریاناً وحده فی الخلوة، کتاب الغسل)

(۴) (وسننه) کسنن الوضوء سوی الترتیب وآدابه کآدابه سوی استقبال القبلة لأنه یکون غالباً مع کشف عورة، قال الشامی: فلو کان متزراً فلابأس به. (الدر المختار مع ردالمحتار: ۱/۱۵۶، مطلب سنن الغسل، سعید، وکذا فی شرح المنیة: ص۵۱، سنن الغسل، سهیل اکیڈمی، لاهور)

## تولیہ باندھ کر غسل یا وضو:

سوال: غسل یا وضو کرتے وقت صرف تولیہ باندھ کر یا گھٹنوں سے اوپر کپڑا باندھ کر کرلیں تو غسل یا وضو ہوگا یا نہیں؟

الجواب

یوں تو انسان کو ہر وقت ہی ممکن حد تک ستر کی حالت میں رہنا چاہئے،لیکن یہ حکم احتیاط اور استحباب کے طور پر ہے، دوصورتوں میں ستر واجب ہے،ایک تو نماز میں، دوسرے اس وقت جب کسی دوسرے کی نگاہ پڑتی ہو،لہذا اگر غسل یا وضو کی حالت میں کسی قدر بے ستری بھی ہوجائے اور دوسرے کی نگاہ نہ پڑتی ہو تو حرج نہیں، جہاں تک وضو یا غسل کے درست ہونے کی بات ہے تو اس کے لئے ستر واجب نہیں،لہذا جو صورت آپ نے دریافت کی ہے،اس میں وضو اور غسل درست ہوجاتا ہے۔(۱)(کتاب الفتاویٰ:۲/۵۹۔۶۰)

## جانگیہ پہن کر غسل اور وضو کرنا:

یہاں پھانسی وارڈ میں بلکہ پورے جیل کے اندر ہم قیدی لوگ غسل کرنے کے لیے انڈرویئر یا چڈی پہنتے ہیں، کیا غسل ہوجائے گا،اگرچہ جنبی بھی ہو؟ اگر غسل ہوتا ہے تو وضو بھی ہوجائے گا؟

الجواب

اگر نیکر، جانگیہ پہن کر کپڑے کے نیچے پانی پہنچ جائے اور بدن کا پوشیدہ حصہ دھل جائے تو غسل صحیح ہوگا،(۲) غسل میں وضو خود ہی ہوجاتا ہے، غسل کے بعد جب تک کم از کم دو رکعت نماز نہ پڑھ لی جائے یا کوئی دوسری ایسی عبادت ادا نہ کرلی جائے جس میں وضو شرط ہے، دوبارہ وضو کرنا مکروہ ہے۔(۳)(آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد سوم:۱۰۷)

## غسل فرض میں لوگوں کے سامنے غسل کرنا جائز ہے یا نہیں:

سوال: بہشتی گوہر میں لکھا ہے کہ اگر کسی پر غسل فرض ہو اور پردہ کی جگہ نہیں،تو ایسی حالت میں مرد کو مرد کے سامنے اور عورت کو عورت کے سامنے غسل کرنا واجب ہے۔زید کہتا ہے کہ لفظ واجب اصل عربی عبارت میں نہ ہوگا۔ بکر کہتا ہے کہ یہ ترجمہ بالکل درست ہے۔آپ فیصلہ فرمادیں؟

---

(۱) (وسننه) كسنن الوضوء سوى الترتيب وآدابه كآدابه سوى استقبال القبلة لأنه يكون غالباً مع كشف عورة،قال الشامي: فلو كان متزراً فلابأس به.(الدرالمختار مع ردالمحتار:۱/۱۵۶،مطلب سنن الغسل،انیس)

(۲) (ويجب) أي يفرض (غسل) كل مايمكن من البدن بلاحرج مرة.(الدرالمختار مع ردالمحتار: ج۱ص۱۵۲)

(۳) فإن كان في مجلس واحد كره ،(قوله فإن كان في مجلس واحد) ولم يؤد بالأول عبادة شرع التطهيرلها وإلا فلايكره.(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ص۲۳،كتاب الطهارة)

الجواب

یہ مسئلہ صحیح ہے، درمختار میں ایسا ہی ہے، عبارت عربی کی یہ ہے: "علیه غسل وثمه رجال لایدعه وإن رأوه، والمرأة بین رجال أورجال ونساء تؤخره لا بین نساء". (۱) اس کا ترجمہ اور مطلب وہی ہے جو مولانا نے لکھا ہے، زید کو جبکہ عربی عبارت کے مفہوم کے سمجھنے کی استعداد نہیں تو اعتراض نہ کرنا چاہئے۔ "لا یدعه" کا ترجمہ لفظی تو یہ ہے کہ وہ مرد غسل کو نہ چھوڑے مگر مطلب اس کا یہ ہے کہ غسل واجب ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۱۷۰)

## میدان یا دریا وتالاب میں ننگے ہوکر نہانا درست ہے، یا نہیں:

سوال: میدان میں یا ندی وتالاب پر برہنہ غسل کرنا درست ہے یا تہبند باندھ کر۔ اور تہبند گھٹنوں سے اونچا رہے یا نیچا، اور ران دیکھنے سے غسل میں کچھ خلل آتا ہے یا نہ، اور غسل کے وضو سے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

تنہا مکان میں برہنہ بھی غسل کرنا درست ہے۔ (۲) اور جہاں آدمی ہوں وہاں گھٹنوں سے نیچا تہبند باندھ کر غسل کرے۔ (۳) اور ران وغیرہ دیکھنے سے غسل میں کچھ خلل نہیں آتا اور غسل کے وضو سے نماز درست ہے۔ (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۱۶۱)

---

(۱) الدر المختار علی رد المحتار، أبحاث الغسل: ۱/۱۴۳۔ علامہ شامی نے اس پر جو نوٹ نقل کیا ہے وہ ہر طرح قابل غور ہے۔ لکھتے ہیں: "(قوله لا یدعه وإن رأوه): عزاه فی القنیة إلی الوبری. قال فی شرح المنیة: وهو غیرمسلم لأن ترک المنهی مقدم علی فعل المأمور وللغسل خلف وهوالتیمم فلا یجوز کشف العورة لأجله عند من لا یجوز نظره إلیها بخلاف الختان، وتمامه فیه". (رد المحتار، أبحاث الغسل: ۱/۱۴۳) یہ ساری بحث ننگے نہانے کے لئے ہے، لیکن اگر تہبند باندھ کر مرد کے سامنے غسل کرے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ فإن أرید بقوله وإن رأوه وبقول الآخروما ثمه سترة " رویته ما سوی العورة فلا کلام وإن أرید العورة کما قال البزازی کشف إزاره فی الحمام لغسله وعصره لایأثم لعدم إمکان تطهیره بدونه و الإثم علی الناظرغیرمسلم لأن ترک المنهی مقدم الخ. (غنیۃ المستملی: ۴۹) یہاں مجیب علیہ الرحمۃ کا منشایہ معلوم ہوتا ہے کہ ستر کے علاوہ حصہ لوگ دیکھ رہے ہوں تو تہبند باندھ کر نہانا واجب ہے، یہ منشا ہرگز نہیں ہے کہ لوگوں کے سامنے ننگا نہانا واجب ہے۔ واللہ اعلم۔ ظفیر

نوٹ: عورتوں کا غسل مردوں کی طرح ہے، البتہ عورتوں کا پورا جسم، چہرہ و ہتھیلی کے سوا پردہ میں داخل ہے اور ان کا چھپانا فرض ہے، اس لیے ان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ جسم کا کوئی حصہ ایسی جگہ کھول کر نہائیں جہاں سے دوسروں کی نگاہ ان پر پڑے۔ عورتوں کے سامنے بھی بالکل ننگے بدن نہانا جائز نہیں ہے اس لیے ان کو چاہیے کہ وہ پردہ کے ساتھ نہائیں۔ اگر غسل خانہ میں عورتیں نہائیں تو بغیر کپڑا پہنے نہا سکتی ہیں لیکن یہ پسندیدہ نہیں ہے۔ (طہارت کے احکام ومسائل) عورتوں کے لیے ایسی جگہ کپڑے میں بھی نہانا جائز نہیں، جہاں مرد ہوں، کھلی جگہ ہو، جیسے کنواں، نہر، دریا وغیرہ۔ اگر ایسی جگہوں پر وہ ہوں جہاں پردہ کی کوئی صورت نہ ہو اور بے شرمی ہوتی ہو تو ایسی صورت میں وہ مردوں کے درمیان غسل نہ کریں گرچہ غسل واجب یا فرض ہو بلکہ غسل کو مؤخر کریں اور تیمم کر کے نماز ادا کریں۔ (ردالمحتار: ۱/۱۵۹) (طہارت کے احکام ومسائل، انیس)

(۲) وقیل یجوز أن یتجرد للغسل تجرد زوجته للجماع أیضاً إذا کان البیت صغیراً. (غنیة المستملی: ۵۰)

(۳) فلا یجوز کشف العورة عند من لا یجوز نظره إلیها. (غنیة المستملی: ۴۹). (وهی (أی العورة) للرجل ما تحت سرته إلی ما تحت رکبته). (در مختار) فالرکبة من العورةالخ لحدیث علیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: "الرکبة من العورة". (ردالمحتار، باب شروط الصلوٰة، مطلب فی سترالعورة: ۱/۳۷۵)

(۴) وأن یغتسل فی موضع لا یراه أحد لاحتمال بدء العورة حال الاغتسال أواللبس. (غنیة المستلی: ۴۹، ظفیر)

## غسل کے لیے ستر کھولنے کا حکم:

سوال:۔بعض علاقوں میں لوگ بڑے بڑے تالابوں اور حوضوں میں اجتماعی طور پر غسل کرتے ہیں، اس میں ظاہر ہے کہ عضو مخصوص کے کشف پر (جس کو لوگ دیکھ سکیں) ضمیر ملامت کرتا ہے، لیکن اگر ایک شخص عضوِ مخصوص پر ایک کپڑا باندھ کر ایسی حالت میں غسل کرے کہ ناف کے نیچے اور گھٹنوں سے اوپر کا کچھ حصہ عام لوگوں کو نظر آئے، اس کا از روئے شرع کیا حکم ہے؟

الجواب

واضح ہو کہ اگر انسان ایسی جگہ میں غسل کرے جہاں پر اکیلا ہو تو ایسی حالت میں بھی بلاضرورت کشفِ عورت سے احتراز کرے گا ضرورت کی حد تک اس کے لئے کشفِ عورت کی رخصت ہے، لیکن جہاں آس پاس لوگ موجود ہوں تو ایسی حالت میں گھٹنوں سے لے کر ناف تک کا حصہ مرد کے لئے چھپانا فرض ہے جس کا کشف حرام ہے، ایسی حالت میں یہ ضروری ہے کہ پردہ کر کے غسل کرے، تاہم اگر ایک شخص نے اس طریقہ سے غسل کر لیا تو ارتکابِ حرام کے باوجود جب فرائضِ غسل ادا ہوئے ہوں تو فریضۂ غسل ادا ہو جاتا ہے۔

**’’قال إبراهيم الحلبیؒ:(وأن يغتسل فی موضع لايراه أحد)لاحتمال بدء العورة حال الاغتسال أوالـلبس،ولحديث يعلیٰ بن أمية أن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال:إن اللّٰه حیّ ستير،يحب الحياء والتستر،فإذا اغتسل أحدكم فليستتر،رواه أبوداؤدؒ.(كبيری،فرائض الغسل: ص۵۱)(۱)**

(فتاویٰ حقانیہ جلد دوم، صفحہ: ۵۲۸)

## دورانِ غسل باتیں کرنے کا حکم:

سوال:۔غسل کرتے وقت باتیں کرنے کا کیا حکم ہے؟ نیز اس دوران ادعیۂ مسنونہ پڑھنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا عُریانی کی حالت میں باتیں کرنا جائز ہے؟

الجواب

دورانِ غسل خاموش رہنا بہتر ہے، عُریانی کی حالت میں فقہا نے باتیں کرنے کو مکروہ لکھا ہے، اور ادعیۂ مسنونہ پڑھنے کے لئے یہ وقت مناسب نہیں، کیونکہ نجس مکان میں اللہ تعالیٰ کا نام لینا بے ادبی کے مترادف ہے۔

**قال ابن عابدينؒ عن الشرنبلالية :ويستحب أن لايتكلم بكلام مطلقاً،أما كلام الناس فلكراهته حال الكشف وأما الدعاء فلأنه فی مصبّ المستعمل ومحل الأقذار والأوحال،**

---

(۱) قال ابن عابدينؒ:قال فی شرح المنية:وهوغيرمسلم،لأن ترك المنهی مقدم علیٰ فعل المأمور،وللغسل خلف وهوالتيمم فلايجوز كشف العورة لأجله عند من لايجوز نظره إليها.(ردالمحتارعلی الدرالمختار،أبحاث الغسل: ج۱ص۱۵۵)

آ۵. (ردالمحتار علی الدر المختار، مطلب سنن الغسل: ج ا ص ۱۵۶) (ا) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۵۲۶)

## غسل خانہ اور بیت الخلا میں بات چیت کرنے کا حکم:

سوال: اغلاط العوام فی باب الاحکام میں نمبر ۸۳ پر یہ مسئلہ ہے: غسل خانہ و پاخانہ میں بات کرنے کو عوام ناجائز سمجھتے ہیں، سو اس کی کچھ اصل نہیں، البتہ بلا ضرورت باتیں نہ کرے، اور مشکوٰۃ المصابیح میں آداب خلا کی فصل ثانی میں یہ حدیث ہے:

**عن أبی سعیدؓ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: "لایخرج الرجلان یضربان الغائط کاشفین عن عورتهما یتحدثان فإن اللّٰه یمقت علٰی ذلک". رواه أحمد وأبوداؤد وابن ماجة.**

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کشف عورت میں بات چیت کرنے سے اللہ تعالیٰ غصہ ہوتے ہیں اور غسل خانہ بالخصوص پاخانہ میں کشف عورت لازمی ہے؟

**الجواب**

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ دونوں اس طرح برہنہ ہوں کہ ایک دوسرے کو برہنہ دیکھتے ہوں ورنہ رجلان کی کیا تخصیص تھی: "**الرجل یضرب الغائط کاشفاً عن عورته یتحدث**" عبارت ہوتی، **وإذ لیس فلیس**. فقط۔ ۹/ ذی قعدہ/ ۱۳۴۵ھ (امداد الفتاویٰ جدید جلد اول: ص ۵۷۔۵۸)

## غسل خانہ میں بات کرنے کا حکم:

سوال: غسل خانہ اور پائے خانہ میں بات کرنے کو عوام ناجائز سمجھتے ہیں۔ سو شرعاً اس کی کوئی اصل ہے؟

**الجواب**

**قال ابن عابدینؒ: عبارة الغزنویة: ولا یتکلم فیه: أی فی الخلاء. وفی الضیاء عن بستان أبی اللیث: یکره الکلام فی الخلاء، وظاهره أنه لایختص بحال قضاء الحاجة، وذکر بعض الشافعیة أنه المعتمد عندهم، وزاد فی الإمداد: ولا یتنحنح أی إلا بعذر کما إذا خاف دخول أحد علیه. (ردالمحتار: ۱/ ۳۱۸). (فتاویٰ شامیة "تنبیه" ج ۱/ ص ۳۴۴، ایچ ایم سعید)**

عبارت مرقومہ سے معلوم ہوا کہ بیت الخلا میں نہ صرف یہ کہ بوقت قضاء حاجت بات کرنا مکروہ ہے، بلکہ دوسرے حالات میں بھی درست نہیں، **کما قال الشامیؒ**۔ اسی طرح بے ضرورت کھانسنا بھی مکروہ ہے۔ واللہ اعلم، احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ (یہ فتویٰ حضرت والا دامت برکاتہم کی تمرین افتا (درجۂ تخصص) کی کاپی سے لیا گیا ہے۔ (مرتب عفی عنہ) ۲۴/ ۱۱/ ۹/ ۱۳۷ھ۔ الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔ (فتاویٰ عثمانی: ج ا ص ۳۴۴ و ۳۴۵)

---

(ا) قال الحسن بن عمارؒ: ویستحب أن لایتکلم بکلام معه ولودعاء لأنه فی مصب الأقذار ویکره مع کشف العورة (وبعد أسطر) ویزاد فیه کراهة الدعاء. (مراقی الفلاح، آداب الاغتسال: ص ۵۷، ومثله فی الهندیة: الفصل الثانی: ۱/ ۱۴)

## دوران غسل کوئی کتاب پڑھنا:

سوال: ایک شخص غسل خانہ میں غسل کا لطف اٹھانے کے ساتھ ساتھ کوئی کتاب پڑھتا ہے، دینی یا دنیوی، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

بہشتی زیور میں ہے: اور غسل کرتے وقت باتیں نہ کرے۔ (بہشتی زیور: ۱/۵۶)

شرح منیہ میں ہے: وأن لایسرف فی الماء (إلیٰ قوله) ولایتکلم بکلام قط. (شرح منیة: ص ۳۴)

قوله: ویستحب (أن لایتکلم بکلام قط) من کلام الناس أوغیرها أما کلام الناس فلما تقدم فی الوضوء وأما غیره من الذکر والدعاء فلأنه فی مصب الماء المستعمل ومحل الأوضار أی الأوساخ والأقذار. (شرح منیة: ص۵۱)

شامی میں ہے: قال الشرنبلالی: ویستحب أن لایتکلم بکلام مطلقاً، أما کلام الناس فلکراهته حال الکشف وأما الدعاء فلأنه فی مصب المستعمل ومحل الأقذار والأوحال. آه، أقول: قد عد التسمیة من سنن الغسل فیشکل علی ماذکره تأمل، واستشکل فی الحلیة عموم ذلک بما فی صحیح مسلم عن عائشةؓ قالت: ''کنت اغتسل أنا ورسول الله صلی الله علیه وسلم من إناء بینی وبینه واحد، فیبادرنی حتی أقول دع لی دع لی''. وفی روایة النسائی: ''یبادرنی وأبادره حتی یقول: دع لی، وأقول أنا: دع لی'' ثم أجاب بحمله علیٰ بیان الجواز وأن المسنون ترکه مالامصلحة فیه ظاهرة. أقول: أو المراد الکراهة حال الکشف فقط کما أفاده التعلیل السابق والظاهر من حاله علیه الصلوٰة والسلام أنه لایغتسل بلاساتر. (شامی: ۱/۱۵۶، مطلب سنن الغسل)

مذکورہ عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ غسل کرتے وقت بات چیت کرنا خلاف اولیٰ ہے، چاہے ذکرودعا بھی ہومکروہ ہے، اس لیے کہ گندگی اور میل کچیل اور برہنگی کی جگہ ہے، اسی طرح دینی یا دنیوی کتاب پڑھنا بھی مکروہ ہوگا۔ واللہ اعلم

(فتاویٰ دارالعلوم زکریا جلداول: ۵۳۲-۵۳۳)

## کھڑے ہوکر غسل کرنا افضل ہے یا بیٹھ کر:

سوال: غسل کرتے وقت کون سی کیفیت بہتر ہے؟ کیا بیٹھ کر غسل کرنا چاہئے یا کھڑے ہوکر بھی غسل کرنا افضل ہے؟

الجواب

غسل کرتے وقت کسی خاص کیفیت کی پابندی ضروری نہیں، حالت اور موقع کو مدِّ نظر رکھ کر، ایسی کیفیت اختیار کی جائے گی، جو انسانی بدن کے لئے استر ہو، عموماً بیٹھ کر غسل کرنے سے پردہ قوی رہتا ہے، اس لئے بیٹھ کر غسل کرنا

بہتر ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے بارے میں روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر غسل فرمایا ہے:لما أخرجه الإمام أبوعبد اللّٰه محمد بن إسماعيل البخاريؒ:عن أم هانئؓ تقول:ذهبت إلىٰ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عام الفتح فوجدته يغتسل وفاطمةؓ تستره فقال:من هذه ؟فقلت:أناأم هانئ.(الصحيح للبخارى: ج ١ ص ٤٢ ،باب التستر فى الغسل عندالناس)(١)

(فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ:۵۲۶و۵۲۷)

## غسل بیٹھ کر کرنا اولیٰ ہے:

سوال: غسل بیٹھ کر کرنا اولیٰ ہے یا کھڑے ہو کر؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

بیٹھ کر غسل کرنا اولیٰ ہے کیونکہ اس میں پردہ زیادہ ہے۔روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر غسل فرماتے تھے۔(۲)فقط،واللہ تعالیٰ اعلم۔۲۱ / ربیع الآخر ۱۳۹۴ھ (احسن الفتاویٰ:۱/۳۵) ☆

---

(١) وأخرجه الإمام مسلمؒ فى صحيحه عن معاذةؓ قالت:قالت عائشةؓ:كنت أغتسل أنا ورسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من إناء واحد بيني وبينه فيبادرني حتىٰ أقول :دع لي دع لي،قالت:هما جنبان (مسلم: ج ١ ص ١٤٨ ،باب غسل الرجل والمرأة من إناء واحد)

(٢) عن أم هانئؓ تقول :ذهبت إلىٰ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عام الفتح فوجدته يغتسل وفاطمةؓ تستره فقال: من هذه ؟ فقلت: أنا أم هانئ". (بخارى: ج۱ص۴۲،باب التستر فى الغسل عندالناس) اس حدیث سے پردہ کا ثبوت ملتا ہے،بیٹھ کر غسل کرنے میں پردہ کا لحاظ زیادہ رہتا ہے،ساتھ ہی اشارہ ملتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر ہی غسل فرماتے تھے۔انیس

## ☆ غسل بیٹھ کر کرے یا کھڑے ہو کر:

سوال: غسل اناث وذکور کا قیاماً وقعوداً یکساں حکم ہے یا متخالف؟ حدیث سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عائشہؓ کا بیٹھ کر غسل فرمانا معلوم ہوتا ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــ

یکساں حکم ہے،یعنی جائز دونوں ہیں اور قعود باعتبار اس کے کہ استر ہے افضل ہوگا،مفسرین نے أنىٰ شئتم میں قیام وقعود سے تعمیم کی ہے۔(یعنی جب بیوی سے صحبت بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر دونوں طرح جائز ہے تو غسل بھی دونوں طرح بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔) تو حالت غسل تو اس سے اہون ہے۔(امداد الفتاویٰ جدید جلد اول:ص۴۶)

## ☆ کھڑے ہو کر غسل کرنا:

سوال: مرد وعورت کے لیے کھڑے ہو کر غسل کرنا سنت ہے یا بیٹھ کر؟

الجواب ــــــــــــــــــ

معتبر کتابوں میں غسل کی دوسری سنتوں کے ساتھ اس طریقہ کو کسی نے ذکر نہیں کیا کہ ان میں سے کونسا طریقہ سنت ہے اور نہ کسی ایک کے بارے میں ممانعت ہے،لہٰذا دونوں طریقے جائز ہیں۔(فتاویٰ مولانا عبدالحئی:ص۱۸۴)

## غسل خانہ میں پیشاب کرنا:

سوال: ایک بڑی مسجد ہے اس میں بیت الخلا اور پیشاب خانہ بنا ہوا نہیں ہے، غسل خانہ پختہ ہے، نالیوں سے نالی ملی ہوئی ہے، کبھی کبھی تبلیغی جماعت کا آنا ہوتا ہے، مسافر بھی آتے ہیں اسلئے اگر وہ ان میں پیشاب کریں اور پانی بہادیں تو کیا یہ صورت جائز ہے؟ کیا اس غسل خانہ میں پیشاب کرنا شرعاً ممنوع ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

”ویکره فی محل الوضوء، لأنه یورث الوسوسة “مراقی الفلاح. لقوله علیه السلام:”لایبولنّ أحدکم فی حمام ثم یغتسل فیه أویتوضأ، فإن عامة الوسواس منه“ قال ابن ملک: لأن ذلک الموضع یصیر نجساً فیقع فی قلبه وسوسة بأنه بال أصابه عنه شاش، أو کان فیه منفذ بحیث لایثبت فیه شئ من البول، ثم لایکره البول فیه“. طحطاوی: ۳۰.(۱)

وضواور غسل کی جگہ پیشاب کرنا مکروہ ہے، لیکن اگر غسل خانہ میں پانی نکلنے کی نالی ہے اور پیشاب کے بعد فوراً پانی بہادیا جائے اور پیشاب کا اثر باقی نہ رہے تو مکروہ نہیں، تاہم وہاں پیشاب کرنے سے احتیاط بہتر ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۹۵/۵)

## غسل و وضو میں حصۂ ستر پر نظر پڑ جائے:

سوال: غسل کرتے وقت جسم کو مَل کر نہانا پڑتا ہے اور ستر پر نظر پڑ جاتی ہے، تو کیا وضو اور غسل درست ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

انسان کو حتی المقدور بے ستری سے بچنا چاہئے اور اپنی نگاہ کو بھی اپنے حصۂ ستر سے بچانا چاہئے، لیکن اس کی وجہ سے وضو وغسل کے درست ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

---

(۱) حاشیة الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح : ۵۴، فصل فی الاستنجاء، قدیمی، (وکذا یکره الخ أن یبول قائماً أو مضطجعاً أو مجرداً...أو) یبول (فی موضع یتوضأ) هو (أو یغتسل فیه) لحدیث:”لایبولن أحدکم فی مستحمه فإن عامة الوسواس منه“. (الدرالمختار: ۳۴۴/۱، فصل فی الاستنجاء، سعید، وکذا فی مجمع الأنهر: ۱۰۱/۱، باب الأنجاس، دارالکتب العلمیة، بیروت/ والحدیث رواه ابوداؤد فی سننه کتاب الطهارة (۲۷) انیس)

غسل خانہ میں پیشاب کرنا مکروہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”تم میں سے کوئی ہرگز ایسا نہ کرے کہ اپنے غسل خانہ میں پیشاب کرے اور“ ایسا کرکے ” پھر اس میں وہ غسل یا وضو کرے کیوں کہ اکثر وسوسے اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔ (ابوداؤد، ح: ۲۷/ ابن ماجہ: ۶۱/۱ حدیث ۳۰۵)

یعنی یہ بے تمیزی کی بات ہے کہ پہلے اپنے غسل خانہ میں پیشاب کرے پھر وہیں غسل یا وضو کرے۔ اس طرح پیشاب کے چھینٹوں کا پانی کے ساتھ بدن پر پڑنے کا اندیشہ رہتا ہے اور وسوسہ پیدا ہوتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا تعلق ایسے غسل خانہ سے ہے جس میں پیشاب کرنے کی جگہ الگ سے نہ ہو یا فرش ایسا نہ ہو کہ پیشاب کرنے کے بعد نالی سے نکل جائے اور صفائی ہوجائے، تو مکروہ ہوگا ورنہ نہیں۔ (ردالمحتار: ۳۴۴/۱) (ابوداؤد: ۵/۱) وضو کرنے کی جگہ پر بھی پیشاب کرنا مکروہ ہے۔ (طہارت کے احکام ومسائل: ۲۲۷۔۲۲۸، انیس)

اگر غسل کے درمیان حصۂ ستر پر نگاہ پڑ جائے، تب بھی غسل و وضو درست ہو جائے گا۔(۱) فقط (کتاب الفتاویٰ:۲/۵۸)

## غسل خانہ سے نکلنے کے بعد پیر دھونا:

سوال: غسل کے وقت جو وضو غسل خانہ میں کیا جاتا ہے، کیا اس سے نکلتے ہوئے پیر کا باہر آ کر دھونا ضروری ہے؟

الجواب

غسل خانہ سے باہر نکلنے کے بعد پیر کا دھونا ضروری نہیں، اس زمانہ میں چونکہ غسل خانے پختہ فرش کے بنے ہوتے ہیں اس لیے ماءِ مستعمل فوراً بہہ جاتا ہے بخلاف پہلے زمانے کے کہ اس وقت غسل خانے کچے ہوا کرتے تھے، اس لیے بعد میں پاؤں دھونے کا حکم تھا۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (حبیب الفتاویٰ:۲/۲۸)

## کیا ہر مباشرت کے لئے غسل لازمی ہے:

سوال: لوگوں میں مشہور ہے کہ بیوی سے ایک مرتبہ ہمبستری کے بعد دوبارہ رغبت کی بنا پر ہمبستری کرنا چاہے تو پہلے غسل ضروری ہے، اگر ناپاکی کی حالت میں دوبارہ مباشرت کرے تو اولاد نا خلف و نافرمان پیدا ہوگی، کیا شرعاً اس کا کوئی ثبوت ہے، یا نہیں؟ تفصیل سے جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب

احادیث میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سے زیادہ ازواج مطہرات سے ہم بستر ہوتے ہوئے درمیان میں غسل فرمایا ہے، اور یہ بھی ہے کہ درمیان میں غسل کئے بغیر کئی بیویوں سے ہمبستری فرمائی ہے، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے کہ آپ ایک ہی غسل سے کئی بیویوں سے مباشرت کرتے تھے۔

’’كان يطوف علىٰ نسائه بغسل واحد‘‘.(۳)

(۱) ومن تستر فالتستر أفضل،عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: اللّٰه أحق أن یستحی منه من الناس. (صحیح البخاری:۱/۴۲،باب من اغتسل عریاناً وحده فی الخلوة. انیس)

(۲) وسنته أن یبدأ المغتسل فیغسل یدیه وفرجه و یزیل النجاسة إن كانت علىٰ بدنه ثم یتوضأ وضوء ه للصلوٰة إلارجلیه ثم یفیض الماء علىٰ رأسه وسائرجسده ثلاثاً ثم یتنحی عن ذ لک المكان فیغسل رجلیه هكذا حكت میمونة اغتسال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وإنما یؤخرغسل رجلیه لأنهما فی مستنقع الماء فلایفید الغسل حتی لوكان علىٰ لوح لایؤخر. (الهدایة:۱/۳۰)

حدثتنی خالتی میمونة قالت : أدنیت لرسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم غسله من الجنابة،فغسل كفیه مرتین أوثلاثاً،ثم أدخل یده فی الإناء،ثم أفرغ به علىٰ فرجه،وغسله بشماله،ثم ضرب بشماله الأرض،فدلكها دلكاً شدیداً، ثم توضأ وضوء ه للصلوة ثم أفرغ علىٰ رأسه ثلاث حفنات ملء كفه،ثم غسل سائر جسده،ثم تنحی عن مقامه ذ لک فغسل رجلیه،ثم أتیته بالمندیل فرده. (مسلم،باب صفة غسل الجنابة: ص۱۴۷،نمبر۷۲۲/۳۱۷/بخاری،باب الغسل مرة واحدة،ص۳۹،نمبر۲۵۷۔انیس)

(۳) الجامع للترمذی:۱/۲۰۔

اور جو کام رسول اللہ صلی اللہ نے کیا، یقیناً وہ ہر قسم کی بے برکتی اور خسارہ سے خالی ہوگا، بہتر طریقہ ہے کہ درمیان میں وضو کرلے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایسا عمل منقول ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۶۲/۲-۶۳)

## شرمگاہ دھوئے بغیر دوبارہ وطی کرنا:

سوال: کیا ایک یا دونوں کی شرمگاہ دھوئے بغیر دوبارہ وطی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ علامہ شامیؒ نے کہا ہے: ''**وعندنا کذلک**'' ہمارے نزدیک بھی اسی طرح ہے۔ اس سے سمجھا جاتا ہے کہ یہ ہمارے نزدیک بھی حرام ہے جس طرح کہ مذہب شافعیؒ میں ہے، جبکہ دیگر حضرات کے یہاں یہ مکروہ ہے۔ اس میں فتویٰ کیا ہے اور ہمارے مشائخ نے اس میں کیا فرمایا ہے؟

**الجواب**

اس سوال سے سائل کا مقصد واضح نہیں، اگر وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ مرد جب اپنی عورت سے جماع کرلے تو کیا اس کیلئے اس کے بعد مرد کے ذکر کو دھوئے بغیر اور عورت کے اپنی شرمگاہ کو دھوئے بغیر دوبارہ جماع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ پس شامی نے کہاں کہا ہے کہ یہ امام شافعیؒ کے نزدیک حرام ہے اور ہمارے نزدیک بھی اسی طرح ہے اور ان کے غیر نے کہاں کہا ہے کہ یہ مکروہ ہے۔ شامی وغیرہ کی عبارات، کتاب کے نام باب، صفحہ، مطبع کی تعیین کے ساتھ بالفاظہا تحریر کی جائیں۔

اگر شامی کے قول سے مراد ان کی وہ عبارت ہے جس کو انہوں نے **رد المحتار کے کتاب الطہارۃ** میں ''**مطلب فی حکم وطي المستحاضة ومن بذکرہ نجاسة**'' کے تحت ''تنبیہ'' کے عنوان سے ذکر کیا ہے کہ:

''بعض شافعیہ'' نے اس شخص کے جماع کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے جس کا ذکر نجس ہو اس کے دھونے سے قبل، مگر جبکہ اس کو سلسل بول ہو مثل وطی مستحاضہ کے جریان (دم استحاضہ) کے ساتھ اور ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے نزدیک بھی اسی طرح ہے۔

پس ظاہر یہ ہے کہ ذکر کے نجس ہونے سے مراد غیر منی کے ساتھ نجس ہونا ہے، اس لئے کہ منی شافعیہ کے نزدیک طاہر ہے اور اگر شامی کی مراد علی سبیل التنزل منی سے نجس ہونا ہو- اگر چہ یہ بہت بعید ہے- تو یہ ان کی رائے اور ان کا اجتہاد ہے، جو محرم نہیں۔ محرم تو نص قطعی ہوتی ہے یا وہ جو اس کے ہم معنی ہو اور اگر شامی کے قول سے مراد کوئی دوسری عبارت ہے تو اس کو تحریر کیا جائے۔ یہ اور فقہا نے فرمایا ہے:

''اگر جنبی اپنی بیوی سے دوبارہ ملاقات کا ارادہ کرے تو مستحب یہ ہے کہ وضو کرلے پھر کوئی حرج نہیں''۔

پس ظاہر یہ ہے کہ ذکر کا دھونا بھی مستحب ہے۔

ہندیہ میں طہارۃ کے باب ثانی کے آخر میں فرمایا ہے کہ ''جنبی کے لئے وضو کرنے سے قبل سونے اور دوبارہ ملاقات کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر وضو کرلے تو بہتر ہے''۔

**(ولا بأس للجنب أن ینام ویعاود أھله قبل أن یتوضأ وإن توضأ فحسن. (الفتاویٰ الھندیة: ۱۶/۱)**

قنیہ: صفحہ/۵۴۔ میں اسی طرح اور خلاصہ: صفحہ/۴۷۔ میں بھی اسی طرح ہے۔ اور اوجز میں فرمایا ہے کہ:

''میں کہتا ہوں کہ ان کی (فقہا کی) عبارات کا مقتضی یہ ہے کہ نائم کیلئے وضو آکل کی وضو سے زیادہ مؤکد ہے، بلکہ ان میں سے بعض مثل باجی وطحاوی وغیرہم کا کلام اکل میں عدم استحباب کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ پس ظاہر یہ ہے کہ اکل کے بالمقابل نوم میں زیادہ تاکید ہے''۔

الشیخ ابن تیمیہؒ نے ملتقی الاخبار میں ''**استحباب الوضوء لمن أراد النوم**'' باب قائم کیا ہے پھر اس کے بعد ''**باب تأکید ذلک للجنب واستحباب الوضوء لأجل النوم والشرب والمعاودة**'' قائم کیا ہے اور یہ اس میں نص ہے کہ نوم کیلئے وضو ان تینوں کے مقابلہ میں زیادہ مؤکد ہے''۔

اور بدائع میں فرمایا ہے:

''جنبی کیلئے سونے اور بیوی سے دوبارہ ملاقات کرنے میں کوئی حرج نہیں، حضرت عمرؓ کی روایت کی بنا پر کہ ''انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم میں سے کوئی جنبی ہونے کی حالت میں سو سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ہاں اور نماز کے وضو جیسا وضو کرلے''۔

اور اس کو وضو سے قبل بھی سونا جائز ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا گیا ہے کہ ''انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنبی ہونے کی حالت میں پانی چھوئے بغیر سو جاتے تھے الخ''۔

**ولابأس للجنب أن ینام ویعاود أهله لما ورد عن عمر رضی اللّٰه عنه أنه قال: یارسول اللّٰه! أینام أحدنا وهو جنب قال: نعم ویتوضأ وضوءه للصلوٰة.**

**وله أن ینام قبل أن یتوضأ وضوءه للصلوٰة لماروی عن عائشة رضی اللّٰه عنها أنها قالت: کان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ینام وهو جنب من غیر أن یمس ماءً. (بدائع الصنائع: ۱/۱۵۱، أحکام الجنابة)**

''پانی کو چھوئے بغیر'' کے لفظ سے معلوم ہو گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سو گئے پانی چھوئے بغیر، نہ وضو کے لئے چھوا، نہ اس کے غیر کیلئے۔

اوجز المسالک: صفحہ/۱۲۳ میں ہے:

''یحییٰؒ نے بیان کیا کہ امام مالکؒ سے سوال کیا گیا اس شخص کے بارے میں جس کیلئے کئی بیویاں اور باندیاں ہیں، آیا وہ سب سے وطی کرسکتا ہے غسل کرنے سے قبل؟ فرمایا کچھ حرج نہیں، یعنی بالاتفاق جائز ہے کہ کوئی شخص اپنی باندی یا باندیوں سے ملاقات کرے غسل کرنے سے قبل، مگر وضو کرلینا مستحب ہے اور اس کا اقل درجہ شرمگاہ کا دھولینا ہے دوبارہ ملاقات کرنے کیلئے باوجودیکہ یہ زیادتی نشاط کا بھی باعث ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے''۔

**قال یحییٰ: سئل الإمام مالک رحمه اللّٰه عن رجل له نسوة زوجات وجوار جمع جاریة أی إماء هل یطأهن جمیعاً قبل أن یغتسل؟ فقال: لابأس أی یجوز بالاتفاق بأن یصیب الرجل جاریته**

أو جواريه قبل أن يغتسل إلا أنه يستحب الوضوء وأقله غسل الفرج للمعاودة مع أنه أنشط كما ورد. فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱۸/۵)

## بغیر غسل کئے دوسری بار جماع کرنا:

سوال: ایک دفعہ جماع کرنے کے بعد بغیر وضو یا غسل کئے دوسری دفعہ جماع کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــ باسم ملهم الصواب

جائز ہے مگر غسل یا وضو یا استنجا کر لینا افضل اور مستحب ہے۔قال في شرح التنوير: ويكره معاودة أهله قبل اغتساله إلا إذا احتلم لم يأت أهله، قال الحلبي: ظاهر الأحاديث إنما يفيد الندب لا نفي الجواز المفاد من كلامه. (ردالمحتار: ۱۶۳/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (احسن الفتاویٰ: ۳۵/۲)

## ایک ہی شب میں دوبارہ ہمبستری سے پہلے اگر غسل نہ کرے تو کیا حکم ہے:

سوال: عورت کے ساتھ ہمبستری کرنے کے بعد دوبارہ اگر ہمبستری کی ہو تو دوبارہ غسل کرنا ضروری ہے یا اسی حالت میں ہم بستری کر سکتے ہیں؟

الجواب ــــــــــــ

دوبارہ ہمبستری کا ارادہ ہو تو پہلے غسل یا وضو کر لینا مستحب ہے، لیکن اگر نہ کرے تو کوئی گناہ بھی نہیں۔ (۱) واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۲۲/۱/۱۳۹۷ھ (فتویٰ نمبر ۱۵۶/۲۸، الف) (فتاویٰ عثمانی: ۳۶۴/۱)

## جماع کے فوراً بعد غسل ضروری نہیں:

سوال: بعض حضرات بعداز جماع فوراً غسل کا حکم دیتے ہیں جس میں احتمال بیماری کا ہے، کیا شرعی حکم ایسا ہی ہے؟

الجواب ــــــــــــ

یہ بہتر ہے لیکن اگر کچھ تاخیر کرے تو کچھ حرج اور گناہ نہیں ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۶۲/۱)

## جنابت کا غسل فوراً کرنا ضروری نہیں:

سوال: عوام میں یہ بات بہت زیادہ مشہور ہے کہ بیوی سے جماع کے فوراً بعد غسل کرنا ضروری ہے ورنہ گناہ

---

(۱) وفي مشكاة المصابيح: ۴۹/۱، طبع قدیمی کتب خانہ، عن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا أتى أحدكم أهله ثم أراد أن يعود فليتوضأ بينهما وضوءً. (رواه مسلم)

(۲) عن ابن عمر قال: ذكر عمر بن الخطاب لرسول الله صلى الله عليه وسلم أنه تصيبه الجنابة من الليل فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم توضأ واغسل ذكرك ثم نم، متفق عليه. (مشكوة باب مخالطة الجنب وما يباح له: ۴۹ـ ظفیر)

ہوتا ہے، کیا واقعی یہ بات درست ہے؟

الجواب

جماع کرنے کے بعد اگر چہ غسل کرنا واجب ہو جاتا ہے مگر یہ وجوب علی الفور نہیں، بلکہ جب موقع ملے تو غسلِ جنابت کر لیا جائے، اگر چہ اولیٰ اور بہتر یہی ہے کہ فوراً غسل کر لیا جائے۔

''عن ابن عمرؓ قال: ذکر عمرؓ بن الخطاب لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: أنہ تصیبہ الجنابة من اللیل، فقال لہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: توضأ واغسل ذکرک ثم نم'' متفق علیہ، (مشکوٰۃ: ج۱ص۴۹، باب مخالطة الجنب) (۱) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۵۳۶)

## غسلِ فرض میں تاخیر کرسکتے ہیں یا نہیں:

سوال　اگر غسل فرض ہو جائے تو فوراً غسل کرنا ضروری ہے یا کچھ تاخیر بھی کر سکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اصل تو یہی ہے کہ جس قدر جلد طہارت حاصل کر لی جائے بہتر ہے، معہذا اگر نماز کے وقت تک تاخیر ہو جائے تو گناہ نہ ہوگا۔

الجنب إذا أخر الاغتسال إلیٰ وقت الصلوٰۃ لا یأثم، کذا فی المحیط. (عالمگیری: ج۱ص۹) فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان (خیر الفتاویٰ: ۲/۸۲)

## رمضان میں فجر سے پہلے غسل نہ کر سکے تو کتنی تاخیر کر سکتا ہے:

سوال: اگر کوئی شخص رمضان المبارک کے مہینہ میں افطار کے بعد اور سحری کرنے سے پہلے کسی وقت اپنی بیوی سے صحبت کرے تو کیا وہ شخص ناپاکی کی حالت میں سحری کر سکتا ہے یا نہیں؟ کیا اس پر فجر سے پہلے غسل کر لینا فرض ہے؟ اگر وہ شخص فجر سے پہلے غسل نہیں کرنا چاہتا ہے۔ ٹھنڈک کی وجہ سے یا شرم کی وجہ سے کہ گھر میں لوگ کیا سوچیں گے تو وہ غسل کرنے میں کتنی تاخیر کر سکتا ہے؟

---

(۱)　عن عائشةؓ قالت: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إذا کان جنباً فأراد أن یأکل أو ینام توضأ وضوءہ للصلوٰۃ '' متفق علیہ. (مشکوٰۃ المصابیح: ج۱ص۴۹، باب مخالطة الجنب وما یباح لہ) ومثلہ فی الفقہ الإسلامی وأدلتہ: ج۱ص۳۸۲، المطلب الخامس، مکروھات الغسل)

هوالمصوب

(۱)　مذکورہ صورت میں سحری کرسکتا ہے۔(۱)

(۲)　مستحب ہے، فرض نہیں ہے۔

(۳)　نماز فجر سے قبل غسل کرلے، کیونکہ نماز کی وجہ سے غسل واجب ہوگا۔ معمولی سردی جس میں بیماری کا خوف نہ ہو وہ عذر نہیں تسلیم کیا جائے گا۔

تحریر: محمد مستقیم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۲۴۵و۲۴۶)

## فجر سے پہلے غسل کرنا ضروری ہے:

سوال:　زید کا کہنا ہے کہ بیوی سے صحبت کرنے کے بعد فجر کی نماز قضا ہونے کا خدشہ ہوتو بغیر غسل نماز ادا کرسکتے ہیں؟

هوالمصوب

غسل کرنے کے بعد نماز فجر پڑھے۔(۲)

تحریر: ناصر علی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۲۴۵)

## شب عرفہ میں غسل کا حکم:

سوال:　غسل بشب عرفہ، غایۃ الاوطار میں مستحب لکھا ہے، پس یہ حکم منیٰ میں حاجیوں کو ہے یا ہر کس کو؟

الجواب

فی الدر المختار: وعرفة أی فی لیلتها، تتارخانية، وقهستانی، وظاهر الإطلاق شموله للحاج وغیره. (۱/۱۷۵)(۳)

اس سے معلوم ہوا کہ ہر کس کے لئے ہے۔ فقط۔ ۱۵/ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ (امداد الفتاویٰ جدید، جلد اول: ص ۵۳)

---

(۱)　عن عائشةؓ قالت: إن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان إذا أراد أن ینام وهو جنب توضأ وضوءه للصلاة. (سنن أبوداؤد، کتاب الطهارة، باب الجنب یأکل، حدیث نمبر: ۲۲۲)

وإن أراد أن یأکل أویشرب فینبغی أن یتمضمض ویغسل یدیه ثم یأکل ویشرب لأن الجنابة حلت الفم. (بدائع الصنائع: ۱/۱۵۱)

(۲)　یا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لاَ تَقْرَبُوا الصَّلاَةَ ..... وَلاَ جُنُباً اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا. (سورة نساء: ۴۳)

(۳)۔ا۔　عن جده الفاکه بن سعد، وکانت له صحبة أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کان یغتسل یوم الفطر، ویوم النحر، ویوم عرفة، وکان الفاکه یأمر أهله بالغسل فی هٰذه الأیام. (ابن ماجة، باب ماجاء فی الاغتسال فی العیدین، ص ۱۸۶، نمبر ۱۳۱۶)
==

## روزانہ غسل کرنا:

**سوال:** روزانہ غسل کرنا فرض کے علاوہ جو عادۃً ہے کیسا ہے؟ کیا ثواب ہے اور ضروری ہے؟ بعض لوگ ضروری کی طرح کرتے ہیں، یہاں تک کہ اذان سن کر نماز جماعت ترک کر دیتے ہیں۔

---

==۲۔ عن إبراهيم قال: امض إلى عرفات فإذا كان عند زوال الشمس فاغتسل إن وجدت ماءً وإلا فتوضأ. (مصنف ابن أبی شيبة ،باب ما ذكر فی الغسل يوم عرفة فی الحج، ج ثالث،ص۴۰۴،نمبر ۱۵۵۵۸)

جمعہ کے علاوہ جو دیگر مسنون غسل ہے، وہ ہیں عیدین، احرام اور عرفہ کا غسل، اس کے علاوہ جن امور کے لیے غسل مستحب ہے، وہ یہ ہیں:

۱۔ شب برات میں۔
۲۔ شب قدر میں جب اس کا علم ہو جائے۔
۳۔ عرفہ کی رات میں۔
۴۔ مکہ میں داخل ہونے کے لیے۔
۵۔ مدینہ میں داخلہ کے لیے۔
۶۔ مزدلفہ میں وقوف کے وقت یوم نحر کی صبح۔
۷۔ جمرۃ العقبی کے لیے منیٰ میں داخل ہوتے وقت۔
۸۔ رمی جمار کے لیے۔
۹۔ )میت کو غسل دینے والے کے لیے۔
۱۰۔ مجنون کے لئے جنون سے شفا کے بعد۔
۱۱۔ مدہوش کی مدہوشی ختم ہونے کے بعد۔
۱۲۔ نشہ آور شخص کے لیے جب اس کا نشہ ختم ہو جائے۔
۱۳۔ پچھنہ لگوانے کے بعد۔
۱۴۔ صلوٰۃ کسوف کے لیے۔
۱۵۔ صلوٰۃ خسوف کے لیے۔
۱۶۔ استسقا کی نماز کے لیے۔
۱۷۔ خوف وفزع کی نماز کے لیے۔
۱۸۔ سخت آندھی آئے اس وقت کی نماز کے لیے۔
۱۹۔ مجمع عام میں جانے کے لیے۔
۲۰۔ نیا کپڑا پہننے کے لیے۔ ==

هو المصوب

غیر ضروری کو ضروری سمجھ کر کرنا نہیں چاہئے ، اگر نماز بھی ترک ہو جائے تو مزید قباحت ہوگی۔ البتہ اگر نماز میں خلل نہ پڑے اور ایک شخص تازگی کی خاطر روزانہ غسل کرے تو درست ہے۔(۱)

تحریر: محمد طارق ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۱/۲۳۵)

×××

== ۲۱۔ گناہ سے توبہ کرنے کے لیے۔

۲۲۔ سفر سے واپسی پر۔

۲۳۔ مستحاضہ کے لیے خون بند ہونے کے بعد۔

۲۴۔ ایسے جنبی کے لیے جو دوبارہ اپنی بیوی سے ملنا چاہے۔

۲۵۔ ایسے شخص کے لیے جو قتل کیا جانے والا ہو۔

۲۶۔ ایسے شخص کے لیے جو طاہر ہونے کی حالت میں اسلام قبول کرے۔

۲۷۔ اگر کبھی دن میں سخت اندھیرا چھا جائے تب۔

۲۸۔ ایسا لڑکا جو بلوغ کی عمر کو پہنچ جائے اور کوئی علامت بلوغ ظاہر نہ ہو۔ (ردالمحتار:۱/۱۶۸)

۲۹۔ جس کے بدن کے حصہ پر ناپاکی لگی ہو اور یہ معلوم نہ ہو سکے یا بھول جائے کہ ناپاکی کہاں لگی ہے۔ ان تمام مواقع پر بہ نیت طہارت غسل کرنا چاہیے تاکہ ثواب ملے، اور ان کے علاوہ پھر اگر کوئی طہارت وصفائی اور رضائے الٰہی کی نیت سے غسل کرے گا تو انشاء اللہ اسے ثواب ملے گا۔ (یہ تمام مسائل ردالمحتار:۱/۱۷۰، سے منقول ہیں) (طہارت کے احکام ومسائل:۲۳۶-۲۳۸، انیس)

(۱) وتنظيف بدنه بالاغتسال في كل أسبوع مرة و الأفضل يوم الجمعة و كره تركه وراء الأربعين. (الدر المختار مع ردالمحتار:۱/۵۸۳)

# موجبات غسل

## مرد کے لیے اقل مدت بلوغ اور منی وغیرہ کے پاک کرنے کا طریقہ:

سوال: مرد کے لیے مدت بلوغ کیا ہے، بندہ جب بارہ سال کا ہوگیا تو انزال ہوگیا تھا، کیا اس وقت سے بلوغ شروع ہوسکتا ہے، نیز منی، ودی، مذی کی پاکی کا طریقہ کیا ہے؟ بینوا توجروا۔ (مستفتی منظور راولپنڈی۔۲۴/شعبان/۱۴۰۳ھ)

الجواب

مرد کے لیے اقل مدت بلوغ بارہ سال ہے، آپ بارہ سال کے ہوکر بالغ ہوگئے ہیں، کیوں کہ علامت بلوغ (انزال) موجود ہوگئی ہے۔(۱) اور خشک منی جھاڑ دینے سے پاک ہوجاتی ہے اور اگر خشک نہ ہو تو دھونے سے۔(۲) اسی طرح مذی اور ودی بھی دھونے سے پاک ہوگی۔(۳) وھو الموفق (فتاویٰ دیوبند پاکستان، المعروف بہ فتاویٰ فریدیہ جلد دوم، ص ۶۵)

## عمر کے لحاظ سے حد بلوغ کی مدت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عمر کے لحاظ سے مذکر اور مؤنث کا بلوغ کتنے عرصہ میں ہوتا ہے؟ بینوا توجروا۔ المستفتی نصر اللہ صوابی۔۹/محرم/۱۴۰۳ھ

الجواب

عمر کے لحاظ سے مذکر و مؤنث کی مدت بلوغ پندرہ سال ہے۔

**كمافي شرح التنوير علٰى هامش رد المحتار: جلد۶ ص۱۳۲: فإن لم يوجد فيهما شيء فحتى تتم لكل منهماخمس عشرة سنة، به يفتیٰ.** (۴) وھو الموفق (فتاویٰ دیوبند پاکستان، المعروف بہ فتاویٰ فریدیہ جلد دوم، ص ۶۹-۷۰)

---

(۱) قال العلامة الحصكفي: بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال والأصل هوالإنزال... فإن لم يوجد فيهما شيء فحتى تتم لكل منهماخمس عشرة سنة، به يفتیٰ لقصر أعمار أهل زماننا وأدنیٰ مدته له اثنتا عشرة سنة. (الدر المختار علٰى صدر ردالمحتار: جلد۵ ص۱۰۷، فصل: بلوغ الغلام، كتاب الحجر)

(۲) وقال في الهندية: ومنها الفرك في المني إذا أصاب الثوب فإن كان رطباً يجب غسله وإن جف على الثوب أجزأ فيه الفرك استحساناً. (فتاویٰ عالمگيرية: جلد۱ ص۴۴، الباب السابع في النجاسة)

(۳) قال الفقيه طاهر بن عبدالرشيد: إذا حت النجاسة لم يجز إلا في المني اليابس فإن كان رطباً لايطهر إلا بالغسل وهو نجس عندنا... ولكن هذا إذا لم يخرج المذي قبل خروج المني أما إذا خرج المذي ثم خرج المني لايطهر الثوب بالفرك. (خلاصة الفتاویٰ: جلد۱ ص۴۱، الفصل السادس في غسل الثوب والدهن)

(۴) لیکن لڑکے کے لیے کم از کم بارہ سال کی عمر بلوغ کے لیے ہے: وادنیٰ مدته له اثنتاعشرة سنة. (الدرالمختار علٰى صدرردالمحتار: جلد۵ ص۱۰۷، فصل: بلوغ الغلام، كتاب الحجر)

## غسل کب واجب ہوتا ہے:

سوال: منی شہوت سے کتنی مقدار میں نکلتی ہے تو غسل واجب ہوتا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ

شہوت کے ساتھ مطلقاً منی کا نکلنا ناقض غسل ہے اور اس کی وجہ سے غسل واجب ہو جاتا ہے، (۱) چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانی یعنی مادۂ منویہ کے انزال سے پانی یعنی غسل واجب ہو جاتا ہے، یہ حکم مطلق ہے، اس میں کسی خاص مقدار کی قید نہیں۔ **عن أبی سعید الخدری رضی اللّٰہ عنه عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم أنه قال: ''إنما الماء من الماء''.** (۲) فقط (کتاب الفتاویٰ: ۲/۶۴-۶۵)

## خروج منی سے غسل کا حکم:

سوال: (۱) زید کو احتلام ہوا اور منی خارج ہونے سے پہلے آلۂ تناسل کو پکڑ کر بستر سے باہر جا کر خارج کیا، کپڑے یا بدن میں لگنے نہ دیا، کیا زید پر غسل واجب ہے؟

## ہمبستری کے بعد غسل کا حکم:

سوال: (۲) کسی نے صحبت کیا اور گندگی دھو کر کپڑا بدل کر نماز پڑھی، نماز ہوئی یا نہیں؟ کیا کپڑا بدل دینا یا گندگی دھو دینا کافی ہوگا یا غسل کرنا ہوگا؟

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

(۱) بیشک خروج منی کے سبب سے غسل واجب ہے۔ (۳)

(۲) صحبت کے بعد گندگی دھو ڈالنا کافی نہیں ہے غسل واجب ہے بغیر غسل نماز جائز نہیں، ہاں کپڑا بدلنا ضروری نہیں، اگر نجاست لگی ہو تو گندگی دھو ڈالنا کافی ہوگا۔ (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد بشیر، ۱۲/۹/۱۳۸۸ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۱۰۱)

---

(۱) جن صورتوں میں غسل فرض ہوتا ہے، وہ یہ ہیں: ۱۔ ہمبستری سے ۲۔ شہوت کے ساتھ منی کے اپنی جگہ سے جدا ہونے سے ۳۔ خواب میں احتلام سے ۴۔ پیچھے کے راستہ میں آلۂ تناسل داخل کرنے سے ۵۔ حیض بند ہونے پر ۶۔ نفاس بند ہونے پر۔ ان امور کے بعد غسل کرنا فرض ہوتا ہے اور بغیر غسل کیے عبادت مطلقہ نماز، تلاوت، قرآن چھونا، مسجد میں داخل ہونا، طواف کرنا حرام ہے۔ اسی طرح ان حالتوں میں مصاحفِ مقدسہ توراۃ، انجیل، زبور پڑھنا یا قرآن کی تفسیر چھونا یا پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (ردالمحتار: ۱/۱۶۸-۱۷۹) (طہارت کے احکام ومسائل، ص: ۲۳۸۔ انیس)

(۲) صحیح مسلم، حدیث نمبر ۳۴۳۔

(۳-۴) (وفرض) الغسل (عند) خروج (منی) من العضو.... (منفصل عن مقره).... (بشهوة).... (و) عند (إیلاج حشفة).... (آدمی).... (فی أحد سبیلی آدمی) حی (یجامع مثله). (الدر المختار علی هامش ردالمحتار: ۱/۲۹۵، ۲۹۹)

عن عائشة رضی اللہ عنہا قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: ''إذا جلس بین شعبها الأربع و مس الختان الختان فقد وجب الغسل. (مسلم، باب بیان أن الجماع الخ، ص۱۵۶، نمبر ۳۴۹/۸۵/۷ أبو داؤد، باب فی الإکسال، ص۴۱، نمبر ۲۱۶، انیس)

## عورت کی منی نکلنے سے غسل واجب ہوتا ہے یا نہیں:

سوال: کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے اور اخراجِ منی ہوتی ہے؟ نیز اگر عورت مرد سے لپٹی چمٹی ہے پھر جوش چڑھتا ہے، بغیر دخولِ ذکر کے طبیعت بھر جاتی ہے اور خواہش جاتی رہتی ہے لیکن منی نہیں نکلتی نظر آتی۔ تو ایسی صورت میں غسل فرض ہوگا یا نہیں اور عورت کی منی کا رنگ کیسا ہوتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

عورت کو احتلام بھی ہوتا ہے، منی بھی خارج ہوتی ہے۔(۱) اس کی منی کا رنگ زردی مائل ہوتا ہے۔(۲) اگر لپٹنے کے بعد اس کی خواہش ختم ہو جائے، نہ اس کی منی نکلے، نہ دخول والتقاء ختانین کی نوبت آئے تو اس پر غسل واجب نہ ہوگا۔(۳) فقط واللہ اعلم (فتاویٰ محمودیہ:۵/۹۷-۹۸)

## عورت کو شہوت سے منی نکلے تو غسل فرض ہے یا نہیں:

سوال:(۱) عورتوں کو اگر شہوت سے منی نکلے مانند مردوں کے، تو ان پر غسل فرض ہے یا نہیں؟

## احتلام سے غسل:

سوال:(۲) عورتوں کو اگر احتلام ہو تو غسل فرض ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

غسل فرض ہے۔(۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۱۶۵)

(۱) عن أم سلمة رضی اللّٰه عنها قالت: جاء ت أم سليم رضی اللّٰه تعالىٰ عنها إلى النبی صلی اللّٰه عليه وسلم فقالت: يارسول اللّٰه ! إن اللّٰه لايستحی من الحق، فهل على المرأ ة من غسل إذا احتلمت؟ فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: نعم إذا رأ ت الماء، فقالت أم سلمة: يارسول اللّٰه ! أوتحتلم المرأة، فقال: تربت يداک فبم يشبهها ولدها". (الصحيح لمسلم:۱/۱۴۶، قدیمی، باب وجوب الغسل على المرأة بخروج المنی منها. انیس)

(۲) ومنيها أصفر، الخ . (الدرالمختار:۱/۱۵۹، فرائض الغسل، سعيد وكذا فی الحلبی الكبير:۴۵، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۳) إذا جومعت المرأ ة فيما دون الفرج ووصل المنی إلىٰ رحمها وهی بكر أو ثيب لاغسل عليها لفقد السبب وهو الإنزال آه . (الفتاوىٰ العالمگيرية: ۱/۱۵، المعانی الموجبة للغسل، رشيدية، وكذا فی البحرالرائق: ۱/۱۰۶، كتاب الطهارة، رشيدية، وكذا فی المبسوط:۱/۶۷، باب الوضوء والغسل، مكتبة حبيبة، كوئٹه، وكذا فی الحلبی الكبير:۴۵، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۴) المعانی الموجبة للغسل إنزال المنی علىٰ وجه الدفق والشهوة من الرجل والمرأة حالة النوم واليقظة. (الهداية، فصل فی الغسل:۱/۳۷، ظفیر)

۱۔ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُباً فَاطَّهَّرُوْا. (سورة المائدة:۶)

۲۔ جاء ت أم سليم امرأة أبی طلحة إلىٰ رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم فقالت: يا رسول اللّٰه ! إن اللّٰه لا يستحی من الحق هل على المرأة من غسل إذا هی احتلمت ؟ فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: نعم إذا رأت الماء. (بخاری، باب إذا احتلمت المرأة، ص۵۰، نمبر۲۸۲/مسلم، باب وجوب الغسل على المرأة بخروج المنی منها:۱/۱۴۵، نمبر۳۱۳/۷۱۲)

۳۔ خولة بنت حكيم قالت: سألت رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم عن المرأة تحتلم فی منامها، فقال: إذارأت الماء فلتغتسل. (سنن النسائی، غسل المرأة ترىٰ فی منامها مايرى الرجل، انیس)

## دھات اور منی نکلنے سے غسل کا حکم:

سوال: ایک شخص ہے جب کبھی وہ بیوی کے پاس جاتا ہے تو منی نکل جاتی ہے، رات میں ساتھ لیٹنے سے یا دن میں ساتھ میں بولنے چالنے سے یا ہاتھ لگانے سے بھی منی نکل جاتی ہے۔ کیا اس کے بولنے سے نہانا واجب ہوجاتا ہے؟ ایک عورت ہے اس کو بھی دھات کا مرض ہے، بغیر کسی مطلب کے اس کی منی نکل جاتی ہے، کبھی زیادہ کبھی کم نکلتی ہے۔ اس کیلئے کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

اپنی شہوت سے کود کر منی نکلتی ہے تو غسل واجب ہوگا۔ (۱) دھات کے آنے سے غسل واجب نہیں ہوگا۔ (۲) فقط واللہ اعلم

(فتاویٰ محمودیہ: ۵/۹۸-۹۹)

## بدن دبوانے سے خروجِ مادہ اور وجوبِ غسل:

سوال: زید اپنی زوجہ سے بدن دبواتا ہے، اس حالت میں عضوِ تناسل منتشر ہوجاتا ہے اور پھر سفید گاڑھا پانی نکل آتا ہے، یا پیشاب کو چلا جائے تو اس وقت پیشاب سے پہلے نکلتا ہے، تو کیا اس سے غسل واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

اگر شہوت و انتشار ہوکر منی نکل آتی ہے، جس کی علامت یہ ہے کہ اس میں دفق ہوتا ہے اور اس کے بعد عضو منکسر اور شہوت ختم ہوجاتی ہے اور وہ بدبودار ہوتی ہے، تو اس کے خروج سے غسل لازم ہوتا ہے، اگر منی نہیں نکلتی، تو غسل نہیں ہوتا۔ (۳) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، الجواب صحیح: نظام الدین عفی عنہ، سید مہدی حسن غفرلہ۔ ۲/۳/۸۶ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۹۹)

---

(۱) (فرض) الغسل (عند) خروج (منی) من العضو .... (منفصل عن مقره... بشهوة) أی لذة ولو حكماً. (تنویر الأبصار مع الدر المختار، كتاب الطهارة: ۱/۱۵۹، سعيد، وكذا فی الفتاویٰ العالمگيرية، كتاب الطهارة، الباب الثانی فی الغسل، الفصل الثالث: ۱/۱۴، رشيديه، وكذا فی بدائع الصنائع، كتاب الطهارة، فصل فی أحكام الغسل: ۱/۲۸۳، دار الكتب العلمية، بيروت، وكذا فی الهداية، كتاب الطهارات: ۱/۳۱، شركة علمية، ملتان)

عن علی رضی الله عنه قال له رسول الله صلی الله عليه وسلم: " لا تفعل إذا رأيت المذی فاغسل ذكرک وتوضأ وضوئک للصلوة فإذا فضخت الماء فاغتسل". (أبو داؤد، نمبر ۲۰۶) مسند احمد میں یوں عبارت ہے: "إذا حذفت فاغتسل من الجنابة وإذا لم تكن حاذفاً فلا تغتسل. (مسند أحمد، علی بن أبی طالب، نمبر ۸۴۹، انیس)

(۲) إلا أنه إذا علم أنه مذی أو شک أنه مذی أو ودی... فلا غسل عليه اتفاقاً كالودی. (الدر المختار، كتاب الطهارة: ۱/۱۶۲-۱۶۳، سعيد، وكذا فی الفتاویٰ العالمگيرية، كتاب الطهارة، الباب الثانی فی الغسل، الفصل الثالث: ۱/۱۵، رشيديه، وكذا فی فتاویٰ قاضی خان علیٰ هامش الفتاویٰ العالمگيرية، كتاب الطهارة، فصل فيما يوجب الغسل: ۱/۴۳، رشيديه، وكذا فی بدائع الصنائع، كتاب الطهارة، فصل فی أحكام الغسل: ۱/۲۷۸، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۳) ایضاً، حاشیہ نمبر: ۱۔

## جاگتے ہوئے منی نکلے تو بھی غسل ہے:

سوال: اگر جاگتے میں منی نکل جائے تو غسل کرنا چاہئے یا نہ؟

الجواب

منی اگر جاگتے میں نکلے، تب بھی غسل کرنا واجب ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۱۶۲)

## بلاشہوت منی نکلے تو غسل فرض نہیں:

سوال: ایک شخص پیشاب کرتا ہے اور پیشاب کے بعد زور لگانے سے سفید رنگ کا مادہ کافی مقدار میں خارج ہوجاتا ہے، جس کے متعلق معلوم نہیں کہ یہ منی ہے یا ودی، تو ایسے شخص پر غسل واجب ہے یا نہیں؟ یہ مادہ بغیر شہوت کے نکلتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

پیشاب کے بعد نکلنے والا مادہ اگر چہ منی ہو مگر بدون شہوت خارج ہو تو غسل فرض نہیں۔

**قال في العلائية: وفي الخانية: خرج مني بعد البول وذكره منتشر لزمه الغسل، قال في البحر: ومحمله إن وجد الشهوة، وفي الشامية: إن عدم وجوب الغسل بخروجه بعد البول اتفاقاً إذا لم يكن ذكره منتشراً، إلخ. (رد المحتار:۱/۱۴۹)**(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۰/ جمادی الاخریٰ/۹۲ھ (احسن الفتاویٰ:۲/۳۴)

## بلاشہوت انزال سے غسل واجب نہیں:

سوال: اگر کسی کو بغیر شہوت کے بیماری یا کمزوری کی وجہ سے منی خارج ہوجائے تو کیا غسل فرض ہوجاتا ہے؟

الجواب

غسل واجب ہونے کیلئے قرآن وحدیث میں جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ جنابت کا ہے اور ''جنابت'' کہتے ہیں اس کیفیت کو جس میں شہوت کے ساتھ انزال ہو:

**'' إطلاق الجنابة في اللغة مخصوص بحال انبعاثه من الشهوة''.** (۳)

لہٰذا جو صورت آپ نے دریافت کی ہے، اس میں غسل واجب نہیں ہوگا۔ (کتاب الفتاویٰ:۲/۶۰)

---

(۱) (وفرض) الغسل (عند) خروج (مني) من العضو. (رد المحتار، أبحاث الغسل:۱/۱۴۸، ظفیر)

(۲) أبو داؤد، نمبر۲۰۶، مسند أحمد، علي بن أبي طالب، نمبر۸۴۹، انیس

(۳) کبیری: ص:۳۹۔

## وجوب غسل کے لئے دفق منی شرط نہیں:

سوال: ایک شخص کی منی بہت ہی رقیق ہے اور اپنی بیوی سے تفریح کے وقت اس کی منی بدون جست کے خارج ہوتی ہے تو کیا یہ شخص بغیر غسل کے اپنی نمازیں پڑھ سکتا ہے یا کہ نہیں؟

الجواب

غسل واجب ہے۔(۱) فی الدر المختار: (وفرض) الغسل (عند) خروج (منی)...... (منفصل عن مقره)...... (بشهوة) أی لذة...... ولم يذكر الدفق ليشمل منى المرأة ولأنه ليس بشرط عندهما خلافاً للثانی. (جلد ۱/۱۶۵۔۱۶۶) (۲) فقط ۔ ۱۸/ذی الحجہ/۱۳۳۳ھ، تتمہ ثالثہ: ۱۲۲۔ (امداد الفتاویٰ جدید، جلد اول، ص: ۵۷)

## خواب میں احتلام ہو اور قرائن خارجیہ سے منی کا بغیر شہوت و دفق خارج ہونے کا یقین ہو:

سوال: خواب میں احتلام ہوا، محتلم کو قرائن خارجیہ سے اس کا یقین ہے کہ یہ منی بغیر شہوت و دفق کے خارج ہوئی ہے، تو آیا اس صورت میں غسل فرض ہے یا نہیں؟

قرائن خارجیہ مثلاً ایک شخص بوجہ کبرسنی کے عدیم الشہوت ہے، اب اس کو احتلام ہوتا ہی نہیں، تو اس کو عدیم الشہوت ہونے کی وجہ سے یقین ہے کہ یہ احتلام غیر دفق و شہوت کی حالت میں ہوا ہے، یا مثلاً ایک شخص مریض ہے جو سیلان منی و کثرت احتلام کے مرض میں مبتلا ہے اور علامات و اسباب کو دیکھ کر اس کو یقین ہے کہ یہ منی جو سوتے میں خارج ہوئی ہے بغیر شہوت و دفق کے ہوئی ہے، اور کتب طبیہ مثلاً شرح اسباب وغیرہ میں مصرح ہے کہ جس کثرت احتلام کا سبب برودت و رطوبت اور استرخاء اوعیۂ منی ہوتا ہے اس کی علامت بلا دفق و انعاظ و شہوت خروج منی ہوتا ہے، غرض ایسے قرائن سے اس کو یقین ہو گیا کہ بغیر شہوت کے منی نکلی ہے۔ مرقاۃ مصری جلد اول ص ۳۲۷ میں مندرج ہے: وأكثر العلماء علىٰ أنه لا يجب الغسل حتى يعلم أنه بلل الماء الدافق واستحبوا الغسل احتياطاً، جس کا ترجمہ نواب قطب الدین صاحب بھی ترجمہ مشکوٰۃ یعنی مظاہر حق میں لکھتے ہیں "اور اکثر علمانے کہا ہے کہ غسل واجب نہیں آتا (یعنی سونے کی حالت میں تری دیکھنے سے) یہاں تک کہ جانے کہ یہ کود کر نکلی ہے، یعنی اگر جانتا ہے کہ کود کر نکلی ہے تو غسل واجب ہوگا، ورنہ مستحب واسطے احتیاط کے، غرض جناب اس میں ارشاد فرمائیں کہ کوئی مبتلیٰ بہ اس قول پر عمل کرے تو کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ہمارے نزدیک اس قول پر عمل اس کو جائز ہے کہ جس کو بیداری میں بھی بدون شہوت کے انزال منی ہو جاتا ہو، اور

---

(۱) منی کا شہوت کے ساتھ کود کر نکلنا امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وجوب غسل کے لیے شرط ہے، جبکہ امام ابوحنیفہ و محمد رحمہما اللہ کے نزدیک مطلق شہوت و لذت کے ساتھ منی کا نکلنا غسل کو واجب کرتا ہے۔ انیس

(۲) بعد مطلب فی تحریر الصاع الخ، بعد الغسل ۔ انیس

جس کو بیداری میں بدون شہوت کے انزال منی نہ ہوتا ہو اس کو نیند سے بیدار ہونے کے بعد جو تری لباس پر نظر آئی، اور یقین ہے کہ منی ہے یا منی اور مذی ہونے میں شک ہو اس پر غسل واجب ہے، اور یہ خیال صحیح نہیں کہ نیند میں منی بدون شہوت کے نکلی ہے، کیونکہ نیند کی حالت کا اس کو کیا علم، بلکہ احتلام میں مدار رؤیت بلل پر ہے، (۱) واللہ اعلم

**قال في مراقي الفلاح: ومنها أي من أسباب وجوب الغسل وجود ماء رقيق بعد الانتباه عن النوم ولم يتذكر احتلاماً عندهما ولهما ماروى أنه صلى الله عليه وسلم سئل عن الرجل يجد البلل ولم يذكر احتلاماً قال يغتسل، خلافاً لأبي يوسفؒ وبقوله أخذ خلف بن أيوب وأبو الليث لأنه مذى وهو الأقيس الخ (ص۵۷) قلت: وقد أخذنا بقوله فيمن كان مبتلى بالإنزال بلاشهوة في اليقظة أيضاً وإلافالقول ماقالاه، والله أعلم. ۲۱/ محرم ۱۳۴۹ھ** (امداد الاحکام جلد اول ص ۳۶۰ تا ۳۶۱)

## سو کر اٹھنے والا لیس دار مادہ دیکھے تو کیا غسل واجب ہے:

سوال: ایک اردو کی کتاب میں ہے کہ ”سو کر اٹھنے پر اگر پیشاب کے مقام پر لیس دار مادہ معلوم ہو تو غسل واجب ہے“ اور دوسری کتاب میں ہے کہ ”شہوت کے خیال سے پیشاب کے شروع میں یا آخر میں لیس دار مادہ نکلنے سے غسل واجب ہے“۔ کیا یہ صحیح ہے؟

**الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً**

سو کر اٹھنے پر جب ایسا لیس دار مادہ دیکھے تو غسل کرلے۔ (۲) محض شہوت کے خیال سے بلا جوش اور دفق کے اگر کوئی مادہ پیشاب سے پہلے یا بعد میں نکلے تو غسل واجب نہیں۔ (۳) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۷/۹۳ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۹۶/۵)

## نیند سے بیدار ہونے والے پر غسل کے واجب یا غیر واجب ہونے کی تفصیل:

سوال: بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ خواب بالکل یاد نہیں رہتا اور کپڑے پر دھبہ پایا جاتا ہے اس وقت نہانا فرض ہے یا نہیں؟ اور کس طرح امتیاز کیا جاوے کہ وہ منی ہے یا مذی یا ودی؟ ان تینوں کی پوری کیفیت تحریر فرمائیے، بعض

(۱) عن عائشةؓ قالت: سئل النبي صلى الله عليه وسلم عن الرجل يجد البلل ولا يذكر احتلاماً؟ قال: يغتسل، وعن الرجل يرى أنه قد احتلم ولم يجد بللاً؟ قال: لا غسل عليه. (ترمذی، باب ماجاء فيمن يستيقظ ويرى بللاً ولايذكر احتلاماً، ص۳۰، نمبر۱۱۳، انیس)

(۲) وأما إذا لم يتذكر الاحتلام وتيقن أنه مني أوشك هل هو مني أومذي فكذلك يجب عليه الغسل في هاتين الحالتين أيضاً إجماعاً للاحتياط، الخ. (الحلبي الكبير: ص۴۲، سهيل اكيڈمی لاهور، وكذا في الفتاوىٰ العالمگيرية: ۱۵/۱، المعاني الموجبة للغسل، رشيديه، وكذا في خلاصة الفتاوىٰ: ۱۳/۱، الفصل الثاني في الغسل، امجد اکیڈمی لاہور)

(۳) قال العلامة ابن عابدين (قوله تقييد قولهم): أي فيقال إن عدم وجوب الغسل بخروجه بعدالبول اتفاقاً إذا لم يكن ذكره منتشراً. (ردالمحتار: ۱۶۱/۱، فرائض الغسل، سعيد، وكذا في مراقي الفلاح: ۹۶، ما يوجب الغسل، قديمي)

اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آنکھ کھل جاتی ہے اور رطوبت خارجہ اس وقت پائی جاتی ہے لیکن اس زور سے خارج ہوتی معلوم نہیں ہوتی کہ جس زور سے منی خارج ہوتی ہے؟

**الجواب**

اگر دھبہ نہ ہو تب تو غسل نہیں اگر چہ خواب یاد ہو اور اگر تری وغیرہ پائی جاوے تو اس میں چودہ صورتیں ہیں کیوں کہ یا تو (۱) منی کا یقین ہے یا (۲) مذی کا یقین ہے یا (۳) ودی کا یقین ہے، یا (۴) منی و مذی میں شک ہے یا (۵) مذی اور ودی میں شک ہے یا (۶) منی اور مذی اور ودی میں شک ہے۔ یہ سات (۷) احتمال ہیں (۱) اور ہر ایک میں دو احتمال ہیں، خواب کا یاد ہونا اور یاد نہ ہونا، پس یہ سب چودہ (۱۴) صورتیں ہو گئیں، ان میں سے چار صورتوں میں غسل نہیں ہے، ایک یہ کہ مذی کا یقین ہو اور خواب یاد نہ ہو، دوسری تیسری یہ کہ ودی کا یقین ہو اور خواب یاد ہو یا نہ ہو، چوتھی یہ کہ مذی اور ودی میں شک ہو اور خواب یاد نہ ہو اور باقی دس صورتوں میں غسل واجب ہے۔ **کذا فی الدر المختار و رد المحتار**. (۲) اور منی اور ودی اور مذی کی حقیقتوں کا تغایر تو مشہور و معلوم ہے مگر کوئی ایسی علامت یقینی نہیں جس سے تعیین متیقن ہو جاوے ورنہ شک کی صورتیں محتمل نہ ہوتیں۔ ۱۴ / محرم ۱۳۲۹ھ، تتمۂ اولیٰ: صفحہ ۶۔ (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/ ۴۹ تا ۵۱)

(۱) ایک احتمال کا بیان رہ گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ''منی اور ودی میں شک ہو'' کل صورتیں اس طرح بھی ضبط ہوں گی کہ یا (۱) منی کا یقین ہے یا (۲) مذی کا یا (۳) ودی کا یا (۴) اول دو میں شک ہے یا (۵) اخیر دو میں یا (۶) طرفین میں یا (۷) تینوں میں، یہ کل سات احتمال ہوئے۔ پھر ہر صورت میں خواب یاد ہوگا یا نہ ہوگا، تو کل چودہ صورتیں ہوئیں۔ سعید احمد پالنپوری

(۲) لیکن سات صورتوں میں با تفاق غسل واجب ہے اور تین میں طرفین کے نزدیک واجب ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک واجب نہیں ہے۔ ذیل میں تمام صورتیں مع حکم درج کی جاتی ہیں۔ سعید احمد۔

| نمبر | صورت | حکم | نمبر | صورت | حکم |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | منی کا یقین ہو اور خواب یاد ہو | بالاتفاق غسل واجب ہے۔ | ۲ | مذی کا یقین ہو اور خواب یاد ہو | بالاتفاق غسل واجب ہے۔ |
| ۳ | ودی کا یقین ہو اور خواب یاد ہو | بالاتفاق غسل واجب نہیں ہے | ۴ | منی کا یقین ہو اور خواب یاد نہ ہو | بالاتفاق غسل واجب ہے۔ |
| ۵ | مذی کا یقین ہو اور خواب یاد نہ ہو | بالاتفاق غسل واجب نہیں ہے | ۶ | ودی کا یقین ہو اور خواب یاد نہ ہو | بالاتفاق غسل واجب نہیں ہے۔ |
| ۷ | منی اور مذی میں شک ہو اور خواب یاد نہ ہو۔ | بالاتفاق غسل واجب ہے۔ | ۸ | مذی اور ودی میں شک ہو اور خواب یاد ہو۔ | بالاتفاق غسل واجب ہے۔ |
| ۹ | منی اور ودی میں شک ہو اور خواب یاد ہو۔ | بالاتفاق غسل واجب ہے۔ | ۱۰ | منی، مذی اور ودی میں شک ہو اور خواب یاد ہو۔ | بالاتفاق غسل واجب ہے۔ |
| ۱۱ | منی اور مذی میں شک ہو اور خواب یاد نہ ہو۔ | طرفین کے نزدیک غسل واجب ہے امام ابو یوسف کے نزدیک واجب نہیں ہے۔ | ۱۲ | منی اور ودی میں شک ہو اور خواب یاد نہ ہو۔ | طرفین کے نزدیک غسل واجب ہے امام ابو یوسف کے نزدیک واجب نہیں ہے |
| ۱۳ | منی مذی اور ودی میں شک ہو اور خواب یاد نہ ہو۔ | طرفین کے نزدیک غسل واجب ہے امام ابو یوسف کے نزدیک واجب نہیں ہے۔ | ۱۴ | مذی اور ودی میں شک ہو اور خواب یاد نہ ہو۔ | بالاتفاق غسل واجب نہیں ہے۔ == |

## نیند سے بیداری پر تری پانے کی کچھ دیگر صورتیں:

سوال:(۱) اگر کوئی شخص خواب سے بیدار ہوا اور اپنے فرش یا ران پر تری پائی اور اس کو یقین ہے کہ یہ مذی ہے تو ایسی صورت میں اگر خواب یاد نہ ہو، اس پر غسل واجب ہے یا نہیں اور اگر خواب بھی یاد ہو اور اس تری کی بابت یقین مذی کا ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال:(۲) اگر کوئی شخص بیدار ہوا اور...... کے سوراخ پر تری پائی اور انتشار قبل از نوم موجود نہ تھا پس اگر خواب یاد نہ ہو اور اس تری کی بابت اس کو یقین مذی کا ہو تو غسل واجب ہے یا نہیں؟

سوال:(۳) اگر کوئی شخص بیدار ہوا اور اس وقت اس نے سوراخ پر یا کہیں اور تری نہیں پائی بعد کچھ تھوڑی دیر کے حالت بیداری میں کچھ تری معلوم ہوئی تو اس کی نسبت کیا حکم ہے خواب یا انتشار یاد ہونے یا نہ ہونے کی صورت میں اگر حکم مسئلہ میں فرق پڑتا ہو تو تحریر فرما دیویں اگر کسی شخص پر یہ حالت قریب قریب ہر روز ہو جاتی ہو تو اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

سوال:(۴) مذی اور ودی کی خاص علامات کیا ہیں؟

سوال:(۵) اگر مسئلہ مندرجہ سوال (۱) و (۲) کے حکم میں کچھ فرق ہو تو اس کی کیا علت ہے؟

**الجواب ــــــــــــــــــــــــ عن الكل**

اس میں بہت سی صورتیں نکل سکتی ہیں جن میں سے صرف چار صورتوں میں تو غسل نہیں ہے باقی سب میں غسل ہے۔

وہ چار صورتیں غسل نہ ہونے کی یہ ہیں: ایک یہ کہ مذی کا یقین ہو اور خواب یاد نہ ہو۔ دوسری یہ کہ ودی کا یقین ہو اور خواب یاد ہو، تیسری یہ کہ ودی کا یقین ہو اور خواب یاد نہ ہو۔ چوتھی یہ کہ مذی اور ودی میں شک ہو اور خواب یاد نہ ہو، **كذا فی الدر المختار و ردالمحتار.**

---

== (و) عند (رؤية مستيقظ) خرج رؤية السكران والمغمىٰ عليه المذى منياً أو مذياً (وإن لم يتذكر الاحتلام) إلا إذا علم أنه مذى أو شک أنه مذى أو ودى أو كان ذكره منتشراً قبيل النوم فلاغسل عليه اتفاقاً كالودى، لكن فى الجواهر: إلا إذا نام مضطجعاً أو تيقن أنه منى أو تذكر حلماً فعليه الغسل والناس عنه غافلون (الدر المختار) (قوله منياً أو مذياً) اعلم أن هذه المسئلة علىٰ أربعة عشر وجهاً، لأنه إما أن يعلم أنه منى أو مذى أو ودى أو شک فى الأولين أو فى الطرفين أو فى الأخيرين أو فى الثلاثة، وعلىٰ كل إما أن يتذكر احتلاماً أو لا فيجب الغسل اتفاقاً فى سبع صور منها وهى ما إذا علم أنه مذى، أو شک فى الأولين أو فى الطرفين أو فى الأخيرين أو فى الثلاثة مع تذكر الاحتلام فيها، أو علم أنه منى مطلقاً، ولا يجب اتفاقاً فيما إذا علم أنه ودى مطلقاً وفيما إذا علم أنه مذى أو شک فى الأخيرين مع عدم تذكر الاحتلام ويجب عندهما فيما إذا شک فى الأولين أو فى الطرفين أو فى الثلاثة احتياطاً، ولا يجب عند أبى يوسف للشک فى وجود الموجب. (ردالمحتار: ۱/۱۶۳، بیروت، انیس)

اور منی اور مذی اور ودی کی حقیقتیں تو متغایر یقینی ہیں مگر اس کی ایسی علامت یقینی نہیں جس سے تعیین متیقن ہو جاوے، ورنہ شک کی صورتیں نہ نکلتیں اور بیداری میں اگر خروج ہو تو یہ دیکھ لے کہ دفق اور شہوت اگر ہے تو غسل واجب ہے ورنہ نہیں، اس قاعدۂ کلیہ سے امید ہے کہ سائل صاحب کو اپنے سب سوالوں کا جواب معلوم ہو گیا ہوگا، لیکن اگر کوئی مقام مخفی رہ گیا ہو مکرر سوال کرلیں، اب صرف دو امر پر متنبہ کرنا باقی رہا ایک یہ کہ مدار حکم انتشار و عدم انتشار پر نہیں، صرف انتشار ایک قرینہ ہے مذی ہونے کا جبکہ خواب یاد نہ ہو سو قرینہ اسی میں منحصر نہیں، مذی کے یقین میں یہ سب قرینے آگئے، دوسرا امر استفسار نمبر (۵) کے متعلق ہے وہ یہ کہ نمبر (۱) کے دو جزو ہیں، ایک جزو مذی کا یقینی ہونا اور خواب یاد نہ ہونا، دوسرا جزو مذی کا یقینی ہونا اور خواب یاد ہونا اور نمبر (۲) بعینہ (۱) کا پہلا جزو ہے پس استفسار نمبر (۵) میں جو سوال نمبر (۱) وسوال (۲) میں فرق پوچھا گیا ہے، سائل کی مراد اگر سوال نمبر (۱) کا جزو اول ہے سو وہ اور نمبر (۲) تو بالکل متحد ہیں، فرق پوچھنے کے کوئی معنی نہیں اور اگر مراد سوال نمبر (۱) کا جزو ثانی ہے تو وجہ فرق ظاہر ہے کہ ایک میں خواب یاد نہیں اور ایک میں خواب یاد ہے جو قرینہ ظاہرہ ہے منی کا اور اگر کچھ اور مقصود ہے تو ظاہر کیا جاوے۔

۱۱ رجب ۱۳۳۱ھ، تتمۂ ثانیہ: ص ۵۳۔(۱) (امداد الفتاویٰ جدید جلد اول: ص ۵۱-۵۳)

## نیند سے بیدار ہونے کے کچھ دیر بعد رطوبت کا دیکھنا:

سوال: اگر کوئی شخص بیدار ہوا اور اس کو خواب یاد ہے پس حالت بیداری میں اس کے بستر پر سے اٹھنے سے پہلے بیدار ہونے کے دو یا تین منٹ بعد اس کو تری معلوم ہوئی جس کو وہ مذی سمجھتا ہے تو اس پر یہ خیال کرکے کہ شاید یہ منی رک گئی ہو جو اب نکلی ہے غسل واجب ہوگا یا اس کو خیال نہیں کرنا چاہئے بلکہ یہ دیکھنا چاہئے کہ دفق وشہوت کے ساتھ نکلی ہے یا کس طرح؟

الجواب

جزئیہ تو دیکھا نہیں مگر قواعد سے غسل واجب ہونا چاہئے کیونکہ خواب کا یاد ہونا علامت اس کی ہے کہ یہ یا منی ہے یا مذی اور دونوں کا احتمال خروج (۲) موجب غسل ہے اور دفق وشہوت کی شرط ہونے کا یہ مطلب ہے کہ انفصال عن المقر کے وقت شہوت ہو گو خروج کے وقت نہ ہو (۳) اور اگر کوئی عارض مانع نہ ہو تو دفق بھی ہو اور یہاں ممکن ہے کہ انفصال کے وقت شہوت ہو اور دفعۃً آنکھ کھلنے سے رک گئی ہو، مگر احتیاطاً یہ مسئلہ کہیں اور بھی پوچھ لیا جاوے۔

۸ محرم ۱۳۳۲ھ، تتمۂ ثانیہ: ص ۱۱۲۔ (امداد الفتاویٰ جدید: جلد اول، ص ۵۵)

---

(۱) رد المحتار: ۱/۱۶۳، بیروت۔ انیس

(۲) پہلے جو چودہ صورتوں کا نقشہ دیا گیا ہے، ان میں یہ ساتویں صورت ہے۔ سعید احمد پالنپوری

(۳) (وفرض) الغسل (عند) خروج (منی) من العضو..... (منفصل عن مقره بشهوة)..... وإن لم يخرج من رأس الذكر (بها). (الدر المختار، ابحاث الغسل: ۱/۱۰۷-۱۰۸۔ انیس)

## بیدار ہونے پر تری دیکھی اور یقین ہے کہ وہ منی نہیں، تو غسل واجب ہوگا یا نہیں:

سوال: ایک شخص نیند سے اٹھ کر احلیل ذکر میں تری دیکھتا ہے، اس کو یقین ہے کہ احتلام نہیں ہوا، یا اس کو احتلام یاد نہیں اور یہ مذی کی تری ہے اور اثر منی کا بدن اور کپڑے پر مطلقاً نہیں ہے، اس صورت میں غسل واجب ہے یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

اس صورت میں غسل واجب نہیں ہے، منیہ میں بھی مطلقاً اس صورت میں غسل کو واجب نہیں کہا جیسا کہ اس کی عبارت "**إن کان ذکره منتشراً قبل النوم**" (۱) سے اس کی تفصیل کی ہے جس صورت میں وجوب غسل فرمایا ہے وہ وجوب احتیاطاً فرمایا ہے، چنانچہ کبیری کی عبارت جو علیحدہ پرچہ پر منقول ہے اس میں صاف ہے کہ وجوب غسل کی اس میں کوئی دلیل نہیں ہے اور پھر دلائل عدم وجوب غسل بیان فرمائے ہیں۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۱/۱۶۸)

## عضو پر تری کا وجود موجب غسل ہے یا نہیں:

سوال: زید نیند سے بیدار ہوا، ذکر پر تری دیکھی، نہ معلوم منی ہے یا مذی یا ودی، نہ خواب یاد ہے۔ تو کیا غسل واجب ہے؟ اگر واجب ہے، درصورتِ عدمِ انتشار قبل النوم کی حالت میں جیسا کہ عالمگیری نے: ۱/۱۰ میں نقل کیا ہے تو زید کا اس پر یہ اشکال ہے کہ ایک تو یہ معلوم نہیں کہ منی ہے یا نہیں؟ دوسرے اگر فرض کرلیا جائے کہ منی ہی ہے تو بھی دفق بالکل نہیں، کیونکہ اگر دفق ہوتا تو دوسرے محل پر کچھ نہ کچھ ضرور لگتی اور پھر یہ کہ بعض اوقات کسی شخص کے محض انتشار سے حالت یقظہ میں بلا دفق کے تری ذکر پر آجاتی ہے تو کیا غالب ظن سے یہ حکم نہیں لگ سکتا کہ یہ بھی موجب غسل نہیں؟ ویسے بھی زید کہتا ہے کہ دفق کی شرط ظاہر الروایت کی ہے اور یہ مسئلہ نوادر کا ہے۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیاً

**"ومنها: وجود ماء رقیق بعد النوم ولم یتذکر احتلاماً آه" مراقی الفلاح. "حاصل مسئلة النوم اثنا عشر وجهاً کمافی البحر، لأنه إماأن یتیقن أنه منی أومذی أوودی، أویشک فی الأول مع الثانی، أوفی الأول مع الثالث أوفی الثانی مع الثالث، فهذه ستة، وفی کل منهاإما أن یتذکر احتلاماً أولا، فتمت الإثناعشر.**

**فیجب الغسل اتفاقاً فیما إذا تیقن أنه منی تذکر احتلاماً أولا، وکذا فیما إذا تیقن أنه مذی**

---

(۱) غنیة المستملی: ۱۴۱، فصل فی الطهارة الکبریٰ۔ ظفیر

(۲) وإن استیقظ فوجد فی إحلیله بللاً لایدری أمنی هوأم مذی ولم یتذکر حلماً ینظرإن کان ذکره منتشراً قبل النوم فلا غسل علیه لأن الانتشار سبب لخروج المذی فیحمل علیه وإن کان ذکره قبل النوم ساکناً فعلیه الغسل للاحتیاط المذکور فی الخلاصة، الخ. (غنیة المستملی: ص۱۴۱، ظفیر)

وتذكر الاحتلام،أو شك أنه مني أو مذي،أوشك أنه مني أوودي،أوشك أنه مذي أوودي،وتذكر الاحتلام في الكل. ولايجب الغسل اتفاقاً فيما إذا تيقن أنه ودي مطلقاً تذكر الاحتلام أولا،أوشك أنه مذي أوودي ولم يتذكر،أوتيقن أنه مذي ولم يتذكر.

ويجب الغسل عندهما لاعند أبي يوسفؒ فيما إذا شك أنه مني أومذي أوشك أنه مني أو ودي ولم يتذكر احتلاماً فيهما. والمراد بالتيقن هنا غلبة الظن،لأن حقيقة التيقن متعذرة مع النوم،آه". (طحطاوی:ص:۵۴)(۱)

صورتِ مسئولہ میں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غسل واجب نہیں، طرفین کے نزدیک غسل واجب ہے۔

## طرفین کی دلیل:

" ولهما ماروى أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم سئل عن الرجل يجد البلل،ولم يذكر احتلاماً قال: " يغتسل" ولأن النوم راحة تهيج الشهوة، وقد يرقّ المنى لعارض، والاحتياط لازم في باب العبادات. وهذا إذا لم يكن ذكره منتشراً قبل النوم، لأن الانتشار سبب للمذى، فيحال عليه اهـ". مراقى الفلاح." قوله (قد يرق) بطول المدة، فتصير صورته كصورة المذى اهـ". (طحطاوى)(۲)

منی فرض کرنے کی صورت میں یہ اشکال کہ" دفق نہیں ہے" بے محل ہے، اس لئے کہ حالتِ نوم میں دفق کی حقیقۃً اطلاع نہیں ہوتی، خاص کر جب کہ احتلام یاد نہ ہو اور جب منی قلیل ہو اور دفق خفیف ہو تو اس کا کسی دوسری جگہ لگنا ضروری نہیں۔ اگر حالت بیداری میں بغیر دفق کے کسی مرض کی وجہ سے جیسے بوجھ اٹھانے سے خروج منی ہو جائے تو وہ موجبِ غسل نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۳/۶۴ھ

الجواب صحیح: عبد اللطیف: مدرسہ مظاہر علوم، ۲۴/۳/۶۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰۰/۵)

## خواب میں جماع پر انزال نہیں ہوا، جاگنے کے بعد پیشاب میں سفید قطرات آنے کا حکم:

سوال: (۱) زید نے خواب میں کسی عورت سے جماع کیا مگر ابھی انزال نہ ہوا تھا کہ زید بیدار ہو گیا جب پیشاب کرنے لگا تو قبل از بول چند قطرے رقیق سفید ذکر سے خارج ہوئے، آیا زید پر غسل واجب ہے یا نہ؟

سوال: (۲) عمر کو مرض سرعت انزال یعنی رقت منی لاحق ہے، اگر وہ کسی قسم کا خیال یا تصور کرے یا خواب میں یا بیداری میں اس کا ذکر منتشر ہو جائے تو ذکر سے چند قطرے رقیق سفید نکل آتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بغیر تصور و انتشار قبل از بول چند قطرے رقیق سفید خارج ہوتے ہیں ان تمام حالتوں میں غسل واجب ہے یا نہیں؟

---

(۱) حاشية الطحطاوى علىٰ مراقى الفلاح، ص۹۹، قديمي، البحر الرائق: ۱۰۴/۱، رشيديه، الحلبي الكبير: ص۴۲، سهيل اكيڈمی لاهور

(۲) حاشية الطحطاوى علىٰ مراقى الفلاح: ص۹۹، قدیمی

الجواب

ظاہر یہ ہے کہ ان سب صورتوں میں جو کچھ قطرات سفید نکلے وہ مذی ہے۔ جیسا کہ تعریف مذی ”ماء رقیق أبیض یخرج عند الشھوۃ“ شامی. (۱) اس پر صادق آتی ہے۔

لہٰذا اس پر غسل واجب نہیں ہے اور اگر احتیاطاً کر لیوے تو اچھا ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۱۶۹/۱)

## احتلام بھول جانے پر غسل اور نماز کا حکم:

سوال: اگر کسی شخص کو احتلام ہوا مگر وہ بھول گیا اور چند دن بعد یاد آیا، تو ان ایام کی ادا کردہ نمازوں کی قضا لازم ہوگی یا نہیں؟

الجواب

اگر اس کو یقین ہو جائے کہ فلاں روز احتلام ہوا تھا تو اس روز سے قضا لازمی ہے اور اگر دن کا تعین نہ کر سکے تو یاد آنے سے پہلے جس وقت سو کر اٹھا تھا اس وقت سے قضا لازمی ہوگی اور اسی نیند میں احتلام کا حکم دیا جائے گا۔ (۳)

(فتاویٰ مولانا عبدالحیٔ اردو: ۱۸۳) ☆

## منی اپنی مقر سے شہوت کے ساتھ جدا ہو، تو جب بھی خارج ہوگی غسل واجب ہو جائے گا:

سوال ایک شخص وطی فی الدبر کرے لیکن انزال نہ ہو۔ یا نابالغہ سے زنا کرے۔ یا مشت زنی کرے لیکن انزال نہ ہو، یا وہ کسی طرح منی خارج ہونے سے روک لے بذریعہ ممسک دوا یا امساک کے ذریعہ یا رگ دبا کر۔ تو ان تینوں صورتوں میں

---

(۱) رد المحتار، أبحاث الغسل، تحت قوله لا عند مذی: ۵۳/۱۔ ظفیر

(۲) لا (أی) لا یفرض الغسل عند مذی أو ودی بل الوضوء منه ومن البول جمیعاً. (الدر المختار علیٰ صدر رد المحتار، أبحاث الغسل، ۱۵۲/۱، ظفیر)

(۳) عن عائشةؓ قالت: سئل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم عن الرجل یجد البلل ولا یذکر احتلاماً ؟ قال: یغتسل، وعن الرجل یری أنه قد احتلم ولم یجد بللاً ؟ قال: لا غسل علیه. ( ترمذی، باب ماجاء فیمن یستیقظ و یری بللاً و لا یذکر احتلاماً، ص ۳۰، نمبر ۱۱۳/ مسند ابو یعلی الموصلی: ۱۴۹/۸، نمبر ۴۶۹۴/ المنتقیٰ لابن الجارود: ۳۳/۱، نمبر ۸۹۔۹۰، انیس)

☆ **احتلام بھول جانے کی صورت میں پڑھی گئی نمازوں کا حکم:**

سوال: کسی شخص سے احتلام بھول گیا تھا مگر چند دن بعد یاد آیا کہ چند روز قبل اس کو احتلام ہوا تھا، تو اس دوران پڑھی گئی نمازوں کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر کسی کو چند روز کے بعد احتلام کا علم ہوا کہ فلاں دن کو مجھے احتلام ہوا تھا تو اسی روز سے نمازوں کی قضا کرے گا اور اگر متعین دن کا علم نہ ہو تو آخری نوم (نیند) سے جنبی شمار ہوگا، اس کے بعد جتنی نمازیں پڑھی گئی ہوں ان کی قضا لازم ہوگی۔

”لما قال الشیخ عبد الحیؒ: اگر دانست که احتلام فلاں روز ست حکم جنابت ازاں روز جاری خواهد شد و اگر تعین روز معلوم نه شُد حکم احتلام از آخر نوم که بعد آں نخسپیده است داد خواهد شُد“۔ (مجموعۃ الفتاویٰ، فارسی، باب الغسل: ج ۳ ص ۲۶) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۵۳۲)

اس پر غسل واجب ہوگا یا نہیں؟ کیونکہ محل زنا نہیں۔ اور انزال بھی نہیں ہوا۔ آیا دخول سے یا ہاتھ لگانے سے (مشت زنی) سے غسل واجب ہوگا؟ اگر کچھ دیر کے بعد اس شخص کو پیشاب کے دوران سفید رطوبت آئے تو ان تینوں صورتوں میں سے کس میں غسل واجب ہوگا؟ یا اسے جریان سمجھا جائے گا۔ یا تین چار گھنٹے کے بعد پیشاب میں رطوبت آئے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

۱۔ دخول کے بعد غسل واجب ہو جائے گا انزال ہو یا نہ ہو۔(۱)

۲۔ اگر عورت اتنی کمسن ہو کہ اس کے ساتھ جماع کرنے میں خاص حصے اور مشترک حصے مل جانے کا خوف ہو تو تاوقتیکہ انزال نہ ہو غسل فرض نہ ہوگا۔ مشت زنی میں غسل کے لئے انزال ضروری ہے۔(۲)

۳۔ اگر اس سعی مذموم میں منی اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہو گئی، مگر کسی وجہ سے خروج سے رکاوٹ پیدا کر لی، تو یہ منی جب خارج ہوگی، غسل فرض ہو جائے گا۔

**وتعتبر الشهوة عند انفصاله عن مكانه لا عند خروجه من رأس الإحليل، اهـ.** (عالمگیری: جلد اول صفحہ: ۸) **فقط واللہ أعلم**

*محمد انور عفا اللہ عنہ، الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، رئیس الافتاء۔ (خیر الفتاویٰ: ۸۲/۲)*

## منی کو ہاتھ سے روک لیا اور شہوت ختم ہونے کے بعد نکال دی:

سوال: احتلام میں ایسا محسوس ہوا کہ منی نکلنے والی ہے مگر آنکھ کھل گئی اور آلۂ تناسل کو ہاتھ سے دبا کر منی کو روک لیا، حتیٰ کہ شہوت بالکل ختم ہوگئی تو چھوڑنے کے بعد کافی مقدار میں منی خارج ہوئی تو غسل فرض ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اگر خروج کے وقت شہوت نہیں تھی تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک غسل فرض نہیں، سفر وغیرہ جیسی ضرورت کے موقع پر اس کے مطابق عمل کرنے کی گنجائش ہے۔

**قال في التنوير: وفرض عند مني منفصل عن مقره بشهوة وإن لم يخرج بها. وفي الشرح: وشرطه أبو يوسفؒ، وبقوله يفتىٰ في ضيف خاف ريبة أو استحيىٰ كما في المستصفىٰ، وفي القهستاني والتاترخانية معزياً للنوازل: وبقول أبي يوسفؒ نأخذ لأنه أيسر على المسلمين، قلت: ولا سيما في الشتاء والسفر، وفي الحاشية: (قوله وشرطه أبو يوسفؒ) أي شرط الدفق**

---

(۱) عن أبي هريرة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا جلس بين شعبها الأربع ثم جهدها فقد وجب عليه الغسل. وفي حديث مطر: وإن لم ينزل. (مسلم، نمبر ۸۳/۳۴۸، انیس)

(۲) أبو داؤد، نمبر ۲۰۶/ مسند أحمد، علي بن أبي طالب، نمبر ۸۴۹، انیس

وأثر الخلاف يظهر فيما لو احتلم أو نظر بشهوة فأمسک ذكره حتىٰ سكنت شهوته، ثم أرسله فأنزل وجب عندهما لا عنده الخ (قوله قلت الخ) ظاهره الميل إلى اختيار ما في النوازل، ولكن أكثر الكتب علىٰ خلافه حتى البحر والنهر ولا سيما قد ذكروا أن قوله قياس وقولهما استحسان وأنه الأحوط فينبغي الإفتاء بقوله في مواضع الضرورة فقط، تأمل، وفي شرح الشيخ إسمٰعيل عن المنصورية قال الإمام قاضيخان: يؤخذ بقول أبي يوسفؒ في صلوات ماضية فلا تعاد وفي مستقبلة لا يصلي ما لم يغتسل (رد المحتار: ۱/۱۴۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۰ ربیع الآخر ۱۳۹۷ھ (احسن الفتاویٰ: ۲/۳۳-۳۴)

## احتلام کے وقت منی کو روک لینے پر غسل کا حکم:

سوال: اگر احتلام کے وقت کوئی عضو خاص کو تھام لے جس سے منی نہ نکل سکے، پھر پیشاب کے ساتھ نکالے اور معلوم نہ ہو کہ منی نکلی ہے یا نہیں؟ تو غسل کرنا ہوگا یا بغیر غسل نماز جائز ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

غسل کر لینا چاہیے، بغیر غسل نماز نہ پڑھنی چاہیے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۲۵/۱۲/۱۳۵۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۸۷)

## منی کو روک لیا جائے تو کیا حکم ہے:

سوال: مجھ کو چند روز سے بدخوابی زیادہ ہوتی ہے اور ساتھ ہی یہ عادت بھی ہوگئی ہے کہ احتلام کو روک لیتا ہوں، بعض مرتبہ تو قطرہ وغیرہ کچھ نہیں نکلتا اور بعض وقت ایک آدھ قطرہ نکل آتا ہے۔ مجھ کو بعض وقت یہ شبہ ہوتا ہے کہ قطرہ کو دکر شہوت کے ساتھ نکلا اور بعض وقت کود کر شہوت کے ساتھ نہ نکلنے کا یقین ہوتا ہے، قطرہ بعض مرتبہ چونّی کی برابر، بعض مرتبہ ذرا بڑا، بعض مرتبہ چھوٹا ہوتا ہے، بعض مرتبہ یہ بھی ہوتا ہے کہ احتلام کو روک دینے کے بعد بلا شہوت بھی ایک دو قطرہ آجاتا ہے، ایسی حالت میں غسل فرض ہوجاتا ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ

جس صورت میں قطرہ آدھ قطرہ نکلنے کا یقین ہو اس صورت میں غسل واجب ہوجاتا ہے اور جس صورت میں خروج

---

(۱) اگر احتلام کو روک لینے کے بعد بلا شہوت منی نکلے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غسل واجب نہیں ہے، اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ غسل کو واجب فرماتے ہیں، اور یہی احوط ہے۔ مجاہد

(وفرض) الغسل (عند) خروج (مني) من العضو..... (منفصل عن مقره)..... (بشهوة)..... لأنه ليس بشرط عند هما خلافاً للثاني، ولذا قال (وإن لم يخرج) من رأس الذكر (بها) وشرطه أبو يوسفؒ وبقوله يفتىٰ. (الدر المختار) لا سيما قد ذكروا أن قوله "قياس" وقولهما "استحسان" وأنه الأحوط فينبغي الإفتاء بقوله في مواضع الضرورة فقط، تأمل. (رد المحتار، أبحاث الغسل: ۱/۲۹۷)

قطرہ وغیرہ کا بالکل نہ ہو، اس صورت میں غسل واجب نہیں ہوتا (۱) اور احتلام کو روک لینے کے بعد بلاشہوت اگر قطرہ نکل آوے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ اس میں غسل کو واجب نہیں فرماتے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ و امام محمد رحمہ اللہ غسل کو واجب فرماتے ہیں اور یہی احوط ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۱۶۳/۱)

## منی نکلنے کے کچھ دیر بعد دوبارہ منی نکلے تو غسل واجب ہوگا یا نہیں:

سوال: کوئی شخص خدانخواستہ منی گراتا ہو تو جب گرنے لگے تو اس کو چاٹ لے، تو کیا غسل واجب ہوگا یا نہیں؟ اور اگر غسل واجب ہونے کے بعد وہ آدمی غسل کر کے فارغ ہو گیا پھر تھوڑی دیر بعد بغیر شہوت کے منی گر گئی ہے تو کیا پھر غسل واجب ہوگا۔ یا یہ کہ کسی نے کسی عورت کے ساتھ جماع کیا پھر جب منی گرنے کا وقت آیا تو نکال کر خوب زور سے چاٹ لیا، تو کیا اس طرح کرنے کے بعد بھی غسل واجب ہوگا؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

اس پر بھی غسل واجب ہوگا اگر چہ شہوت کے ختم ہونے کے بعد منی خارج ہوئی ہو۔ (۳) عورت سے جماع کیا تو محض دخول سے غسل واجب ہو گیا، منی اندر یا باہر خارج ہوئی ہو یا خارج نہ ہوئی ہو۔ (۴) خروجِ منی کے بعد غسل کر لیا پھر بعد میں منی خارج ہو تو دوبارہ غسل واجب ہوگا۔ (۵) منی کا چاٹنا کسی حال میں بھی درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰۶/۵-۱۰۷)

---

(۱) قلت لعطاء: الرجل يحتلم فيدرك ذكره قبل أن تخرج النطفة، فيقبض عليه فيرجع هل عليه غسل؟ قال إن لم يخرج منه شئ فلاغسل عليه. (مصنف عبدالرزاق، ج اول، ص ۱۹۷، نمبر ۹۷۷)

اس قول تابعی سے واضح ہوتا ہے کہ منی نہ نکلے تو غسل واجب نہیں۔ انیس

(۲) (وفرض) الغسل (عند) خروج (منی) الخ (منفصل عن مقره)...... (بشهوة) لأنه ليس بشرط عندهما خلافاً للثانی ولذا قال (وإن لم يخرج) من رأس الذكر (بها) وشرطه أبويوسفؒ وبقوله يفتیٰ الخ. (در مختار). ولا سيما قد ذكروا أن قوله قياس وقولهما استحسان وأنه الأحوط. (رد المحتار، أبحاث الغسل: ۱۴۸/۱، بعد مطلب فی تحرير الصاع، إلخ)

(۳) (وفرض) الغسل (عند) خروج (منی) من العضو... (منفصل عن مقره) هو صلب الرجل وترائب المرأة..... (بشهوة) أی لذة ولو حكماً كمحتلم، ولم يذكر الدفق ليشمل منی المرأة لأن الدفق فيه غيرظاهر. (الدر المختار: ۱۵۹/۱-۱۶۰، باب الغسل، سعيد، وكذا فی مراقی الفلاح: ۹۶، فصل موجبات الغسل، قديمی، وكذا فی تبيين الحقائق: ۶۵/۱، موجبات الغسل، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۴) لما أخرج الإمام أبوعيسیٰ الترمذی عن عائشة رضی الله عنها قالت: إذا جاوز الختان الختان وجب الغسل، فعلت أنا ورسول الله صلی الله عليه وسلم فاغتسلنا. (سنن الترمذی: ۳۰/۱، باب ماجاء إذا التقی الختان وجب الغسل، سعيد، وكذا فی الدر المختار: ۱۶۱/۱-۱۶۲، سنن الغسل، سعيد، وكذا فی الفتاویٰ العالمگيرية: ۱۵/۱، الفصل الثالث فی المعانی الموجبة، رشيدية)

(۵) لو اغتسل من الجنابة قبل أن يبول أو ينام وصلی ثم خرج بقية المنی فعليه أن يغتسل عند هما خلافاً لأبی يوسف ولكن لايعيد تلك الصلوٰة فی قولهم جميعاً، كذا فی الذخيرة. (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱۴/۱، الفصل الثالث فی المعانی الموجبة، رشيدية، وكذا فی التاتارخانية: ۱۵۶/۱، الغسل، إدارة القرآن، كراچی)

## بعد غسل منی نکلے تو کیا پھر غسل واجب ہے:

سوال: اگر کسی کی منی رقیق ہو اور وہ بعد پیشاب کرنے کے غسل کرے اور پھر بقیہ منی نکل آوے تو پھر غسل واجب ہوگا یا نہ؟

الجواب

اس بارے میں شامی میں یہ تفصیل کی ہے کہ بعد بول کے اگر انتشار باقی رہے اور اس انتشار کی حالت میں بقیہ منی نکلے تو غسل دوبارہ لازم ہے اور اگر انتشار نہیں رہا تو غسل واجب نہیں اور وجوب غسل کے لئے انفصال بشہوۃ شرط ہے، اگرچہ خروج بشہوۃ نہ ہو، مگر مواقع ضرورت میں خروج بشہوۃ پر فتویٰ ہے جو قول ہے ابو یوسفؒ کا، پس ماسواء ضرورت کے انفصال بشہوۃ پر فتویٰ ہے، **كذا فى الدر المختار والشامى وغيرهما**. (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۱/۱۶۶)

## غسل کے بعد منی نکلنے کا حکم:

سوال: میں بارہ بجے دن کے خواب راحت میں تھا کہ یکا یک میری آنکھ کھلی دیکھا مجھے حاجت غسل ہے، غسل کر کے ظہر کی نماز پڑھائی پھر جس وقت پیشاب کیا تو منی آئی مجھے وسوسہ آیا کہ میں نے جماعت باجنابت پڑھائی ہے اب میں نہایت پریشان ہوں؟

الجواب

**فى رد الحتار: وكذا لو خرج منه بقية المنى بعد الغسل قبل النوم أو البول أو المشى الكثير (نهر) أى لا بعده لأن النوم والبول والمشى يقطع مادة الزائل عن مكانه بشهوة فيكون الثانى زائلاً عن مكانه بلا شهوة فلا يجب الغسل اتفاقاً**، زیلعی. اس روایت سے ثابت ہوا کہ صورت مسئولہ میں جب احتلام کے بعد پیشاب کر لیا گیا ہے پھر بعد غسل جو دھات نکلے اس سے دوبارہ غسل واجب نہیں ہوا پہلا ہی غسل صحیح ہے اور نماز وغیرہ سب درست رہی کچھ وسوسہ اور اندیشہ نہ کیا جاوے۔ (۲) یکم ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۴۸-۴۹)

(۱) وفى الخانية: خرج منى بعد البول وذكره منتشر لزمه الغسل، قال فى البحر: ومحمله إن وجد الشهوة (درمختار) قوله ومحمله: أى ما فى الخانية، قال فى البحر: ويدل عليه تعليله فى التجنيس بأن فى حالة الانتشار وجد الخروج والانفصال جميعاً علىٰ وجه الدفق والشهوة آه وعبارة المحيط كما فى الحلية: رجل بال فخرج من ذكره منى إن كان منتشراً فعليه الغسل لأن ذلك دلالة خروجه عن شهوة. (رد المحتار، أبحاث الغسل: ۱/۱۴۹) لأنه (أى الدفق) ليس بشرط عندهما خلافاً للثانى ولذا قال (وإن لم يخرج) من رأس الذكر (بها) (أى بشهوة) وشرطه أبو يوسفؒ وبقوله يفتىٰ فى ضيف خاف ريبة أو استحيىٰ الخ وبقول أبى يوسف نأخذ لأنه أيسر علىٰ المسلمين، قلت: ولا سيما فى الشتاء والسفر (درمختار) فينبغى الإفتاء بقوله فى مواضع الضرورة. (رد المحتار، أيضاً ظفير، بعد مطلب فى تحرير الصاع الخ، باب الغسل، انيس)

(۲) احقر مجیب کے ذہن میں ترتیب غلط یاد رہی کہ پیشاب کے بعد غسل کیا ہے، حالانکہ سوال میں ہے کہ غسل کے بعد پیشاب کیا ہے، اس لئے جواب اس طرز سے دیا گیا تھا، اب موافق سوال کے جواب یہ ہے کہ وہ نماز تو ہوگئی کیونکہ خروج بعد میں ہوا ہے، رہا غسل کے بعد جو منی آئی ہے، اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر مشی کثیر کا اس کے قبل اتفاق ہوا ہے، تو دوبارہ غسل واجب نہیں، ورنہ واجب ہے، سائل اس سوال کے معلوم نہیں، اگر سائل اس مسئلہ کو دیکھیں، تو صحیح جواب سمجھ کر یاد کریں، اگر قاعدے سے دوبارہ غسل واجب ہوا ہو، تو جتنی نمازیں اس کے بعد پڑھی ہوں، اعادہ کریں اور جو پڑھائی ہوں یاد کر کے پڑھنے والوں کو اطلاع کر دیں، جو یاد نہ آوے معاف ہے، پھر بھی ایک آدھ بار مجمع میں اعلان کر دیں اور یہ اعادہ اس وقت تک کی نمازوں کا ہوگا، جب تک اس کے بعد فرض یا سنت غسل نہ کیا ہو اور اس کے بعد کی نمازوں کا اعادہ نہیں۔ سعید احمد پالنپوری

## غسل کے بعد منی نکلنے پر غسل کا حکم:

سوال: کبھی کبھی جلدی کی وجہ سے جماع یا احتلام کے بعد غسل کیا جاتا ہے اور غسل کے بعد منی کے قطرے خارج ہو جاتے ہیں، تو کیا دوبارہ غسل کرنا واجب ہے یا پہلا غسل ہی کافی ہوگا؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

غسل کرنے کے بعد منی کے جو قطرات خارج ہوتے ہیں اس میں قدرے تفصیل ہے، اگر منی کے قطرات کثرتِ مشی (زیادہ چلنے) سونے یا پیشاب کے بعد نکلے ہوں تو چونکہ بسا اوقات ان حالات میں بغیر شہوت ودفق کے منی خارج ہو جاتی ہے اس لئے عدم شہوت کی وجہ سے پہلا غسل ہی کافی ہے دوبارہ غسل واجب نہیں اور اگر ان عوارض سے قبل منی کے قطرات خارج ہو جائیں تو دوبارہ غسل واجب ہوگا۔

**لما فی الهندية: "لواغتسل من الجنابة قبل أن يبول أوينام وصلیؒ ثم خرج بقية المنى فعليه أن يغتسل عندهما خلافاً لأبى يوسفؒ ولكن لايعيد تلك الصلوٰة فى قولهم جميعاً كذا فى الذخيرة ولوخرج بعد ما بال أونام أومشٰى لايجب عليه الغسل اتفاقاً كذا فى التبيين". (الهندية: ج۱ص۱۴، الفصل الثالث فى المعانى الموجبة للغسل)**(۱) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ: ۵۳۴و۵۳۵)

## غسل جنابت کے بعد فرجِ عورت سے منی نکلے تو کیا دوبارہ غسل واجب ہوگا:

سوال: اگر مرد نے عورت سے خلوت کی، پھر عورت نے غسل کیا اور غسل کرنے کے بعد عورت کی فرج سے مرد کی منی نکلی تو عورت کا غسل ہوا یا نہیں؟ اور فرج کو غسل میں کتنا دھونا فرض ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلياً

عورت نے شوہر سے ہمبستری کے بعد جب غسل کرلیا پھر مرد کی منی اس کی فرج سے نکلی تو اس سے دوبارہ غسل واجب نہیں ہوگا۔(۲) **"اغتسلت ثم خرج منها منى الزوج لاتلزمها إعادة الغسل" كبيرى.** (۳)

---

(۱) قال ابن عابدينؒ: "وكذا لوخرج منه بقية المنى بعد الغسل قبل النوم أوالبول أوالمشى الكثير(نهر)أى لابعده لأن النوم والبول والمشى يقطع مادة الزائل عن مكانه بشهوة فيكون الثانى زائلاً عن مكانه بلاشهوة فلايجب الغسل اتفاقاً". (ردالمحتار، موجبات الغسل: ج۱ص۱۶۰)

(۲) اگر کسی عورت نے غسل کی اور غسل کے بعد اس سے منی کا خروج ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو اس سے منی کا خروج شہوت کی وجہ سے ہوا اور وہ منی اسی کا ہے تو دوبارہ غسل کریگی اور اگر خارج ہونے والا منی اس کا نہیں ہے یا اسی کا ہے لیکن خروج شہوت کے ساتھ نہیں ہوا تو ان دونوں صورتوں میں اس پر غسل واجب نہیں۔ (طہارت کے احکام ومسائل، ص۲۴۲، مؤلفہ انیس الرحمٰن قاسمی)

(۳) الحلبى الكبير: ص۴۶، الطهارة الكبرىٰ، سهيل اكيڈمى، لاهور۔ "فلواغتسلت فخرج منها منى، إن منيها أعادت الغسل لا الصلوٰة و إلا لا. (الدر المختار) قال ابن عابدين (قوله وإلا لا) أى وإن لم يكن منيها بل منى الرجل لا تعيد شيئاً وعليها الوضوء، الخ. (رد المحتار: ۱/۱۶۰، أبحاث الغسل، سعيد، وكذا فى التاتارخانية: ۱/۱۵۶، أسباب الغسل، إدارة القرآن، كراچى)

غسل میں فرجِ خارج کا دھونا ضروری ہے:''ویجب غسل فرج خارج لاداخل، الدر المختار مختصرا''(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ:۱۲/۷/۸۸ھ، الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند،۱۴/۷/۸۸ھ

(فتاویٰ محمودیہ:۵/۹۹-۱۰۰)

## احتلام کے بعد بغیر پیشاب کے غسل کرنا اور پھر پیشاب کرنا:

سوال: احتلام وانزال کے بعد اگر کوئی شخص پیشاب نہ کرے اور صرف غسل کرے، پھر بعد غسل پیشاب کرے تو کیا دوبارہ غسل واجب ہوگا جب کہ پیشاب میں منی معلوم نہ ہو؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

نہیں۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۳۰/۳/۸۸ھ (فتاویٰ محمودیہ:۵/۱۰۲)

## عورت کے تصور سے منی کا خروج، منی مذی اور ودی کی تعریف اور مرض جریان کا حکم:

سوال: ایک شخص کو بیٹھے بیٹھے کسی لڑکی کا خیال آیا، یا اس نے کسی لڑکی کو دیکھا یا عورت کی تصویر دیکھی یا ناول پڑھتے ہوئے گندے خیالات اور شہوت پیدا ہوئی اور اس کے بعد خیالات میں گم ہوگیا، اس وقت شرمگاہ سے رطوبت خارج ہوئی تو اس سے غسل واجب ہوگا یا نہیں؟ خارج ہونے والی چیز کیا کہی جائے گی منی یا مذی؟ اگر منی اور مذی کا فرق اور علامت بھی بیان کردیں تو بہتر ہوگا۔

۲۔ اور اگر منی بلا کسی گندے خیال وتصور کے نکلے جیسے کہ کبھی جریان (دھات) کا مرض ہو تو پیشاب کے بعد نکل جاتی ہے، تو اس صورت میں غسل واجب ہوگا یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ

اگر اس تصور اور خیال سے شہوت پیدا ہوئی اور عضو میں ایستادگی ہوئی اس کے بعد اگر منی کا خروج ہوا تو غسل واجب ہوگا اور اگر مذی کا خروج ہوا تو غسل واجب نہ ہوگا وضو کر لینا کافی ہے(۳) خارج ہونے والی چیز منی ہے یا مذی

---

(۱) الدر المختار:۱/۱۵۲، فرائض الغسل سعید، وکذا فی مراقی الفلاح:۱۰۳، فرائض الغسل، قدیمی

(۲) قال ابن عابدین: وکذا لو خرج منه بقیة المنی بعد الغسل قبل النوم أو البول أو المشی الکثیر (نهر) أی لابعده، لأن النوم والبول والمشی یقطع مادة الزائل عن مکانه بشهوة فیکون الثانی زائلاً عن مکانه بلاشهوة فلایجب الغسل اتفاقاً. (رد المحتار:۱/۱۶۰، مایوجب الغسل، سعید، وکذا فی الحلبی الکبیر:۴۵، الطهارة الکبریٰ، سهیل اکیڈمی لاهور، وکذا فی التاتارخانیة:۱/۱۵۶، باب الغسل، إدارة القرآن، کراچی)

(۳) اور بدن یا کپڑے پر مذی لگی ہو تو اس کا دھونا اور پاک کر لینا ضروری ہے۔(أبو داؤد، نمبر۲۰۶/ مسند أحمد، علی بن أبی طالب، نمبر۸۴۹، انیس)

یا ودی اس کی پہچان کے لیے تینوں چیزوں کی تعریف اور فرق معلوم ہو تو اس کا تعین کیا جا سکتا ہے اور حکم کی تعیین بھی آسان ہوگی، فقہا نے ہر ایک کی تعریف اس طرح کی ہے:

**(أولها خروج المنی) وهو ماء أبيض سخين ينكسر الذكر بخروجه يشبه رائحة الطلع ومنی المرءة رقيق أصفر... (إلٰی ظاهر الجسد) لأنه مالم يظهر لا حكم له (إذا انفصل عن مقره) وهو الصلب (بشهوة) وكان خروجه (من غير جماع) كاحتلام ولو بأول مرة لبلوغ فی الأصح وفكر ونظر وعبث بذكره. إلٰی قوله. فإذالم توجد بشهوة لاغسل كما إذا حمل ثقيلاً أوضرب علٰی صلبه فنزل منيه بلاشهوة. (مراقی الفلاح مع الطحطاوی: ج۱ ص۵۵)**

**مذی: مذی بفتح الميم وسكون الذال وكسرها وهو ماء أبيض يخرج عند شهوة لا بشهوة ولا دفق ولا يعقبه فتور وربما لايحس بخروجه وهو أغلب فی النساء من الرجال.**

**ودی: وهو ماء أبيض كدرثخين لارائحة له يعقب البول وقد يسبقه، أجمع العماء علٰی أنه لايجب الغسل بخروج المذی والودی. (مراقی الفلاح مع الطحطاوی: ج۱ ص۵۵)**

سید الملت حضرت مولانا سید محمد میاں رحمۃ اللہ علیہ شرح نور الایضاح میں فرماتے ہیں: مذی اس پتلی رطوبت کو کہا جاتا ہے جو شہوت کے وقت خارج ہوتی ہے، اس کی رنگت سپید ہوتی ہے، اس میں اور منی میں فرق یہ ہے کہ (الف) مذی کے خروج کے وقت کوئی شہوت یا لذت حاصل نہیں ہوتی، منی میں حاصل ہوتی ہے۔ (ب) منی کا خروج قوت اور جست کے ساتھ ہوتا ہے، اس کے بعد انتشار ختم ہو جاتا ہے، مذی میں یہ سب باتیں نہیں ہوتیں، علاوہ ازیں منی کی رنگت زیادہ صاف ہوتی ہے اور کچے چھوارے کی سی بو اس میں ہوتی ہے، ودی بھورے رنگ کی ہوتی ہے جو پیشاب کے بعد اور کبھی اس سے پیشتر خارج ہوتی ہے اور پیشاب سے گاڑھی ہوتی ہے۔ (الإیضاح الإصباح شرح نور الإیضاح: ۲۷)

عمدۃ الفقہ میں ہے: منی اور مذی اور ودی میں یہ فرق ہے کہ مرد کی منی غلیظ اور سفید رنگ کی ہوتی ہے اور عورتوں کی منی پتلی اور زرد رنگ کی گلائی والی ہوتی ہے، مردوں کی لمبائی میں پھیلتی ہے، منی بہت لذت سے شہوت کے ساتھ کود کر نکلتی ہے اور خرما کے شگوفہ جیسی بو اور اس میں چپکاہٹ ہوتی ہے، اور اس کے نکلنے سے عضو سست ہو جاتا ہے یعنی شہوت و جوش جاتا رہتا ہے، مذی پتلی سفیدی مائل ہوتی ہے، شہوت کے ساتھ بوس و کنار کرنے سے بغیر کود کر اور بغیر لذت و شہوت کے نکلتی ہے اس کے نکلنے پر شہوت قائم رہتی ہے اور جوش کم نہیں ہوتا بلکہ زیادہ ہو جاتا ہے، یہی چیز جب عورتوں میں ہوتی ہے تو اس کو قذی کہتے ہیں۔ ودی گاڑھا پیشاب ہوتا ہے خواہ پیشاب کے بعد بلاشہوت نکلے یا بعد جماع یا بعد غسل بلاشہوت نکلے (عمدۃ الفقہ: ص۱۱۱، حصہ اول موجبات غسل)

صورت مسئولہ میں مذکورہ وجوہات میں سے کسی وجہ سے گندے خیالات اور شہوت وعضو میں ایستادگی پیدا ہوئی اور اس کے بعد رطوبت خارج ہوئی، مندرجہ بالا منی، مذی کی تعریف اور علامات کے پیش نظر اگر یہ فیصلہ کرے کہ خارج

ہونے والی چیز منی ہے، تو غسل واجب ہوگا جیسا کہ مراقی الفلاح کی عبارت سے واضح ہوتا ہے۔

بہشتی زیور میں ہے: مسئلہ: حدث اکبر سے پاک ہونے کے لئے غسل فرض ہے اور حدث اکبر پیدا ہونے کے چار سبب ہیں، پہلا سبب خروج منی یعنی منی کا اپنی جگہ سے بشہوت جدا ہوکر جسم سے باہر نکلنا خواہ سوتے میں یا جاگتے میں، بے ہوشی میں یا ہوش میں جماع سے یا بغیر جماع کے کسی خیال وتصور سے یا خاص حصہ کو حرکت دینے سے یا کسی اور طرح سے۔ (بہشتی زیور: ص ۱۷، غسل کا بیان)

(۲) اگر اس وقت بالکل شہوت نہ ہو نہ گندے خیالات ہوں نہ عضو میں ایستادگی ہو اور پیشاب کے بعد مرض جریان (دھات) کی وجہ سے منی نکل جائے تو غسل واجب نہ ہوگا اور اگر شہوت ہو اور ذکر منتشر ہو (ایستادگی ہو) تو اس صورت میں غسل واجب ہوگا۔ درمختار میں ہے: **وفی الخانية: خرج منی بعد البول وذکره منتشر لزمه الغسل، قال فی البحر: ومحمله إن وجد الشهوة وهو تقييد قولهم بعدم الغسل بخروجه بعد البول.** (درمختار) شامی میں ہے: **(قوله ومحمله) وعبارة المحيط كما فی الحلية: رجل بال فخرج من ذكره منی إن كان منتشراً فعليه الغسل لأن ذلک دلالة خروجه عن شهوة (قوله تقييد قولهم) أی فيقال إن عدم وجوب الغسل بخروجه بعدالبول اتفاقاً إذا لم يكن ذكره منتشراً فلو منتشراً وجب لأنه إنزال جديد وجد معه الدفق والشهوة.** (درمختار وشامی: ۱/۱۴۹، أبحاث الغسل)

غایۃ الاوطار میں ہے: **وفی الخانية... بعدالبول۔** اور خانیہ میں ہے کہ منی نکلی پیشاب کرنے کے بعد اور حالانکہ اس کا ذکر ایستادہ ہے تو غسل کرنا اس پر لازم ہوا۔ بحرالرائق میں ہے کہ یہ مسئلہ اس صورت پر محمول ہے جب ایستادگی کے ساتھ شہوت بھی پائی جاوے اور وہ یعنی ایستادگی شہوت کے ساتھ مقید کرنا ہے، فقہا کے اس قول کو کہ پیشاب کے بعد منی نکلنے سے غسل لازم نہیں، کتب فقہ میں مصرح ہے کہ بول یا نوم یا مشی کثیر کے بعد اگر منی نکلی تو غسل واجب نہیں، تو عدم غسل کا اطلاق عدم انتشار اور شہوت کے ساتھ ہے الخ۔ (غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار: ۱/۷۹)

عمدۃ الفقہ میں ہے: اگر کسی شخص نے پیشاب کیا اور اس کے ذکر سے منی نکلی اگر اس کے ذکر میں تندی تھی یا منی شہوت سے کود کر نکلی، تو غسل واجب ہوگا اور اگر عضو سست تھا اور بغیر شہوت کے نکلی تو واجب نہیں (البتہ وضو ٹوٹ جائے گا)۔ (عمدۃ الفقہ: ۱/۱۱۱)

فتاویٰ دارالعلوم میں ہے: سوال: اگر کسی کو دھات آئے تو اس پر غسل واجب ہے یا نہیں؟ الجواب: دھات سے غسل واجب نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم مکمل: ۱/۱۵۳) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۷/۱۴۱-۱۴۵)

## مذی یا ودی نکلنے کی صورت میں غسل:

سوال: اگر بیوی کے ساتھ صرف پیار کیا جائے مطلب یہ کہ جماع نہ کیا جائے، صرف تقبیل اور لمس ہو، دونوں کی

جانب سے، تو اس دوران جو منی کے علاوہ پانی خارج ہو، مرد یا عورت سے وہ ناپاک ہوتا ہے، کیا کپڑوں پر لگنے سے کپڑے ناپاک ہوجاتے ہیں؟ کیا غسل واجب ہوتا ہے، تفصیل سے جواب دیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداًو مصلیاً

جی ہاں! یہ مادہ ناپاک ہوتا ہے، اور کپڑے کے جس حصہ پر یہ لگ جائے اس کو دھونا ضروری ہوجاتا ہے ،مگر یہ صرف ناقض وضو ہے اس سے غسل لازم نہیں ہوتا۔(۱)

**کما فی الفقہ الإسلامی: ولاغسل للمذی والودی، أما المذی فھو رقیق أبیض مائل إلی البیاض یخرج عند ملاعبۃ الرجل أھلہ. الخ(۱/۳٦٠) وفیہ: والمذی ھوماء أبیض رقیق یخرج عند ثوران الشھوۃ أوتذکر الجماع بلا تدفق وھونجس للأمر بغسل الذکر منہ الوضوء، الخ. (۱/۱۵۲)** واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ دارالافتاء والقضاء جامعہ بنوریہ، پاکستان، سیریل نمبر:۸۸۴۴)

## ودی کا حکم:

سوال: میں نے کتاب میں دیکھا ہے کہ جب یقین ودی نکلنے کا ہو اور خواب یاد ہو تو غسل واجب نہیں ہے، اب اس مسئلہ میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ ودی بعد پیشاب کے نکلتی ہے، اگر یہ صحیح ہے تو خواب سے بیدار ہونے کی حالت میں جبکہ ابھی بستر کو نہ چھوڑا ہو ودی ہرگز نہیں نکل سکتی، تو پھر یہ کہنا کہ خواب یاد ہونے کی حالت میں تری کی بابت ودی کا یقین ہوتے ہوئے غسل واجب نہیں ہے، غلط ہوگا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ

کتابوں میں یہ جو لکھا ہے کہ ودی بعد پیشاب کے نکلتی ہے اس سے نہ تو یہ لازم آتا ہے کہ بدون پیشاب کے نہیں نکلتی اور نہ یہ لازم آتا ہے کہ پیشاب کے بعد فوراً نکلتی ہو لیکن کبھی بدوں پیشاب کے بھی نکلتی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ سونے کے قبل جو پیشاب کیا تھا اس کے بعد ذرا فصل سے سونے میں نکلی ہو پس کچھ اشکال نہ رہا اور علامہ شامیؒ نے خزانہ سے ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے:

**أن الودی ما یخرج بعد الاغتسال من الجماع وبعد البول وھو شئ لزج. (۱/۱۷۱)**(۲)

پس ایک جواب اس سے بھی نکل آیا۔(۳) ۸/محرم ۱۳۳۲ھ، تتمۂ ثانیہ:۱۱۲۔ (امداد الفتاویٰ جدید جلد اول/ص۵۴)

---

(۱) عن عائشۃؓ قالت: "المنی منہ الغسل والمذی والودی یتوضأ منھما". (مصنف ابن أبی شیبۃ، باب فی المنی، والمذی والودی، جلد اول، ص۸۸، نمبر ۹۷۷، انیس)

(۲) ردالمحتار:۱/۱٦۵، قبیل مطلب فی رطوبۃ الفرج، بیروت، انیس

(۳) ودی نکلنے کی صورت میں غسل واجب نہیں ہے: عن عائشۃؓ قالت: "المنی منہ الغسل والمذی والودی یتوضأ منھما". (مصنف ابن أبی شیبۃ، باب فی المنی، والمذی والودی، ج اول، ص۸۸، نمبر ۹۷۷، انیس)

## مادہ منویہ کے نکلنے پر غسل اور دھونے کا حکم:

سوال:۔اگر منی خارج ہوجائے اور کپڑے میں نہ لگے تو دھولینے پر پاک ہوجائے گا؟

ھو المصوب

اگر منی شہوت سے نکلی ہے تو غسل واجب ہوگا اور اگر شہوت سے نہیں نکلی ہے تو غسل کے بغیر صرف جس جگہ لگی ہے اس کے دھولینے سے پاک ہوجائے گا۔(۱) تحریر: محمد مسعود حسن حسنی، تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۱/۲۹۰)

## زنا اور اغلام وغیرہ سے بھی غسل واجب ہے:

سوال اغلام اور زنا اور رنڈی بازی وغیرہ کا غسل واجب ہے یا مستحب؟

الجواب

اس حالت میں غسل واجب ہے۔(۲) اور جو گناہ کبیرہ اس فعل شنیع سے ہوا اس سے توبہ کرے، اور جنابت خواہ فعل حلال سے ہو خواہ حرام سے، غسل کا طریقہ ایک ہی ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۱۶۷)

## دھوبن کی لڑکی سے صحبت کر کے کیا کبھی پاک نہیں ہوسکتا:

سوال: میں نے ایک مسلم دھوبن کی لڑکی سے صحبت کرلی، اب شرمندہ ہوں۔سنا ہے کہ دھوبن کی لڑکی سے صحبت کرنے والا کبھی پاک نہیں ہوتا، نہ نماز روزہ کے قابل رہتا ہے۔کیا لوگوں کی بات درست ہے، آدمی پاک ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور پاکی حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب حامدًا و مصلیاً

دھوبن کی لڑکی ہو یا کسی اور کی جب تک شریعت کے موافق اس سے نکاح نہ ہوجائے اس سے صحبت کرنا حرام ہے اور زنا کاری ہے، کبیرہ گناہ ہے۔(۳) سچے دل سے نادم ہوکر توبہ کرنا ضروری ہے۔غسل کرنے سے آدمی پاک ہو

(۱) (ویطهر منی) أی محله (یأبس بفرک) ......(وإلا) یکن یا بساً أولا رأسها طاهراً (فیغسل) کسائر النجاسات.(الدر المختار مع رد المحتار:۱/۵۱۴،باب الأنجاس)

(۲) (وفرض) الغسل(عند) خروج (منی) الخ (وعند إیلاج حشفة) هی مافوق الختان الخ أو إیلاج قدرها من مقطوعها الخ (فی أحد سبیلی آدمی) حی یجامع مثله (علیهما) أی الفاعل والمفعول لوکا نا مکلفین.(الدر المختار علی رد المحتار، أبحاث الغسل:۱/۱۲۹۔ظفیر)

عن الحسن فی الرجل یصیب من المرأة فی غیر فرجها قال:إن هی أنزلت اغتسلت وإن هی لم تنزل توضأت و غسلت ما أصاب من جسدها من ماء الرجل.(مصنف ابن أبی شیبة،نمبر۹۹۲/مصنف عبد الرزاق،نمبر۱۰۹۷،انیس)

(۳) قال اللّٰه تعالیٰ:"وَلاَ تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهُ کَانَ فَاحِشَةً وَّسَاءَ سَبِیْلاً".وقال ابن أبی الدنیا....عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال:"ما من ذنب بعد الشرک أعظم عنداللّٰه من نطفة وضعها رجل فی رحم لایحل له".(تفسیر ابن کثیر، سورة الإسراء:۳۲۔۳/۵۵،دار الفیحاء)

جا تا ہے، خواہ کہیں بھی اس نے برا کام کیا ہو، یہ کہنا کہ دھوبن کی لڑکی سے صحبت کرنے کی وجہ سے آدمی زندگی بھر پاک نہیں ہوتا اور نماز روزہ کے قابل نہیں رہتا، بالکل غلط ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۱۰۸-۱۰۹)

## زنا کے بعد غسل کتنی مرتبہ واجب ہے:

سوال: زید نے ہندہ سے زنا کیا ہے، کیا جنابت ظاہری ایک مرتبہ غسل کرنے سے دور ہوجائے گی یا نہیں؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ چالیس مرتبہ غسل کرنا ہوگا۔ صحیح مسئلہ کیا ہے؟ (جمیل احمد، عبدالرحمٰن اسٹریٹ، ممبئی نمبر۔۳)

**الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً**

ایک مرتبہ غسل کرنے سے ہر قسم کی جنابت ختم ہوکر شرعی طہارت حاصل ہوجاتی ہے خواہ احتلام سے جنابت ہوئی ہو، خواہ وطی حلال سے، خواہ وطی حرام سے یا کسی اور طرح سے۔ یہ غلط ہے کہ زنا کے بعد چالیس مرتبہ غسل کرنے سے قبل طہارت حاصل نہیں ہوتی اور جنابت زائل نہیں ہوتی۔ اگر چہ زنا کا گناہ، گناہِ کبیرہ ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ جب تک صدق دل سے توبہ کرکے گناہ معاف نہ کرالے اس کو طہارت ہی حاصل نہ ہو، لیکن ظاہراً شریعت نے اس کی پابندی نہیں کی، بلکہ ایک دفعہ غسل کرنے سے طہارت کا حکم دیدیا، **کماهو فی کتب الفقه.** (۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند: ۸۹/۳/۲۱ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۱۰۸)

## کنڈوم (ساتھی) کے ساتھ ایلاج موجبِ غسل ہے:

سوال: کنڈوم (ساتھی) کو استعمال کرنے کی صورت میں جماع بدوں انزال کے موجبِ غسل ہے یا نہیں؟

---

(۱) کسی بھی کبیرہ گناہ سے پاک ہونے کے لیے گناہ پرندامت کے ساتھ اس سے توبہ کرنے کو لازم قرار دیا گیا ہے جب کہ حالت جنابت سے پاک ہونے کے لیے غسل کا حکم دیا گیا ہے۔

**قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: "إن المؤمن إذا أذنب كانت نكتة سوداء في قلبه فإن تاب واستغفر صقل قلبه، وإن زاد زادت حتى تعلو قلبه...آه،قال القاريؒ تحته: (صقل قلبه) أى نظف وصفى مرآة قلبه لتجليات ربه،لأن التوبة بمنزلة المصقلة تمحو وسخ القلب وسواده حقيقياً أو تمثيلياً...آه. (مرقاة المفاتيح: ۵/۱۷۳،رقم الحديث: ۲۳۴۲،باب التوبة والاستغفار،الفصل الثاني.رشيدى)**

**وقال اللّٰه تعالىٰ:" وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُباً فَاطَّهَّرُوْا".**

**قال الحافظ ابن حجر العسقلاني رحمه اللّٰه تعالىٰ:قال الكرماني رحمه اللّٰه تعالىٰ:غرضه بيان أن وجوب الغسل على الجنب مستفاد من القرآن.(فتح الباري،كتاب الغسل: ۱/۴۷۴،سورة المائدة: ۶،قديمى)**

**(۲) وفرض الغسل عندخروج مني من العضو....وعندإيلاج حشفةآدمي أوإيلاج قدرهامن مقطوعهاولولم يبق منه قدرها في أحد سبيلي آدمي حتى يجامع مثله عليهما،أى الفاعل والمفعول لو كانا مكلفين ولوأحدهما مكلفا فعليه فقط دون المراهق الخ. (الدرالمختار: ۱/۱۶۱،موجبات الغسل،سعيد،وكذافي الفتاوى العالمگيرية: ۱/۱۵،الفصل الثالث في المعاني الموجبة،رشيديه،وكذافي مجمع الانهر: ۱/۳۹، كتاب الطهارة،دارالكتب العلمية،بيروت)**

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

نفس التقاء ختانین (دونوں شرمگاہوں کا مل جانا) جب سپاری غائب ہوجائے تو بغیر انزال کے موجبِ غسل ہے بشرطیکہ دونوں کو ایک دوسرے کی حرارت محسوس ہو، اس لئے فقہا نے اس ایلاج (دخول) کو موجبِ غسل قرار نہیں دیا جو موٹے کپڑے کے ساتھ ہو اور اس میں فرجِ داخل کی حرارت محسوس نہ ہو، لیکن کنڈوم (ساتھی) میں اگرچہ ذکر ملفوف ہوتا ہے مگر یہ غلاف اتنا باریک ہوتا ہے کہ اس کی موجودگی میں بھی تمام تر لذت کا احساس ہوتا ہے اور طرفین ایک دوسرے سے لذت یاب ہوتے ہیں، اس لئے کنڈوم کے ساتھ ادخال بدوں انزال بھی موجبِ غسل ہے۔

''لما قال حسن بن عمارؒ: ومنها إيلاج بخرقة مانعة من وجود اللذّة على الأصح''، قال الشيخ أحمد الطحطاویؒ: (قوله مانعة من وجود اللذة) اقتصر علیٰ ذکر اللذة هنا وزاد فيما تقدم وجود الحرارة ولعلها متلازمان''. (الطحطاوی حاشية مراقی الفلاح: ص۸۰، فصل عشرة أشياء لايغتسل منها) وأيضاً قال: ''ولو لف ذكره بخرقة وأولجه ولم ينزل فالأصح أنه إن وجد حرارة الفرج واللذة وجب الغسل وإلا فلا''. (مراقی الفلاح علیٰ صدر الطحطاوی: ص۸۷، موجبات الغسل) (۱) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم، صفحہ: ۵۳۲) ☆

## کپڑے کے ساتھ دخول سے غسل ہے یا نہیں:

سوال: مرد کا حشفہ عورت کے عضو مخصوص میں داخل ہونے سے غسل فرض ہوتا ہے خواہ منی نکلے یا نہ نکلے۔ اگر دونوں کپڑے پہنے ہوں اور مندرجہ بالا صورت پیش آئے تو دونوں پر غسل فرض ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

اس صورت میں بھی احوط یہ ہے کہ دونوں غسل کریں۔ درمختار میں ہے:

(۱) قال الحصكفیؒ: (أولج حشفته) أو قدرها (ملفوفة بخرقة، إن وجد لذة) الجماع (وجب) الغسل (وإلا لا) على الأصح''. (الدر المختار علیٰ صدر رد المحتار، باب الغسل: ج۱ ص۱۶۴ و۱۶۵)

## ☆ نرودھ استعمال کرنے کی صورت میں غسل واجب ہوگا یا نہیں:

سوال: آج کل عورت سے جماع کے وقت بعض لوگ نرودھ کا استعمال کرتے ہیں کیا اس صورت میں غسل واجب ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

غسل واجب ہوجائے گا۔ (ولو لف ذكره بخرقة وأولجه ولم ينزل فالأصح أنه إذا وجد حرارة الفرج واللذة وجب الغسل وإلا فلا والأحوط وجوب الغسل فی الوجهين لقوله صلى الله عليه وسلم: إذا التقى الختانان وغابت الحشفة وجب الغسل أنزل أولم ينزل. (طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح: ۱/۵۴، كتاب الطهارة) اور اگر بغیر ضرورت شرعی ایسا کیا گیا تو گناہ بھی سخت ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ العبد نظام الدین مفتی دارالعلوم دیوبند، الجواب صحیح: حبیب الرحمٰن خیرآبادی (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۱۵۳)

الأحوط الوجوب(أولج حشفته) أو قدرها (ملفوفة بخرقة، إن وجد لذة) الجماع (وجب) الغسل (وإلالا)على الأصح،والأحوط الوجوب (درمختار)أی وجوب الغسل فی الوجهین،بحر وسراج الخ.(۱)فقط(فتاویٰ دارالعلوم:۱/۱۶۲)

## کپڑا لپیٹ کر جماع سے غسل کی وجہ:

سوال: عضوتناسل پر کپڑا موٹا لپیٹ کر، جماع کرنے سے، غسل کیوں واجب نہیں ہوتا اور یہ فعل شنیع جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اصل یہ ہے کہ فقہا بعض مسائل اس باب کے لکھتے ہیں جن سے اس باب کا تعلق ہو اور دوسرے احکام اس کے وہاں نہیں لکھتے۔ یہ امور کسی عالم سے زبانی معلوم کر لئے جاویں۔ پس مسئلہ وجوب غسل میں اس سے بحث نہیں کہ یہ فعل جائز ہے یا نہیں جیسا کہ غسل کے احکام میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ احدالسبیلین میں غیبوبۃ حشفہ سے غسل واجب ہو جاتا ہے اور اس موقعہ پر یہ تصریح نہیں فرماتے کہ یہ فعل ایلاج احدالسبیلین جائز ہے یا ناجائز۔ یہ حکم دوسرے باب میں لکھا گیا ہے کہ ایلاج فی الدبر حرام ہے،اسی طرح خرقہ کے ساتھ جماع کرنے کے بارے میں۔اس باب میں صرف وجوب غسل وعدم وجوب غسل کا حکم لکھنا مقصود ہے اس کے جواز کا حکم لکھنا مقصود نہیں ہے،اس کا حکم دوسری جگہ ہے جو کہ اس باب سے متعلق نہیں ہے اور عدم وجوب غسل خاص اس صورت میں ہے کہ خرقہ ملفوفہ غلیظ ہو کہ حرارت ولذت معلوم نہ ہو اور خرقہ رقیق میں جس میں لذت جماع حاصل ہو مجرد دخول سے غسل واجب ہے اور انزال کے ساتھ باتفاق غسل واجب ہے۔ اور خرقہ غلیظہ ہونے کی صورت میں بھی احوط یہ ہے کہ غسل کیا جاوے۔درمختار کی عبارت یہ ہے:

(أولج حشفته)...... (ملفوفة بخرقة، إن وجد لذة) الجماع،(أی بأن كانت الخرقة رقيقة بحيث يجد حرارة الفرج واللذة،شامی)(وجب) الغسل (وإلا لا) على الأصح، والأحوط الوجوب الخ،درمختار.(۲)

قوله وإلا لا،أی مالم ينزل اور والأحوط الوجوب کی شرح میں شامی میں لکھا ہے:

وبه قالت الأئمة الثلاثة الخ وهوظاهرحديث "إذا التقى الختانان وغابت الحشفة وجب الغسل"إلخ شامی.(۳)فقط(فتاویٰ دارالعلوم:۱/۱۶۳،۱۶۴)

## کیا جماع کے بعد جب تک پیشاب نہ کرے پاک نہ ہوگا:

سوال: سنا ہے کہ صحبت کرنے کے بعد جب تک پیشاب نہ کرے گا پاک نہ ہوگا۔

(۱) رد المحتار،أبحاث الغسل:۱/۱۵۲۔۱۵۳،ظفیر
(۲) الدرالمختار علیٰ صدررد المحتار،أبحاث الغسل:۱/۱۵۲۔
(۳) رد المحتار،أبحاث الغسل:۱/۱۵۳،ظفیر

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

یہ غلط مشہور ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۱۵۶)

## مشت زنی کرنے سے منی نکل جائے تو غسل واجب ہوجاتا ہے:

سوال: میرا ایک دوست جسے مشت زنی (ہاتھ سے منی خارج کرنے) کی عادت ہے اس عمل کے بعد وہ غسل نہیں کرتا۔ یہ کام کرنے کے بعد وہ پیشاب کرتا ہے اس وقت منی خارج نہیں ہوتی اس بنا پر وہ کہتا ہے کہ غسل واجب نہ ہوگا۔ آپ وضاحت فرمائیں کہ اس عمل سے غسل واجب ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

مشت زنی حصول شہوت کے لیے حرام ہے اور موجب لعنت ہے۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

**(قوله لا لجلبها أى الشهوة)أى فيحرم لماروى عن النبى صلى الله عليه وسلم:"ناكح اليد ملعون"، و قال ابن جريج: سألت عنه عن عطاء فقال: مكروه سمعت قوماً يحشرون وأيديهم حبالىٰ فأظنهم هولاء، وقال سعيد بن زبير: عذب الله أمة كانوا يعبثون بمذاكيرهم، وورد:"سبعة لاينظر الله إليهم منهم الناكح يده".** (طحطاوی:ص۵۶)

اس عمل پر شہوت سے منی کا خروج ہوتا ہے اس لیے غسل واجب ہوگا چاہے پیشاب کرنے کے بعد منی نہ نکلے۔

مراقی الفلاح میں ہے:

**يفترض الغسل بواحد من سبعة أشياء أولها(خروج المنى إلى ظاهر الجسد إذا انفصل عن مقره بشهوة من غير جماع )كاحتلام ولوبأول مرة لبلوغ فى الأصح وفكرونظروعبث بذكره. (مراقى الفلاح مع حاشية الطحطاوى:۵۶، باب الاغتسال)** فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ:۴/۲۷۶۔۲۷۷)

## جلق موجبِ غسل اور مفسدِ صوم ہے یا نہیں:

سوال: جلق لگایا گیا اور منی کپڑے وغیرہ میں نہیں لگی تو اس صورت میں صرف اعضائے تناسل دھولینا کافی ہے یا غسل واجب ہے؟ اور مفسدِ صوم ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

جلق سے اگر منی نہیں نکلی تو روزہ فاسد نہیں ہوا۔ اگر مذی نکلی تو عضو کا دھولینا اور وضو کرلینا کافی ہے، غسل واجب

---

(۱) صحبت کرنے کے بعد غسل کرنا البتہ فرض ہے، پیشاب کرنے پر پاکی کا دارومدار نہیں ہے: **"(وفرض) الغسل (عند)خروج (منى) من العضو الخ (وعند إيلاج حشفة)". (الدرالمختارعلىٰ صدررد المحتار،أبحاث الغسل:۱/۱۴۸،** ظفیر)

نہیں، نہ روزہ فاسد ہوا۔(۱) اگر منی نکلی ہے تو روزہ بھی فاسد ہوگیا اور غسل بھی واجب ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۸۵ھ، الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰۶/۵)

## عورتوں کا انگلیوں کے ذریعہ سیکس کرنے سے غسل لازم ہے:

سوال: السلام علیکم! سچ جانئے یہ بات کرتے ہوئے بہت شرم آرہی ہے لیکن صرف اسلام اور پاکی کی نیت سے یہ سوال کررہی ہوں، کیا لڑکیاں انگلیوں سے ''سیکس'' کرسکتی ہیں؟ اس صورت میں غسل کس وقت واجب ہوگا؟ چاہے وہ اس چیز سے تسکین حاصل کرنے تک وہ انگلیوں سے سیکس کرسکتی ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداًومصلیاً

جب سیکس اور تسکین حاصل کرنے کی غرض سے داخل فرج میں انگلی داخل کی جائے اور انزال ہوجائے تو اس سے غسل لازم ہوجاتا ہے، اس لیے مذکورہ ناجائز طرز عمل سے احتراز واجب ہے، نیز ایسی صورتحال میں اپنے والدین یا دیگر اولیا کو مناسب طریقہ سے شادی پر آمادہ کرنا چاہیے۔

**وفی الشامیة: وقید بالدبر لأن المختار وجوب الغسل فی القبل إذا قصدت الاستمتاع لأن الشهوة فیهن غالبة فیقام السبب مقام المسبب دون الدبر لعدمها. (قبیل مطلب فی رطوبة الفرج: ۱۶۶/۱) وفی المنیة: وفی وجوب الغسل بإدخال الأصبع فی القبل أو الدبر خلاف والأولٰی أن یوجب فی القبل إذا قصد الاستمتاع لغلبة الشهوة فیهن غالبة فیقام السبب مقام المسبب وهو الإنزال. (منیة المصلی: ۴۶)** واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ دارالافتاء والقضاء جامعہ بنوریہ پاکستان، سیریل نمبر: ۳۶۲۱)

## عورت کی شرمگاہ میں بشہوت یا بغیر شہوت انگلی ڈالنے کی صورت میں وجوب غسل:

سوال: آدمی کا عورت کی جائے مخصوص میں انگلی داخل کرنے سے بشہوت یا غیر شہوت صرف فاعل یا دونوں پر غسل فرض ہوگا، یا نہیں؟ والسلام

---

(۱) عن علیؓ قال: کنت رجلاً مذاءً فأمرت رجلاً أن یسأل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم لمکانة ابنته فسأل، فقال: توضأ واغسل ذکرک. (بخاری، باب غسل المذی و الوضوء منه ص۴۸، نمبر ۲۶۹/ أبوداؤد، باب فی المذی. ص۳۱، نمبر ۲۰۶، انیس)

(۲) إذا استمتع بالکف فلما انفصل المنی عن مکانه عن شهوة أخذ إحلیله حتی سکنت شهوته ثم خرج المنی فعلٰی قول أبی حنیفة ومحمد رحمهما اللّٰه وجب علیه الغسل خلافا لأبی یوسف. (التاتارخانیة: ۱۵۶/۱، باب الغسل، إدارة القرآن کراچی) (کذا استمناء بالکف) أی فی کونه لایفسد لکن هذا إذا لم ینزل أما إذا أنزل فعلیه القضاء کما سیصرح به وهو المختار، الخ. (ردالمحتار: ۳۹۹/۲، فی حکم استمناء بالکف، سعید)

الجواب

اگرانگلی داخل کرنے کے وقت عورت کی شہوت برانگیختہ ہوجائے تو ایک قول میں عورت پر غسل واجب ہوجائیگا اور ایک قول میں واجب نہیں جب تک انزال نہ ہو، اور احتیاط غسل ہی میں ہے اور اگر عورت کی شہوت برانگیختہ نہ ہوتو غسل کسی قول میں واجب نہیں، اور فاعل ادخال اصبع پر بھی غسل نہیں۔

**والمسئلة مذكورة فى شرح المنية.(ص۴۴) وفى الدر(ج۱ص۱۷۱) وجعل فى الدرعدم وجوب الغسل وهوالمختار،وفى الشامية حكى عن نوح آفندى وشرح المنية أن وجوب الغسل هوالمختار.(۱)والله أعلم. ۲۶/شعبان ۴۶ھ** (امدادالاحکام جلداول،ص۳۵۹)

## عورت کی شرم گاہ میں ہاتھ یا انگلی داخل کرنے سے غسل واجب ہوگا یا نہیں:

سوال: عورت کی فرج داخل (شرم گاہ) میں ڈاکٹرنی یا دایہ بغرض علاج یا تحقیق حمل کے واسطے ہاتھ یا انگلی داخل کرے یا عورت دوا لگانے کے لئے خود اپنی انگلی داخل کرے تو عورت پر غسل لازم ہوگا یا نہیں؟ اگر شوہر یہ عمل کرے تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر یہ عمل علاجاً ہو، چاہے ڈاکٹرنی کرے یا عورت خود کرے اور عورت کے اندر شہوت پیدا نہیں ہوئی تو محض ہاتھ یا انگلی داخل کرنے سے غسل واجب نہ ہوگا، لیکن اگر عورت غلبۂ شہوت سے بقصد استمتاع (یعنی لذت اندوز ہونے کے ارادے سے) اپنی انگلی داخل کرے یا میاں بیوی بقصد استمتاع یہ عمل کریں (اور شوہر انگلی داخل کرے) تو بعض فقہا کے قول کے مطابق غسل واجب ہوجاتا ہے اور اس کو مختار بھی کہا گیا ہے لہذا اس صورت میں بہتر یہی ہے کہ عورت غسل کرلے اسی میں احتیاط ہے (اور اگر عورت کو منی نکل آئی تو پھر یقیناً غسل واجب ہوگا)۔ درمختار میں ہے:

**لا(يجب الغسل)عند (إدخال أصبع و نحوه) كذكر غيرآدمي وذكرخنثى وميت وصبى لايشتهى وما يصنع من نحوخشب (فى الدبرأوالقبل)على المختار.(درمختار)**

شامی میں ہے:

**(قوله على المختار)قال فى التجنيس: رجل أدخل أصبعه فى دبره وهوصائم اختلف فى وجوب الغسل والقضاء، والمختارأنه لا يجب الغسل ولا القضاء لأن الأصبع ليس آلةً للجماع فصار بمنزلة الخشبة ذكره فى الصوم، وقيد بالدبرلأن المختار وجوب الغسل فى القبل إذا قصدت الاستمتاع،لأن الشهوة فيهن غالبة فيقام السبب مقام المسبب دون الدبر لعدمها، نوح**

(۱) الدرالمختارمع ردالمحتار:۱/۱۶۶،قبيل مطلب فى رطوبة الفرج، بيروت،انيس.

آفندی،أقول: آخر عبارة التجنيس عند قوله بمنزلة الخشبة، و قد راجعتها منه فرأيتها كذلک، فقوله وقيد الخ من كلام نوح آفندی، وقوله لأن المختار وجوب الغسل الخ بحث منه سبقه إليه شارح المنية، حيث قال: والأولىٰ أن يجب فی القبل الخ وقد نبه فی الإمداد أيضاً علىٰ أنه بحث من شارح المنية، فافهم. (درمختاروشامی: جلد۱ص۱۵۳،۱۵۴،أبحاث الغسل،قبيل مطلب فی رطوبة الفرج)

طحطاوی علی الدر المختار میں ہے:

(قوله (و) لا عند (إدخال أصبع) .........علی المختار) يخالفه من جهة الترجيح فی القبل ما ذكره نوح آفندی و نصه قال فی التجنيس: رجل أدخل أصبعه فی دبره وهو صائم اختلفوا فی وجوب الغسل والقضاء والمختار أنه لا يجب الغسل ولا القضاء لأن الأصبع ليس آلة للجماع فصار بمنزلة الخشبة، وقيد بالدبر لأن المختار وجوب الغسل فی القبل إذا قصدت الاستمتاع لأن الشهوة فيهن غالبة فيقام السبب مقام المسبب دون الدبر لعدمها، فقد اختلف الترجيح فی القبل،أبو السعود. (طحطاوی علی الدر المختار:۱/۱۳۹)

غایۃ الاوطار میں ہے:ولا عند إدخال أصبع ونحوه...فی الدبر أو القبل علی المختار، اورفرض نہیں نہانا وقت داخل کرنے انگلی اوراس کے مانند۔۔۔إلیٰ قوله۔بنابرقول مختار کے دبر میں تو ترجیح متفق ہے مگر قبل میں ترجیح مختلف ہے اس واسطے کہ شیخ الاسلام ابوسعودؒ نے نوح آفندیؒ کے کلام سے نقل کیا ہے کہ ادخال قبل میں وجوب غسل کا مختار ہے جب کہ عورت شہوت رانی کا قصد کرے یعنی بدون انزال کے بھی غسل واجب ہے اس واسطے کے عورتوں میں شہوت غالب ہوتی ہے تو سبب کومقام مسبب کے قائم کیا۔كذا فی الطحطاوی ملخصاً.(غایۃ الأوطار ترجمہ درمختار:۱/۸۳)

مراقی الفلاح میں ہے:ومنها إدخال أصبع ونحوه كشبه ذكر مصنوع من نحو جلد (فی أحد السبيلين) علی المختار لقصور الشهوة.

طحطاوی میں ہے:(قوله علی المختار)أی فی الدبر ومقابله ضعيف،وأما فی القبل فذكر فی شرح التنوير:أن المختار عدمه أيضاً وحكی العلامة نوح أن المختار فيه الوجوب إذا قصدت الاستمتاع،لأن الشهوة فيهن غالبة فيقام السبب مقام المسبب فاختلف الترجيح بالنسبة لإدخال الأصبع فی قبل المرأة،أفاده السيد رحمه الله. (طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح ،فصل عشرة أشياء لايغتسل منها)

عمدۃ الفقہ میں ہے: اگرعورت شہوت کے غلبہ میں اپنے خاص حصہ میں کسی بے شہوت مرد یا جانور کے کسی خاص حصہ کو یا کسی لکڑی وغیرہ یا خنثی یا میت کے ذکر کو یا اپنی انگلی کو داخل کرے تب بھی اس پر غسل فرض ہوجائے گا خواہ انزال ہو یا نہ ہو مگر یہ شارح منیہ کی رائے ہے اوراصل مذہب میں بغیر انزال کے غسل واجب نہیں۔(عمدۃ الفقہ:۱/۱۱۲)فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ:۷/۱۳۴تا۱۳۶)

## بغیر شہوت خود اپنی انگلی شرم گاہ میں ڈالے تو اس سے نہ غسل واجب ہوتا ہے اور نہ روزہ جاتا ہے:

سوال: عورت اگر بغیر شہوت کے فرج میں انگلی ڈالے تو اس پر غسل واجب ہوگا یا نہیں اور حالت روزہ میں ایسا کرنے سے روزہ میں کچھ فرق آوے گا یا نہیں؟

الجواب

نہیں۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۱۶۸)

## انگلی ڈالنے کی وجہ سے غسل نہیں ہے:

سوال:(۱) مرد نے قصداً عورت کی پیشاب گاہ میں انگلی کردی اس حالت میں عورتوں کو غسل واجب ہوا، یا نہیں؟

## اندر دوا ڈالنے سے غسل نہیں:

سوال:(۲) ایک عورت اگر دوسری عورت کے جسم میں دوا پہنچانے یا کوئی خرابی اندرونی دیکھنے کو ہاتھ یا انگلی کرے یا خوامخواہ ہی کرے تو غسل واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب

(۱-۲) اس میں غسل واجب نہیں ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۱۶۵)

## عورت کا فرج میں دوا رکھنا موجب غسل ہے یا نہیں:

سوال: قابلہ جو دوا رکھتی ہے اس دوا کے رکھنے سے غسل تو واجب نہیں ہے یا ہے؟

---

(۱) (و)لا "أی لایفرض الغسل" عند(إدخال أصبع ونحوه)...... (فی الدبر أوالقبل) (الدرالمختارعلٰی هامش رد المحتار،أبحاث الغسل :۱/۱۵۳) (أوأدخل أصبعه اليابسة فيه) أی دبره أوفرجها الخ (لم يفطر) .(الدرالمختارعلٰی رد المحتار،كتاب الصوم ،باب ما يفسد الصوم ومالايفسده:۲/۱۳۵،ظفیر)

(۲) (و)لا (يجب الغسل)عند (إدخال أصبع ونحوه)كذكرغيرآدمی وذكر خنثی وميت وصبی لايشتهی وما يصنع من نحو خشب (فی الدبرأوالقبل) علی المختار (الدرالمختارعلٰی هامش رد المحتار، أبحاث الغسل : ۱/۱۵۳،ظفیر )(قبيل مطلب فی رطوبة الفرج،انیس) اگر کوئی عورت شدت شہوت کی وجہ سے منی نکالنے کے ارادے سے شرم گاہ (قبل) میں انگلی کرے تو غسل واجب ہوگا۔وفی وجوب الغسل بإدخال الأصبع فی القبل أوالدبرخلاف والأولیٰ أن يجب فی القبل إذا قصد الاستمناء لغلبة الشهوة لأن الشهوة فيهن غالبة فيقام السبب مقام المسبب وهوالإنزال دون الدبرلعدمها.(غنية المستملی معروف به كبيری : ص۴۴،ظفیر )

الجواب

قول مختار میں تو مطلقاً غسل نہیں اور صاحب منیہ نے بحثاً کہا ہے کہ احتیاط وجوب غسل میں ہے، بشرطیکہ مقصود استمتاع واستلذاذ ہو، اور جو مقصود محض تداوی ہو جیسا سوال میں مذکور ہے تو ان کے نزدیک بھی غسل نہیں، قال فی الدر: (و) لا عند (إدخال أصبع ونحوه)...... (فی الدبر أو القبل) علی المختار آه ونقل الشامی من كلام نوح آفندی علی التجنیس أن المختار وجوب الغسل فی القبل إذا قصدت الاستمتاع، لأن الشهوة فيهن غالبة فيقام السبب مقام المسبب، قال: وقوله لأن المختار وجوب الغسل الخ بحث منه سبقه إليه شارح المنية حيث قال: والأولىٰ أن يجب فی القبل الخ وقد نبّه فی الإمداد أيضاً علىٰ أنه بحث من شارح المنية، فافهم، (۱) والله أعلم، ۸/ ذی الحجه ۴۴ھ (امداد الاحکام جلد اول/ص ۳۵۹)

## انجکشن کے ذریعہ عورت کے رحم میں مادہ منویہ پہونچانے کی صورت میں غسل:

سوال: انجکشن کے ذریعہ منی فرج کی راہ سے رحم میں پہونچائی، تو کیا عورت پر اس کی وجہ سے غسل واجب ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر اس عمل سے عورت میں شہوت پیدا ہوئی تو وجوب غسل راجح ہے اور اگر مطلقاً شہوت پیدا نہ ہوئی تو غسل واجب نہیں، کر لینے میں احتیاط ہے، اگر یہ عمل ڈاکٹر یا شوہر کرے تو شہوت کا مظنہ زیادہ ہے لہذا اس صورت میں غسل کا حکم راجح ہوگا۔ (مگر ڈاکٹر سے یہ عمل کرانا قطعاً حرام ہے، ملاحظہ ہو فتاویٰ رحیمیہ: ۶/ ۲۸۱۔ بوقت ضرورت سوائے شوہر کے کسی سے یہ عمل نہ کرایا جائے۔)

وما يصنع من نحو خشب (فی الدبر أو القبل) علی المختار. لأن المختار وجوب الغسل فی القبل إذا قصدت الاستمتاع لأن الشهوة فيهن غالبة فيقام السبب مقام المسبب الخ. (درمختار وردالمحتار: ۱/ ۱۵۳۔۱۵۴، أبحاث الغسل. طحطاوی علی الدر المختار: ۱/ ۱۳۹، مراقی الفلاح مع الطحطاوی: ۵۵، عشرة أشياء لا يغتسل منها) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۷/ ۳۵۴)

## ٹیسٹ ٹیوب بے بی سے وجوبِ غسل کا مسئلہ:

سوال: ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعے جو مادہ منویہ عورت کے رحم میں رکھا جاتا ہے، کیا اس عمل سے عورت پر غسل واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۱۶۶، قبيل مطلب فی رطوبة الفرج، بيروت، انیس

الجواب

وجوبِ غسل کا سبب نفسِ خروج منی یا دخول منی نہیں بلکہ اصل علت اس میں لذت اور تسکینِ قلب ہوتی ہے جو شہوت کے ذریعے حاصل ہوتی ہے، ٹیسٹ ٹیوب میں لذت اور تسکین کی علت مفقود ہوتی ہے اور اس میں صرف مادہ منویہ عورت کے رحم میں بذریعہ مشین پہنچایا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ اس طریقہ سے وہ لذت وتسکین نہیں جو مرد کے جماع کرنے سے عورت کو حاصل ہوتی ہے۔

اس کی مثال عورت کا اپنی شرمگاہ میں انگلی داخل کرنے یا غیر آدمی کے ذکر وغیرہ کو داخل کرنے کی ہے جو موجبِ غسل نہیں۔ البتہ اگر ٹیسٹ ٹیوب کے عمل کے وقت عورت کو انزال ہوجائے تو تب غسل واجب ہوگا اگرچہ بدوں انزال کے غسل کرنا زیادہ احوط ہے۔

**"لما قال الحصكفيؒ: (وفرض) الغسل (عند) خروج (منى) من العضو ...... (منفصل عن مقره) هو صلب الرجل وترائب المرأة ...... (بشهوة) أى لذةٍ ولو حكماً كمحتلم ولم يذكر الدفق ليشمل منى المرأة، لأن الدفق فيه غير ظاهر". (الدر المختار علىٰ صدر رد المحتار، باب الغسل: ج۱ص ۱۵۹و۱۶۰) وأيضاً قال: (و) لا عند (إدخال أصبع ونحوه) كذكر غير آدمى وذكر خنثىٰ وميّت وصبىّ لا يشتهى وما يصنع من نحو خشب (فى الدبر أو القبل) على المختار". (الدر المختار علىٰ صدر رد المحتار، باب الغسل: ج۱ص ۱۶۶)** (۱) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۵۳۳)

## سپاری کا کچھ حصہ داخل ہو تو عورت پر غسل ہے یا نہیں:

سوال: اگر مرد کے پیشاب کے مقام کی سپاری کا حصہ پاؤ یا نصف یا تہائی حصہ فرج میں داخل ہو جاوے اور جوش کے ساتھ منی نکل کر فرج میں داخل ہو جاوے۔ اس صورت میں عورت پر بھی غسل واجب ...... ہوگا یا نہیں؟

الجواب

عورت پر غسل واجب نہیں۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۱/ ۱۶۲)

---

(۱) قال حسن بن عمارؒ: أولها خروج المنى وهو ماء إلىٰ ظاهر الجسد لأنه مالم يظهر لا حكم له إذا انفصل عن مقره بشهوةٍ من غير جماع". (مراقى الفلاح علىٰ صدر الطحطاوى: ص ۷۶، فصل موجبات الغسل)

"وأيضاً: ومنها إدخال أصبع ونحوه كشبه ذكر مصنوع من نحو الجلد فى أحد السبيلين علىٰ المختار لقصور الشهوة". (مراقى الفلاح علىٰ صدر الطحطاوى: ص ۸۱، فصل عشرة أشياء لا يغتسل منها)

(۲) (وفرض) الغسل الخ عند (إيلاج حشفة) هى ما فوق الختان الخ (أو) إيلاج (قدرها من مقطوعها) ولو لم يبق منه قدرها، قال فى الأشباه: لم يتعلق به حكم، ولم أره. (درمختار) (قوله هى ما فوق الختان) كذا فى القاموس، زاد الزيلعى من رأس الذكر، و فى حاشية نوح آفندى: هى رأس الذكر إلى الختان، الخ. (رد المحتار، أبحاث الغسل: ۱/ ۱۴۹، ظفیر)

## نابالغ بالغہ سے جماع کرے تو غسل کس پر ہے:

سوال: اگر نابالغ لڑکا بالغہ سے یا بالغ مرد نابالغہ سے جماع کرے تو غسل کس پر واجب ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

عورت بالغہ پر غسل واجب ہوگا۔ اگر لڑکا اس قابل ہے کہ جماع کرسکتا ہے قریب البلوغ ہے اور اس کو شہوت ہوتی ہے تو اس پر غسل واجب ہے۔ علی ہذا القیاس اگر جماع کرے بالغ مرد نابالغہ سے تو مرد پر غسل واجب ہے۔ اگر لڑکی مراہقہ قریب البلوغ ہے اور اس کو شہوت ہوتی ہے تو اس پر بھی غسل واجب ہے۔ یہ مسئلے منیۃ المصلی اور ہدایہ، قدوری وغیرہ میں ہیں۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۱/۱۶۵)

## نابالغہ پر وطی کی صورت میں غسل نہیں:

سوال: نابالغہ کے ساتھ اگر وطی ہو تو اس پر غسل واجب ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

نابالغہ پر غسل واجب نہیں۔ مگر اس کو غسل کا حکم دیا جائے گا تا کہ اسلامی کاموں کی عادت رہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد عثمان غنی، ۲۱/۹/۱۳۵۱ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۶۹)

## جانور سے وطی کرنے کی صورت میں غسل کا مسئلہ:

سوال: اگر ایک آدمی کسی جانور سے وطی کرے لیکن انزال نہ ہو، تو غسل واجب ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

نفسِ ایلاج موجبِ غسل نہیں بلکہ ایلاج (التقاء ختانین) کے لئے محل مشتہاۃ کا ہونا ضروری ہے، چونکہ بہیمہ (جانور) یا میتۃ (مردہ) محلِ مشتہات نہیں، اس لئے نفسِ وطی سے بدوں انزال کے غسل واجب نہیں۔

''لما قال الحصکفیؒ: ولا عند وطی بھیمۃ أو میتۃ أو صغیرۃ غیر مشتھاۃ بأن تصیر مفضاۃ بالوطء وإن غابت الحشفۃ...... بلا إنزال لقصور الشھوۃ''. (الدر المختار علیٰ صدر رد المحتار، سنن الغسل: ج۱ص۱۶۶) (۳) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ: ۵۳۳و۵۳۴) ☆

(۱) صبی ابن عشر جامع امرأتہ البالغۃ علیھا الغسل لوجود مواراۃ الحشفۃ بعد توجہ الخطاب ولا غسل علی الغلام لانعدام الخطاب، إلا أنہ یؤمر بہ تخلقاً کما یؤمر بالوضوء والصلوۃ ولو کان الزوج بالغاً والزوجۃ صغیرۃ تشتھی فالجواب بالعکس. (غنیۃ المستملی: ص۴۴ بحث غسل، ظفیر)

(۲) حاشیہ سابق۔ البتہ لڑکی مراہقہ قبل البلوغ شہوت والی ہو تو اس پر غسل واجب ہوگا۔

(۳) وفی الھندیۃ: ''والإیلاج فی البھیمۃ والمیتۃ والصغیرۃ التی لایجامع مثلھا لایوجب الغسل بدون الإنزال''. (الھندیۃ: جلد۱ص ۱۵، الفصل الثالث فی المعانی الموجبۃ للغسل. ومثلہ فی خلاصۃ الفتاویٰ: ج۱ص۱۳، الفصل الثانی فی الغسل) ==

## ران پر ذَکر کو رگڑنے سے غسل واجب نہیں ہوتا:

سوال: اگر کوئی شخص اپنے زانوؤں سے ذکر کو رگڑ کر شہوت کو زائل کرتا ہے لیکن اس کی صورت یہ ہے کہ منی کا خروج نہیں کرتا، اس قدر زور سے دباتا ہے۔ تو کیا اس پر احناف کے نزدیک غسل واجب ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

بلا انزال کے اس صورت میں غسل واجب نہ ہوگا۔(۱) فقط واللہ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۲/۹۱ھ، الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند: ۲۶/۲/۹۱ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۱۰۲-۱۰۳)

## ریزش اور خیزش بغیر لذت کے موجبِ غسل نہیں:

سوال: بیماری کی وجہ سے اگر کسی کو پیشاب کے بعد یا پہلے منی کا قطرہ آتا ہو اور عضو مخصوص میں ایستادگی ہوتی ہو، لیکن لذت اور مزہ نہ محسوس ہو تو ایسی صورت میں اس شخص پر غسل فرض ہوگا یا نہیں؟ ایک مفتی صاحب کہتے ہیں کہ غسل فرض ہوگا کیونکہ ایستادگی اور لذت ایک ہی چیز ہے، عالمگیری میں ایسا ہی لکھا ہے، دوسرے مفتی صاحب کہتے ہیں کہ غسل بغیر لذت اور دفق کے فرض نہیں ہوگا، ہدایہ اور شامی سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

یہ خیزش اور ریزش موجب غسل نہیں جبکہ اس کے ساتھ لذت اور دفق نہ ہو۔(۲) محض ایستادگی کو لذت اور شہوت کہنا

---

### == ☆ جانور کے ساتھ وطی کی تو بدون انزال غسل واجب نہ ہوگا:

سوال: ایک شخص نے جانور کے ساتھ وطی کی ہے، کیا اس پر غسل فرض ہے یا نہیں؟ وضاحت سے جواب ارشاد فرمائیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــ

اگر انزال ہوگیا ہے تو غسل فرض ہے، ورنہ نہیں۔ والإيلاج في البهيمة والميتة والصغيرة التي لا يجامع مثلها لا يوجب الغسل بدون الإنزال، اهـ (عالمگیری: ج۱ص۸) فقط والله أعلم، بندہ محمد عبداللہ غفرلہ، ۲۵/۵/۱۳۹۶ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۷۹)

(۱) (قوله بخلاف البهيمة ومادون الفرج) أى بخلاف مادون الفرج، و هو التفخيذ والتبطين فإنه لايجب فيه الغسل أيضاً لنقصان السببية إذالم ينزل آه . (فتح القدير: ۱/۶۴، المعاني الموجبة للغسل، مصطفى البابى الحلبى، مصر، وكذا فى التاتارخانية: ۱/۱۵۴، بيان أسباب الغسل، إدارة القرآن كراچی، وكذا فى البحر الرائق: ۱/۱۰۶، كتاب الطهارة، رشيديه)

(۲) (وفرض) الغسل (عند) خروج (منى) ... (بشهوة) أى لذة ولو حكماً كمحتلم ....وفى الخانية: خرج منى بعدالبول وذكره منتشر، لزمه الغسل، قال فى البحر: محمله إن وجد شهوة وهوتقييد قولهم بعدم الغسل بخروجه بعدالبول (الدرالمختار)" (قوله محمله أى مافى الخانية، قال فى البحر ويدل عليه تعليله فى التجنيس بأن فى حالة الانتشار وجد الخروج والانفصال جميعاً علىٰ وجه الدفق والشهوة. (الدرالمختار، كتاب الطهارة: ۱/۱۶۰-۱۶۱، سعيد، وكذا فى الفتاوىٰ العالمگيرية، كتاب الطهارة، الباب الثانى فى الغسل، الفصل الثالث: ۱/۱۴-۱۵)

صحیح نہیں، اس لئے کہ وہ اتنے چھوٹے بچوں کو بھی ہوتی ہے جو کہ بالکل شہوت کے قابل نہیں، ایسے چھوٹے بچے اگر جماع کرلیں تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

"لو جامع ابن أربع سنين زوجة أبيه لاتثبت الحرمة الخ". (شامی)(۱)

اوراگر لذت وایستادگی ایک چیز ہوتی تو ایسے چھوٹے بچے کے جماع سے بھی حرمت ثابت ہو جاتی۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ:۵/۱۰۳-۱۰۴)

## شوہر یا بیوی کے برہنہ بدن کو دیکھنے سے غسل واجب نہیں ہوتا:

سوال: بیوی کے سامنے برہنہ غسل کرے اس طرح پر کہ بیوی پہننے کیلئے کپڑے دے اور شوہر کی شرمگاہ کو بھی دیکھ لے اور کوئی شہوت وغیرہ بالکل نہ ہو، صرف کپڑے دیتے ہوئے بیوی کی نگاہ اس طرف چلی گئی، یا بیوی اس طرح غسل کرے اور نگاہ اس طرح پڑ گئی، اس غسل سے نماز ادا کرے، کیا یہ جائز اور صحیح ہے؟

الجواب ــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

وضو یا غسل کے بعد اگر بیوی نے شوہر کی شرمگاہ کو دیکھ لیا یا شوہر نے بیوی کی شرمگاہ کو دیکھ لیا تو اس کی وجہ سے اس وضو وغسل میں خلل نہیں آتا۔(۲) اس سے نماز درست ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ:۵/۱۱۰)

## غیر محرم کو برہنہ دیکھنے سے غسل واجب نہیں ہوتا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی عورت کسی غیر محرم کو ننگی یعنی برہنہ حالت میں دیکھ لے تو اس پر غسل واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔(المستفتی: حاجی محمد۔۲/۴/۱۹۷۴ء)

الجوابــــــــــــ

غسل واجب نہیں ہوتا ہے۔(۳) وھوالموفق (فتاویٰ دیوبند پاکستان، المعروف بہ فتاویٰ فریدیہ جلد دوم:ص ۶۵)

## انیما کے عمل سے غسل واجب نہیں:

سوال: پیٹ کے ایکسرے کے لیے مریض کا ایکسرے سے قبل انیما کیا جاتا ہے، یعنی اجابت کی جانب سے ایک خاص نلکی کے ذریعہ مریض کی آنتوں میں پانی پہنچایا جاتا ہے، پانی اتنا پہنچایا جاتا ہے کہ آنتیں خوب بھر جاتی ہیں اور پانی اسی دوران واپس آنے لگتا ہے، جس سے مریض کی ٹانگیں، کپڑے وغیرہ بھیگ جاتے ہیں، اس حالت میں مریض کو طہارت خانہ پہنچا دیا جاتا ہے جہاں مریض کو پہنچایا ہوا پانی اجابت کے ذریعہ خارج ہو جاتا ہے، شاید اس طریقے کا مقصد آنتوں کی صفائی ہو۔

---

(۱) ردالمحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات:۳/۳۵، سعید

(۲) شرم گاہ دیکھنا موجبات غسل میں سے نہیں ہے۔

(۳) کیوں کہ یہ معانی موجبہ غسل میں سے نہیں ہے۔(سیف اللہ حقانی)

(الف) کیااس صورت میں غسل واجب ہے؟

(ب) اگرغسل واجب نہیں ہوتا تو ٹانگیں وغیرہ دھونا اور کپڑے تبدیل کرنا ضروری ہے؟

(ج) اگرغسل واجب نہیں ہے تو کیااس حالت میں نماز ہو جائے گی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

انیما کے عمل سے غسل واجب نہیں ہوتا۔(۱) مگر خارج شدہ پانی چونکہ نجس ہے اس لیے بدن اور کپڑے پر جو نجاست لگ جاتی ہے اس کا دھونا ضروری ہے۔(۲) نجاست سے پاکی حاصل کرنے کے بعد بغیر غسل کئے نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

(آپ کے مسائل اوران کا حل جلد سوم: ص ۱۲۳)

## غسل کرتے وقت پیشاب کا قطرہ آجانا:

سوال: جس شخص کو غسل کرتے وقت پیشاب کا قطرہ آتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر درمیان غسل پیشاب کا قطرہ آجائے تو غسل کے لوٹانے کی ضرورت نہیں صرف وضو کر لینا نماز وغیرہ کے لئے کافی ہے۔(امداد المفتین ۲۴۴)

## کیا بدن پر چھپکلی گر جائے تو غسل واجب ہوگا:

سوال: کیا چھپکلی ناپاک جانور ہے اگر جسم پر گر جائے یا چڑھ جائے تو غسل لازم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

چھپکلی کے بدن پر گرنے سے شرعاً غسل ضروری نہیں ہوتا۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ خالد مظاہری، ۲۱/۱۱/۱۴۰۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۱۰۳) ☆

---

(۱) کیوں کہ یہ موجبات غسل میں سے نہیں ہے،(ثم إنما وجب غسل جميع البدن بخروج المنى ولم يجب بخروج البول والغائط وإنما وجب غسل الأعضاء المخصوصة لا غير الخ. (بدائع الصنائع: ۱/۱۶۱، انیس) لیکن اس عمل سے وضوٹوٹ جائے گا۔والخارج من السبيلين متفق عليه علٰى أنه ينقض الوضوء. (الجوهرة النيرة: ج۱/ص ۷، طبع بمبئى)

(۲) يجب على المصلى أن يقدم الطهارة من الأحداث والأنجاس. (هداية: ج۱/ص۹، باب شروط الصلوٰة...إلخ)

(۳) اس لیے کہ جن اسباب سے غسل واجب ہوتا ہے ان میں چھپکلی کا بدن پر گرنا نہیں ہے۔چھپکلی کا ظاہر بدن پاک ہے۔اس کے بدن پر گرنے سے وجوب غسل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔البتہ اگر اس کے بدن پر کوئی نجاست لگی ہو جس کا اثر کپڑے یا بدن کے اس حصہ پر ظاہر ہو جس پر چھپکلی گری ہو تو صرف اسی حصہ کا دھونا ضروری ہوگا نہ کہ پورے بدن کا۔مجاہد۔ ==

## چھپکلی یا مکھی وغیرہ گر جائے تو غسل کا حکم:

سوال: (الف) اگر جسم پر چھپکلی وغیرہ گر جائے تو کیا غسل کرنا ضروری ہے، اکثر لوگ کہتے ہیں کہ اگر چھپکلی گر جائے تو پانی میں سونا ڈال کر غسل کرنا چاہیے یا سونے کی چیز اس جگہ رگڑنا چاہیے۔

سوال: (ب) اگر کھانے کی اشیا میں مکھی، جھنگر گر جائے تو سورۂ قریش پھونکنے سے کیا زہر زائل ہو جاتا ہے؟

(سلطانہ یاسمین، بی بی کا چشمہ)

الجواب ــــــــــــــــ

(الف) جسم پر چھپکلی گرنے سے غسل کرنا یا وہاں پر سونا یا کسی اور چیز سے رگڑنا شرعاً واجب نہیں، کیوں کہ کسی جگہ کا دھونا اس صورت میں واجب ہوتا ہے جبکہ ناپاک چیز لگ جائے اور گرگٹ جو زندہ ہو اس کا جسم مس کرنے سے بدن یا کپڑا ناپاک نہیں ہوتا۔(۱)

البتہ ممکن ہے کہ طبی اعتبار سے نقصان کا اندیشہ ہو اور کسی خاص چیز کے لگانے سے وہ نقصان زائل ہوتا ہو، اس سلسلہ میں اطبا سے مشورہ کرنا مناسب ہوگا۔

(ب) حدیث شریف میں یہ بات آئی ہے کہ مکھی میں ایک طرح کا زہر ہوتا ہے اور اسی میں اس کا علاج بھی ہوتا ہے اس لیے اگر مکھی کسی چیز میں گر جائے تو اسے ڈبو کر نکال لینا چاہیے، (۲) جدید میڈیکل تحقیق سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ (۳)

== ثم إنما وجب غسل جميع البدن بخروج المنى ولم يجب بخروج البول والغائط وإنما وجب غسل الأعضاء المخصوصة لا غير، الخ. (بدائع الصنائع: ۱/۱۶۱)

## ☆ چھپکلی کے بدن پر چڑھ جانے سے غسل واجب ہوگا یا نہیں:

سوال: چھپکلی اگر بدن پر چڑھ جائے تو غسل واجب ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

چھپکلی کے بدن پر چڑھ جانے سے غسل وغیرہ شرعاً کچھ واجب نہیں ہوتا۔ (ثم إنما وجب غسل جميع البدن بخروج المنى ولم يجب بخروج البول والغائط وإنما وجب غسل الأعضاء المخصوصة لاغير الخ. (بدائع الصنائع: ۱/۱۶۱، انیس)۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد دوم یعنی امداد المفتین: ص ۲۴۴)

(۱) ثم إنما وجب غسل جميع البدن بخروج المنى ولم يجب بخروج البول والغائط وإنما وجب غسل الأعضاء المخصوصة لاغير الخ. (بدائع الصنائع: ۱/۱۶۱، انیس)

(۲) سنن ابن ماجہ حدیث: ۳۵۰۴، ابواب الطب۔

(۳) سنت نبوی اور جدید سائنس: ص ۲۸۰۔

رہ گیا مکھی یا جھنگر کے گرنے پر سورۂ قریش کا پڑھ کر پھونکنا، تو میرے علم کے مطابق کسی حدیث میں یہ بات وارد نہیں ہوئی ہے، بہتر ہے کہ اس کو استعمال کرتے ہوئے ''**بسم اللّٰہ الذی لایضر مع اسمہ شیء**'' پڑھ لے، امید ہے کہ اس کی وجہ سے وہ نقصان سے محفوظ رہے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (کتاب الفتاویٰ:۲/۸۲-۸۳)

## ناپاک چیز کے چھونے سے غسل واجب نہیں ہوتا:

سوال: شراب کی بھری ہوئی بند بوتل کو کسی نے اٹھالیا تو بغیر غسل کے اس کی نماز جائز ہوگی یا نہیں؟

**الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق**

کسی ناپاک چیز کے چھونے سے غسل واجب نہیں ہوتا، اگر ناپاک چیز لگ جائے تو اس کا دھونا کافی ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد عثمان غنی، ۲۲/۵/۱۳۷ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۷۰)

## ناپاک کپڑے دھونے سے غسل:

سوال: ناپاک کپڑے کو دھونے پر کیا غسل کرنا بھی ضروری ہوجاتا ہے؟

**الجواب ــــــــــــــــ**

غسل کچھ خاص اسباب کی وجہ سے واجب ہوتا ہے، ناپاک کپڑے کا دھونا ان اسباب میں سے نہیں ہے، اس لئے غسل واجب نہیں ہوگا، تین بار دھونے کے ساتھ کپڑے بھی پاک ہوجائیں گے اور ہاتھ بھی، ہاں! احتیاطاً الگ سے ہاتھ دھولئے جائیں تو بہتر ہے، بس یہ کافی ہے۔ (کتاب الفتاویٰ:۲/۵۹)

## ناپاکی تمام بدن میں لگ جائے تو غسل شرعی ضروری نہیں، نجاست دور کرنا کافی ہے:

سوال: درمختار میں ہے کہ تمام بدن ناپاک ہونے سے غسل واجب ہوتا ہے وہ غسل مثل جنابت کے ہے یا نہ۔ یعنی دلک (ملنا) مشروط ہے یا فقط پانی پہنچانا فرض ہے؟

**الجواب ــــــــــــــــ**

وہ غسل ایسا ہے جیسا کہ ناپاک چیز یا ناپاک عضو کو دھویا جاتا ہے۔ یعنی تین دفعہ پانی بہانا چاہئے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۱۵۵)

---

(۱) اصلاً بوتل ناپاک نہیں ہے، اس لیے اس کے چھونے سے ناپاکی نہیں آئے گی، البتہ اگر شراب جو ناپاک ہے جسم یا کپڑے میں لگ جائے تو جسم یا کپڑے کے اس حصے کو دھونا ضروری ہوگا۔ مجاہد

(۲) **والنجاسة ضربتان مرئية وغير مرئية وما كان منها مرئياً فطهارتها بزوال عينها الخ وماليس بمرئى فطهارته أن يغسل حتى يغلب على ظن الغاسل أنه قدطهر الخ وإنما قدر بالثلث. (الهداية، باب الأنجاس: ۱/۷۴، ظفیر)**

## بغیر پانی وکلوخ استنجا کرنے سے غسل:

سوال: زید سواری سے سفر کررہا ہے چلتی گاڑی میں اس کو پیشاب معلوم ہوتا ہے روکنا ناقابل برداشت ہے، نہ وہاں پانی ہے نہ دوسری چیز جس سے استنجا ممکن ہو مجبوراً پیشاب سے فارغ ہوجاتا ہے پھر جب گاڑی ٹھہرتی ہے تو وہاں پانی یا ڈھیلا سے استنجا کرے، آیا وہ پاک ہوا یا کہ ناپاک ہی ہے وہ بغیر غسل کے نماز ادا کرسکتا ہے یا کہ نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

ڈھیلے یا پانی سے استنجا کرکے وضو کرکے نماز پڑھ سکتا ہے غسل کی ضرورت نہیں، (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند، سہارنپور، ۱۲/ ۷/ ۱۳۸۵ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، محمد جمیل الرحمان، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/ ۱۶۱)

## آبدست سے غسل واجب نہیں ہوتا:

سوال: حاجتِ ضروریہ سے فراغت کے بعد اسی مقام پر آب دست کرنے سے کیا غسل واجب ہوتا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیاً

حاجتِ ضروریہ سے فراغت کے بعد آبدست لینے سے غسل واجب نہیں ہوتا۔ (۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند: ۵/ ۲/ ۸۹ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/ ۱۰۶)

## حجامت کے بعد غسل ضروری نہیں ہے:

حجامت یا بال کٹوا کر صرف وضو کرکے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہانا ضروری ہے اگر بغیر غسل کے نماز پڑھ لے تو نماز ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

محض حجامت بنوانے یا بال کٹوانے سے غسل واجب نہیں ہوتا محض وضو کرکے نماز پڑھ سکتے ہیں بلکہ اگر پہلے سے باوضو ہوں تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا اور بغیر نیا وضو کئے نماز پڑھ سکتے ہیں اور نماز ہوجائیگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند، سہارنپور (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/ ۱۶۱)

---

(۱) اعلم أن الجمع بين الماء والحجر أفضل. (شامی: ۱/ ۸۴۲، مکتبہ فیض القرآن، دیوبند)

(۲) ''آب دست، استنجا، طہارت، پاکیزگی جو پانی سے کی جائے''۔

## کیا میت کو غسل دلانے والے پر غسل واجب ہے:

اگر نابالغ بچہ کا انتقال ہو جائے اور جو شخص اس نابالغ بچہ کو غسل دے اس پر غسل کرنا واجب ہے یا نہیں، اور اگر بچہ چند ہی دن کا ہے تو اس کو غسل دینے والے پر غسل واجب ہے یا نہیں؟

**الجواب ـــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق**

صورت مسئولہ میں غسل دلانے والے پر غسل واجب نہیں ہے، چاہے میت بالغ ہو چاہے چند دنوں کا بچہ صغیر ہو۔(۱) منیۃ المصلی میں غسل کی گیارہ قسمیں مذکور ہیں اور یہ کسی بھی قسم میں شمار نہیں ہے۔(۲) اور تصانیف کا مفہوم مخالف حجت ہوتا ہے، اس لیے معلوم ہوا کہ یہ مواقع غسل میں سے نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند، سہارنپور

الجواب صحیح: حبیب الرحمٰن خیرآبادی (منتخبات نظام الفتاویٰ:۱/۴۲-۴۳)

×××

---

(۱) البتہ غسل دلانے والوں کو غسل کرنا مستحب ہے، کما في ردالمحتار: ''وندب أی الغسل لمجنون أفاق وكذا المغمی علیه (إلی قوله) أو غسل میتاً الخ''. (فتاویٰ شامی:۱/۱۷۵،۱۷۶)

غسل کے مستحب ہونے کا ثبوت اس حدیث میں ہے:

عن عائشةؓ أنها حدثته أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان یغتسل من أربع، من الجنابة و یوم الجمعة و من الحجامة، وغسل المیت. (أبوداؤد، باب في الغسل من غسل المیت، ص۴۶۲، نمبر۳۱۶۰)

اس حدیث میں ہے کہ حجامت سے اور میت کے غسل دینے سے غسل کرے۔

عن أبی هریرةؓ أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: من غسل المیت فلیغتسل، ومن حمله فلیتوضأ. (أبوداؤد، باب فی الغسل من غسل المیت ص۴۶۲، نمبر۳۱۶۱/ ترمذی، باب ما جاء فی الغسل من غسل المیت، ص۲۴۱، نمبر۹۹۳)

اس حدیث میں بھی ہے کہ میت کے غسل دینے سے غسل کرے، انیس

(۲) کبیری، ص۵۲،۵۴، کتاب الطهارة.

﴿وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُباً فَاطَّهَّرُوْا﴾

(سورۃ المائدۃ:٦)

اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو سارا بدن پاک کرو۔

# جنابت کے احکام

## جنابت کی وجہ سے غسل کیوں ضروری ہے:

سوال: آدمی حلال ہے یا حرام۔ اگر حلال ہے تو اس کو پاک ہونے کی کوئی ضرورت نہیں وہ خود پاک ہے اور اگر حرام ہے تو حرام کی نماز کیوں جائز ہے؟

الجواب

آدمی جنابت وغیرہ کی وجہ سے ناپاک ہوجاتا ہے، اور غسل کرنے سے پاک ہوجاتا ہے۔ پس غسل کرے تاکہ نماز صحیح ہو۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۱۵۸، ۱۵۹)

## جنابت میں غسل کی حکمت:

سوال: ایک ہندو نے اعتراضاً مجھ سے کہا کہ اہل اسلام اندھا دھند عبادت کرتے ہیں اور تحقیق سے کوئی واسطہ نہیں، مثلاً منی کے انزال سے لازم نہیں آتا کہ تمام جسم کا غسل کیا جائے، بلکہ صرف عضو تناسل کی تطہیر سے انسان پاک ہوجاتا ہے، اگر تمام بدن ناپاک ہوجاتا ہے تو کس طرح؟

الجواب

یہ اللہ کی حکمتیں ہیں کہ ان کو ہر ایک اہل اسلام بھی نہیں جانتا، چہ جائیکہ ہندو۔ پس اس بحث میں نہ پڑنا چاہئے اور زبانی تو کچھ اس کے متعلق کہا بھی جاسکتا ہے، تحریر میں اس تفصیل کو لانے کی فرصت نہیں ہے۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم:۱/۱۵۳، ۱۵۴)

---

(۱) والمعانی الموجبة للغسل إنزال المنی علیٰ وجه الدفق والشهوة من الرجل والمرأة حالة النوم والیقظة الخ والتقاء الختانین من غیر إنزال الخ والحیض وكذا النفاس، الخ. (الهدایة، فصل فی الغسل:۱/۳۷۔ظفیر)

قرآن مجید میں ہے: ''وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُباً فَاطَّهَّرُوا''. (سورۃ المائدۃ:۶)

عن علی رضی اللّٰه عنه قال له رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: لا تفعل إذا رأیت المذی فاغسل ذكرك وتوضأ وضوئك للصلوٰة فإذا فضخت الماء فاغتسل. (أبوداؤد، باب فی المذی: ص۳۱ نمبر۲۰۶) دوسری روایت میں ہے: إذا حذفت فاغتسل من الجنابة وإذا لم تكن حاذفاً فلا تغتسل. (مسند أحمد، علی بن أبی طالب:۱/۱۷۳، نمبر۸۴۹، انیس)

(۲) أما المسئلة الأولیٰ و هی إیجاب الشارع صلی اللّٰه علیه وسلم الغسل من المنی دون البول فهذا من أعظم محاسن الشریعة وما اشتملت علیه الرحمة والحكمة والمصلحة فإن المنی یخرج من جمیع البدن، ==

## جنابت کی صورت میں پورے بدن کے غسل کا فلسفہ:

سوال:۔ جنابت کی حالت میں پورے جسم کا غسل کیوں ضروری قرار دیا گیا ہے، حالانکہ نجاست تو عضو مخصوص سے نکلتی ہے، مناسب تو یہ ہے کہ صرف عضو مخصوص ہی دھویا جائے، آخر کار جنابت کا پورے جسم پر کیا اثر پڑتا ہے جس کی وجہ سے غسل میں ہر بال تک پانی پہنچانا ضروری قرار دیا گیا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

احکاماتِ شرعیہ میں حکمتیں تلاش کرنا ضعفِ ایمان کی دلیل ہے، مسلمان کے لئے بغیر کسی چوں وچرا کے احکامِ شرعیہ پر عمل ضروری ہے، احکامِ شرعیہ میں حکمتیں تلاش کرنا ایمان کا تقاضا نہیں، کیونکہ ایمان اور اسلام فرمانبرداری اور اطاعت کا نام ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ احکامِ شرعیہ عقل سے متصادم ہیں، بلکہ ہماری عقل ناقص ہے جس کی وجہ سے بسا اوقات ان حکمتوں اور فلسفوں کے ادراک سے ہم قاصر رہ جاتے ہیں۔

تاہم جنابت کی حالت میں پورے بدن کے دھونے کے بارے میں علمائے کرام فرماتے ہیں کہ جنابت سے جسم میں گرانی وکاہلی اور کمزوری وغفلت پیدا ہوجاتی ہے اور غسل سے دل میں قوت ونشاط وسرور اور بدن میں سبکساری پیدا ہوتی ہے، جنابت سے انسان کو ارواحِ طیبہ یعنی فرشتوں سے بُعد ودوری پیدا ہوتی ہے اور جب غسل کرتا ہے تو وہ بُعد اور دوری ختم ہوجاتی ہے، جب انسان مجامعت سے فارغ ہوجاتا ہے تو حالتِ جنابت میں ہونے کی وجہ سے اس کا دل انقباض اور تنگی کی حالت میں ہوتا ہے اور اس پر بوجھ سا طاری ہوجاتا ہے اور اپنے آپ کو نہایت تنگی اور گھٹن میں پاتا ہے اور جب دونوں قسم کی نجاستیں دور ہوجاتی ہیں اور انسان اپنے بدن کو مَلتا اور غسل کرتا ہے تب اس کی گھٹن اور سستی دور ہوجاتی ہے۔

حاذق طبیبوں نے لکھا ہے کہ جماع کے بعد غسل کرنا بدن کی تحلیل شدہ قوتوں اور کمزوریوں کو لوٹا دیتا ہے اور بدن اور روح کے لئے نہایت نافع اور مفید ہے اور جنابت میں رہنا اور غسل نہ کرنا بدن وروح کے لئے سخت مضر ہے، اس امر کی خوبی پر عقل وفطرتِ سلیمہ کافی گواہ ہے۔

’’وإلیه أشار الشیخ ابن القیمؒ الجوزیة حیث قال: فإن الاغتسال من خروج المنی من أنفع شئ

== ولهذا سماه الله سبحانه سلالةً لأنه یسیل من جمیع البدن الخ وأیضاً فإن الاغتسال من خروج المنی من أنفع شیء للبدن والقلب والروح بل جمیع الأرواح القائمة بالبدن فإنها تقویٰ بالاغتسال، و الغسل یخلف علیه ما تحلل منه بخروج المنی وهذا أمر یعرف بالحس، وأیضاً فإن الجنابة توجب ثقلاً وکسلاً والغسل یحدث له نشاطاً وخفةً ولهذا قال أبوذر الخ لما اغتسل من الجنابة کأنما ألقیت عنی جبلاً الخ وقد صرح أفاضل الأطباء بأن الاغتسال بعد الجماع یعید إلی البدن قوته ویخلف علیه ما تحلل منه وأنه أنفع شیء للبدن والروح وترکه مضر. (اعلام الموقعین مطبع أشرف المطابع، دهلی: ۱/۰ ۱۷) معلوم ہوتا ہے کہ منی چونکہ بدن کے تمام حصوں سے سمٹ کر خارج ہوتی ہے پھر یہ کہ نہانے سے بدن سے ضائع شدہ قوت کی تلافی ہوجاتی ہے اس لئے اسلام نے تمام جسم کا دھونا یعنی غسل کو ضروری قرار دیا ہے۔ ظفیر

للبدن والقلب والروح بل جميع الأرواح القائمة بالبدن فإنها تقوىٰ بالاغتسال،والغسل يخلف عليه ماتحلل منه بخروج المنى، وأيضاً فإن الجنابة توجب ثقلاً وكسلاً والغسل يحدث له نشاطاً وخفّةً (وبعد أسطر) وقدصرح أفاضل الأطبّاء بأن الاغتسال بعدالجماع يعيد إلى البدن ويخلف عليه ماتحلل منه وأنه أنفع شئ للبدن والروح وتركه مضرّ''.(اعلام الموقعين: جواب ابن القيم المفصّل عن باب الغسل من المنى، ج۲ص۴۲) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ:۵۳۸و۵۳۹)

## حالت جنابت میں وضو سے کیا فائدہ:

سوال: غسل جنابت میں اول وضو کرنے میں کیا فائدہ ہے؟ کیا ناپاکی دور کئے بغیر وضو ہوجاتا ہے؟ اسی طرح یہ چیز بھی کتب میں پائی جاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت کی اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل رہا کہ مباشرت کے بعد وضو کر کے سونا چاہئے، یہ ناپاکی میں وضو کیسا؟ سمجھ میں نہیں آیا۔ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

حالت جنابت میں وضو کرنے سے طہارت تو حاصل نہیں ہوتی مگر حدث میں کچھ تخفیف ہوجاتی ہے اگر کسی حکم شرعی کی حکمت سمجھ میں نہ آئے تو کیا حرج ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (احسن الفتاویٰ:۳۵/۲)

## غسل جنابت کا وضو کب کرنا چاہیے:

سوال: وضو، غسل کرنے سے قبل کرنا چاہیے یا بعد میں؟

الجواب ــــــــــــــ وبالله التوفيق

جسم کی نجاست پاک کر کے وضو کرنا چاہیے اس کے بعد سر اور جسم پر پانی بہانا چاہیے، غسل میں وضو کا پہلے کرنا سنت ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد عثمان غنی، ۱۳۷۷/۲/۳۰ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۶۸/۲)

## غسل جنابت سے پہلے وضو کرنے کا حکم:

سوال: غسل جنابت میں کسی نے سہواً یا قصداً وضو نہیں کیا لیکن اعضاء وضو خود بخود تر ہوگئے تو غسل درست ہوا یا نہیں اور اسی غسل سے بغیر وضو نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟

---

(۱) (وسننه)....(البداءة بغسل يديه وفرجه)....(وخبث بدنه إن كان)عليه خبث لئلا يشيع (ثم يتوضأ)أطلقه فانصرف إلى الكامل.(الدرالمختارعلىٰ ردالمحتار،فصل فى سنن الغسل:۲۹۱/۱۔۲۹۲۔مجاہد)

حدثتني خالتي ميمونةؓ قالت:أدنيت لرسول الله صلى الله عليه وسلم غسله من الجنابة، فغسل كفيه مرتين أو ثلاثاً،ثم أدخل يده فى الإناء، ثم أفرغ به علىٰ فرجه، و غسله بشماله، ثم ضرب بشماله الأرض، فدلكها دلكاً شديداً، ثم توضأ وضوءه للصلاة ثم أفرغ علىٰ رأسه ثلاث حفنات ملء كفه، ثم غسل سائرجسده، ثم تنحىٰ عن مقامه ذلك فغسل رجليه،ثم أتيته بالمنديل فرده.(مسلم،باب صفة غسل الجنابة/بخارى،باب الغسل مرة واحدة،انیس)

الجواب ــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق
غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا اور پورے بدن کو دھونا فرض ہے۔(۱) اگر اس طرح کسی نے غسل کیا ہے تو وہ اس غسل سے نماز پڑھ سکتا ہے نماز درست ہوگی، غسل سے پہلے وضو کر لینا سنت ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔محمد عثمان غنی، ۲۴/۶/۱۳۶۹ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۶۲-۶۳)

## غسلِ جنابت سے پہلے وضو کرنا ضروری نہیں:

سوال(۱): غسل جنابت کی حالت میں غسل کرتے وقت وضو سے پہلے بھی غسل کیا جا سکتا ہے اور پھر غسل سے فراغت پانے کے بعد وضو کیا جاتا ہے یا کہ ہر حالت میں غسل کرنے سے پہلے ہی وضو کر لینا لازم ہے؟ اگر زید نے وضو کرنے کے بعد غسل کرنا شروع کیا اور غسل سے فراغت سے پہلے ہی بوجہ اخراجِ ریح اس کا وضو ٹوٹ گیا، اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ پہلے دوبارہ وضو کرے اور اس کے بعد از سرِ نو غسل کرے یا وہ پہلے پورا غسل کرے اور اس کے بعد دوبارہ وضو کر کے نماز ادا کر سکتا ہے؟

(۲) زید علی الصباح غسل کرنے کی نیت سے اپنے مکان کے ساتھ ملحق غسل خانہ میں داخل ہوا، غسل سے فارغ ہونے کے بعد وہ بحالتِ عریانی اپنے کمرے میں داخل ہوا اور پھر وہاں پر کپڑے پہن کر نماز ادا کی۔کیا اس سے اس کا وضو نہیں ٹوٹا، جبکہ مکان کے کسی فرد کی نظر اس پر نہ پڑی ہو؟ کیونکہ وہ سب اس وقت اپنے اپنے کمروں میں نیند کی حالت میں تھے۔

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیاً
(۱) سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے وضو کرے پھر غسل کرے، وضو کے بعد اگر خروجِ ریح ہو جائے پھر غسل میں اعضائے وضو پر پانی بہا دیا جائے تب بھی کافی ہے، جداگانہ وضو کی ضرورت نہیں۔(۳)

(۱) "وفرض الغسل المضمضة و الاستنشاق وغسل سائر البدن". (الهداية، فصل فى الغسل:۱/۲۹-مرتب)
عن محمد بن سيرين قال: سن رسول الله صلى اللّٰه عليه وسلم المضمضة والاستنشاق فى الجنابة ثلٰثا. (الدارقطنى،باب ماروى فى المضمضة والاستنشاق فى غسل الجنابة)
ابو حنيفة عن عثمان بن راشد عن عائشة بنت عجرد قالت قال ابن عباس رضى الله عنه: اذا اغتسل الجنب ونسى المضمضة والإستنشاق فليعد الوضوء بالمضمضة والإستنشاق. (مسند حافظ طلحہ بن محمد، مسند الامام حسن بن زیاد، کذا فی جامع المسانید:۱/۲۶۷، ۲۶۸ بحوالہ اعلاء السنن:۱/۲۰۶، ۲۰۷، فرضیۃ المضمضۃ والاستنشاق فی الغسل المفروض، مکتبہ یحیی، سہارنپور یوپی، انیس)
(۲) (وسننه)...(البداءة ...الخ. (الدر المختار على صدر رد المحتار، مطلب سنن الغسل:۱/۲۹۱-۲۹۲)
(۳) (وسننه)...الخ. (الدر المختار:۱/۱۵۷، سنن الغسل، سعيد، وكذا فى النهر الفائق:۱/۶۲، سنن الغسل، مكتبه إمداديه، ملتان، وكذا فى بدائع الصنائع:۱/۲۶۹، سنن الغسل، دار الكتب العلمية، بيروت)
عائشةؓ: أن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم إذا اغتسل من الجنابة يبدأ فيغسل يديه ثم يفرغ بيمينه علىٰ شماله فيغسل فرجه ثم يتوضأ وضوءه للصلوٰة ثم يأخذ الماء فيدخل أصابعه فى أصول الشعر حتى إذا رأى أنه قد استبرأ حفن علىٰ رأسه ثلاث حفنات ثم أفاض علىٰ سائر جسده ثم غسل رجليه. (للستة بلفظ مسلم، جمع الفوائد غسل الجنابة:۱۲۸، ۱۲۹، انیس)

(۲) اس کا وضو نہیں ٹوٹا، اتفاقاً اگر کسی کی نظر پڑ بھی جائے تب بھی وضو نہ ٹوٹا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۸۸/۵)

## غسل جنابت میں بسم اللہ پڑھنی درست ہے یا نہیں:

سوال: غسل جنابت یا احتلام کے وقت شروع میں بسم اللہ وغیرہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

ہر غسل کے لیے شروع میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے، بسم اللہ پڑھنی چاہیے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۵۹/۱)

## جنبی آدمی دعائیں وغیرہ پڑھ سکتا ہے:

سوال جنبی آدمی درود شریف پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اذان کا جواب دے سکتا ہے یا نہیں؟ کوئی اور عربی کی دعا پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اگر پڑھ لے تو اسے گناہ تو نہیں ہوگا؟

الجواب

سوال میں ذکر کی گئی تمام چیزیں پڑھ سکتا ہے۔ عربی دعائیں قرآنی ہوں، تو ان کو بہ نیتِ تلاوت نہ پڑھے، بلکہ بہ نیتِ دعا پڑھے۔

**ویجیب من سمع الأذان ولو جنباً. اھ(درمختار علی الشامیة: ج۱/۲۹۲) ویحرم قراء ۃ آیة من القرآن إلا بقصد الذکر إذا اشتملت علیه لا علیٰ حکم أو خبر. (مراقی الفلاح). (قوله إلا بقصد الذکر) أی أو الثناء أو الدعاء إن اشتملت علیه فلا بأس به فی أصح الروایات، قال فی العیون: و لو أنه قرأ الفاتحة علیٰ سبیل الدعاء أو شیئاً من الآیات التی فیها معنی الدعاء ولم یرد به القرآن فلا بأس به واختاره الحلوانی وذکر فی غایة البیان أنه المختار کما فی البحر والنهر، اھ. (طحطاوی: ص۷۷) فقط واللّٰه أعلم**

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان۔ ۲۵/۱/۱۴۰۰ھ

الجواب صحیح: بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ، رئیس الافتاء (خیر الفتاویٰ: ۹۰/۲)

## جنابت کی حالت میں سونا:

سوال: ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے، ایک شخص کے لڑکے لڑکیاں سیانے ہوگئے ہیں اور اس کا مکان بہت چھوٹا ہے تمام بچے اسی مکان میں رہتے ہیں... کبھی وہ اور اس کی اہلیہ مباشرت کرتے ہیں مگر مکان کے تنگ اور بچوں کے

---

(۱) برہنہ ہونا ناقض وضو نہیں۔

(۲) (وسننه) کسنن الوضوء سوی الترتیب، (درمختار) قوله کسنن الوضوء: أی من البداء ۃ بالنیة والتسمیة والسواک والتخلیل والدلک والولاء. (ردالمحتار، مطلب سنن الغسل: ۱۴۴/۱ ظفیر)

بیدار ہو جانے کی وجہ سے شرم وحیا لاحق ہونے کی بنا پر وہ رات کو غسل نہیں کرتے صرف تیمّم پر اکتفا کرتے ہیں اور صبح کو پہلی فرصت میں غسل کرتے ہیں تو یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟ یہ خیال رہے کہ اگر اس طرح نہ کیا جائے تو صحبت اور مباشرت کی کوئی سبیل نہیں، امید کہ جواب عنایت فرمائیں گے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

رات کو جماع کے بعد ظاہری نجاست دھوکر وضو کرکے سو جائے، (۱) مگر نماز فجر سے پہلے غسل کرکے نماز ادا کرنا ضروری ہے، (۲) نماز قضا کرنا جائز نہیں، ایسی حیا شرم جائز نہیں جس کی وجہ سے فرض نماز قضا ہو جائے، رات کو کسی وقت بھی غسل کرلیا جائے یا پھر دن کو جس وقت بچے نہ ہوں صحبت کا وقت نکال لیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

یکم محرم الحرام ۱۳۹۷ھ (فتاویٰ رحیمیہ: ۲۶۳/۴) ☆

## حالت جنابت میں کھانا پینا:

سوال: حالت جنابت میں شرعاً کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

حالت جنابت میں کھانا پینا درست ہے۔ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم (عزیز الفتاویٰ: ۱۹۵/۱)

## جنابت کی حالت میں کھانا کھانے کا حکم:

سوال: ایک کتاب میں لکھا ہے کہ حالت جنابت میں طعام کھانا حرام ہے، اور وہ طعام اس شخص کو لعنت کرتا ہے اور شیطان اس طعام میں بَول ملا دیتا ہے اور اس شخص کے جسم کے بال جلاتے ہیں اور جو جان کر ناپاک رہے وہ شخص حشر میں قبر سے ناپاک اٹھے گا، یہ صحیح ہے یا نہیں؟

(۱) و لابأس للجنب أن ینام أویعاود أهله قبل أن یتوضأ وإن توضأ فحسن. (فتاویٰ عالمگیریة: ۱۶/۱، انیس)

(۲) عضیف بن الحارث أنه سأل عائشةؓ أی اللیل کان یغتسل رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قالت: ربما اغتسل أول اللیل وربما اغتسل اٰخره، قلت: الحمدللّٰه الذی جعل فی الأمر سعة. (سنن النسائی، باب ذکر الاغتسال أول اللیل. انیس)

### ☆ کیا غسل جنابت کئے بغیر سونا جائز ہے:

سوال: اہلیہ سے صحبت کرنے کے بعد تیمّم کرکے سو جانا درست ہے یا کہ غسل اور وضو بھی کرنا پڑے گا۔

الجواب

غسل یا وضو کر لینا افضل ہے، اس کے بغیر سونا جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ فجر کی نماز قضا نہ ہو ورنہ گناہ گار ہوگا۔ (و لابأس للجنب أن ینام أویعاود أهله قبل أن یتوضأ وإن توضأ فحسن. (فتاویٰ عالمگیریة: ۱۶/۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد سوم: ۱۱۶-۱۱۷)

(۳) کان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: إذا أراد أن یأکل أویشرب غسل یدیه ثم یأکل أویشرب. (سنن النسائی، جمع الفوائد، غسل الجنابة: ۱۳۴) لا قراءة قنوت (أی لا تکره) ولا أکله وشربه بعد غسل ید وفم، ولا معاودة أهله قبل اغتساله. (الدر المختار: ۲۹/۱، أبحاث الغسل، انیس)

الجواب ______________________

سب خرافات، غلط، جہال کی ہفوات غلط ہے۔(۱) فقط۔ بدست خاص ص: ۱۳۵۔ (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۳۸۴)

## حالت جنابت میں بغیر غسل کے سحری کھالیا تو روزہ ہوگا یا نہیں:

سوال: رمضان شریف میں سحری کے وقت کسی آدمی کو احتلام ہوا اور اسے یقین ہو کہ غسل کرنے کے بعد کھانے کا وقت باقی رہے گا مگر اس نے کاہلی کی غسل نہیں کیا اور کھانا کھالیا تو اس کا روزہ ہوگا یا نہیں اور حالت جنابت میں کھانا کھانے سے گناہ گار ہوگا یا نہیں اور حالت جنابت میں کھانا جائز ہے یا نہیں اور جائز ہے تو کس طرح کھائے وضو کرکے یا ہاتھ دھو کر کھائے؟

الجواب ______________________

حالت جنابت میں بغیر منہ دھوئے ہوئے یا وضو کئے ہوئے کھانا پینا خواہ رمضان میں ہو یا غیر رمضان میں، خلاف اولیٰ ہے بشرطیکہ ہاتھوں پر کسی قسم کی نجاست نہ لگی ہو، سحری کھاتے ہوئے مناسب تو یہ ہے کہ غسل کرڈالے یا وضو کرلے یا کم از کم ہاتھ دھوڈالے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲/۲۸۶)

## غسل جنابت سے پہلے کھانا:

سوال: غسل جنابت سے پہلے کھانا پینا کیسا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی حالت میں کھایا، پیا، ہے یا نہیں؟

الجواب ______________ وباللّٰہ التوفیق

غسل جنابت سے پہلے اگر کھانے پینے کی ضرورت ہو تو بدن طاہر کرکے وضو کرے۔(۳) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے، صحیحین میں یہ روایت موجود ہے۔(۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد عباس، ۱۳۵۲/۱۲/۲۵ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۸۶)

---

(۱) عن أبی هریرۃ رضی اللہ عنہ قال: لقینی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وأناجنب فأخذ بیدی فمشیت معه حتی قعد فانسلک فأتیت الرحل فاغتسلت ثم جئت وهوقاعد فقال: أین کنت یاأباهریرة! فقلت له، فقال: سبحان اللّٰه" إن المؤمن لاینجس" هذا لفظ البخاری. (مشکوٰۃ المصابیح، باب مخالطة الجنب ومایباح له: ص۴۹)

لا قراءۃ قنوت (أی لا تکره)، ولا أکله وشربه بعد غسل ید وفم، ولا معاودة أهله قبل اغتساله. (الدرالمختار: ۲۹/۱، أبحاث الغسل، انیس)

(۲) عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم إذاکان جنباً فأراد أن یأکل أوینام توضأ وضوءه للصلوٰة. (مسلم، باب جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء له وغسل الفرج إذا أراد أن یأکل أو یشرب: ۲۲۰/۱)

ولا (یکره) أکله وشربه بعد غسل ید وفم. (الدرالمختار: ۲۹/۱، انیس)

(۳) یعنی موضع نجاست کو دھوکر وضو کرے۔ مجاہد۔ (ولابأس) لحائض وجنب (بقراءة أدعیة ومسها وحملها وذکر اللّٰه تعالیٰ وتسبیح) وزیارة قبور، ودخول مصلّی عید (وأکل و شرب بعد مضمضة، وغسل ید) وأما قبلهما فیکره لجنب لالحائض مالم تخاطب بغسل. (الدرالمختار علیٰ صدرردالمحتار، باب الحیض: ۴۸۸/۱، ۴۸۹)

(۴) مسلم، باب جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء له وغسل الفرج إذا أراد أن یأکل أویشرب. (۲۲۰/۱، انیس)

## جنابت کی حالت میں کھانا پینا:

سوال: جنابت کی حالت میں کھانا پینا، حلال جانور ذبح کرنا درست ہے؟

الجواب ـــــــــــــ باسمه تعالیٰ

جنابت کی حالت میں کھانا پینا اور دوسرے ایسے تصرفات جن میں طہارت شرط نہیں، جائز ہیں، مگر کھانے پینے سے پہلے استنجا اور وضو کر لینا اچھا ہے۔ صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

"كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا كان جنباً فأراد أن يأكل أوينام توضأ وضوءه للصلوٰة. (مشكوٰة المصابيح، كتاب الطهارة، باب مخالطة الجنب ومايباح له، الفصل الأول: ص۱/۴۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں جب کھانے یا سونے کا ارادہ فرماتے تو وضو فرما لیا کرتے تھے۔

کتبہ محمد یوسف لدھیانوی، بینات۔ ذوالحجہ ۱۳۹۹ھ (فتاویٰ بینات، جلد چہارم: ص ۴۴۶)

## جنبی کو بغیر کلی پانی پینا مکروہ ہے:

سوال: جنبی کو غسل کرنے سے پہلے کوئی چیز پینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــ باسم ملهم الصواب

بغیر کلی کئے پانی پینا مکروہ تنزیہی ہے اور کسی چیز کے پینے یا کھانے میں کوئی کراہت نہیں، پانی بھی صرف پہلا گھونٹ مکروہ ہے اس لئے کہ یہ پانی منہ کی جنابت زائل کرنے میں استعمال ہوا ہے، اسی طرح ہاتھ دھونے سے قبل کچھ کھانا پینا مکروہ تنزیہی ہے۔

قال العلاء: ويكفي الشرب عباً، لأن المج ليس بشرط في الأصح، قال في الشامية (قوله: يكفي الشرب عباً) أي لا مصاً، فتح، وهوبالعين المهملة والمراد به هنا الشرب بجميع الفم وهذاهوالمراد بما في الخلاصة إن شرب علىٰ غير وجه السنة يخرج عن الجنابة و إلا فلا وبما قيل إن كان جاهلاً جازوإن كان عالماً فلا أي لأن الجاهل يعب والعالم يشرب مصاً كما هوالسنة (قوله لأن المج) أي طرح الماء من الفم ليس بشرط للمضمضة خلافاً لماذكره في الخلاصة نعم هوالأحوط من حيث الخروج عن الخلاف وبلعه إياه مكروه كما في الحلية. (ردالمحتار: ۱/۱۴۱) فقط۔ ۲۹/ ذی الحجہ ۸۵ھ (احسن الفتاویٰ: ۲/۳۰)

## غسل جنابت میں تاخیر کرنا اور کھانا پینا:

سوال (۱): ہمارے یہاں کے امام صاحب نے فجر کے وقت غسل جنابت نہیں کیا اور فجر کی نماز قضا کی اور ظہر میں غسل کر کے نماز پڑھی، اس درمیان میں حقہ اور روٹی وغیرہ کھاتے پیتے رہے تو صحیح ہے یا غلط، جبکہ ان کو اس حرکت پر ٹوکا گیا؟

## جنبی کا جوٹھا کھانا، پینا:

سوال (۲): ان کا جھوٹا حقہ پینے والوں پر غسل واجب ہوا یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

(۱) نمازِ فجر کا قضا کر دینا اور ظہر تک بلا عذر شرعی کے مؤخر کر دینا، کبیرہ گناہ ہے، لیکن بلا غسل کے، جو کچھ کھایا پیا، وہ حرام نہیں۔(۱)

(۲) جن لوگوں نے ان کے ساتھ یا ان کا بچا ہوا کھایا پیا، ان پر غسل واجب نہیں ہوا۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۱/۱/۹۳ھ، الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۱۵/۵)

## جنبی کے ہاتھ کا کھانا:

سوال: جو عورت حالت جنابت میں ہو اس کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا کیسا ہے، کیا وہ ناپاک ہے، یا پاک؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

جس کو جنابت یعنی غسل کی حاجت ہو اس کو ناپاک کہہ سکتے ہیں، مگر یہ ناپاکی ایسی نہیں ہے کہ اس کے بدن پر ناپاکی کے احکام جاری ہوں یہ ناپاکی حکماً ہے یعنی نماز پڑھنے، مسجد میں داخل ہونے، قرآن مجید کی تلاوت کرنے میں تو وہ ناپاک ہے مگر کھانے پینے میں اس کے ہاتھ کی پکائی ہوئی روٹی کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲۶۸/۲)

## جنبی نے پانی میں ہاتھ ڈال دیا:

سوال: جنبی اگر بالٹی میں ہاتھ ڈال کے پانی لیکر غسل کرے تو پانی پاک رہے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اگر جنبی کے ہاتھ میں ظاہری نجاست نہ لگی ہو تو پانی پاک ہے مگر ہاتھ ڈالنے سے مستعمل ہو جانے کی وجہ سے اس

---

(۱) لا قراءة قنوت (أی لا تكره) ، ولا أكله وشربه بعد غسل يد وفم ، ولا معاودة أهله قبل اغتساله. (الدر المختار: ۲۹/۱، أبحاث الغسل، سعيد، وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۱۶/۱، الفصل الثاني في المعاني الموجبة للغسل، رشيديه. وكذا في الحلبي الكبير: ص۵۶، الغسل في أربعة سنة، سهيل أكيڈمی، لاهور)

(۲) سؤر الآدمي طاهر بالاتفاق سواء كان مسلماً أو كافراً أو جنباً أو حائضاً أو محدثاً، الخ. (الحلبي الكبير: ص:۱۶۶، فصل في الآسار، سهيل أكيڈمی، لاهور. وكذا في بدائع الصنائع: ۲۷۴/۱، مطلب: سور الكلب والخنزير، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۳) مشكوٰة المصابيح، باب مخالطة الجنب ومايباح له: ۴۹.

لا قراءة قنوت... الخ. (الدر المختار: ۲۹/۱، أبحاث الغسل، انيس)

پانی سے غسل درست نہ ہوگا، لہذا ہاتھ دھوکر بالٹی میں ڈالے،(۱) البتہ اگر بدون ہاتھ ڈالے پانی لینے کی اور کوئی صورت نہ ہوتو ایسی مجبوری میں یہ پانی مستعمل شمار نہ ہوگا، بعض فتاویٰ کے مطابق اگر صرف انگلیاں پانی میں ڈالیں ہتھیلی نہیں ڈوبی تو پانی مستعمل نہیں ہوا، مگر اس کی وجہ غیر معقول ہے۔اللّٰھم إلاأن یوجه بتعسر الصون منه. قال فی شرح التنویر: بأن یغسل بعض أعضائه أویدخل یده أورجله فی حب لغیر اغتراف ونحوه، فإنه یصیر مستعملاً، وفی الشامیة تحت (قوله بأن یغسل): فی الخلاصة وغیرها إن کان أصبعاً أوأکثر دون الکف لایضر، قال فی الفتح: ولایخلومن حاجته إلی تأمل وجهه. (ردالمحتار: ۱/۱۸۴، مبحث الماء المستعمل) فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔غرہ ذی قعدہ ۹۳ھ (احسن الفتاویٰ: ۲/۴۰)

## جنبی کا ایسے برتن میں ہاتھ ڈالنا جس میں نل کا پانی گرکر بہہ رہا ہو:

سوال: نل سے پانی بالٹی میں گرکر بہنے لگے اور جنبی ہاتھ ڈال کر غسل کرے تو پانی پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

یہ پانی پاک ہے اور اس سے غسل بھی درست ہے اس لئے کہ یہ جاری ہے۔قال فی الهدایة: والماء الجاری إذا وقعت فیه النجاسة جاز الوضوء به إذا لم یرلها أثر، وقال: والجاری ما لایتکرر استعماله. (هدایة: ۱/۳۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔غرہ ذی قعدہ ۹۳ھ (احسن الفتاویٰ: ۲/۴۰۔۴۱)

## حالت جنابت میں ذکر وتلاوت کا حکم:

سوال: جنابت کی حالت میں کلمہ طیبہ، درود شریف اور قرآن کریم پڑھنا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

کلمہ طیبہ، درود شریف اور ہر قسم کا ذکر جائز ہے، مگر قرآن کریم کی تلاوت جائز نہیں۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۹/ربیع الآخر ۹۹ھ۔(احسن الفتاویٰ: ۲/۳۸)

---

(۱) عن أبی هریرةؓ أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: "إذا استیقظ أحدکم من نومه فلا یغمس یده فی الإناء حتی یغسلها ثلاثاً فإنه لا یدری أین باتت یده". (مسلم، باب کراهیة غمس المتوضی وغیره یده المشکوک فی نجاستها فی الإناء قبل غسلها ثلاثاً، ص۱۳۶، نمبر۲۷۸/۶۴۳/ ترمذی، باب ماجاء إذا استیقظ أحدکم من منامه، انیس)

(۲) عن ابن عمرؓ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: " لا تقرأ الحائض ولا الجنب شیئاً من القرآن". (ترمذی، باب ماجاء فی الجنب والحائض انهمالایقرء ان القرآن/شرح معانی الآثار: ۱/۸۸، انیس)

(و) یحرم به (تلاوة قرآن) ولو دون آیة علی المختار (بقصده) فلو قصد الدعاء أوالثناء أوافتتاح أمر أوالتعلیم ولقن کلمة کلمة حل فی الأصح، حتی لو قصد بالفاتحة الثناء فی الجنازة لم یکره، الخ. (الدرالمختار علیٰ صدر ردالمحتار، أبحاث الغسل، مطلب یطلق الدعاء علیٰ مایشمل الثناء: ۱/۱۷۲، بیروت، انیس)

## حالت جنابت میں درود شریف پڑھنے کا حکم:

سوال: حالتِ جنابت میں درود شریف کا معمول پورا کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

حالت جنابت میں صرف قرآنِ کریم کی تلاوت ممنوع ہے،(۱) لیکن دعائیں، اذکار وتسبیحات اور درود شریف پڑھنا، ناجائز نہیں، البتہ مستحب یہ ہے کہ درود شریف اوراذکار ودعا کے لئے کم ازکم وضو کر لے۔

**لما في الدر المختار: (ولا بأس) لحائض وجنب (بقراءة أدعية ومسها وحملها وذكر اللّٰه تعالىٰ وتسبيح) وقال الشامي: يشير إلىٰ أن وضوء الجنب لهذه الأشياء مستحب كوضوء المحدث. (شامي، باب الحيض: ۱/۱۹۳) و اللّٰه أعلم**

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ ۱۴/۳/۱۳۹۷ھ (فتویٰ نمبر ۳۲۶/۲۸ ب) (فتاویٰ عثمانی: ۱/۳۶۲و۳۶۳)

## حالت جنابت میں سلام کہنا جائز ہے:

سوال: حالت جنابت اور حیض میں کسی سے سلام مصافحہ کرنا کھانا پینا مویشی وغیرہ رہنے کے گھر میں داخل ہونا شرعاً منع ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

بحالت جنابت نماز پڑھنا، کلام پاک کی تلاوت کرنا یا بلا غلاف چھونا اور مسجد میں داخل ہونا منع ہے اس کے سوا اور سب کچھ جائز ہے، حالت حیض میں بھی امور مذکورہ اور روزہ اور جماع کے سوا سب کچھ جائز ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۴/رجب ۹۱ھ (احسن الفتاویٰ: ۲/۳۳)

## جنابت کی حالت میں سلام اور ذکر:

سوال: کیا احتلام کی صورت میں قرآن کی آیت لکھا ہوا کاغذ جیب میں رکھنا، سلام کرنا، اللہ اکبر کہنا، قرآن کے بازو سے گزرنا اور کھنڈر جگہ پر جانا درست ہے یا نہیں؟ (محمد متین احمد، بسوکلیان)

---

(۱) علی رضی اللہ عنہ قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ القرآن على كل حال الا الجنابة. (رواه النسائي في السنن الكبرىٰ: ۱/۲۲، نمبر ۲۶۲/شرح معاني الآثار: ۱/۸۷، انیس)

(۲) " لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَاتَقُوْلُوْنَ وَلَاجُنُباً اِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا". (سورۃ النساء)
اس آیت قرآنی سے پتہ چلتا ہے کہ جنبی نماز نہ پڑھ سکتا ہے اور نہ ہی مسجد میں جا سکتا ہے۔ انیس

سمعت عائشة......فقال: "وجهوا هذه البيوت عن المسجد فإني لا أحل المسجد لحائض ولا جنب. (أبوداؤد، باب في الجنب يدخل المسجد، ص ۳۴، نمبر ۲۳۲) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنبی مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا ہے۔ انیس

(ولا بأس) لحائض وجنب (بقراءة أدعية ومسها وحملها وذكر اللّٰه تعالىٰ وتسبيح) وقال الشامي: يشير إلىٰ أن وضوء الجنب لهذه الأشياء مستحب كوضوء المحدث. (ردالمحتار، باب الحيض: ۱/۱۹۳، انیس)

الجواب

جب آدمی کو غسل کی ضرورت ہو، تو اس حالت میں قرآن مجید پڑھنے، قرآن مجید کو چھونے اور مسجد میں داخل ہونے کی ممانعت ہے، چونکہ نماز بھی قرآن ہی سے متعلق ہے، اس لئے اس حالت میں نماز بھی ادا نہیں کی جاسکتی، باقی دوسرے اذکار پڑھنے کی قرآن وحدیث میں کہیں ممانعت وارد نہیں ہوئی ہے، اس لئے اس حالت میں قرآن کی آیات لکھے ہوئے کاغذ کا جیب میں رکھنا، سلام کرنا، اللہ اکبر کہنا، قرآن مجید کو ہاتھ لگائے بغیر قریب سے گزرنا اور مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ میں داخل ہونا درست ہے، اس میں مضائقہ نہیں۔(۱) (کتاب الفتاویٰ:۲/۶۶)

## حالت جنابت میں سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا:

سوال: حالت جنابت میں سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے۔ نظیرہ فی الدرالمختار: (ولابأس) لحائض وجنب (بقراءة أدعية) الخ (باب الحیض: ج۱ص۱۹۵) وفی العالمگیریة: ویجوز للجنب والحائض الدعوات وجواب الأذان و نحو ذلک. (ج۱ص۲۴) (فتاویٰ احیاء العلوم جلد اول:ص۲۹۴)

## حالت جنابت میں بال اور ناخن کاٹنا:

سوال: حالت جنابت میں بال وناخن کاٹنا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟

الجواب باسم ملهم الصواب

مطلق کراہت کا قول ملتا ہے جس سے بالعموم کراہت تحریمیہ مراد ہوتی ہے مگر یہاں قرائن سے کراہت تنزیہیہ معلوم ہوتی ہے۔ قال فی الهندية: حلق الشعر حالة الجنابة مکروه و کذا قص الأظافیر، کذا فی الغرائب. (عالمگیریة:۵/۳۵۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (احسن الفتاویٰ:۲/۳۸)

## بحالتِ جنابت ناخن اور بال ترشوانا:

سوال: غسل واجب ہو، غسل سے پہلے ناخن اور بال ترشوانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا و مصلیاً

بحالت جنابت ناخن اور بال ترشوانا مکروہ ہے۔(۲) پاکی کے بعد ترشوائے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۵/۱۱۵-۱۱۶)

---

(۱) (لابأس) لحائض وجنب (بقراءة أدعية). (درمختار: ج۱ص۱۹۵) حائضہ اور جنبی کے لیے دعاؤں کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ وفی العالمگیریة: ویجوز للجنب والحائض الدعوات وجواب الأذان و نحو ذلک. (ج۱ص۲۴، انیس)

(۲) حلق الشعر حالة الجنابة مکروه، وکذا قص الأظافیر، کذا فی الغرائب. (الفتاویٰ العالمگیریة:۵/۳۵۸، الباب التاسع عشر فی الختان والخضاب وغیره، رشیدیه، وکذا فی إمداد الفتاویٰ:۱/۴۸، باب الغسل، مکتبه دارالعلوم، کراچی)

## بحالت جنابت بال کٹوانا مکروہ ہے:

سوال: بحالت جنابت خط بنوانا، بال کتروانے اور ناخن ترشوانے جائز ہیں یا نہیں اور یہ قول کہ ایسی حالت میں غسل سے پہلے بالوں یا ناخن کے جدا کرنے سے بال اور ناخن جنبی رہیں گے اور قیامت کو مستغیث ہوں گے کہ ہم کو جنبی چھوڑا گیا، صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب

**فی رسالة هداية النور لمولانا سعد اللّٰه**، درمطالب المؤمنین می آرد: ستردن وتراشیدن موئے وگرفتن ناخنہا درحالت جنابت کراہت ست اھ اس سے امر مسئول عنہ کی کراہت معلوم ہوئی۔ (۱) باقی اس کے متعلق جو قول نقل کیا گیا ہے، کہیں نظر سے نہیں گزرا، اور ظاہراً صحیح بھی نہیں۔ تتمۂ ثالثہ صفحہ ۱۶۔ (امداد الفتاویٰ جدید جلد اول ر ص ۵۸)

## حالت جنابت میں بچے کو دودھ پلانا اور کھانا پکانا جائز ہے:

سوال: حالت جنابت میں عورت بچے کو دودھ پلا سکتی ہے؟ اور کھانا وغیرہ پکا سکتی ہے؟ جبکہ سردی کی شدت کے سبب مشکل ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

دودھ پلا سکتی ہے اور کھانا وغیرہ بھی پکا سکتی ہے۔ (۲) فقط۔ ۱۷ ر ذی قعدہ ۹۴ ھ (احسن الفتاویٰ: ۲ ر ۳۶) ☆

## جنابت کی حالت میں قرآن چھونے اور پڑھنے کا حکم:

سوال: ایک شخص پر غسل واجب ہے، وضو کر کے قرآن مجید پر ہاتھ لگا کر، پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

---

(۱) حضرت مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندیؒ تحریر فرماتے ہیں "بال کترنے اور مونڈنے اور ناخن کترنے کو بحالت جنابت بعض فقہا نے مکروہ لکھا ہے، بظاہر مراد مکروہ سے مکروہ تنزیہی ہے، جس کا مآل خلاف اولیٰ ہے۔

عالمگیری جلد خامس میں ہے: حلق الشعر حالة الجنابة مكروه، وكذا قص الأظافير، كذا في الغرائب". (فتاویٰ دار العلوم: ۱ ر ۲۳)

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: "هما أعلم بكراهية إزالة شعر الجنب وظفره دليلاً شرعياً، آه". (فتاویٰ ابن تیمیہ ۱ ر ۴۴، سعید)

(۲) وفيه جواز مصافحة الجنب واتفقوا علىٰ طهارة عرق الجنب والحائض. (حاشية مشكوٰة: ص ۴۹ ج ۱، انیس)

☆ **جنبیہ دودھ پلا سکتی ہے:**

سوال جنبی عورت بچے کو دودھ پلا سکتی ہے یا نہیں؟ بلا عذر یا عذر میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ (غلام اکبر چانڈیہ ڈی جی خان)

الجواب

جائز ہے پلا سکتی ہے۔ وفيه جواز مصافحة الجنب واتفقوا علىٰ طهارة عرق الجنب والحائض، اهـ. (حاشية مشكوٰة: ص ۴۹ ج ۱) فقط والله أعلم۔ بندہ محمد اسحاق غفر لہ۔ ۱۶ ر ۳ ر ۱۳۹۵ ھ (خیر الفتاویٰ: ۲ ر ۸۷۔۸۸)

الجواب

جنابت کی حالت میں جب انسان پر غسل واجب ہو، اس کے لئے قرآن کریم کا چھونا پڑھنا سب ناجائز ہے، (۱) اور صرف وضو کرنے سے جنابت ختم نہیں ہوتی، اس لئے صرف وضو کرنے سے قرآن کریم کا چھونا یا پڑھنا بھی جائز نہیں ہوتا، اس کے لئے غسل ضروری ہے، (۲) واللہ اعلم بالصواب

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۲/۷/۱۳۸۷ھ (فتویٰ نمبر ۱۴۶۷/۱۸، الف)

الجواب صحیح، محمد عاشق الٰہی عفی عنہ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۱/۳۶۳)

## حالت جنابت میں جزدان کے ساتھ قرآن چھونا جائز ہے یا نہیں:

سوال: حالت جنابت میں قرآن شریف کو جزدان کے ساتھ چھو سکتے ہیں یا نہیں، اور بے وضو قرآن شریف اور درود شریف پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

جزدان کے ساتھ جنبی قرآن شریف کو چھو سکتا ہے۔ (۳) اور بے وضو کا پڑھنا قرآن اور درود شریف کا درست ہے۔ (۴) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۱/۱۷۰، ۱۷۱)

---

(۱) فتاویٰ شامیہ: ج ۱/۲۹۳، ایچ ایم سعید، وفی مشكاة المصابيح: ۱/۴۹، طبع قدیمی کتب خانہ۔

عن ابن عمرؓ قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: "لا تقرأ الحائض ولا الجنب شيئاً من القرآن". (رواه الترمذي) وفي المرقاة تحته: ۲/۱۶۰: وفي شرح السنة: اتفقوا على أن الجنب لايجوز له قراءة القرآن ......والحاصل أن جمهور العلماء على الحرمة، إذ هي لائقة بتعظيم القرآن، وفي الدلالة عليها الأحاديث الكثيرة المصرحة بها وإن كانت كلها ضعيفة لأن تعدد طرقها يورثها قوة أي قوة ترقيها إلى درجة الحسن لغيره وهو حجة في الأحكام. وفي الدرالمختار: ۱/۱۷۲، يحرم به تلاوة قرآن ولو دون آية على المختار بقصده ومسه، وفي الهندية: ۱/۳۸: ومنها حرمة قراءة القرآن لاتقرأ الحائض والنفساء والجنب شيئاً من القرآن، والآية ومادونها سواء في التحريم على الأصح۔ نیز دیکھئے حوالہ سابقہ، محمد زبیر حق نواز

(۲) عن عبداللّٰه بن أبي بكر عن أبيه قال: كان في كتاب النبي صلى اللّٰه عليه وسلم لعمرو بن حزم: "لاتمس القرآن إلا على طهر". (الدارقطني، باب في نهي المحدث عن مس القرآن، ج اول، ص ۱۲۸، نمبر ۴۲۹، انیس)

(۳) ولايجوز لهم أي للجنب والحائض والنفساء مس المصحف إلا بغلاف وكذا كل ما فيه آية تامة من لوح أو درهم ونحو ذلك، لقوله تعالى: "لاَ يَمَسُّهُ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ". (غنية المستملي: ۵۶، ظفیر)

حكيم بن حزام قال: لما بعثني رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى اليمن قال: لاتمس القرآن إلا وأنت طاهر". (مستدرك على الصحيحين: ۳/۵۵۲، نمبر ۶۰۵۱، المعجم الأوسط للطبراني: ۳/۳۲۷، نمبر ۳۳۰۱، انیس)

عن عامر وسالم قالا: لايمس الرجل الدرهم فيها كتاب اللّٰه وهو جنب، قال: وقال عطاء والقاسم: يمسها إذا كانت مصرورة في خرقة". (مصنف ابن أبي شيبة، باب الرجل يمس الدرهم وهو جنب: ۱/۱۰۷، نمبر ۱۲۱۹، مصنف عبدالرزاق، باب مس المصحف والدراهم التي فيها القرآن، انیس)

(۴) ولا تكره قراءة القرآن للمحدث ظاهراً أي على ظهر لسانه حفظاً بالإجماع. غنية المستملي: ص ۵۷. والوضوء لمطلق الذكر مندوب وتركه خلاف الأولى. (الدر المختار على ردالمحتار، أبحاث الغسل، بعد مطلب يطلق الدعاء الخ: ۱/۱۶۱، ظفیر)

## جنبی کا قرآن چھونا اور دوسری جگہ لے جانا:

سوال: قرآن شریف غسل کی حاجت میں چھوسکتا ہے اور ہاتھ میں لیکر کہیں لے جاسکتا ہے یا کہ نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جنابت اور حاجت غسل کی حالت میں قرآن پاک پر کپڑا لپٹا ہوا ہوتو اس کے اوپر سے چھو سکتے ہیں۔(۱) اور ساتھ میں لے جا بھی سکتے ہیں، بغیر کسی حائل کے جنابت کی حالت میں، اسی طرح بے وضو کی حالت میں بلا کسی حائل کے نہیں چھو سکتے۔(۲) فرق یہ ہے کہ بے وضو کے زبان سے بلا قرآن پاک چھوئے ہوئے پڑھ سکتا ہے۔(۳) اور حاجت غسل کی حالت میں بلا غسل کئے زبان سے بھی نہیں پڑھ سکتا۔(۴) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند، سہارنپور، ۱۳۸۵/۱۰/۲۱ھ

الجواب صحیح: محمود عفی عنہ۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ:۱/۱۳۴)

## حالتِ جنابت میں کمپیوٹر سے قرآن لکھنے کا حکم:

سوال: جنابت کی حالت میں قرآنی آیات کی کتابت بذریعہ ٹائپ رائٹر یا کمپیوٹر کرنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

شریعتِ مقدسہ میں قرآنِ کریم کا احترام اصلاً مقصود ہے، یہی وجہ ہے کہ جُنب آدمی کے لئے قراءتِ قرآن (تلاوت کرنا) درست نہیں، اسی طرح فقہاء کرام نے جُنب کے لئے قرآنِ کریم کا لکھنا بھی منع فرمایا ہے۔ چونکہ ٹائپ رائٹر اور کمپیوٹر کے ذریعے حالتِ جنابت میں قرآن لکھنا ہوتا ہے اس لئے درست نہیں۔(۵)

---

(۱) حرمة مس المصحف: لايجوز لهما وللجنب والمحدث مس المصحف إلا بغلاف متجاف عنه كالخريطة. (فتاویٰ هندية:۱/۳۸، رشیدیہ، پاکستان)

(۲) عن عبداللّٰه بن أبي بكر عن أبيه قال: كان في كتاب النبي صلى اللّٰه عليه وسلم لعمرو بن حزم: "لاتمس القرآن إلاعلٰى طهر". (الدارقطني، باب في نهي المحدث عن مس القرآن، جلداول،ص ۱۲۸،نمبر ۴۲۹،انیس)

(۳) ولا تكره قراءة القرآن للمحدث ظاهراً أي علٰى ظهر لسانه حفظاً بالإجماع. (غنية المستملي:ص ۵۷،انیس)

(۴) عن ابن عمرؓ عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال:" لا تقرأ الحائض ولا الجنب شيئاً من القرآن". (ابن ماجة، باب ماجاء في قراءة القرآن على طهارة،نمبر ۵۹۵،انیس)

(۵) قرآن لکھنا اس صورت میں ممنوع ہے جبکہ کاغذ پر ہاتھ پڑے اور اگر کاغذ پر ہاتھ نہ لگے تو اس کے جواز میں اختلاف ہے، اسی وجہ سے عندالضرورۃ گنجائش ہے، اور ٹائپ رائٹر یا کمپیوٹر سے قرآن لکھنے میں نہ الفاظ قرآنی پڑھنے کی نوبت آتی ہے اور نہ ہی چھونے کی، لہٰذا اس صورت میں قرآن لکھنے کی گنجائش اور واضح ہے، ہاں البتہ خلاف ادب ہوگا، جیسا کہ طحطاوی کی عبارت سے وضح ہے۔ انیس

البتہ بے وضو ان جدید ذرائع سے کتابتِ قرآن کی جاسکتی ہے بشرطیکہ قرآنی آیات کو ہاتھ نہ لگے۔

لما في الهندية: "والجنب لايكتب القرآن وإن كانت الصحيفة على الأرض ولايضع يده عليها وإن كان مادون الآية". (الفتاوىٰ الهندية: ج۱ص۳۹،الفصل الرابع في أحكام الحيض)(۲)

(فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۵۶۶)

## غسل کی حاجت میں قرآن شریف کو ہاتھ میں لے کر مسجد میں جانا:

سوال: غسل کی حاجت میں قرآن شریف کو ہاتھ میں لے کر مسجد میں جاسکتا ہے، اس ارادہ سے کہ، میں وہاں جاکر اور پہلے غسل اتار کر، نماز پڑھنے کے بعد، میں قرآن مجید پڑھوں گا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

پاک کپڑے میں لپیٹ کر لے جاسکتا ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند، سہارنپور، ۱۳۸۵/۱۰/۲۱ھ

الجواب صحیح: محمود عفی عنہ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۱۵۵)

## جنبی کا کتب تفسیر وحدیث اور ترجمۂ قرآن کو ہاتھ لگانا:

سوال: جنبی کے لئے کتب حدیث وتفسیر کو چھونا یا پڑھنا یا حدیث وقرآن کا ترجمہ لکھنا یا زبانی پڑھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

جنبی کے لئے کتب حدیث وفقہ کو چھونا وپڑھنا درست ہے مگر خلاف اولیٰ ہے اور کتب تفسیر میں اگر تفسیر غالب ہو تو چھونا درست ہے ورنہ نہیں۔ قرآن لکھنے کے جواز میں اس صورت میں اختلاف ہے جبکہ کتابت اس طور پر ہو کہ کاغذ کو ہاتھ نہ لگے، عندالضرورۃ اس کی گنجائش ہے لیکن کاغذ کو ہاتھ لگانا کسی صورت میں جائز نہیں، ترجمۂ قرآن کو بھی بے وضو چھونے کے بارے میں فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے بحکم قرآن قرار دیا ہے۔

---

(۲) قال السيد أحمد الطحطاويؒ: "وأما كتابة القرآن فلابأس بها إذا كانت الصحيفة على الأرض عند أبي يوسفؒ لأنه ليس بحامل للصحيفة وكره ذلك محمدؒ وبه أخذ مشائخ بخاریؒ". (الطحطاوي على مراقي الفلاح: ج۱ص۱۱۵،باب الحيض)

(۱) لايجوزلهما وللجنب والمحدث مس المصحف إلابغلاف متجاف عنه كالخريطة. (الفتاوىٰ الهندية:۱/۳۸،انيس)

قال فی الدر المختار:"وقد جوز أصحابنا مس کتب التفسیر للمحدث،ولم یفصلوا بین کون الأکثر تفسیراً أوقرآناً، ولوقیل به اعتباراً للغالب لکان حسناً، قلت:لکنه یخالف مامر فتدبر".

قال العلامة ابن عابدین:(قوله فتدبر):" لعله یشیر به إلٰی أنه یمکن ادعاء تقیید إطلاق المتن بما إذا لم یکن التفسیر أکثر، فلا ینافی دعوی التفصیل".(الدر المختار مع رد المحتار،قبل باب المیاه:۱/۱۶۴)

وفی الدر:"(و)لا تکره (کتابة قرآن والصحیفة أواللوح علی الأرض عند الثانی) خلافاً لمحمد، وینبغی أن یقال إن وضع علی الصحیفة ما یحول بینها وبین یده یؤخذ بقول الثانی وإلا فبقول الثالث قاله الحلبی".(الدر المختار مع رد المحتار،قبل باب المیاه:۱/۱۶۲)

وفی باب الحیض منه:"(وقراء ة قرآن) بقصده (ومسه) ولومکتوباً بالفارسیة فی الأصح".(الدر المختار مع ردالمحتار:۱/۲۷۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۹/ذی قعدہ/۸۷ھ (احسن الفتاویٰ:۲/۳۶)

## جنابت کی حالت میں بوقتِ ضرورت مسجد میں جانا:

سوال: اگر مسجد کے باہر گرم پانی میسر نہ ہواور ٹھنڈے پانی سے غسل میں تکلیف ہوتی ہوتو گرم پانی کے لئے مسجد میں داخل ہوسکتا ہے یانہیں؟

ایسا ہی بسااوقات پانی کے پمپ کا بٹن مسجد کے اندر ہوتا ہے،تو کیا جُنب شخص پانی کی مشین چلانے کے لئے مسجد میں داخل ہوسکتا ہے؟

الجواب

اگر مسجد سے باہر غسل کا انتظام نہ ہواور ضرورت کے تحت مسجد میں داخل ہونا ضروری ہوتو تیمّم کرکے مسجد میں داخل ہونا جائز ہے۔(۱)

قال ابن عابدینؒ:" لکن لقائل أن یقول:إن مراد المبتغی أن الجنب إذا وجد ماءً فی المسجد وأراد دخوله للاغتسال تیمم ویدخل".(ردالمحتار علی الدرالمختار،باب التیمم: ج۱ص۲۴۳)(۲)(فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۵۳۸)

---

(۱) أبوداؤد باب فی الجنب یدخل المسجد،ص۳۴،نمبر۲۳۲۔انیس

(۲) قال إبراهیم الحلبیؒ: "جنب وجد الماء فی المسجد ولم یجده فی غیره ولیس معه أحد یأتیه به ،تیمم لأجل الدخول". (کبیری ،باب التیمم: ص ۷۲)

## بحالتِ جنابت مسجد میں داخل ہونا:

سوال: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے حالت جنابت میں مسجد میں داخل ہونا جائز تھا یا نہیں؟ اگر جائز تھا تو کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی یا سب کے واسطے برابر کا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کا دروازہ مسجد میں تھا، لہٰذا بحالتِ جنابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مرور کی اجازت تھی۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/رجب/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۲۶/۷/۵۶ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱۳/۵-۱۱۴)

## نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ بحالت جنابت مسجد سے گذرنے کی ممانعت سے مستثنیٰ کیوں:

سوال: **عن أبی سعید رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لعلیؓ: "یاعلی! لایحل لأحد یجنب فی ھٰذا المسجد غیری وغیرک" وقال علی بن المنذرؒ: قلت لضرار بن صرد: "ما معنی ھٰذا الحدیث؟" "قال: " لایحل لأحد یستطرقہ جنباً غیری وغیرک". (ترمذی مع العرف الشذی، أبواب المناقب: ج۲ص۲۱۴)**

(۳) عن أبی بکرةؓ أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم دخل فی صلوٰۃ الفجر، فأومأ بیدہ أن مکانکم، ثم جاء ورأسہ یقطر، فصلیٰ بھم.

وعن یزید بن ھارون قال: أخبرنا حماد بن سلمة بإسنادہ ومعناہ، وقال فی أولہ: فکبر، وقال فی آخرہ فلما قضی الصلاة قال: إنما أنا بشر، وإنی کنت جنباً. (سنن أبی داؤد: ۳۵/۱، باب الجنب یصلی بالقوم وھوناسٍ، امدادیہ، ملتان)

قال العلامة السھارنفوریؒ تحت ھذہ الأحادیث: أخرج الترمذیؒ فی سننہ بسندہ عن أبی سعیدؓ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لعلیؓ: یا علی! لایحل لأحد أن یجنب فی ھذا المسجد غیری وغیرک.......... فلما کان یحل لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم استطراق المسجد جنباً لا یستدل بہ لغیرہ، ولولم یکن لہ حلالاً، لم یکن اللّٰہ لیدعہ أن یدخل المسجد فی حالة الجنابة وھوعلیہ حرام. (بذل المجھود فی حل أبی داؤد: ۱۴۱/۱، باب فی الجنب یصلی بالقوم وھوناسٍ، مکتبہ امدایہ، ملتان)

وکذا فی قوت المغتذی علیٰ ھامش الترمذی: ۲۱۴/۲، أبواب المناقب، مناقب علی بن أبی طالب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ، سعید. جسرة بنت دجاجة، قالت: سمعت عائشة رضی اللّٰہ عنھا تقول: جاء رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ووجوہ بیوت أصحابہ شارعة فی المسجد، فقال صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم: وجھوا ھذہ البیوت عن المسجد، ثم دخل النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ولم یصنع القوم شیئاً رجاء أن تنزل فیھم رخصة، ==

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوکر فرمایا: کہ اے علی! میرے اور تمہارے علاوہ کسی کے لئے اس مسجد میں جنابت کی حالت میں رہنا جائز نہیں ہے۔علی ابن منذرؒ کہتے ہیں: کہ میں نے ضرار ابن صردؒ سے اس حدیث کا مطلب پوچھا، تو انھوں نے جواب دیا: کہ مطلب یہ ہے کہ جنبی ہونے کی حالت میں مسجد سے گذرنا میرے اور تمہارے علاوہ کسی کے لئے روا نہیں ہے''۔

سوال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بحالت جنابت دخول مسجد کی ممانعت سے مستثنیٰ کیوں رکھا گیا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشریت سے خارج نہیں ہیں؟

الجواب

حالت جنابت میں استطراق مسجد کے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر ائمہ سب کے لئے قائل ہیں، ان کا استدلال آیت:

''يٰـا أَيُّهَـا الَّـذِيْـنَ اٰمَـنُـوْا لَا تَـقْـرَبُـوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُباً اِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا''الآية.(سورة النساء)

(اے ایمان والو! نزدیک نہ جاؤ نماز کے جس وقت کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ سمجھنے لگو جو کہتے ہو اور نہ اس وقت کہ غسل کی حاجت ہو مگر راہ چلتے ہوئے، یہاں تک کہ غسل کرلو) سے ہے۔

یہ حضرات جمع بین الحقیقۃ والمجاز کے قائل ہیں۔ بطور صنعت استخدام،صلوۃ سے اول (حالت نشہ) میں ''حقیقت نماز'' اور ثانی (حالت جنابت) میں ''موضع صلوٰۃ'' یعنی مسجد مراد لیتے ہیں اور ''عـابری سبیل'' سے استطراق یعنی حقیقی معنی مراد لیتے ہیں۔(۱)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جو کہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز کے مانع ہیں ''صلوٰۃ'' کو ہر دو امور (حالتِ نشہ و جنابت) میں حقیقت پر حمل کرتے ہیں اور ''عبور سبیل'' کو سفر پر حمل کرتے ہیں اور حالت سفر میں بغیر غسل، تیمّم سے نماز کی اجازت دیتے

---

== فـخـرج إليهم فقال: وجهوا هذه البيوت عن المسجد ، فإني لا أحل المسجد لحائض ولا جنب. (سنن أبي داؤد:۱/۳۲، باب في الجنب يدخل المسجد ، امداديه)

مسجد میں بحالتِ جنابت داخل ہونا اس وقت بھی جائز نہ تھا اور اب بھی کسی کیلئے جائز نہیں۔

ويـحـرم دخـول الـمسجد بالحدث الأكبر لا مصلى عيد وجنازة،الخ. (الدرالمختار:۱/۱۷۱،بـاب الغسل، سعيد، وكذا في بدائع الصنائع:۱/۲۸۱،دارالكتب العلمية،بيروت)

(۱) قـال ابـن رشـدؒ فـي بـداية الـمـجتهـد:وقـوم مـنـعـوا ذلک إلا لـعـابر فيـه لامقيم ومنهم الشـافعيؒ.(بداية المجتهد: ج۱ص۳۵)

ہیں۔اس لئے کہ عدم وجدان ماء، سفر میں عذر ہے حضر میں نہیں ہے، کیونکہ یہ چیز حضر میں عموماً نہیں پائی جاتی۔(۲)

دوسری توجیہ حنفیہؒ کے یہاں ''عبورسبیل'' کی مخصوص اس حالت کے ساتھ ہے کہ کسی کو مسجد میں جنابت بالاحتلام عارض ہوگئی اس کو **بالتیمم** اور بعض ائمہ (غالبًا بخاریؒ بھی ان ہی میں سے ہیں) بغیر تیمّم اس آیت سے ''عبورسبیل'' اور ''خروج عن المسجد'' کی اجازت دیتے ہیں۔(۳)

بہرحال جنب کے لئے استطراق مسجد مطلقاً ممنوع ہی نہیں تاکہ اشکال کیا جائے جو احادیث ممانعت پر دال ہیں، وہ صراحۃً یا بعض مراداً دخول کی ممانعت پر دلالت کرتی ہیں اور مسئولہ عنہا روایت استطراق پر دلالت کرتی ہے۔

اس لئے مخالفت اصل مذاہب نہ ہوگی اس صورت میں اوروں کو منع کرنا حقیقت میں فتح ابواب الی المساجد سے کنایہ ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرہ نہ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بلکہ جملہ ازواج کے حجرے سب کے دروازے مسجد ہی کی طرف تھے اور علاوہ نماز کے جملہ امور مسلمین مسجد میں انجام پاتے تھے۔مجلس قضا بھی یہیں ہوتی تھی۔مجالس تعلیم ومشاورت بھی یہیں منعقد ہوتی تھیں اور دیگر امور متعلقہ بالامت یہاں ہی انجام پاتے تھے۔اس لئے ہر وقت مسجد میں آمد ورفت کی ضرورت پڑتی تھی۔اس لئے بخاری رحمہ اللہ نے ابواب مسجد میں ان جملہ امور کے لئے ابواب منعقد کئے ہیں۔

---

(۲) قال فی البدائع:"ولایباح للجنب دخول المسجد وإن احتاج إلیٰ ذلک یتیمم ویدخل سواء کان الدخول لقصد المکث أوللاجتیازعندنا وقال الشافعیؒ: یباح له الدخول بدون التیمم إذاکان مجتازاً واحتج بقوله تعالیٰ:

یا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لاتَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکَارٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلاجُنُباً اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا".

قیل:المراد من الصلوٰۃ مکانها وهوالمسجد کذا روی عن ابن مسعودؓ،وعابرسبیل هوالمار یقال:عبرأی مرّ، نهی الجنب عن دخول المسجد بدون الاغتسال واستثنیٰ عابرالسبیل وحکم المستثنیٰ یخالف حکم المستثنیٰ منه فیباح له الدخول بدون الا غتسال.

ولنا ما روی عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال:سدواالأبواب فإنی لا أحلها لجنب ولا لحائض ".

والهآء کنایة عن المساجد، نفی الحل من غیرفصل بین المجتاز وغیره.

وأما الآیة فقد روی عن علیؓ وابن عباسؓ:أن المراد هوحقیقة الصلوٰة وأن عابر السبیل وهوالمسافرالجنب الذی لایجد الماء فتیمم فکان هذا إباحة للصلوٰۃ بالتیمم للجنب المسافرإذا لم یجد الماء وبه نقول،وهذا التأویل أولیٰ لأن فیه بقاء اسم الصلوٰة علیٰ حالها.(بدائع الصنائع: ج۱ص۳۸)

(۳) نقل العلامة الشامیؒ:ولو أصابته جنابة فی المسجد قیل:لایباح له الخروج من المسجد من غیر تیمم اعتباراً بالدخول،وقیل: یباح.(شامی: ج۱ص۱۷۲)

بناءً علیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ضروری تھا کہ مسجد ہی کی طرف دروازہ رکھیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بوقت مواخاۃ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا حلیف اوراخ (بھائی) بنایا اور پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بعد از بدر نکاح کر دیا اوران کی آمد ورفت اور دوسری ضروریات مقتضی تھیں کہ ان کا دروازہ بھی مسجد ہی کی طرف رکھا جائے، دوسرے لوگوں نے بھی اپنے اپنے دروازے مسجد کی طرف بنائے۔

اس حدیث میں ان کو دروازے بند کرنے کا حکم دیا گیا ہے اوراس کی علت فرمائی گئی ہے کہ دروازوں کا مسجد کی طرف رہنا ''**مرور فی المسجد فی حالة الجنابة**'' کو مستلزم ہے اور یہ درست نہیں ہے۔

مگر چونکہ حسب قاعدہ ''**الضرورات تبيح المحظورات**'' جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کیلئے ایسی ضرورتیں تھیں، جس کی بنا پراس کی اجازت دی جا سکتی ہے، اس لئے اور دروازے بند کر دیئے جائیں، صرف یہ دروازے کھلے رہیں۔(۱)

اس کے بعد سب لوگوں نے اپنے اپنے دروازے دوسری طرف کھول لئے۔

مگر چونکہ نمازوں میں اور جماعت کے اوقات میں شرکت جماعت میں مشکلات حائل ہوئیں، تو کھڑکیوں کی اجازت چاہی، چنانچہ اس کی اجازت دیدی گئی کہ اس میں ''**استطراق فی حالة الجنابة**'' کی نوبت نہیں ہوسکتی تھی۔

پھر آخر میں ان خوخات (کھڑکیوں) کو بھی بند کرا دیا گیا اور صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خوخے کی اجازت دی گئی۔ جس سے ائمہ نے خلافت کی طرف اشارۃً استنباط کیا ہے۔

مساجد کی تعظیم اوران کو امتہان سے بچانے کا حکم بھی تدریجاً ہوا ہے۔

چنانچہ یہ روایت بھی اسی پر دلالت کرتی ہے حالت جنابت میں ''**بالتيمم مرور**'' کی اجازت اور خاص خاص احوال میں اجازت، ائمہ نے مجموعۂ احادیث سے جو کہ آخری استقراء حکم پر دلالت کرتی ہیں استنباط کیا ہے۔ واللہ اعلم

(مکتوبات:۱/۲۴۰ تا ۲۴۲)۔(فتاویٰ شیخ الاسلام: ص ۱۸ تا ۲۱)

## ناواقفیت میں بحالت ناپاکی، نماز پڑھنے کا حکم:

**سوال:** کسی شخص کو رات کے وقت احتلام ہوجائے اور ناواقفیت ہی میں وہ مسجد جا کر صبح کی نماز پڑھ لے، تو کیا گناہ گار ہوگا؟

---

(۱) قال الشاميؒ: وفيه: وقد علم أن دخوله صلى الله عليه وسلم المسجد جنباً ومكثه فيه من خواصه وكذا هو من خواص علي رضي الله عنه كما ورد من طرق ثقات تدل على أن الحديث صحيح. (ردالمحتار: ۱/۱۷۱)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں جب کہ ناواقفیت کی بنیاد پر نجاست کی حالت میں نماز پڑھ لے، تو وہ گناہ گار نہ ہوگا۔(۱) لیکن ناپاکی کا احساس ہوتے ہی غسل کر کے، نماز کا اعادہ اس پر لازم ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی۔ ۱۲/۶/۳/۷۳۱ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۶۰، ۶۱)

## جنبی کا مسجد کے غسل خانہ میں غسل کرنا کیسا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام کہ بیوی سے جماع کرنے کے بعد حالت جنابت میں مسجد میں جا کر غسل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

مسجد کے غسل خانوں تک جانے کا راستہ مسجد کے باہر سے ہو تو بلا شبہ جا سکتے ہیں مگر اتنی تاخیر قطعاً درست نہیں۔

**کما فی البدائع: ولایباح للجنب دخول المسجد إن احتاج إلیٰ ذلک تیمم ویدخل سواء کان الدخول لقصد المکث أوللاجتیاز (إلیٰ قوله) (ولنا) ماروی عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم أنه قال: ”سدوا الأبواب فإني لا أحلها لجنب ولا لحائض“، والهاء کناية عن المساجد، الخ. (۱/۳۸)** واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالافتاء والقضاء جامعہ بنوریہ، پاکستان، سیریل نمبر: ۱۱۴۰۴)

## ناپاک کپڑا غسل جنابت کے بعد پاک کرے یا پہلے:

سوال: حالت جنابت میں کپڑا جو ناپاک ہوگیا ہو اس کو غسل جنابت کے بعد پاک کرنا چاہیے یا غسل جنابت سے پہلے اور حالت جنابت میں کپڑا دھونے سے پاک ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

حالت جنابت میں ناپاک کپڑے کو دھو کر پاک کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں لوگوں کا یہ خیال کہ جنابت کی حالت میں ناپاک کپڑا دھونے اور پاک کرنے سے کپڑا پاک نہیں ہوتا، غلط ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی:۲/۷۶)

---

(۱) عن أبي ذر الغفاري رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: ”إن اللّٰه تجاوز عن أمتي الخطأ والنسیان وما استکرهوا علیه“. (سنن ابن ماجة، باب طلاق المکره والناسي: ص۱۴۸)

(۱) عن أبي هریرة رضی اللہ عنہ قال: لقیني رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وأنا جنب فأخذ بیدي فمشیت معه حتی قعد فانسلک فأتیت الرحل فاغتسلت ثم جئت وهو قاعد فقال: أین کنت یا أباهریرة! فقلت له، فقال: سبحان اللّٰه! ”إن المؤمن لاینجس“. (بخاري بحواله مشکوٰة المصابیح، باب مخالطة الجنب ومایباح له، انیس)

# متفرقات غسل

## غسل کے پانی کی چھینٹوں کا حکم:

سوال: غسل کے وقت نیچے سے چھینٹیں اٹھ کر بالٹی میں گرتی ہیں تو یہ پاک ہے یا ناپاک؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــ باسم ملهم الصواب

پاک ہے اور اس سے غسل بھی صحیح ہے، کیونکہ مستعمل پانی دوسرے پانی سے کم ہو تو وہ مطہر ہے، البتہ مستعمل پانی زیادہ ہو یا دونوں برابر ہوں تو اس سے غسل درست نہیں۔

قال في العلائية: فإن المطلق أكثر من النصف جاز التطهير بالكل وإلا لا. (ردالمحتار:۱/۱۶۸)(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غرہ ذی قعدہ ۹۳ھ (احسن الفتاویٰ:۲/۴۱)

## بحالت غسل جنابت چھینٹ ٹب میں پڑنے سے پانی ناپاک ہوگا یا نہیں:

حالت جنابت میں غسل کرتے وقت بالٹی یا ٹب میں چھینٹ پڑتے رہتے ہیں، اب اس کا پانی پاک رہتا ہے یا ناپاک ہوجاتا ہے، ٹب یا بالٹی سے پانی نکالنے کے لئے ہاتھ بھی ڈالتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اس پانی سے وضو یا غسل جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب ـــــــــــــ وبالله التوفيق

جس جگہ بدن پر ناپاکی لگی ہو، اگر وہاں سے اچھل کر چھینٹ پانی میں گرے گی، تو بالٹی کے پانی کو ناپاک کردیگی، (۲) جس سے غسل جائز نہیں ہوگا۔

---

(۱) الدرالمختار علیٰ صدر ردالمحتار، مطلب في مسألة الوضوء من الفساقي. انیس

(۲) و كل ماء وقعت فيه نجاسة لم يجز الوضوء به قليلاً كان أو كثيراً. (قدوري على اللباب:۱/۴۴، دارالایمان، سہارنپور)

اوراگر دوسری جگہ سے اچھل کر بالٹی میں چھینٹ گرے گی تو بالٹی کا پانی ناپاک نہ ہوگا جس سے وضوغسل درست ہوجائے گا۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند، سہارنپور،۱۲/۷/۱۳۸۵ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، محمد جمیل الرحمان، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ:۱/۱۵۳)

## غسل کی چھینٹ گھڑے پر پڑے تو پانی کا کیا حکم ہے:

سوال: بعد طہارت مقام نجس اور بعد وضو کے غسل کرتے وقت جو چھینٹ غسل کی گھڑے کے پانی میں پڑے اس سے پانی ناپاک ہوتا ہے یانہیں؟

الجواب

اس میں احتیاط کرنی چاہئے، تھوڑی بہت چھینٹوں سے وہ پانی ناپاک نہیں ہوتا۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۱۶۰،۱۶۱)

## غسل خانے کی دیواروں پر جو چھینٹیں پڑتی ہیں اس سے غسل میں نقص نہیں ہوتا:

سوال: غسل کرتے وقت جو چھینٹیں غسل خانہ کی دیوار پر پڑتی ہیں اس سے غسل میں کچھ نقصان ہوتا ہے یانہیں؟

الجواب

غسل ہوگیا، کچھ خرابی نہیں رہی۔(۳) وہم نہ کیا جاوے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۱۵۷،۱۵۸)

## تالاب میں غسل:

سوال: تالاب میں نہاتے ہیں جہاں بہت سے ہندو لوگوں کے ساتھ نہانا ہوتا ہے، اوران کے بدن اور کپڑے کی چھینٹیں بھی لگتی ہیں اس صورت میں کیا حکم ہے؟

---

(۱) (و)عفی (دم سمک) الخ وانتضاح غسالة لا تظهر مواقع قطرها فی الإناء عفو (درمختار) وفی الفتح: وما ترشش علی الغاسل من غسالة المیت مما لایمکنه الامتناع عنه مادام فی علاجه لا ینجسه لعموم البلویٰ،إالخ. (ردالمحتار، باب الأنجاس،مطلب العرق الذی یستقطر الخ:۱/۳۰۰،انیس)

(۲) (و)عفی (دم سمک) الخ وانتضاح غسالة لا تظهر مواقع قطرها فی الإناء عفو (درمختار) وفی الفتح: وما ترشش علی الغاسل من غسالة المیت مما لایمکنه الامتناع عنه مادام فی علاجه لا ینجسه لعموم البلویٰ،إلخ. (ردالمحتار، باب الأنجاس،مطلب العرق الذی یستقطر،إلخ:۱/۳۰۰)

(۳) فقہانے لکھاہے:''المشقة تجلب التیسیر'' پھرلکھاہے ''واعلم أن أسباب التخفیف فی العبادات أوغیرها سبعة'' ان میں چھٹا سبب عسروعموم بلویٰ کوشمار کیاہے اوراس قسم کے تحت جزئیات میں جوامر قابل درگذر ہے غسل خانہ کی دیوار کوبھی لکھاہے: وکذا الحمام إذا أهریق فیه النجاسات فعرق حیطانها وکوتها وتقاطر منه. (الأشباه والنظائر:ص۹۸،ظفیر مفتاحی)

الجواب

اس صورت میں غسل جائز ہے ناپاکی کا وہم نہ کرنا چاہئے ۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم:۱/ ۱۵۳)

## غسل کے بعد نجاست لگی لنگی کا حکم:

سوال: زید کو رات میں احتلام ہوا اور گندگی لنگی کے اکثر حصہ میں پھیل گئی ، جب وہ نہانے گیا تو پہلے جہاں جہاں گندگی تھی پہلے ان جگہوں کو دھلا ، پھر وضو، غسل مع فرائض کے ادا کیا۔ اب جب وہ دوسری لنگی بدلے گا تو پہلے برہنہ ہوکر پھر دوبارہ بدن دھل کر بدلے گا جب ہی پاک ہوگا ، جیسے عام طور پر لوگ غسل بعد لنگی یا اور کوئی کپڑا بدلتے ہیں، تو کیا ان صورتوں میں زید پاک ہوگا یا نہیں؟

ھو المصوب

دریافت کردہ صورت میں جب گندگی دور ہوگئی تو کپڑا پاک ہوگیا۔(۲) لہٰذا جس طرح پاک کپڑے عام حالات میں بدلے جاتے ہیں اسی طرح یہ کپڑا بھی بدلا جائے گا۔

نوٹ: اگر کپڑے کو اس طرح پاک کرلیا ہے کہ اس کی نجاست جسم تک نہیں پہنچ سکی ، یا اگر پہنچ گئی تھی تو جسم کو بھی نجاست سے پاک کرلیا ہے جسم اور کپڑا پر اب نجاست نہیں ہے تو اسی طرح کپڑا بدل لے ، برہنہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی ۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۱/ ۲۴۳)

## دوران اعتکاف غسل فرض ہوجائے تو کیا کرے:

سوال: السلام علیکم! کیا عورت اعتکاف کے دوران غسل کرسکتی ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً

اگر احتلام وغیرہ کی صورت میں غسل واجب ہو تو اعتکاف کے دوران بھی غسل کرسکتی ہے اس کے علاوہ نہیں۔(۳)

---

(۱) الیقین لا یزول بالشک. (الأشباہ والنظائر، مطبوعہ نول کشور، لکھنؤ، القاعدۃ الثالثۃ، ظفیر)

(۲) (ویطھر منی) أی محلہ الخ (وإلا) یکن یابساً ...... (فیغسل) کسائر النجاسات، إلخ (وبدن علی الظاھر) من المذھب. (الدر المختار علیٰ صدر رد المحتار، باب الأنجاس: ۱/ ۳۱۲ تا ۳۱۴، انیس)

(۳) یہ حکم اس وقت ہے جب اعتکاف واجب ہو، جیسے اعتکاف نذر، البتہ اعتکاف سنت یا نفل ہو تو مطلقاً غسل کے لئے نکلنا جائز ہے۔

(وحرم علیہ) أی علی المعتکف اعتکافاً واجباً أما النفل فلہ الخرج لأنہ منہ لہ لامبطل. (الدر المختار علی صدر رد المحتار، باب الاعتکاف: ۲/ ۴۴۴، ۴۴۵۔ انیس)

وفی الدر المختار: (وحرم علیه) ......(الخروج إلا لحاجة الإنسان) طبعیة کبول وغائط وغسل لو احتلم. (۲/ ۴۴۴، ۴۴۵) واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ دارالافتاء والقضاء جامعہ بنوریہ پاکستان فتویٰ نمبر: ۴۳۰۲۷)

## بیڈروم کے ساتھ حمام:

سوال: گھر میں بیڈروم کے ساتھ بیت الخلا اور غسل خانہ بنانا کہاں تک جائز ہے؟ کیوں کہ آج کل دونوں کو ملا کر بنانے کا فیشن ہوگیا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ

شریعت نے مکانات کے ڈیزائن اور مکان میں کس ضرورت کا حصہ کس جانب ہو؟ اس کی تعیین میں تکلف اور تحدید سے کام نہیں لیا ہے اور اسے لوگوں کی سہولت پر رکھا ہے، اگر رہائشی کمرہ کے ساتھ حمام بنانے میں سہولت بہم پہنچتی ہو، تو اس میں کوئی قباحت نہیں، بیمار اور معذور لوگوں کو خاص کر اس میں آسانی ہوتی ہے، نیز اگر خاندان کے مختلف افراد کی مشترک رہائش ہو، اور کسی مرد یا عورت کو غسل کی ضرورت پیش آجائے اور کھلے عام غسل کرنے میں حجاب ہو، تو ایسے حمامات آسانی کا باعث ہوتے ہیں، اور حیا کے تقاضے کو پورا کرتے ہیں، اس نقطۂ نظر سے یہ صورت بہتر معلوم ہوتی ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۲/ ۶۰-۶۱)

## سوئمنگ پول میں غسل کرنے کا حکم:

سوال:۔ آج کل غسل کے لئے بعض مقامات پر سوئمنگ پول بنادیئے گئے ہیں جو دَہ دردَہ حوض (ایک صد ذراع) سے کہیں زیادہ ہوتے ہیں، ان میں غسل کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ

جو حوض دَہ دردَہ ہو تو مفتیٰ بہ قول کے اعتبار سے اس کا پانی ماء جاری کے حکم میں ہے، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں سوئمنگ پول اگر دَہ دردَہ ذراع یا اس سے زیادہ ہو تو وہ ماء جاری کے حکم میں ہے اس لئے اس میں غسل کرنا جائز ہے، البتہ چونکہ سوئمنگ پول میں غسل کرنا کفار اور فساق کا وطیرہ ہے اس لئے ایسی جگہوں میں غسل کرنے سے اجتناب کیا جائے۔

لما قال طاهر بن عبد الرشیدؒ: ''الحوض الکبیر مقدر بعشرة أذرع فی عشرة أذرع......وعلیه الفتویٰ'' (خلاصة الفتاویٰ: ج۱ ص۳، کتاب الطهارة) (۱) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۵۳۵)

---

(۱) التقدیر بعشر فی عشر هو المفتیٰ به قال السید أحمد الطحطاویؒ: (قوله هو المفتیٰ به) هو قول عامة المشائخ (خانیة) وهو قول الأکثر وبه نأخذ (نوازل) وعلیه الفتویٰ، کما فی شرح الطحاویؒ''. (طحطاوی حاشیة مراقی الفلاح: ص۲۱، کتاب الطهارة، بحث أقسام المیاه، ومثله فی الهندیة: ج۱ ص۱۸، الباب الثالث فی المیاه)

## ناپاک پانی سے غسل جائز نہیں:

سوال: نجس پانی سے غسل جائز نہیں، اگر جائز ہے تو کس وقت میں اور نجس پانی سے اگر غسل کرے تو مسجد میں داخل ہو سکتا ہے یا نہیں اور قرآن شریف پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

نجس پانی سے غسل واجب (۱) نہیں اور وہ غسل معتبر نہ ہوگا، یعنی جنابت سے نہ نکلے گا، پس مسجد میں داخل ہونا اور قرآن شریف پڑھنا اس کو درست نہیں۔

درمختار میں ہے:

**(یرفع الحدث) مطلقاً (بماء مطلق)،قال فی الشامی: فخرج المقید والماء المتنجس والماء المستعمل،بحر .** (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۱۷۷)

## نجس بدن پر نجس صابون مَل کر پانی بہا دینا کافی ہے یا نہیں:

سوال: نجس بدن پر نجس صابون مَل کر پانی بہا دینا کافی ہے یا نہیں؟

الجواب

اس صابون کے دھودینے اور بہا دینے سے بدن پاک ہوجاوے گا۔ (۳) فقط واللہ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۳۵۹)

## جوعورت غسل سے معذور ہو اس سے مباشرت کرنا:

سوال: ایک شخص کی بیوی دائم المریضہ ہے غسل سے معذور رہتی ہے اور کمزور بہت ہے غسل سے تکلیف ہوجاتی ہے، مگر خاوند ضرورۃً ہمبستر ہوگیا اور بیوی سے کہا کہ غسل کی نیت سے تیمّم کر کے نماز پڑھتی رہو، تا وقتیکہ غسل نہ کر سکے، تو کیا یہ جائز ہوگا، ایسی حالت میں خاوند کا ہمبستر ہونا اور بیوی کا تیمّم کے ساتھ نمازیں ادا کرنا؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) یعنی جائز نہیں، انیس

(۲) رد المحتار، باب المیاہ:۱/۱۶۵،۱۶۶۔ظفیر

(۳) **ویطهر بدن المصلی وثوبه ومکانه عن نجس مرئی بزوال عینه وإن بقی أثر یشق زواله بالماء متعلق بقوله بزوال عینه وبکل مائع طاهرمزیل کخل ونحوه وأما لم یر أثره یغسله ثلاثاً وأثره فی کل مرة إن أمکن،إلخ.(شرح الوقایة، باب الأنجاس:۱/۱۳۷،** ظفیر **)**

**الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق**

یہ صورت جائز ہے،شوہر کے لئے ہمبستر ہونا بھی جائز اور بیوی کے لئے تیمّم سے نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔واللہ اعلم

(فتاویٰ دارالعلوم یعنی امداد المفتین:ص۲۴۵)

## سفر میں غسل جنابت:

سوال: بکر ریل میں سفر کررہا تھا اور اسے منزل مقصود پر پہنچنے کیلئے دو یا تین دن لگتے ہیں،اگر اس دوران سفر غسل کی حاجت ہوجائے تو وہ کس طرح پاکی حاصل کرکے نماز پڑھے؟

**الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً**

ریل میں پانی بھی ہوتا ہے اور غسل کی بھی جگہ ہوتی ہے،وہاں غسل کرلے،غسل خانہ نہ ہو تو پہلے بیت الخلا میں پانی بہادے پھر غسل کرلے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد ۰ دغفرلہ (فتاویٰ ۰ دیہ:۱۱۲/۵)

## پانی تھوڑا ہو تو میت،جنبی اور حائضہ میں سے کس پر صرف کیا جائے:

سوال: دو مرد ایک عورت ایک ایسی جگہ پر محبوس ہیں جہاں پانی پ ۰ ۰ د ہے۔ان کے پاس صرف اس قدر پانی ہے کہ ایک آدمی غسل کرسکتا ہے۔عورت حیض سے پاک ہوئی۔مرد جنبی۔پھر دو مردوں میں سے ایک مرجاتا ہے۔اب یہ پانی کس پر صرف کیا جائے؟ میت پر،جنبی پر،یا حائضہ پر؟ (حافظ محمد افضل اوکاڑہ)

**الجواب ــــــــــــــــ**

**الجنب أولٰی بمباح من حائض أومحدث وميت ولو لأحدهم فهو أولىٰ ولو مشتركاً ينبغي صرفه للميت.اهـ .(درمختار على الشامي: ج۱ص۱۸۶)**

اگر یہ پانی کسی کا مملوک ہے تو وہی استعمال کرے۔سب کا مشترک ہے تو میت پر صرف کیا جائے اور اگر مباح ہے تو جنبی اولیٰ ہے۔فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ،مفتی جامعہ خیر المدارس،ملتان،۱۳/۲/۱۳۹۶ھ (خیر الفتاویٰ:۲/۹۰-۹۱)

---

(۲) (وسننه) كسنن الوضوء سوى الترتيب وآدابه كآدابه.(الدر المختار: ۱۵۶/۱،مطلب سنن الغسل، سعيد.ومن آدابه....والجلوس في مكان مرتفع تحرزاً عن الماء المستعمل لوقوع الخلاف في نجاسته ولأنه مستقذر. (الدر المختار:۱۲۷/۱،آداب الوضوء،سعيد،وكذا في الفتاوىٰ العالمگيرية:۹/۱،الفصل الثالث في المستحبات،رشيديه،وكذا في إمداد الفتاح شرح نور الإيضاح: ۸۲،فصل في آداب الوضوء،حقانيه)

## ناپاکی کی حالت میں نماز، اندیشۂ کفر ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک عورت اپنے علم کے مطابق یہ سمجھتے ہوئے کہ مجھ پر غسل واجب نہیں ہوا، بغیر غسل کے نماز پڑھ لے اور بعد میں مسئلہ دریافت کرنے پر پتہ چلے کہ اس حالت میں غسل فرض ہوجاتا ہے؟

(۲) ایک عورت کو پتہ چلے کہ مجھ پر غسل فرض ہے اور وہ بغیر غسل نماز پڑھ لے؟

(۳) بغیر وضو نماز پڑھ لے؟

الجواب

(۱) اس نماز کی قضا کرے جو جنابت کی حالت میں پڑھ چکی ہے۔(۱)

(۲۔۳) بغیر طہارت کے جان بوجھ کر نماز ادا کرنا بہت ہی بڑا گناہ ہے، کفر تک کا خطرہ ہے فوراً ہی توبہ کرلے اور اس نماز کی قضا کرے اور کئے پر پشیمان اور نادم ہوجائے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ، چھٹئے مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان، ۲۵؍رجب ۱۳۸۴ھ (فتاویٰ مفتی ، جلداول:۴۲۴)

×××

---

(۱) كما في الدر المختار: والقضاء فعل الواجب بعد وقته، كتاب الصلوٰة، باب قضاء الفوائت، ج۲ص۶۳، طبع مكتبه رشيديه كوئٹه، وكذا في الهندية: ولو صلى الظهر علىٰ ظن أنه متوضیء... ثم تبين أنه صلى الظهر من غير وضوء يعيد الظهر خاصة. (كتاب الصلوٰة، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت، ج۱ص۱۲۲، طبع بلوچستان، بک ڈپو كوئٹه)

(۲) وكذا في الدر المختار: قلت: وبه ظهر أن تعمد الصلوٰة بلا طهر غير مكفر، الخ. (أول كتاب الطهارة، ج۱ص۸۱، طبع ايچ ايم سعيد، كراچی)

وكذا في شرح الفقه الأكبر: ثم الصلوٰة بغير طهارة معصية فلاينبغي أن يقال بكفره إلا إذا استحلها. (مطلب في إبراء الألفاظ المكفرة التي جمع العلامة بدر الرشيد من أئمة الأحناف، فصل في القراءة والصلوٰة، ص۴۶۸، طبع دار البشائر الإسلامية)

﴿ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَوْعَلٰى سَفَرٍاَوْجَاءَ اَحَدٌ مِّنْكُم
مِّنَ الْغَائِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا
صَعِيْداً طَيِّباً فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ،
مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ،وَّ لٰكِنْ يُّرِيْدُ
لِيُطَهِّرَكُمْ وَ لِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾

(سورة المائدة:٦)

# معذور کے احکام

## ہاتھ پاؤں سے معذور طہارت میں کس سے مدد لے:

سوال: ہاتھ پاؤں سے معذور شخص ایک عورت سے یا مرد سے، آب دست وموئے زیر ناف کٹوانے اور پاکی وطہارت کے سلسلہ میں دوسروں سے تعاون لے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر تعاون لے سکتا ہے یا لے سکتی ہے تو کس سے؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

موئے زیر ناف اگر بال صفا صابن وغیرہ کوئی چیز لگا کر بلا تعاون صاف کرسکتا ہو تو صاف کرے ورنہ استنجا وطہارت کے طریقہ سے بیوی سے یہ کام لے لے۔ اور عورت ہو تو اپنے شوہر سے یہ کام لے لے۔ اگر یہ دونوں نہ ہوں تو مرد کسی عورت سے نکاح کرکے اس کے ذریعہ سے یہ کام لے اور عورت کسی مرد سے نکاح کرکے کام لے لے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کوئی مرد، مرد کے لئے ہاتھ میں دستانہ باندھ کر کلوخ سے پہلے مبرز صاف کرے پھر پانی سے طاہر کرلے اور بیٹا پوتا نواسہ کو تقدیم ہوگی اور عورت کے لئے بیٹی پوتی نواسی ہوں تو ان سے یا بہو سے ورنہ پھر محرم عورت سے اور پھر کسی بھی عورت سے یہ کام لے لے۔ (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دار العلوم دیوبند سہارنپور (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۱۴۲)

## دونوں ہاتھ کٹا ہوا کیسے وضو کرے:

سوال: ایک شخص جس کے دونوں ہاتھ کہنیوں تک کٹے ہوئے ہیں تو وہ پیشاب، پاخانہ کرکے کس طرح پاکی حاصل کرے؟ کیا دوسرے کو حق ہوگا کہ وہ اس کے مخرج کو اپنے ہاتھ سے پاک کرے اگر نماز کا وقت ختم ہو رہا ہے تو وہ اس صورت میں کیا کرے گا؟ نیز اس کے وضو کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر وہ پانی استعمال نہیں کرسکتا تو جواز نماز کے لیے دوسرے سے مخرج دھلوانے پر شرعاً مجبور ومکلّف نہیں بغیر پانی

---

(۱) قولہ" أصلاً سقط کمریض "فی التاتارخانیة: الرجل المریض إذا لم تکن له امرأة ولا أمة وله ابن وأخ وهو لایقدر علی الوضوء، قال: یوضئه ابنه أو أخوه غیر الاستنجاء فإنه لایمس فرجه ویسقط عنه، والمرأة المریضة ... ولایخفیٰ أن هذا التفصیل یجری فی من شلت یداه لأنه فی حکم المریض. (ردالمحتار: ۱/۳۴۱، فصل فی الاستنجاء وکذا فی التاتارخانیة: ۱/۱۰۴، کتاب الطهارة، انیس)

استعمال کیے ہوئے اس کی نماز درست ہوگئی۔(۱)

ایسی مجبوری کی حالت میں وضو کی جگہ صرف چہرہ کی جگہ دیوار وغیرہ پر کسی طرح مسح کرے کہ چہرہ کا تیمّم ہو جائے، اس کی بھی قدرت نہ ہو تو ویسے ہی نماز پڑھ لے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

جواب صحیح ہے، ہاں اس کی منکوحہ یہ خدمت کرنا چاہے تو کرسکتی ہے۔(۳) اور اس کو اس پر ثواب بھی ملے گا، اس کو ایسا کرنا افضل بھی ہے۔بندہ نظام الدین عفی عنہ (فتاویٰ محمودیہ:۵/۴۰و۴۱)

## ہاتھ پیر دونوں کٹے ہوئے ہوں تو وضو کس طرح کرے:

**سوال:** ایک شخص ہے جس کے ہاتھ پیر دونوں کٹے ہوئے ہیں وہ وضو پر قادر نہیں، وہ نماز کس طرح ادا کرے؟

**الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً**

بلا وضو نماز ادا کرے، البتہ اگر مرفقین یا کعبین میں سے کوئی حصہ باقی ہے تو مقدار فرض کا دھونا واجب ہے۔

**''ولو قطعت یدہ أو رجلہ فلم یبق من المرفق والکعب شیء سقط الغسل ولو بقي وجب''.** (کما فی الشامی:۱/۶۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔(حبیب الفتاویٰ:۴/۴۱۔۴۲)

## مریضِ رعشہ کا حکم جو وضو اور استنجے پر قادر نہ ہو:

**سوال:** میرے بدن میں رعشہ ہے، جس کی وجہ سے چھوٹا بڑا استنجا بھی پوری طرح نہیں ہوسکتا ہے، اور وضو بھی باوجود کوشش کے پوری طرح نہیں ہوسکتی، کہیں سے خشک بھی رہ جاتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ ایسی حالت میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

**الجواب ــــــــــــــــ**

صورت مسئولہ میں اس شخص کو چاہئے کہ ڈھیلے سے استنجا کرلیا کرے رعشہ پانی کا لوٹا اٹھانے سے تو مانع ہوگا، مگر ڈھیلے کے اٹھانے سے مانع نہ ہوگا، پس ڈھیلوں سے استنجا کرلیا کرے اور وضو اور غسل کی جگہ تیمّم کرلیا کرے

---

(۱) مسئلہ: اگر بایاں ہاتھ بالکل کٹا ہوا ہو اور داہنے ہاتھ سے استنجا کرنا ممکن نہ ہو بایں طور کہ داہنا ہاتھ زخمی ہو یا پوچھنے کے لیے کوئی چیز نہ ہو اور نہ نلکی کا پانی ہو نہ جاری پانی ہو جس سے وہ صفائی کرسکے اور نہ ہی کوئی پانی بہانے والا ہو تو اس حالت میں استنجا نہیں کریگا۔اسی طرح اگر کسی شخص کے دونوں ہاتھ زخمی ہوں یا کٹے ہوئے ہوں اور اس کی بیوی نہ ہو یا عورت کا شوہر نہ ہو جو استنجا کرائے تو ایسی حالت میں استنجا ساقط ہو جائے گا۔یہی حکم اس مریض یا مریضہ کا ہے جس کے لیے خود سے پاخانہ یا پیشاب کرنے کے بعد دھونا یا پوچھنا ممکن نہ ہو اور نہ عورت کے لیے شوہر موجود ہو یا شوہر کے لیے بیوی موجود ہو جو استنجا کرائے، تو ایسے شخص سے استنجا ساقط ہو جائے گا۔(الفتاویٰ التاتارخانیہ:۱/۱۰۴۔الدرالمختار:۱/۳۴۱)۔(طہارت کے احکام ومسائل،ص۲۲۴،انیس)

(۲) **ولو قطعت یدہ أو رجلہ فلم یبق من المرافق والکعب شئ سقط الغسل ولو بقي وجب،الفتاویٰ العالمگیریة:۱/۵،الفصل الأول فی فرائض الوضو(رشیدیہ) من قطعت یداہ ورجلاہ وبوجہہ جراحة یصلی بلاوضوء ولاتیمم ولایعید،(الدرالمختار)قولہ ''وبوجہہ جراحة'' قید بہ لأنہ لوکان سلیماً مسحہ علی الجدار لقصد التیمم.(ردالمحتار،کتاب الطہارة:۱/۸۰.سعید،وکذا فی البحرالرائق:۱/۱۴،دارالمعرفة،بیروت،لبنان)**

(۳) **قولہ'' أصلاً سقط کمریض ''فی التاتارخانیة:الرجل المریض....... (ردالمحتار:۱/۳۴۱،فصل فی الاستنجاء وکذا فی التاتارخانیة:۱/۱۰۴،کتاب الطہارة)**

بشرطیکہ سائل صاحب اولاد وصاحب زوجہ نہ ہواور خدمت کے لئے نوکر رکھنے پر بھی قادر نہ ہو، یا صاحب اولاد وزوجہ ہواور وہ اس کو وضو اور استنجا کرانے پر راضی نہ ہوں اور اگر بیوی اس پر راضی ہو کہ وضو اور استنجا کرادے تو پھر اسکو تیمّم جائز نہیں اور بعض صورتوں میں صرف ڈھیلے سے استنجا بھی جائز نہیں یعنی جب کہ نجاست اپنے مخرج سے تجاوز کر جائے اور بیوی استنجا کرانے پر راضی ہو۔

**قال فی الدر،باب التیمم:(أولمرض) یشتد أویمتد بغلبة ظن أوقول حاذق مسلم ولوبتجربة،أو لم یجد من یوضئه، فإن وجد ولو بأجرة مثل وله ذلک لایتیمم فی ظاهر المذهب کمافی البحر،آه قال الشامی: حاصل ما فیه أنه إن وجد خادماً: أی من تلزمه طاعته (فی مثل ذلک) کعبده وولده وأجیره لایتیمم اتفاقاً،وإن وجد غیره ممن لواستعان به أعانه ولو زوجته، فظاهرالمذهب أنه لایتیمم أیضاً بلاخلاف،وقیل علٰی قول الإمام یتیمم،وعلٰی قولهما،لا، کالخلا ف فی مریض لایقدرعلی الاستقبال أوالتحول من الفراش النجس ووجد من یوجهه أویحوله،الخ. (ج۱ص۲۴۰)**

تنبیہ: استنجا میں بیوی کے سوا کسی اور سے مدد لینا جائز نہیں، ہاں وضو وغسل میں اولاد اور نوکر سب سے مدد لینا جائز بلکہ ایسے معذور پر واجب ہے۔ لیکن غسل میں پردہ کا اہتمام لنگی وغیرہ سے لازم وضروری ہے، واللہ اعلم

۲۵ / ربیع الاول ۴۷ھ۔ (امداد الاحکام جلد اول ص ۳۷۵ و ۳۷۶)

## معذور وضو کرانے کے لئے ملازم رکھ سکتا ہو تو رکھنا ضروری ہے:

سوال: ۱۲/ سال کے لڑکے کا کمر سے لے کر نیچے کا حصہ بالکل بے حس ہے۔ لیٹا ہوا، خود اٹھ کر بیٹھ نہیں سکتا اور کمزور بھی اس قدر ہے کہ ایک پانی کا گلاس خود اٹھا کر چارپائی سے نہیں پی سکتا، پاخانہ، پیشاب بھی دوسرا آدمی اس کو کراتا ہے۔ وہ قریب البلوغ ہے اور خوب سمجھ دار ہے اس پر نماز کا کیا حکم ہے؟ کپڑا بالکل پاک نہیں رکھتا۔ وضو بھی نہیں کرسکتا۔ بہرحال خلاصہ یہ ہے کہ دوسرے آدمی کے بغیر وہ کوئی کام نہیں کرسکتا۔ کیا وہ ایسے ہی بغیر وضو نماز پڑھ لے یا اسے وضو کرانا ضروری ہے؟

**الجواب**

اس لڑکے پر بعد از بلوغ نماز فرض ہوگی گھر کے لوگوں میں سے کوئی آدمی اس کا وضو کرادیا کرے۔ اگر اس لڑکے کی ملک میں کوئی مال یا جائیداد ہو تو وضو کرانے کے لئے ایک تنخواہ دار آدمی مقرر کردیا جائے یعنی خادم کا انتظام کردیا جائے۔ اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوسکتی ہوں تو یہ لڑکا تیمّم کرکے نماز ادا کرلیا کرے۔ حاصل یہ ہے کہ نماز کے وقت کوئی وضو کرانے والا ہو تو وضو کرانا ضروری ہے ورنہ تیمّم کرکے نماز ادا کرنا جائز ہوگا۔(۱)

(۱) فی التاتارخانیة:الرجل المریض إذا لم تکن له امرأة ...... الخ. (ردالمحتار:۱/۳۴۱،فصل فی الاستنجاء وکذا فی التاتارخانیة:۱/۱۰۴، کتاب الطهارة)

وإن وجد غيره ممن لو استعان به أعانه ولو زوجته فظاهر المذهب أنه لا يتيمم أيضاً بلا خلاف. (شامی: ۱/۲۱۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ بندہ عبدالستار عفی عنہ، نائب مفتی خیر المدارس، ملتان، ۱۵/۱/۱۳۸۱ھ

الجواب صحیح: محمد عبداللہ غفرلہ، مفتی خیر المدارس، ملتان (خیر الفتاویٰ: ۲/۴۸)

## بلاطہارت نماز درست ہونے اور نہ ہونے کی تفصیل:

سوال: ایک عاجز شخص اپنی حرکت سے خود بخود اٹھ بیٹھ نہیں سکتا ہے جس کی وجہ سے وضو اور تیمّم سے بھی عاجز ہے اور نہ کوئی مستقل معاون موجود ہے، تو وہ شخص کیسے نماز پڑھے؟ باطہارت یا بلاطہارت؟

الجواب ــــــــــــ حامداً و مصلیاً

معذور بعذر سماوی کے لئے شرعاً بلاطہارت نماز پڑھنا درست ہے، جیسا کہ وہ شخص جس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر کٹے ہوئے ہوں اور چہرہ زخمی ہو۔

مقطوع اليدين والرجلين إذا كان بوجهه جراحة يصلي بغير طهارة ولا تيمم ولا يعيد وهذا هو الأصح، كذا في الظهيرية. (عالمگیری: ۱/۳۱، هكذا في نور الإيضاح: ص۴۶، باب التيمم)

چونکہ وضو اور تیمّم سے عاجز شخص جس کے لئے کوئی معاون بھی نہیں وہ بھی معذور ہے، لہذا بلاطہارت نماز پڑھے گا، خلاصہ یہ کہ جس شخص کو وضو یا تیمّم پر قدرت نہ ہو اور نہ کوئی معاون ہو، اس کے لئے بلاطہارت نماز پڑھنا درست ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم، حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ (حبیب الفتاویٰ: ۶/۵۷)

## پانی اور مٹی دونوں نہ ہو تو کیا کرے:

سوال: زید گاڑی پر سفر کر رہا ہے اور بے وضو ہے ادھر نماز کا وقت ہو چکا ہے اور پانی بھی معدوم ہے نیز نماز پڑھنے کے لیے گاڑی میں جگہ بھی موجود نہیں ہے تو کیا بلا وضو بالاشارہ نماز ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟

دوسری صورت اگر اس کو وضو تو ہے لیکن جگہ نہیں تو عدم موضع کی وجہ سے نماز بالاشارہ پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

مذکورہ دونوں صورتوں میں نماز کے فوت ہونے کا بھی خوف ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــ باسم ملهم الصواب

دونوں صورتوں میں جیسے بھی ممکن ہو نماز پڑھ لے مگر بعد میں قضا کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۶/ربیع الاول ۹۸ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۲/۲۶)

## حکم فاقد طہورین:

سوال: اگر بوجہ نہ ملنے پانی یا مٹی کے وضو و تیمّم نہ کر سکے تو نماز کس طور پر پڑھنی چاہیے یا قضا کر دے؟

الجواب

اگر ایسا موقع ہو جائے ،تو وہاں تشبہ بالمصلین کرے اور نماز کو قضا کر لے، یہ مذہب امام صاحب (ابوحنیفہ) علیہ الرحمہ کا ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فتاویٰ رشیدیہ کامل:۲۴۰)

## وضو کے بارے میں معذور شرعی کی تعریف کیا ہے:

سوال: معذور شرعی جس کو وقتیہ وضو سے نماز وغیرہ پڑھنے کی اجازت ہے، اس کی مفتیٰ بہ تعریف کیا ہے؟ مجھے ریاح جاری رہتی ہے قریب قریب کوئی نماز بدوں اس کے نہیں گذرتی۔ آیا میرے لئے صرف ایک دفعہ وضو کر لینا ہر وقت کچھ کافی ہے یا نہیں؟

الجواب

معذور شرعی، ابتداءً اس وقت ہوتا ہے کہ تمام وقت نماز میں کوئی وقت ایسا اس کو نہ مل سکے کہ وضو کر کے نماز بدوں اس عذر کے ادا کر سکے۔

**"بأن لا یجد فی جمیع وقتها زمناً یتوضأ ویصلی فیه خالیاً عن الحدث الخ (وهذا شرط العذر(فی حق الابتداء، وفی)حق (البقاء کفیٰ وجوده فی جزء من الوقت) ولو مرةً (وفی)حق الزوال یشترط(استیعاب الانقطاع)تمام الوقت (حقیقةً) الخ". (درمختار)(۲)**

پس اگر ایک دفعہ بھی تعریف مذکور اس پر صادق آ گئی تو وہ معذور ہو گیا۔ پھر اس وقت تک معذور ہی رہے گا جب تک وہ عذر بالکل منقطع نہ ہو جائے۔ پس ایسے معذور کو وقت میں ایک دفعہ وضو کر لینا کافی ہے، تمام وقت میں اس عذر کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے، (۳) پھر خروج وقت سے وہ وضو باطل ہو جاتا ہے۔ فقط۔ (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۲۹۸-۲۹۹)

---

(۱) **فاقد طہورین کا مسئلہ:** جو شخص پانی اور مٹی دونوں سے کسی جگہ محروم ہو اسے فاقد طہورین کہتے ہیں۔ ایسا شخص مثلاً ایسی جگہ قید ہو جہاں ان دونوں میں سے کوئی چیز نہ ہو یا پانی تو ہو مگر اسے پیاس بجھانے کے لیے رکھا ہو۔

اسی طرح مٹی ہو مگر پاک نہ ہو تو ایسے تمام اشخاص نماز کا وقت ہو جائے تو بدوں وضو و تیمم و بلا نیت نماز کرنے کی صورت اختیار کر کے رکوع وسجدہ کریں گے۔ اور اگر زمین پاک نہ ہو تو اشارہ سے رکوع وسجدہ کریں گے اور بعد میں جب پانی یا مٹی مل جائے تو طہارت حاصل کر کے نماز کا اعادہ کر لے۔ (طہارت کے احکام ومسائل:ص۱۹۹،۲۰۰، انیس)

(۲) الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار،مطلب فی أحکام المعذور:۱/۲۸۱_ظفیر

(۳) عن عائشةؓ قالت: جاءت فاطمةؓ بنت أبی حبیش إلیٰ رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم فقالت: یا رسول اللّٰه ! إنی امرأة أستحاض فلا أطهر أفأدع الصلاة ؟ قال: لا،إنما ذلک عرق و لیس بالحیضة اجتنبی الصلاة أیام محیضک ثم اغتسلی وتوضئی لکل صلاة وإن قطر الدم علی الحصیر. (ابن ماجة،باب ماجاء فی المستحاضة التی قد عدت أیام أقرائها،ص ۸۷،نمبر ۶۲۱، انیس)

## معذور شرعی کون:

سوال: خاکسار کو تقریباً ۱۲ برس سے بواسیر کا عارضہ ہے۔ چھوٹا استنجا کر لینے یا پاخانے کے بعد ریاح کی کچھ دیر کے لئے کمی ہو جاتی ہے، اس طرح کسی صورت سے نماز ادا کرتا ہے۔ لیکن بعض وقت اس قدر ریاح کی کثرت رہتی ہے کہ ایک وضو سے ۴ رکعت پڑھنا غیر ممکن ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں تابعدار کیا کرے؟

الجواب

جب تک نماز کے پورے وقت میں اتنا وقت نہ مل سکے کہ وضو اور فرض کو بلا عذر نہ ادا کر سکیں، جب تک انسان معذور شرعی شمار نہیں ہو سکتا، اس لئے بار بار ہی وضو کرنا ہوگا۔ (۱)

البتہ ریاح کو صرف اسی وقت ناقض وضو شمار کیا جائے گا جبکہ ظن غالب ہو جائے کہ ریح خارج ہوئی۔ (۲)

(مکتوبات: ۹۱/۳)۔ (فتاویٰ شیخ الاسلامؒ: ص۲۲)

## طہارت کیلئے معذور ہونے کے کیا شرائط ہیں:

سوال: طہارت کے بارہ میں معذور ہونے کی کیا شرط ہے؟

الجواب

ابتداء میں معذور شرعی ہونے کیلئے یہ شرط کتب فقہ میں لکھی ہے کہ ایک نماز کا وقت اس پر ایسا گذر جاوے کہ اس میں اس کو اس قدر مہلت نہ ملے کہ وضو کر کے بلا اس عذر کے نماز فرض پوری پڑھ سکے۔

اگر کسی ایک وقت بھی ایسا ہو چکا ہے کہ اس کو مہلت نماز ادا کرنے کی بدوں اس عذر کے نہیں ملی تو وہ معذور ہو گیا، اس کے بعد تمام وقت میں ایک بار بھی عذر مذکور کافی ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۲۸۴/۱۔ ۲۸۵)

---

(۲) قال في البحر: " فالحاصل أن صاحب العذر ابتداءً من استوعب عذره تمام وقت صلوٰة. (البحر الرائق: ۲۱۷/۱، ومثله في المراقي مع الطحطاوي: ۸۱، عالمگیری: ۴۰/۱)

(۳) ولو أيقن بالطهارة وشک بالحدث أو بالعكس أخذ باليقين. (الدر المختار، نواقض الوضوء: ۱۵۰/۱)

(۴) (وصاحب عذر من به سلس) بول (إلیٰ قوله) (إن استوعب عذره تمام وقت صلوٰة مفروضة) بأن لا يجد في جميع وقتها زمناً يتوضأ ويصلي فيه خالياً عن الحدث (إلیٰ قوله) (وهذا...... في حق الابتداء وفي) حق (البقاء كفیٰ وجوده في جزء من الوقت) ولو مرةً، الخ. (الدر المختار علیٰ رد المحتار، مطلب في أحكام المعذور: ۲۸۱/۱، ظفير)

## قطرۂ پیشاب کی زیادتی اس قدر ہو کہ چار رکعت بھی خالی نہ بچے تو کیا کرے:

سوال: کسی کو عارضۂ تقطیر بول اس درجہ کو بڑھ جاوے کہ کسی روز چار رکعت کے اندر بھی بند نہ ہو تو اس کو یہ رخصت حاصل ہوگئی کہ بعد وضو نماز پوری کیا کرے درمیان میں قطرہ آوے یا نہ آوے۔ اور اگر یہ حالت ہو کہ پھر قطرہ دیر دیر کر آنے لگے تو اس کے لئے تا صحت کامل بھی رخصت رہے گی یا جب کبھی جس نماز میں قطرہ آوے گا تو وضو جدید کر کے نماز از سر نو پڑھے گا؟

الجواب

اس کو یہ رخصت حاصل ہوگئی، وہ معذور شرعاً ہوا، پھر تا صحت کامل یہ رخصت رہے گی۔ **كذا في الدر المختار**. (۱) فقط

(فتاویٰ دار العلوم: ۱/ ۲۸۶ ۔ ۲۸۷)

## بیس رکعت تک جس کا وضو رہے وہ معذور نہیں ہے:

سوال: مریض سلسل بول یا نکسیر یا ریح، جس کو بارہ، پندرہ، بیس رکعت سے زیادہ وضو نہ ٹھہر سکتا ہو اور مہلت تمام شب و روز میں کسی وقت اس سے زیادہ نہ ملتی ہو وہ ہر وقت بغرض تلاوت یا طلبا کو قرآن شریف پڑھانے کے لئے تیمّم سے چھو سکتا ہے یا نہیں، اور سجدۂ تلاوت پڑھ کر یا سنکر تیمّم سے کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

وہ شخص معذور شرعی نہیں ہے۔ (۲) (فتاویٰ دار العلوم: ۱/ ۲۸۷)

## حکم معذور میں شامل ہے یا نہیں، معلوم کرنے کا آسان طریقہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ایک شخص پیچش کا مریض ہے۔ اس مرض میں ریاح بھی بکثرت خارج ہوتے ہوں تو ایسا شخص نماز کے لئے صرف ایک دفعہ وضو کرے یا ہر دفعہ ریاح خارج ہونے پر

---

(۱) (إن استوعب عذره تمام وقت صلوٰة مفروضة) بأن لايجد في جميع وقتها زمناً يتوضأ ويصلي خالياً عن الحدث (ولوحكماً) لأن الانقطاع اليسيرملحق بالعدم (وهذاشرط) العذر (في حق الابتداء، وفي) حق (البقاء كفىٰ وجوده في جزء من الوقت) ولومرةً الخ، (وحكمه الوضوء) لاغسل ثوبه ونحوه (لكل فرض). (الدرالمختارعلىٰ ردالمحتار، باب الحيض، مطلب في أحكام المعذور: ۱/ ۲۸۱، ظفیر)

(۲) وشرط ثبوت العذر ابتداءً أن يستوعب استمراره وقت الصلوٰة كاملاً كالانقاع لايثبت مالم يستوعب الوقت كله. (عالمگیری: ۱/ ۳۸، ظفیر) اس کو قرآن شریف کا چھونا اور سجدۂ تلاوت بدونِ وضو کے درست نہیں ہے۔ (ويجب بسبب تلاوة آية، الخ، بشروط الصلوٰة المتقدمة (درمختار) ولهذا لايجوز أدائها بالتيمم إلا أن لايجد ماءً، الخ. (ردالمحتار، باب سجود التلاوة: ۱/ ۷۱۸، ظفیر)

وضو کرے۔ میں نے دارالعلوم لانڈھی سے جواب منگوایا تھا انہوں نے لکھا تھا کہ ''ایک وقت نماز کا پورا حالت عذر میں گزر جائے۔ اور وہ ریاح کو روکنے پر قدرت بھی نہ رکھتا ہو۔ اور وہ حالت عذر اس وقت کے بعد بھی برقرار رہے تو ایسا شخص شرعاً معذور ہے۔ اب دوسری نمازوں کے لئے وہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرے۔'' مگر مجھے کوئی ایسا وقت نہیں ملتا ہے کہ میں شرعاً معذور مندرجہ بالا جواب کے مطابق ہوں، تو کیا مرض پیچش شرعاً معذوری کے لئے کافی نہیں؟

میں ایک نماز کے لئے بسا اوقات پانچ یا چھ بار وضو کرتا ہوں۔ تب کہیں جا کر نماز ادا کر پاتا ہوں۔ جماعت کی نماز بھی وضو کرتے کرتے ہی رہ جاتی ہے۔ میرے پاس بسا اوقات وقت بھی اتنا نہیں ہوتا کہ اتنی مرتبہ وضو کر سکوں۔ اگر عشا کی نماز میں یہ حالت پیش آجائے تو میں اس انتظار میں کب تک رہوں کہ ایک وضو سے پوری نماز ادا کرلوں۔ اگر پوری رات جاگوں تو صبح کام پر جانا پڑ جاتا ہے۔ اتنی مرتبہ وضو کرنے میں بہت شرم اٹھانی پڑتی ہے۔ لوگ ہنستے ہیں۔ میرے ساتھ تقریباً ہر نماز میں یہ حالت پیش آتی ہے۔ بینوا توجروا؟

الجواب ـــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

آپ ایک دفعہ ایسی نماز کا وقت منتخب کریں جو کم از کم ہو اور اس وقت میں آپ کو فرصت بھی ہو۔ مغرب کا وقت سب اوقات سے کم ہوتا ہے۔ میرے مرتبہ نقشہ میں غروب شفق احمر کا وقت دیا گیا ہے۔ اس کو وقت مغرب کی انتہا قرار دیا جا سکتا ہے پس آپ کسی روز بوقت مغرب خوب اہتمام سے اس کی کوشش کریں کہ پورے وقت میں ایسا موقع مل جائے جس میں آپ وضو کی اور فرض نماز کی سنتیں چھوڑ کر فرض پڑھ سکیں۔ اگر اتنا وقت نہیں ملتا تو آپ معذور کی تعریف میں داخل ہو گئے۔ آئندہ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ پورا وقت بیٹھے انتظار کرتے رہیں۔ بلکہ صرف پورے وقت میں ایک دفعہ ریاح کا خروج ضروری ہے۔ جب تک یہ حالت رہے گی آپ معذور ہیں۔ ہر وقت کے لئے نیا وضو ضروری ہوگا۔(۱) اس وقت کے اندر اس وضو سے جو چاہیں پڑھیں۔ وقت کے اندر عذر پیش آنے سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔(۲) البتہ اور کوئی چیز وضو توڑنے والی صادر ہوئی تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا، خروج وقت سے وضو جاتا رہے گا البتہ اگر انقطاع عذر کی حالت میں وضو کیا پھر خروج وقت تک عذر پیش نہ آیا تو خروج وقت سے وضو نہیں گیا۔ بلکہ اس کے بعد جب پھر عذر پیش آئے گا اس وقت وضو ٹوٹے گا غرضیکہ صرف ایک وقت میں صرف ایک دفعہ آپ کو تکلیف کرنا پڑے گی۔ اگر اس میں عذر ثابت ہو گیا تو آئندہ کے لئے کوئی تکلیف نہیں۔ صرف اس کا خیال رکھیں کہ ہر نماز کے

(۱) عن عائشةؓ قالت: جاء ت فاطمةؓ بنت أبی حبیش إلٰی رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم .......الخ. (ابن ماجة، باب ماجاء فی المستحاضة التی قد عدت أیام أقرائها، ص۸۷، نمبر۶۲۱، انیس)

(۲) (وحکمه الوضوء)......(لکل فرض)......(ثم یصلی) به (فیه فرضاً ونفلاً) فدخل الواجب (فإذا خرج الوقت بطل) أی ظهر حدثه السابق، الخ. (الدر المختار علیٰ رد المحتار، مطلب فی أحکام المعذور: ۱/۳۰۵-۳۰۶، انیس)

پورے وقت میں ایک دفعہ عذر پیش آتا ہے یا نہیں۔ اگر پورے وقت میں ایک دفعہ بھی عذر پیش نہ آیا تو معذور کا حکم ختم ہو جائے گا۔ حکم معذور ختم ہونے کی صورت میں مزید اس امر کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ جو پورا وقت نماز عذر سے خالی گزرا ہے۔ اس سے پہلے وقت میں اگر بحالت عذر وضو کیا مگر نماز پوری کرنے سے قبل عذر منقطع ہو گیا اور پھر دوسری نماز کا پورا وقت بھی بدوں عذر کے گزر گیا تو اس پہلے وقت کی نماز کی قضا فرض ہے۔ مثلاً ظہر کا وضو بحالت عذر کیا مگر ظہر کے فرض شروع کرنے سے قبل یا نماز کے دوران سلام پھیرنے سے قبل عذر ختم ہو گیا پھر عصر کا پورا کامل وقت بھی بلا عذر گزر گیا تو نماز ظہر کی قضا کرے ہاں اگر ظہر کے فرض کے سلام پھیرنے کے بعد عذر منقطع ہوا تو قضا فرض نہیں۔ ظہر کی قضا کی صورت میں صاحب ترتیب کی بھی عصر کی نماز ہوگئی۔ کیونکہ نماز ظہر صحیح نہ ہونے کا علم عصر کی نماز کے بعد ہوا ہے،

اگر آپ کو مغرب کی نماز باوضو پڑھنے کا موقع مل گیا تو پھر کسی اور وقت کا تجربہ کریں۔ عشا کا وقت زیادہ وسیع ہونے کی وجہ سے اس کے تجربہ میں اگر چہ مشقت زیادہ ہوگی مگر اس لحاظ سے اس میں فائدہ ہے کہ عشا کی نماز سب نمازوں سے زیادہ طویل ہے۔ اس لئے کہ اس میں وتر بھی شامل ہے۔ چار فرض اور تین وتر، سات رکعات پڑھنے تک اگر وضو نہ ٹھہرا تو آپ معذورین کی فہرست میں داخل ہو جائیں گے۔ سفید شفق کے غروب سے لے کر صبح صادق تک عشا کا وقت ہے۔ سفید شفق کے اوقات میرے مرتبہ نقشے میں عشا ۲، کے تحت دئے گئے ہیں عشا کے پورے وقت میں یہ کوشش کریں کہ پھرتی سے اس طرح وضو کریں کہ صرف چار عضو دھوئیں جن کا دھونا فرض ہے۔ وضو کی سنتیں چھوڑ دیں پھر چار رکعت فرض اور تین رکعت وتر اس طرح پڑھیں کہ ان میں صرف فرائض اور واجبات ادا کریں سنتیں چھوڑ دیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ شروع میں ثنا، اعوذ باللہ اور بسم اللہ چھوڑ دیں، سورۂ فاتحہ کے بعد آمین نہ کہیں پھر کہیں سے بھی اتنا قرآن پڑھیں کہ کل تیس (۳۰) حروف ہو جائیں رکوع اور سجدہ میں ایک تسبیح کہیں، قومہ میں **ربنا لک الحمد** چھوڑ دیں، فرض کی آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھیں بلکہ ایک بار **سبحان ربی الأعلیٰ** کہنے کی مقدار قیام کر کے رکوع کر لیں، آخر میں صرف تشہد پڑھ کر سلام پھیر دیں اور درود شریف اور دعا نہ پڑھیں۔ اور وتر میں مسنون دعاء قنوت کی بجائے کوئی مختصر دعا مثلاً ''**ربنا آتنا**''، الخ، یا ''**رب اغفرلی** ''وغیرہ پڑھیں۔

اگر آپ پر معذور کا حکم ثابت نہ ہو تو وضو کر کے نماز شروع کر دیا کریں اگر درمیان میں بلا اختیار وضو ٹوٹ گیا تو دوبارہ وضو کر کے پڑھی ہوئی نماز پر بنا کر لیا کریں مگر صحت بنا کی شرائط کا لحاظ ضروری ہے۔ (ان شرائط کی تفصیل احسن الفتاویٰ، باب مفسدات الصلوۃ میں درج ہے۔) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۵؍شعبان ۹۱ھ (احسن الفتاویٰ:۲/ ۷۶ تا ۷۸)

## معذور کے وضو کا کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص کو عارضہ ناسور کا ہے اور قطرہ قطرہ رطوبت خارج ہو کر کپڑے میں جذب ہو جایا کرتی ہے اور

یہ مرض دائمی ہے تو یہ شخص عصر کے وضو سے مغرب کی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اسی کپڑے کو پہنے ہوئے نماز پڑھنا اور امام ہونا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

وہ شخص معذور ہے اور معذور غیر معذورین کا امام نہیں ہوسکتا۔ **کما فی الدر المختار: "ولا طاهر بمعذور".** (۱)

اور معذور وقت کے اندر نماز اس عذر کے ساتھ پڑھ سکتا ہے اور کپڑے کے دھونے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر یہ اندیشہ ہے کہ اگر کپڑے کو دھویا جاویگا تو نماز سے پہلے ناپاک ہوجاویگا تو نہ دھونا درست ہے اور اگر یہ سمجھتا ہے کہ نماز سے فارغ ہونے تک درہم سے زیادہ ناپاک نہ ہوگا تو دھونا چاہئے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/ ۲۹۵-۲۹۶)

## معذور وقت سے پہلے وضو کرسکتا ہے یا نہیں:

سوال: ایک شخص کو پیشاب میں قطرہ آتا ہے اور ہر وقت آتا رہتا ہے، چونکہ یہ شخص ہر نماز کے واسطے تازہ وضو کرتا ہے، مغرب کے وقت اس کی ایک یا دو رکعت جماعت سے فوت ہوجاتی ہے ایسے وقت میں وقت سے پہلے وضو کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

جبکہ وہ شخص معذور ہے تو اس کو قبل از وقت وضو کرنا درست نہیں ہے، (۳) بس وقت کے بعد ہی وضو کرے اگر چہ جماعت فوت ہوجاوے۔ (۴) (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/ ۲۸۷ و ۲۸۸)

## معذور اشراق کے وضو سے ظہر پڑھ سکتا ہے:

سوال: کوئی معذور آدمی ہے اس نے وضو کر کے فجر پڑھی، پھر طلوع آفتاب کے بعد وضو کر کے اشراق پڑھی،

---

(۱) الدر المختار علیٰ صدر رد المحتار: ۱/ ۵۴۱، ظفیر

(۲) (وحكمه (أی صاحب العذر)(الوضوء) لا غسل ثوبه ونحوه (لكل فرض) (إلٰی قوله)(وإن سال علٰی ثوبه) فوق الدرهم (جاز له أن لايغسله إن كان لو غسله تنجس قبل الفراغ منها)أی الصلٰوة (وإلا) يتنجس قبل فراغه (فلا)يجوز ترک غسله، هو المختار للفتویٰ (الدر المختار علیٰ رد المحتار: ۱/ ۳۸۱، ظفیر)

(۳) نوٹ: چونکہ معذور کا وضو فرض وقت کے نکلنے سے ٹوٹ جاتا ہے، اور یہاں مغرب سے پہلے وضو کرنے میں عصر کا وقت نکلنے سے وضو ٹوٹ جائیگا، اس لئے وقت سے پہلے وضو کرنا درست نہیں۔ انیس۔

(۴) (وصاحب عذر)(إلٰی قوله)(وحكمه الوضوء...... (لكل فرض) اللام للوقت كما فی "لدلوک الشمس" (ثم يصلی) به (فيه فرضاً ونفلاً)......(فإذاخرج الوقت بطل) . (الدر المختار علیٰ ردالمحتار، مطلب فی أحكام المعذور: ۱/ ۲۸۰، ظفیر)

کچھ دیر کے بعد اسی وضوسے چاشت پڑھی کیا ہوگئی؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــ باسم ملہم الصواب

چاشت ہوگئی، بلکہ اسی وضو سے ظہر بھی پڑھ سکتا ہے۔ کیونکہ معذور کا وضو وقت کے خروج سے ٹوٹتا ہے۔(۱) اس لئے ظہر کا وقت ختم ہونے تک فرائض نوافل جو چاہے پڑھے۔

**قال فی التنویر: ثم یصلی فیه فرضاً ونفلاً فإذا خرج الوقت بطل،وفی الشرح: وأفاد أنه لو توضأ بعد الطلوع ولو لعید أوضحی لم یبطل إلا بخروج وقت الظهر. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار،مطلب فی أحکام المعذور:۱/۲۸۲)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۰/ربیع الآخر ۹۴ھ (احسن الفتاویٰ ۲/۷۸)

## معذور کی نماز کا حکم اور کپڑوں کے پاک کرنے کا طریقہ:

سوال: اگر کوئی شخص اس قدر معذور ہوجائے کہ چار رکعت کی تعداد تک بھی خالی از عذر نہیں رہتا، اب دو وجہ ہیں، ایک یہ کہ سلس البول کے عارضہ میں مبتلا ہے، اب اگر وہ شخص دو تہبند بھی رکھے تو بھی لاچار ہے، اگر اب ہر چار رکعت کے لئے تہبند علیحدہ بنائے تو بھی حرج عظیم ہے، اور جس قدر مقدار چار رکعت میں کپڑا ناپاک ہورہا ہے وہ ہر دفعہ دھونا پڑے گا یا نہ، اسی طرح ریح والا ہر چار رکعت کی مقدار میں جو مبتلا ہوجاتا ہے وہ ہر چار رکعت کے بعد وضو کی تجدید کرے یا نہ کرے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ

ایسا معذور جو چار رکعت بھی بدوں عذر کے نہ پڑھ سکے اس کو ہر وقت تازہ وضو کرنا چاہئے، وقت کے اندر اندر اس وضو سے بہت نمازیں پڑھ سکتا ہے، گو وہ عذر جاری ہو پس ریح والا جو اتنا وقت بھی ریح سے خالی نہیں پاتا جس میں وضو کر کے فرض نماز پڑھ سکے تو معذور شرعی ہے، اس کو ہر چار رکعت کے بعد تجدید وضو کی ضرورت نہیں، ایسے ہی سلس البول والا، اور اگر وضو اور فرض نماز کی مقدار اس عذر سے خالی وقت ملتا ہو تو وہ معذور شرعی نہیں، رہا کپڑا پاک کرنے کا حکم، تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر کپڑے کا دھونا مفید ہوتا ہو کہ اگر کپڑا دھو کر نماز پڑھے تو نماز کے درمیان میں وہ دوبارہ ناپاک نہ ہوتا ہو تب تو اس کے ذمہ دھونا واجب ہے، اور اگر مفید نہ ہو یعنی یہ حالت ہو کہ کپڑا دھو کر نماز پڑھنے سے درمیان نماز کے وہ پھر ناپاک ہوجاتا ہو تو دھونا واجب نہیں۔

**قال فی حاشیة مراقی الفلاح: وفی النوازل: إن کان لو غسله تنجس ثانیاً قبل الفراغ من الصلوٰة جاز أن لا یغسله وإلا فلا قال هو المختار، آه. (ص۸۶)**

---

(۱) نوٹ: چونکہ معذور کا وضو فرض وقت کے نکلنے سے ٹوٹتا ہے اور یہاں ظہر سے قبل کسی فرض وقت کا خروج نہیں ہورہا ہے بلکہ ایک مہمل وقت کا خروج ہورہا ہے اس لئے ظہر سے قبل وضو کرنے سے وہ وضو خروج ظہر تک باقی رہے گا۔ جیسا کہ علامہ شامیؒ نے واضح کیا ہے: (قوله وأفاد) أی بقوله فإذا خرج الوقت بطل، فإن المراد به وقت الفرض لا المهمل. (ردالمحتار، مطلب فی أحکام المعذور:۱-۳۰۶، بیروت، انیس)

مگر جب نجاست بہت زیادہ جمع ہو جایا کرے تو دن میں ایک بار دو بار دھولیا جائے۔

۲۳ رشعبان ۴۲ھ۔ (امداد الاحکام، جلد اول، ص ۳۷۲)

## معذور کا وضو اور نماز:

سوال: اگر بیٹھ کر استنجا کیا جائے لیکن استنجا کے بعد ایک قطرہ سے بھی کچھ کم حصہ پھر باہر نکل آتا ہے، تو کیا ایسی صورت میں نماز ادا کی جا سکتی ہے اور طہارت باقی رہتی ہے؟ (الطاف بیگ، نظام آباد)

الجواب

بہتر یہی ہے کہ وہ اس حصہ کو دھولے، تاہم اگر پیشاب اتنی کم مقدار میں نکلا جس کا آپ نے ذکر کیا ہے اور دوبارہ استنجا کے بغیر وضو کر کے آپ نے نماز پڑھ لی تو نماز ادا ہو جائے گی، کیوں کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر نجاست ایک درہم کو پہنچ جائے تو اس کو دھونا واجب ہے اور اس سے کم ہو تو اسے دھونا ضروری نہیں:

"وإن كان أقل من قدر الدرهم لا يجب غسله عند أبي حنيفةؒ وأبي يوسفؒ". (۱)

جس شخص کو اس طرح کا عارضہ ہو، اسے چاہئے کہ پانی کا استعمال کرنے سے پہلے کھڑا ہو جائے یا کوئی ایسا عمل کرے جس سے پیشاب کے قطرات پوری طرح نکل آئیں، پھر پانی کا استعمال کرلے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۲/۴۶-۴۷)

## معذور کے لئے وضو باقی رہنے کا حکم اور یہ کہ وہ اسی وضو سے ادا و قضا نماز پڑھ سکتا ہے:

سوال: زید کو قضا نمازیں بہت سی رہی ہوئی پڑھنی ہیں اور اس کا وضو نہیں ٹھیرتا ہے اس کو وضو ٹوٹ جانے کا مرض ہے وہ ایک ہی وضو سے چار پانچ نمازیں اکٹھا پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

جب تک ایک وقت کسی نماز کا باقی ہے اس کا وضو رہے گا اس میں جتنی قضا نمازیں چاہے پڑھے۔ (۲) فقط

(امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۳۴)

## معذورین کے لئے مختصر ترین نماز:

سوال بندہ پیٹ کی تکلیف کا دائمی مریض ہے ریاح خارج ہوتی رہتی ہے، اگر وضو کے بعد ریاح کو اتنی دیر روک لیا جائے کہ نماز مکمل پڑھی جا سکے تو پیٹ میں تکلیف پیدا ہو کر دل کی طرف آجاتی ہے۔ اگر ریاح کو نہ روکا جائے تو

---

(۱) بدائع الصنائع: ۱/۴۔

(۲) (وصاحب عذر) (إلى قوله) (وحكمه الوضوء...... (لكل فرض) اللام للوقت كما في "لدلوك الشمس" (ثم يصلى) به (فيه فرضاً ونفلاً)......(فإذا خرج الوقت بطل). (الدر المختار على رد المحتار، مطلب في أحكام المعذور: ۱/۲۸۰، انیس) البتہ جب دوسری نماز کا وقت آئے گا تو یہ وضو کافی نہ ہوگا دوبارہ وضو کرنا پڑے گا۔ (فتاویٰ دار العلوم: ۱/۵۳، سعید)

کئی دفعہ وضوٹوٹ ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے نماز دہرانی پڑتی ہے۔ یہ صورت متواتر پریشان کن ہے۔ شرعی لحاظ سے بندہ معذور ہے یا نہیں؟ (محمد فاروق، ملتان)

الجواب

وضوکرکے اگر صرف نماز کی فرض رکعتیں بغیر وضوٹوٹے پڑھ سکتے ہوں تو آپ شرعاً معذور نہیں ہوں گے۔ گو اس دوران ریاح کو معمولی طور پر روکنا بھی پڑے یہ فرض رکعتیں بھی اس طرح سے پڑھیں کہ صرف نماز کے فرض وواجبات ادا ہوجائیں گو سنن ومستحبات رہ جائیں اس طرح یہ رکعتیں مزید مختصر ہوجائیں گی۔

مثلاً قیام میں صرف سورۃ فاتحہ اور سورۂ کوثر یا اخلاص۔ رکوع اور سجود میں ایک ایک دفعہ تسبیح اور التحیات کے بعد ''اللّٰھم صل علٰی محمد وعلیٰ آل محمد'' مختصر درود اور ''اللّٰھم اغفرلی'' دعا کافی ہے تیسری اور چوتھی رکعت کے قیام میں صرف تین تین مرتبہ ''سبحان اللّٰہ'' گو سورۂ فاتحہ نہ پڑھیں۔ امید ہے کہ اس طرح سے آپ باوضو نماز پڑھ سکیں گے۔ اگر اس میں بھی دشواری ہو تو تفصیل لکھ کر دوبارہ جواب حاصل کرلیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار، عفا اللہ عنہ، نائب مفتی خیر المدارس، ملتان، ۲۴/۸/۱۳۸۸ھ۔ (خیر الفتاویٰ:۲/۶۳)

## معذور کے لئے آخر وقت میں نماز ادا کرنے کا حکم:

سوال: اگر نماز مغرب کے قریب، کہیں چوٹ لگ جائے، یا کوئی چھوٹا دانہ ٹوٹ جائے اور دونوں حالتوں میں خون نکل آئے اور خون بند نہ ہو، بلکہ ذرا ذرا سا پانی نکلتا رہے، ایسی حالت میں مغرب کا وقت نہایت مختصر ہوتا ہے، نماز کس طرح ادا کی جائے؟

الجواب

**فی رد المحتار، فی أحکام المعذور: ولو عرض بعد دخول وقت فرض انتظر إلیٰ اٰخرہ فإن لم ینقطع یتوضأ ویصلی ثم إن انقطع فی أثناء الوقت الثانی یعید تلک الصلوٰۃ وإن استوعب الوقت الثانی لا یعید لثبوت العذر حینئذٍ من وقت العروض، اھ.**

اس سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں آخر وقت میں نماز پڑھے پھر اگر عشا کے وقت وہ بند ہوگیا اور ختم وقت عشا تک بند رہا تو مغرب کی نماز پھر لوٹا دے۔

۴/ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ۔ تتمۂ ثالث: ۲۳۔ (امداد الفتاویٰ جدید جلد اول، ص ۵۶)

## نماز کے وقت نکسیر جاری ہوجائے تو کیا کرے:

سوال: نماز کا وقت شروع ہوجانے کے بعد، کسی کی نکسیر جاری ہوئی اور آخر وقت تک بند نہیں ہوئی، تو نماز کس طرح پڑھے؟

الجواب

اگر دخولِ وقت کے بعد کسی کو عذر نکسیر وغیرہ پیش آیا تو وہ آخر وقت تک انتظار کرے، اگر نکسیر برابر جاری ہے تو اسی

حالت میں وضو کرکے نماز ادا کرے اور اگر دوسرے وقت عذر کا استیعاب رہا تو اعادہ لازم نہیں، ورنہ اعادہ لازم ہے، شامی۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۲۸۵-۲۸۶)

## بار بار پیشاب آتا ہو تو وضو کیسے کرے:

سوال میری عمر تہتر (۷۳) برس ہے بار بار پیشاب آتا ہے صبح کو ایک ڈیڑھ گلاس پانی دوا کے طور پر پیتا ہوں ظاہر ہے کہ پیشاب بار بار آئے گا۔ اگر پانی نہیں پیتا تو جوڑوں میں درد ہونے کا امکان ہے۔ کئی سال سے یہ تکلیف ہے اب کھانسنے پر یا کسی ایسی جگہ پر گزرنے سے جو کہ سڑک کی سطح سے نیچے ہو پیشاب کا قطرہ نکل جاتا ہے۔ رات کو سوتا ہوں تو شبہ رہتا ہے کہ شاید کوئی قطرہ نکل گیا ہو۔ رات کو کئی مرتبہ اٹھتا ہوں اس خیال سے کہ قطرہ نکل گیا ہو تو پاک کرلوں۔ عرصہ کئی سال سے صبح سویرے نچلا دھڑ اپنا اچھی طرح سے دھوکر پاک کرتا ہوں، پھر وضو کرتا ہوں، پھر نماز پڑھتا ہوں اور پھر نوافل و وظائف کے لئے کئی بار وضو کرتا ہوں اور پیشاب بھی رک رک کر آتا ہے۔ دریافت طلب بات یہ ہے کہ اس بیماری کی وجہ سے اور پیشاب بار بار کرنے کی وجہ سے وضو کرنا ضروری ہے یا نہ؟

الجواب

بہتر یہ ہے کہ آپ لنگوٹ باندھ لیا کریں اس سے قطرہ سوراخ ذکر سے باہر نہیں آئے گا۔ اگر کسی وقت آ بھی جائے تو صرف کپڑا بدل لینا کافی ہوگا۔ استنجا کرکے وضو کرلیں نچلا دھڑ پورا دھونے کی ضرورت نہیں۔ بار بار وضو کرنے کی صورت میں دقت ہو تو جلدی جلدی بھی کرسکتے ہیں لیکن فرائض وضو کا ہر حال میں اہتمام رہے۔ فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ، ۱۴۰۶/۶/۶ھ۔ الجواب صحیح۔ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ (خیر الفتاویٰ:۲/۶۴-۶۵)

## بعد استنجا چند قدم چلنے سے قطرہ آنا:

سوال: بعد فراغت استنجا آٹھ دس قدم چلنے پر پیشاب کے قطرے نکل کر پائجامہ کو لگ جائیں تو ایسی حالت میں نماز پڑھنا، تراویح پڑھانا جائز ہے؟

الجواب

بفضل اللہ تعالیٰ جب قطرے گرنے کا مرض دائمی نہیں، عارضی طور پر ہے تو (اس کے ازالہ کی تدبیر یہ ہے کہ) بعد قضائے حاجت مٹی یا کچی اینٹ کے ڈھیلے کے ساتھ ٹہلے یعنی چند قدم چلے اور داہنا پاؤں بائیں پاؤں پر چڑھا کر دبائے اس تدبیر سے جو قطرے اندر ہونگے وہ نکل جاویں گے، جب اطمینان ہو جاوے تب پانی سے استنجا کرے اور وضو کرکے نماز پڑھے اور پڑھا بھی سکتا ہے۔

---

(۱) ولو عرض بعد دخول وقت فرض انتظر إلٰی آخرہ، فإن لم ینقطع یتوضأ ویصلی ثم إن انقطع فی أثناء الوقت الثانی یعید تلک الصلوٰۃ، وإن استوعب الوقت الثانی لایعید لثبوت العذر حینئذ من وقت العروض، آہ. (ردالمحتار، مطلب فی أحکام المعذور:۱/۲۸۱، ظفیر)

اگر مذکورہ تدبیر اختیار کرنے سے قطرہ آنے کی شکایت دور نہ ہو بلکہ قطرے آتے ہی رہیں اور نماز کا وقت ختم ہونے کا اندیشہ ہے تو ایسی حالت میں بھی بدن پاک کرے اور وضو کرکے پاک کپڑے پہنے پھر نماز پڑھے، نماز قضا نہ ہونے دے، لیکن امامت کی اجازت نہیں، (ہاں اپنے جیسے معذورین یعنی جن کو سلس البول کا مرض ہو ان کی امامت کرسکتا ہے)

**(ولا يصلى الطاهر خلف من هو في معنى المستحاضة) كمن به سلس البول (إلىٰ قوله) ويجوز اقتداء معذور بمثله إذا اتحد عذرهما لا إن اختلف.** (فتح القدير: ۲۵۹/۱-۲۶۰)

ایسی حالت ہمیشہ رہتی ہو تو تفصیل معلوم کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ اس کے احکام الگ ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ ۹۵/۸و۹۶)

## پیشاب کے بعد جس کو قطرہ آتا رہتا ہو وہ کب معذور ہوگا:

سوال: بعض اوقات روئی نہیں رکھ پاتا ہوں تو کیا میں معذور نہیں ہوں جبکہ تیس چالیس منٹ تک بلا مبالغہ پیشاب میں لگتے ہیں۔ کھڑے ہوکر، بیٹھ کر، چل کر ہر طرح قطرہ پیشاب نکالتا ہوں اور بعض دفعہ پینتالیس منٹ بھی لگ جاتے ہیں، ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ ۱۵/۲۰ منٹ میں فرصت مل جائے۔

الجواب ـــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

محض اتنی سی بات سے آپ معذور نہیں، البتہ اگر کسی نماز کا پورا وقت، اس حالت میں گزر جائے کہ برابر قطرہ آتا رہے اور اتنی مہلت نہ مل سکے کہ آپ وضو کرکے نماز پڑھ لیں، تو آپ معذور ہوجائیں گے، لیکن جب ایسا نہیں، بلکہ تیس چالیس منٹ کے بعد آپ مطمئن ہوجاتے ہیں اور قطرہ نہیں آتا، تو آپ معذور نہیں۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۱۶/۵، ۲۱۷)

## پیشاب کے بعد قطرہ کا آنا:

سوال: ایک شخص ہیں جنہیں پیشاب کی بیماری ہے کہ استنجا کرنے کے بعد کچھ دیر تک قطرے آتے رہتے ہیں۔ ایک مولوی صاحب نے بتلایا کہ نماز سے آدھ گھنٹہ پہلے استنجا کرلیا کیجئے، پھر لنگی کو بدل کر دوسری لنگی پہن کر نماز پڑھ لیا کیجئے۔ اگر یہ مسئلہ مولوی صاحب کا صحیح ہے تو اب جو قطرے آئے اس کی وجہ سے عضو کو دوبارہ دھوئے یا نہیں یا صرف لنگی بدل کر نماز پڑھ لے؟

---

(۱) "(إن استوعب عذره تمام وقت صلوٰة مفروضة) بأن لا يجد في جميع وقتها زمناً يتوضأ ويصلي فيه خاليًا عن الحدث". (الدر المختار مع رد المحتار: ۳۰۵/۱، مطلب في أحكام المعذور، سعيد/ وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۴۰/۱، وكذا في مجمع الأنهر: ۸۴/۱، دار الكتب العلمية، بيروت. وكذا في مراقي الفلاح، ص: ۱۴۹، باب الحيض والنفاس، قديمي)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ حامداًو مصلیاً

اگر وہ شخص شرعاً معذور ہے تو اس کو دوبارہ عضو دھونے کی ضرورت نہیں اور یہ لنگی بدلنا بھی واجب نہیں، بلکہ محض تقلیلِ نجاست کیلئے ہے، اگر وہ شرعاً معذور نہیں تو اس کو عضو دھونا بھی ضروری ہے اور وضو کا اعادہ بھی لازم ہے، محض لنگی بدلنا کافی نہیں۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔''نظام'' جون ۱۹۶۴ء۔(فتاویٰ محمودیہ: ۵/۲۱۷۔۲۱۸)

## پیشاب کے قطروں کی بنا پر کپڑے کی پاکی اور وضو کا حکم:

سوال: مثانہ کی کمزوری کی بنا پر اکثر پیشاب سکھانے کے بعد قطرے نکل جاتے ہیں، اکثر وضو کرنے کے بعد ایسا ہوجاتا ہے، وضو اور کپڑے کی پاکی یا ناپاکی کا کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ

صورتِ مسئولہ میں جب قطرہ آئے تو کپڑا پاک کر کے وضو دوبارہ کیا جائے۔(۲) واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ ۱۸/۹/۹۷ ۱۳۹۷ھ (فتویٰ نمبر ۲۸/۹۷۰ ج)۔(فتاویٰ عثمانی: ج ۱/۳۶۵)

## پیشاب کے بعد قطرہ آنے سے وضو کا حکم:

سوال: مجھے دو سال سے پیشاب کے بارے میں خلل ہوتا آرہا ہے، وہ یہ کہ جب پیشاب کرتا ہوں اور پانی سے صاف کرنے کے بعد دو تین بار، کبھی زیادہ، قطرے پیشاب کے نکلتے ہیں لیکن وہ قطرے نکلنے کے بعد پھر دوبارہ پیشاب کو جانے تک نکلتے نہیں، کبھی کبھی پانی کے بغیر کپڑے سے صاف کروں تو قطرے نہیں نکلتے، یہ سلس البول کی طرح نکلتے نہیں بلکہ جب پیشاب کو جاتا ہوں اس کے بعد نکلتا ہے۔ایک دن میں دس مرتبہ پیشاب کرنے گیا تو پھر دس مرتبہ ہی وہ قطرے نکلتے ہیں، اس کے لئے کئی علاجوں سے ناکام ہوگیا اور اس وجہ سے اطمینان سے عبادت نہیں کرسکتا ہوں۔

اب جو بات ہے کہ پیشاب کے بعد وضو کرتا ہوں، اس وقت یا وضو سے فارغ ہونے کے بعد نکلتا ہے تو یہ وضو فی مذہب شافعی ادا ہوگئی یا نہیں؟ اور ایک وضو سے کئی فرض کی نماز پڑھ سکتا ہوں اور وقت آنے سے پہلے نماز کے لئے اس حالت میں وضو کرسکتا ہوں یا نہیں؟

---

(۱) ''المستحاضة ومن به سلس بول أو استطلاق بطن أو انفلات ريح أو رعاف دائم أو جرح لا يرقأ، يتوضؤن لوقت كل صلٰوة، ويصلون به في الوقت ماشاؤوا من فرض ونفل، ويبطل بخروجه فقط، ......والمعذور من لا يمضى عليه وقت صلٰوة إلا والذى ابتلى به يوجد فيه''. (ملتقى الأبحر متن مجمع الأنهر: ۱/۸۴، دار الكتب العلميه، بيروت)

(۲) ''(وينقضه خروج) كل خارج (نجس) ...... (منه) أى من المتوضئ الحى معتادًا أو لا، من السبيلين أو لا (إلىٰ ما يطهر) ......ثم المراد بالخروج من السبيلين مجرد الظهور. (الدر المختار)

قال ابن عابدين رحمه الله: (قوله مجرد الظهور) ......أى الظهور المجردة عن السيلان، فلونزل البول إلىٰ قصبة الذكر لاينقض لعدم ظهوره. (رد المحتار: ۱/۱۳۴۔۱۳۵، نواقض الوضوء، انيس)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ حامداًو مصلیاً

(وہ) سلس البول نہیں جس کی وجہ سے آدمی شرعی معذور ہو جاتا ہے، اس لئے وضو کے بعد جب پیشاب کا قطرہ نکل آئے گا تو وضو باقی نہیں رہے گا دوبارہ وضو کی ضرورت پیش آئے گی۔(۱) وضو کے بعد جب قطرے نہ آئیں تو اس وضو سے متعدد نمازیں پڑھ سکتے ہیں۔ وقت سے پہلے بھی وضو کر سکتے ہیں، قطرے سے تحفظ کیلئے ڈھیلا یا کپڑا بھی استعمال کر سکتے ہیں۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۳/۹۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۱۸/۵-۲۱۹)

## جس کو پیشاب کا قطرہ ٹپکتا رہتا ہو وہ نماز کس طرح پڑھے:

سوال: زید کو پیشاب کا قطرہ بہت آتا ہے، یہاں تک کہ کبھی نماز کے اندر بھی آجاتا ہے، اس صورت میں زید نماز کس طرح ادا کرے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اس شخص کو ہر وقت کی نماز کے لئے تازہ وضو کرنا چاہئے، اور کوئی کپڑا ایسا رکھنا چاہئے جس میں پیشاب جذب ہو۔ وضو کرنے کے وقت اس کو ہٹا کر پاک کپڑا رکھنا چاہئے، اور نماز پڑھنی چاہئے، اگر وضو کرنے کے بعد یا نماز کی حالت میں قطرہ آئے گا، تو اس کی نماز نہیں ٹوٹے گی، اور وضو بھی نہیں ٹوٹے گا، جب تک اس نماز کا وقت ختم نہ ہو جائے ۔جیسے زوال کے بعد اس نے وضو کیا، تو اس کا یہ وضو اس وقت تک رہے گا جب تک ظہر کا وقت رہے گا، اسی طرح ہر وقت کو سمجھنا چاہئے۔(۳) فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی۔ ۶/۳/۱۳۷۱ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ جلد دوم صفحہ ۷۲، ۷۳)

## استنجے کے بعد قطرہ کا شبہ ہونا:

سوال: ایک شخص قریب چار سال سے قطرہ کے مرض میں مبتلا ہے چند دنوں سے اس کی حالت یہ ہوئی کہ بعد

---

(۱) (وینقضه خروج) کل خارج (نجس)...(منه)...الخ. (رد المحتار: ۱/۱۳۴-۱۳۵، نواقض الوضوء. انیس)

(۲) "شرط ثبوت العذر ابتداءً أن یستوعب استمراره وقت الصلاة کاملاً، وهو الأظهر، کالانقطاع لایثبت مالم یستوعب الوقت کله حتی لو سال دمها فی بعض وقت صلاة، فتوضأت وصلت ثم خرج الوقت ودخل وقت صلاة أخریٰ وانقطع دمها فیه، أعادت تلک الصلوٰة لعدم الاستیعاب......وشرط بقائه أن لایمضی علیه وقت فرض إلا والحدث الذی ابتلی به یوجد فیه، الخ" (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۴۱، الفصل الرابع فی أحکام الحیض، رشیدیه. وکذا فی الدر المختار: ۱/۳۰۵، أحکام المعذور، سعید)

(۳) یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ زید شرعاً معذور ہو، مجاہد۔" (وصاحب عذر من به سلس) بول لایکمنه إمساکه (أو استطلاق بطن أو انفلات ریح أو استحاضة)......(إن استوعب عذره تمام وقت صلوٰة مفروضة) بأن لایجد فی جمیع وقتها زمناً یتوضأ ویصلی فیه خالیاً عن الحدث......(و حکمه الوضوء)......(لکل فرض)......(ثم یصلی) به (فیه فرضاً ونفلاً)......(فإذا خرج الوقت بطل). (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، مطلب فی أحکام المعذور: ۱/۵۰۴، ۵۰۵)

وضو یا درمیان نماز خفیف سی حرکت معلوم ہوتی ہے جس سے وہم ہوتا ہے کہ قطرہ آ گیا اور جب دیکھا جاتا ہے تو اکثر اوقات کچھ نہیں ہوتا، شاذ و نادر پندرہ بیس دفعہ کے بعد ایک آدھ دفعہ قطرہ دکھائی دیتا ہے، ورنہ اکثر وہم ہی وہم رہتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ اس صورت میں کہ شاذ و نادر خروج ثابت ہوتا ہے اور اکثر نہیں، آیا دیکھنا واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

قال فی الخلاصة: ومن توضأ ثم رأى البلل سائلاً من ذكره أعاد الوضوء فإن كان الشيطان يريه كثيراً أولا يعلم أنه بول أوماء مضى علىٰ صلوٰته وينبغي أن ينضح فرجه وإزاره بالماء إذا توضأ قطعاً للوسوسة لكن هذه الحيلة إنما تنفع إذاكان قريب العهد من الوضوء أما إذاكان بعيداً وجف عضوه لاينفعه هذا، وهذا إذا لم يستيقن أنه بول فإن تيقن لاتنفعه الحيلة. آه (ج ۱ ص ۱۸) و فی العالمگیرية: شک أنه كبر للافتتاح أولا أوهل أحدث أولا أوهل أصابت النجاسة ثوبه أولا أومسح رأسه أولا استقبل إن كان أول مرة وإلا مضى (فی صلوٰته) ولايلزم الوضوء ولاغسل ثوبه كذا فی فتح القدير، آه (ج ۱ ص ۸۴) وفی الخلاصة أيضاً: وعلىٰ هذا (لايجب عليه الإعادة) إذا ظهرت النداوة علىٰ رأس الإحليل بعد الفراغ من الصلوٰة ولم يعلم أنها ظهرت فی الصلوٰة وهذا إذا لم يشک فی الصلوٰة أما إذاشک فی الصلوٰة وتيقن بالنداوة بعدالفراغ من الصلوٰة يجب عليه إعادة الصلوٰة، آه. (ج ۱ ص ۷۷)

صورت مسئولہ میں جب وہم کا غلبہ ہو تو وہم سے وضو فاسد نہیں ہوتا، نہ نماز میں نقصان لازم آتا ہے اور اس کا مقتضا یہ ہے کہ دیکھنا بھی واجب نہیں، البتہ اگر غالب ظن یہ ہو جائے کہ قطرہ آ گیا تو دیکھنا واجب ہے، نماز میں ہاتھ لگا کر دیکھ لے اور خارج صلوٰۃ جس صورت سے آسانی ہو دیکھ لے اور اگر نماز میں قطرہ کا شک ہو گیا ہو غالب ظن نہ ہو تو بعد فراغ از نماز فوراً دیکھ لینا چاہئے، اگر تری کا تیقن ہو جائے تو اعادۂ صلوٰۃ واجب ہے، (۱) اور ایسے مبتلیٰ بہ کو بعد وضو کے اپنے عضو اور لنگی کو بھگو لینا چاہئے، پھر جب تک پیشاب کے قطرہ کا تیقن نہ ہو ہر وہم کو اسی پر محمول کرے کہ پانی کی تری ہوگی، جب تک کہ عضو اور کپڑا خشک نہ ہو جاوے۔ واللہ اعلم (امداد الاحکام جلد اول، ص ۳۴۹، ۳۵۰)

## قطرہ خارج ہونے کا شبہ ہو تو وضو برقرار رہے گا یا نہیں:

سوال: اگر کسی کو نماز کے اندر یا نماز سے پہلے پیشاب کے قطرہ آ جانے کا شبہ ہوا ہو، تو ہر دو صورت میں کیا عمل کرنا چاہئے؟ آیا وضو ہی رہے گا، یا تازہ کرنا پڑے گا؟ قطرہ کا آنا یقینی معلوم نہیں ہوا کہ آیا، یا نہیں اور اس وقت دیکھ بھی نہیں سکتا؟

---

(۱) استنجا کو گیا، اس کے بعد وضو کے لیے بیٹھا، تو کپڑے پر تری محسوس کی اور اسے بار بار شبہ ہوتا ہو کہ پیشاب کا قطرہ آتا ہے، لیکن اس کا یقین نہ ہو کہ پانی کا اثر ہے یا پیشاب کا، تو ایسا شخص اس شبہ کی طرف توجہ نہ کرے اور وضو کر لے۔ البتہ اگر اس کا علم ہو کہ پیشاب کا قطرہ آیا ہے تو پھر اس کو دھو لے۔ اگر وضو کے دوران قطرہ آئے تو نئے سرے سے وضو کرے۔ (الفتاویٰ التاتارخانیہ: ۱/۱۴۶)۔ (طہارت کے احکام و مسائل: ص ۱۳۸، انیس)

الجواب ــــــــــــــــ حامداًو مصلیاً

اگر یہ شخص شرعاً معذور نہیں تو قطرہ آنے سے وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جائیں گے، جب قطرہ آئے فوراً نیت توڑ دے(۱) اور یہ اس وقت ہے کہ قطرہ کا آنا یقین سے معلوم ہو جائے اور محض شبہ سے کچھ نہیں ہوتا، نہ نماز ٹوٹتی ہے نہ وضو۔(۲) اور شبہ کا علاج یہ ہے کہ وضو کے بعد رومالی پر پانی کا چھینٹا دے لیا کرے، لیکن اتنا خیال رہے کہ اگر قطرہ آیا تو نماز اور وضو ٹوٹنے کے علاوہ رومالی بھی ناپاک ہو جائے گی۔

شرعاً معذور وہ شخص ہے جس کو کوئی ایسا عذر لاحق ہو کہ جس سے وہ باوضو نہ رہ سکتا ہو، اگر ایک مرتبہ کسی نماز کا کامل وقت ایسا گزر گیا کہ وہ وضو کر کے نماز پڑھنے پر قادر نہیں ہوا، بلکہ مسلسل پورے وقت میں اس کو یہ عذر لاحق رہا تو وہ شرعاً معذور ہے، اس کے بعد ہر نماز کے وقت میں ایک دو مرتبہ اس کا پایا جانا ضروری ہے، اگر پورے وقت میں ایک دو مرتبہ بھی یہ عذر نہیں پایا گیا تو وہ معذور نہیں اور معذور کا حکم یہ ہے کہ اس کو ہر وقت کے لئے مستقل وضو کرنا چاہئے، ایک وضو سے دو وقت کی نماز جائز نہیں اور اس عذر سے وضو میں نقصان نہیں آئے گا۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۵/۳/۱۶ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۵۵/۳/۱۶ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۲۰/۵-۲۲۱)

## کبھی قطرے آجائیں اور کبھی نہیں تو کیا کِیا جائے:

سوال: مجھے عارضہ قطرہ کا ہے، کبھی دو دو ماہ برابر آتا رہتا ہے، کبھی دو دو تین تین ماہ نہیں آتا، بعض اوقات اچھی طرح وضو کر کے نماز پڑھتا ہوں، قطرہ کا گمان بھی نہیں ہوتا، لیکن نماز پڑھتے ہوئے قطرہ نکل جاتا ہے۔ ایسی حالت

(۱) "(وینقضه خروج) کل خارج (نجس)...... (منه)...الخ. (رد المحتار: ۱/۱۳۴-۱۳۵، نواقض الوضوء. انیس)

(۲) شریعت میں یقین پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ البتہ محض عبادات میں شک کے پہلو کا بھی اعتبار کیا گیا ہے۔ چنانچہ وضو جیسی عبادت میں بھی اس کا اعتبار کیا گیا ہے۔ لیکن یقین کو ترجیح بہر حال ہوگی۔ مثلاً وضو کیا اور اس کا یقین ہے کہ وہ باوضو ہے اور اس بارے میں شک ہو جائے کہ کوئی حدث (وضو کو توڑنے والا معاملہ) پیش آیا ہے یا نہیں تو اس شک سے وضو باطل نہ ہوگا۔ (رد المحتار)

البتہ اگر ظن غالب حدث لاحق ہونے کا ہو تو اس صورت میں افضل یہ ہے کہ دوبارہ وضو کر لے۔ (الفتاویٰ التاتارخانیہ: ۱/۱۴۵)۔ (طہارت کے احکام ومسائل: ص ۱۳۶، ۱۳۷)

ولو أیقن بالطهارة وشک بالحدث أو بالعکس أخذ بالیقین. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۱۵۰، نواقض الوضوء قبیل مطلب فی أبحاث الغسل، انیس)

(۳) المستحاضة ومن به سلس بول...الخ. (ملتقى الأبحر متن مجمع الأنهر: ۱/۸۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

میں کیا صورت اختیار کرنی چاہئے، آیا نیت توڑ کر وضو کر کے جماعت میں شامل ہوں، یا ویسے ہی پڑھتا رہوں، اور بعد نماز کپڑے پاک کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر آپ شرعاً معذور نہیں تو قطرہ آنے سے نماز ٹوٹ جائے گی، (۱) فوراً نیت توڑ کر وضو کرنا چاہئے اور کپڑا ابھی پاک کرنا چاہئے، اگر شرعاً معذور ہیں تو نماز نہیں ٹوٹی۔ (۲) بہشتی زیور حصہ اول میں معذور کی تعریف اور احکام دیکھئے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور، ۱۸/ربیع الاول/۵۵ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/ربیع الاول/۵۵ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۲۱/۵)

## اگر قطرہ آنے کا احتمال ہو تو کیا کرے:

سوال: ایک شخص کو نماز میں کبھی کبھی محسوس ہوتا ہے کہ ذَکر سے پیشاب کا قطرہ نکل رہا ہے، مگر یقین حاصل ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے، کیونکہ نماز کی حالت میں معائنہ کی کوئی شکل نہیں ہے تو کیا یہ شخص محض اس خیال کی وجہ سے نماز کو چھوڑ کر دوبارہ وضو کرلے اور اگر نماز کو جاری رکھے تو اس کی نماز صحیح ہوگی؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر تجربہ ہے کہ یہ صرف متخیل ہے، واقعتاً قطرہ نہیں تو نماز کو توڑنے کی ضرورت نہیں، اگر تجربہ ہے کہ واقعۃً قطرہ ہے تو نماز کو توڑ کر دوبارہ وضو کر کے نماز پڑھے۔ (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱/۸/۱۴۰۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۲۱/۵-۲۲۲)

---

(۱) (وينقضه خروج) كل خارج (نجس)...... (منه)...الخ. (رد المحتار: ۱۳۴/۱-۱۳۵، نواقض الوضوء. انيس)

(۲) المستحاضة ومن به سلس بول ...الخ. (ملتقى الأبحر متن مجمع الأنهر: ۸۴/۱، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۳) ''بہشتی زیور'' ص: ۴۷، کتاب الطہارۃ، معذور کے احکام، مکتبہ مدنیہ، لاہور۔

(۴) (وينقضه خروج) كل خارج (نجس)...... (منه) أى من المتوضئ الحى معتادًا أولا، من السبيلين أولا (إلىٰ ما يطهر)...... ثم المراد بالخروج من السبيلين مجرد الظهور. (الدر المختار) قال ابن عابدين رحمه الله: (قوله مجرد الظهور)......أى الظهور المجردة عن السيلان فلو نزل البول إلىٰ قصبة الذكر لاينقض لعدم ظهوره (ردالمحتار: ۱۳۴/۱-۱۳۵، نواقض الوضوء. سعيد. وكذا في النهر الفائق: ۵۱/۱، نواقض الوضوء، إمداديه، وكذا في تبيين الحقائق: ۴۵/۱، نواقض الوضوء، دار الكتب العلمية، بيروت، ولو أيقن بالطهارة وشك بالحدث أو بالعكس أخذ باليقين. (الدر المختار مع ردالمحتار: ۱۵۰/۱، نواقض الوضوء، قبيل مطلب في أبحاث الغسل، سعيد)

## قطرہ آنے کے بعد کیا عضو کا دھونا لازم ہے:

سوال: (۱) پیشاب اور استنجا سے فارغ ہونے کے بعد اگر پیشاب کا قطرہ نکلا تو اس کے ایک دو قطرے کی وجہ سے بھی ذکر کا دھونا ضروری ہے یا بعینہٖ وضو کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) ایک شخص کو پیشاب کے قطرے نکلنے کی ایسی شکایت ہے کہ استنجاء بالماء کے بعد وہ احتیاطاً اپنے اِحلیل (ذَکر) میں روئی کا ٹکڑا رکھ دیتا ہے، آدھے گھنٹہ کے بعد پیشاب کا قطرہ آنا بند ہو جاتا ہے، مگر اس روئی پر کچھ قطرہ نظر آتا ہے، اب اس کا حال یہ ہے کہ روئی نکالنے کے بعد جب ذَکر دھوتا ہے تو اس سے تری لگنے کی وجہ سے پھر قطرہ آنا شروع ہو جاتا ہے۔ تو کیا ایسے آدمی کیلئے اس کی اجازت ہے کہ روئی پر قطرہ نظر آنے کے باوجود ذَکر کو دھو کر......وضو کر کے نماز پڑھ لے؟ کیونکہ جب دھوتا ہے تو پھر قطرہ آنے لگتا ہے اور اگر نہیں دھوتا ہے تو قطرہ نہیں نکلتا ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداًو مصلیاً

(۱) پانی سے پاک کرنا اعلیٰ بات ہے جبکہ وہ قطرہ اس (کے) بدن پر نہ لگا ہو، اگر لگ گیا ہو تو پانی سے پاک کرنے کی تاکید ہے۔(۱)

(۲) ایسا آدمی اب پانی سے نہ دھوئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۔۲۲۲ و ۲۲۳)

## اگر نماز سے فراغت سے پہلے کپڑے کے ناپاک ہونے کا اندیشہ ہو تو کیا کرے:

سوال: جس شخص کو قطرہ وغیرہ آتا ہو اور وہ معذور ہو، جب اس نے نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو کپڑا دھو لیا لیکن پھر کپڑا ناپاک ہو گیا تو دوبارہ اس کو کپڑا دھونا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

معذور اگر ایسا ہے کہ اگر وہ کپڑے کو دھووے تو خیال ہے کہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے پھر نجس ہو جاوے گا تو دھونے کی ضرورت نہیں۔(۲) دوسرے وقت کے لئے دھونا ضروری ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/ ۲۸۷ و ۲۸۸)

---

(۱) "يطهر بدن المصلي وثوبه من النجس الحقيقي بالماء وبكل مائع طاهر مزيل الخ"(مجمع الأنهر: ۱/ ۸۶، باب الأنجاس، دار الكتب العلمية، بيروت وكذا في الهداية: ۱/ ۷، باب الأنجاس وتطهيرها، مكتبه شركة علمية، ملتان)

(۲) (وإن سال علىٰ ثوبه) فوق الدرهم (جازله أن لايغسله إن كان لوغسله تنجس قبل الفراغ منها) أي الصلوٰة (وإلا) يتنجس قبل فراغه (فلا) يجوز ترك غسله، هو المختار للفتوىٰ. (الدر المختار علىٰ صدر رد المحتار، مطلب في أحكام المعذور: ۱/ ۲۸۲)

## معذور کا کپڑا کب تک پاک رہتا ہے:

سوال: درمختار صفحہ ۲۱۳ پر ایک مسئلہ معذورین کے بیان میں آیا ہے جس کی عبارت یہ ہے:
"(وحکمه الوضوء) لا غسل ثوبه ونحوه الخ". اس میں شبہ یہ باقی رہا کہ غَسل ثوب کا بالتفصیل کوئی عرصہ نہیں بتایا کہ کب تک نہ دھویا جائے اور ثوب معذورین کب تک پاک ہی کے حکم میں رہے گا؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ

آپ نے درمختار کی عبارت: "(وحکمه الوضوء) لا غسل ثوبه" کے متعلق دریافت فرمایا ہے کہ کپڑا کب تک نہ دھویا جائے، اس میں تین قول ہیں۔ اول یہ کہ اگر دھونے کے بعد دوبارہ نجس ہونے کا اندیشہ نہ ہو، تو دھونا واجب ہے اور اگر دوبارہ نجس ہونے کا اندیشہ ہو تو دھونا واجب نہیں۔ دوسرا قول یہ کہ اگر دھوکر ادائے نماز کا موقعہ مل سکتا ہے یعنی دوبارہ ناپاک ہونے سے پہلے نماز ادا کرسکتا ہے تو دھونا واجب ہے ورنہ نہیں۔ تیسرا قول یہ کہ دھونے کے بعد نماز کے وقت کے اندر ناپاک ہوجانے کا اندیشہ نہ ہو تو دھونا واجب ہے اور نماز کے وقت کے اندر دوبارہ ناپاک ہوجائے تو دھونا واجب نہیں۔ درمختار نے قول ثانی کو مختار للفتویٰ کہا ہے اس کی تصریح وحکمه الوضوء کے پانچ سطر کے بعد (وإن سال علىٰ ثوبه) میں موجود ہے۔(۱) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲/۴/۲۷)

## قطرہ کے مریض کے لئے وضو کرنے کا آسان طریقہ:

سوال: چہل قدمی اور اوپر سے نیچے چلنے کے بعد اگر پیشاب کا قطرہ بند نہ ہوتا ہو تو کیا کرنا چاہئے۔ اس صورت میں نماز میں کوئی خلل آئے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

چہل قدمی وغیرہ کوئی قید نہیں ہے۔ اکثر اس سے استبرا حاصل ہوجاتا ہے۔ اصل میں مقصود یہ ہے کہ قطرہ ٹپکنے سے اطمینان حاصل ہوجائے، جب تک اطمینان حاصل نہ ہو وضو شروع کرنا صحیح نہیں۔ جس کو بہت دیر تک قطرہ آتا ہو اس کو چاہئے کہ وقت سے پہلے پیشاب کرلیا کرے یا پیشاب کے سوراخ کے اندر کوئی چیز روئی وغیرہ اس طرح داخل کردے کہ اس کا اندرونی حصہ پیشاب کے قطرہ کو جذب کرلے اور تری باہر نہ آنے پائے۔

---

(۱) (وإن سال علىٰ ثوبه) فوق الدرهم (جازله أن لايغسله إن كان لوغسله تنجس قبل الفراغ منها) أى الصلوٰة (وإلا) يتنجس قبل فراغه (فلا) يجوز ترك غسله، هو المختار للفتوىٰ. (الدر المختار علىٰ ردالمحتار، مطلب فى أحكام المعذور: ۱/۳۰۶، بیروت، انیس)

قال فی شرح التنویر: یجب الاستبراء بمشی أوتنحنح أونوم علٰی شقه الأیسر، ویختلف بطباع الناس،وقال فی الشامیة: أما نفس الاستبراء حتی یطمئن قلبه بزوال الرشح فهوفرض وهوالمراد بالوجوب، ولذا قال الشرنبلالی: یلزم الرجل الاستبراء حتی یزول أثرالبول ویطمئن قلبه.وقال: عبرت باللزوم لکونه أقوی من الواجب لأن هذا یفوت الجواز لفوته فلا یصح له الشروع فی الوضوء حتی یطمئن بزوال الرشح،آه،قلت: ومن کان بطئ الاستبراء فلیفتل نحوورقة مثل الشعیرة ویحتشی بها فی الإحلیل فإنها تشرب ما بقی من أثرالرطوبة التی یخاف خروجها، و ینبغی أن یغیبها فی المحل لئلا تذهب الرطوبة إلی طرفها الخارج،آه.(ردالمحتار:۱/۳۱۹)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۸/صفر۹۱ھ (احسن الفتاویٰ:۲/۷۳)

## قطرہ والا مریض معذور ہے یا نہیں:

سوال: قطرے والے مریض کوخواہ وقفہ سے آوے یا جلدی جلدی قطرہ آوے،معذور ہے یا نہیں،اور ایک وضو سے ایک وقت کی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

جبکہ وہ معذور ہوگیا اور شرعاً اس پر حکم مریض کا لگ گیا تو اب خواہ قطرہ وقفہ سے آوے یا جلدی جلدی ایک وضو سے ایک وقت میں تمام فرض وسنت نفل پڑھ سکتا ہے۔(۱)(فتاویٰ دار العلوم:۱/۲۸۸)

## جس شخص کا مرض کی وجہ سے ہر وقت پیشاب جاری رہتا ہے اس کا کیا حکم ہے:

سوال: معذور آدمی جس کا بول ہر وقت جاری رہتا ہو کہ کپڑا پاک نہ رہ سکے اس کا کیا حکم ہے، ہر وقت نماز میں اور(پاک) کپڑے سے نماز پڑھا کرے(کذا) یا اسی ناپاک سے، کیوں کہ ہر وقت(کپڑا) بدلنے اور پاک کرنے میں دقت ہوتی ہے؟

الجواب

ہر وقت وضو نیا کرے(۲) اور ہر وقت کپڑے کو پاک کرلیوے کپڑا پاک کرنے میں کچھ حرج نہیں،تین دفعہ پانی نکال دیوے۔فقط واللہ اعلم۔بدست خاص،ص:۱۷۔(باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۳۶)

(۱) (إن استوعب عذره تمام وقت صلوٰة مفروضة)الخ، (وحکمه الوضوء) لاغسل ثوبه ونحوه(لکل فرض) اللام للوقت کما فی ''لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ''(ثم یصلی) به (فیه فرضاً ونفلاً) فدخل الواجب بالأولٰی (فإذا خرج الوقت بطل).(الدرالمختارعلٰی ردالمحتار،باب الحیض،مطلب فی أحکام المعذور:۱/۲۸۱،ظفیر)

(۲) حاشیہ سابق،ردالمحتار:۱/۲۸۱۔

نوٹ: فتویٰ میں وقت سے مراد نماز کا وقت ہے،یعنی ہر وقت نماز میں نیا وضو کرے اور ناپاک کپڑے دھوئے۔انیس

## قطرۂ پیشاب کے عارضہ کی حالت میں کیا حکم ہے:

سوال: کسی شخص کو عارضہ قطرۂ پیشاب یا منی کا ہے ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے، آیا دوبارہ وضو کرے اور کپڑا پاک کرے یا کیا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر قطرۂ پیشاب وغیرہ کا آنا حد عذر شرعی کو نہیں پہنچا تو جبکہ قطرہ باہر آنا یقینی ہو وضو کرنا ضروری ہے۔(۱) اور اگر حد شرعی کو پہنچ گیا ہے بایں طور کہ تمام وقت نماز میں اتنا وقت بھی اس کو نہیں ملا کہ وضو پورا کر کے نماز پڑھے اور قطرہ سے محفوظ رہا ہو تو وہ شخص معذور شرعی ہو گیا۔ اس کا حکم یہ ہے کہ تمام وقت میں ایک بار وضو کر کے تمام وقت کی جو نماز چاہے پڑھے، اعادۂ وضو کی ضرورت اس وقت میں نہیں ہے، جب وقت نکل جائے گا وضو ٹوٹ جائے گا۔

**كذا في الدر المختار وغيره.** (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۱/۲۸۵)

## قطرہ قطرہ پیشاب آنے کا حکم:

سوال: بندہ کو مسلسل چھ سال سے تقاطر بول کی شکایت ہے، اکثر تو پیشاب کرنے کے فوراً بعد یا کچھ دیر بعد یا کبھی نماز کے اندر یا وضو کرنے کے وقت پیشاب کے قطرے نکل آتے ہیں، اب جب نماز میں یہ حالت پیش آتی ہے تو بندہ وضو کیلئے جائے گا تو ادھر جماعت ختم ہو جاتی ہے تو اس صورت میں بندہ کیا کرے؟ کبھی پیشاب کی مقدار اتنی زیادہ ہو جاتی ہے کہ درہم کی مقدار سے زیادہ ہے۔ بندہ کو کبھی عین درس کی حالت میں یہ بیماری پیش آتی ہے اور درس کے وقت میں وضو کا ہونا ضروری ہے، اگر بندہ وضو کیلئے جائے گا تو سبق فوت ہو جائے گا۔ بندہ اس صورت میں کیا کرے؟

بندہ فی الحال ایک کپڑا استعمال کرتا ہے اور ہر نماز سے پہلے کپڑے کو دھو لیتا ہے، پیشاب کر کے وضو کرتا ہوں پیشاب کے قطرے نکلے یا نہیں، تو کیا میری نماز صحیح ہوئی یا نہیں یا بندہ سب کی قضا کرے، کیا بندہ صاحبِ عذر نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جب آپ صاحب عذر (شرعی معذور) نہیں ہیں تو جو نمازیں قطرے آنے کی حالت میں یا قطرے آنے کے بعد بغیر وضو کئے ناپاک کپڑے سے (جبکہ مقدارِ عفو سے زائد ہو) پڑھی ہوں، ان سب کا اعادہ ضروری ہے۔(۳) قطرہ آنا

---

(۱) (وينقضه خروج) كل خارج (نجس)...... (منه) أي من المتوضئ الحي معتاداً كان أولاً، من السبيلين أولا (درمختار) قوله معتاداً كالبول والغاية. (رد المحتار، نواقض الوضوء: ۱/۱۳۴، ظفير)

(۲) وصاحب عذر من به سلس) بول الخ (إن استوعب عذره تمام وقت صلوٰة مفروضة) .. (الدر المختار علىٰ صدر ردالمحتار، باب الحيض، مطلب في أحكام المعذور: ۱/۲۸۰-۲۸۱، ظفير)

(۳) "ولو صلى مع هذا الثوب صلوات ثم ظهر أن النجاسة في الطرف الآخر، يجب عليه إعادة الصلوات التي صلى مع هذا الثوب، الخ". (خلاصة الفتاویٰ: ۱/۴۰، الفصل السادس في غسل الثوب والدهن ونحوه، امجد اکیڈمی، لاہور، وكذا في النهر الفائق: ۱/۱۴۲، باب الأنجاس، إمدادية)

آپ کے حق میں ناقضِ وضو ہے، قطرہ کیلئے مستقل کپڑا رکھیں نماز کے وقت اس کو الگ کردیا کریں یا نماز کیلئے مستقل لنگی رکھیں، اگر اتفاقاً وہ ناپاک ہوجائے تو پاک کرلیں۔

سبق کیلئے پاک رہنا ضروری نہیں، قرآن کریم کو بلا وضو ہاتھ نہ لگائیں اور ضرورت پیش آئے تو رومال سے پکڑلیں، کتاب میں گنجائش ہے، احتیاط کرنا چاہیں تو کتاب کو بھی رومال سے پکڑلیا کریں، (۱) وضو میں سبق کے وقت زحمت ہو اور بغیر وضو کتاب سمجھ میں نہ آئے تو تیمّم کی گنجائش ہے، زیادہ تشویش میں نہ پڑیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۲۱۹-۲۲۰)

## پیشاب کے مریض کے لیے وضو کا حکم:

سوال: مجھ کو پیشاب کے بعد دیر تک قطرہ یا نمی آجانے کا شک رہا کرتا ہے، مثلاً پیشاب کے آدھ گھنٹہ پیچھے وضو کرنے بیٹھا پس دورانِ وضو میں خیال ہوا کہ پیشاب کے مقام پر نمی آگئی، یا آیا چاہتی ہے، اس کا امتحان کرنے کے لئے کہ آیا درحقیقت نمی آگئی یا نہیں، ڈھیلے سے دیکھا، پس بعض اوقات ڈھیلے میں نمی یعنی بھیگا پن معلوم ہوا اور بعض اوقات نہیں، اس نمی کے آجانے کے اندیشہ سے تقریباً نماز سے ڈیڑھ یا دو گھنٹے پہلے خواہ پیشاب لگے یا نہ لگے، پیشاب کرلیا کرتا ہوں تا کہ نماز اطمینان کے ساتھ ہو، اور اگر کسی وقت ڈیڑھ یا دو گھنٹے پہلے پیشاب کرنے کا اتفاق نہ ہو اتو پھر پیشاب لگنے پر بھی نماز سے فارغ ہونے تک روکنا پڑتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس قطرہ کی وجہ سے طبیعت میں الجھن سی رہتی ہے، پس ارشاد فرمائیں کہ آیا یہ ضرور ہے کہ قطرہ کا گمان ہونے کی حالت میں ہمیشہ وضو مکرر کرلینا چاہئے، یا گمان ہونے پر ہر وقت دیکھ لینا چاہئے، یا قطرہ آجانے کی جانب بالکل دھیان ہی نہ کرنا چاہئے، غرض جو حکم شرعی ہو یا شرعاً کوئی آسان شکل ہو اس سے خاکسار کو آگاہ فرمائیں، اور یہ امر بھی قابل گذارش ہے کہ بندہ کو دو گھنٹہ یا سوا دو گھنٹہ پیچھے پیشاب کی حاجت ہوا کرتی ہے، پس اگر کسی وقت بھول گیا اور جماعت میں گھنٹہ یا پون گھنٹہ باقی ہوا تو بڑی مشکل و تکلیف پیش آتی ہے۔ فقط والسلام

الجواب

**قال فی مراقی الفلاح: یلزم الرجل الاستبراء والمراد طلب براءۃ المخرج عن أثرالرشح حتی یزول أثرالبول بزوال البلل الذی یظھرعلی الحجر بوضعه علی المخرج وحینئذٍ یطمئن قلبه علٰی حسب عادته إما بالمشی أوالتنحنح أوالاضطجاع علٰی شقه الأیسرأوغیره بنقل أقدام**

(۱) قال الشیخ إبراهیم الحلبیؒ: ویکره أیضاً للمحدث ونحوه مس تفسیرالقرآن وکتب الفقه وکذاکتب السنن ولأنها لایخلو عن آیات وهذا التعلیل یمنع مس شروح النحو أیضاً ...... والأصح أنه لایکره عندأبی حنیفةؒ. (الکبیری: ص ۵٦، فی آخرباب الغسل، انیس)

**ورکض وعصر ذکره برفق لاختلاف عادات الناس فلایقید بشیء، آه وفی حاشیته للطحطاوی عن المضمرات: ومتی وقع فی قلبه أنه صار طاهراً جاز له أن یستنجی (ویتوضأ) لأن کل أحد أعلم بحاله ( ص:۲٦) وقال فی الدر: یستحب للرجل إن رابه الشیطان أن یحتشی ویجب إن کان لاینقطع إلا به قدر ما یصلی آه ( ج۱ص۱۵۵) وقال الشامی فی باب الاستنجاء: وجدناه نافعاً جداً لقطع التقاطر.**

صورت مسئولہ میں حکم یہ ہے کہ وضو کرنے سے پہلے اگر استنجا کیا ہو تو دفع تقاطر کی جو تدبیر تجربہ میں نافع ہوئی ہو خواہ چلنا پھرنا یا لیٹنا وغیرہ ان تدابیر سے دفع تقاطر کا اطمینان کیا جائے اور جب اطمینان ہو جائے کہ اب قطرہ آنا بند ہو گیا، اس کے بعد وضو کیا جائے اس کے بعد اگر پھر شبہ قطرہ آنے کا ہو تو ہاتھ ڈال کر دیکھ لیا جائے، اگر انگلی پر نمی معلوم ہو تو وضو دوبارہ کر لیا جائے ورنہ نہیں، اگر کسی وقت نماز کے قریب استنجے کی ضرورت ہو، اور پیشاب کے روکنے میں ضرر طبی کا اندیشہ ہو تو پیشاب کو روکنا نہ چاہئے، بلکہ پیشاب کر کے رفع قطرہ کی تدبیر کی جاوے، اور کچھ دیر ٹہلنے چلنے پھرنے کے بعد وضو کر لیا جائے پھر نماز شروع کر دیں، اس کے بعد اگر قطرہ کا شبہ ہو تو ہاتھ سے دیکھ لیا جائے اگر معلوم ہو کہ نمی آئی ہے تو وضو دوبارہ کیا جائے ورنہ نماز پڑھتا رہے، جس کو قطرہ کا وسوسہ زیادہ آتا ہو اس کے لئے یہ تدبیر مفید ہے کہ عضو خاص کے اندر کسی قدر روئی رکھ لیا کرے، اس سے قطرہ بند ہو جاتا ہے اور روئی کو سوراخ سے ملا ہوا نہ رکھے، بلکہ ذرا سوراخ سے نیچے کو یعنی اندر کو رکھے، اس صورت میں روئی کے تر ہونے سے وضو باطل نہ ہوگا، جب تک سوراخ کے منہ پر تری نہ آجائے، اور اگر روئی سوراخ کے متصل ہوگی تو باہر کا حصہ تر ہو جانے سے وضو ٹوٹ جائے گا، **کما ذکره فی الدر.** (ج۱ص۱۵۴)

۱۸ر صفر ۴۴ھ۔ (امداد الاحکام جلد اول ص۳۷۲تا۳۷۴)

## جس کی منی برابر نکلتی رہتی ہو اس کا حکم:

سوال: زید کو ہر وقت منی آتی رہتی ہے، شروع شروع میں تمام نمازوں کے اوقات میں نہیں آتی تھی، لیکن اب تقریباً تمام نمازوں کے اوقات میں آتی رہتی ہے، لیکن نماز کے پورے وقت میں نہیں آتی بلکہ وقت کے کسی حصہ میں آ گئی اور کسی حصہ میں رک گئی اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک دو وقت خالی بھی چلا جاتا ہے، لیکن وہ وقت بھی مشتبہ رہتا ہے، لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ ایک دو وقت خالی گذرے۔ ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ ایسے شخص کو معذور شرعی کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور ایسا شخص اسی حالت میں نماز پڑھ سکتا ہے، کئی کئی مرتبہ وضو کرنا پڑتا ہے؟ جو صورت ہو تحریر فرمائیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامداًومصلیاً

ان حالات میں یہ شخص شرعاً معذور نہیں، ہر مرتبہ خروجِ منی اس کے حق میں ناقضِ وضو ہے، بدن کو پاک صاف کر کے روئی اندر رکھ لے، اس طرح نماز پڑھ لے، جب روئی پر تری ظاہر ہوگئی تب وضو ٹوٹے گا اور حکم لگایا جائے گا ناقضِ وضو ہونے کا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ:۵/۲۱۷)

## جریان کے مریض کے لئے غسل کا حکم:

سوال: مجھے شدید جریان منی ہے، کافی علاج کیا، لیکن نفع نہیں ہوا، حالت نماز میں بھی منی خارج ہوجاتی ہے، ہمارے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــ

اگر بغیر کسی شہوت کے منی خارج ہوجاتی ہو، تو یہ بیماری ہے، اس سے غسل واجب نہیں ہوتا، البتہ وضو واجب ہوجاتا ہے، اگر جریان کا اس قدر غلبہ ہو کہ اس سے بچ کر نماز کی ادائیگی دشوار ہو، تو نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد وضو کر لیں، اور جب تک کوئی دوسرا ناقض وضو پیش نہ آئے، وقت ختم ہونے تک انزال کے باوجود نماز ادا کرتے رہیں۔

**ثم المعتبر عند أبی حنیفةؒ ومحمدؒ انفصاله عن مکانه علیٰ وجه الشهوة، قال المحشی: فثبت أن لاغسل علیٰ من خرج المنی منه بلاشهوة.** (۲) فقط (کتاب الفتاویٰ:۲/۵۸-۵۹)

## جریان کی کثرت سے جب کپڑا پاک نہ رہ سکے تو کس طرح نماز پڑھے:

سوال: خاکسار مرض جریان میں مبتلا ہے اور ایسی حالت ہے کہ ہر وقت کپڑا خراب رہتا ہے، نہا کر بھی پاک رہنا مشکل ہے۔اب فرمایئے کہ نماز کیسے ادا کروں؟

الجواب ــــــــــــــــــ

ایسی حالت میں آپ اسی حالت میں وضو کر کے نماز پڑھ لیا کریں غسل کی ضرورت نہیں، یہ ودی وغیرہ ہے منی نہیں ہے۔اس میں وضو لازم ہوتی ہے، اور نماز کیلئے دوسرا کپڑا رکھیں، اگر نماز کی حالت میں بھی قطرہ آوے تو نماز پوری کر لیں نماز صحیح ہوجاتی ہے، بعد نماز کے اس پاجامہ کو اگر قطرہ لگا ہو تو دھو کر رکھ دیں دوسری نماز کے وقت پھر اس کو پہن

---

(۱) "ینقض (لوحشا إحلیله بقطنة وابتل الطرف الظاهر) هذا لو القطنةُ عالیةً أو محاذیةً...... وإن متسفلةً عنه لا ینقض". (الدر المختار:۱/۱۴۸،۱۴۹، نواقض الوضوء، قبل مطلب فی أبحاث الغسل، سعید، وکذا فی المحیط البرهانی: ۱/۵۶، مسائل الأصل الثالث، غفاریة. وکذا فی خلاصة الفتاویٰ:۱/۱۷)

(۲) الهدایة:۱/۳۱۔

کروضو کر کے نماز پڑھیں ۔ بہر حال نماز اسی حالت میں پڑھتے رہیں وہ نماز صحیح ہے ۔(۱)(فتاویٰ دار العلوم:۲۸۹/۱)

## کیا کثیر الاحتلام معذور ہے:

سوال: زید احتلام شدید کے مرض میں مبتلا ہے، تقریباً ہر روز ہی احتلام ہوتا ہے، بدن کے اعتبار سے کمزور اور لاغر ہے، ہر روز سردی کے موسم میں غسل کرنا بہت دشوار ہے، اگر غسل نہ کرے اور نماز پڑھے تو طبعی کراہت محسوس ہوتی ہے ۔ ایسی صورت میں شرعی معذور کا حکم ہوگا یا نہیں؟

**کشف الحاجۃ ترجمہ مالابد منہ میں ہے کہ:**

''اگر کسی نمازی کا سارا بدن اور کپڑا ناپاک ہے اور وہ بے چارہ پانی کے استعمال پر قدرت نہیں رکھتا تو اس کو اس ناپاکی کی حالت میں نماز پڑھنی جائز ہے، بشرطیکہ ستر ڈھانکنے کے بقدر پاک کپڑا میسر نہ ہو'' ۔ص:۱۹ ۔ (مالا بد منہ، ص:۲۸، کتاب الطہارۃ، فصل در تیمم، میر محمد کتب خانہ، کراچی)

''مسئلہ: اگر بدنِ مصلی یا پارچۂ او نجس باشد وبراستعمالِ آب قادر نباشد، اورا نماز بانجاست جائز ست، اگر برپارچۂ پاک...... بقدرستر عورت قادر نباشد''۔

اس عبارت کا کیا مطلب ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

مالابدمنہ کے مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص بیمار ہے، مثلاً دستوں کا عارضہ ہے یا اس کو کوئی زخم ہے جس سے ہر وقت رطوبت جاری رہتی ہے، وہ نہ خود اپنے کپڑوں کو پاک کرسکتا ہے نہ وضو کرسکتا ہے، صاحبِ فراش ہے تو وہ ایسی ہی حالت میں نماز ادا کرے ۔(۲) یا ایک لنگی مستقلاً نماز کیلئے تجویز کرلیں کہ جب ضرورت ہو اور سب کپڑے ناپاک ہوں تو اس کو استعمال کرلیا کریں، بغیر نماز کے اس کو استعمال نہ کریں، مبادا وہ ناپاک ہوجائے، پھر احتلام سے جو نجاست

---

(۱) (وصاحب عذر من به سلس) بول لايكمنه إمساكه (أو استطلاق بطن أو انفلات ريح الخ إن استوعب عذره تمام وقت صلوٰة مفروضة) بأن لايجد في جميع وقتها زمناً يتوضأ ويصلي فيه خالياً عن الحدث الخ (وحكمه الوضوء لاغسل ثوبه ونحوه (لكل فرض). (الدر المختار علىٰ رد المحتار، مطلب في أحكام المعذور:۲۸۰/۱،ظفیر)

(۲) ''ثم قال: مريض مجروح تحته ثياب نجسة، إن كان بحال لايبسط تحته شيء إلا تنجس من ساعته، له أن يصلي علىٰ حاله، وكذا لولم يتنجس الثاني إلا أن يزاد مرضه، له أن يصلي فيه'' . (البحر الرائق، كتاب الصلوٰة، باب صلوٰة المريض:۲۰۲/۲، رشیدیہ)

بدن پر لگے اس کو پاک کرلیں۔(۱) اگر غسل سے مرض پیدا ہوجائے یا مرض میں شدت ہوجائے تو تیمّم کر کے نماز ادا کرلیا کریں۔(۲) طبعی کراہت کا خیال نہ کریں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ الجواب صحیح: نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ:۵/۲۲۵-۲۲۶)

## خروج ریح کی کثرت پر وضو و نماز وغیرہ کا حکم:

سوال: زید کو بعض دفعہ اس قدر استخراج ریاح بڑھ جاتا ہے کہ اطمینان سے وضو پورا نہیں کرسکتا، نماز تو درکنار، بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ وضو بھی اور دو تین رکعت بھی پڑھ لیتا ہے مگر ریاح نہیں آتی۔ایسی حالت مذکورہ بالا میں زید بلا خطر نماز پڑھا کرے یا کوئی دوسرا حکم شارع علیہ السلام کا ہے؟ ہر دو حالت میں زید اُس وضو سے جس سے اس نے نماز ادا کی ہے ،تلاوت کلام پاک دیکھ کر یا اور کوئی وظائف یا درود پڑھ سکتا ہے یا تعلیم دے سکتا ہے یا ہر کسی کیلئے وضو تازہ کیا کرے؟

الجواب

اس کا حکم معذور کا ہے، ہر ایک وقت کے لئے جُدا وضو کرے اور وقت کے اندر ایک دفعہ وضو کرنے سے فرض اور سنن اور نوافل اور سجدۂ تلاوت اور تلاوتِ قرآن بمس مصحف کرسکتا ہے۔(۳) اور وظائف تسبیح و تہلیل، درود شریف تو بلا وضو بھی پڑھ سکتا ہے۔(۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۲۹۷-۲۹۸)

## خروج ریاح کے مریض کے لئے وضو نماز کا حکم:

ایک شخص عرصہ ۱۷-۱۸ سال سے ریاحی مریض ہے جس کی وجہ سے وضو ایک بار کرنے کے بعد فوراً یا کچھ دیر بعد یا عین نماز میں رکوع و سجود کے وقت ساقط ہوجاتا ہے اگر ریاح کو روکا جاتا ہے تو مزید حبس ریاح سے اور دیگر امراض کا

---

(۱) ”یجب تطهیر ما أصابته النجاسة من بدن وثوب أومكان لقوله تعالىٰ: ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ الخ“. (الفقه الإسلامي وأدلته:۱/۲۴۰،المبحث الثاني، شروط وجوب الطهارة، رشيديه. وكذا في المحيط البرهاني:۱/۲۲۰،تطهير النجاسات،غفارية. وكذا في التاتارخانية:۱/۳۰۵،الفصل الثامن في تطهير النجاسات،إدارة القرآن)

(۲) ”من عجز عن استعمال الماء لبُعده أولمرض يشتد أويمتد بغلبة الظن أوقول حاذق مسلم ولوبتجربة أولم يجد من يوضئه .........تيمم لهذه الأعذار كلها“. (الدر المختار :۱/۲۳۲،باب التيمم ، سعيد،وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته:۱/۵۷۳،المرض وبطء البرء، رشيديه. وكذا في النهر الفائق:۱/۹۸،باب التيمم، إمدادية)

(۳) (وحكمه الوضوء)...... (لكل فرض) أي لوقت كل صلوٰة،الخ (ثم يصلي) به (فيه فرضاً ونفلاً) فدخل الواجب بالأولى الخ (فإذاخرج الوقت بطل).(الدرالمختار)

أفاد أن الوضوء إنما يبطل بخروج الوقت فقط لابدخوله.(ردالمحتار،مطلب في أحكام المعذور:۱/۲۸۱،ظفير )

(۴) فالوضوء لمطلق الذكر مندوب وتركه خلاف الأولى وهومرجع كراهة التنزيه. (الدرالمختارعلىٰ ردالمحتار،أبحاث الغسل:۱/۱۶۱،ظفير )

اندیشہ ہے۔ایسی صورت میں بار بار وضو کرنا بھی بے سود ہے کیونکہ پھر ساقط ہونے کا اندیشہ رہتا ہے،عموماً مغرب اور عشا میں صرف ایک وضو سے پوری نماز مشکل ہے نیز دوبارہ وضو کرنے سے جماعت کے آداب اور تسلسل میں فرق پڑتا ہے ایسی مجبوری کی حالت میں صرف ایک بار کر کے پوری نماز ادا کی جا سکتی ہے اور درمیان میں کسی بھی وقت وضو کا ساقط ہونا مرض سے قابل معافی ہوسکتا ہے؟

**الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق**

اگر آپ کو خروج ریح کا مرض ایسا ہے کہ کوئی وقت نماز کا پورا اس طرح نہیں گذرتا ہے جس میں آپ وضو کر کے نماز پڑھ سکیں اور یہ مرض پایا جاتا ہے تو آپ شرعاً معذور ہیں اور بقائے عذر کے لئے ہر وقت میں ایک آدھ مرتبہ بھی یہ مرض (خروج ریح) پایا جانا کافی ہے،تو آپ معذور رہیں گے اور پورے وقت کے لئے آپ کو ایک ہی وضو کافی رہے گا وقت بھر یہ وضو خروج ریح سے نہیں ٹوٹے گا جتنی نمازیں فرض سنت نفل تراویح آپ چاہیں پڑھیں،البتہ اگر خروج ریح کے علاوہ اور کوئی دوسرا ناقض پایا جائے گا تو اس سے آپ کا وضو ٹوٹے گا،خروج ریح سے نہیں ٹوٹے گا،جب ایک وقت نماز کا ختم ہو جائے اور دوسرا شروع ہو تو پھر سے نیا وضو آپ کر لیں۔چاہے خروج ریح بعد وضو کے نہ ہوا ہو کیونکہ معذور کے حق میں وقت کا نکلنا اور داخل ہونا ہی ناقض وضو کے حکم میں ہے مثلاً آفتاب غروب ہونے سے پہلے آپ نے وضو کیا تو یہ وضو عصر کے وقت میں ہوا اور عصر کے ہی وقت بھر رہے گا،جب آفتاب غروب ہوا وقت عصر ختم ہوا ساتھ ساتھ یہ وضو بھی ختم ہوا اب مغرب کا وقت شروع ہو گیا اب اس وقت کے لئے ایک جدید وضو کر لیجئے اور عشا کا وقت ہونے تک جتنی نمازیں چاہیں اسی وضو سے جس طرح وقت بھر جتنی نمازیں چاہیں پڑھ سکتے ہیں،مس مصحف وغیرہ سب کر سکتے ہیں۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب (منتخبات نظام الفتاویٰ:۱/۱۴۷۔۱۴۸)

## خروج ریح کا مرض ہو تو معذور ہے یا نہیں:

سوال: زید کو اکثر ریاح جاری رہتی ہیں اور بعض دفعہ کامل وقت نماز کا گذر جاتا ہے کہ وہ مرض مذکور سے فارغ رہتا ہے،کیا وہ معذور شرعی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور وضو واحد سے حالت ابتلا میں نماز ادا کرسکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب ــــــــــــــــــــ**

ابتدا میں صاحب عذر ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ تمام وقت نماز میں اس کو اتنا وقت نہ ملے کہ وضو کر کے نماز

(۱) ومن به عذر كسلس بول أو استطلاق بطن) وانفلات ريح ورعاف دائم وجرح لايرقأ ولايمكن حبسه بحشو من غير مشقة ولابجلوس ولابإلايماء فى الصلوة فبهذا يتوضؤن (لوقت كل فرض) لا لكل فرض ولا نفل ...... (ويصلون به) أى بوضوء هم فى الوقت (ماشاء وا من الفرائض) أداءً للوقتية وقضاءً لغيرها .(مراقى الفلاح: ۴۷، دارالكتب العربية الكبرىٰ بمصر)

بدوں اُس عذر کے پڑھ سکے۔ پس اگر ایک بار بھی ایسا وقت آچکا ہے کہ اس کو اتنا موقع نہیں ملا کہ تمام وقت نماز میں بدوں اس عذر کے وضواور نماز پوری کرسکا ہوتو وہ معذور ہوگیا، اس کو ایک وضو سے تمام وقت نماز میں نماز فرض ونفل پڑھنا درست ہے اور جب وقت نکل گیا وضواس کا باقی نہ رہا۔ پھر وہ شخص اس وقت تک معذور رہے گا کہ تمام وقت نماز میں ایک بار بھی اس کو عذر مذکور واقع ہوجاوے۔ قال في الدر المختار: "(إن استوعب عذره تمام وقت صلوٰة مفروضة) بأن لايجد في جميع وقتها زمناً يتوضأ ويصلي فيه خالياً عن الحدث الخ (وهذا شرط) العذر (في حق الابتداء، وفي) حق (البقاء كفٰى وجوده في جزء من الوقت) ولومرةً (وفي) حق الزوال يشترط (استيعاب الانقطاع) تمام الوقت (حقيقةً) الخ. (درمختار)(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم: ۲۹۰/۱-۲۹۱)

## حافظ قرآن ریاح کا مریض ہوتو وہ کیا کرے:

سوال: گذارش ہے کہ مجھے ریاح بہت آتی ہے اور میں قرآن کا حافظ ہوں رمضان میں تراویح پڑھانے میں پانچ چھ۶ دفع روزانہ ریح خارج ہوجاتی ہے بار بار نیت توڑنے پر لوگوں میں بدنامی ہوجائے گی اور کوئی سنانے والا بھی نہیں ہے، اسی طرح میں ایک وضو پر پوری تراویح پڑھا دیتا ہوں جبکہ دس پانچ منٹ سے زیادہ ریح نہیں رکتی ہے اگر اس طرح نہ پڑھائیں تو قرآن پاک رہ جائے گا میں بہت پریشان ہوں کیا کروں؟ دریافت ہے کہ قرآن پڑھانا بند کردوں یا اس طرح پڑھاتا رہوں؟

الجواب ـــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

حسب تحریر سوال آپ شرعاً ایسے معذور نہیں ہیں کہ محض ایک وضو سے وقت بھر نماز پڑھتے رہیں، خواہ ریح خارج ہوا کرے۔

اور آپ کے پیچھے تمام مقتدیوں کی جنہوں نے ریح خارج ہونے پر نمازیں پڑھی ہیں، کوئی نماز نہیں ہوگی اور جو پڑھی ہیں، وہ نہیں ہوئیں۔

آپ قطعاً نماز پڑھانا ترک کردیں اور جتنی نمازیں اس طرح ریح خارج ہونے کے بعد پڑھائی ہوں، اعلان کردیں کہ وہ نمازیں دہرالیں ورنہ سب کا گناہ آپ پر ہوگا۔(۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند، سہارنپور۔ الجواب صحیح: سید احمد علی سعید (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱۴۹/۱)

(۱) الدرالمختار علىٰ ردالمحتار، مطلب في أحكام المعذور: ۲۸۰/۱ ظفیر

(۲) مراقي الفلاح: ۴۷، دار الكتب العربية الكبرىٰ بمصر.

## خروج ریح کا دورہ پڑتا ہو تو کس طرح نماز ادا کرے:

سوال: مجھ کو معدہ کی کمزوری کے باعث اخراج ریح کا مرض بھی معلوم ہوتا ہے، اکثر نماز میں بھی ریح خارج ہو جاتی ہے اور مجھ کو بطور دورہ کے رہتا ہے، ایام دورہ میں ایک نماز کیلئے چار پانچ مرتبہ وضو کرنا پڑتا ہے، ایسی حالت میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ایامِ دورۂ ریاحی میں ایک نماز کے وقت میں ایک دفعہ وضو کرنا کافی ہے اسی وضو سے تمام وقت میں فرض وسنن ونوافل ادا کرنا جائز ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۱/ ۲۹۸)

## انفلات ریح والے کی نیند ناقض وضو ہے یا نہیں:

سوال: اگر کسی کو خروج ریاح کا مرض ہو تو اس کے حق میں نوم ناقض وضو ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــ

انفلات ریح والے کی نوم ناقض وضو ہے یا نہیں۔ اس میں دو قول ہیں۔

شامیؒ نے کہا کہ یہ صحیح ہے کہ ناقض وضو نہیں۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۱/ ۱۳۳۔۱۳۴)

## جس کو ہر وقت ریاح خارج ہوتی ہو اس کی نماز کا حکم:

سوال: اگر کوئی شخص بعارضۂ ریاح مبتلا ہو، مثلاً ریاحی بواسیر وغیرہ ہو، جس کی وجہ سے اکثر ریاح خارج ہوتی ہو، تو اس صورت میں ایک ہی وضو سے فرائض وسنن وغیرہ پڑھ سکتا ہے یا نہیں، اور اس کے لئے وضو کا مسئلہ کیا ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

ایسے شخص کو جو ایسے امراض میں مبتلا ہو جن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اس کو ہر وقت کی نماز کے لئے اسی وقت میں وضو کرنا چاہئے، اور جب تک اس نماز کا وقت رہے، وہ فرض سنت اور نفل نمازیں پڑھ سکتا ہے، فجر کی نماز کے لئے اس کا وضو صبح صادق کے بعد سے طلوع آفتاب کے پہلے تک رہے گا، یعنی جس وقت تک فجر کی نماز کا وقت ہے، آفتاب نکلتے ہی وضو باطل ہو جائے گا۔ اس لئے طلوع آفتاب کے بعد وہ فجر کے وضو سے نفل یا تلاوت نہیں کر سکتا۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی۔ ۱۱/ ۱۱/ ۱۳۷۵ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ جلد دوم صفحہ ۲۷،۲۷)

---

(۱) (وصاحب عذر من به سلس) ...الخ. (الدر المختار علیٰ رد المحتار، مطلب فی أحکام المعذور: ۱/ ۲۸۰، ظفیر)

(۲) (و) ینقضه حکماً (نوم......) (در مختار) أقول: ینبغی ...الخ. (رد المحتار، نواقض الوضوء: ۱/ ۱۳۰۔۱۳۱، ظفیر صدیقی)

(۳) یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ ہر وقت ریاح خارج ہوتی رہتی ہو اور کسی فرض نماز کے پورے وقت میں ریاح خارج ہوئے بغیر وضو کر کے نماز نہ پڑھ سکتا ہو۔ مجاہد۔'' (وصاحب عذر)...الخ. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، مطلب فی أحکام المعذور: ۱/ ۵۰۴، ۵۰۵)

## خروج ریح کے مریض کا سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا:

سوال: اگر ریاحی مریض عشا کی نماز پڑھ کر سو گیا تو وہ عشا ہی کے وضو سے تہجد کی نماز اور صبح کی نماز ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

**فی رد المحتار: والأحسن ما فی فتاویٰ ابن الشلبی حیث قال: سئلت عن شخص به انفلات ریح هل ینقض وضوءه بالنوم؟ فأجبت بعدم النقض بناءً علىٰ ما هو الصحیح من أن النوم نفسه لیس بناقض وإنما الناقض ما یخرج ومن ذهب إلىٰ أن النوم نفسه ناقض لزمه النقض. (ردالمحتار:۱/۱۳۱)**

اس سے معلوم ہوا کہ جس کو انفلات ریح کا مرض ہو اور وہ شرعاً معذور ہو اس کی نیند ناقض وضو نہیں، کیونکہ نقض کا سبب خروج ریح ہے،(۱) جو اس کے لئے وقت کے اندر ناقض وضو نہیں، لہذا یہ شخص عشا کے وضو سے تہجد پڑھ سکتا ہے۔ فجر کی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔۲۲/ذی الحجہ/۸۵ھ۔ (احسن الفتاویٰ:۲/۷۸-۷۹)

## مریض کو آپریشن کے بعد طہارت میں شبہ رہتا ہے تو نماز پڑھے یا نہ پڑھے:

سوال: زید کا پیشاب بند ہو گیا۔ ڈاکٹر نے ناف کے اوپر سے آپریشن کر کے ربڑ کی نلی رکھ دی اس نلی سے پیشاب ہوتا ہے وہ نلی ہمیشہ پیٹ پر رہتی ہے۔ اور اس میں پیشاب بھرا رہتا ہے نلی کے منہ کو تاگے سے بند کر دیا جاتا ہے۔ جب پیشاب کرانا ہوتا ہے تو اس کے منہ کو کھول کر کرا لیا جاتا ہے۔ پھر تاگے سے بند کر دیا جاتا ہے۔ تو ایسی حالت میں یہ شخص نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) **نجاست نکلنے کی نئی جگہ کا دھونا:**

اگر پیشاب و پاخانہ نکلنے کا جو مخرج ہے، جیسے مقعد اور آلۂ تناسل، اس کے علاوہ اگر کوئی دوسرا مخرج آپریشن وغیرہ سے بن جائے اور اس سے پیشاب یا پاخانہ نکلنے لگے تو اس کی دو صورتیں ہوں گی:

(الف) اگر اس سے ہر وقت پیشاب پاخانہ نکلتا رہتا ہے تو وہ شخص سلس بول کے مریض کے حکم میں ہوگا اور ایک بار نماز کے لیے وضو کرنے سے پہلے دھونا ضروری ہوگا۔

(ب) اور اگر متعین وقت پر پیشاب یا پاخانہ نکلتا ہے تو اس کو ہر بار پانی سے دھونا ضروری ہوگا، نیز صرف پوچھنا (ڈھیلے وغیرہ سے) کافی نہ ہوگا۔ (الموسوعۃ الفقھیہ:۴/۱۱۷۔ بحوالہ الذخیرہ:۱/۲۰۳، المغنی:۱/۱۱۸)

یہ امام احمدؒ کے مسلک پر ہے، احناف کے یہاں یہ مسئلہ مذکور نہیں ہے۔

اگر نلکی کے ذریعہ پیشاب یا پاخانہ نکلتا رہتا ہے اور وہ نجاست کسی تھیلے میں جمع ہوتی رہتی ہے تو چوں کہ ان پر وہ نجاست نہیں لگتی ہے، اس لیے اس کا دھونا ضروری نہ ہوگا۔ (طہارت کے احکام و مسائل، ص ۲۲۵، انیس الرحمٰن)

الجواب

اس حالت میں بھی نماز معاف نہیں۔ پڑھنا ضروری ہے، شبہ رہتا ہے تو بعد میں دہرالی جائے۔ بیٹھ کر نہ پڑھ سکتا ہوتو لیٹے لیٹے اشارے سے پڑھے مگر چھوڑے نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ:۲۶۵/۴)

## ناسور والا معذور ہے یا نہیں:

سوال: جس شخص کے ناسور ہو وہ معذور ہے یا نہیں؟

الجواب

ناسور اگر ہر وقت بہتا ہے تو صاحب ناسور معذور ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم:۲۸۸/۱)

## ناسور والا معذور عصر کے وضو سے مغرب کی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں:

سوال: ایک شخص کو عارضۂ ناسور ہے اور قطرہ قطرہ رطوبت خارج ہوکر کپڑے میں جذب ہوجایا کرتی ہے اور یہ مرض دائمی ہے، تو یہ شخص عصر کی وضو سے مغرب کی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں، اسی کپڑے کو پہنے ہوئے نماز پڑھنا اور امام ہونا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

وہ شخص معذور ہے اور معذور غیر معذورین کا امام نہیں ہوسکتا۔

**کما فی الدر المختار:" ولاطاهر بمعذور".(۲)**

اور معذور وقت کے اندر نماز اس عذر کے ساتھ پڑھ سکتا ہے، اور کپڑے کے دھونے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر یہ اندیشہ ہے کہ اگر کپڑے کو دھویا جاوے گا تو پھر نماز سے پہلے ناپاک ہوجاوے گا تو نہ دھونا درست ہے، اور اگر یہ سمجھتا ہے کہ نماز سے فارغ ہونے تک درہم سے زیادہ ناپاک نہ ہوگا تو دھونا چاہئے۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم:۲۸۶/۱)

## رطوبت والی بواسیر کا حکم:

سوال: بادی بواسیر جس میں ہر وقت رساوٹ رہے اور جس کا روکنا ممکن نہ ہو ایسی صورت میں ادائیگی نماز کی کیا صورت ہوگی؟

---

(۱) وهذا إذا لم يمض عليهم وقت فرض إلا وذلک الحدث يوجد فيه الخ فالحاصل أن صاحب العذر ابتداءً من استوعب عذره تمام وقت صلوٰة ولوحكماً لأن الانقطاع اليسير ملحق بالعدم وفي البقاء من وجد عذره في جزء من الوقت وفي الزوال يشترط استيعاب الانقطاع حقيقةً .(البحر الرائق، باب الحيض: ۲۲۸/۱، ظفیر)

(۲) الدر المختار علىٰ رد المحتار، باب الإمامة:۵۴۱/۱۔ظفیر

(۳) (وإن سال علىٰ ثوبه)...الخ.(الدر المختار علىٰ رد المحتار، باب الحيض، مطلب في أحكام المعذور: ۲۸۲/۱، ظفیر)

الجواب ———————— وباللہ التوفیق

جب کہ بواسیر کی رساوٹ کسی وقت بند نہیں ہوتی تو یہ شخص معذور ہے اس کا حکم یہ ہے کہ ہر نماز فرض کے وقت ایک مرتبہ وضو کرلے اور پھر اسی وضو سے اس وقت کے اندر اندر جتنی چاہے نمازیں اور قرآن شریف پڑھے سب درست ہونگی اگر چہ رساوٹ جاری رہے اور کپڑے بھی خراب ہوں، البتہ جب دوسری نماز کا وقت آیا تو یہ وضو کافی نہ ہوگا دوبارہ وضو کرنا پڑے گا۔ **كذا في الهداية والدر المختار وغيره.**(۱)**والله تعالىٰ أعلم** (امداد المفتیین: ص ۲۴۶)

## مرض بواسیر والے کا کپڑا دھونے والا کوئی نہ ہو تو کیا کرے:

سوال: ایک شخص مرض بواسیر میں مبتلا ہے ہر وقت مسّے باہر نکلے رہتے ہیں۔ گھڑی گھڑی انگلی سے دبا کر اندر کرتا رہتا ہے اور نیز فوطہ پر پھوڑا نکلا تھا جو ٹوٹ گیا ہے، ایک سوراخ نیچے ہوا ہے اور دوسرا اوپر ہے۔ دونوں ہر وقت جاری رہتے ہیں اور جب ہوا کھلتی ہے تو نیچے والے سوراخ سے بھی نکلتی ہے لنگی بدل کر نماز پڑھتا ہے۔ جب بھی نجاست سے کچھ نہ کچھ کپڑے آلودہ ہوجاتے ہیں، اور مریض کے پاس کوئی ایسا آدمی نہیں جو ہر وقت کپڑے دھو سکے، ایسی صورت میں مریض نماز کس طرح ادا کرے؟

**الجواب** ————————

مریض کے پاس اگر کوئی آدمی نہیں ہے تو وہ جہاں تک خود صفائی اور پاکی پر قادر ہو وہاں تک کرے اس کے بعد خدا تعالیٰ کے عفو و کرم پر نظر رکھے۔(۲)

**محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ** (کفایت المفتی: ۲/۲۷۲)

## بواسیر کی مستقل رساوٹ پر وضو:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص کو بادی بواسیر ہے، جس کی وجہ سے ہر وقت رساوٹ رہتا ہے، جس کا روکنا ناممکن ہے، اس صورت میں ادائیگی نماز کی کیا صورت ہوگی کہ استنجا کرنے کے بعد پھر ناپاک ہوجاتا ہے اور ادھر ادھر رساوٹ لگ جاتی ہے اور کپڑا ابھی روپیہ سے زیادہ پلید ہوجاتا ہے تو اس صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

**الجواب** ————————

ابتدا میں صاحب عذر ہونے کے لیے ضروری ہے کہ تمام وقت نماز میں اس کو اتنا وقت نہ ملے کہ وضو کر کے نماز، بلا

---

(۱) (وصاحب عذرمن به سلس)بول لايمكنه إمساكه ...الخ. (الدر المختار، مطلب في أحكام المعذور: ۱/۲۸۰، انیس)

(۲) في التاتارخانية: الرجل المريض إذا لم تكن له امرأة ولا أمة وله ابن وأخ وهو لايقدر على الوضوء، قال: يوضئه ابنه أوأخوه غير الاستنجاء فإنه لايمس فرجه ويسقط عنه، والمرأة المريضة ...ولايخفىٰ أن هذا التفصيل يجرى في من شلت يداه لأنه في حكم المريض. (ردالمحتار: ۱/۳۴۱، فصل في الاستنجاء وكذا في التاتارخانية: ۱/۱۰۴، كتاب الطهارة، انیس)

ہونے اس عذر کے، پڑھ سکے پس اگر ایک بار بھی ایسا وقت آچکا ہے کہ اس کو اتنا موقع نہیں ملا کہ تمام وقت نماز میں، بدوں اس عذر کے وجود کے، نماز پوری کر سکا ہو تو وہ معذور ہوگا۔اس کو ایک وضو سے تمام وقت نماز میں نماز فرض، سنن ونفل پڑھنا درست ہے اور جب وقت نکل گیا وضو اس کا باقی نہ رہا پھر وہ شخص اس وقت تک معذور رہے گا کہ تمام وقت نماز میں ایک ہی بار ہی اس کو عذر مذکور واقع ہو جاوے بہر حال وقت نکلنے سے معذور کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔دوسرے وقت کے لیے پھر تازہ وضو کرنا چاہیے۔

(وحكمه الوضوء)...... (لكل فرض)............(فإذاخرج الوقت بطل). (درمختار)(۱)

کپڑے دھونے میں یہ تفصیل ہے، اگر یہ اندیشہ ہے کہ اگر کپڑے کو دھویا جاوے تو نماز سے پہلے ناپاک ہو جائے گا تو نہ دھونا درست ہے اور اگر سمجھتا ہے کہ نماز سے فارغ ہونے تک درہم سے زیادہ ناپاک نہ ہوگا تو دھونا چاہیے اور یہی حکم استنجا کا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود جلد اول:۴۲۹۔۴۳۰)

## مرض کی وجہ سے زخم لگوایا اور نماز کے پورے وقت تک خون جاری رہا تو کیا کرے:

سوال: کسی شخص نے فساد خون کو دفع کرنے کے لئے اپنی ساق میں ایسا زخم کر لیا کہ زخم کرتے ہی خون جاری ہو گیا اور پورا ایک وقت نماز کا خون جاری رہا۔مگر زخم کو تازہ رکھنے کیلئے نیم کی لکڑی کی ایک چھوٹی سی گوٹی اس کے اندر داخل کر کے اوپر سے دو چار تہہ کپڑے کی ایک پٹی بھی باندھ لی جس کی وجہ سے کبھی کبھی خون یا پیپ جاری ہوتی ہے، کبھی دو تین وقت تک خون بند رہتا ہے اور کبھی ایک وقت کے اندر دو تین مرتبہ خون یا پیپ جاری ہوتا ہے۔آیا یہ شخص معذور شمار کیا جائے گا یا نہیں؟

الجواب

درمختار میں ہے: ”(وصاحب عذر) الخ (إن استوعب عذره تمام وقت صلوٰة مفروضة) بأن لايجد في جميع وقتها زمناً يتوضأ ويصلي فيه خالياً عن الحدث....(وهذا شرط) العذر(في حق الابتداء، وفي) حق (البقاء كفىٰ وجوده في جزء من الوقت) ولو مرةً (وفي) حق الزوال يشترط (استيعاب الانقطاع) تمام الوقت (حقيقةً)،الخ“.(درمختار)(۲)

اس عبارت سے معذور کے متعلق جو کچھ تفصیل تھی ظاہر ہوگئی۔پس ابتداءً جبکہ نماز کے ایک وقت کامل میں خون جاری رہا تو وہ شخص معذور ہو گیا اور پھر جب تک تمام وقت میں انقطاع حقیقۃً نہ ہوگا وہ شخص معذور ہی رہے گا اور معذور شخص غیر معذورین کا امام نہیں ہو سکتا۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم:۱/۲۹۴)

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الطهارة،مطلب في أحكام المعذور:۱/۳۰۵،۳۰۶،بيروت،انيس
(۲) الدر المختار على ردالمحتار،مطلب في أحكام المعذور:۱/۲۸۱،ظفير۔
(۳) ولا طاهر بمعذور. (الدر المختار على ردالمحتار،باب الإمامة:۱/۵۴۱،ظفير)

## زخم سے مواد رستا رہتا ہے اس حالت میں ظہر کے وضو سے عصر کی نماز جائز ہے یا نہیں:

سوال: میری پنڈلی میں ایک پھوڑا تھا جس میں سوراخ ہوکر مواد خارج ہوگیا وہ سوراخ ابھی باقی ہے اور اس میں سے رقیق مواد خارج ہورہا ہے، زخم کی شکل نہیں ہے سوائے شب اور صبح کے اس پر گیلی مٹی پلٹس کی طرح باندھی جارہی ہے۔ مٹی باندھ کر ظہر، عصر، مغرب کے واسطے وضو کرتا ہوں، عشا اور فجر کے وقت کپڑے کی گدی بنا کر باندھ دی جاتی ہے۔ تو ظہر کے وضو سے عصر کی، یا عصر کے وضو سے مغرب کی نماز پڑھ سکتا ہوں بلا پٹی کھولے جبکہ وضو باقی ہو؟

الجواب

اگر اس سوراخ میں سے ہر وقت کچھ کچھ مواد نکلتا رہتا ہے تو وہ شخص معذور ہے اس کو ایک وضو سے دوسرے وقت کی نماز پڑھنا درست نہیں ہے، وقت کے نکلنے سے اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے، دوسرے وقت کے لئے پھر تازہ وضو کرنا چاہئے۔

درمختار میں ہے: ”(وحکمه الوضوء)...... (لکل فرض) الخ (فإذا خرج الوقت بطل)الخ“.(۱)

اور معذور کی تعریف یہ ہے کہ ابتداءً اس کو ایسی نوبت آئی ہو کہ تمام وقت میں اتنی دیر کو بھی مواد نکلنا نہ رُکا ہو جس میں وضو کر کے نماز پڑھ سکے۔

درمختار میں ہے: ”(وصاحب عذر من به سلس) بول الخ أوبعینه رمد الخ (أی ویسیل منه الدمع، شامی)(إن استوعب عذره تمام وقت صلوٰة مفروضة) بأن لایجد فی جمیع وقتها زمناً یتوضأ ویصلی فیه خالیاً عن الحدث الخ (وهذا)...... (فی حق الابتداء، وفی) حق (البقاء کفیٰ وجوده فی جزء من الوقت) ولو مرةً الخ“.(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۲۹۴-۲۹۵)

## زخم سے خون مستقل رستا رہے:

سوال:۔ کسی صاحب کے بدن میں خون ومواد رستا ہے جس کی وجہ سے وہ ناپاک رہتے ہیں تو ان حالات میں وہ نماز پڑھ سکتے ہیں؟ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اس کا علاج آپریشن ہے لیکن وہ کمزور ہیں آپریشن ہو نہیں سکتا۔

هو المصوب

جب نماز کا وقت آئے اس وقت وضو کر کے نماز شروع کی جائے گی اور اس وضو سے اسی وقت کی تمام نمازیں ادا کر لی جائیں کہ خواہ دوران نماز خون اور مواد رستا ہو(۳) اگر اعضاء وضو پر زخم ہو، اور پانی ڈالنا ضرر رساں ہو تو اس حصہ

(۱) الدر المختار علیٰ ردالمحتار، باب الحیض، مطلب فی أحکام المعذور: ۱/۲۸۱-۲۸۲، ظفیر

(۲) الدرالمختار علیٰ ردالمحتار، باب الحیض، مطلب فی أحکام المعذور: ۱/۲۸۰-۲۸۱، ظفیر

(۳) (ومن به سلس بول) وهومن لایقدرعلیٰ إمساكه (والرعاف) الدم الخارج من الأنف (والجرح الذی لایرقأ) أی لایسکن دمه من رقأ الدم سکن، وإنما کان وضوءه لوقت کل فرض لا لکل صلاة لقوله علیه السلام: ”المستحاضة تتوضأ لوقت کل صلاة“. (البحرالرائق: ج۱ص۳۷۳)

پر پٹی باندھ لی جائے اوراس کے اوپر مسح کیا جائے۔(۱) بقیہ تمام اعضا جن پر پانی بہانا ضروری ہے، پانی بہایا جائے۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء، جلداول،صفحہ ۲۱۹)

## زخم کے اردگرد جمی ہوئی دوا کو ہٹانے کا حکم:

سوال زخم کے اردگرد بالکل قریب گندہ بروزہ پگھل کر تندرست جسم پر چمٹ جاتا ہے۔اب اگر بوقت ہر وضو اس کو ہٹاتا ہے تو بلا مبالغہ وہ ہٹتا نہیں۔یعنی چاقو وغیرہ سے ہٹانے کے بغیر دور نہیں ہوتا۔اس طرح جلد پر کچھ خراش آجاتی ہے ورنہ دور نہیں ہوتا۔یا پھر بوجہ قرب زخم کے زخم پر اثر پڑتا ہے، یا پانی کے اندر جانے کا ڈر رہتا ہے۔اس طرح تندرست جسم سے خون یا پیپ کا چھیلنا واجب ہے یا نہ؟

۲: زخم کے اوپر درہم سے زیادہ پٹی تھی۔زخم کا خون یا پیپ پٹی کے اوپر والے حصے میں ظاہر ہوا،اب اس پٹی کو دور کرنا واجب ہوگا یا نہ؟ حافظ نورالدین میواتی رائیونڈ۔

الجواب

۱: زخم کے قریبی حصے پر جو دوائی مانع نفوذ ماء جم گئی ہے اگراس کے دور کرنے میں زخم کو نقصان نہ پہنچتا ہو تو اسے دور کرنا ضروری ہوگا۔ورنہ نہیں،لیکن تکلف سے بچا جائے۔

۲: اگر زخم کے دیر سے اچھا ہونے کا اندیشہ اور غالب گمان ہو تو ایسی صورت میں پٹی اتارنا واجب نہ ہوگا اور اگر زخم بالکل درست ہو گیا ہے تو پٹی اتار دینی چاہئے۔(۲) فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، ۲۸/ ۶/ ۱۳۸۲ھ۔الجواب صحیح: بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ (خیر الفتاویٰ:۲/ ۱۳۱۔۱۳۲)

## خون آلود پلستر کے ساتھ بوجہ عذر نماز پڑھنا درست ہے:

سوال: احقر کی بوجہ اکسیڈنٹ پاؤں کی ہڈی ٹخنوں سے اوپر تک ٹوٹ گئی تھی پھر مجھے خیبر ہسپتال میں داخل کیا گیا مگر خون بالکل ظاہر نہیں ہوا تھا،اس لیے بندہ تیمّم سے بیٹھ کر نماز پڑھتا رہا،اس کے بعد پاؤں میں کچھ فرق تھا تو مجھے نشہ دے کے پاؤں میں دوبارہ اسٹیل کی کیل لگا کر پلستر کر دیا اور کافی خون بھی نکلا جو پلستر کے ساتھ چمٹ گیا تھا،اس لیے

---

(۱) (ویمسح) نحو (مفتصد وجریح علیٰ کل عصابة) مع فرجتها فی الأصح (إن ضره) الماء (أوحلها). (الدرالمختار مع الرد: ۱/ص ۲۷۱،باب المسح علی الخفین،المسح علی الجبیرة، مطلب فی لفظ کل ،انیس)

(۲) قال العلامة ابن عابدین: فإن ضره الحل والغسل مسح الکل تبعاً وإلا فلا بل یغسل ماحول الجراحة ویمسح علیها لاعلی الخرقة مالم یضره مسحها فیمسح علی الخرقة التی علیها ویغسل حوالیها و ماتحت الخرقة الزائدة لأن الثابت بالضرورة یتقدر بقدرها کما أوضحه فی البحر عن المحیط والفتح. (ردالمحتار علی الدرالمختار: ص ۲۰۵ جلد ۱ ، قبیل باب الحیض ،انیس)

بندہ بوجہ خون آلودہ پلستر کے نماز پڑھنے سے معذور رہا، اب عرض یہ ہے کہ مجھ سے اسی طرح جو نمازیں قضا ہوئی ہیں، صحت یابی اور پلستر کھلنے کے بعد دوبارہ نمازوں کی قضا کروں گا؟ یا خون آلودہ پلستر کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہوں؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی عبدالواسع بلی ٹنگ کوہاٹ ۔ ۲۱ رشعبان ۱۴۰۳)

الجواب ــــــــــــــــــــ

پلستر اور پٹی سے جو نجاست چمٹ جائے تو وہ عفو ہے کیوں کہ اس کا دھونا ناممکن یا ضرررساں ہوتا ہے، آپ با قاعدہ نماز پڑھ سکتے ہیں۔ (۱) وھوالموفق (فتاویٰ دیوبند پاکستان، المعروف بہ فتاویٰ فریدیہ جلد دوم:۱۱۲)

## قعدہ اور سجدہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہو تو کھڑا ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے:

سوال: ایک شخص کو بواسیر کی شکایت ہے وہ جب نماز پڑھتا ہے تو رکوع اور سجدہ کی حالت میں اور بیٹھنے کی صورت میں بھی ہمیشہ فضلہ خارج ہوتا رہتا ہے، ہاں جب تک وہ کھڑا رہتا ہے اس وقت تک یہ صورت نہیں ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں نماز کس طرح ادا کرے صرف کھڑے کھڑے نماز پڑھ سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اگر بیٹھنے کی کوئی ایسی ہیئت ہوسکتی ہو کہ اس میں فضلہ خارج نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع وسجدہ اشارہ سے ادا کرے، اگر ایسا ممکن نہ ہو تو حالت قیام ہی میں نماز پڑھے رکوع اور سجدہ کے لئے اشارہ کرے اگر پاخانہ کے مقام میں کوئی کپڑا وغیرہ لگانے سے فضلہ خارج نہ ہو اور کپڑے کی بیرونی جانب تک نجاست نہ پہنچے تو اس طرح نماز ادا کرے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۹ رجمادی الاولیٰ ۹۸ھ (احسن الفتاویٰ:۲/ ۸۰)

## قعدہ اور سجدہ سے وضو ٹوٹ جائے تو کس طرح نماز ادا کرے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا بیٹھنے اور سجدے

---

(۱) قال العلامة ابن عابدين: فإن ضره الحل والغسل مسح الكل تبعاً وإلا فلا بل يغسل ماحول الجراحة ويمسح عليها لاعلى الخرقة مالم يضره مسحها فيمسح على الخرقة التي عليها ويغسل حواليها و ماتحت الخرقة الزائدة لأن الثابت بالضرورة يتقدر بقدرها كما أوضحه في البحرعن المحيط والفتح. (ردالمحتار علىٰ الدر المختار: ص۲۰۵ جلد ۱، قبيل باب الحيض. وهاب)

(۲) يجب رد عذره أوتقليله بقدرقدرته ولوبصلوته مؤمياً، الخ وفي الشامي: وكذا لوسال عند القيام يصلي قاعداً، الخ" (ردالمحتار، مطلب في أحكام المعذور :۱/ ۲۸۳، (ومنها القيام).....(في فرض)....(لقادرعليه) و على السجود فلوقدرعليه دون السجود ندب إيماءه قاعداً وكذا من يسيل جرحه لوسجد وقد يتحتم القعود كمن يسيل جرحه إذا قام أويسلس بوله ....الخ. (الدرالمختارمع رد المحتار:۱/ ۴۱۵، باب صفة الصلوة، انيس)

سے وضوٹوٹ جاتا ہے اور رکوع وسجود سے بھی عاجز ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ حالت قیام میں اشارہ سے نماز ادا کرے یا حالت استلقاء میں یا معذور شمار ہوگا؟ بینوا بالدلیل توجروا عند الجلیل۔

الجواب ــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

ایسا مریض کھڑا ہوکر اشارہ سے نماز پڑھے استلقاء جائز نہیں، حالت قیام میں رکوع وسجود کے لیے اشارہ صحیح ہے۔

**قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: إنه لو لم يقدر على الإيماء قاعداً كما لو كان بحال لو صلى قاعداً يسيل بوله وجرحه ولو مستلقياً لا، صلى قائماً بركوع وسجود لأن الاستلقاء لايجوز بلاعذر كالصلوٰة مع الحدث فيترجح ما فيه الإتيان بالأركان كما في المنية وشرحها. (ردالمحتار: ۱/۷۰۹)**

**قال ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ: قوله (وخير إن طهر أقل من ربعه) يعني بين أن يصلي فيه وهو الأفضل لما فيه من الإتيان بالركوع والسجود وستر العورة الغليظة وبين أن يصلي عرياناً قاعداً يؤمي بالركوع والسجود وهو يلي الأول في الفضل لما فيه من ستر العورة الغليظة وبين أن يصلي قائماً عرياناً بركوع وسجود وهو دونهما في الفضل. وفي ملتقى البحار: إن شاء صلى عرياناً بالركوع والسجود أو مؤمياً بهما إما قاعداً وإما قائماً فهذا نص على جواز الإيماء قائماً. (بحر: ۱/۲۷۳)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم (احسن الفتاویٰ: ۲/۸۰-۸۱)

## قطرہ آنے کی صورت میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کا مسئلہ:

سوال: مجھے بول کا عارضہ ہے، دن رات میں بیس پچیس مرتبہ پیشاب آتا ہے اور پائجامہ تر ہوجاتا ہے اس لئے وضو نہیں رہتا، نماز کے وقت تازہ کر لیتا ہوں مگر حالت نماز میں نشست وبرخاست سے قطرہ نکل جاتا ہے، ہر رکعت میں یہی حالت ہوتی ہے اس واسطے نماز بیٹھ کر ادا کرتا ہوں، ایسی حالت میں قطرہ نہیں نکلتا۔ اور بیٹھ کر نماز پڑھنے میں پیٹ زانو سے لگ جاتا ہے اور سجدہ کے وقت پیروں کی انگلیاں قبلہ کی طرف نہیں ہوتیں بلکہ دونوں پیر بچھا کر بیٹھنے میں سکون رہتا ہے، سیدھا پیر کھڑا رکھ کر قعدہ میں بیٹھنے سے بہت تکلیف ہوتی ہے اس لئے یہ نماز درست ہوتی ہے یا نہیں؟

الجوابــــــــــــــــــــ

درمختار میں ہے:

**”يجب رد عذره أو تقليله بقدر قدرته ولو بصلوته مؤمياً، الخ وفي الشامي: وكذا لو سال عند القيام يصلي قاعداً، الخ“.** (۱)

پس صورتِ موجودہ میں آپ کو نماز بیٹھ کر پڑھنا درست ہے جبکہ اس سے قطرہ بند رہتا ہے اور سجدہ کے وقت اگر

(۱) ردالمحتار، فصل أحكام المعذور: ۱/۲۸۳، ظفیر

بضرورت مذکورہ انگلیاں قبلہ کی طرف نہ ہوں تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے، جس طرح سہولت ہو اور قطرہ بند ہو اسی طرح کریں اور نماز پڑھیں۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم:۱/۲۸۹۔۲۹۰)

## پیشاب ٹپکتا ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنی چاہئے:

سوال: ایک آدمی کھڑے کھڑے نماز پڑھے تو پیشاب کے قطرے ٹپکتے ہیں۔اور بیٹھنے میں یہ چیز نہیں ہے تو یہ آدمی کھڑے کھڑے نماز پڑھے یا بیٹھ کر؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ایسا آدمی بیٹھ کر نماز پڑھے۔(۲) (فتاویٰ سراجیہ:ص۱۹) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ:۱/۹۵)

## رکوع سجدہ کرنے سے ریح خارج ہو جاتی ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم:

سوال: مجھے سخت ریاحی تکلیف ہے نماز میں جب رکوع اور سجدہ میں جانا ہوتا ہے اور پیٹ پر دباؤ پڑتا ہے تو پیٹ پر دباؤ کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔میں نماز کس طرح ادا کروں اس کی بڑی فکر رہتی ہے۔احقر کی رہنمائی فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ

پیٹ پر دباؤ آنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو آپ اس طرح نماز ادا کریں کہ پیٹ پر دباؤ نہ آئے اور وضو کی حفاظت ہو سکے۔اگر رکوع اور سجدہ کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہو تو آپ بیٹھ کر رکوع وسجدہ کا اشارہ کر کے نماز ادا کریں۔(۳) سجدہ کا اشارہ رکوع کی بہ نسبت زیادہ جھکا ہوا ہو۔

درمختار میں ہے:

**(ومنها القيام)..... (في فرض)....(لقادرعليه)وعلى السجود فلوقدرعليه دون السجود ندب إيماء ه قاعداً وكذا من يسيل جرحه لوسجد وقد يتحتم القعود كمن يسيل جرحه إذا قام أويسلس بوله ....الخ. (الدرالمختارمع رد المحتار:۱/۴۱۵، باب صفة الصلوة)**

---

(۱) (ومنها القيام).....(في فرض)....(لقادرعليه)و على السجود فلوقدرعليه دون السجود ندب إيماء ه قاعداً وكذا من يسيل جرحه لوسجد وقد يتحتم القعود كمن يسيل جرحه إذا قام أويسلس بوله ....الخ. (الدرالمختارمع رد المحتار:۱/۴۱۵، باب صفة الصلوة، انيس)

(۲) يجب رد عذره أوتقليله بقدرقدرته ولوبصلوته مؤمياً،.... (الدرالمختارمع رد المحتار :۱/۴۱۵، باب صفةالصلوة، انيس)

(۳) ایضا حاشیہ نمبر:۲۔

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

**قال في الفتح: رجل بحلقه جراح لايقدرعلى السجود ويقدر علىٰ غيره من الأفعال يصلي قاعداً بالإيماء ولوقام وقرء وركع ثم قعد وأوما للسجود جاز والأول أولىٰ. (ص ۲۳۵، باب صلوٰة المريض)** فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۲۱۴/۸)

## پیشاب ٹپکتا ہو تو سوتے ہوئے اشارہ سے نماز پڑھنا کیسا ہے:

سوال: کھڑے کھڑے یا بیٹھے بیٹھے نماز پڑھے تو قطرے ٹپکتے ہیں اور چت لیٹ کر سونے میں یہ عذر نہیں ہے تو نماز کس طرح پڑھے؟

**الجواب**

اس صورت میں سوتے سوتے اشارہ سے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں۔ کھڑے کھڑے نماز پڑھے۔(۱) (نفع المفتی والسائل ص ۹۸) فقط (فتاویٰ رحیمیہ ۱۹۵/۱)

## مریض کے ناپاک کپڑے بدلنا مشکل ہو تو ویسے ہی نماز پڑھے:

سوال: ہسپتال میں بدن اور کپڑوں کی طہارت کبھی تو یقینی طور پر نہیں ہوتی اور کبھی نامکمل اور مشتبہ ہوتی ہے۔ تو کیا ایسی صورت میں بہر حال نماز پڑھ لینی چاہئے یا قضا کر دی جائے؟ بینوا توجروا۔

**الجواب ــــــــ باسم ملهم الصواب**

ایسے مریض کو اسی حالت میں نماز پڑھ لینا چاہئے۔

**مريض تحته ثياب نجسة وكلما بسط شيئاً تنجس من ساعته صلى علىٰ حاله وكذا لولم ينجس إلا أنه يلحقه مشقة بتحريكه. (ردالمحتار: ۵۶۳/۱)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۴ر محرم ۹۵ھ (احسن الفتاویٰ: ۷۵/۲)

## حالت عذر میں نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں:

سوال: مرض جریان وغیرہ سے ایک شخص مجبور ہے اور طاقت زائل ہوتی رہتی ہے، آیا ایسی حالت میں بھی وہ احکامِ دین نماز وغیرہ ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟

---

(۱) **قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: إنه لولم يقدرعلى الإيماء قاعداً كما لوكان بحال لوصلى قاعداً يسيل بوله وجرحه ولومستلقياً لا، صلى قائماً بركوع وسجود لأن الاستلقاء لايجوز بلا عذر كالصلوٰة مع الحدث فيترجح ما فيه الإتيان بالأركان كما في المنية وشرحها. (ردالمحتار: ۷۰۹/۱، انيس)**

الجواب

اسی حالت میں سب کام کرے۔ معذور کا مسئلہ بھی فقہ میں موجود ہے، جو شخص معذور ہو وہ وقت کے اندر نماز ایک وضو سے پڑھ سکتا ہے اور تلاوت قرآن شریف اور درود شریف وتسبیح وغیرہ درست ہے، جب وقت نکل جاوے گا وضو نہ رہے گی۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۱/۲۹۲)

## کپڑا اور بدن کی پاکی سے معذور کے لیے نماز کا حکم:

سوال: میں ایک ہفتہ سے بخار اور کھانسی، نزلہ زکام میں مبتلا ہوں، میرا چھوٹا بچہ صرف پانچ مہینہ کا ہے جو ہر روز رات کے وقت پیشاب سے میرا جسم ناپاک کر دیتا ہے، باوجود حفاظت کے بھی اس کی نجاست سے بچنا غیر ممکن ہے، بیماری سے قبل میں ہر روز جسم کے ناپاک حصہ کو گرم پانی سے پاک کر لیا کرتی تھی اور کپڑے بدل کر نماز پڑھ لیا کرتی تھی ،لیکن جس دن سے میں بیمار ہوئی ہوں بدن کو پاک کرنے سے مجبور ہوں، ایک دو روز ایسی حالت میں بھی پاک کیا تو بیماری نے طول پکڑ لیا، چھوٹا بچہ بھی بیمار ہو گیا، اب میں جناب کی خدمت میں عرض کرتی ہوں کہ ایسی حالت میں تیمّم جائز ہے یا نہیں، اور اگر تیمّم کیا جائے تو کس طرح، آیا مٹی پر ہاتھ مار کر جسم کے ناپاک حصہ کو مل لینا کافی ہے یا صرف غسل و وضو کا تیمّم کر دوں، اس شش و پنج میں میری کئی روز سے نمازیں قضا ہو رہی ہیں، جس سے میری طبیعت سخت پریشان ہے، ایک ایک وقت کی نماز چھوٹنے سے دل بے قرار ہے، باقی کیا عرض کروں؟

الجواب

ایسی حالت میں نماز ہرگز قضا نہ کریں، بلکہ ناپاکی سے بچنے کی پوری تدبیر کریں، بچہ کے رات کو لنگر باندھ دیا کریں، اس سے ناپاکی ماں کے اوپر نہ آئے گی، اور اس کے بعد بھی تھوڑی بہت ناپاکی لگے تو اگر گرم پانی سے پاک کرنا مضر نہ ہو تو گرم پانی سے دھوئیں، اور یہ بھی مضر ہو تو اسی طرح نماز پڑھ لیں نماز درست ہو جائے گی، اور کپڑوں کا یہ انتظام کیا جائے کہ نماز کے واسطے ایک پاک جوڑا الگ رکھ لیں جو صرف نماز کے وقت پہن لیا، پھر اتار دیا، اور یہ ممکن نہ ہو تو کپڑوں کی ناپاکی کے ساتھ بھی نماز پڑھ لیا کریں، جب کہ دھونا اور بھیگا کپڑا بدن پر رہنا مضر ہو۔

**قال فی شرح المنية: إن الرجل (وفی حكمه المرأة) إذا كان علىٰ جسده نجاسة وهو مسافر قيد به باعتبار الغالب وإلا فلا فرق بين المسافر وغيره وليس معه ماء أومائع مزيل**

(۱) (إن استوعب عذره تمام وقت صلوٰة مفروضة) بأن لايجد فی جميع وقتها زمناً يتوضأ ويصلی فيه خالياً عن الحدث الخ (وحكمه الوضوء) ......لكل فرض، الخ. (الدرالمختار علىٰ ردالمحتار، مطلب فی أحكام المعذور: ۱/۲۸۱، ظفیر)

أو كان معه وهو يخاف العطش (وفي حكمه ازديا د المرض) حالاً أو مآلاً علٰى نفسه أو علٰى من تلزمه مؤنته فإنه لايلزمه إزالة عين النجاسة ويجوزله أن يصلي بها(۱۹۵) والله اعلم

۲ / شعبان ۵۴ھج. (امدادالاحکام جلد اول ص ۳۷۴ تا ۳۷۵)

## نامردی کی وجہ سے طلاء استعمال کرتا ہے اور ڈاکٹر پانی سے بالکل منع کرتا ہے تو وہ نماز کیسے پڑھے:

سوال: کوئی شخص مرض سستی کی وجہ سے طلائے نامردی استعمال کرتا ہے اور پانی لگانے سے طبیب منع کرتا ہے، بلکہ شراب سے عضو تناسل کو دھلواتا ہے۔ اس صورت میں وہ استنجا کرنے اور حالت احتلام میں غسل کرنے سے مجبور ہے۔ وہ نماز کس طرح ادا کرے؟

الجواب

دوا کرنا، حرام اور نجس چیز کے ساتھ اس وقت درست ہے کہ طبیب مسلم حاذق یہ کہے کہ اس دوا میں شفا ہے اور اس کا بدل دواءِ حلال سے نہ ہو سکے:

قال في النهاية: وفي التهذيب: يجوز للعليل شرب البول والدم والميتة للتداوى إذا أخبره طبيب مسلم أن فيه شفاءه ولم يجد من المباح مايقوم مقامه، إلخ. (۱)

پس اگر شرط مذکور پائی جاوے تو استعمال شراب کا بغرض صحت درست ہے اور نماز بھی اس حالت میں درست ہے، ورنہ درست نہیں۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۲۹۳/۱، ۲۹۴)

## جس کا کان بہتا ہو، اس کے وضو اور نماز کا حکم:

سوال: زید کا کان ہمیشہ بہتا رہتا ہے، اس حال میں اس کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب وبالله التوفيق

جس شخص کو کان بہنے کا عارضہ ہے اور ہر وقت کان بہتا ہے، اس کو ہر وقت کی نماز کے لئے تازہ وضو کرنا چاہئے، جب تک اس نماز کا وقت رہے گا کان بہنے سے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا، نماز کا وقت ختم ہوتے ہی وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی۔ ۲۵/۹۔ ۱۳۷۱ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ جلد دوم صفحہ ۱۷)

---

(۱) ردالمحتار، باب المتفرقات، في كتاب البيوع) جلد: ۲۹۸/۴، ظفیر

(۲) (وصاحب عذرمن به سلس) بول لايكمنه إمساكه (أو استطلاق بطن أو انفلات ريح أو استحاضة) أو بعينه رمد أو عمش أو غرب، وكذا كل مايخرج بوجع ولو من أذى وثدى وسرة (إن استوعب عذره تمام وقت صلٰوة مفروضة) بأن لا يجد في جميع وقتها زمناً يتوضأ ويصلي فيه خالياً عن الحدث...... (وحكمه الوضوء) لاغسل ثوبه ونحوه (لكل فرض)...... (ثم يصلي) به (فيه فرضاً ونفلاً) ...... (فإذا خرج الوقت بطل). (الدرالمختار علٰى هامش رد المحتار، مطلب في أحكام المعذور: ۵۰۴/۱، ۵۰۵)

# معذور کے لیے مسح کے احکام

## پٹی پر مسح:

سوال: زید کے ہاتھ کے انگوٹھے میں زخم نکل آیا ہے زخم کا حصہ تخمیناً نصف انگوٹھا ہے، نماز جمعہ سے تین ساعت پیشتر زخم پر مرہم لگا کر پٹی کپڑے کی باندھ لی کہ پٹی سے پورا انگوٹھا چھپ گیا۔ نماز جمعہ کے وقت زید نے وضو کیا لیکن وضو کرتے وقت اس نے پٹی کھول کر نہ تو پورے انگوٹھے کو دھویا اور نہ زخم کے علاوہ بقیہ حصہ کو بلکہ صرف کپڑے سے اس کو تر کیا۔ خلاصہ یہ کہ مسلّم انگوٹھا خشک رہ گیا اگر زید پٹی کھول کر اس کے بقیہ حصہ کو تر کرتا اور زخم پر مسح کرتا تو زخم کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا؟

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

وضو میں زخم کی پٹی کھولنا یا پٹی کو تر کرنا ضروری نہیں صرف پٹی کے اوپر مسح کر لینا کافی ہے۔(۱) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس۔۱۴/۲/۱۳۵۷ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۸۸تا۹۰)

---

(۱) عن جابرؓ قال: خرجنا فی سفر ....إنما یکفیه أن یتیمم ویعصر أو یعصب۔ شک موسی۔ علٰی جرحه خرقة ثم یمسح علیها ویغسل سائر جسده. (أبوداؤد ، باب فی المجدور یتیمم)

عن علیؓ بن أبی طالب قال: انکسرت إحدی زندی فسألت النبی صلی الله علیه وسلم فأمرنی أن أمسح علی الجبائر. (ابن ماجة ، باب المسح علی الجبائر ،ص۹۳،نمبر۶۵۷/الدارقطنی،باب جواز المسح علی الجبائر)

صحت وضو کے لیے اصلاً اعضائے وضو کا دھونا ضروری ہے، تیمّم یا مسح کی اجازت اس وقت ہے جب کہ پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو یا پانی کا استعمال نقصاندہ ہو، سر کا مسح اس لیے مشروع ہے کہ پانی کا استعمال سر کے لیے نقصاندہ ہے جس میں حرج شدید ہے اور شریعت کا قاعدہ ہے: ''الحرج مدفوع ''۔ اعضائے وضو کے کسی بھی حصہ میں اگر زخم ہو یا کٹ گیا ہو، جس کو دھونے سے نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو تو اس حصہ پر مسح کر لینا کافی ہے اور اگر مسح بھی نقصاندہ ہو تو مسح بھی ساقط ہو جائے گا۔

اگر زخم پر پٹی باندھ لی گئی ہو تو ایسی صورت میں مسح اور غسل کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

۱۔ اگر پٹی کھولنے میں کوئی نقصان ہو یا پٹی کھولنے کے بعد از خود اس کے باندھنے پر قدرت نہ ہو اور نہ ہی کوئی دوسرا باندھنے والا ہو تو ایسی صورت میں پٹی پر ہی مسح کر لینا کافی ہوگا۔ اس کا کھولنا ضروری نہیں ہے۔

۲۔ اگر پٹی کھولنے میں کوئی نقصان نہ ہو تو پٹی کھول کر اس حصہ کو دھونا ضروری ہوگا جس پر دھونے سے کوئی نقصان نہ ہو اور اس حصہ پر مسح کرنا ضروری ہوگا جس پر مسح کرنا نقصاندہ نہ ہو۔ اس لیے کہ جو چیز ضرورتاً ثابت ہو وہ بقدر ضرورت ہی ثابت ہوتی ہے۔

۳۔ اگر پٹی کھولنے کے بعد دھونا بھی نقصاندہ ہو اور مسح بھی تو پھر پٹی کھولنے کی ضرورت نہیں پٹی ہی پر مسح کر لینا کافی ہوگا۔ ==

## پھایہ پر مسح کا حکم:

سوال: زید کے منھ پر پھنسی یعنی زخم ہے اس پر انگریزی مرہم کا پھایہ لگا ہوا ہے، اب اس کو ہٹا کر وضو کرے یا پھایہ کے اوپر سے پانی بہائے۔ پھایہ کو ہٹانے میں تکلیف ہوگی یعنی یہ سختی سے کھال پر چمٹ گیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اگر زخم کو پانی نقصان کرتا ہو یا پھایہ ہٹانے میں تکلیف ہو تو پھایہ ہٹائے بغیر اس پر مسح کرے۔

**قال في التنوير: وحكم مسح جبيرة وخرقة قرحة وموضع فصد ونحو ذلك كغسل لما تحتها. (ردالمحتار: ۱/۲۵۷) (۱)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۸/ربیع الاول ۹۱ھ (احسن الفتاویٰ: ۲/۶۴)

## پلستر پر مسح جائز ہے:

سوال: کسی کے پھنسی یا زخم پر پلستر لگا ہوا ہو، اگر غسل یا وضو کے وقت اس کو کھول کر دھوئے تو کچھ نقصان نہیں، البتہ جو دوا لگائی تھی پلستر کو ہٹانے کی وجہ سے وہ باقی نہیں رہے گی، لہذا وہ دوا مرض کے لئے مفید ثابت نہ ہوگی یا یہ کہ پھر پلستر نہیں ملے گا یا زیادہ گراں ملے گا تو کیا پلستر کو ہٹا کر اس عضو کو دھونا ضروری ہے یا نہیں؟ نیز دوا کی گرانی کی کیا تحدید ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــ باسم ملهم الصواب

**قال في الدر المختار: أولم يجد من يوضئه، فإن وجد ولو بأجرة مثل وله ذلك لايتيمم. (رد**

== ۴۔ اگر پٹی کھولنے کے بعد زخم پر مسح نقصاندہ ہو لیکن بقیہ حصہ کا دھونا نقصاندہ نہ ہو تو پٹی کھول کر بقیہ حصہ کو دھونا ضروری ہوگا، بقیہ حصہ کو دھو کر پھر پٹی باندھ کر پٹی پر مسح کر لینا کافی ہوگا۔

صورت مسئولہ میں سوال سے یہ واضح ہے کہ اگر زید پٹی کھول کر زخم پر مسح کرتا اور بقیہ حصہ کو دھوتا تو اس کے زخم کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا، لیکن اس نے پٹی کھول کر نہ تو زخم پر مسح کیا اور نہ ہی بقیہ حصہ کو دھویا اور اس نے اپنا وضو مکمل کر کے نماز پڑھ لی۔ لہذا صورت مسئولہ میں نہ تو اس کا وضو صحیح ہوا اور نہ ہی اس وضو سے پڑھی گئی نماز صحیح ہوئی۔ (مجاہد)

**"والحاصل لزوم غسل المحل ولو بماء حارٍّ، فإن ضر مسحه، فإن ضر مسحها، فإن ضر سقط أصلاً (ويمسح)نحو(مفتصد وجريح على كل عصابة)مع فرجتها في الأصح(إن ضره)الماء(أوحلها)ومنه أن لايمكنه ربطها بنفسه ولايجد من يربطها. (الدر المختار على ردالمحتار: ۱/۴۷۰-۴۷۱)**

**(قوله أوحلها)أي ولو كان بعد البرء بأن التصقت بالمحل بحيث يعسر نزعها ط، لكن حينئذ يمسح على الملتصق ويغسل ماقدر على غسله من الجوانب كما مر، ثم المسئلة رباعية كما أشار إليه في الخزائن، لأنه إن ضره الحل يمسح سواء ضره أيضاً المسح على ماتحتها أولا، وإن لم يضره الحل، فإما أن لايضره المسح أيضاً فيحلها ويغسل مالايضره ويمسح مايضره، وإما أن يضره المسح فيحلهاويغسل كذلك ثم يمسح الجرح على العصابة ، إذ الثابت بالضرورة يتقدربقدرها. (ردالمحتار: ۱/۴۷۱، قبيل باب الحيض)**

(۱) الدر المختار على رد المحتار، قبيل باب الحيض، انیس

**المحتار: ج۱/۲۱۵)وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ:(فرع)في جامع الجوامع: رجل به رمد فداواه وأمرأن لايغسل فهو كالجبيرة،شرنبلالية.(ردالمحتار:۱/۲۶۰،قبيل باب الحيض)**

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ اگر پلستر کھولنا زخم کے لیے مضر ہو تو پلستر کھول کر اس عضو کا دھونا ضروری نہیں بلکہ پلستر پر مسح کافی ہے اور وہ پلستر جبیرہ کے حکم میں ہے اور اگر کھولنا مضر نہیں مگر پلستر عام مروج قیمت سے زیادہ گراں ملے گا یا قیمت تو زیادہ نہیں مگر تنگدستی کی وجہ سے خریدنے پر قدرت نہیں تو بھی مسح جائز ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۰/ربیع الآخر ۸۶ھ (احسن الفتاویٰ:۲/۶۳)

## پلستر پر مسح کرنے کا حکم:

سوال: ہاتھ پاؤں یا دوسرے اعضا کے ٹوٹ جانے کی صورت میں ڈاکٹر حضرات اس عضو کو جوڑنے کے لیے پلستر لگاتے ہیں، کیا اس پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب**

پلستر کا استعمال ٹوٹے ہوئے اعضا کو جوڑنے کے لیے ہوتا ہے اور ڈاکٹر کی اجازت کے بغیر اس کا کھولنا عموماً مضر نہ بھی ہو لیکن بار بار اس کو کھول کر باندھنا مالی اعتبار سے بھی نقصان کا باعث ہوتا ہے، اس لیے جبیرہ کی طرح پلستر کے اندر ملفوف اعضا کا دھونا ضروری نہیں بلکہ مسح کافی ہے۔

**لما قال الحصكفيؒ:(ويمسح) نحو(مفتصد وجريح علىٰ كل عصابة) مع فرجتها في الأصح،قال ابن عابدينؒ:(قوله علىٰ كل عصابة) أى علىٰ كل فرد من أفرادها سواء كانت عصابة تحتها جراحة وهي بقدرها أو زائدة عليها كعصابة المفتصد،أو لم يكن تحتها جراحة أصلاً بل كسر أو كيّ، وهذا معنى قول الكنز: كان تحتها جراحة أولا،لكن إذا كانت زائدة علىٰ قدرالجراحة، فإن ضره الحل والغسل مسح الكل تبعاً وإلا فلا. (رد المحتار: ج۱/۲۸۰، باب الخفين،مطلب في لفظ كل إذا دخلت علىٰ منكر أومعروف)**(۱)فقط (فتاویٰ حقانیہ:۲/۶۱۹) ☆

---

(۱) قال إبراهيم الحلبي رحمه الله : جاز له المسح علىٰ كل الجبيرة ما تحته جراحة وما ليس تحته تبعاً لموضع الجراحة لأن الجبيرة والعصابة لا توضع علىٰ وجه تأتي علىٰ موضع الجراحة فحسب بل تكون علىٰ ما حول الجراحة أيضاً فتحققت الضرورة إلىٰ جوازالمسح على الزائد على الجراحة ، الخ.(كبيرى:ص ۱۱۷) باب المسح على الخفين/ومثله في مراقي الفلاح علىٰ صدر الطحطاوي:ص۱۰۷ فصل في الجبيرة ونحوها)

☆ **پلستر پر مسح کرنے کا حکم:**

سوال: ایک شخص کے پاؤں پر زخم تھا اس نے زخم پر پلستر لگایا، اس کے بعد اس نے نماز ادا کرنے کے لئے وضو کیا اور پاؤں کو اچھی طرح دھولیا مگر پلستر نہیں اتارا کیا اس کا وضو ہوگیا؟ ایسے ہی پنڈلی کے زخم پر پلستر لگا ہوا تھا۔ پھر اس کو غسلِ فرض کی حاجت ہوئی تو اس نے غسل کیا مگر پلستر نہیں اتارا، کیا اس کا غسل صحیح ہوگیا؟

==

## بار بار پٹی اتارنا زخم کو مضر ہو تو نہ اتاری جائے:

سوال: اگر زخم پر مسح یا دھونا مضر نہ ہو تو پٹی کو اکھاڑ کر مسح یا زخم کو دھونا واجب ہوگا، سوال یہ ہے کہ نہ مسح اور نہ دھونا مضر ہے لیکن بار بار اکھاڑنے سے زخم دیر سے اچھا ہوگا۔ اس صورت میں شرعاً پٹی نہ اکھیڑنے اور دوا نہ ہٹانے کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جوازِ تیمّم کے لئے فقہا نے تأخر شفا کو بھی عذرِ معتبر اور ضرر واقعی قرار دیا ہے۔ (کما فی الھندیة: ج۱ص۱۵)

ہم سمجھتے ہیں کہ مسحِ جبیرہ کے جواز کے لئے بھی یہ عذر معتبر قرار پائے گا۔ پس اس ضرر کی بنا پر بھی بدوں پٹی اکھاڑے اگر مسح کرلیا گیا تو جائز ہو جائے گا۔

۲۔ ان سب صورتوں کا اجمالی جواب یہ ہے کہ جن صورتوں میں پٹی اکھاڑنے سے زخم کے بڑھ جانے یا دیر سے اچھا ہونے کا غالب گمان ہو ان صورتوں میں مسح جائز ہوگا، شدید تکلیف بھی اس میں داخل ہے محض معمولی تکلیف کی صورت میں مسح جائز نہ ہوگا۔ (۱) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ (خیر الفتاویٰ: ۲/۱۳۰)

## پٹی پر مسح کے بعد پٹی گرگئی:

سوال: زخم کی پٹی پر مسح کیا وہ گرگئی اور دوسری پٹی بدلی تو دوبارہ مسح کرے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

== الجواب ـــــــــــــــــــ

اگر پلستر اتار کر ارد گرد کی جگہ دھویا جا سکتا ہو اور زخم پر مسح یعنی گیلا ہاتھ پھیرا جا سکتا ہو تو پھر پلستر پر مسح جائز نہیں، بلکہ پلستر اتار کر زخم کی جگہ پر مسح کیا جائے اور ارد گرد کی جگہ کو دھویا جائے۔

اور اگر پلستر اتار کر زخم پر مسح نہ کیا جا سکتا ہو لیکن ارد گرد کی جگہ کو دھویا جا سکتا ہو تو پلستر اتار کر ارد گرد کی جگہ کو دھولیا جائے اور زخم والی جگہ پر پلستر کے اوپر مسح کرلیا جائے۔ اور اگر دونوں صورتیں ممکن نہ ہوں یعنی پلستر کا اتارنا تکلیف دیتا ہو تو پورے پلستر پر مسح کرلیا جائے وضو اور غسل صحیح ہو جائے گا۔ شامی: ج۱ص۲۵۸ میں ہے:

”(ویمسح) نحو (مفتصد وجریح علیٰ کل عصابة)(درمختار) أی علیٰ کل فرد من أفرادھا سواء کانت عصابة تحتھا جراحة وھی بقدرھا أو زائدة علیھا کعصابة المفتصد أو لم یکن تحتھا جراحة أصلاً بل کسر أو کیّ، وھذا معنی قول الکنز کان تحتھا جراحة أو لا، لکن إذا کانت زائدة علیٰ قدر الجراحة فإن ضرہ الحل والغسل مسح الکل تبعاً وإلا فلا، بل یغسل ماحول الجراحة ویمسح علیھا لا علی الخرقة مالم یضرہ مسحھا فیمسح علی الخرقة التی علیھا و یغسل حوالیھا وماتحت الخرقة الزائدة لأن الثابت بالضرورة یتقدر بقدرھا کما أوضحه فی البحر. اھ فقط واللّٰہ أعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، ۲۴/۶/۷ ۱۳۹۹ھ، الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ (خیر الفتاویٰ: ۲/۱۲۷ و ۱۲۸)

(۱) ”والحاصل لزوم غسل المحل ولو بماء حارٍّ،... إذ الثابت بالضرورة یتقدر بقدرھا. (ردالمحتار: ۱/۴۷۱، قبیل باب الحیض، انیس)

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

**قال فی التنویر: والمسح یبطله سقوطها عن برء وإلا لا. (ردالمحتار:۱/۲۵۹)**

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ پٹی کے گرنے سے سابق مسح نہیں ٹوٹتا، البتہ زخم اچھا ہونے کے بعد پٹی گری ہو تو سابق مسح ٹوٹ جائے گا اور اس جگہ کا دھونا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۳ / صفر ۷۸ھ (احسن الفتاویٰ:۲/۶۳)

## اوپر کی پٹی گر جائے تو نچلی پر اعادہ مسح واجب نہیں:

سوال: اوپر کی پٹی دور ہو جائے تو نیچے کی پٹی پر مسح کا اعادہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اس صورت میں نچلی پٹی پر مسح کرنا ضروری نہیں، مندوب ہے۔

**قال العلاء رحمه الله: ولو بدلها بأخریٰ أو سقطت العلیا لم یجب إعادة المسح بل یندب، وفی الشامیة: (قوله لم یجب) وعن الثانی أنه یجب المسح علی العصابة الباقیة، نهر. (ردالمحتار:۱/۲۵۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

۲۳ / صفر ۷۸ھ (احسن الفتاویٰ:۲/۶۳-۶۴)

## پٹی پر مسح کب تک باقی رہتا ہے:

سوال: پٹی پر مسح کب تک باقی رہتا ہے، کن کن حالات میں مسح ختم ہو جاتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

پٹی پر مسح دو حالتوں میں ٹوٹ جاتا ہے۔

(۱) اتارنے یا اترنے کی حالت میں جب زخم مندمل ہو جائے، اس لئے کہ جس علت کی وجہ سے مسح شروع ہوا تھا وہ ختم ہو گیا۔

(۲) حدث کی وجہ سے یعنی وضو ٹوٹنے کی حالت میں جبیرہ کا مسح بھی ختم ہو جاتا ہے۔

**لما قال الشیخ وهبة الزحیلیؒ: یبطل المسح علی الجبیرة فی حالتین، هما (۱) نزعها وسقوطها، قال الحنفیة: یبطل المسح علی الجبیرة إن سقطت عن برء لزوال العذر... (۲) الحدث یبطل المسح علی الجبیرة بالاتفاق بالحدث. (الفقه الإسلامی وأدلته:۱/۳۵۶، نواقض المسح علی الجبیرة) (۱)** (فتاویٰ حقانیہ:۲/۶۱۸)

---

(۱) **قال العلامة أبوبكر الكاسانیؒ: فسقوط الجبائر عن برء ینقض المسح. (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع:۱/۱۴، مطلب نواقض المسح علی الجبیرة)**

## صرف زخم کی جگہ پر مسح کرنا چاہئے یا پورے عضو پر:

سوال: اگر کسی عضو کے پورے حصے پر یا اس سے کم وبیش پر مثلاً پیر پر کوئی زخم ہو تو مسح کل پیر پر کرنا چاہئے یا محض اتنی ہی جگہ پر جہاں زخم ہے۔ اگر کل پیر پر مسح کیا تو نماز درست ہوگی یا نہیں؟ ایک شخص کہتا ہے کہ جتنی جگہ میں زخم ہے اسی پر مسح کیا جاوے باقی عضو کو دھونا چاہئے اور مسح علی العصابہ میں محض عصابہ پر مسح کیا جاوے باقی کو دھونا چاہئے؟

الجواب

ان سب صورتوں میں مسح صرف اسی مقدار پر کرنا چاہئے جس جگہ زخم ہے اور اچھی جگہ کو دھونا چاہئے، لیکن اگر صحیح حصہ کے دھونے سے زخم پر پانی پہنچے اور اس کو مضر ہو تو کل پر مسح کرنا درست ہے۔(۱) پس قول اس شخص کا درست ہے جو کہتا ہے کہ صرف اسی موقع پر مسح کرنا چاہئے جس جگہ پھنسی یا زخم ہے اور باقی حصہ کو دھونا چاہئے۔ پس اگر کل پر مسح کرلیا بدون اس خوف کے جو اوپر لکھا گیا تو نماز نہ ہوگی، اور مسح علی العصابہ میں بے شک صرف پٹی پر ہی مسح کرنا چاہئے، باقی عضو صحیح کو دھونا چاہئے، لیکن اس قدر تخفیف اس میں کی گئی ہے کہ پٹی کے درمیان میں اگر کچھ جگہ کھلی ہوئی ہو تو اس پر بھی مسح درست ہے اور پٹی کے نیچے جو صحیح وسالم حصہ عضو کا آیا ہے اس پر بھی مسح درست ہے، باقی عضو کو دھونا چاہئے۔

درمختار میں ہے:

”(ویمسح) نحو (مفتصد وجریح علیٰ کل عصابة) مع فرجتها فی الأصح“. الخ.(۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم:۱/۲۷۶ و ۲۷۷)

## اگر اعضاء وضو میں زخم ہو:

سوال: ایک شخص کے پیروں میں پھوڑے ہیں، ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے کہ زخم پر پانی نہیں لگنا چاہئے، کیا ایسی صورت میں نماز پڑھنے اور قرآن کی تلاوت کرنے کے لئے تیمّم کرلینا کافی ہے؟ (محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

الجواب

اگر صرف زخم پر پانی کا پہنچنا نقصان دہ ہے، تو تیمّم کرنا کافی نہیں، چہرہ اور ہاتھ دھوئے، سر کا مسح کرے، اگر ایک پاؤں میں زخم ہو دوسرے پاؤں میں نہ ہو تو دوسرا پاؤں بھی دھوئے، جس پاؤں میں زخم ہے اگر اس کے کچھ حصہ پر

---

(۱) عن علیؓ بن أبی طالب قال: سألت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن الجبائر یکون علی الکسیر، کیف یتوضأ صاحبها وکیف یغتسل إذا أجنب؟ قال: یمسحان بالماء علیها فی الجنابة والوضوء، قلت: فإن کان فی برد یخاف علیٰ نفسه إذا اغتسل؟ قال: یمر علیٰ جسده، و قرأ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ﴿وَلاَ تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْماً﴾ ویتیمم إذا خاف. (الدارقطنی، باب جواز المسح علی الجبائر، ص۲۳۳، نمبر ۸۶۵، انیس)

(۲) الدر المختار علیٰ رد المحتار، باب المسح علی الخفین، قبیل باب الحیض:۱/۲۵۸، ظفیر

زخم ہواور کچھ خالی ہواور خالی حصہ میں پانی کا پہنچانا ممکن ہوتو اسے بھی دھولے،جس حصہ پر زخم ہے اگراس حصہ پرمسح کر لینے میں نقصان نہ ہوتو صرف مسح کرلے،اگراس پر پٹی بندھی ہوئی ہوتو اس پٹی پر مسح کرلے،اگر پٹی نہ ہو اورزخم پرمسح سے بھی طبیب نے منع کیا ہو،تواس حصہ کو یوں ہی چھوڑ دے۔چنانچہ علامہ کاسائیؒ لکھتے ہیں:

"ومن شرط جوازالمسح على الجبيرة أيضاً أن يكون المسح علٰى عين الجراحة مما يضرّ بها، فإن كان لا يضر بها لايجوزالمسح إلا علٰى نفس الجراحة ولايجوزعلى الجبيرة ".(۱)

پٹی پرمسح کے جواز کی شرطوں میں سے ایک یہ ہے کہ مسح زخم کےاوپر ہوتو نقصان ہو،اگراس سےنقصان نہ پہنچتا ہوتو نفس زخم پر ہی مسح کیا جاسکتا ہےنہ کہ پٹی پر۔(کتاب الفتاویٰ:۲/۵۶۔۵۷)

## ہاتھ پیر پرزخم ہوتومسح کس طرح کرے:

سوال: ہاتھ پیر میں زخم ہواور پانی لگانے سے اندیشہ، بڑھنے کا ہوتو کس طریق سے مسح کرے؟ زخم کے آس پاس خشک جگہ تو ضرور رہے گی،اگر پھایہ رکھا ہوا ہےتو کیا پھایہ پرمسح کرے؟اوراگراس سے پانی اندر جانے کااندیشہ ہو تو کیا آس پاس مسح کرلیوے؟اوراس کا کیا طریق ہے؟اوراگر پٹی زخم سے زیادہ جگہ پر ہوتو کس طرح مسح کرے؟اور حاجت غسل میں کیا کرے؟

الجواب

جبکہ دھونے سے اندیشہ زخم کے بڑھنے کا ہوتواس پرمسح درست ہے،مسح میں تر ہاتھ پھیرنا ہوتا ہے،اس جگہ پر۔اول تو یہ حکم ہے کہ اگر بلا پٹی پھایہ کے ہاتھ پھیرنے میں کچھ اندیشہ نہ ہوتو بلا پٹی پھایہ کےاس جگہ پرتر ہاتھ پھیرے،اگر چہ بعض بعض موقع اس میں خشک رہ جاوےاور بلا پٹی وغیرہ مسح کرنے میں زخم کا خوف ہےتو پٹی یا پھایہ پرتر ہاتھ پھیرے، آس پاس کی جگہ خشک رہ جانے سے کچھ حرج نہیں، ہاتھ سب جگہ پھیرے اگر چہ پانی کہیں لگےاور کہیں نہ لگے جیسا کہ مسح میں ہوتا ہےتو کچھ حرج نہیں ہےاور پٹی اگر چہ موضع زخم سے زیادہ ہو،تمام پٹی پرمسح کرے کچھ حرج نہیں ہےاور غسل کی ضرورت ہوتب بھی یہی حکم ہے کہ زخم کی جگہ مسح کرلے جیسے اوپر مذکور ہوا اور باقی بدن کو دھودے اور پانی بہادے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۲۹۶۔۲۹۷)

---

(۱) بدائع الصنائع :۱/۹۰،بيان المسح على الجبائر.

(۲) (ويمسح) نحو(مفتصد وجريح علٰى كل عصابة)مع فرجتها فى الأصح(إن ضره)الماء(أوحلها)ومنه أن لايكمنه ربطها بنفسه ولايجد من يربطها(انكسرظفره فجعل عليه دواءً أووضعه علٰى شقوق رجليه أجرى الماء عليه)وإن قدر وإلا مسحه وإلاتركه .(الدرالمختار،مجتبائى:۱/۵۰،باب المسح على الخفين،قبيل باب الحيض)
لكن إذاكانت زائدة علٰى قدر الجراحة فإن ضره الحل والغسل مسح الكل تبعاً ، الخ.(ردالمحتار:۱/۲۵۹،ظفير )

## زخم پر مسح کرنے کا مسئلہ:

سوال: اگر زخم پر مسح کرنے سے تکلیف ہوتی ہو تو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب

اگر ظاہر زخم پر مسح کرنے سے تکلیف ہو تو پٹی وغیرہ کے اوپر مسح کرے اور اگر اس سے بھی شدید تکلیف کا احساس ہو تو پھر بوجہ مجبوری اس کا ترک کرنا جائز ہے۔

**لما قال الشيخ وهبة الزحيلي: وإذا رمد وأمره طبيب مسلم ألايغسل عينه أو انكسر ظفره أو حصل بہٖ داء وجعل عليه دواءً،جازله المسح للضرورة وإن ضره المسح تركه لأن الضرورة تقدربقدرها. (الفقه الإسلامي وأدلته:۲۵۵/۱،نواقض المسح على الجبيرة)**(۱)(فتاویٰ حقانیہ:۶۱۸/۲، ۶۱۹)

## پیر پر مسح کی صورت:

سوال: میرے پیر کے اوپری حصہ پر آدھے سے زائد جگہ پر ''ایکزیما'' ہوگیا، کھجلی ہوتی ہے اور پانی پڑنے سے مواد بھی ہو جاتا ہے، ڈاکٹر پانی کو مضر بتاتے ہیں۔ وضو کرنے میں پہلے بقیہ حصہ کو جب دھوتا ہوں تو چونکہ وہ درمیان میں ہے اس لئے پانی سے بچت نہیں ہو پاتی۔ اس لیے دریافت طلب یہ ہے کہ کیا پیر کو نہ دھوؤں؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مسح کرلو تو مسح کی ترکیب نہیں معلوم ہے، اس سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً

جس حصۂ قدم پر پانی مضر ہے اس پر مسح کرلیا جائے یعنی تر ہاتھ پھیرلیا جائے اور بقیہ کو دھولیا جائے اس طرح کہ وہاں پانی نہ پہنچے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۶/۳۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند ۱۳۸۸/۶/۳۰ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۵/۵، ۴۶)

---

(۱) **قال الحصكفيؒ: (انكسر ظفره فجعل عليه دواءً أووضعه علىٰ شقوق رجليه أجرى الماء عليه) وإن قدر وإلامسحه وإلا تركه. (الدرالمختارعلىٰ صدررد المحتار:۲۸۱/۱،باب المسح على الخفين/ومثله فى مراقى الفلاح علىٰ صدرالطحطاوى:ص۱۰۹،فصل فى مسح الجبيرة)**

(۲) **"فى أعضاء ه شقاق غسله إن قدر وإلامسحه وإلاتركه ولوبيده، ولايقدرعلى الماء تيمم،ولوقطع من المرفق غسل محل القطع. (الدرالمختار:۱۰۲/۱،بيان فرائض الوضوء،سعيد)**

**وذكرشمس الأئمة الحلوانى:إذاكان فى أعضاء ه شقاق وقد عجزعن غسله،سقط عنه فرض الغسل،ويلزم إمرارالماء عليه،فإن عجزعن إمرارالماء يكفيه المسح،فإن عجزعن المسح سقط عنه المسح أيضاً،فيغسل ماحوله ويترك ذلك الموضع،كذا فى الذخيرة. (الفتاوىٰ الهندية:۵/۱،الفصل الأول فى فرائض الوضوء،رشيدية)**

## پاؤں دھونے سے مرض کا اندیشہ قوی ہوتو ان پر مسح کرلیا جائے:

سوال: ایک شخص عارضہ تنفس میں مبتلا ہے وضو کرنے میں پاؤں دھونے سے نزلہ ہو کر تکلیف دہ صورت اختیار کرلیتا ہے، ایسی حالت میں وضو کیا جاوے اور پاؤں پر مسح کرلیا جائے تو نماز جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر تکلیف شدید ہواور اس سے بچنے کی دوسری صورت نہ ہوتو پاؤں پر مسح کرلیا جائے اور باقی اعضا کو حسب دستور دھویا جائے۔

وذلک لما فی الشرح الکبیر للمنیة: وکذلک إذا کان علیٰ أعضاء الوضوء کلها أو علیٰ أکثرها جراحة یتیمم ولا یجب غسل الصحیح والتیمم لأجل الحرج وإن کان علیٰ أقله أی أقل بدنه أو أعضاء وضوئه جراحة وأکثر أی أکثر البدن أو أعضاء الوضوء صحیح فإنه یغسل الموضع الصحیح ویمسح علی المجروح إن لم یضر (إلیٰ قوله) ثم الکثرة فی الأعضاء قیل تعتبر من حیث العدد حتی لو کانت الجراحة فی رأسه ووجهه ویدیه ولم تکن فی رجلیه یباح له التیمم (إلیٰ) وعلیٰ عکسه لا یباح. (کبیری: ص۶۴، کانپوری) واللّٰہ سبحانه وتعالیٰ أعلم

کتبه محمد شفیع غفرله

جواب صحیح ہے، اگر ٹھنڈے پانی سے نقصان ہوتو گرم پانی سے پاؤں دھوکر فوراً خشک کرلے اگر کوئی ترکیب بھی نافع نہ ہوتو سردی کے اوقات میں مسح کرلے۔ (بندہ اصغر حسین عفا عنہ) (امداد المفتین: ص۲۴۲)

## انگلیوں میں ورم پیدا ہونے سے پاؤں پر مسح:

سوال: سردی کے موسم میں بسا اوقات پاؤں میں سوجن پیدا ہو کر انگلیاں متورم ہو جاتی ہیں جس کی وجہ سے پانی کے استعمال سے تکلیف ہوتی ہے، کیا ایسے پاؤں پر مسح کرنا جائز ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ

صورتِ مذکورہ میں اگر ٹھنڈے پانی کے استعمال سے تکلیف ہوتی ہے تو گرم پانی استعمال کرے، اور اگر گرم پانی دستیاب نہ ہو یا گرم پانی کا استعمال بھی باعث تکلیف ہو تو پھر اس پر مسح کافی رہے گا۔ تاہم اگر جبیرہ کے نیچے مسح کرنے سے تکلیف نہ ہو تو جِلد پر مسح کرے گا، اور اگر جلد پر مسح کرنے سے تکلیف ہوتی ہو یا بیماری بڑھ جانے کا خطرہ ہو تو جبیرہ کے مسح پر اکتفا ہو سکتا ہے۔

قال ابن نجیم رحمہ اللہ: وفی شرح الجامع الصغیر لقاضیخان: والمسح علی الجبائر علیٰ وجوه: إن کان لا یضره غسل ما تحته یلزمه الغسل، وإن کان یضره الغسل بالماء البارد ولا یضره الغسل

بالماء الحارّ يلزمه الغسل بالماء الحار،وإن كان يضره الغسل ولا يضره المسح يمسح ما تحت الجبيرة ولا يمسح فوقها. (البحرالرائق ،باب المسح على الخفين: ۱/۱۸۷، صغیری،باب المسح: ص ۶۵)(۱) (فتاویٰ حقانیہ:۲/۵۵۵و۵۵۶)

## پاؤں پر داد چنبل ہونے کی وجہ سے مسح:

سوال: ایک امام مسجد کے پاؤں پر داد چنبل ہے، جس کی وجہ سے تقریباً چار ماہ سے وضو نہیں کر رہا ہے اور تیمّم سے امامت کرا رہا ہے۔اور تیمّم بھی مسجد کی سیمنٹ سے پلستر شدہ دیوار سے کر لیتا ہے۔ کیا وہ درست کر رہا ہے۔ مقتدیوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟ (سائل: اللہ رکھا، بستی شریف پورہ)

الجواب

پاؤں پر داد چنبل ہونے کی وجہ سے وضو ساقط نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں تیمّم جائز نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا تھا کہ پانی نقصان دیتا ہوتو پاؤں پر مسح کر لیا جاتا۔ لہذا جتنی نمازیں مذکور امام کے پیچھے اس تیمّم کی حالت میں ادا کی گئی ہیں ان کو دوبارہ ادا کیا جائے۔ فقط، واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ، ۱۵/۵/۱۴۰۰ھ۔ الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، رئیس الافتاء (خیر الفتاویٰ:۲/۶۶)

## مشقت کی وجہ سے پاؤں پر مسح:

سوال: ایک شخص جو انتہائی کمزور ہے، اس کو وضو کرنے میں کافی تکلیف ہوتی ہے، کھڑے کھڑے وضو کرنا آسان ہوتا ہے، لیکن کھڑے ہو کر پیر دھونا مشکل ہے، اگر پیر دھونے کے بجائے پیر پر مسح کرنے کی اجازت ہو تو وضو میں بہت سہولت ہو جائے۔

هو المصوب

صرف دقت و مشقت کی وجہ سے پیر پر مسح کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہوگی، اگر اس مشقت کو برداشت کرتے ہوئے وضو کرے تو انشاء اللہ مشقت کا اجر و ثواب عند اللہ ملے گا۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء جلد اول، صفحہ ۲۰۲، ۲۰۳)

## مرض کی وجہ سے دوا پر پانی بہا لینا کافی ہے:

سوال: ایک شخص کے ہاتھ پاؤں پھٹے اس نے موم پگھلا کر لگایا اور وضو کر کے نماز پڑھ لی تو اس کی وضو اور نماز ہوئی یا نہیں؟

---

(۱) ومثله في الهندية، باب المسح: ۱/۳۵۔

الجواب

اس کی وضو اور نماز ہوگئی۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۱۴۱)

## ناپاک دوا زخم پر لگانے کے بعد اگر پانی کا استعمال مضر ہو تو اس پر مسح کا حکم:

سوال: کوئی ایسی دوا جس میں پیپ، خون یا اور اس قسم کی اشیا ہوں، استعمال کرنے کے دوران نماز پڑھنے کے واسطے، تیمّم بعد وضو کرلیا جاوے یا اور کوئی صورت اختیار کی جاوے پانی سے دھونا دوا کے نفع کو باطل کردے گا۔

الجواب

جس دوا میں سور کی چربی وغیرہ ہو اس کا استعمال اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ حکیم حاذق مسلم یہ نہ کہہ دے کہ مریض کے لئے شفا ایسی دوا میں ہے اور کوئی دوا نافع نہ ہوگی (۲) اور اس صورت میں اگر دھونا مضر ہو تو عضو نجس کو کھول کر اس پر مسح کرے اور کھولنا بھی مضر ہو تو پٹی پر مسح کرے یعنی بھیگا ہاتھ اس پر پھیر لے اور یہ مسح اس وقت تک کافی ہے جب تک عضو صحتیاب ہو، البتہ اگر پٹی کو بدلتے ہوئے ہر دفعہ نیا مسح کرلیا کرے تو احوط ہے، اور اگر یہ عضو اعضاء وضو میں سے ہو تو ہر وضو کے وقت مسح لازم ہوگا، (۳) اور تیمّم بعد الوضو سے کچھ نہ ہوگا، اس کی کچھ ضرورت نہیں، بلکہ لغو ہوگا اور اگر شفا اس دوا میں منحصر نہ ہو تو اس کا استعمال جائز نہیں، کوئی ایسی دوا استعمال کرے جس کے اجزا طاہر ہوں، واللہ اعلم

۲۵ / رجب ۴۵ھ۔ (امداد الاحکام جلد اول، ص ۳۴۶)

## کینسر کے مریض کے لیے اگر پانی نقصان دہ ہو تو مسح کرسکتا ہے یا نہیں:

سوال: ایک شخص کینسر کا مریض ہے، ڈاکٹر نے اس کو چہرے پر پانی لگانے سے منع کیا ہے، اس حالت میں وہ نماز کیسے پڑھے گا؟

---

(۱) فی أعضائه شقاق غسله إن قدر وإلا مسحه وإلا ترکه ولو بیده ولا یقدر علی الماء تیمم (درمختار) ولو کان فی رجله فجعل فیه الدواء یکفیه إمرار الماء فوقه ولا یکفیه المسح. (ردالمحتار، کتاب الطهارة، فروع، فرائض وضوء:۱/۹۵)

کبیری میں صراحت ہے کہ اگر پانی پہنچانا نقصان دہ نہ ہو تو اس طرح وضو جائز نہ ہوگا ہاں اگر پانی پہنچانے میں نقصان ہو تو البتہ جائز ہے۔

وإذا کان برجله شقاق فجعل فیه الشحم أو المرهم إن کان لا یضره إیصال الماء لا یجوز غسله ووضوئه وإن کان یضره یجوز إذا أمر الماء علیٰ ظاهر ذلک. (غنیة المستملی:۴۸، ظفیر)

(۲) قال فی النهایة: وفی التهذیب: یجوز للعلیل شرب البول والدم والمیتة للتداوی إذا أخبره طبیب مسلم أن فیه شفاءه ولم یجد من المباح مایقوم مقامه، الخ. (رد المحتار، باب المتفرقات، فی کتاب البیوع جلد:۴/۲۹۸، انیس)

(۳) قال ابن نجیمؒ: وفی شرح الجامع الصغیر لقاضیخان: إن کان لا یضره غسل ما تحته یلزمه الغسل، الخ. وإن کان یضره الغسل ولا یضره المسح یمسح ما تحت الجبیرة ولا یمسح فوقها. (البحر الرائق، باب المسح علی الخفین:۱/۱۸۷، انیس)

وإذا کان برجله شقاق فجعل... الخ. (غنیة المستملی:۴۸، انیس)

الجواب

یہ شخص چہرے پر موٹا کپڑا لگا کر مسح کر لے اور نماز پڑھ لے، پانی لگانے کی ضرورت نہیں، ہاں اگر دوسرے اعضا کے لیے بھی پانی مضر ہو تو تیمّم کرے گا۔

شامی میں ہے:

**(تیمم لو) كان(أكثره) الخ (مجروحاً)أوبه جدری اعتباراً للأكثر(وبعكسه يغسل) الصحيح ويمسح الجريح(قوله وبعكسه) وهوما لو كان أكثر الأعضاء صحيحاً يغسل الخ لكن إذا كان يمكنه غسل الصحيح بدون إصابة الجريح وإلا تيمم. حلية. الخ(قوله ويمسح الجريح)أی إن لم يضره وإلا عصبها بخرقة ومسح فوقها،خانية وغيرها، ومفاده كما قال ط أنه يلزمه شد الخرقة إن لم تكن موضوعة. (شامی:۱/۲۵۷،وهكذا فی حاشية الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح : ص٦٧) والله اعلم۔** (فتاویٰ دار العلوم زکریا، جلد اول: ص۵۱۹۔۵۲۰)

×××

# تیمّم کے مسائل

## تیمّم کی اجازت کب ہے(۱):

سوال: زید اپنی بیماری اور معذوری کی وجہ سے پانچوں نمازوں کے اوقات میں مکمل وضو کرنے سے قاصر ہے، صرف صبح سویرے مکمل وضو کر سکتا ہے، باقی اوقات میں چہرہ پاؤں وغیرہ دھونے سے شدید قسم کا درد شروع ہو جاتا ہے۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(۱) اس صورت میں زید نماز کس طرح ادا کرے۔آیا تیمّم کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ یا وضو ہی کرنا ضروری ہے۔

---

(۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَوْعَلٰى سَفَرٍ اَوْجَاءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَائِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ، مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ ، وَّ لٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَ لِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ “. (سورۃ المائدۃ:۶)

اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں ہو، یا آیا ہے کوئی تم میں سے ضرورت کی جگہ سے یا پاس گیا ہو عورتوں کے، پھر نہ ملا تم کو پانی تو ارادہ کرو پاک زمین کا پھر ملو اپنے منہ اور ہاتھوں کو...الخ۔

تیمّم کی یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اہلیہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ ۵ھ میں غزوہ (بنی مصطلق) میں گئے ہوئے تھے۔اتفاق ایسا ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گلے کا ہار جو وہ اپنی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے مانگ کر لائی تھیں، گر گیا۔جب سب آگے بڑھ آئے تو ان کو احساس ہوا کہ ہار گر گیا ہے۔اس کی خبر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ کو ہوئی تو وہ ٹھہر گئے، اور ہار کی تلاشی کی گئی۔قافلہ کے پاس پانی نہ تھا اور جس جگہ قیام کیے ہوئے تھے وہاں بھی پانی نہ تھا، تلاش میں تاخیر ہوئی۔جب نماز کا وقت آیا تو لوگوں میں بے چینی ہوئی۔لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آکر کہا:

آپ دیکھ رہے ہیں کہ عائشہ نے کیا کیا؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کی پریشانی کو دیکھتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور بولے، تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو ایسی جگہ روک دیا ہے، جہاں پانی نہیں ہے۔پھر اور کچھ سخت سست کہا۔اسی موقع پر تیمّم کی آیت نازل ہوئی۔اس کے بعد حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے:

اے آل ابوبکر! یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے (یعنی اسلام میں تمہاری برکات بہت ہیں) تمہاری وجہ سے تیمّم کی رخصت ملی۔(بخاری، مسلم، ابوداؤد وغیرہ، باب التیمم)۔(طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۱۷۸، ۱۷۹، مؤلفہ انیس الرحمٰن قاسمی)

”عن أبی ذرؓ:أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: إن الصعید الطیب طهور للمسلم وإن لم یجد الماء عشر سنین“.(ترمذی،باب التیمم للجنب إذالم یجد الماء.وأبوداؤد،باب الجنب) ==

(۲) باقی اوقات میں صرف ہاتھوں کو دھوسکتا ہے، تو کیا اس کی اجازت ہے کہ چہرہ اور پاؤں پر مسح کرے یا تیمّم کرے؟ وضاحت کے ساتھ جواب سے نوازیں۔

**الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداًو مصلیاً**

**تیمّم کے جواز وعدم جواز کی بنیادعذر ہے کہ اگر ایسی بیماری یا ایسا عذر ہو جس میں پانی کا استعمال مضراورتکلیف دہ ہو یا پانی کے استعمال پر بالکل قدرت نہ ہوتو ایسی صورت میں تیمّم کرنا شرعاً جائز ہے۔(۱)**

---

== حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پاک مٹی مسلمانوں کے لیے پاکی کا ذریعہ ہے اگر چہ دس سال تک پانی نہ ملے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پاکی کونصف ایمان قرار دیا ہے اور یہ پاکی چاہے حدث اصغر سے ہو یا حدث اکبر سے پانی کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔مگر انسان کے حالات مختلف ہوتے ہیں، کبھی وہ صحت مند رہتا ہے اور کبھی بیمار ہوتا ہے اور بیماری ایسی بھی ہوتی ہے کہ پانی کا استعمال اس کی صحت کے لیے سخت نقصان دہ ہوتا ہے۔ یا کبھی وہ ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں پانی نہیں ہوتا ہے۔اس لیے ایسی تمام صورتوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے ''یُسر وآسانی'' کے پیش نظر مٹی کو پانی کے قائم مقام کر دیا ہے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

زمین ہمارے لیے (اللہ کی طرف سے) مسجد اور پاکی (حاصل کرنے) کا ذریعہ بنائی گئی ہے۔(بخاری ومسلم، باب التیمم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مٹی کے ذریعہ پاکی حاصل کرنا صرف اس امت کی خصوصیت ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو انبیاء کرام آئے تھے، ان کی امتوں کو پاکی حاصل کرنے کی یہ سہولت نہیں دی گئی تھی، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت میں اس کی تشریح ہے۔وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں ان میں سے ایک زمین کی پاکی اور اس کا نماز کے لیے ہونا ہے۔(بخاری ومسلم، باب التیمم)

**تیمّم کی حکمت:**

مٹی کو پاکی کا ذریعہ بنانے کی حکمت یہ ہے کہ مٹی ہر جگہ عموماً ملتی ہے اور بعض چیزوں میں پانی کے بدلے پاکی کے لیے اسے استعمال کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ جیسے جوتے یا چپل میں اگر نجاست لگ جائے تو مٹی پر رگڑ کر صاف کر لینے سے وہ پاک ہو جاتا ہے۔اس لیے تنگی وحرج کے موقع پر مٹی ہی کو وضو وغسل کا قائم مقام کرنا مناسب تھا اور اس لیے بھی کہ وضو کے اعضا میں سے چہرہ اور دونوں ہاتھوں کے پورے حصہ پر جب مٹی ملی جاتی ہے تو اس سے نفس میں تذلل اور خدا کے آگے جھکاؤ پیدا ہوتا ہے اور یہ خدا سے عفو وکرم طلب کرنے کی حالت ہوتی ہے۔اس لیے یہ کیفیت حکماً طہارت کی ہو جاتی ہے۔(حجۃ اللہ البالغۃ: ۱۸۰/۱)۔(طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۱۷۶، ۱۷۷، انیس)

(۱) **تیمّم مندرجہ ذیل عبادتوں کے لئے ہے:**

طہارت کے واسطے تیمّم کی سہولت ان لوگوں کو دی گئی ہے جن کے پاس طہارت کے لیے پانی نہ ہو یا پانی کے استعمال پر مرض وغیرہ اعذار کی وجہ سے قدرت نہ ہو، ایسی صورتوں میں:

۱۔ جن عبادتوں کے لیے وضو کرنا فرض ہے ان کے لیے وضو...... کا تیمّم بھی فرض ہے اور جن کے لیے واجب ہے ان کے لیے تیمّم بھی واجب ہے اور جن کے لیے وضو سنت یا مستحب ہے ان کے لیے وضو کے بدلے تیمّم بھی سنت یا مستحب ہے اور یہی حکم غسل کا ہے۔

۲۔ چنانچہ پانی نہ ملنے کی صورتوں میں فرض وواجب نمازوں کے لیے تیمّم کرنا بھی فرض ہے اسی طرح سنن ونوافل کی ادائیگی کے لیے بھی، اور ایک تیمّم سے جب تک کہ حدث یا ناقض تیمّم نہ پایا جائے اگر وہ تیمّم نماز کی نیت سے کیا گیا ہے تو اس سے ہر نماز یعنی فرائض، واجبات، نوافل وسنن اور قضا نمازیں بشمول صلوٰۃ کسوف وخسوف، عیدین، جنازہ واستسقا ادا کی جائے گی، اسی طرح اس تیمّم سے قرآن چھونا، لکھنا پڑھنا، سجدۂ تلاوت کرنا اور دیگر وہ تمام عبادتیں جن کے لیے طہارت شرط ہے وہ سب جائز ہیں، نیز جن عبادتوں کے لیے طہارت مستحب یا سنت ہے وہ بھی جائز ہیں۔(رد المحتار: ۲۴۱/۱۔۲۴۲۔الفتاویٰ التاتارخانیہ: ۲۵۸/۱)۔(طہارت کے احکام ومسائل: صفحہ ۱۹۵، انیس)

لہٰذا صورت مسئولہ میں جب مکمل وضو کرنے پر قدرت ہو وضو کرنا ضروری ہے مسح یا تیمّم درست نہیں اور جب ہاتھ کے علاوہ دوسرے اعضا چہرہ اور پاؤں دھونے سے سر میں شدید قسم کا درد ہونا تجربہ یا ظن غالب سے ثابت ہو، تو ایسی صورت میں ہاتھ کو دھولیں اور بقیہ اعضا پر مسح کر کے نماز پڑھیں، تیمّم کرنا درست نہیں ہے۔

**كما في الفتاوىٰ الهندية: ولو كان يجد الماء إلا أنه مريض يخاف إن استعمل الماء اشتد مرضه أوأبطأ برء ه،(إلىٰ قوله) ويعرف ذلك الخوف إما بغلبة الظن عن أما رة أوتجربة أوخبر طبيب حاذق مسلم غير ظاهر الفسق . كذا في شرح منية المصلي لإبراهيم الحلبي(إلىٰ قوله)ولايجمع بين الغسل و التيمم. (ج۱ص۲۸،هٰكذا في الهداية ونورالإيضاح وغيرهما)**

**وفي البدائع :ولنا قوله تعالىٰ مطلقاً من غيرفصل بين مرض ومرض إلا أن المرض الذى لا يضرمعه استعمال الماء ليس بمراد فبقي المرض الذى يضرمعه استعمال الماء.(۴۸/۱)**

**وفي النوادر:وإن استوى الصحيح والسقيم لم يذكر في ظاهرالرواية، وذكر في النوادر: أنه يغسل الصحيح ويربط الجبائرعلى السقيم و يمسح عليها وليس هذا جمع بين الغسل والمسح لأن المسح على الجبائر كالغسل لما تحتها.(بدائع الصنائع:۵۱/۱،مطبع پاكستانى)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔(حبیب الفتاویٰ:۶/۵۵تا۵۷)

## تیمّم کی نیت:

سوال: تیمّم کی نیت کیسے کرنی چاہئے؟ اگر عربی کی نیت انسان کو یاد نہ ہو، مادری زبان میں نیت کرنے کا کیا حکم ہے؟ نیز عربی میں نیت کے الفاظ کیا ہیں؟

**الجواب**

تیمّم کی نیت دل کے ارادہ سے عبارت ہے۔اگر دل میں ارادہ ہو تو یہ نیت صحت تیمّم کے لئے کافی ہے۔تاہم بہتر یہ ہے کہ زبان سے بھی نیت کی جائے اگر عربی میں نیت یاد نہ ہو تو اپنی زبان میں اس کا ترجمہ کرے، البتہ عربی میں نیت یوں ہے:

**نويت أن أتيمّم لرفع الحدث ولاستباحة الصلوٰة.** (۱)

لیکن نیت پر تلفظ کرتے وقت متعلقہ فعل کا دل سے ارادہ کرنا ہوگا تاکہ زبان اور دل کے ارادہ میں یکسانیت رہے۔

**قال الحسن بن عمارؒ:التيمم:وهولغةً:القصد، وشرعاً:مسح الوجه واليدين عن صعيد مطهر والقصد شرط له(وبعد أسطر)يشترط لصحة نية التيمم للصلوة به أحد ثلاثة أشياء إما نية**

(۱) "إني أتيمّم لرفع الحدث"، یا "إني أتيمّم لاستباحة الصلوٰة"، یا تیمّم جنابت میں "إني أتيمّم لرفع الجنابة" بھی کہہ لینا کافی ہے، "نويت" کا کہنا ضروری نہیں ہے۔انیس

الطهارة من الحدث القائم به أونية استباحة الصلوة أونية عبادة مقصودة لاتصح بدون طهارة. (مراقى الفلاح ،باب التيمم: ج١ص٦٠)(١)(فتاویٰ حقانیہ:۵۴۹/۲)☆

## دوسرا شخص تیمّم کرائے تو درست ہے یا نہیں اور نیت کون کرے:

سوال: شدید بیماری یا ایک ہاتھ یا دونوں ہاتھ شل ہو جانے کی وجہ سے خود تیمّم نہ کرسکتا ہو تو دوسرا شخص تیمّم کرادے تو درست ہے یا نہیں؟ اور نیت کون کرے؟ بینوا توجروا۔

(١) وفى الهندية: منها النية و كيفيتها أن ينوى عبادة مقصودة لاتصح إلا بالطهارة أونية الطهارة أواستباحة الصلوٰة تقوم مقام إرادة الصلوٰة...الخ. (الهندية:١/٢٥-٢٦،باب التيمم،ومثله فى تبيين الحقائق :١/٣٩-٤٠،باب التيمم)

فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْداً طَيِّباً. (سورة المائدة::٦)

یعنی پاک مٹی سے تیمّم کا ارادہ کیا جائے، اس لئے کہ تیمّم میں نیت کرنا شرط ہے۔

قال سفيانؒ: إذا علّمت الرجل التيمم فلايجزيك ذلك التيمم أن تصلى به إلا إن نويت به أنك تيممُ لنفسك وإذا علّمتها لوضوء أجزاك. (مصنف عبدالرزاق، باب الرجل يعلّم التيمم أ يجزيه،انیس)

## ☆ تیمّم میں نیت کس طرح کی جائے:

سوال: جب تبلیغی جماعت کے ساتھ جاتے ہیں تو مسائل کے مذاکرہ میں بتاتے ہیں کہ تیمّم میں نیت کرنا فرض ہے، تو اس سے کیا مراد ہے؟ کیا یہ مطلب ہے کہ نیت کرے کہ میں تیمّم کررہا ہوں یا کچھ اور؟

الجواب

تیمّم میں نیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ نیت کرے کہ میں یہ تیمّم نماز پڑھنے کے لئے کررہا ہوں۔ یا طہارت حاصل کرنے کے لئے کررہا ہوں، یا حدث کو زائل کرنے کے لئے کررہا ہوں۔ صرف تیمّم برائے تیمّم نیت کافی نہیں۔

وفى البحر: وشرطها أن ينوى عبادةً مقصودةً الخ أوالطهارة أواستباحة الصلوٰة أورفع الحدث أو الجنابة فلا تكفى نية التيمم على المذهب،اهـ. (شامى: ج١ص١٨١) فقط والله اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان، ۷/۷/۱۴۰۹ھ (خیر الفتاویٰ:۱۲۵/۲)

## تیمّم کا طریقہ:

تیمّم کے لیے سب سے پہلے نیّت ہونی چاہیے۔ نیّت کا تعلق دل کے ارادہ سے ہے۔ تیمّم سے پہلے (یعنی ہاتھوں کو مٹی پر مارتے وقت) یہ ارادہ ہونا چاہیے کہ وہ پاکی وعبادت کے لیے تیمّم کررہا ہے، چاہے یہ تیمّم وضو کے بدلے ہو یا غسل کے بدلے اور جب نیت ہوجائے تو بسم اللہ پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلی کو پاک مٹی پر ہلکے سے مارنا چاہیے اس طرح کہ ہاتھوں کی انگلیاں کھلی ہوئی ہوں۔ اس کے بعد ہاتھوں کو اٹھا کر ان کی مٹی جھاڑ ڈالنی چاہیے۔ پھر دونوں ہاتھوں کو پورے طور پر چہرہ پر داڑھی سمیت اوپر سے نیچے کی طرف اس طرح ملنا چاہیے کہ چہرہ کا کوئی حصہ خالی نہ رہ جائے۔ اس کے بعد دوبارہ اسی طرح دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مارنا چاہیے اور ان کی مٹی کو جھاڑ ڈالے، پہلے بائیں ہتھیلی سے دائیں ہاتھ کا مسح کرے، جب داہنے ہاتھ کا مسح ہوجائے تو اس کے بعد بائیں ہاتھ کا مسح کرے۔ اگر ہاتھ کی انگلیوں میں انگوٹھی ہے تو اس کو نکال کر مسح کرے۔ اور کوئی حصہ مسح سے چھوٹنے نہ پائے۔ وضو اور غسل دونوں کے تیمّم کا یہی طریقہ ہے اور ایک ہی تیمّم دونوں کے لیے کافی ہے بشرطیکہ دونوں کی نیت کی جائے۔ (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۱۸۱، ۱۸۲، انیس)

الجواب

مذکورہ لاچاری اور مجبوری کی صورتوں میں دوسرا شخص تیمّم کرادے تو تیمّم ہوجائے گا مگر نیت معذور کو کرنا ہوگی، تیمّم کرانے والے کی نیت کا اعتبار نہ ہوگا۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۹۱/۸)

## تیمّم میں اعضا کو گرد لگانا فرض ہے یا صرف ہاتھ پھیرنا:

سوال: تیمّم میں اعضا کو گرد لگانا فرض ہے؟ یا صرف ہاتھ پھیرنا فرض ہے؟ نیز یہ کہ تیمّم دو ضرب سے ہوتا ہے۔ اب اگر کوئی عضو چھوٹ جائے تو اس کے لئے تیسری ضرب لگائی جائے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

تیمّم میں اعضاء تیمّم پر غبار آلود ہاتھ پھیرنا فرض ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ اعضا پر بھی غبار نظر آنے لگے۔ تیمّم میں اگر کوئی عضو چھوٹ جائے تو اس کے لئے تیسری ضرب کی ضرورت نہیں۔ ویسے ہی اس جگہ ہاتھ پھیر دینا کافی ہے۔(۲)

(کفایت المفتی: ۲۶۱/۲)

## تیمّم میں مٹی کا اثر آنے کا حکم:

سوال: آیا تیمّم کا ڈھیلا ایسا ہونا چاہئے جس کے ریزے جھڑ کر چہرے اور ہاتھ کو مٹی سے آلودہ کردیں اگر مٹی کا اثر چہرہ اور ہاتھ میں نہ پہنچے تو وضو کا بدل تیمّم ہوجائے گا؟

الجواب حامداً و مصلیاً

مٹی کے ڈھیلے کا ہاتھ پر کوئی ریزہ نہ آئے تب بھی تیمّم درست ہوجائے گا۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۱۹۲/۵)

---

(۱) وفي البحر: وشرطها أن ينوى عبادةً مقصودةً الخ أوالطهارة أواستباحة الصلوٰة أورفع الحدث أو الجنابة فلا تكفى نية التيمم على المذهب،اهـ.(ردالمحتار: ج۱ص۱۸۱،انیس)

(۲) عن عماربن ياسرؓ حين تيمموا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فأمر المسلمين فضربوا بأكفهم التراب ولم يقبضوا من التراب شيئاً فمسحوا بوجوههم مسحةً واحدة ثم عادوا فضربوا بأكفهم الصعيد مرةً أخرىٰ فمسحوا بأيديهم.(ابن ماجة ، باب فى التيمم ضربتان،ص۸۱،نمبر۵۷۱)

جاء رجل إلىٰ عمرؓبن الخطاب ....فقال النبى صلى الله عليه وسلم: إنماكان يكفيک هكذا، وضرب النبى صلى الله عليه وسلم بكفيه الأرض،ونفخ فيهما،ثم مسح بهما وجهه وكفيه. (بخارى ،باب المتيمم هل ينفخ فيهما ؟،ص۴۸ نمبر۳۳۸/مسلم،باب التيمم ،ص۱۵۹نمبر۳۶۸ /۸۱۹)ان دونوں حدیثوں میں مسح کا جو طریقہ پیش کیا گیا ہے،اس میں کہیں بدن میں گردوغبار لگنے کا ذکر نہیں ہے،لہٰذا نہ تو ہاتھ میں غبار لگنا فرض ہے اور نہ ہی اعضاء مسح پر لگنا ضروری ہے۔انیس

(۳) (تيمم) ...(بمطهر من جنس الأرض وإن لم يكن عليه نقع) أى غبار. (الدرالمختار:۲۳۶/۱۔۲۳۹،باب التيمم،سعيد.وكذا فى الفتاوىٰ الهندية :۲۷/۱،الباب الرابع فى التيمم،رشيدية.وكذا فى فتاوىٰ قاضى خان :۶۱/۱،فصل فيمايجوز به التيمم،رشيدية)

## تیمّم میں استیعاب کا حکم:

سوال: تیمّم میں استیعاب فرض ہے یا کہ نہیں اگر شق اول ہے تو اکمال فرض محال ہے، کیوں کہ اول تو دوضرب رکھا گیا ہے تو ظاہر ہے کہ ظاہر کف اور انگلیوں کے درمیان میں مسح نہیں ہوگا دوسرے یہ کہ ایک مرتبہ ہاتھ پھیرنے سے ہر ہر گوشہ تک ہاتھ پہونچانا ناقص خیال میں محال ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداًو مصلیاً

استیعاب ضروری ہے۔(۱)

**قال حسن بن عمار الشرنبلالیؒ: الرابع من الشروط استیعاب المحل و هو الوجه و الیدان إلی المرفقین بالمسح فی ظاهر الروایة وهو الصحیح المفتی به فینزع الخاتم ویخلل الأصابع ویمسح جمیع بشرة الوجه و الشعر علی الصحیح وما بین العذار و الأذن إلحاقاً له بأصله.(مراقی الفلاح).(۲)**

محال کو ضروری قرار دینا خلاف نص ہے: لایُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساًاِلاّ وُسْعَهَا. (سورۃ البقرۃ:۲۸۶)

اورضروری کو محال سمجھنا خیال ناقص ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ:۱۸۶/۵۔۱۸۷)

## انگوٹھی پہنی ہوئی ہوتو تیمّم میں اس کو ہلانے کا حکم:

سوال: تیمّم میں تمام جگہوں پر ہاتھ کا پھیرنا ضروری ہے تو اگرانگوٹھی پہنی ہوئی ہوتو اس کے اوپر ہاتھ پھیر لینا کافی ہے یا اس کے نیچے والی جگہ پر ہاتھ پھیرنا ضروری ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

انگوٹھی کو ہلا کر اس کے نیچے والی جگہ پر ہاتھ پھیرنا ضروری ہے۔

---

(۱) تیمّم کے فرائض:

۱۔ تیمّم کے لیے نیت کا ہونا۔
۲۔ پاک مٹی یا اس کے جنس کا ہونا۔
۳۔ دوبار مٹی یا اس کے جنس کی چیزوں پر ہاتھ مارنا یا رکھنا۔
۴۔ دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت اور پورے چہرہ کا مسح کرنا۔
۵۔ اپنے ہاتھ سے مسح کے وقت کم از کم تین انگلیوں کا مسح کے لیے استعمال کرنا۔(طہارت کے احکام ومسائل:۱۸۲،۱۸۳،انیس)

(۲) **ص۱۲۰،باب التیمم،قدیمی.فأما فی ظاهر الروایة:الاستیعاب فی التیمم فرض کما فی الوضوء.(المبسوط للسرخسی:۲۴۳/۱،باب التیمم، دارالکتب العلمیة.وکذا فی الفتاویٰ الهندیة:۲۶/۱.الفصل الأول.خلاصة الفتاویٰ:۳۵/۱،مطبوعه امجد اکیڈمی، لاهور.الحلبی الکبیر:ص۶۳،فصل فی التیمم)**

والظاهر أن ما تحت الخاتم الواسع إن أصابه الغبار لايلزم تحريكه وإلا لزم كالتخليل المذكور. آهـ. (شامی: ج۱ص۱۷۵)فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان، ۲۳/۷/۱۴۰۸ھ۔ (خیر الفتاویٰ:۲/۱۲۵)

## ہاتھوں کا کلائی تک مسح کرنا:

سوال: تیمّم میں دونوں ہاتھوں کا گٹوں تک مسح کرنا کسی امام کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

گٹوں تک مسح کرنا امام مالک رحمۃ اللہ کے نزدیک فرض ہے اس سے زائد میں اختیار ہے۔ عینی شرح ہدایہ میں ہے:

**قال الأوزاعيؒ: التيمم ضربتان ضربة للوجه وضربة لليدين إلى الكوعين والفرض عند مالكؒ إلى الكوعين والاختيار إلى المرفقين، انتهى.** (۱)(مجموعہ فتاویٰ عبدالحئی:۱۹۴)

## تیمّم میں کہنیوں تک مسح کیا جائے گا یا کلائی تک:

سوال: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان سے تیمّم کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں وضو کے متعلق فرمایا ہے کہ ''پس تم اپنے چہروں کو اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوؤ''، اور تیمّم کے متعلق فرمایا: ''پس تم اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو'' اور فرمایا: ''چوری کرنے والے مرد اور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو''۔ تو قطع میں مسنون طریقہ کفین کا قطع ہے تو تیمّم میں بھی چہرہ اور کفین کا مسح ہے۔ حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ دونوں کہنیاں دھونے کے حکم میں داخل ہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک داخل نہیں ہیں۔ یہی قیاس تیمّم میں بھی ہے اور قطع یدین کے باب میں حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ قطع کلائی تک ہے۔

---

(۱) تیمّم وضو کا خلیفہ ہے اور وضو میں کہنیوں سمیت دھویا جاتا ہے، جس میں بال برابر سوکھا نہ رہے، اس لئے تیمّم میں بھی کہنیوں سمیت مسح کیا جائے گا، حدیث میں ہے:

۱۔ عن عمار ابن ياسرؓ أنه كان يحدث أنهم تمسحوا وهم مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بالصعيد لصلاة الفجر فضربوا بأكفهم الصعيد ثم تمسحوا وجوههم مسحةً واحدةً ثم عادوا فضربوا بأكفهم الصعيد مرةً أخرىٰ فمسحوا بأيديهم كلها إلى المناكب و الآباط من بطون أيديهم. (أبو داؤد، باب التيمم، ص۵۷، نمبر۳۱۸)

۲۔ قال يحيىٰ بن إسحاق في حديثه فأراني رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف أمسح فمسحت، قال فضرب بكفيه الأرض، ثم رفعهما لوجهه، ثم ضرب ضربةً أخرىٰ فمسح ذراعيه باطنهما وظاهرهما، حتى مس بيديه المرفقين. (الدارقطني، باب التيمم، ج اول، ص۱۸۸، نمبر۶۷۲)

۳۔ عن ابن عمرؓ عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: التيمم ضربتان ضربة للوجه وضربة لليدين إلى المرفقين. (الدارقطني: ج اول ص۱۸۸، نمبر۶۷۴، سنن بيهقي، باب كيف التيمم، ج اول، ص۳۲۹ نمبر۹۹۹)

۴۔ عن نافع أنه أقبل هو وعبدالله بن عمر رضي الله عنهما من الجرف حتى إذا كان بالمربد نزل عبداللهؓ فتيمم صعيداً طيباً فمسح بوجهه ويديه إلى المرفقين. (رواه مالك في الموطأ: ص ۱۹، باب التيمم وإسناده صحيح، آثار السنن، انیس)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی شخص نے پوچھا کہ تیمّم میں کون سا حکم مقرر ہے؟ آیا وضو پر قیاس کیا جائے گا یا قطع ایدی پر؟ یعنی اگر وضو پر قیاس ہو تو کہنیوں تک مسح ضروری ہوتا ہے۔ اور قطع پر قیاس ہو تو صرف کلائیوں تک ہوتا ہے۔

اب اگر وضو پر قیاس کیا جائے تو مذہب حنفیہ کے موافق ہوگا اور قطع پر قیاس کیا جائے جیسا کہ **فکان السنة فی القطع الکفین الخ** سے معلوم ہوتا ہے۔ تو اگر چہ بظاہر حنفیہ کے مخالف ہے مگر مضر نہیں۔ کیونکہ یہ حضرت ابن عباسؓ کا اجتہاد ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث صریح کے مخالف ہے جو تیمّم کے بارے میں آئی ہے کہ دو ضربیں ہیں۔ ایک چہرے کے لئے دوسری ذراعین کے لئے۔ پھر یہ کہ تیمّم وضو کا قائم مقام ہے تو جیسے وضو میں کہنیاں داخل ہیں تیمّم میں بھی داخل ہوں گی۔

(نوٹ) یہ امتحان کے پرچہ کا جواب ہے۔ حاصل کردہ نمبر ۴۰/۵۰ ہے۔ (واصف)

الجواب

ریمارک ممتحن: حضرت ابن عباسؓ کے جواب کا مطلب یہ نہیں ہے جو مجیب نے سمجھا۔ بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کلائیوں تک ثابت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر تیمّم مرفقین تک ہوتا تو حق تعالیٰ الی المرافق بھی فرماتا۔ جیسا کہ آیۃ وضو میں ذکر فرمایا ہے اور جس طرح یہ آیۃ قطع میں غایت کا ذکر نہ ہونے کی وجہ سے کلائیوں پر قصر کرنا مسنون ہوا۔ اسی طرح تیمّم میں عدم ذکر غایت قصر پر رسغین کو مستلزم ہے۔ لیکن حنفیہ کا جواب تم نے کچھ لکھا اور کچھ چھوڑ دیا۔

**محمد کفایت اللہ۔ ۷/صفر ۱۳۲۸ھ** (کفایت المفتی: ۲/۲۶۸-۲۷۰) (۱)

---

(۱) نوٹ اصل کتاب میں سوال وجواب فارسی زبان میں ہے، جو یہ ہے:

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. عن ابن عباسؓ سئل عن التیمم؟ فقال إن اللّٰہ تعالیٰ قال فی کتابہ حین ذکر الوضوء: "فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ" وقال فی التیمم: "فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ" وقال: "وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا" فکان السنة فی القطع الکفین. (فالسنة فی المسح) إنما ھو الوجه والکفین.

مذہب حنفیہ این است کہ مرفقان داخل است در غسل وعند الشافعی داخل نیست۔ **ھذا القیاس فی التیمم** ودر قطع یدین مذہب حنفیہ این است کہ قطع تا رسغین باشد۔

از ابن عباسؓ کسے سوال کرد کہ در تیمّم کدام حکم مقرر است۔ ایا قیاس بر وضو است یا بر قطع ایدی۔ یعنی اگر قیاس بر وضو شود تا مرفقین مسح لازم می آید واگر بر قطع قیاس شود تا رسغین لازم می آید۔

الحال اگر قیاس بر وضو شود بالکل موافق باشد با مذہب حنفیہ واگر قیاس بر قطع شود چنانچہ از **فکان السنة فی القطع الکفین الخ** معلوم می شود بظاہر از مذہب حنفیہ مخالف باشد تاہم مضر نیست زیرا کہ این اجتہاد حضرت ابن عباسؓ باشد۔

دیگر این است کہ مخالف از حدیث صریح است کہ در باب تیمّم ذکر شدہ ضربتین فرمودہ یک للوجہ ودیگر للذراعین۔ دیگر این کہ تیمّم خلف وضو است چنانچہ در وضو مرفقین داخل است در تیمّم نیز داخل شود۔ امام الدین ۱۳۲۸ھ

الجواب

مطلب جواب ابن عباسؓ نہ این است کہ مجیب فہمید۔ بلکہ ابن عباسؓ تیمّم را تا رسغین ثابت می کنند و گویند کہ اگر تا مرفقین بودے حق تعالیٰ الی المرافق ذکر نمودے چنانکہ در آیۃ وضو ذکر فرمود۔ چنانکہ در آیۃ قطع ذکر غایت نیست واز یں وجہ دراں قصر بر رسغین سنت شد ہم چنیں عدم ذکر غایت در تیمّم مستلزم قصر بر رسغین است۔ اما جواب حنفیہ پس قدرے ازاں ذکر کردید وقدرے ترک نمودید۔ محمد کفایت اللہ: ۷/صفر ۱۳۲۸ھ (انیس)

## تیمّم میں ہاتھوں پر مسح کرنے کا طریقہ:

تیمّم میں بائیں ہاتھ کی تین انگلیوں یا چار انگلیوں کو داہنے ہاتھ کی انگلیوں کے نیچے رکھ کر پھیرنا چاہیے، ایک صاحب تین انگلیوں سے بتاتے ہیں اور تعلیم الاسلام میں چاروں انگلیوں سے لکھا ہے؟

**الجواب ـــــــــــــــــــ حامداًو مصلیاً**

تعلیم الاسلام میں صحیح لکھا ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند (فتاویٰ محمودیہ:۵/۱۸۷)

## تیمّم میں ڈاڑھی کا خلال سنت ہے:

سوال: تیمّم میں ڈاڑھی کا خلال مستحب ہے یا سنت یا واجب؟ بینوا توجروا۔

**الجواب ـــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب**

تیمّم میں ڈاڑھی کا خلال سنت ہے۔(۲)

**قال في الشامية: وفي الفيض: ويخلل لحيته وأصابعه، ويحرك الخاتم والقرط كالوضوء والغسل اهـ. قلت: لكن في الخانية: أن تخليل الأصابع لا بد منه ليتم الاستيعاب، وقال في البحر: وكذا نزع الخاتم أوتحريكه اهـ فبقي تخليل اللحية من السنن. (ردالمحتار، باب التيمم: ج۱/۲۱۴)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔۱۰/ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ (احسن الفتاویٰ:۲/۵۸)

## تیمّم میں تخلیل لحیہ کا حکم:

سوال: وضو کے وقت داڑھی کا خلال تو ہوتا رہتا ہے لیکن تیمّم کے وقت داڑھی کے خلال کا کیا حکم ہے؟

**الجواب ـــــــــــــــــــ**

تیمّم میں داڑھی کا خلال مسنون ہے، تاہم اس کے لیے مستقل ضربہ کی ضرورت نہیں ہے۔

---

(۱) **ويشترط المسح بجميع اليد أوبأكثرها حتى لومسح بأصبع واحدة أوأصبعين لايجوز. (البحر الرائق:۱/۲۵۴،باب التيمم، رشيديه. كذا في ردالمحتار:۱/۲۳۰، باب التيمم، سعيد. خلاصة الفتاوىٰ:۱/۳۵)**

(۲) **تیمّم کے سنن ومستحبات یہ ہیں:**

۱۔تیمّم کے شروع میں بسم اللہ کہنا مستحب ہے۔۲۔پاک مٹی پر ہتھیلیوں کی اندرونی سطح کو مارنا اوران کوتھوڑا آگے پیچھے کرنا سنت ہے۔۳۔مٹی پر ہاتھ مارنے کے بعد دونوں ہاتھوں سے مٹی کو جھاڑ ڈالنا سنت ہے۔۴۔مٹی پر ہاتھ مارتے وقت انگلیوں کا کشادہ رکھنا سنت ہے تاکہ غبار ان کے اندر پہنچ جائے۔۵۔پوری ہتھیلی وانگلیوں سے کم سے کم تین انگلیوں سے مسح کرنا سنت ہے۔۶۔پہلے چہرہ کا مسح کرنا اوراس کے بعد ہاتھوں کا مسح کرنا سنت ہے۔۷۔دونوں ہاتھوں میں پہلے داہنے ہاتھ کا اور پھر بائیں ہاتھ کا مسح کرنا سنت ہے۔۸۔چہرہ کے مسح کے وقت ڈاڑھی کا خلال کرنا سنت ہے۔۹۔ہاتھوں کے مسح کے وقت انگلیوں کا خلال کرنا سنت ہے۔۱۰۔ایک عضو کے مسح کے بعد بلاتوقف دوسرے عضو کا مسح کرنا سنت ہے۔ ۱۱۔جس شخص کو آخر وقت صلوٰۃ تک پانی ملنے کا یقین ہو یا ظن غالب ہو اسے نماز کے آخروقت تک تیمّم کو مؤخر کرنا مستحب ہے۔(طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۱۸۳، انیس)

قال العلامة ابن عابدینؒ: وفی الفیض: ویخلل لحیته وأصابعه ویحرک الخاتم و القرط کالوضوء والغسل آہ.قلت :لکن فی الخانیة:أن تخلیل الأصابع لابد منه لیتم الاستیعاب وقال فی البحر:وکذا نزع الخاتم أوتحریکه آہ فبقی تخلیل اللحیة من السنن. (ردالمحتارعلی الدرالمختار،باب التیمم:۲۳۲/۱)(فتاویٰ حقانیہ:۵۵۰/۲)

## تیمّم کے چند اہم مسائل:

سوال(۱): تیمّم کے لئے پاک پتھر پر ہاتھ مار کر چہرے پر پھیرا، ہاتھ چہرے سے الگ کرلیا۔کچھ جگہ مسح ہونے سے رہ گئی۔دوبارہ اسی الگ شدہ ہاتھ سے ان جگہوں پر مسح کرلے یا دوبارہ انگلیوں وغیرہ کو پتھر پر مار کر پھر ان جگہوں پر مسح کرے اس خیال سے کہ ہاتھ چہرے پر پھر گیا اور الگ کردیا تو یہ ہاتھ مستعمل ہوگیا۔کیا یہ صحیح ہے؟

(۲) دوسری ضرب جو مارے گا اس میں بوقتِ خِلال انگلیوں کے جو حصے دوسری انگلیوں کے اندر کے حصہ کا مسح کرتے ہیں۔یعنی مسح کرنے والی انگلیوں کی کروٹیں وہ خود ہی پتھر پر مَس نہ ہونے کی وجہ سے غیر ماسح ہیں۔پھر بوقتِ خلال یہ انگلیوں کے پتھر سے نہ لگے ہوئے حصے ایک دوسرے کا مسح کیسے کرسکتے ہیں۔پھر تیمّم کیسے درست ہوگا؟ جب کہ مسئلہ ہے کہ بال برابر جگہ اگر رہ جائے تو تیمّم نہ ہوگا۔

(۳) ہاتھوں کا مسح کرتے وقت ناخنوں کے بالکل قریب والے پورے ناخنوں کے کونوں والے حصے ہتھیلی کے بالکل بیچ والے حصے وغیرہ پر نہ تو بوقتِ مسح ہاتھ اور نہ یہ پتھر سے مس ہوتے ہیں ان کا مسح کیسے کریں؟

(۴) ''مفتاح الجنۃ'' میں لکھا ہے کہ اگر انگلیوں کے درمیان غبار نہ پہنچا تو تیسری بار ہاتھ مار کر پھر انگلیوں کا خلال کرے۔کیا یہ تیسری ضرب صحیح ہے؟

(۵) جس طرح وضو میں اگر داڑھی کی جِلد نظر آتی یا بالوں میں سے جلد جھلکتی ہو تو نیچے پانی پہنچانا فرض ہے کیا اسی طرح تیمّم میں بھی انگلیاں ڈال کر نیچی جِلد کو رگڑنا فرض ہوگا؟(حافظ محمد ابراہیم:مدرسہ عربی رائیونڈ)

الجواب

قال فی الفتح: هذا یفید تصور استعماله وهو مقصور علیٰ صورة واحدة وهو أن یمسح الذراعین بالضربة التی مسح بها وجهه لاغیر.(طحطاوی:ص ۶۵)

فتح القدیر کے حوالۂ بالا سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ صورتِ مسئولہ میں ہاتھ مستعمل نہیں ہوں گے بدون ضرب جدید کے رہی ہوئی جگہ کا مسح کرلے لیکن احتیاط اس میں ہے کہ بدوں ہاتھ اٹھائے اچھی طرح سے مسح کرلے کہ کوئی جگہ بدوں اس کے نہ رہ جائے۔

۲: وفی الدرالمختار مع الشامی:(بمطهر من جنس الأرض وإن لم یکن علیه نقع)أی غبار، فلو لم یدخل بین أصابعه لم یحتج إلیٰ ضربة ثالثة للتخلل،(فی الشامی):أی بل یخلل من غیر ضربة.
(باب التیمم: ج۱ص۱۶۷)

عبارت ہذا سے ظاہر ہے کہ تخلیلِ اصابع کے جواز کے لئے ان میں غبار کا داخل ہونا یا مٹی سے مس کئے ہوئے ہونا ضروری نہیں۔ پس ایسی صورت میں اگر پورے ہاتھ کا مسح اچھی طرح سے کرلیا گیا ہے اور انگلیوں کا خلال بھی کرلیا گیا ہوتو تیمّم درست ہوجائے گا۔ گوان میں غبار داخل نہ ہوا ہو۔ ایک بال برابر جگہ کا بغیر مسح کئے رہ جانا مضر ہے۔ غبار پہنچے بغیر رہ جانا قادح نہیں۔ پس شبہ نہ کیا جائے۔

۳:　ان جگہوں پر ذرا خیال سے ہاتھ پھیر لے زیادہ تکلف میں نہ پڑے۔

۴:　''مفتاح الجنۃ'' میں ضربۃ ثالثہ کا حکم امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک روایت کی بنا پر ہے۔

**کما فی الدر المختار، ج ۱ص ۱۶۷.** ظاہر مذہب وہی ہے جو جواب نمبر ۲ رمیں مذکور ہے۔

۵ :　**وفی الحلیة: یمسح من وجهه ظاهر البشرة وظاهر الشعر علی الصحیح. (عالمگیری: ج۱ رص۱۴)**

عبارت ہذا کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے کہ داڑھی کے بالوں پر مسح کرلے اتنا کافی ہے۔ لحیۂ خفیفہ کا الگ حکم نظر سے نہیں گزرا۔ البتہ علامہ طحطاویؒ نے شرح مراقی میں اس صورت کا الگ تذکرہ فرمایا ہے، لیکن حکم نہیں بتایا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ، نائب مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان، ۲۲ / ۱۲ / ۱۳۸۲ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ، رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس، ملتان (خیر الفتاویٰ: ۲ / ۱۲۲۔۱۲۳)

## تیمّم کے جواز کے لئے مسافت کی تعیین:

سوال:　مسافر یا مقیم کے تیمّم کے جواز کے لئے کتنی مسافت اور دوری معتبر ہے؟

الجواب

اگر اس کو ظن غالب ہو کہ پانی ایک میل دور ہے تو تیمّم کرلینا جائز ہے۔ ورنہ نہیں۔ (۱)

البحر الرائق میں ہے:

**قال فی البدائع: و لم یذکر حد البعد فی ظاهر الروایات فعن محمدؒ التقدیر بالمیل فإن تحقق کونه میلاً جازله التیمم وإن تحقق کونه أقل أوظن أنه میل أو أقل لایجوز، قال فی الهدایة: والمیل هو المختار فی المقدار لأنه یلحقه الحرج بدخول المصر و الماء معدوم حقیقةً، انتهیٰ.**

(مجموعہ فتاویٰ عبد الحیٔ: ص۱۹۴)

## جواز تیمّم کے لئے پانی سے کتنی دوری شرط ہے:

سوال:　اگر شکار وغیرہ میں ایسی جگہ کہ جہاں پانی تلاش کرنے سے تو بہم پہنچ سکتا ہے لیکن تلاش کرنے میں نماز

---

(۱)　یعنی تلاش ضروری ہے۔ حدیث میں ہے: **عن عائشةؓ سقطت قلادة لی بالبیداء..... ثم إن النبی صلی الله علیه وسلم استیقظ وحضرت الصبح فالتمس الماء فلم یوجد. (بخاری، باب قوله تعالیٰ ﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا﴾. (سورة المائدة: ۵، آیت: ۶۔ انیس)**

کے قضا ہو جانے کا اندیشہ ہے تو ایسے وقت میں تیمّم کرسکتا ہے یا نہیں، اگر تیمّم نہیں کرسکتا تو کیا کرے؟

الجواب

اگر پانی ایک میل شرعی (۱) کے اندر ہو جو کہ میل انگریزی سے کچھ زیادہ ہوتا ہے تو تیمّم جائز نہیں۔ اگر چہ نماز قضا ہو جائے، پانی تلاش کر کے وضو کرے اور نماز قضا پڑھے۔ (۲)

۱۳ ؍صفر ۱۳۳۰ھ۔ تتمہ اولیٰ ص ۹۔ (امداد الفتاویٰ: ۱؍۷۶،۷۳)

## تیمّم کے لیے پانی کا کتنا دور ہونا ضروری ہے:

سوال: ایک شخص راجستھان میں وہاں کے باشندوں سے کہتا ہے کہ ایک سو دس قدم دور پانی ہو تو وہاں تیمّم کر کے نماز پڑھنا درست ہے اور حال وہاں کا یہ ہے کہ وہ جنگل میں گھر بنا کر رہتے ہیں اور ساتھ میں کافی مویشی رکھتے ہیں اور ان مویشیوں کو پانی دور دور سے لا کر پلاتے ہیں اور خود اس پانی سے نہاتے اور کپڑے دھوتے ہیں اور بعض لوگوں کے گھر ٹنکی بنی ہوئی ہے جس میں تیس سے چالیس مٹکے پانی آتا ہے اور گھروں میں بھی کسی کسی کے گھر تیس تیس مٹکے پانی موجود ہوتا ہے اور مسجد میں پانچ دس مٹکے پانی موجود ہوتا ہے پھر بھی تیمّم کرتے ہیں جانوروں کو پلانے کے لیے پانی لاتے ہیں اور پلاتے ہیں اور نہانے دھونے کے لیے پانی استعمال کرتے ہیں اور نماز تیمّم سے پڑھتے ہیں اور بعض لوگ تو اپنی بستی سے ایک سو دس قدم دور چلے جاتے ہیں (جنگل میں) اور وہاں پانی کا یہی حال ہوتا ہے پھر بھی وہ تیمّم سے نماز ادا کرتا ہے تو کیا اس طرح تیمّم کر کے نماز پڑھنا جائز ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً

ان حالات میں تیمّم کی اجازت نہیں۔

**لقوله تعالیٰ: ﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْداً طَيِّباً﴾ الآية. (۲)) فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۶؍۲؍۹۵ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۵؍۱۸۷، ۱۸۸)

---

(۱) شرعی میل چار ہزار قدم کا ہوتا ہے۔ سعید احمد پالنپوری

(۲) اولیٰ یہ ہے کہ احتیاطاً اس وقت تیمّم کر کے نماز پڑھ لے اور پھر پانی ملنے کے بعد وضو کر کے اعادہ کر لے۔

**کما فی الدر المختار: (قال الحلبی): الأحوط أن یتیمم و یصلی ثم یعیده. وقال فی رد المحتار: وهذا قول متوسط بین القولین، وفیه الخروج عن العهدة بیقین فلذا أقرّه الشارح (إلیٰ قوله) فینبغی العمل به احتیاطاً. (شامی مصری: ج۱ص۱۸۰، قبیل مطلب فی تقدیر الغلوة. محمد شفیع)**

تیمّم کی سہولت اصل میں اس وقت کے لیے ہے جب انسان ایسی جگہ میں ہو جہاں ایک میل (تقریباً سوا کیلومیٹر) دور تک پانی نہ ہو یا اس کے استعمال پر قادر نہ ہو اور عبادت کا وقت آ جائے۔ یا پانی موجود ہو مگر وضو کرنے میں عیدین کی نماز یا جنازہ کی نماز چھوٹ جانے کا خوف ہو تو تیمّم کر کے ادا کر لے گا۔ (مراقی الفلاح: ۶۳)۔ (طہارت کے احکام و مسائل، صفحہ ۱۷۷، انیس)

(۲) سورة المائدہ: ۶. **(من عجز)...... (عن استعمال الماء)...... (لبعده) ولو مقیماً فی المصر (میلاً) أربعة الاف ذراع، وهو أربع وعشرون أصبعاً، الخ. (الدر المختار: ۱؍۲۳۲، باب التیمم، سعید)**

==

## ایک میل شرعی کے اندر پانی کے ہونے کا یقین ہو:

سوال:(۱) مسئلہ(۱): اگر پانی ایک میل شرعی سے دور نہیں لیکن وقت بہت تنگ ہے۔ اگر پانی لینے جاوے تو وقت جاتا رہے گا تو بھی تیمّم درست نہیں پانی لاوے اور قضا پڑھے۔

مسئلہ(۲): اگر آگے چل کر پانی ملنے کی امید ہے تو بہتر ہے کہ اول وقت نماز نہ پڑھے بلکہ پانی کا انتظار

== وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۶۰، باب التيمم، دار الكتب العلمية، بيروت، النهر الفائق: ۱/۹۷، باب التيمم، رشيديه.

جس وجہ سے تیمّم جائز ہوا ہے وہ اصلاً پانی کا نہ پایا جانا ہے اور پانی کا نہ پایا جانا عموماً سفر کی حالت میں ہوتا ہے۔ آیات تیمّم کا نزول بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی وقت ہوا تھا جبکہ وہ مدینہ سے باہر سفر میں تھے، لیکن سفر کا ہونا شرط نہیں ہے، چاہے سفر ہو یا اقامت وحضر اگر پانی نہیں ہے تو تیمّم کرنا جائز ہوگا۔

۱......اور پانی نہ ملنے کا مطلب یہ ہے کہ پانی نہ پاس میں موجود ہو اور نہ ایک میل کے اندر ہونے کا علم ہو، اگر ایسا ہے تو مسافر پانی کی تلاش کے بغیر تیمّم کرے گا، اور اگر اسے گمان ہو کہ ایک میل کے اندر پانی مل سکتا ہے تو اس کے اوپر پانی تلاش کرنا واجب ہوگا، بغیر پانی تلاش کیے اگر اس نے تیمّم کر لیا تو جائز نہ ہوگا۔ (الفتاویٰ التاتارخانیہ: ۱/۲۳۱)

۲......اور اگر کوئی شخص مسافرت کی حالت میں نہ ہو بلکہ بستی وشہر میں ہو تو ہر حال میں اس کے اوپر ایک میل کے دوران پانی تلاش کرنا ضروری ہوگا۔ اگر اس نے پانی تلاش کیے بغیر تیمّم کر لیا تو جائز نہ ہوگا۔ (الفتاویٰ التاتارخانیہ: ۱/۲۳۱)

۳......اگر کوئی شخص مسافر ہو اور اس کے قریب پانی ہو مگر اسے علم نہ ہو اور اس نے تیمّم کر لیا تو جائز ہو جائے گا۔ (فتاویٰ تاتارخانیہ: ۱/۲۳۲)

۴......اسی طرح اگر کسی کے پاس پانی تو ہو مگر وہ پانی اس کی ملک نہ ہو بلکہ کسی دوسرے کا ہو اور امانتاً اس کے پاس ہو یا کسی کا غصب کردہ پانی ہو تو اس صورت میں تیمّم کرے گا۔ (الدر المختار)

۵......اگر پانی اپنے کسی ساتھی کے پاس ہو تو اس سے پانی طلب کرنا چاہیے اگر وہ دیدے تو وضو کر لے اور اگر فروخت کرے تو خرید لے اور وضو کر لے ورنہ تیمّم کرے۔ اسی طرح اگر وہ فروخت کرے مگر اس کے پاس قیمت نہ ہو یا پانی عام نرخ سے زیادہ قیمت میں ملتا ہو تو ایسی صورت میں تیمّم کرنا جائز ہوگا۔ (الفتاویٰ التاتارخانیہ: ۱/۲۳۳)

۶......پانی کنویں میں موجود ہو مگر اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہ ہو جس کو کنویں میں ڈال کر پانی نکال کر وضو کر سکے تو اس صورت میں تیمّم کرے گا۔ (الفتاویٰ التاتارخانیہ: ۱/۲۳۶)

۷......اگر کوئی شخص ایسی سواری پر سوار ہو جس میں پانی کا نظم نہ ہو جیسے بس، ہوائی جہاز وغیرہ اور اس کو روک کر اترنا اور پانی لینا اختیار میں نہ ہو تو ایسی حالت میں تیمّم جائز ہوگا۔

۸......اگر کوئی شخص مسافر ہو اور اس نے اپنی گاڑی کی ڈکی میں پانی رکھ چھوڑا ہو اور بھول گیا ہو اور اس صورت میں اس نے تیمّم کر کے نماز پڑھ لی تو جائز ہوگا۔ لیکن اگر ایسا ڈرائیور نے کیا تو اس کے لیے جائز نہ ہوگا، اس صورت میں اس کی بھول کا اعتبار نہیں۔ (التاتارخانیہ: ۱/۲۳۷)

۹......اگر گاڑی کا ڈرائیور ہو اور گاڑی میں انجن کو ٹھنڈا کرنے کے لیے مشین میں صرف پانی ہو اور اس سے پانی نکالنے میں حرج وضرر کا اندیشہ ہو تو ایسے ڈرائیور کے لیے تیمّم کی اجازت ہوگی۔

۱۰......پانی موجود نہ ہو یا تھوڑا پانی ہو جو غسل کے لیے ناکافی ہو اور اس کے باوجود کسی نے بیوی سے ہمبستری کی تو جائز ہے، ایسی صورت میں وہ تیمّم کرے گا۔ (رد المحتار)۔ (طہارت کے احکام ومسائل: صفحہ ۱۸۵ تا ۱۸۷، انیس)

(۱) یہ دونوں مسئلے بہشتی ثمر میں ہیں۔ انیس

کرے لیکن اتنی دیر نہ لگا دے کہ وقت مکروہ ہو جائے اور اگر پانی کا انتظار نہ کیا اول ہی وقت نماز پڑھ لی تب بھی درست ہے۔ دونوں میں کچھ تضاد سا معلوم ہوتا ہے۔ پہلے مسئلہ میں قضا کرنے کا حکم اور دوسرے میں ادا مع تیمّم۔ سمجھ میں بات نہیں آئی، براہ کرم تشریح فرما دیں؟ بینوا توجروا۔

**الجواب**

دونوں مسئلوں میں تضاد نہیں ہے۔ پہلی صورت میں شرعی میل کے اندر پانی ہونا یقینی ہے تو تیمّم کے جواز کی شرط مفقود ہے۔ اس لئے اس صورت میں تیمّم جائز نہیں۔ صاحب ہدایہ نے تحریر فرمایا ہے:

**والمعتبر المسافة دون خوف الفوت.** یعنی تیمّم کے جواز کے لئے معتبر یہ ہے کہ پانی ایک میل سے دور ہو، نماز کے قضا ہونے کا خوف یہ علت نہیں۔ (ہدایہ:۱/۳۲)

اور دوسری صورت میں صرف امید ہے، فافترقا۔ درمختار میں ہے:

**(ویجب) أی یفترض (طلبه) ولو برسوله ...إلیٰ قوله ...(إن ظن) ظناً قویاً (قربه) دون میل بأمارة أو إخبار عدل (وألا) یغلب علیٰ ظنه قربه (لا) یجب بل یندب إن رجا وإلالا.** (درمختار مع الشامی:۱/۲۲۷۔۲۲۸)

غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار میں ہے:

اور واجب ہے یعنی فرض ہے تلاش کرنا پانی کا اگر چہ اپنا آدمی بھیج کر تلاش کرے۔ إلیٰ قوله۔ اگر گمان قوی ہو پانی کے پاس ہونے کا ایک میل سے کم کسی علامت سے یا ایک متقی آدمی کے خبر دینے سے، اور اگر پانی کے پاس ہونے کا اس کو ظن غالب نہ ہو یعنی شک ہو یا غیر قوی ظن ہو تو تلاش واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اگر امید ہو نزدیکی کی اور اگر امید نہ ہو تو تلاش مستحب بھی نہیں۔

اس عبارت سے واضح ہو جاتا ہے کہ بہشتی ثمر کے مسئلے صحیح ہیں۔ مزید وضاحت کے لئے ہدایہ کی عبارت ملاحظہ ہو:

**وکذا (أی لا یتیمم) إذا خاف فوت الوقت لو توضأ لم یتیمم ویتوضأ ویقضی مافاته لأن الفوت إلیٰ خلف وهو القضاء.** (ہدایہ:۱/۳۸)

**ویستحب لعادم الماء وهو یرجوه أن یؤخر الصلوة إلیٰ آخر الوقت فإن وجد الماء یتوضأ وإلا یتیمم الخ.** (ہدایہ:۱/۳۶) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ:۴/۱۲۷۔۱۲۷)

## مقدار میل:

سوال: میل کتنی مسافت کا نام ہے؟

**الجواب**

میل کی مقدار چار ہزار خُطوہ ہے اور ایک خطوہ عام ذراع کے لحاظ سے جو چوبیس انگشت کا ہوتا ہے ڈیڑھ ذراع کا ہوتا ہے۔

البحر الرائق میں ہے:

والميل في كلام العرب منتهى مد البصر وقيل الأعلام المبنية في طرق مكة أميال لأنها بنيت علٰى مقادير منتهى البصر كذا في الصحاح والمغرب، والمراد ههنا ثلث الفرسخ والفرسخ اثنا عشر ألف خطوة كل خطوة ذراع ونصف بذراع العامة وهو أربع و عشرون أصبعاً كذا في الينابيع،وعن الكرخي: إن كان في موضع يسمع صوت أهل الماء فهو قريب وإن كان لايسمع فهو بعيد وبه أخذ أكثر مشائخنا، كذافي الخانية، وعن أبي يوسف: إذا كان بحيث لو ذهب إليه وتوضأ فتذهب القافلة وتغيب عن بصره فهو بعيد ويجوز له التيمم، واستحسن المشائخ هذه الرواية، كذا في التجنيس وغيره، إلا أن ظاهره أنه في حق المسافر لا المقيم وهو جائز لهما ولو في المصر لأن الشرط هو العدم فأينما تحقق جاز التيمم، نص عليه في الأسرار،إنتهىٰ. (البحر الرائق،باب التيمم:١/٢٤٣) فقط (مجموعہ فتاویٰ عبدالحیٔ:١٩٤)

## سفر کی حالت میں جب تک مجبور نہ ہو، تیمّم کا کیا حکم ہے:

سوال: سفر میں راستہ چلتے ہوئے اکثر ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ اپنے ہمراہی لوگ بباعث جلدی کے ٹھہرتے نہیں اور نہ اتنا تساہل کرتے ہیں کہ جو آدمی کہیں وضو کر لے اور پانی اپنے پاس ہوتا نہیں، اور بعض جگہ ایسا بھی موقع ہوتا ہے کہ اندھیرے میں معلوم بھی نہیں ہوتا کہ پانی کہاں ملے گا اور اگر کوئی گاؤں یا چاہ یا تالاب معلوم بھی ہوا کہ فلاں جگہ ہے تو ساتھی لوگ ٹھہرتے نہیں اور تنہا وہاں تک جانے میں دقت ہے کہ رات ہوگئی ہے، کہیں ٹھہرنے کا موقع نہیں، ادھر ہمراہی لوگ الگ ہوتے ہیں یا اور کوئی ضروری کام ہے کہ جو بہت جلد منزل پر پہنچنے سے ہوتا ہے، تو ایسے وقت میں نماز تیمّم سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ہندوستان میں جائز نہیں۔(١) اور نہ ایسی صورت میں تاخیر نماز جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص:٤٥) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:١٤١)

---

(١) کیوں کہ ہندوستان میں ہر جگہ پانی ملنے کی امید ہوتی ہے، مگر وہ علاقے اس سے مستثنیٰ ہیں، جہاں کئی کئی میل پانی نہیں ملتا، گویا مفقود ہے، جیسے ہندوستان میں راجستھان وغیرہ کا علاقہ اس کے لیے یہ حکم نہیں۔ نور الحسن کاندھلوی

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْداً طَيِّباً﴾. (سورة المائده:٦)

(من عجز)......(عن استعمال الماء)...(لبعده) ولو مقيماً في المصر(ميلاً) أربعة آلاف ذراع، وهو أربع وعشرون أصبعاً، الخ. (الدر المختار:١/٢٣٢،باب التيمم)

عن أبي يوسف: إذا كان بحيث لو ذهب إليه وتوضأ فتذهب القافلة وتغيب عن بصره فهو بعيد ويجوز له التيمم، واستحسن المشائخ هذه الرواية،كذا في التجنيس وغيره، إلا أن ظاهره أنه في حق المسافر لا المقيم وهو جائز لهما ولو في المصر لأن الشرط هو العدم فأينما تحقق جاز التيمم، نص عليه في الأسرار،انتهىٰ. (البحر الرائق،باب التيمم:١/٢٤٣، انیس)

## پانی کی قلت کے وقت پردہ نشیں عورتیں تیمّم کریں یا نہیں:

سوال: بعض گاؤں میں پانی کی بہت قلت ہے، اس لیے بعض عورتیں پردہ نشیں بیوہ کو بعض وقت پانی نہیں ملتا، اس لئے وہ مستورات نماز قضا کرتی رہتی ہیں ان کے لئے کیا حکم ہے۔ آیا اس وقت ان کے لئے تیمّم جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

تیمّم کی اجازت اس وقت ہے کہ پانی نہ ملے، شہر، قصبہ اور گاؤں میں ایسی صورت کم تر پیش آتی ہے کہ پانی نہ ملے، لیکن اگر ایسا کبھی اتفاق ہوجائے کہ پردہ دار عورتوں کو کوئی صورت پانی ملنے کی نہیں اور وقت تنگ ہوا جاتا ہے تو تیمّم سے نماز پڑھیں قضا نہ کریں۔(۱) (بعد میں وضو کر کے اعادہ کرلیں۔ ظفیر)(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم:۱/۲۴۵-۲۴۶)

## تیمّم کر کے نماز پڑھنے کے بعد پانی مل جانے کا حکم:

سوال: ایک شخص ایسی جگہ پر ہے جہاں پانی نہیں ہے، لیکن ایک اس کا ساتھی ہے جس کے پاس پانی موجود ہے اس سے مانگے بغیر تیمّم کر کے نماز پڑھ لیا نماز کے بعد پانی مانگا اس نے دیدیا اس کی نماز واجب الاعادہ ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

نماز واجب الاعادہ ہے۔(۳)

''وإن شک فی الإعطاء وتیمم وصلی فسأله وأعطاه، یعید''. (کما فی العالمگیریة:۱/۲۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم، حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ:۴/۵۱)

---

(۱) عن أبی هریرةؓ قال: جاء أعرابی إلی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقال: إنا نکون فی الرمل و فینا الحائض والجنب والنفساء فیأتی علینا أربعة أشهر لانجد الماء، قال: علیک بالتراب یعنی التیمم. (سنن بیهقی، باب ما رُوی فی الحائض والنفساء أیکفیهما التیمم عند انقطاع الدم إذا عدمتا الماء، انیس)

(۲) (لا) یتیمم (لفوت جمعة ووقت) ولو وتراً لفواتها إلی بدل، وقیل یتیمم لفوات الوقت، قال الحلبی: فالأحوط أن یتیمم ویصلی ثم یعیده. (الدر المختار علیٰ صدر رد المحتار، باب التیمم، قبیل مطلب فی تقدیر الغلوة:۱/۲۲۷)

اس عبارت سے اور شامی نے اس پر جو کچھ لکھا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایسی حالت میں پھر پانی سے وضو کر کے نماز کا اعادہ کیا جاوے اس لئے کہ احتیاط کا یہی تقاضہ ہے۔

ولعل هذا من هؤلاء المشائخ اختیار لقول زفرؒ لقوة دلیله، وهو أن التیمم إنما شرع للحاجة إلی أداء الصلوٰة فی الوقت فیتیمم عند خوف فوته. قال شیخنا ابن الهمام: ولم یتجه لهم علیه سوی أن التقصیر جاء من قبله فلا یوجب الترخیص علیه، وهو إنما یتم إذا أخر لا لعذر، آه، وأقول: إذا أخر لا لعذر فهو عاص. والمذهب عندنا أنه کالمطیع فی الرخص، نعم تأخیره إلی هذا الحد عذر جاء من قبل غیر صاحب الحق، فینبغی أن یقال یتیمم ویصلی ثم یعید الوضوء، کمن عجز بعذر من قبل العباد الخ. (رد المحتار، أیضاً، ظفیر)

(۳) عن الثوریؒ قال: إذا تیمم الرجل ثم مر بماء، فقال حتی آتی ماء آخر فقد نقض تیممه، ویتوضأ لتلک الصلاة. (مصنف عبد الرزاق، باب یتیمم ثم یمر بالماء هل یتوضأ؟ ج اول، ص۱۸۰، نمبر۸۹۲، انیس)

## بغیر عذر شرعی تیمّم کرنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے یہاں ماسٹر صاحب امام ہیں، وہ غسل نہیں کرتے ہیں اور وضو بھی کبھی کبھی کرتے ہیں، بلکہ اس کے بدلے عام طور پر تیمّم کر لیتے ہیں، جب کہ ان کو کوئی عذر شرعی بھی نہیں، کیا ایسے امام کے پیچھے نماز ادا کرنا صحیح ہے؟ نیز اس کی اور دوسرے مقتدیوں کی نماز ایسی حالت میں ہو جائے گی؟

**الجواب ـــــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق**

اگر بغیر عذر شرعی ماسٹر صاحب تیمّم کرتے ہیں تو نہ ان کی نماز صحیح ہوتی ہے اور نہ ان کی اقتدا کرنے والوں کی، (۱) اور اگر وہ کبھی غسل نہیں کرتے اور وضو نہیں کرتے ہیں اور ان کے پاس کوئی عذر شرعی بھی نہیں ہے تو بہت بڑا گناہ اور بہت دور تک پہنچانے والا ہے۔ (اعاذنا اللہ منہ)

ایسی صورت میں جبکہ وہ بظاہر معذور نہیں ہیں اور پھر بھی تیمّم کر کے نماز پڑھتے ہیں اور اپنے خیال میں اپنے کو معذور سمجھتے ہیں تو انہیں ان کے اپنے حق میں چھوڑ دیا جائے، لیکن انہیں امامت ہرگز نہیں کرنی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ قاضی مجاہد الاسلام: ص ۵۷) ☆

---

(۱) و شرطه (أی التیمم) ستة: النیة، والمسح، وکونه بثلاث أصابع فأکثر، والصعید، وکونه مطهرًا، وفقد الماء (قوله فقد الماء) أی ولو حکماً لیشمل نحو المرض، فافهم. (الدر المختار مع رد المحتار، باب التیمم: ۱/۲۳۰، انیس)

## ☆ وضو اور غسل کے لیے ایک تیمّم کافی ہے:

"عن عمران بن حصین رضی الله عنه قال: کنا فی سفر مع النبی صلی الله علیه وسلم فصلی بالناس فلما انفتل من صلوته إذا هو برجل معتزل لم یصلّ مع القوم فقال: ما منعک یا فلان أن تصلی مع القوم؟ قال: أصابتنی جنابة ولا ماء، قال: علیک بالصعید فإنه یکفیک". (الصحیح للبخاری، باب الصعید الطیب وضوء المسلم یکفیه من الماء، الخ: ۱/۴۹، الصحیح لمسلم، باب التیمم: ۱/۱۶۱)

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو ایک آدمی جماعت سے الگ بیٹھا تھا جس نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی، آپ نے ارشاد فرمایا کہ: اے فلاں! قوم کے ساتھ نماز پڑھنے سے تیرے لئے کون سی چیز مانع رہی؟ اس نے کہا: مجھے جنابت لاحق ہوئی اور پانی نہیں ہے، آپ نے فرمایا کہ: "تمہیں پاک مٹی لینی چاہیئے وہ کافی ہے"۔ (پانی موجود نہ ہونے کی صورت میں تیمّم وضو کے قائم مقام ہوتا ہے اور جس طرح وضو سے طہارت حاصل ہوتی ہے اسی طرح تیمّم سے بھی ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"الصعید الطیب وضوء المسلم ولو إلی عشر حجج فإذا وجد الماء فلیمس بشره الماء... الخ". (ابوداؤد باب التیمم)

یعنی تیمّم مسلمان کا وضو ہے گرچہ دس سال تک ایسا کرنا پڑے بشرطیکہ پانی نہ ملے یا حدث لاحق نہ ہو۔ ==

## جنبی کے لئے غسل اور وضو کے واسطے ایک ہی تیمّم کافی ہے:

سوال: تیمّم میں غسل اور وضو کے واسطے جنبی کو فقط نیت غسل ہی کرنا کافی ہے یا وقت تیمّم غسل اور وضو دونوں کی نیت کرے اور دونوں کے واسطے علیٰحدہ علیٰحدہ ضرب لگاوے؟

الجواب

ایک تیمّم میں دونوں کی نیت کرلے ایک تیمّم کافی ہوگا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص،ص: ۵۸) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۴۱)

## جو وضو و غسل دونوں سے معذور ہو وہ حالت جنابت میں کیا کرے:

سوال: جو شخص وضو اور غسل سے معذور ہو وہ حالت جنابت میں کیا کرے؟

== اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے:

جعلت لی الأرض مسجداً وطهوراً. (مسند احمد: ۲۴۸/۵)

ہمارے واسطے زمین مسجد اور پاک کرنے والی بنائی گئی ہے۔

پہلی حدیث میں تیمّم کو وضوء قرار دیا گیا ہے اور دوسری حدیث میں مٹی کو طہور یعنی پاک کرنے والا بنایا گیا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جس طرح وضوء سے حدث زائل ہوتا ہے اسی طرح تیمّم سے بھی حدث زائل ہوتا ہے۔

اور تیمّم جس طرح وضو کے قائم مقام ہے اسی طرح غسل کے بھی قائم مقام ہوتا ہے اور ایک ہی تیمّم سے اگر غسل اور وضو دونوں کی نیت کرلی جائے تو کافی ہے اور غسل کا تیمّم بھی صرف چہرہ و دونوں ہاتھوں پر مٹی کا ملنا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ مجھے جنابت لاحق ہوئی مگر پانی نہ ملا۔ تو عمار بن یاسرؓ نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یاد دلاتے ہوئے کہا کہ آپ کو یاد ہے کہ ہم دونوں سفر میں تھے اور اس حالت میں آپ نے (پانی نہ ملنے کی وجہ سے) نماز ادا نہ کی، میں نے پورے بدن میں مٹی لگالیا پھر نماز پڑھی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا:

تمہارے لیے ایسا کرنا کافی تھا۔ پھر آپ نے اپنی دونوں ہتھیلیوں کو زمین پر مارا اور پھونک کر (ان کی مٹی جھاڑی) اور ان سے اپنے چہرہ اور ہتھیلیوں کو ملا۔ (بخاری و مسلم، باب التیمم)

دوسری حدیث میں پورے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت مسح کرنے کا حکم آیا ہے۔ (الدارقطنی: ۱۸۰/۱)

جنبی کے لیے اور حیض و نفاس کی مدت ختم ہونے کے بعد ایسی عورتوں کے لیے تیمّم کے ذریعہ پاک ہونا جائز ہے جب کہ پانی نہ ہو یا نا کافی ہو یا مریض ہوں۔ (ردالمحتار: ۲۳۸/۱) (طہارت کے احکام و مسائل: صفحہ ۱۹۲ تا ۱۹۴، انیس)

(۱) عن عمران بن حصينؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رأى رجلاً معتزلاً لم يصلّ مع القوم، فقال: ما منعک يا فلان أن تصلّي في القوم؟ فقال يارسول الله! أصابني جنابة، ولا ماء، فقال: عليک بالصعيد فإنه يكفيک. (صحيح البخاري، كتاب التيمم، حديث نمبر: ۳۴۴)

الجواب ـــــــــــــــــــــــ

ایک تیمّم بہ نیت غسل و وضواس کے لئے کافی ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم:۱/۲۶۳)

## حدث اکبر کے لئے تیمّم:

سوال: میرے کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی، پاخانہ پیشاب سے کپڑے گندے رہتے ہیں، اسی درمیان احتلام ہوگیا، احتلام کے بعد پاک ہونے کا طریقہ کیا ہے؟ تاکہ میں پاک ہوکر نماز پڑھوں۔

هو المصوب ـــــــــــــــــــــــ

آپ بوجہ مجبوری حدث اکبر سے پاکی کی نیت سے تیمّم کر کے نماز ادا کر سکتے ہیں۔(۲)

نوٹ: حتیٰ الامکان نجاست کو دور کریں اور وضو و غسل پر قدرت نہیں ہے تو دونوں کیلئے تیمّم کریں اور اگر صرف غسل نہیں کر سکتے تو غسل کیلئے تیمّم کریں، غسل اور وضو کے تیمّم کا طریقہ ایک ہی ہے۔

تحریر: محمد طارق ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۱/۲۳۰)

## پانی نہ ہو یا ناکافی ہو تو جنبی کیا کرے:

سوال: ایک آدمی جنبی ہے اور غسل کے لیے پانی کافی نہیں اور وضو کے لیے پانی کافی ہے تو وضو کر کے تیمّم کرے یا وضو کی ضرورت نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اس حالت میں اس کے ذمہ وضو واجب نہیں، تیمّم کافی ہے، **كذا في الدر المختار**. (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۱۹/۱۲/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۲/۱۲/۵۷ھ (فتاویٰ محمودیہ:۵/۱۸۸)

---

(۱) (من عجز)...... (عن استعمال الماء) المطلق الكافي لطهارته الخ (تيمم). (الدر المختار علیٰ صدر رد المحتار، باب التيمم:۱/۲۱۴، ظفیر)

(۲) عن عمران بن حصينؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رأى رجلاً معتزلاً لم يصلّ مع القوم، فقال: ما منعك يا فلان أن تصلّي في القوم؟ فقال يارسول اللّٰه! أصابني جنابة، ولاماء، فقال: عليك بالصعيد فإنه يكفيك. (صحيح البخاري، كتاب التيمم، حديث نمبر: ۳۴۴)

قوله "ولو جنباً أو حائضاً" يعني تيمم الجنب والمحدث والحائض والنفساء وهو قول جمهور العلماء، للأحاديث الواردة. (البحر الرائق:۱/۲۵۵)

(۳) وفي القهستاني: إذا كان للجنب مايكفي لبعض أعضائه أو للوضوء، تيمم ولم يجب عليه صرفه إليه. (رد المحتار:۱/۲۳۲، باب التيمم، سعيد، وكذا في الفتاویٰ الهندية: ۱/۳۰، الفصل الثالث في المتفرقات، رشيديه، والحلبي الكبير: ۷۴، باب التيمم، سهيل اكیڈمی، لاهور)

## جنبی کے پاس پانی بقدر وضو ہو، تو کیا کرے اور پہلے تیمّم جنابت کرے یا نہ:

سوال: جنبی کے پاس اس قدر پانی ہے کہ اس سے صرف وضو کر سکتا ہے غسل کے لائق پانی نہیں ہے، اس صورت میں اگر نماز کے لئے وضو اور غسل کیلئے تیمّم کا حکم ہے تو پہلے وضو کرے یا تیمّم؟

الجواب

خواہ پہلے تیمّم کرے یا پہلے وضو کرے اور پھر تیمّم جنابت کے لئے کرے، دونوں طرح جائز ہے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دار العلوم:۱/۲۶۲)

## پانی تھوڑا ہو تو جنبی پہلے نجاست دھوئے یا وضو کرے:

سوال: جنبی کے پاس بقدر وضو پانی ہے اور جسم بھی نجس ہے، اگر جسم دھوتا ہے تو وضو کو پانی نہیں بچتا، اس کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب

جسم نجس کو دھووے، اور غسل و وضو کے لئے تیمّم کرے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم:۱/۲۶۲)

## معذور کے لئے وضو یا تیمّم:

سوال: استنجا کی زیادتی جس سے گھڑی گھڑی وضو ٹوٹ جاتا ہے اور دوسری شکایات مرض شکم جس سے وضو کا رہنا یقینی نہیں ہو سکتا، اگر وضو کیا جائے تو مرض کے آغاز کا باعث ہوتا ہے، ایسی صورت میں تیمّم کیلئے کیا حکم ہے؟

الجواب

ایسے عذرات کا حکم شریعت میں دوسرا ہے، وہ یہ کہ جو شخص معذور ہو کہ اس کا وضو نہ رہتا ہو، خواہ اخراج ریح کی وجہ سے یا استطلاق بطن کی وجہ سے اور وہ بلا اس عذر کے نماز وقت کے اندر نہ پڑھ سکتا ہو تو اس کو صرف ایک دفعہ وضو، وقت

---

(۱) وفي القهستاني: إذا كان للجنب مايكفي لبعض أعضائه أوللوضوء، تيمم ولم يجب عليه صرفه إليه. (ردالمحتار:۱/۲۳۲،باب التيمم،انیس)

(۲) مسافر محدث نجس الثوب معه ماء يكفي لأحدهما يغسل به النجاسة ويتيمم للحدث. (عالمگیری،باب التيمم، الفصل الثاني:۱/۲۸،ظفیر)

عن عليؓ قال: إذا أصابتک جنابة فأردت أن تتوضأ أوقال تغتسل وليس معک من الماء إلاما تشرب وأنت تخاف فتيمم. (سنن البيهقي،باب الجنب أوالمحدث يجدماءً لغسله وهويخاف العطش فيتيمم،ج اول،ص ۳۵۶،نمبر ۱۱۰۸/مصنف عبد الرزاق، باب المسافر يخاف العطش ومعه ماء،جلداول،ص۱۸۱،نمبر۸۹۷)

عن ابن عباسؓ قال:إذاكنت مسافراًوأنت جنب أوأنت علٰى غيروضوء فخفت أن توضأت أن تموت من العطش فلا توضأبه واحبس لنفسک. (سنن البيهقي،باب الجنب أوالمحدث،الخ، جلداول،ص۳۵۶،نمبر۱۱۰۹۔انیس الرحمٰن قاسمی)

کے اندر کافی ہے، اسی ایک وضو سے، تمام وقت میں نماز فرض وسنن ونفل پڑھ سکتا ہے۔ باقی تفصیل اس کی کتبِ فقہ میں دیکھی جاوے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۱/۲۵۹)

**نوٹ:** ایسا معذور وضو کرے گا، نہ کہ تیمّم کرے گا۔ (انیس)

## جو قفل میں قید ہو اس کے لئے تیمّم کا حکم:

سوال: ایک مسئلہ یہ دریافت طلب ہے کہ مثلاً کوئی اپنے مکان کے اندر ہے اور غلطی سے ملازم باہر سے قفل بند کر کے چلا گیا اب مالک مکان اندر ہے اور نماز کا وقت آگیا اور مکان میں پانی موجود نہیں ہے اور حتی الوسع مالک مکان نے کوشش کی کہ کسی کو آواز دیکر پانی لے مگر نہ ملا اور وقت نماز کا نکلا جاتا ہے، آیا وہ تیمّم سے پڑھ سکتا ہے یا نہیں اور اگر پڑھ سکتا ہے تو بعد پانی ملنے کے وہ اس تیمّم والی نماز کو قضا کرے یا نہیں؟

الجواب

پڑھ سکتا ہے اور قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ اعادہ کرے۔ **لأنه محبوس من جهة العبد.** (۲)

۱۲/ربیع الاول ۱۳۳۴ھ۔ تتمہ رابعہ ص ۲۶۔ (امداد الفتاویٰ: ۱/۳۷-۷۴)

---

(۱) (وصاحب عذر من به سلس) بول لا يمكنه إمساكه (أو استطلاق بطن أو انفلات ريح أو استحاضة) الخ (إن استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة) بأن لا يجد في جميع وقتها زمناً يتوضأ ويصلي فيه خالياً عن الحدث ولو حكماً لأن الانقطاع اليسير ملحق بالعدم (وهذا شرط) العذر (في حق الابتداء وفي) حق البقاء (كفیٰ وجوده في جزء من الوقت) ولو مرةً وفي حق الزوال يشترط استيعاب الانقطاع تمام الوقت حقيقةً لأنه الانقطاع الكامل (وحكمه الوضوء) لا غسل ثوبه ونحوه (لكل فرض) اللام للوقت، (ثم يصلي به فيه فرضاً ونفلاً) فدخل الواجب بالأولیٰ (فإذا خرج الوقت بطل) أي ظهر حدثه السابق. (الدر المختار علیٰ رد المحتار، مطلب في أحكام المعذور، قبيل باب الأنجاس: ۱/۲۸۰ تا ۲۸۲، ظفیر)

(۲) والمحبوس في السجن يصلي بالتيمم ويعيد بالوضوء لأن العجز إنما تحقق بصنع العباد وصنع العباد لا يؤثر في إسقاط حق الله تعالیٰ. (الفتاویٰ الهندية: ج ۱ ص ۱۵، انیس)

جس طرح مرض وخوفِ مرض کی صورت میں وضو وغسل کے بدلے تیمّم کرنا جائز ہے اسی طرح پانی کے استعمال سے عاجز ہونے کی صورت میں بھی تیمّم درست ہے۔ اور یہ عجز کئی صورتوں میں ہوتا ہے۔

۱...... مثلاً اگر کوئی شخص قیدی ہو اور نماز کا وقت ہو جائے مگر اسے پانی نہ ملے تو اس کے لیے تیمّم جائز ہے۔ اگر ایسا ہو کہ کسی وقت اسے پانی ملتا ہو اور کسی وقت نہ ملتا ہو تو جس وقت پانی نہ ملے اور نہ وہ طہارت کی حالت میں ہو تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لے اور پھر دوسرے وقت اعادہ کر لے، یہ بہتر ہے۔ (الفتاویٰ التاتارخانیہ: ۱/۲۴۶)

۲...... اور اگر قیدی کے پاس نہ تو پانی ہو اور نہ پاک مٹی ہو، دیواریں بھی چونا، اینٹ، سمنٹ وغیرہ اجناس ارض کی نہ ہوں تو ایسا شخص بلا طہارت نماز پڑھ لے اور پھر جب پانی مل جائے تو وضو کر کے نماز لوٹائے۔ (الفتاویٰ التاتارخانیہ: ۱/۲۴۶) ==

## جیل خانہ میں پانی نہ ملنے پر تیمّم کا حکم:

سوال: افغانستان اور کشمیر کے جہاد میں جو لوگ کفار کی جیلوں میں محبوس ہیں اگر دشمن باوجود پانی کی موجودگی کے ان کو وضو یا غسل کے لئے نہ چھوڑیں تو کیا یہ لوگ تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

تیمّم کے جواز کے لئے پانی پر عدم قدرت ضروری ہے اور یہ عدم قدرت چاہے مسافت کی وجہ سے ہو یا مرض کی وجہ سے یا دشمن کی وجہ سے ہو تو ان تمام صورتوں میں تیمّم کر کے نماز پڑھی جا سکتی ہے، لہٰذا اگر قیدی تیمّم کر کے نماز ادا کریں تو جائز ہے۔

**قال العلامة الحصكفيؒ:(من عجز)...(عن استعمال الماء)...(لبعده) ولو مقيماً في المصر(ميلاً)...(أولمرض) يشتد أويمتد بغلبة ظن أوقول حاذق مسلم...(أوبرد) يهلك الجنب أويمرضه...(أوخوف عدو) كحية أونارعلىٰ نفسه ولومن فاسق أوحبس غريم أوماله...(أوعطش) ولولكلبه أورفيق القافلة حالاًأومآلاً". (الدرالمختار علىٰ صدرالمحتار، باب التيمم: ج۱ص۲۳۲ تا ۲۳۵)** (۱) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۶۱۲)

== ۳......اگر کوئی شخص پانی کے پاس ہو مگر وہ بندھا ہوا ہو اور نماز کا وقت ختم ہو رہا ہو تو وہ تیمّم کر کے نماز اسی حالت میں اشارہ سے ادا کرے گا اور اگر تیمّم پر بھی قدرت نہ ہو تو وہ اشارہ سے پڑھے گا اور پھر بعد میں اس کا اعادہ کر لے گا۔(الفتاویٰ التاتارخانیہ:۱/۲۴۶۔۲۴۷)

۴......اسی طرح اگر کوئی شخص ایسی جگہ ہو جہاں پانی تو موجود ہے مگر اسے یہ دھمکی دی جاتی ہو کہ وضو کرو گے تو مار ڈالیں گے یا قید کر دیں گے تو ایسی حالت میں وہ تیمّم کر کے نماز ادا کرے گا اور بعد میں نماز کا اعادہ کرے گا۔(الفتاویٰ التاتارخانیہ:۱/۲۴۶۔۲۴۷)

۵......اگر کوئی شخص پانی کے قریب ہو مگر سوار ہو اور اترنے میں اسے دشمن کی طرف سے مارے جانے یا گرفتار کر لیے جانے کا خوف ہو تو اس کے لیے تیمّم کر کے نماز ادا کرنا جائز ہوگا۔(حوالۂ سابق:۱/۲۳۱)

۶......اسی طرح اگر کوئی شخص ایسی جگہ ہو جہاں پانی کا چشمہ قریب ہو مگر وہاں شیر یا دیگر خونخوار درندوں کی طرف سے حملہ کا خوف ہو تو اس کے لیے تیمّم جائز ہوگا۔(حوالۂ سابق:۱/۲۳۱)

۷......اگر کوئی ایسا شخص ہو جس کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے ہوں اور چہرہ پہ زخم ہو تو ایسا شخص تیمّم کے بغیر نماز پڑھے گا۔(حاشیہ طحطاوی:۱/۶۲،۶۳)

۸......اگر کسی شخص کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے ہوں یا فالج زدہ ہوں اور ران ہاتھوں سے وہ تیمّم نہیں کر سکتا ہو اور نہ کوئی تیمّم کرانے والا ہو تو بغیر طہارت نماز ادا کرے گا۔(ردالمختار:۱/۲۵۳) اور اگر وہ محصور ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نماز کو طہارت پانے تک مؤخر کرے گا بغیر طہارت نماز ادا نہ کرے گا۔(ردالمختار:۱/۲۵۲) ان تمام صورتوں میں گرچہ پانی حقیقتاً موجود ہے مگر استعمال سے عاجز ہونے کی وجہ سے شریعت نے اسے پانی نہ پانے والا تسلیم کر کے تیمّم کی اجازت دی ہے۔(طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۱۹۰ تا ۱۹۲، انیس)

(۱) **قال الشيخ السيد أحمد الطحطاويؒ:"(ومنه خوف عدو) آدمي أوغيره سواء خافه علىٰ نفسه أوماله أوأمانته أوخاف فاسقاً عند الماء أوخاف المديون المفلس الحبس ولاإعادة عليهم ولاعلىٰ من حبس في السفر بخلاف المكره علىٰ ترك الوضوء فتيمم فإنه يعيد الصلوٰة". (مراقی الفلاح علىٰ صدر الطحطاوی، باب التيمم: ص ۹۲)**

## قیدی کو پانی نہ ملے تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لے پھر اس کا اعاہ کرے:

سوال: بکر جیل میں قید ہے، جیل کا دستور ہے کہ پانچ بجے کے بعد قیدیوں کو کوٹھریوں میں بند کر دیتے ہیں اور وہ مغرب، عشا اور فجر اندر ہی پڑھتے ہیں، کبھی کبھی رات کو پانی نہیں ہوتا تو کیا بکر تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے؟ اور پھر اس نماز کا اعادہ بھی کرے یا نہ کرے؟ (محمد شفیع کالی موری حیدر آباد)

الجواب

ایسی صورت میں وضو کے لئے پانی بھر کے رکھ لیا کریں۔ اگر کبھی ایسا نہ ہو سکے تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لیں مگر بعد میں اس کا اعادہ کریں۔

**والمحبوس فی السجن یصلي بالتیمم ویعید بالوضوء لأن العجز إنما تحقق بصنع العباد وصنع العباد لایؤثر فی إسقاط حق اللّٰہ تعالیٰ. (عالمگیری: ج۱ص۱۵) فقط واللّٰہ اعلم**

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان، الجواب صحیح: بندہ عبد الستار، عفا اللہ عنہ، رئیس الافتاء

(خیر الفتاویٰ: ۲/۱۲۱۔۱۲۲)

## مرض کی وجہ سے پانی نقصان دہ ہو تو تیمّم کیا جا سکتا ہے:

سوال: زید کی بیوی ایک طویل بیماری میں مبتلا ہے حتیٰ کہ نل کے پانی سے وضو کرنے سے بھی اس کے پیٹ میں درد ہو جاتا ہے۔ کیا اس بیماری کی وجہ سے زید کی بیوی کے لئے تیمّم کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب

کسی طبیب سے مشورہ کیا جائے، اگر وہ وضو کو مضر قرار دے تو تیمّم کیا جا سکتا ہے۔(۱) واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۲۶/۵/۱۳۸۸ھ (فتویٰ نمبر ۶۱۸/۱۹، الف) الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ (فتاویٰ عثمانی: ۱/۳۴۷)

---

(۱) **عن عمرو بن العاصؓ قال: احتلمت فی لیلة باردة فی غزوة ذات السلاسل، فأشفقت أن أغتسل فأ هلک فتیممت ثم صلیت بأصحابی الصبح، فذکروا ذلک لرسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم فقال: یا عمرو! صلیت بأصحابک وأنت جنب؟ فأخبرته بالذی منعنی من الاغتسال وقلت: إنی سمعت اللّٰه یقول: وَلاَ تَقْتُلُوْا اَنْفُسَکُمْ إِنَّ اللّٰهَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْماً. (سورة النساء: ۲۹) فضحک رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم ولم یقل شیئاً. (أبو داؤد، باب إذا خاف الجنب البرد أیتیمم ؟، ص۶۰، نمبر ۳۳۴)**

۱...... تمام فقہا کا اس پر اتفاق ہے کہ مریض کے لیے اس صورت میں تیمّم جائز ہے جب پانی کے استعمال سے یا جان یا کسی عضو کی ہلاکت کا یقین ہو۔ اسی طرح اگر مرض کی تکلیف میں شدت یا شفا میں تاخیر کا ظن غالب ہو چاہے اپنے علم کے ذریعہ ہو یا معتبر طبیب کے کہنے پر ہو جو مسلمان ہو اور فسق و فجور میں مبتلا نہ ہو تو اس صورت میں تیمّم جائز ہے۔ (رد المحتار: ۱/۲۱۵)

۲...... جہاں مسلمان معتبر طبیب نہ ہو اور کوئی غیر مسلم ماہر طبیب ہو اور پانی کے استعمال سے روکتا ہو اور مریض کو اس کی بات پر یقین ہو تو اس کے لیے تیمّم جائز ہے۔

==

## مرض کی وجہ سے تیمّم:

سوال: ایک طبیب مسلمان بعض مخصوص مرض کے متعلق اپنے آپ کو حاذق کہتے ہیں اور بعض لوگ بھی کہتے ہیں کہ فلاں فلاں مرض کی دوا اس کی، بہ نسبت دوسروں کی، اچھی ہے وہ دوا کے استعمال کے بعد اغتسال کے بجائے تیمّم کا حکم لگاتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر غسل فرض ہو تب بھی تیمّم کرو؟

**الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً**

اگر حاذق دیندار طبیب یہ کہتا ہے کہ غسل کرنے سے مرض میں ترقی ہو جائے گی یا دیر میں اچھا ہوگا، تو تیمّم درست ہے۔(۱)

**تیمم لبُعده میلاً عن ماء أو لمرض، کنز.(۲)**

**قال الزیلعی: وأما المرض، فمنصوص علیه، سواء خاف ازدیاد المرض أو طوله باستعمال الماء، الخ.(۳)**

---

== ۳......اگر کوئی شخص بخار میں مبتلا ہو اور بخار ایسا ہو کہ پانی چاہے گرم ہو یا ٹھنڈا، اس کے استعمال سے مرض میں اضافہ اور تکلیف بڑھنے کا اندیشہ غالب ہو تو تیمّم درست ہے اور اگر گرم پانی کے استعمال سے مرض کی زیادتی کا اندیشہ نہ تو تیمّم جائز نہیں گرم پانی سے وضو کرنا ضروری ہے۔

۴......اگر کسی کا آپریشن ہوا ہو، یہ آپریشن آنکھ یا پیٹ کا ہو جس میں وضو کرنے میں حرکت ہونے سے مرض کے بڑھنے کا اندیشہ قوی ہو تو ایسی حالت میں تیمّم کر کے نماز ادا کرے۔

۵......اسی طرح اگر کوئی ایسا شخص ہو جسے رات کو غسل کی حاجت پیش آجائے اور موسم سرد ہو اور گرم پانی میسر نہ ہو اور نہ کوئی ذریعہ پانی گرم کرنے کا ہو جیسے حالت سفر میں ہو اور اگر وہ ٹھنڈے پانی سے غسل کرتا ہے تو مریض ہونے کا اندیشہ غالب ہو تو ایسے شخص کے لیے جائز ہے کہ صبح کی نماز تیمّم سے پڑھ لے اور پھر دن میں غسل کر کے باقی نمازیں ادا کرے۔(غنیۃ المستملی: ص ۶۴)

۶......اگر جنبی کو موسم سرما میں غسل کرنے سے مریض ہونے کا اندیشہ ہو مگر وضو سے نہ ہو تو ایسے شخص کے لیے جائز ہے کہ وضو کرے اور غسل کی جگہ تیمّم کر لے۔(فتاویٰ دار العلوم: ۱/ ۲۶۲)

۷......جو شخص وضو اور غسل دونوں سے معذور ہو وہ حالت جنابت میں ایک ہی تیمّم غسل اور وضو کی نیت سے کرلے تو جائز ہے اور اگر تیمّم صرف غسل کی نیت سے کیا تو اس کے لیے دوبارہ عبادات کے لیے وضو کی نیت سے تیمّم کرنا ضروری ہوگا۔(رد المحتار: ۱/ ۲۱۴۔ تاتارخانیہ: ۱/ ۲۴۵)

۸......اگر کوئی عورت ہو جسے رات کے وقت جنابت سے غسل میں اپنے یا بچہ کی بیماری کا خوف ہو تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لے اور پھر جب دن میں دھوپ نکل جائے یا گرم پانی میسر ہو تو غسل کر کے بقیہ نمازیں پڑھ لے۔(طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۱۸۷، انیس)

وفی الدر المختار، باب التیمم، ج ۱ ص ۲۳۲: من عجز عن استعمال الماء.... لمرض یشتد أو یمتد بغلبة ظن أو قول حاذق مسلم ... تیمم، و کذا فی الهندیة، الباب الرابع فی التیمم: ۱/ ۲۸۔

(۱) عن عمرو بن العاصؓ قال: احتلمت فی لیلة باردة ... الخ.(أبو داؤد، باب إذا خاف الجنب البرد أیتیمم، انیس)

(۲) کنز الدقائق: ۱/ ۹، باب التیمم، کتب خانہ رشیدیہ، دہلی۔

(۳) تبیین الحقائق: ۱/ ۱۱۸، کتاب الطهارة، باب التیمم، دار الکتب العلمیه، بیروت

وقال العلامة الحصكفي: (أولمرض) يشتد أويمتد بغلبة ظن أوقول حاذق مسلم. (الدرالمختار) قال الشامي: أي إخبارطبيب حاذق مسلم غيرظاهرالفسق وقيل عدالته شرط. (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۱۷۷)

## اندیشۂ مرض میں مریض کی طبیعت اور طبیب دونوں کا اعتبار ہے:

سوال: علالت کے وقت جو تیمّم جائز ہے اس میں طبیعت بیمار کو دخل ہے یا طبیب حاذق کو یا اور کوئی معیار ہے؟

الجواب

درمختار میں ہے: "(أولمرض) يشتد أويمتد بغلبة ظن أوقول حاذق مسلم الخ". (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ تیمّم میں طبیعت وتجربہ وظن غالب بیمار کو بھی دخل ہے اور طبیب حاذق کے قول کو بھی، ان میں سے جو بھی پایا جاوے مبیح تیمّم ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۲۵۸)

## مرگی کے مریض کے لیے غسل کے بجائے تیمّم کا حکم:

سوال: میں مرگی کا مریض ہوں ایک دفعہ غسل کا ارادہ کیا، دوران غسل مرگی کا دورہ پڑ گیا جس کی وجہ سے پیشانی کسی تیز پتھر سے لگی اور زخمی ہوگئی تقریباً ایک ماہ تک زخم تھا، کیا ایسی حالت میں مجھے غسل نہ کرنے کی اجازت ہوگی، یا غسل ضرور کرنا ہے؟ یا کوئی اور طریقہ بتلایا جائے؟ بینوا توجروا۔ المستفتی عبدالرحمٰن بنوں۔ ۲۰/نومبر ۱۹۷۴ء۔

الجواب

اگر ہو سکے تو آپ طلوع فجر سے قبل غسل کیا کریں اور باقی مسئلہ یہ ہے کہ اگر غسل کرنے سے دورہ آنا متیقن ہو یا مظنون ہو تو آپ تیمّم کر سکتے ہیں۔

كما في الهندية، جلد ۱ ص ۲۸: ويعرف ذلك الخوف إما بغلبة الظن عن أمارة أوتجربة أوإخبارطبيب حاذق مسلم غيرظاهرالفسق، كذافي شرح منية المصلي لإبراهيم الحلبي. (۴) وهو الموفق (فتاویٰ دیوبند پاکستان، المعروف بہ فتاویٰ فریدیہ جلد دوم: ۹۰-۹۱)

---

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار: ۱/۲۳۳، باب التيمم، سعيد، وكذا في الفتاوىٰ الهندية: ۱/۲۸، باب التيمم، رشيديه، وكذا في التاتارخانية: ۱/۲۴۳، باب التيمم، إدارة القرآن، كراچی)

(۲) الدرالمختار علىٰ ردالمحتار، باب التيمم: ۲۱۵، ظفیر

(۳) قوله بغلبة ظن أي عن أمار ة أوتجربة. (شرح المنية) قوله حاذق مسلم أي إخبارطبيب حاذق مسلم غيرظاهرالفسق وقيل وعدالته شرط، شرح المنية. ( ردالمحتار، باب التيمم: ۱/۲۱۵، ظفیر )

(۴) الفتاوىٰ الهندية ، باب التيمم، الفصل الأول.

عن عمروبن العاصؓ قال: احتلمت في ليلة باردة ...الخ. (أبوداؤد، باب إذا خاف الجنب البرد أيتيمم، انیس)

## دائمی زکام کے مریض کے لیے تیمّم کا حکم:

سوال: کوئی شخص زکام کا دائمی مریض ہو اور مغرب، فجر اور عشا کے وقت وضو کرنے سے تبخیر اور کھانسی کی شکایت ہو جاتی ہے، اس کے لیے تیمّم جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ______________ وباللّٰہ التوفیق

اگر وضو کرنے سے اس شخص کے مرض میں شدت ہو جاتی ہے اس کے لیے تیمّم درست ہے، تیمّم کر کے نماز پڑھے لیکن تیمّم صرف مرض کی زیادتی کے وہم کی بنا پر درست نہیں ہے۔(۱)

**ولو كان يجد الماء إلا أنه مريض فخاف إن استعمل الماء اشتد مرضه يتيمم**(۲) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی۔ ۷/۸/۵۷ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۴۷)

## بخار اور سخت سردی اور ٹھنڈ کی وجہ سے تیمّم جائز ہے یا نہیں:

سوال: اگر سردی کے موسم میں کوئی شخص ایسے جنگل میں کام کرنے جاتا ہو کہ جہاں پانی نہایت درجہ کا سرد ہو اور وہاں گرم کرنے کے اسباب نہ ہوں جیسے برتن وایندھن اور جاڑے کا وقت بہت ہو جیسے ابر کی وجہ سے دھوپ نہ ہو، یا شام یا رات یا صبح کا وقت ہو اور جاڑے کی وجہ سے جنبی کو غسل اور بے وضو کو وضو کرنے کی تاب نہ ہو سکے، یا کسی کو بخار جاڑا بہت چڑھ رہا ہو تو تیمّم کرنا ایسے شخصوں کے واسطے جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب ______________

حالت مرض اور خوف مرض میں تیمّم درست ہے جب کہ سرد پانی سے غسل کرنے میں یا وضو کرنے میں اندیشہ ہلاکت کا یا مرض کا ہو تو تیمّم جائز ہے۔(۳)

**كما في الدر المختار: (أو لمرض) يشتد أو يمتد، إلخ.** (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۲۵۷)

## اندیشۂ بخار میں تیمّم کر سکتا ہے یا نہیں:

سوال: ایک شخص کو ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے سے سردی ہو کر بخار کا اندیشہ ہے اگر یہ شخص گرم پانی سے وضو

---

(۱) عن عمرو بن العاصؓ قال: احتلمت في ليلة باردة... الخ. (أبو داؤد، باب إذا خاف الجنب البرد أيتيمم؟ انیس)

(۲) الهداية: ۱/۳۹۔

(۳) (من عجز)...... (عن استعمال الماء) الخ (لبعده)...... (ميلاً) الخ (أو لمرض) يشتد أو يمتد بغلبة ظن أو قول حاذق مسلم الخ (أو برد) يهلك الجنب أو يمرضه ولو في المصر إذا لم تكن أجرة حمام ولا ما يدفئه، الخ، (تيمم). (الدر المختار على رد المحتار، باب التيمم: ۱/۲۱۴، ظفیر)

(۴) الدر المختار على رد المحتار، باب التيمم: ۱/۲۱۵، ظفیر

کرنا چاہے تو اسے یا اس کی عورت کو اکثر پانی گرم کرنے میں تکلیف ہوتی ہے تو وہ شخص تیمّم کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

جبکہ پانی گرم کر کے وضو کرنے کی استطاعت ہے تو تیمّم کرنا اس کو درست نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم:۱/۲۵۷)

## اندیشۂ مرض کے وقت تیمّم جائز ہے یا نہیں:

سوال: زید ایک ضعیف الجثہ دائم المریض شخص ہے، شامت اعمال سے اس کی صحت بہت خراب ہوگئی ہے خصوصاً اعصاب اور دماغ نہایت ہی ضعیف ہوگیا ہے۔ اندریں حالت موسم سرما میں جب کہ اس کو ضرورتِ شرعی سے بخیال قضائے نماز صبح کے وقت ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کی نوبت آتی ہے تو دردسر یا زکام وغیرہ کی تکلیف لاحق ہوتی ہے اور کبھی نہیں بھی ہوتی، اور چونکہ گرم پانی کا حصول بروقت اپنی بے سروسامانی سے غیر ممکن ہے اس لیے مجبوراً ٹھنڈے ہی پانی سے کام لینا پڑتا ہے جس سے ایک خوف یہ بھی لگا رہتا ہے کہ مبادا فالج وغیرہ کا اثر نہ ہوجائے کیونکہ اعصاب میں نہایت کمزوری آ گئی ہے۔ زید کی موجودہ حالت پر نظر کر کے ایک طبیب صاحب علم نے زید کو یہ رائے دی کہ تم ایسی حالت میں ضرورت کے وقت بجائے ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کے صبح کی نماز تیمّم کر کے پڑھ لیا کرو۔ بعد میں پھر گرم پانی سے غسل کرلیا کرو اور تیمّم غسل کے بعد وضو کر کے نماز پڑھنی چاہئے۔ اور نماز کو بعد غسل کے احتیاطاً اعادہ کرنے کی تو ضرورت نہیں ہے؟

الجواب

اگر گرم پانی میسر نہ ہو اور طبیب حاذق کے قول وغیرہ سے بظن غالب اندیشہ مرض کا ہو تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لینا اس حالت میں درست ہے اور چونکہ تیمّم غسل کا بجائے وضو و غسل کے ہے اس لیے وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے وہی ایک تیمّم دونوں کے لیے کافی ہے۔(۲) مگر احتیاط یہ ہے کہ بعد میں گرم پانی سے غسل کر کے اعادہ اس نماز کا کر لیوے۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم:۱/۲۴۶۔۲۴۷)

---

(۱) وإذا خاف المحدث إن توضأ أن يقتله البرد أو يمرضه يتيمم الخ لكن الأصح عدم جوازه إجماعاً، كذا في النهر الفائق والصحيح أنه لا يباح له التيمم، كذا في الخلاصة وفتاوىٰ قاضيخان. (عالمگیری کشوری، الباب الرابع في التيمم:۱/۳۶)

(۲) (أو برد) يهلك الجنب أويمرضه ولوفي المصر إذا لم تكن له أجرة حمام ولا مايدفئه الخ (تيمم) لهذه الأعذار كلها. (الدر المختار علىٰ ردالمحتار، باب التيمم:۱/۲۱۶، ظفیر)

(۳) اعادہ کا جزئیہ نہیں مل سکا، شاید درمختار کی اس عبارت سے لیا گیا ہے: "(لا) يتيمم (لفوت جمعة ووقت) ولو وتراً لفواتها إلىٰ بدل وقيل تيمم لفوات الوقت، قال الحلبي: فالأحوط أن يتيمم ويصلي ثم يعيده". (الدر المختار علىٰ رد المحتار، باب التيمم:۱/۲۲۷، ظفیر)

## بیماری یا پیری کی وجہ سے پانی نقصان دہ ہو، تو غسل کے لیے تیمّم کرسکتا ہے یا نہیں:

سوال: تیمّم بحالت عذر جیسا کہ وضو سے ہوسکتا ہے ویسا ہی غسل سے بھی ہوسکتا ہے یا نہیں اور اس تیمّم غسل سے نماز فرض ونفل اور قرآن شریف پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ اگر کسی شخص کو بوجہ ضعف بیماری یا پیری پانی ضرر رساں ہو یا خوف ضرر ہو یا استعمال ماء اس پر گراں وسخت ہو اور تحمل نہ کرسکے تو تیمّم وضو اور غسل سے اس کو نماز فرض ونفل اور تلاوت قرآن شریف جائز ہوگی یا نہ؟

الجواب

تیمّم بحالت عذر جیسا کہ وضو سے ہوتا ہے، ویسا ہی غسل سے بھی ہوتا ہے اور اس تیمّم سے نماز فرض ونفل وتلاوت کلام مجید سب درست ہے۔ (۱) اور وہ عذر جس سے تیمّم حدث وجنابت سے درست ہے، یہ ہے کہ مریض کو اشتداد مرض یا امتداد مرض کا خوف ہو یعنی وضو کرنے یا غسل کرنے سے اس کا مرض بڑھ جاوے گا، یا ممتد ہو جاوے گا یا جاڑے کی وجہ سے ہلاک یا بیمار ہو جاوے گا۔ محض اس وجہ سے کہ ٹھنڈا پانی برا معلوم ہو اور گراں ہو اور اس سے تکلیف ہوتی ہو، تیمّم درست نہیں ہے، بلکہ اندیشہ یہ ہو کہ مر جاوے گا، یا بیمار ہو جاوے گا، اس وقت تیمّم درست ہے۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم: ۱/ ۲۴۸ و ۲۴۹)

## بیماری کے وہم کی بنیاد پر تیمّم:

سوال: اگر تیمّم کرنے میں بار بار کا تجربہ نہیں ہے مگر جب بھی غسل کرتا ہے کچھ نہ کچھ ہوتا ضرور ہے تب کیا کیا جائے؟ بعض دفعہ ضعف قلب اور ضعف طبیعت کی بنا پر وسوسہ پیدا ہوتا ہے کہ غسل اور وضو سے شاید طبیعت خراب ہوجائے، اس بنا پر تیمّم کرلیا جائے، یا طبیعت سست ہوئی اور تیمّم کرلیا کہ کہیں خراب نہ ہوجائے، یا نزلہ اور زکام ہوجانے کے اندیشہ سے، تیمّم کیا جائے، یا ٹھنڈے پانی سے وضو وغسل کرنے سے ڈر معلوم ہوا، طبیعت کے نہ برداشت کرنے کی وجہ سے یا طبیعت کے کسل یا ضعف طبیعت کی بنا پر جیسا کہ مشہور ہے کہ ''گرم پانی سے وضو وغسل کرنے سے ٹھنڈ زیادہ محسوس ہوتی ہے'' اس وجہ سے نہ ٹھنڈے سے کیا نہ گرم سے کہ گرم سے زیادہ ٹھنڈ محسوس ہوگی، یا گرم پانی سے اس لیے وضو غسل نہیں کیا کہ ٹھنڈے پانی کا عادی ہے اور ٹھنڈ زیادہ پڑ رہی ہے۔

---

(۱) ویصلی بتیممه ما شاء من الفرائض والنوافل. (الهداية، باب التيمم: ۱/ ۵۵، ظفیر مفتاحی)

(۲) (من عجز)......(عن استعمال الماء) لبعده......(میلاً)......(أو لمرض) يشتد أو يمتد بغلبة ظن أو قول حاذق مسلم...... أو برد) يهلك ...... أو يمرضه...... (أو خوف عدو) (أو عطش)......(أو عدم آلة) طاهرة يستخرج بها الماء......(تيمم) لهذه الأعذار كلها (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب التيمم: ج۱ ص۲۱۴ و ۲۱۸) قال في البحر: إنه متى قدر على الاغتسال بوجه من الوجوه لا يباح له التيمم إجماعاً. (رد المحتار، باب التيمم: ج۱ ص۲۱۶، ظفیر)

گرم پانی سے کرتا ہے تو جِلد پھٹ جائے گی یا خشکی جلد پر پیدا ہو جائے گی جس کی وجہ سے ظاہر ہے کہ پریشانی ہوگی، اور ٹھنڈے پانی کی برداشت نہیں، اس لیے تیمّم کر لیا تب کیا حکم ہے؟ اور ٹھنڈے سے کرنے کی ہمت نہیں، گو بعض اوقات طبیعت بھی خراب ہو جاتی ہے مگر وجوہات وہی ہیں جو اوپر گذریں۔

اور جن اوقات میں وضو و غسل کرنے سے طبیعت خراب ہونے کا اندیشہ ہے، یا کسل و کم ہمتی، یا پانی زیادہ ٹھنڈا رہتا ہے تو ان اوقات کے علاوہ جن میں یہ وجوہات رفع ہو جائیں اور ان میں بھی وضو و غسل نہ کیا جائے اور پھر وہی اوقات آجائیں، جن میں یہ باتیں پیدا ہو جائیں جو اوپر مذکور ہوئیں اور بیچ میں کوئی نماز نہیں آئی، یا آئی، لیکن کوئی عذر پیدا ہو گیا، مثلاً کھانا کھالیا اور اب دو گھنٹہ کے بعد نہانا چاہئے اور نماز پڑھ لی، یا پڑھادی اور دو گھنٹہ کے بعد پھر وہی اوقات آگئے، جن میں مذکورہ بالا وجوہات پیدا ہو گئیں تو ان صورتوں میں نماز ہوگی یا نہیں؟ دو معذوریوں کے درمیان میں جو وضو یا غسل نہیں کیا ہے جس میں کوئی عذر نہیں تھا اس کا کیا ہوگا؟ نیز ان صورتوں میں کیا حکم ہے؟ (محمد انس، تلی تال، نینی تال)

**الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً**

محض کم ہمتی، سستی، وہم کوئی چیز نہیں ہے ہاں اگر بار بار کا تجربہ ہو کہ غسل یا وضو کرنے سے بیماری ہو جاتی ہے، یا بیماری میں اضافہ ہو جاتا ہے تو تیمّم کی اجازت ہے، پھر جب یہ عذر باقی نہیں رہا تو غسل کر لینا لازم ہے تاکہ دوسری نماز باغسل ادا ہو، لیکن اگر عذر ایسے وقت ختم ہوا کہ کسی نماز کا وقت نہیں مگر غسل نہیں کیا، پھر جب دوسری نماز کا وقت آیا تو وہی عذر غسل سے مانع پھر پیش آ گیا، تو اب پھر تیمّم کر کے نماز ادا کرنا درست ہوگا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۰/۷/۹۴ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۱۷۸-۱۷۹)

## زیادتیٔ مرض کی وجہ سے اور مسجد کی دیوار سے تیمّم:

سوال: ایک آدمی جس کی عمر ۶۵ سال ہے، عرصہ ۷ سال سے مرض درد (گٹھیا) ہے، ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے پر مرض میں اضافہ ہو جاتا ہے، اکثر اسی وجہ سے تیمّم کرتا ہے، لیکن بعض احباب معترض ہیں کہ ہمیشہ تیمّم نہ کیا جائے۔

کاروباری آدمی ہے گرم پانی کا ہر وقت انتظام نہیں کر سکتا، ہمارے یہاں کی مساجد میں گرم پانی کا نظم نہیں رہتا ہے اور تیمّم کے لیے مٹی بارش کی وجہ سے نرم رہتی ہے، اس لئے مسجد کے اندر تیمّم کر لیتا ہے، اس پر بھی بعض حضرات کا کہنا ہے کہ مسجد کے اندر تیمّم نہیں کرنا چاہئے، براہ کرم حکم شرعی سے مطلع فرمادیں؟

---

(۱) الثانی العذر المبیح للتیمم ... ومن العذر حصول مرض یخاف منه اشتداد المرض أو بطء البرء أو تحرکه کالمحموم والمبطون، ومن الأعذار برد یخاف منه بغلبة الظن التلف لبعض الأعضاء أو لمرض إذا کان خارج المصر یعنی العمران ولو القری التی یوجد بها الماء المسخن، الخ. (مراقی الفلاح: ص/۱۱۴، باب التیمم، قدیمی، وکذا فی البحر الرائق: ۱/۲۴۶، باب التیمم، رشیدیه، وکذا فی الحلبی الکبیر: ص/۶۵، فصل فی التیمم، سهیل اکیڈمی، لاهور)

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جب کہ وضو کرنے سے مرض میں اضافہ ہوتا ہے تو تیمّم آپ کے لیے درست ہے۔(۱) تیمّم کے لیے ایک بڑا ڈھیلا یا اینٹ مستقل علاحدہ محفوظ رکھ لیں، بارش کا اثر نہ پہنچے، پختہ دیوار اور پتھر سے بھی تیمّم درست ہے۔(۲) مسجد کی دیوار سے تیمّم نہ کریں۔(۳) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۰/۸۶ھ۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند

(فتاویٰ محمودیہ: ۵/۱۹۱-۱۹۲)

## بچہ کے مرض کے خطرہ کے وقت ماں کو تیمّم کرنا درست ہے یا نہیں:

سوال: ایک عورت اپنے بچہ کو دودھ پلاتی ہے جو پاخانہ پیشاب اکثر ماں کے کپڑوں پر کرتا ہے اور بوجہ اس کے کہ میرے متواتر غسل سے بچہ علیل ہو جائے گا یا میں خود علیل ہو جاؤں گی نہاتی نہیں ہے تو اس وجہ سے کیا اس کو قرآن پڑھنا جائز ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ

اگر بار بار کے غسل سے اس کو اپنے یا بچہ کی بیماری کا خوف ہو تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لیا کرے پھر دھوپ کے وقت یا گرم پانی سے غسل کر کے ان نمازوں کا پھر اعادہ کر لیا کرے اور تیمّم کے بعد تلاوت قرآن شریف بھی درست ہے۔(۴) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۲۶۱)

---

(۱) (من عجز)...... (عن استعمال الماء)...... (لبُعده)...... (میلاً)...... (أولمرض) یشتد أویمتد بغلبة ظن أوقول حاذق مسلم ولوبتحرک، الخ (تیمم) لهذه الأعذار کلها. (الدرالمختارمتن ردالمحتار: ۱/۲۳۲ تا ۲۳۶، باب التیمم، سعید، وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریة: ۱/۲۸، الباب الرابع فی التیمم، رشیدیة، وکذا فی النهر الفائق: ۱/۹۸، باب التیمم، امدادیه)

(۲) (تیمم) لهذه الأعذار کلها، الخ (بمطهر من جنس الأرض وإن لم یکن علیه نقع) أی غبار. (الدرالمختارمتن ردالمحتار: ۱/۲۳۶، ۲۳۹، باب التیمم، سعید، وکذا فی المحیط البرهانی: ۱/۱۵۷، الفصل الخامس فی التیمم، غفاریه، وکذا فی خلاصه الفتاوی: ۱/۳۵، جنس آخر فیما یجوزبه التیمم، أمجد اکیڈمی، لاهور)

(۳) ویکره مسح الرجل من طین الردغة بأسطوانة المسجد أوبحائطه. (فتاویٰ قاضیخان: ۱/۶۵، کتاب الطهارة، فصل فی المسجد، رشیدیه)

(۴) جواب میں عورت کو جنبی فرض کر لیا گیا ہے ورنہ صرف بچہ کے پیشاب، پاخانہ سے نہانا واجب نہیں ہوتا جس حصہ میں نجاست لگی ہے اس کا دھو لینا اور کپڑا بدل لینا کافی ہے، فقہاءؒ نے ہلاکت اور بیماری یا پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں جنبی (ناپاک) کو تیمّم کی اجازت دی ہے۔((من عجز)...... (عن استعمال الماء) الخ (لبعده)...... (میلاً) الخ (أوبرد) یهلک الجنب أویمرضه ولوفی المصرإذا لم تکن أجرة حمام ولاما یدفئه، الخ (درمختار) أی من ثوب یلبسه أومکان یأویه. قال فی البحر: فصار الأصل أنه متی قدرعلی الاغتسال بوجه من الوجوه لایباح له التیمم إجماعاً. (ردالمحتار، باب التیمم: ۱/۲۱۶، ظفیر)

## بوڑھا آدمی ضعف ومرض کی بنیاد پر تیمّم کریگا یا نہیں:

سوال: متعلقہ تیمّم بوجہ ضعف ومرض۔

الجواب

بوڑھا کمزور آدمی جسے خوف ہو کہ اگر غسل کرے تو سخت بیمار ہو جائے گا۔اسے جائز ہے کہ غسل کے بجائے غسل کا تیمّم کر لے اور وضو کر کے نماز پڑھ لے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔دہلی (کفایت المفتی:۲/۲۶۸)

## پانی سے نقصان کا خطرہ ہو، تو طہارت کیسے حاصل کرے:

سوال: بیمار آدمی کے بدن پر نجاست لگی ہوئی ہے پانی نقصان کرتا ہے تو کس طرح طہارت حاصل کرے؟

الجواب

بدن پر نجاست ہو تو اس کو دھو لے بعد میں تیمّم کرے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم:۱/۲۴۴)

## جو مریض وضو کر سکتا ہے مگر غسل نہیں، تو کیا کرے:

سوال: جو مریض وضو کر سکتا ہو، مگر غسل سے معذور ہو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب

یہ جائز ہے یعنی وضو کرے اور غسل کی جگہ تیمّم کرے۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم:۱/۲۶۲)

## دمہ کے مریض کے لیے تیمّم کی اجازت:

سوال: زید دمہ کا مریض ہے حاجت غسل ہو جانے کی صورت میں فجر کی نماز سے قبل اگر غسل کر لے تو مرض بڑھ جاتا ہے اور آفتاب کے نکلنے کے بعد غسل کرنے سے مرض نہیں بڑھتا ہے مگر نماز قضا ہو جاتی ہے اس صورت میں زید کو کیا کرنا چاہئے؟

---

(۱) "وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَوْعَلٰى سَفَرٍاَوْجَاءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَائِطِ اَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ". (سورۃ النساء:۴۳، انیس)

پھر دھوپ کے وقت غسل کر لے۔ قال في البحر: فصار الأصل أنه متى قدر على الاغتسال بوجه من الوجوه لايباح له التيمم إجماعاً. (ردالمحتار، باب التيمم:۱/۲۳۴، انیس)

(۲) وكذا يطهر محل نجاسة الخ مرئية الخ بقلعها أى بزوال عينها الخ ويطهر محل غيرها أى غير مرئية بغلبة ظن غاسل الخ. (الدرالمختار على ردالمحتار، باب الأنجاس:۱/۳۰۲)

أو لمرض يشتد أو يمتد بغلبة ظن أو قول حاذق مسلم الخ تيمم. (الدرالمختار على ردالمحتار، باب التيمم:۱/۲۱۵، ظفیر)

(۳) ويجوز التيمم إذا خاف الجنب إذا اغتسل بالماء أن يقتله البرد أو يمرضه الخ. (عالمگیری، باب التيمم:۱/۲۶، ظفیر)

الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر زید دمہ کا مریض ہے اور صبح میں غسل کرنے سے اس کا مرض بڑھ جاتا ہے تو وہ نجاست کو دھو کر غسل کے بجائے تیمّم کرلیا کرے۔(۱) اور اگر وضو سے نقصان نہیں ہوتا ہے تو نماز وضو کرکے پڑھا کرے اور اگر وضو سے بھی نقصان ہوتا ہے تو اس تیمّم سے نماز بھی درست ہے۔

دھوپ نکلنے پر جب غسل نقصان نہیں کرتا تو اس وقت تیمّم باطل ہوجائے گا اس لیے غسل فرض ہوجائے گا فجر کی نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی۔۴/۵/۲/۱۳۷۶ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۷۵)

## بیماری کی حالت میں تیمّم سے پڑھی گئی نماز کا حکم:

سوال: میں بیمار تھا ریڑھ کی ہڈیاں خراب ہوگئیں جن پر ڈاکٹر نے پلاسٹر لگا دیا اور مسلسل دو سال تک لیٹے رہنے کا حکم دیا میں اس دوران برابر تیمّم سے نماز پڑھتا رہا، معذوری کی بنا پر وضو اور غسل نہیں کرسکتا تھا ان نمازوں کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں جب معذوری کی بنا پر تیمّم کرکے نماز پڑھی اور وضو وغسل نہیں کیا تو یہ تیمّم، وضو اور غسل کے قائم مقام ہوگیا اور نماز صحیح ہوئی، اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی۔۲۹/۱۱/۱۳۷۰ھ۔(فتاویٰ امارت:۲/۷۵۔۷۶)

## سردی میں نزلہ کے خوف سے بجائے غسل جنابت، تیمّم:

سوال: ایک شخص کو سردی کے اثر سے نزلہ ہوجاتا ہے تو اس کو ایام سرما میں صبح یا اور کسی سردی کے وقت بخوف نزلہ بجائے غسل جنابت تیمّم کرنا اور اس تیمّم سے صلوٰۃ فجر یا اور کسی نماز کو ادا کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

---

(۱) بشرطیکہ گرم پانی سے بھی وضو یا غسل نقصان دہ ہو یا گرم پانی میسر نہ ہو۔(مجاہد)

(من عجز)......(عن استعمال الماء) ...... (لبعده)......(ميلاً)......(أو لمرض)يشتد أو يمتد بغلبة ظن أو قول حاذق مسلم......(تيمم). (الدرالمختار علىٰ ردالمحتار، باب التيمم:۱/۳۹۵تا۴۰۱)

(۲) ’’(وكذا) ينقضه (كل ما يمنع وجوده التيمم إذا وجد بعده)لأن ماجاز بعذر بطل بزواله،فلو تيمم لمرض بطل ببرئه أو لبرد بطل بزواله‘‘.(الدرالمختار علىٰ ردالمحتار:۱/۴۲۸)

(۳) اس مسئلہ پر مفصل بحث علامہ شامیؒ نے کی ہے جس کا حاصل ہے کہ کسی شخص کے پاس خادم ہو یا اولاد ہو یا دوست ہو یا بیوی ہو، کسی شخص کو اجرت پر رکھے یا بغیر اجرت پر بہر صورت اگر کوئی دوسرا وضو کرانے والا موجود ہو تو تیمّم اس کے لیے صحیح نہیں ہے اور ایک دم معذور ہو یا اس کو سخت تکلیف پہنچائے بغیر وضو نہیں کرایا جاسکتا ہو تو اس کے لیے تیمّم جائز ہے۔(بحوالہ ردالمحتار، باب التیمم:۱/۳۹۷، مجاہد الاسلامؒ)

الجواب

جواز تیمّم کے لیے استعمال آب سے عاجز ہونا شرط ہے خواہ وہ اس وجہ سے ہو کہ پانی مفقود ہے یا اس وجہ سے کہ پانی کے استعمال سے مرض کی زیادتی وامتداد کا خوف ہے یا سردی کی وجہ سے ہلاکت یا بیماری کا اندیشہ ہے اور پانی گرم نہیں مل سکتا۔ پس اگر ان امور میں سے کوئی امر پایا جاوے تو تیمّم جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔ صورت مسئولہ میں اگر سرد پانی سے مرض کا اندیشہ ہو تو گرم پانی سے غسل کرنا چاہئے، اگر گرم پانی سے بغلبۂ ظن یا بہ قولِ طبیب حاذق مسلم اندیشہ مرض کا ہے تو تیمّم جائز ہے ورنہ نہیں:

**(أولـمـرض) يشتـد أويـمـتـد بـغـلبة ظـن أوقـول حاذق مسلم ولو بتحرك، الخ (أوبرد) يهلك الجنب أويمرضه ولوفي مصرإذا لم تكن له أجرة حمام الخ، درمختار.** (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۱/۲۴۴ و ۲۴۵)

## سرد ملکوں میں تیمّم کرنے کا حکم:

سوال: اس جگہ برف باری بشدت ہوتی ہے سردی بھی بکثرت ہوتی ہے۔ ہوا نہایت تند چلتی ہے، وضو کرنے سے سخت تکلیف ہوتی ہے حتی کہ دست وپا اکڑ کر چند ساعت بالکل معطل رہتے ہیں اس حالت میں تیمّم یا مسح سے نماز جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب

**فـي الدر المختار، باب التيمم: (أوبرد) يهلك الجنب أويمرضه ولوفي المصرإذا لم تكن له أجرة حـمـام ولا مـا يـد فـئـه، فـي ردالمحتار: قيد بالجنب لأن المحدث لايجوزله التيمم خلافاً لبـعـض الـمـشـايـخ (إلٰى قـولـه) وكأنه لعدم تحقق ذلك في الوضوء عادة (وفيه أيضاً) نعم مفاد التعليل بعدم تحقق الضرر في الوضوء عادة أنه لو تحقق جاز فيه أيضاً اتفاقاً آه.** (۲)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ اگر کہیں شاذ ونادر ایسی صورت ہو کہ وضو کرنے سے ہلاکت یا مرض کا غالب اندیشہ ہو اور گرم پانی کرنے کا بھی سامان نہ ہو۔ نہ ایسا کوئی کپڑا ہو کہ اس میں لپٹ کر بدن گرم کرلیں ایسی صورت میں تیمّم جائز ہے ورنہ جائز نہیں اور پاؤں دھونے کا بدل مسح خفین ہوسکتا ہے۔

۱۳/ ذیقعدہ ۱۳۲۱ھ۔ امداد ج ۱ ص ۶ (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۷۴)

## سردی کی وجہ سے بجائے غسل کے تیمّم کرنا:

سوال: زید کہتا ہے کہ مجھ سے ایک شخص نے پوچھا کہ میں بہت کمزور ہوں اور میں اپنی بیوی کے پاس گیا سردی کا موسم ہے نہانے سے بیمار ہوجانے کا ڈر ہے اور فجر کی نماز کا وقت تنگ ہے اگر پانی گرم کرکے نہاتا ہوں تو فجر کی نماز قضا

(۱) الدر المختار علیٰ رد المحتار، باب التیمم: ۱/۲۱۵ و ۲۱۶، ظفیر
(۲) الدر المختار علی ردالمحتار، باب التیمم: ۱/۱۵۶، انیس

ہوجائے گی ایسی حالت میں تیمّم کر کے نماز ادا کرسکتا ہوں یا قضا نماز پڑھوں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداًو مصلیاً

پانی گرم کرنے کا اگر انتظام موجود ہےتو سویرے سے پانی گرم کرلیا جائے ،ایسی حالت میں تیمّم نہ کرے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۱۱/۴/۹۰ھ۔الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند،۱۱/۴/۹۰ھ
(فتاویٰ محمودیہ:۱۸۰/۵۔۱۸۱)

## سخت سردی میں غسل کے بجائے تیمّم کا حکم:

سوال: جہاں پر میں رہتا ہوں وہاں پر برف پڑتی ہے پانی کئی کئی فٹ برف کے نیچے ملتا ہےشدید سردی پڑتی ہے اگر رمضان کے مہینہ میں کسی کو احتلام ہوجائے اور سردی کی شدت کی وجہ سے وہ غسل نہ کر سکےتو اس کا کیا مسئلہ ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداًو مصلیاً

اگر پانی گرم کرنے کا کوئی انتظام نہیں اور ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے سے بیمار ہوجانے کا قوی اندیشہ ہوتو اس وقت تیمّم کرلے اور نماز پڑھ لے۔ پھر پانی گرم کر کے غسل کرے گا،اس سے روزہ میں بھی خلل نہیں آئے گا۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ:۱۸۱/۵۔۱۸۲)

## جنبی کو زکام کا اندیشہ ہوتو تیمّم کرے یا نہیں:

سوال: زید کو احتلام زیادہ ہوتا ہےاور بوجہ سردی کے غسل کرنے سے زکام ہوکر بخار ہوجاتا ہے،اور اگر بوقت دوپہر غسل کیا جاتا ہےتو زیادہ نقصان نہیں ہوتا،اس حالت میں زید تیمّم سے صبح کی نماز ادا کرےتو اعادہ کرے یا تیمّم ہی کافی ہے دوسرے احتلام تک۔اور جنابت احتلام اور ہم بستری کے لیے ایک ہی حکم ہے یا جدا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

مرض کے خوف سے جب کہ گرم پانی بھی مضر ہو، یا گرم پانی میسر نہ ہو،تو تیمّم کر کے نماز پڑھنا درست ہے۔(۳)

(۱) ”الثانی العذر المبیح للتیمم ...ومن الأعذار برد یخاف منه لغلبة الظن التلف لبعض الأعضاء أولمرض إذاكان خارج المصر یعنی العمران، ولو القری التی یوجد بها الماء المسخن أومایسخن به،سواء كان جنباً أومحدثاً وإذا عدم الماء المسخن أومایسخن به فی المصر كالبریة ﴿وَمَاجَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾“. (مراقی الفلاح، ص۱۱۴ تا۱۱۶،باب التیمم، قدیمی)

(۲) ”الثانی العذر المبیح للتیمم ...الخ. (مراقی الفلاح، ص۱۱۴ تا۱۱۶،باب التیمم، قدیمی)

(۳) (أو لمرض) یشتد أویمتد بغلبة ظن أوقول حاذق مسلم...... (أوبرد)یهلك الجنب أویمرضه...... (تیمم) لهذه الأعذار كلها. (الدرالمختار علیٰ ردالمحتار،باب التیمم: ج۱ص۲۱۶،ظفیر)

اور تیمّم غسل اور وضو کا ایک ہی ہے، ایک تیمّم دونوں کے لیے کافی ہے، پھر دو پہر کو جب کہ غسل مضر نہیں ہے، غسل کر کے ظہر وعصر وغیرہ کی نمازیں پڑھے اور احتلام اور مجامعت کی جنابت کا ایک ہی حکم ہے۔ (۱) (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/ ۲۴۷۔ ۲۴۸)

## سردی میں پانی گرم کرے تو وقت جاتا رہے گا:

سوال: سردی کا موسم ہے درمیان رات میں ایک شخص پر غسل فرض ہوجاتا ہے وہ یہ سوچ کر سوجاتا ہے کہ فجر سے کافی پہلے اٹھ کر غسل کرلوں گا، لیکن اس کی نیند سے بیداری صبح صادق سے بہت بعد یعنی طلوع آفتاب سے پندرہ منٹ پہلے ہوتی ہے اب اگر وہ فوراً اٹھ کر نلکے کے پانی سے غسل کرلے تو طلوع آفتاب سے پہلے نماز پڑھ سکتا ہے لیکن نلکے کے ٹھنڈے پانی سے نہانے سے وہ یقینی بیمار ہوجائے گا، اور اگر پانی گرم کریگا تو پندرہ منٹ میں پانی گرم کرکے نہا نہیں سکتا تو اس صورت میں نماز کس طرح اور کس وقت ادا کرے؟ بینوا توجروا۔

**الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب**

صورت مسئولہ میں ٹھنڈے پانی سے غسل کر کے فوراً گرم کپڑے لپیٹ لے۔ اگر اس کے باوجود مرض کا ظن غالب ہو تو پانی گرم کر کے غسل کرے اور وقت جاتا رہے تو قضا پڑھے، البتہ بہتر یہ ہے کہ اس وقت تیمّم کر کے نماز پڑھ لے بعد میں گرم پانی سے غسل کر کے قضا بھی کرے۔ (۲) **كما حرر نافى من يخاف فوت الوقت لو اشتغل بالوضوء.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۷/ صفر ۱۳۹۶ھ (احسن الفتاویٰ: ۲/ ۵۵)

## تنگی وقت کی وجہ سے غسل کا تیمّم:

سوال: اگر غسل کی حالت ہو اور نماز کا وقت تنگ ہو تو کیا تیمّم کر کے نماز ادا کی جائے گی؟

**الجواب ــــــــــــــــ حامداًو مصلياً**

نہیں، بلکہ غسل کیا جائے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۵/ ۱۸۳)

---

(۱) یعنی دونوں موجبات غسل ہیں: و المعاني الموجبة للغسل إنزال المنى علىٰ وجه الدفق والشهوة من الرجل والمرأة حالة النوم واليقظة الخ (الهداية، فصل فى الغسل: ۱/ ۳۷، ظفیر)
والمسئلۃ کذا فی احسن الفتاویٰ: ۲/ ۵۶۔

(۲) (لا) يتيمم (لفوت جمعة ووقت) ولو وتراً لفواتها إلىٰ بدل وقيل تيمم لفوات الوقت، قال الحلبى: فالأحوط أن يتيمم ويصلى ثم يعيده". (الدر المختار علىٰ رد المحتار، باب التيمم: ۱/ ۲۲۷، انیس)

(۳) (لا) يتيمم (لفوت جمعة ووقت) ولو وتراً لفواتها إلىٰ بدل، الخ. (الدر المختار متن ردالمحتار: ۱/ ۲۴۶، باب التيمم، سعيد) الأصل أن كل موضع يفوت فيه الأداء لا إلى الخلف، فإنه يجوز له التيمم، ومايفوت إلى خلف، لايجوز له التيمم كالجمعة، كذا فى الجوهرة النيرة. (الفتاوىٰ العالمگيرية: ۱/ ۳۱، الفصل الثالث فى المتفرقات، الهداية: ۱/ ۵۵، باب التيمم، شركة علمية، ملتان)

## وقت کی تنگی میں قدرت کے باوجود، تیمّم درست ہے یا نہیں:

سوال: اگر مصلی صبح کے وقت ایسے وقت سو کر اٹھا کہ گرم پانی اس کے مکان میں یا مسجد میں نہ ملا اور سرد پانی سے بوجہ سردی کے غسل نہ کر سکتا ہو اور نہ وقت میں اتنی دیر ہے کہ گرم کر کے غسل کر لیوے اور ادا وقت میں نماز پڑھ لیوے۔ پس یہ مصلی ادا وقت میں تیمّم کر کے نماز پڑھ لیوے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جب کہ اس کو قدرت گرم پانی کی ہے تو تیمّم جائز نہیں۔ نماز قضا پڑھ لیوے مگر غسل و وضو ضرور کرے۔ (۱) فقط

(فتاویٰ دار العلوم: ۱/۲۴۳)

## تنگی وقت کی وجہ سے تیمّم کرنا:

سوال: اسٹیشن پر تاخیر کی صورت میں نماز تیمّم سے ادا کی جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً

پانی موجود نہ ہو اور اسٹیشن پہنچنے تک وقت ختم ہو جانے کا مظنہ ہو تو تیمّم سے نماز پڑھ لی جائے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۱۸۴)

## تنگیٔ وقت کی وجہ سے تیمّم اور اس کے ذریعہ پڑھی گئی نماز کا حکم:

سوال: (۱) زید صحت مند ہے مگر وقت تنگ ہے کہ بعد غسل نماز کا وقت نہیں رہتا تو ایسی حالت میں تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) تنگیٔ وقت کی بنا پر جو نماز تیمّم کر کے پڑھی گئی بعد غسل احتیاطاً اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

---

(۱) قال في البحر: فصار الأصل أنه متى قدر على الاغتسال بوجه من الوجوه لايباح التيمم إجماعاً. (ردالمحتار، باب التيمم: ۱/۲۱۶، تحت قوله ولامايدفئه، الخ ظفير)

کذا فی احسن الفتاویٰ: ۲/۵۴ و ۵۵۔

(۲) الأصل أن كل موضع يفوت فيه الأداء لا إلى الخلف، فإنه يجوز له التيمم، ومايفوت إلىٰ خلف، لايجوز له التيمم كالجمعة، كذا في الجوهرة النيرة. (الفتاویٰ العالمگيرية: ۱/۳۱، الفصل الثالث في المتفرقات، رشيديه)

التقدير بالميل هو المختار في حق المسافر، قال الفقيه أبو جعفر: أجمع أصحابنا علىٰ أنه يجوز للمسافر أن يتيمم إذا كان بينه وبين الماء ميل، وإن كان أقل من ذلک لايجوز وإن خاف خروج الوقت (الحلبي الكبير: ص ۶۷، فصل في التيمم، سهيل اكيڈمی، لاهور)

وكذا في التاتارخانية: ۱/۲۳۸، باب التيمم، إدارة القرآن، كراچی.

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) تنگئ وقت کی وجہ سے غسل کی جگہ تیمّم کرنا جائز نہیں۔(۱)

(۲) وہ نماز صحیح نہیں ہوئی، اس کا دوبارہ پڑھنا فرض ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۶/۸۷ھ۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۶/۸۷ھ
الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، ۱۸/۶/۸۷ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۱۸۵، ۱۸۶)

## ٹھنڈک کی وجہ سے تیمّم:

زید پر غسل واجب ہے لیکن سردی میں کاہلی کی وجہ سے صرف تیمّم پر اکتفا کر لیتا ہے اور نماز پڑھ لیتا ہے آیا اس کا یہ فعل درست ہے کیا نماز ہو جائے گی یا کہ نہیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

محض کاہلی کی وجہ سے تیمّم پر اکتفا کرنا جائز نہیں ہے، ہاں اگر بار بار کا اپنا تجربہ ہو کہ اس حالت میں غسل نقصان کرتا ہے یا مسلمان حاذق طبیب تشخیص کر دے کہ پانی مضر ہوگا تو تیمّم کرنا صحیح ہوگا۔(۳) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور، ۲۹/۱۰/۱۳۸۵ھ، الجواب صحیح: محمود عفی عنہ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۱۵۲)

---

(۱) ولو خاف خروج الوقت لو اشتغل بالوضوء فی سائر الصلوٰۃ ماعدا صلوٰۃ الجنازۃ و العید لایتیمم عندنا بل یتوضأ و یقضی الصلوٰۃ و إن خرج الوقت. (الحلبی الکبیر: ص۸۳، فصل فی التیمم، سہیل اکیڈمی، لاہور، کذا فی الدر المختار: ۱/۲۴۶، باب التیمم، سعید، الفتاوی الهندیة: ۱/۳۱، الفصل الثالث فی المتفرقات، رشیدیہ)

عن علیؓ قال: إذا أجنب الرجل فی السفر تلوم ما بینه و بین آخر الوقت فإن لم یجد الماء تیمم و صلی. (الدارقطنی، باب فی بیان الموضع الذی یجوز التیمم فیه: ج اول ص۱۹۵ نمبر ۱۰/۷، سنن للبیهقی، باب من تلوم ما بینه و بین آخر الوقت رجاء وجود الماء، ج اول، ص ۳۳۵، نمبر ۱۱۰۱، انیس)

(۲) قال فی شرح الطحاوی: لایجوز التیمم فی المصر إلا لخوف فوت جنازۃ أو صلوٰۃ عید... وبما قررناه علم أن المعتبر المسافة دون خوف فوت الوقت. (البحر الرائق، ۱/۲۴۴، رشیدیه، باب التیمم)

(ولو خاف خروج الوقت) لو اشتغل بالوضوء (فی سائر الصلوات) ماعدا صلاۃ الجنازۃ و العید، لایتمم عندنا بل (یتوضأ و یقضی) الصلاۃ و إن خرج الوقت. (الحلبی الکبیر: ص۸۳، فصل فی الیتمم، سہیل اکیڈمی، لاہور، حاشیة الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح، کتاب الطهارۃ، باب التیمم: ص ۱۱۸، قدیمی)

و کذا إذا خاف فوت الوقت أو توضأ، لم یتیمم، و یتوضأ و یقضی مافاته، لأن الفوات إلٰی خلف، وهو القضاء. (الهدایة، باب التیمم: ۱/۵۵/۷، مکتبه شرکة علمیة، ملتان)

(۳) الثانی العذر المبیح للتیمم ... ومن الأعذار برد یخاف منه لغلبة الظن التلف لبعض الأعضاء أو لمرض إذا کان خارج المصر یعنی العمران، ولو القری التی یوجد بها الماء المسخن أو مایسخن به، سواء کان جنباً أو محدثاً و إذا عدم الماء المسخن أو مایسخن به فی المصر کالبریة ﴿وَمَاجَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾". (مراقی الفلاح، ص۱۱۴ تا ۱۱۶، باب التیمم، قدیمی، انیس)

## تہجد کے وقت بجائے تیمّم کے، گرم پانی سے وضو کر کے نماز فرض ادا کرے:

سوال: ضعف اور ٹھنڈک کی وجہ سے اگر تہجد کے وقت تیمّم سے نماز پڑھی جائے اور صرف فجر کی فرض نماز کے لیے گرم پانی سے وضو کیا جائے تو نماز درست ہوئی یا نہیں ایسی شکل میں تہجد چھوڑ دینا اولیٰ ہے یا تیمّم سے نماز تہجد پڑھنا اولیٰ ہے ایک ہی تیمّم سے نماز تہجد اور فجر دونوں پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب ______________ حامداً و مصلیاً

پانی گرم کرنے کا انتظام ہے اور فجر کے وقت گرم کر کے اس سے وضو کر کے نماز فجر ادا کی جاتی ہے اور اتنی وقت میں گنجائش بھی ہے کہ تہجد کے وقت تیمّم کر کے اس سے فجر پڑھ سکتے ہیں تو تہجد ہی کے وقت پانی گرم کرلیا جائے اسی سے وضو کر کے تہجد بھی پڑھیں اور اسی سے نماز فجر بھی ادا کریں جس طرح فرض نماز کے لیے وضو کا حکم ہے اسی طرح نماز نفل کے لیے بھی حکم ہے، جس حالت میں فرض کے لیے تیمّم جائز نہیں، نفل کے لیے بھی جائز نہیں۔(۱) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۸۹/۵)

## درد کی وجہ سے تیمّم:

سوال: ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے کی وجہ سے ہڈی میں درد ہوتا ہے، جس سے بڑی پریشانی ہوتی ہے، تو کیا تیمّم کرنا درست ہے کیوں کہ ہر وقت پانی گرم نہیں کرسکتی ہیں۔

هو المصوب ______________

مذکورہ عورت تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتی ہے۔(۲)

تحریر: محمد طارق ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲۲۹/۱)

---

(۱) (أوبـرد) يهلك الجنب أويمرضه ولوفى المصرإذا لم تكن له أجرة حمام ولامايدفئه، وماقيل إنه فى زماننا يتحيل بالعدة فممّالم يأذن به الشرع ، نعم إن كان له مال غائب يلزمه الشراء نسيئةً وإلالا . (الدرالمختارمتن ردالمحتار: ۲۳۴/۱، باب التيمم، سعيد، وكذا فى حاشية الطحطاوى علىٰ مراقى الفلاح: ص۱۱۵، الطهارات، قديمى، بدائع الصنائع: ۳۲۰/۱، فصل في بيان شرائط الركن، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۲) لیکن جس وقت گرم پانی میسر ہوجائے اور وہ نقصاندہ نہ ہو اس وقت وضو کرلینا ضروری ہوگا، تیمّم جائز نہیں ہوگا۔ الثاني: العذر المبيح للتيمم ...ومن الأعذاربرد يخاف منه لغلبة الظن التلف لبعض الأعضاء أولمرض إذاكان خارج المصريعنى العمران، ولوالقرى التى يوجد بها الماء المسخن أومايسخن به، سواء كان جنباً أومحدثاً وإذا عدم الماء المسخن أو ما يسخن به فى المصر كالبرية ﴿وَمَاجَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾". (مراقى الفلاح، ص۱۱۴ تا ۱۱۶، باب التيمم، انيس)

(أولمرض) يشتدأويمتد بغلبة ظن أوقول حاذق مسلم ولوبتحرك، أولم يجد من يوضئه. (الدرمختارمع ردالمحتار، باب التيمم: ۳۹۷/۱)

## تیمّم ایسی حالت میں کہ پانی ٹھنڈا یا گرم نقصان دے:

سوال: جو شخص ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کا عادی ہو اور اس کو یہ اندازہ اور تجربہ ہو کہ فلاں فلاں وقت ماء بارد سے غسل کرنے میں طبیعت خراب ہو جاتی ہے یا طبیعت خراب ہونے کا اندیشہ ہے اور ہو بھی جاتی ہے اور گرم پانی سے جلد طبیعت خراب ہوگی، کیوں کہ وہ ماء بارد کا عادی ہے تو اس صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر بار بار کا تجربہ ہے کہ غسل کرنے سے تکلیف ہو جاتی ہے تو ایسے وقت میں تیمّم مشروع ہے، مائے بارد سے اگر تکلیف ہو تو گرم پانی سے کرے، گرم سے تکلیف ہو تو بارد سے غسل کرے، دونوں قسم کے پانی سے تکلیف ہو تو تیمّم کرے۔(۱) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۱۸۲/۵)

## گرم پانی بھی نقصاندہ ہو تو تیمّم کرنا کیسا ہے:

سوال: گرم پانی سے وضو کرنے سے سر میں درد ہوتا ہے کیا ایسی حالت میں میرے لئے تیمّم کرنا جائز ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

کسی مسلمان دیندار حاذق طبیب کی اجازت سے جائز ہوگا، (۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور، ۲۳/۱۰/۱۳۸۵ھ۔ الجواب صحیح: محمود عفی عنہ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱۵۲/۱)

## نہانے سے بیمار ہونے کا گمان غالب ہو، تو شوہر کو جماع سے روک سکتی ہے یا نہیں:

سوال: زید کی صرف ایک بیوی ہے، اکثر علیل رہتی ہے اور جب وہ غسل کرتی ہے تو کمزوری کی وجہ سے کبھی اس کو زکام ہو جاتا ہے، کبھی کان اور سر میں درد۔ اسی خوف سے وہ اپنے شوہر کی خواہش ہم بستری کو مسترد کر دیتی ہے، جس کی وجہ سے زید کو ارتکاب گناہ کا خوف ہے، ایسی صورت میں زید کی بیوی تیمّم سے نماز ادا کر سکتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں کر سکتی تو غسل کے متعلق اور کیا صورت زید کی بیوی اختیار کر سکتی ہے اور زید کی بیوی کا ہمبستری سے انکار کرنا اس حالت میں درست ہے یا نہ؟

---

(۱) (من عجز)...... (عن استعمال الماء)...... (لبُعده)...... (میلا)...... (أو لمرض) یشتد أو یمتد بغلبة ظن أو قول حاذق مسلم ولو بتحرک، ......... (تیمم) لهذه الأعذار كلها. (الدر المختار: ۲۳۲/۱ تا ۲۳۶، باب التیمم، سعید، وكذا في بدائع الصنائع: ۳۲۰/۱، فصل في بیان شرائط الرکن، دار الكتب العلمية، بیروت، وكذا في البحر الرائق: ۲۴۵/۱، باب التیمم، رشیدیه)

(۲) أیضاً حاشیہ سابق۔ انیس

الجواب

درمختار میں ہے:

**"ولو ضرها غسل رأسها تركته، وقيل تمسحه ولا تمنع نفسها عن زوجها، إلخ". (۱)**

یعنی اگر عورت کو سر کا دھونا ضرر کرتا ہو تو سر کو نہ دھووے اور عند البعض وہ سر کا مسح کرے، اور یہی احوط ہے۔

دوسرے موقع میں درمختار میں اس کو واجب لکھا ہے، یعنی اگر سر کا مسح کر سکے اور اس میں خوف مرض نہ ہو تو سر کا مسح کرے ورنہ سر کو پٹی باندھ کر اس پر مسح کرے۔ درمختار۔ (۲)

اور وہ عورت اپنے شوہر کو جماع سے منع نہ کرے۔ (۳)

اور ایک روایت درمختار میں یہ بھی نقل کی ہے:

**"(من به وجع رأس لا يستطيع معه مسحه) الخ. ففي الفيض عن غريب الرواية: يتيمم، الخ". (۴)**

یعنی جس کے سر میں ایسا درد ہو کہ مسح بھی نہ کر سکے تو وہ تیمّم کرے۔

اور نیز درمختار میں ہے:

**"(أو لمرض) يشتد أو يمتد بغلبة ظن الخ قال في الشامي: وكذا لو كان صحيحاً خاف حدوث مرض، الخ". (۵)**

اس اخیر عبارت شامی میں تصریح ہے کہ تندرست آدمی کو اگر غسل سے خوف حدوث مرض بظن غالب یا تجربہ سابقہ کے موافق ہو تو وہ تیمّم کر سکتا ہے، لہٰذا اس صورت میں وہ عورت تیمّم کرے، اور شوہر کو جماع سے نہ روکے، تیمّم کرنا اس کو تا زوال خوف لحوق عوارض مذکورہ درست ہے، پھر جب وہ خوف نہ رہے تو غسل کرے۔ فقط

(فتاویٰ دار العلوم: ۱/۲۶۳ و ۲۶۴) ☆

---

(۱) الدر المختار علیٰ صدر رد المحتار، أبحاث الغسل: ۱/۱۴۲۔

(۲) (من به وجع رأس لايستطيع معه مسحه) الخ (يسقط)...... (فرض مسحه ولو علیٰ جبيرة، ففي مسحها قولان، وكذا يسقط غسله فيمسحه ولو علیٰ جبيرة إن لم يضره وإلا يسقط أصلاً (درمختار) (قوله ولو علیٰ جبيرة) ويجب شدها إن لم تكن مشدودةً ط أي إن أمكنه. (رد المحتار، آخر باب التيمم، قبيل باب المسح على الخفين: ۱/۲۳۹-۲۴۰، ظفیر)

(۳) (قوله ولا تمنع نفسها) أي خوفاً من وجوب الغسل عليها إذا وطئها لأنه حقه، ولها مندوحة عن غسل رأسها. (ردالمحتار، أبحاث الغسل: ۱/۱۴۲، ظفیر)

(۴) الدر المختار علیٰ رد المحتار، آخر باب التيمم: ۱/۲۳۹، ظفیر

(۵) الدر المختار مع رد المحتار، باب التيمم: ۱/۲۱۵، ظفیر۔

☆ **پانی کے مضر ہونے کی صورت میں اجازت جماع اور تیمّم کا حکم:**

سوال: إذا كان أحد الزوجين مريضاً بحيث يضره الماء بارداً كان أو حاراً هل يجوز له أن يجامع أم لا؟

(خلاصۂ سوال: زوجین میں سے کوئی ایک ایسا مریض ہو کہ گرم یا ٹھنڈا پانی مضر ہو، تو کیا اس کی گنجائش ہے کہ وہ جماع کرے؟ انیس) ==

## بخوف فالج وغیرہ تیمّم جائز ہے یا نہیں:

سوال: زید کی عمر ۷۰ سال کی ہوئی اور بسبب ایام سرما کے بخوف امراض فالج وغیرہ نماز فجر وعشا تیمّم کرکے پڑھتا ہے جائز ہے یا نہیں اور اس سن کے لئے کوئی خاص حکم نماز وغیرہ کے بارہ میں ہے، نیز شیخ فانی کس عمر کا ہوتا ہے، اور اس کے لئے شرعاً کون کونسی رعایتیں ہیں۔

الجواب

شیخ فانی کیلئے کسی خاص عمر کی تحدید شرعاً نہیں ہے، بلکہ شیخ فانی اس بوڑھے کو کہتے ہیں جو قریب بفناء ومرگ کے پہنچ گیا ہو، اور روز بروز اور وقتاً فوقتاً اس کی قوت زوال اور کمی کی طرف ہو، یہاں تک کہ مرجاوے، ایسے شخص فانی کے لئے روزہ میں یہ حکم ہے کہ وہ روزوں کا فدیہ دے دیوے، پس شیخ فانی کے لئے خاص روزہ کے متعلق تخفیف کی گئی ہے۔(۱) اور نماز کیلئے کوئی خاص حکم شیخ فانی کے لئے نہیں ہے بلکہ نماز کے متعلق حکم عام یہ ہے کہ جو شخص خواہ کتنی عمر کا ہو جب تک کھڑا ہوکر نماز پڑھ سکے بیٹھ کر نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔(۲) اسی طرح جب تک بیماری وغیرہ کا کوئی عذر نہ ہو تیمّم اس کیلئے درست نہیں ہے اور اگر ٹھنڈے پانی سے موسم سرما میں ضرر کا اندیشہ ہو تو اگر گرم کرنے کی قدرت ہے تو پانی گرم کرا کر اس سے وضو کرے، تیمّم ایسی حالت میں بھی درست نہیں ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۲۵۶-۲۵۷)

==

الجواب حامداً ومصلیاً

**نعم يجوزله الجماع بزوجته وإن كان يضره الماء وإذا لم يقدرعلى الغسل فعليه أن يتيمم كذا فی شرح المنية.**

(خلاصۂ جواب: ہاں، اس کے لئے شرعاً گنجائش ہے کہ وہ اپنی بیوی سے جماع کرے اگرچہ پانی نقصاندہ ہو، اور اگر غسل پر بھی قادر نہ ہو تو تیمّم کرلے۔انیس)

**("وكذا فی شرطه عجزه عن استعمال الماء...والدليل على كون العجزشرطاً عبارة الأية ودلالتها،فإن قوله تعالىٰ :﴿وَإِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى﴾يدل بعبارته علىٰ أن المرض شرط، وبدلالته علىٰ بقية الأعذار،فإنها إما مثله أوفوقه فی الحرج المدفوع علىٰ سبيل التأكد لقوله تعالىٰ ﴿مَايُرِيْدُاللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ﴾(حتى إن المريض إذا خاف زيادة المرض) بسبب الوضوء أوبالتحرک أوباستعمال الماء(أو)خاف (إبطاء البُرء) من المرض بسبب ذلک (جازله التيمم) ويعرف ذلک إمابغلبة الظن عن أمارة تجربة أوبإخبارطبيب حاذق مسلم غيرظاهرالفسق. (الحلبی الكبير:۶۵،كتاب الطهارة،فصل فی التيمم، سهيل اكيڈمی،لاهور)** واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، ۱۵/۸/۱۳۸۷ھ (فتاویٰ محمودیہ:۵/۱۹۰-۱۹۱)

(۱) **و للشيخ الفانی العاجزعن الصوم الفطرويفدی وجوباً(درمختار)(قوله للشيخ الفانی )أی الذی فنيت قوته أوأشرف على الفناء ولذا عرفوه بأنه الذی كل يوم نقص إلىٰ أن يموت (رد المحتار،كتاب الصوم، فصل فی العوارض المبيحة لعدم الصوم:۲/۱۶۳،** ظفیر)

(۲) **(من فرائضها)التی لا تصح بدونها(التحريمة) قائماً الخ(ومنها القيام)الخ(فی فرض) وملحق به كنذر وسنة فجر فی الأصح(لقادرعليه)وعلى السجود. (الدرالمختارعلىٰ رد المحتار، باب صفة الصلوٰة:۱/۲۹۹،** ظفیر)

(۳) **وإذا خاف المحدث إن توضأ أن يقتله البرد أويمرضه يتيمم،الخ،لكن الأصح عدم جوازه إجماعاً كذا فی النهر الفائق والصحيح أنه لا يباح له التيمم كذا فی الخلاصة وفتاوىٰ قاضيخان. (عالمگيری كشوری، الباب الرابع فی التيمم:۱/۳۶)** ==

## فالج زدہ مجبوراً تیمّم کرے گا یا نہیں:

سوال: اگر فالج کا مریض بلا امداد ملازم وضو کرنے سے مجبور ہو اور گرم پانی کے بغیر وضو نہ کرسکتا ہو اور بوجہ عدم موجودگی ملازم و نہ ہونے گرم پانی کے نماز عشا تیمّم سے پڑھ لے تو جائز ہے یا نہیں۔ اگر وضو کرنے کے بعد جراب پہنکر اس پر چمڑے کا موزہ پہن لے تو پھر اس چمڑے کے موزہ پر تیمّم درست ہے یا نہ؟

الجواب

وہ شخص تیمّم کرسکتا ہے اور وضو کرنے کے بعد اگر چمڑے کے موزے پہنے تو ایک دن رات یعنی مقیم پانچوں نماز کی وضو میں ان موزوں پر مسح کرسکتا ہے اور اگر موزہ پہنے ہوئے تیمّم کی ضرورت ہوئی۔ مثلاً وضو کرانے والا موجود نہیں یا گرم پانی موجود نہیں جس کی وجہ سے تیمّم درست ہے تو موزہ پہنے ہوئے تیمّم کرسکتا ہے۔ تیمّم کے لئے موزہ نکالنے کی ضرورت نہیں ہے۔

درمختار میں ان اعذار میں جن میں تیمّم جائز ہے یہ بھی لکھا ہے:

**أولم يجد من يوضئه،فإن وجد ولو بأجرة مثل وله ذلک لایتیمم،الخ.** (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۲۶۵)

## ہاتھوں پر زخم ہوں تو تیمّم کرے:

سوال: ایک شخص کے ہاتھوں پر پھنسیاں ہیں تو کیا یہ شخص تیمّم کرسکتا ہے یا کہ دوسرے کسی سے وضو کرائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

اگر دونوں ہاتھوں پر پھنسیاں ہیں اور ان کو پانی نقصان کرتا ہے تو تیمّم درست ہے، البتہ اگر کوئی دوسرا شخص وضو کرانے والا ہو تو جواز تیمّم میں اختلاف ہے ارجح واحوط عدم جواز ہے۔

**قال فی شرح التنویر: ولو بیده (أی شقاق) ولا یقدر علی الماء یتیمم، وقال ابن عابدینؒ :زاد**

== مگر علامہ شامیؒ کی تحقیق کے مطابق اگر وضو کرنے میں ضرر متحقق ہو تو تیمّم کی اجازت ہوگی اس سلسلہ میں انہوں نے جو تفصیل نقل کی ہے، وہ ملاحظہ فرمائیں۔

قید بالجنب، لأن المحدث لایجوزله التیمم للبرد فی الصحیح خلافاً لبعض المشائخ کما فی الخانیة والخلاصة وغیرهما، وفی المصفّٰی أنه بالإجماع علی الأصح، قال فی الفتح: وکأنه لعدم تحقق ذلک فی الوضوء عادةً،آهَ. واستشکله الرملی بما صححه فی الفتح وغیره فی مسئلة المسح علی الخف من أنه لو خاف سقوط رجله من البرد بعد مضی مدته یجوزله التیمم. قال:ولیس هذا إلا تیمم المحدث لخوفه علیٰ عضوه، فیتجه ما فی الأسرارمن اختیارقول بعض المشائخ. أقول: المختار فی مسئلة الخف هوالمسح لاالتیمم کما سیأتی فی محله إن شاء اللّٰه تعالیٰ ،نعم مفاد التعلیل بعدم تحقق الضرر فی الوضوء عادةً أنه لوتحقق جازفیه أیضاً اتفاقاً، ولذا مشی علیه فی الإمداد لأن الحرج مدفوع بالنص، وهوظاهرإطلاق المتون (ردالمحتار،باب التیمم، تحت قوله یهلک الجنب،إلخ:۱/۲۱۶،ظفیر)

(۱) الدرالمختارعلیٰ رد المحتار، باب التیمم:۱/۲۱۵،ظفیر

فی الخزائن: وصلاته جائزة عنده خلافاً لهما( ردالمحتار: ج۱/۹۵) وفی تیمم شرح التنویر: کما یتیمم لوالجرح بیدیه وإن وجد من یوضیه خلافاً لهما. وقال ابن عابدین رحمه اللّٰه تعالیٰ: لکن عبرعن هذا فی القنیة والمبتغیٰ بقیل جازماً بالتفصیل، وهوالموافق لما مرفی المریض العاجز، من أنه لووجد من یعینه لایتیمم فی ظاهرالروایة، فتنبه لذلک. (الدرالمختارمع ردالمحتار، باب التیمم: ج۱/۲۳۸) فقط واللہ اعلم ۔۲۰/ربیع الآخر ۱۳۹۷ھ (احسن الفتاویٰ:۲/۵۶ـ۵۷)

## زخمی کے لئے غسل ممکن نہ ہو، تو تیمّم کرسکتا ہے:

سوال:۔ اگر کوئی شخص اتنا زخمی ہو کہ اس کے لئے غسل کرنا ممکن نہ ہو تو اس کے غسل کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر کسی شخص کے نصف بدن یا اس سے زیادہ پر زخم ہوں تو وہ شخص تیمّم کرسکتا ہے البتہ اگر بدن کے زخم کم ہوں اور غسل کرنا ممکن ہو تو وہ شخص غسل کرے گا اور زخم کی جگہوں پر مسح کرے گا، اور اگر زخم کم ہوں لیکن پانی کے اثر سے نقصان پہنچنے کا احتمال ہو تو پھر بھی تیمّم جائز ہے۔

”ویجوز التیمم إذا خاف الجنب إذا اغتسل بالماء أن یقتله البرد أویمرضه، وإن کان به جراحات یعتبر الأکثر محدثاً کان أو جنباً ففی الجنابة یعتبر أکثر البدن وفی الحدث یعتبر أکثر أعضاء الوضوء فإن کان الأکثر صحیحاً والأقل جریحاً یغسل الصحیح ویمسح علی الجریح إن أمکنه وإن لم یمکنه المسح یمسح علیٰ الجبائر أوفوق الخرقة ولایجمع بین الغسل والتیمم“. (الهندیة: ج۱ص ۳۸) (۱) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۶۱۳)

## بدن پر زخم ہو تو غسل کرے یا تیمّم:

سوال: اگر کسی کے نصف اسفل میں یا صرف ذکر پر قروح ہو اور پانی پڑنا نقصان کرے تو کیوں کر نہاوے، کیونکہ بدن پر پانی ڈالنے سے ضرور وہاں پر بھی پہنچے گا، کیا اس کو تیمّم کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں تیمّم ناجائز ہے۔ امداد اول: ص ۵۔ (۲) (امداد الفتاویٰ جدید، جلد اول/۴۵و۴۶)

---

(۱) قال العلامة الحصکفیؒ: ”(أولمرض) یشتد أویمتد بغلبة ظن أوقول حاذق مسلم ولوبتحرک“. (الدر المختار علیٰ صدر دالمحتار، باب التیمم: ج۱ص ۲۳۳، ومثله فی الفقه الإسلامی وأدلته، باب التیمم، المرض أوبطأ البرء: جلد:۱/صفحہ:۴۱۸)

(۲) اصل امداد الفتاویٰ میں یہ مسئلہ اس طرح تھا: الجواب۔ اس صورت میں چونکہ اکثر بدن کا غسل متعذر رہے، لہٰذا تیمّم جائز ہے۔

فی الدرالمختار: (تیمم لو) کان (أکثره)...... (مجروحاً)...... (وبعکسه یغسل) الصحیح ویمسح الجریح. ==

## زخموں کی وجہ سے نہانا ممکن نہ ہو تو کیا کرے:

سوال: بندہ موٹر سائیکل پر جا رہا تھا کہ اتفاقاً ایکسیڈنٹ ہو گیا جس سے جسم کے کافی حصہ پر خراشیں آ گئیں اور کچھ زخم ہو گئے۔ خراشوں اور زخموں پر ہر وقت دوا چھڑکتے رہتے ہیں۔ اسی دوران اگر مجھ پر غسل واجب ہو جائے تو کیسے غسل کروں؟ واضح رہے کہ زخم والی جگہ پر پانی لگنا سخت نقصان دے گا۔ عبدالوحید، بوہڑ گیٹ، ملتان۔

الجواب

اگر زخمی حصہ کو بچا کر باقی کو دھو سکتے ہوں تو غسل کر لیں اور اگر غسل کی صورت میں زخمی حصہ پر پانی پہنچنا ناگزیر ہو تو غسل نہ کریں تیمّم کر لیں۔

**(تيمم لو) كان (أكثره) أى أكثر أعضاء الوضوء عدداً وفى الغسل مساحةً (مجروحاً) أو به جدرى اعتباراً للأكثر (وبعكسه يغسل) الصحيح ويمسح الجريح. (درمختار) (قوله وبعكسه) وهو ما لو كان أكثر الأعضاء صحيحاً يغسل الخ، لكن إذا كان يمكنه غسل الصحيح بدون**

== في ردالمحتار: (قوله وبعكسه) وهو ما لو كان أكثر الأعضاء صحيحاً يغسل الخ،لكن إذا كان يمكنه غسل الصحيح بدون إصابة الجريح وإلا تيمم. (حلية) فلو كانت الجراحة بظهره مثلاً وإذا صب الماء سال عليها يكون ما فوقها في حكمها فيضم إليها كما بحثه الشرنبلالي في الإمداد وقال لم أره، وما ذكرناه صريح فيه آه. (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب التيمم: ج۱/۲۵۷، انیس) واللہ اعلم ۱۲/ جمادی الثانیہ ۱۳۲۲ھ

اور اس کے حاشیہ میں یہ عبارت تھی۔ وجہ تعذر کی یہ تھی کہ اس صورت میں سر کو تو بلا تکلف دھو سکتا ہے اس لئے کل کا دھونا متعذر نہ ہوا لیکن سر سے نیچے اگر اعلیٰ بدن دھوتا ہے تو اس سے اسفل پر پانی پہنچتا ہے جو کہ مضر ہے اس لئے اکثر میں متعذر رہا البتہ تکلف شدید کیا جاوے تو لیٹ کر ممکن ہے مگر ایسے تکلف کا شرع میں وجوب نہیں، اور اگر دوسرا آدمی کسی قدر سہولت سے نصف اعلیٰ کو غسل دے سکتا ہے مگر قادر بقدرت غیر قادر نہیں، یہ احقر کی تحقیق ہے لیکن اگر دوسرے علما سے بھی تحقیق کر لیا جاوے تو بہتر ہے۔ سعید احمد پالنپوری عفی عنہ

پھر ملحقات تتمہ اولیٰ میں اس مسئلہ کے متعلق لکھا گیا (مسئلہ نمبر ۲ جلد اول فتاویٰ امدادیہ: ص ۵)

خلاصۂ سوال: از تیمّم مجروح نصف اسفل، یا صرف ذکر پر قروح ہوں۔

خلاصۂ جواب: در ہر دو صورت تیمّم جائز است۔

تسامح سوال: چونکہ از دو حالت بود (۱) مجروح نصف اسفل (۲) یا صرف قروح ذکر، در جواب تفصیل فرمودندے، در اعضاء غسل اکثر در مساحت مراد ست **وفي الغسل مساحة** اھ (درمختار) ظاہر است اگر بر ذکر قروح باشند بدن اسفل از اں بخوشی بلا حرج مغسول می شود و دریں حالت غسل سر نیز بلا حرج میشود پس در مساحت بدن صحیح زیادہ شد پس تیمّم جائز نشد و در صورت قروح نصف اسفل اگر باعانت خادم و زوجہ وغیرہما غسل ممکن باشد بموجب ظاہر مذہب غسل نماید و قدرت بقدرت غیر معتبر ست بقول مفتی بہ، **حاصل ما فيه: أنه إن وجد خادماً: أي من تلزمه طاعته كعبده وولده وأجيره لايتيمم اتفاقاً، وإن وجد غيره ممن لو استعان به أعانه ولو زوجته، فظاهر المذهب أنه لا يتيمم أيضاً بلا خلاف. (رد المحتار، باب التيمم: ص۲۳۳)** وحال منحۃ (مراد بحر کا حاشیہ منحۃ الخالق: ۱/۱۴۰، ہے) کہ ایں جاست کہ نیز معلوم شد، **ولنعم ما قال فيها**۔ اگر دوسرے علما سے بھی تحقیق کر لیا جاوے تو بہتر ہے۔

اور اسی تسامح کی بناپر تصحیح الاغلاط مطبوعہ مجتبائی دہلی میں اصل مسئلہ اس عبارت سے بدل دیا گیا جو اس وقت متن میں لی گئی ہے۔ (محمد شفیع عفی عنہ دیوبندی)

إصابة الجريح وإلا تيمم(حلية)فلو كانت الجراحة بظهره مثلاً وإذاصب الماء سال عليها يكون ما فوقها فى حكمها فيضم إليها كما بحثه الشرنبلالى فى الإمداد وقال لم أره، وما ذكرناه صريح فيه. (شامي،باب التيمم: ج١ص ٢٣٧) فقط واللّٰه أعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس، ملتان، ۱۴۱۰/۱۲/۲۸ھ (خیر الفتاویٰ:۲/۸۳-۸۴)

## وضو کے اکثر اعضا پر زخم ہوں تو تیمّم کرے یا نہیں:

سوال: کسی کے ہاتھ پاؤں اور چہرے پر خارش کی پھنسیاں ہوں اور پانی نقصان کرتا ہو تو کیا یہ شخص غسل اور وضو کے لئے تیمّم کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اگر اعضاء وضو (چہرہ، دو ہاتھ، دو پاؤں) میں سے اکثر پر زخم ہوں تو تیمّم کرے ورنہ صحیح اعضا کو دھوئے اور زخمی پر مسح کرے۔(۱) غسل کا بھی یہی حکم ہے مگر اس میں اعضا کے عدد کی بجائے پورے بدن کی پیمائش کو دیکھا جائیگا، اگر آدھے سے زائد بدن پر زخم ہوں تو تیمّم کرے اور اگر آدھے بدن پر یا اس سے کم پر ہوں تو مسح کرے، اگر تندرست بدن پر پانی بہانے سے زخمی حصہ کو پانی سے بچانا مشکل ہو تو اتنا تندرست حصہ بھی زخمی کے حکم میں شمار ہوگا۔

قال فى شرح التنوير: (تيمم لو كان (أكثره) أى أكثر أعضاء الوضوء عدداً وفى الغسل مساحةً (مجروحاً)أو به جدرى اعتباراً للأكثر(وبعكسه يغسل)الصحيح ويمسح الجريح(و) كذا(إن استويا غسل الصحيح)من أعضاء الوضوء ولارواية فى الغسل(ومسح الباقى)منها (وهو)الأصح لأنه(أحوط)فكان أولىٰ، وفى الشامية(قوله وبعكسه)وهوما لو كان أكثرالأعضاء صحيحاً يغسل الخ، لكن إذاكان يمكنه غسل الصحيح بدون إصابة الجريح وإلا

(۱) عن جابرؓ قال:خرجنا فى سفر فأصاب رجلاً منا حجرفشجه فى رأسه ثم احتلم فسأل أصحابه فقال: هل تجدون لى رخصةً فى التيمم؟ قالوا: ما نجد لک رخصةً وأنت تقدرعلى الماء فاغتسل فمات، فلما قدمنا على النبى صلى اللّٰه عليه وسلم أخبربذلک فقال: قتلوه قتلهم اللّٰه ألا سألوا إذا لم يعلموا فإنما شفاء العىّ السوال،إنما كان يكفيه أن يتيمم ويعصرأو يعصب ـ شک موسٰى ـ علىٰ جرحه خرقةً ثم يمسح عليها ويغسل سائرجسده.(أبوداود، باب المجدور يتيمم)

عن ابن عباسؓ يخبر أن رجلاً أصابه جرح فى رأسه علىٰ عهد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ثم أصابه احتلام فأمر بالاغتسال فاغتسل......فمات فبلغ ذلک النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: قتلوه قتلهم اللّٰه،أولم يكن شفاء العى السوال؟قال عطاء: فبلغنا أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال:لوغسل جسده و ترک رأسه حيث أصابه الجراح.(ابن ماجة،باب فى المجروح تصيبه الجنابة فيخاف علىٰ نفسه إن اغتسل، ص۸۱،نمبر۵۷۲/الدارقطنى ،باب جوازالتيمم لصاحب الجراح ،الخ،ج اول،ص ۱۹۸،نمبر۷۰۲)

اس حدیث میں تیمّم اور غسل دونوں کو جمع کرنے کا اشارہ ملتا ہے،لیکن تیمّم کو زیادہ زخم پر محمول کیا جائے اور غسل اور وضو کو کم زخم پر۔ انیس

تیمم(حلیة)فلو کانت الجراحة بظهره مثلاً وإذا صب الماء سال علیها یکون ما فوقها فی حکمها فیضم إلیها کما بحثه الشرنبلالی فی الإمداد وقال تحت(قوله ولاروایة فی الغسل) ورجح فی البحرتصحیح الثانی (أی الغسل والمسح)بأنه أحوط وتبعه فی المتن. (الدرالمختار مع ردالمحتار،باب التیمم: ج۱/۲۳۷)فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔۲۴/ربیع الآخر۱۳۹۷ھ(احسن الفتاویٰ:۲/۵۸۔۵۹)

## زخم یا پٹی پر مسح کرنا دشوار ہوتو کیا کرے:

سوال: اگرزخم یا پٹی پرمسح کرنا دشوار ہوتو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب

اگرزخم یا پٹی پرمسح نہیں ہوسکتا تو پھرتیمّم درست ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۲۴۶)

## صاحب عذر کے لئے خادم نہ ہونے کی صورت میں تیمّم کاحکم:

سوال اگرکسی شخص کے ہاتھ پاؤں پرایسی بیماری ہوجس کی وجہ سے یہ شخص خودوضوکرنے پرقادرنہ ہوتو کیا یہ شخص خدمت کے لئے خادم رکھے گا یا تیمّم کرے گا؟

الجواب

اس پر خادم رکھنا ضروری نہیں،جب خادم یا معاون کی کوئی ممکن صورت میسر ہوتو وضوکرے ورنہ تیمّم کرکے نماز پڑھے۔

قال ابن نجیمؒ:أوکان لایجد من یوضئه ولایقدربنفسه اتفاقاً وإن وجد خادماً کعبده وولده و أجیره لایجزیه التیمم اتفاقاً. (البحر الرائق، باب التیمم: ج۱ص۱۴۰)(۲)(فتاویٰ حقانیہ:ج۲/۵۵۲)

## جنگل میں مویشی کوخطرہ ہوتو تیمّم کرسکتا ہے یانہیں:

سوال: ایک شخص جنگل میں مویشی چراتا ہےنماز کا وقت آگیااور پانی میل بھر سے قریب ہے،اندیشہ ہے کہ اگر وضوکےواسطے جاوے گاتو مویشی کسی کی زراعت میں پڑجاویں گے،یاگم ہونے کا خوف ہے،اس صورت میں تیمّم سے نماز پڑھنادرست ہے یانہیں؟

---

(۱) (ویترک) المسح کالغسل (إن ضر وإلا لا)یترک. (الدرالمختارعلیٰ رد المحتار،باب المسح علی الخفین،المسح علی الجبیرة:۱/۲۵۸،ظفیر)
والمسئلة کذافی احسن الفتاویٰ:۲/۵۶۔انیس

(۲) قال الحصکفیؒ: أولم یجد من یوضئه فإن وجد ولوبأجرة مثل وله ذلک لایتیمم فی ظاهر المذهب.(الدرالمختارعلیٰ صدر رد المحتار،باب التیمم:۱/۲۳۳،ومثله فی الهندیة،باب التیمم:۱/۲۸)

الجواب

اس صورت میں تیمّم کرنا جائز ہے، درمختار۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۲۶۴۔۲۶۵)

## جنگل میں جانوروں کے چرواہے کے لئے تیمّم کا حکم:

سوال:(۱) ایک شخص بیس یا کہ تیس بھینسوں کے گلہ کے پاس ہے، اور پانی بھی قریب ہے، مگر اندیشہ ہے کہ وہ بھینسیں کھیت میں نقصان کردیں گی، کیونکہ کھیت دوسرے کا ہے، اس حالت میں تیمّم سے نماز جائز ہے یا کہ نہیں؟

سوال:(۲) ایک شخص اپنے اناج کے پاس ہے، اور وہ جنگل میں اکیلا ہے، اس کو اندیشہ ہے کہ اگر میں یہاں سے وضو کرنے گیا تو اناج چور اٹھالے جائیں گے، اگر پانی بھی آدھ کوس ہووے تو تیمّم جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب

**قال فی الدر:(من عجز)...... (عن استعمال الماء) ......(لبعده)...... (میلاً)...... (أولمرض)...... (أو برد) یهلک الجنب أویمرضه......(أوخوف عدو) کحیة أونارعلیٰ نفسه ولومن فاسق أوحبس غریم أوماله ولوأمانة.وفی الشامی:عد الأمانة ماله باعتبار وضع الید علیها،ط.(أوعطش)......(أو عدم آلة)طاهرة......(تیمم) لهذه الأعذار کلها. آه (الدرمع الرد: ج۱ص۲۴۳)**

اس سے معلوم ہوا کہ اپنے مال کے تلف ہونے کا خوف تیمّم کو جائز کرتا ہے،(۲) اور دوسرے کے مال تلف ہونے کا خوف مبیح تیمّم نہیں، پس اس صورت میں شخص مذکور کو تیمّم جائز نہیں، بلکہ لازم ہے کہ وضو کرے اور جانوروں کو اپنے ساتھ پانی پر لیجائے، اور وضو کرتے ہوئے ان کو کھیت میں گھسنے سے روکتا رہے، دوسرے جیسا وضو کرنے میں یہ اندیشہ ہے کہ جانور کھیت میں گھس جائیں گے نماز پڑھنے میں بھی تو یہ اندیشہ ہے، تو کیا یہ شخص نماز کو بھی ترک کرنا چاہتا ہے، پس یہ عذر قابل قبول نہیں اور اس پر واجب ہے کہ اپنی طرف سے جانوروں کا پورا انتظام جتنا کرسکتا ہے کرے، اس کے بعد وضو اور نماز میں مشغول ہوجاوے۔

(۲) اس صورت میں تیمّم جائز ہے۔ **لخوفه علیٰ ماله وقدروه بالدرهم ،کما فی الشامیة.( رد المحتار ،باب التیمم: جلد۱صفحہ۲۴۲ )**. ۲۷/ شوال ۱۳۴۴ھ۔(امدادالاحکام جلد اول ص ۳۸۷و۳۸۸)

---

(۱) **(أوخوف عدو) کحیة أونارعلیٰ نفسه ولومن فاسق أوحبس غریم أوماله ولوأمانة الخ (تیمم).(درمختار) (قوله أوماله) عطف علیٰ نفسه ح، ولم أرمن قدرالمال بمقدار، وسنذکر عن التتارخانیة ما یفید تقدیره بدرهم، کما یجوزله قطع الصلوٰة. (الدرالمختارمع رد المحتار، باب التیمم:۱/۲۱۶۔۲۱۷،ظفیر )**

نوٹ: یہ تیمّم اس صورت میں جائز ہے جب مویشی کے گم ہونے کا خطرہ ہو، اگر مویشی کے کسی کی زراعت میں پڑجانے کا خطرہ ہو تو جائز نہیں، جیسا کہ اگلے جواب سے واضح ہے کہ اپنے مال (خواہ ذاتی ہو یا بطور امانت) کے ہلاک ہونے کے خوف پر تیمّم کی گنجائش ہے دوسرے کا مال ہلاک ہونے کے خوف پر نہیں۔ انیس

(۲) خواہ ذاتی ہو یا بطور امانت۔ انیس

## لوگوں کے سامنے کشف عورت کی وجہ سے بجائے غسل کے تیمّم کرنا:

سوال: اگرایک آدمی ایک ایسی جگہ میں مقیم ہو جہاں پر غسل کا انتظام نہ ہو، مطلب یہ ہے کہ جب غسل کیا جاتا ہو تو لوگوں کے سامنے کشف عورت یقینی ہو تو ایسی حالت میں یہ شخص تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ نیز دوسروں کے لیے امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی علی عباس خان، مدرسہ قاضی حسام الدین کوہاٹ۔ یکم ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ)

الجواب

جب دیگر آدمیوں کے سامنے کشف عورت کے بغیر غسل ممکن نہ ہو تو اس شخص کے لیے تیمّم کرنے میں اختلاف ہے، امام حلبی جواز کی طرف مائل ہیں۔

**کما صرح فی شرح الکبیر: ص۵۰، وبالجملة فلاضرورة فی کشف العورة للغسل عند من لایجوزنظره إلیها لأن له خلفاً بخلاف الختان ونحوه.** (۱)

پس احوط یہ ہے کہ امامت نہ کرائے اور اگر امامت کی ہو تو خط کے ذریعہ ان مقتدیوں کو اعادہ کرنے کی خبر دیدے۔

**کما فی شرح التنویر (کما یلزم الإمام إخبارالقوم إذا أمهم وهومحدث أوجنب)... (بالقدر الممکن) بلسانه أو (بکتاب أورسول علی الأصح) لومعینین وإلالایلزمه، وفی رد المحتار: جلداول ص۵۵۴، وقال ح: وإن تعین بعضهم لزمه إخباره.** (۲) وھوالموفق

(فتاویٰ دیوبند پاکستان، المعروف بہ فتاویٰ فریدیہ جلد دوم: ۹۳)

## کشفِ عورت کی صورت میں تیمّم کی رخصت:

سوال: اگر کسی شخص کو ایسی جگہ میں غسل کی ضرورت پڑے جہاں غسل کرنے کے لئے باپردہ انتظام نہ ہو اور اگر غسل کرتا ہے تو کشفِ عورت کا قوی امکان ہے، تو ایسی صورت میں غسل کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب

جب دیگر آدمیوں کے سامنے کشفِ عورت کے بغیر غسل ممکن نہ ہو تو اس شخص کے لئے تیمّم کرنا جائز ہے یعنی کشفِ عورت سے بچنے کے لئے تیمّم پر اکتفا کرے اور جب موقع ملے تو پھر غسل کرلے۔

**"قال إبراهیم الحلبیؒ: وللغسل خلف وهوالتیمم فلایجوز کشف العورة عند من لایجوز نظره إلیها لأجله". (کبیری، فرائض الغسل: ص۵۱)** (۳) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۵۲۸و۵۲۹)

(۱) غنیة المستملی شرح منیة المصلی: ص۵۰، بحث الغسل.

(۲) الدرالمختارمع ردالمحتار: ص۴۳۸ جلد۱، مطلب المواضع التی تفسد صلوٰة الإمام دون المؤتم.

(۳) قال ابن عابدینؒ: ولایخفیٰ أن تأخیر الغسل لایقتضی عدم التیمم فان المبیح له وهوالعجزعن الماء قد وجد، فافهم. (ردالمحتارعلی الدرالمختار، أبحاث الغسل: ج۱ص۱۵۵)

## دوران وضو پانی ختم ہونے پر تیمّم کا مسئلہ:

سوال: اگر وضو کرتے وقت ایک عضو باقی رہ جائے اور پانی قریب میں بھی نہ ملے تو اس وقت کیا کیا جائے؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

جب پانی کم ہونے کا اندیشہ ہو تو شروع وضو سے ہی کفایت کر کے وضو کفایت یا وضو فرض پر قناعت کرے، بہرحال اگر ایک عضو دھونے سے قبل پانی بالکل ختم ہو جائے اور حسب قاعدہ شرع پانی ملنے کی توقع نہ ہو تو تیمّم کر لیں، (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند، سہارنپور ۶/۲۱/۱۴۰۴ھ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۱۵۱)

## جنبی کے لئے ریل میں تیمّم کی شرط:

سوال: ریل وغیرہ کے سفر میں کہیں ضرورت غسل کی ہو جاوے اور پانی بقدر غسل نہ ملے اور وضو وغیرہ جس میں ہو سکے اتنا ملتا ہو تو غسل کا تیمّم کر کے نماز ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟ اسٹیشن پر اگرچہ پانی ہر جگہ بکثرت مل سکتا ہے، لیکن غسل کرنا ریل میں مشکل ہے، تو تیمّم کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ

غسل اسٹیشن پر مشکل نہیں، لنگی باندھ کر پلیٹ فارم پر بیٹھ کر سقہ کو پیسے دیکر کہہ دے کہ مشک سے پانی چھوڑ دے اور اس کے قبل ٹانگیں وغیرہ ریل کے پائخانہ یا غسل خانہ میں جا کر پاک کرے یا برتن میں پانی لے کر یا اگر نل میں پانی موجود ہو تو اس سے اس پائخانہ یا غسل خانہ میں بھی غسل ممکن ہے، ہمت کی ضرورت ہے ایسی حالت میں تیمّم درست نہیں۔

۱۳/صفر ۱۳۳۳ھ۔ تتمہ اولیٰ ص: ۹ (امداد الفتاویٰ: ۱/۷۴-۷۵)

## ٹرین میں بھیڑ کی وجہ سے تیمّم:

سوال: ایک نمازی ٹرین میں سفر کر رہا ہے، جس میں پانی کا انتظام نہیں ہے، بھیڑ اس قدر ہے کہ اگر کسی پلیٹ فارم پر اتر کر وضو کریں تو ٹرین کے چھوٹنے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے اور بعض مرتبہ اترنا ہی ناممکن ہوتا ہے۔ کیا اس صورت میں تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں؟

ھو المصوب ــــــــــــــــ

ایسی صورت میں تیمّم کر کے نماز پڑھنا درست ہے۔ (۲)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۲۲۹)

---

(۱) لو كان مع المحدث مايكفي لغسل بعض أعضاء الوضوء فإنه يتيمّم من غيرغسله، هكذا في شرح الوقاية. (الفتاویٰ الهندية، باب التيمم، الفصل الثالث في المتفرقات: ۱/۳۰، دارالكتاب)

(۲) وعن أبي يوسفؒ: إذا كان بحيث لوذهب إليه وتوضأ تذهب القافلة وتغيب عن بصره فهوبعيد ويجوزله التيمم، واستحسن المشائخ هذه الرواية، كذا في التجنيس. (البحر الرائق: ۱/۲۴۳)

## ریل گاڑی میں تیمّم جائز ہے یا نہیں:

سوال: ریل یا موٹر میں نماز قضا ہونے کا ڈر ہو تو تیمّم کرنا جائز ہے یا نہیں، ریل کے تختہ پر یا موٹر کی لوہے کی چادر پر تیمّم جائز ہوگا یا نہیں جبکہ موٹر والا کہنے سے نہ روکے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

ریل گاڑی اور موٹر میں تیمّم سے نماز کی صحت کے لئے مندرجہ ذیل شرائط ہیں:۔

(۱) ریل گاڑی کے دوسرے کسی ڈبے میں بھی پانی نہ ہو۔

(۲) راستہ میں ایک میل شرعی ۱٫۸۳۔کلومیٹر کے اندر کہیں پانی کے وجود کا علم نہ ہو۔

(۳) اگر ریل گاڑی یا موٹر کے تختے پر اتنا غبار ہو کہ بخوبی ہاتھ کو لگے تو اس پر تیمّم کرے۔

(۴) کھڑا ہو کر نماز پڑھے۔

(۵) قبلہ رخ پڑھے، قبلہ معلوم نہ ہو تو غور کے بعد جدھر دل شہادت دے اس طرف رخ کرے۔ان میں سے کسی ایک شرط پر بھی قدرت نہ ہو تو جیسے ہی ممکن ہو پڑھ لے مگر بعد میں قضا کرے۔

**قال في الدرالمختار: (أو خوف عدو) كحية أو نار علىٰ نفسه ولو من فاسق أو حبس غريم أو ماله ولو أمانة ثم إن نشأ الخوف بسبب وعيد عبد أعاد الصلاة وإلا لا لأنه سماوي. وقال في رد المحتار تحت (قوله ثم إن نشأ الخوف الخ): اعلم أن المانع من الوضوء إن كان من قبل العباد: كأسير منعه الكفار من الوضوء، ومحبوس في السجن، ومن قيل له إن توضأت قتلتك جاز له التيمم ويعيد الصلاة إذا زال المانع، كذا في الدرر والوقاية. (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب التيمم: ج ۱٫۷۱۲)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔غرۂ ذی الحجہ ۸۶ھ (احسن الفتاویٰ:۲٫۵۵)

## ریل سے متعلق مسائل نماز و وضو اور تیمّم:

سوال: چونکہ اس کی بہت ضرورت ہے کہ نماز پڑھنے میں کاہل بنانے والی دشواریوں کو حل کیا جائے۔لہٰذا جناب والا سے عرض کیا جاتا ہے کہ ریل کے سفر میں حسب ذیل یا مثل ان کے جو جناب والا کے خیال میں آئیں ان دقتوں کا از روئے احکامِ شریعت دفعیہ کیا ہے۔مثلاً قلت وقفہ، ریل کے سبب سے اتنا وقت نہ ملے کہ انسان حوائج ضروری پیشاب پاخانہ سے (اس حالت میں کہ ریل میں بیت الخلانہ ہو) فراغت حاصل کر کے وضو کرے اور نماز پڑھ لے تو کیا کرنا چاہئے، آیا بہ تیمّم نماز پڑھ لے یا کیا۔مثلاً سفر ریل میں وضو اور غسل شرعی کے واسطے پانی اور وقت میسر نہ ہو سکے تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لی جائے یا نہیں۔مثلاً بوجہ کمی قیام ریل کے اسٹیشن پر، چلتی ریل میں نماز پڑھنے کا

ایسی حالت میں کہ رکوع وسجدے کی، بوجہ کثرت آدمیوں، جگہ نہ ہو، یا قبلہ کی سمت میں منھ کا رکھنا، بوجہ ایچ پیچ راہ ریل کے، ممکن نہ ہو تو کس طرح نماز ادا کی جائے؟

**الجواب**

**حامداً و مصلیاً و مسلماً. أما بعد:** امور مستفسرہ کا جواب حسب تفصیل ذیل ہے:۔

(۱) ریل میں اگر پانی نہ ملے تو مسئلہ یہ ہے کہ اگر یہ یقین ہو کہ نماز کے وقت کے اندر پانی مل جاوے گا تو نماز کا مؤخر کرنا مستحب ہے اگر پانی مل جاوے تو وضو کر کے نماز ادا کرے اور اگر نہ ملے اور وقت تمام ہونے کا اندیشہ ہے تو تیمّم کر کے نماز ادا کرے۔(۱) پانی نہ ملنے کی صورت میں پانی کا کم از کم ایک میل کی مسافت پر ہونا شرط ہے۔(۲)

(۲) اگر پانی نہ ملنے کی صورت میں کسی آدمی نے تیمّم کر کے نماز پڑھنا شروع کی اور ابھی نماز ختم نہ ہوئی تھی کہ ریل کا اسٹیشن قریب آ گیا جہاں پانی کا ملنا یقینی امر ہے، تو اب نماز کو وضو کر کے از سر نو ادا کرنا چاہئے اور اگر نماز ختم کرنے کے بعد ریل کا اسٹیشن جہاں پانی ملنے کا یقین ہے قریب آیا تو وہ نماز ہو گئی، اب اس کو دوبارہ پڑھنے کی حاجت نہیں ہے۔(۳)

(۳) ریلوے اسٹیشن پر پانی مفت نہ ملے بلکہ بقیمت ملے۔ اگر قیمت عرف کے موافق ہے اور اس کے پاس قیمت موجود ہے، تو خرید کر وضو کر کے نماز پڑھے تیمّم کرنا جائز نہیں، اور اگر دام پاس نہیں یا قیمت زیادہ گراں ہے تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لے۔(۴)

(۴) ریلوے اسٹیشن پر اگر پانی دینے والا مسلمان نہیں بلکہ ہندو ہے تو اس سے پانی لے کر وضو کر لینا جائز ہے، ہاں اگر یقین ہے کہ اس کا پانی یا برتن ناپاک ہے تو تیمّم کرنا جائز ہے۔(۵)

(۵) اگر ریل میں کسی مسافر کے پاس پانی ہے تو اس سے وضو کے لیے پانی مانگنا چاہئے اگر وہ پانی بلا قیمت یا

---

(۱) ویستحب لعادم الماء وھو یرجوہ أن یؤخر الصلوٰۃ إلیٰ آخر الوقت فإن وجد الماء یتوضأ و إلا تیمم وصلی لیقع الأداء بأکمل الطھارتین الخ. (الھدایة، باب التیمم: ج۱/۵۵)

(۲) (من عجز)......(عن استعمال الماء)...... (لبعدہ)...... (میلاً) الخ (تیمم). (الدر المختار علیٰ رد المحتار، باب التیمم: ج۱/۲۱۴)

(۳) وندب لراجیه رجاءً قویاً آخر الوقت المستحب ولو لم یؤخر وتیمم وصلی جاز إن کان بینه وبین الماء میل وإلا لا. (الدر المختار علیٰ رد المحتار، باب التیمم: ۲/۲۲۹، ظفیر)

(۴) وإن لم یعطه إلا بثمن مثله أو بغبن یسیر وله ذلک فاضلاً عن حاجته لایتیمم ولو أعطاہ بأکثر یعنی بغبن فاحش وھو ضعف قیمته فی ذلک المکان أو لیس له ثمن ذلک تیمم. (الدر المختار علیٰ رد المحتار، باب التیمم، ج۱ ص۲۳۱)

(۵) اسٹیشن پر جو پانی تقسیم ہوتا ہے عموماً وہ پاک ہوتا ہے اور اس کا برتن بھی۔ لہٰذا شبہ نہ کرنا چاہئے۔ ظفیر

بقیمت دیدے تو وضو کر کے نماز ادا کرے، اور اگر وہ پانی نہ دے تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لے۔ ایسی صورت میں پانی مانگنے سے عار نہ کرنا چاہئے۔ کیوں کہ شرعی فرض کا ادا کرنا زیادہ ضروری ہے، جب تک پانی نہ مانگے گا عجز نہ پایا جاوے گا، تو تیمّم بھی درست نہ ہوگا۔(۱)

(۶)　کسی کے پاس پانی موجود ہے اور اس کو معلوم ہے کہ ریل کے اسٹیشنوں پر پانی نہیں ملتا ہے، اگر وضو کرے گا تو پیاسا رہے گا اور پیاس کی شدت برداشت نہ کر سکے گا، تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لے۔(۲)

(۷)　ریل کے مسافر کو پیشاب پاخانہ کی ضرورت ہے تو پہلے پیشاب پاخانہ سے فارغ ہو لے بعد میں وضو کر کے نماز پڑھے اور اگر پیشاب پاخانہ کی ضرورت تھی مگر موقع نہ ملنے کی وجہ سے عاجز رہا اور کچھ دیر کے بعد ضرورت نہ رہی تو اب وضو کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔(۳)

(۸) مسافر کے پاس ایک لوٹا پانی ہے جو وضو کے لیے کافی ہے، وضو اور طہارت کے لیے کافی نہیں ہے، تو ایسے شخص کو اگر پاخانہ کی حاجت ہو تو وہ ڈھیلوں سے استنجا کرے، اور پانی سے وضو کرے، ہاں اگر نجاست پاخانہ کے مقام سے کچھ اِدھر اُدھر کو متجاوز ہوئی ہے تو پانی سے استنجا کرے اور نماز کے لیے تیمّم کر لے۔(۴)

(۹)　ریل کے مسافر کو چاہئے کہ وہ نماز کے وقت سے پہلے نماز کا خیال واہتمام رکھے۔ مثلاً پیشاب پاخانہ کی اگر حاجت ہو تو فارغ ہو لے، ریل گاڑیوں میں عموماً پاخانہ ہوتا ہے اگر اتفاق سے کسی گاڑی میں نہ ہو تو اس کا خیال رکھے کہ وقت سے پہلے ایسے اسٹیشن پر جہاں ریل دس پندرہ منٹ ٹھہرتی ہے فارغ ہو جائے، یا کسی دوسری گاڑی میں جا کر پاخانہ سے فراغت حاصل کر لے۔ ایسے ہی نماز کے وقت سے پہلے ہی کسی اسٹیشن پر پانی لے کر رکھ لے، تو نماز کے ادا کرنے میں کچھ دقت نہ ہوگی آخر ہم اپنی دوسری حاجتوں کے لیے ریل میں کیا ہی کرتے ہیں۔ جب کسی اسٹیشن پر کھانا وغیرہ حسب خواہش ملتا ہے تو اول ہی سے لے کر رکھ لیتے ہیں، تا کہ وقت پر دقت نہ ہو، ایسے ہی نماز کے لیے

---

(۱)　ویطلبه وجوباً علی الظاهر من رفیقه ممن هو معه فإن منعه ولو دلالةً بأن استهلکه تیمم لتحقق عجزه الخ وقبل طلبه لایتیمم علی الظاهر الخ لأنه مبذول عادةً وعلیه الفتویٰ. (الدر المختار، باب التیمم، ج۱/۲۳۱، ظفیر)

آج کل ہر ٹرین میں پاخانے کے اندر پانی کا انتظام ہوتا ہے اور وہ پانی پاک ہوتا ہے اس سے وضو اور غسل جائز ہے، اس لیے تیمّم کی نوبت نہیں پیش آتی۔ ظفیر

(۲)　وخائف السبع والعدو والعطش عاجز حکماً. (الهدایة، باب التیمم: ۱/۵۵، ظفیر)

(۳)　ریل میں اب پاخانہ کا نظم ہوتا ہے۔ ظفیر

(۴)　(ویجب) أی یفرض غسله (إن جاوز المخرج نجس) مائع ویعتبر القدر المانع لصلوٰة (فیما وراء موضع الاستنجاء) لأن ما علی المخرج ساقط شرعاً وإن کثر، ولهذا لا تکره الصلاة معه. (الدر المختار علیٰ رد المحتار، باب الاستنجاء: ۱/۳۱۳و۳۱۴)

آج کل ریل میں پاخانوں کے اندر پانی کا نل لگا ہوتا ہے اور وہ پانی پاک ہوتا ہے اور اس کے استعمال کی عام اجازت ہے۔ ظفیر

خیال رکھنا ایک مسلم کا نصب العین ہونا چاہئے۔

(۱۰) جیسا کہ بے وضوآ دمی پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے جیسا کہ اوپر مفصل مذکور ہوا۔ ایسے ہی جنب یعنی جس کو نہانے کی حاجت ہو پانی نہ ملنے کی صورت میں غسل کے لیے تیمّم کرسکتا ہے۔نماز ایسی صورتوں میں ہرگز ترک نہیں کی جاسکتی۔(۱)

(۱۱) اگراس کو یقین ہے کہ نماز کے وقت کے اندر گاڑی کسی ایسے اسٹیشن پر پہنچ جائے گی جہاں پانی کا نل ہے یا کنواں ہے اور یہ اتنی دیر میں غسل کرسکتا ہے تو تیمّم نہ کرنا چاہئے۔(۲)

(۱۲) نل دھوپ میں ہے جس کا پانی گرم ہے اور یہ یقین جانتا ہے کہ اس پانی سے مضرت ہوگی یا سردی کے موسم میں نل کا پانی ٹھنڈا ہے اور یقین ہے کہ اگر غسل کروں گا تو مریض ہو جاؤں گا تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لے۔(۳)

(۱۳) نل پر نہاتے ہوئے اگر شرم آئے اور اسٹیشن کے کنویں پر نہانا اپنی خلاف شان سمجھے، یہ عذر شرعاً قبول ومسموع نہیں۔

(۱۴) ریل میں نماز پڑھنے میں استقبال قبلہ ضروری ہے، قبلہ کی طرف کو منھ کر کے نماز شروع کرے اور نماز پڑھنے کی حالت میں اگر ریل کا رخ بدل جائے اور یہ جانتا ہے کہ ریل کا رخ بدل گیا، تو یہ بھی قبلہ کی طرف کو پھر جائے اور اگر اس کی نماز پڑھنے کی حالت میں ریل کا رخ چندمرتبہ بدلا اور اس نے برابر قبلہ رخ ہوکر نماز ادا کی اور چاروں رکعتیں نماز کی چارطرف کو ادا ہوئی تو کچھ مضائقہ نہ سمجھے، بلکہ یوں ہی ہونا ضروری ہے اور اگر اس کو نماز پڑھنے میں ریل کے رخ بدلنے کی خبر نہ ہوئی اور ایک طرف کو نماز پڑھ گیا، تو نماز ہوگئی۔اگر ریل میں سمت قبلہ کی معلوم نہ ہو تو لوگوں سے معلوم کرلے، اگر کوئی بتانے والا نہ ہو تو دل میں خوب غور کرے اور اٹکل سے کام لے جس طرف کو اس کا دل گواہی دے، اسی طرف کو نماز ادا کرے۔(۴)

---

(۱) والحدث والجنابة فيه سواء وكذا الحيض والنفاس لما رُوی أن قوماً جاؤا إلىٰ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وقالوا: إنا قوم نسكن هذه الرمال ولانجد الماء شهراً أوشهرين وفينا الجنب والحائض والنفساء فقال: عليكم بأرضكم . (الهداية، باب التيمم:۱/۵۲و۵۳،ظفیر)

(۲) (ويجب) أى يفترض (طلبه) ولوبرسوله (قدرغلوة) ثلثمائة ذراع الخ (إن ظن) ظناً قوياً (قربه) دون ميل بأمارة أوإخبارعدل (وإلا) الخ (لا) يجب.(الدرالمختارعلىٰ صدررد المحتار، باب التيمم :۱/۲۱۴،ظفیر)

(۳) الجنبِ الصحيح فى المصرإذا خاف بغلبة ظنه عن التجربة الصحيحة إن اغتسل أن يقتله البرد أويمرضه يتيمم عند أبى حنيفةؒ وإن كان الجنب خارج المصريتيمم بالاتفاق . (غنية المستملى:ص۶۴،ظفیر)

(۴) (وقبلة العاجزعنها) لمرض وإن وجد موجهاً عند الإمام أوخوف مال، وكذاكل من سقط عنه الأركان (جهة قدرته) الخ (ويتحرى) هوبذل المجهود لنيل المقصود (عاجز عن معرفة القبلة) بما مر (فإن ظهر خطؤه لم يعد) لما مر (وإن علم به فى صلاته أوتحول رأيه) الخ (استداروبنىٰ) حتى لوصلى كل ركعة لجهة جاز . (الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، باب شروط الصلوٰة:۱/۴۰۲)ومن أراد أن يصلى فى سفينة تطوعاً أوفريضةً فعليه أن يستقبل القبلة الخ حتىٰ لو دارت السفينة وهويصلى توجه إلى القبلة حيث دارت الخ.(عالمگيرى فى استقبال القبلة:۱/۵۹،ظفیر)

(۱۵) ریل میں بلا عذر بیٹھ کر نماز نہ پڑھے، کیوں کہ نماز میں قیام فرض ہے اس کو ترک کرنا نہ چاہئے، یہ خیال کر لینا کہ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا محض وہم ہے، کیوں کہ تجربہ نے دکھلا دیا کہ صدہا آدمی ریل میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں اور ان میں سے کوئی نہیں گرتا، نہ چکر آتا ہے، نہ قے ہوتی ہے۔(۱)

(۱۶) ریل کا حکم کشتی، گھوڑے اور اونٹ کا سا نہیں ہے، کشتی میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے، کیوں کہ دوران سر اکثر الوقوع ہے مگر امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک کشتی میں بھی بلا عذر بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، جب تک دوران سر اور متلی نہ ہو گھوڑے وغیرہ پر بلا عذر فرض نماز ادا نہیں کی جا سکتی، گھوڑا گاڑی، شکرم وغیرہ میں جب اس میں گھوڑا جوتا ہوا ہو تو بلا عذر فرض نماز ادا کرنا درست نہیں ہے اور گھوڑا گاڑی وشکرم میں جانور جوتا ہوا نہ ہو اور وہ زمین پر مستقر ہو تو اس میں نماز کھڑے ہو کر پڑھنا چاہئے ان کو علما نے تخت کے مشابہ قرار دیا ہے۔ ریل کو جو صاحب کشتی پر قیاس کرتے ہیں وہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کی رائے دیتے ہیں، مگر واضح رہے کہ صاحبین کے نزدیک کشتی میں بھی جب دوران سر اور متلی نہ ہو بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں، پس کشتی میں قیام ترک کرنے کی وجہ دوران سر اور جی متلانا ہے، امام صاحبؒ نے اس خیال سے کہ اکثر کشتی میں دوران سر ہوتا ہے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز قرار دیا ہے اور صاحبینؒ نے اس کے پائے جانے کو ضروری نہ سمجھا، بہرحال ترک قیام کی وجہ دوران سر ہے، لیکن ریل میں سفر کرنے والے جانتے ہیں کہ دوران سر نہیں ہوتا، ہم دن ورات دیکھتے ہیں کہ ہزاروں آدمی، مرد وعورت، بوڑھے اور بچے ہر ملک کے رہنے والے ریل میں سفر کرتے ہیں اور کسی کو دوران سر نہیں ہوتا، تو اب سمجھنا چاہئے کہ ریل کو کشتی سے کوئی مناسبت اس معنی میں نہیں ہے، پھر قیام کیوں ترک کیا جائے، تخت پر نماز پڑھنے کا جو حکم ہے وہی ریل کے مناسب معلوم ہوتا ہے، تخت میں اگر پہیا لگا کر اس کو چلا دیا جائے، تو اس کا حکم جو نماز پڑھنے کے باب میں تھا وہ بحال رہے گا، پس کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ ریل میں نماز پڑھنے والوں سے قیام ساقط ہو جائے۔ رہا کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں گر جانے کا اندیشہ، سو یہ محض وہم ہے تجربہ اس کے خلاف شہادت دیتا ہے کم سے کم ایک مرتبہ امتحان تو کر لینا چاہئے کہ گرتا ہے یا نہیں گرتا، پہلے سے اس وہم کی بدولت فریضۂ الٰہی کو ترک کرنا کون عقل کی بات ہے۔(۲)

---

(۱) (من تعذر عليه القيام)...... (لمرض) حقيقي وحده أن يلحقه بالقيام ضرر، به يفتىٰ الخ (أو) حكمي بأن (خاف زيادته...... أو دوران رأسه أو وجد لقيامه ألماً شديدًا) الخ (صلى قاعداً) الخ (وإن قدر علىٰ بعض القيام) ولو متكئاً علىٰ عصًا أو حائط (قام) لزومًا بقدر مايقدر (الدر المختار علىٰ رد المحتار، باب صلاة المريض: ۷۰۸/۱)

(۲) (صلى الفرض في فلك) جارٍ (قاعداً بلا عذر صح) لغلبة العجز (وأساء) وقالا: لايصح إلا بعذر وهو الاظهر، برهان (والمربوطة في الشط كالشط) في الأصح (والمربوطة بلجة البحر إن كان الريح يحركها شديداً فكالسائرة وإلا فكالواقفة) (درمختار) (قوله لغلبة العجز): أى لأن دوران الرأس فيها غالب، والغالب كالمتحقق فأقيم مقامه... ==

(۱۷) ریل میں بعض آدمی اس طرح نماز پڑھتے ہیں کہ ریل کے ایک تختہ پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ جاتے ہیں، جیسا کہ کرسی ،موڑھے پر بیٹھتے ہیں اور دوسرے تختہ پر سجدہ کرتے ہیں یہ جائز نہیں ہے ایسا کرنے سے نماز ادا نہیں ہوتی، کیوں کہ اول تو قیام ترک ہوا اور قیام فرض تھا اور دوسرے یہ کہ سجدہ میں گھٹنوں کا زمین پر ٹکنا ضروری تھا وہ بھی ترک ہوا۔(۱) ریل میں اگر قبلہ ایسے رخ پر واقع ہو تو بیچ میں کچھ اسباب رکھ کر ایک تختہ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنی چاہیئے اور سامنے کے تختہ پر سجدہ کرنا چاہیئے اپنا اسباب نہ ہو تو دوسرے مسافروں کے جو بہت سے اسباب موجود ہوتے ہیں ان کی اجازت سے اس کو رکھ سکتے ہیں اور اگر اسباب نہ ہوں یا نہ ملے تو اس طرح نماز نہ پڑھنی چاہیئے، جب اسٹیشن آئے تب نماز پڑھے اگر ریل میں مسافر اس قدر زیادہ ہوں کہ نماز پڑھنے کی کوئی صورت نہ بن پائے اور سجدہ ورکوع نہ ہو سکے تو نماز کو ایسی حالت میں مؤخر کرنا چاہیئے ،اشارہ سے نماز نہ پڑھنی چاہیئے۔(۲)

(۱۸) بعض لوگ اس خیال سے نماز کو ترک کر دیتے ہیں کہ لوگوں کو تکلیف ہوگی یا وہ نماز کے لیے جگہ نہ دیں گے مگر یہ خیال صحیح نہیں ہے، نماز کے لیے کوئی بخل نہیں کرتا۔ اکثر یہ تجربہ ہوا ہے کہ مسلمان تو مسلمان ہندو لوگ بھی نہایت بشاشت سے نماز پڑھنے کے لیے جگہ تھوڑی دیر کے لیے خالی کر دیتے ہیں، پس اس خیال سے نماز کو ترک کر دینا مناسب نہیں ہے، آخر جب انسان مجبور ہوتا ہے تو مسافروں سے اپنے لیٹنے اور سونے کے لیے جگہ کی خواہش کرتا ہے پھر نماز کے لیے جو کہ فریضہ الٰہی ہے کیوں نہ کرے۔

اس وقت یہ چند صورتیں ذہن میں آئیں ان کے متعلق مختصراً لکھ دیا گیا ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۲۴۹-۲۵۶)

## معذور کا تیمّم اور اس کی امامت:

سوال: ایک شخص پر غسل جنابت واجب ہے، نمازِ فجر کے پہلے غسل کرنے میں جبکہ سردی بھی شدید ہے بیمار

== (قوله وأساء):أشار إلٰى أن القيام أفضل لأنه أبعد عن شبهة الخلاف والخروج أفضل إن أمكنه لأنه أمكن لقلبه (قوله وهو الأظهر) وفي الحلية بعد سوق الأدلة: والأظهر أن قولهما أشبه فلا جرم أن في الحاوي القدسي وبه نأخذ.(قوله والمربوطة في الشط الخ) فلا تجوز الصلاة فيها قاعداً اتفاقاً الخ وعلى هذا ينبغي أن لاتجوز الصلاة فيها سائرة مع إمكان الخروج إلى البر، (قوله وإلا فكالواقفة) أي إن لم تحركها الريح شديدًا بل يسيرًا فحكمها كالواقفة فلا تجوز الصلاة فيها قاعداً مع القدرة على القيام. (ردالمحتار،باب صلاة المريض:۱/۷۱۳ و ۷۱۴)

مفتی علامؒ کی بحث سے واضح ہے کہ اگر آدمی گر جاتا ہے تو بیٹھ کر ریل میں نماز درست ہے، ہندوستان کی بعض چھوٹی چھوٹی لائنیں ایسی ہیں جن کی ریل میں کھڑے ہو کر نماز ادا نہیں ہو سکتی ہے آدمی گر جاتا ہے، لہٰذا ان لائنوں کی ٹرین میں بیٹھ کر نماز درست ہوگی۔ واللہ اعلم۔ ظفیر مفتاحی

(۱) و(من فرائضها القيام) بحيث لو مد يديه لاينال ركبتيه الخ (ومنها السجود) بجبهته وقدميه،الخ. (الدرالمختار علىٰ رد المحتار، باب صفة الصلوٰة:۱/۷۱۲)

(۲) اگر اشارہ سے پڑھ ہی لیا تو بعد میں اعادہ ضروری ہے۔انیس

ہونے کا یقین ہے، کیا وہ غسل کا تیمّم کرنے کے بعد وضو کرکے مکان میں نماز فجر ادا کرے، یا مسجد میں جا کر نمازِ فجر ادا کرسکتا ہے، جبکہ وہ اس مسجد کا امام بھی ہے اور اس سے زیادہ لائق شخص موجود بھی نہیں ہے؟

**الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداًو مصلیاً**

اگر پانی گرم کرنے کا انتظام ہے تو پانی گرم کرلیا جائے ورنہ تیمّم کرکے نماز پڑھیں قضا نہ کریں، غسل کیلئے جو تیمّم کیا جائے وہ وضو کیلئے کافی ہوگا۔ اگر وضو مضر نہ ہو تو تیمّم سے پہلے وضو کرلیں۔ تیمّم سے جو نماز ادا کی جائے اس کیلئے ضروری نہیں کہ مکان پر ہی پڑھیں بلکہ مسجد میں جا کر جماعت سے پڑھیں، جماعت ترک نہ کریں، باجازتِ شرع جو شخص تیمّم کرے وہ امامت بھی کرسکتا ہے۔(۱)

**"(أو برد) يهلك الجنب أويمرضه ولوفي المصر إذا لم تكن له أجرة حمام ولامايدفئه" در مختار" قال في البحر: فصار الأصل أنه متى قدرعلى الاغتسال بوجه من الوجوه، لايباح له التيمم إجماعاً الخ".** (ردالمحتار:۱/۱۵۶)(۲)

**"وترجع المذهب بفعل عمروبن العاص رضى اللهتعالىٰ عنه حين صلى بقومه بالتيمم لخوف البرد من غسل الجنابة وهم متوضئون، ولم يأمرهم عليه الصلوٰة والسلام بالإعادة حين علم، الخ".** (۱/۳۶۳)(۳)

عبارت منقولہ سے معلوم ہوا کہ غسل جنابت کا جس نے بحکم شرع تیمّم کیا ہو اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند (فتاویٰ محمودیہ:۵/۲۱۴، ۲۱۵)

---

(۱) **تیمّم کرنیوالے کی امامت:**

۱...... چوں کہ تیمّم وضو اور غسل کا بدل ہے اس لیے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ تیمّم کرنے والے کے لیے جائز ہے کہ وہ امامت کرے اس کے پیچھے وضو کرنے والے اور تیمّم کرنے والے دونوں کی اقتدا صحیح ہے۔ (الفتاویٰ التاتارخانیہ:۱/۲۵۷)

۲...... اگر تیمّم کرنے والے نے امامت شروع کی اور اس کے پیچھے وضو کرنے والے مقتدی ہیں، پھر امام کو نماز کے اندر کوئی حدث لاحق ہوگیا اور اس نے کسی وضو کرنے والے کو بقیہ نماز پڑھانے کے لئے آگے کردیا تو صحیح ہے، اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ وہ کسی دوسرے تیمّم کرنے والے کو امامت کے لیے آگے بڑھادے اور یہ شخص پھر تیمّم کرکے اس کی اقتدا کرلے، یا اگر پانی موجود ہو تو وضو کرلے مگر اس صورت میں وہ بنا نہیں کرے گا بلکہ اس نے سابق میں جو رکعتیں پڑھی تھیں اس کے حق میں باطل ہوجائیں گی۔ البتہ قوم کے حق میں وہ صحیح ہوں گی۔ (الفتاویٰ التاتارخانیہ:۱/۲۵۷، ۲۴۹)۔ (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۱۹۸: انیس)

(۲) الدر المختارمع رد المحتار: ۱/۲۳۴، باب التيمم، سعيد. وكذا في التاتارخانية:۱/۲۴۵، نوع آخرفي بيان من يجوزله التيمم،إدارة القرآن كراچی. وكذا في النهرالفائق :۱/۹۹،باب التيمم.

(۳) البحرالرائق:۱/۶۳، كتاب الصلوة،باب الإمامة، رشيديه.

## تیمّم کن چیزوں پر جائز ہے:

سوال: کیاان چیزوں سے تیمّم کر سکتے ہیں؟

(۱) صراحی، گھڑا، مٹکا وغیرہ خواہ اس میں پانی بھرا ہوا ہو یا نہ ہو بلکہ خشک ہو اور اس کے اوپر گرد نہ ہو۔

(۲) ایسی دیوار جس پر سفیدی ہو چکی ہو خواہ خالص چونہ سے یا چونہ میں نیل یا کوئی رنگ ملانے کے بعد۔

(۳) عورتیں عموماً مٹی بھگو کر جمع کر لیتی ہیں اور اس کے خشک ہو جانے کے بعد اس سے تیمّم کرتی رہتی ہیں۔

(۴) چولہے کی راکھ سے خواہ وہ لکڑی وغیرہ کسی پاک چیز کی ہو یا گوبر کے اپلوں یا کنڈوں کی جو خشک ہونے کے بعد جل کر راکھ ہو گئے ہوں۔

(۵) ریل گاڑی یا بس اور موٹر کار کی سیٹ پر خواہ اس پر گرد ہو یا نہ ہو یا معمولی گرد ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

پہلے تین نمبروں میں مذکورہ اشیاء سے تیمّم جائز ہے نمبر چار سے جائز نہیں اور نمبر پانچ پر گرد ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔(۱) قاعدہ یہ ہے کہ جو چیز نہ جلانے سے جلے، نہ پگھلانے سے پگھلے اس پر تیمّم جائز ہے مگر راکھ پر جائز نہیں اور جو چیز جل جائے یا پگھل جائے اس پر تیمّم جائز نہیں مگر چونہ پر جائز ہے۔

---

(۱) عن حمادؒ قال: تیمم بالصعید والجص والجبل والرمل. (مصنف ابن أبی شیبه، ۱۹۶، مایجزی الرجل فی تیممه، ج اول،ص ۱۴۸،نمبر۱۷۰۴)

تیمّم کے لیے پاک مٹی ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ نے تیمّم کے لیے حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے:

’’فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْداً طَيِّباً‘‘۔یعنی تیمّم کرو پاک مٹی سے۔

اور’’صعید‘‘عربی زبان میں مٹی اور جو چیزیں زمین کے اوپری حصہ پر ہوں ان کو کہا جاتا ہے۔

اس لیے مٹی کی جنس کی تمام چیزوں جیسے پہاڑی نمک، سرمہ، ریگ، پتھر اور اس کی تمام اقسام عقیق، زبرجد، فیروزہ، سنگ مرمر، ہڑتال اور ہر قسم کی مٹی چاہے لال ہو سبز ہو، کالی ہو یا کسی رنگ کی ہو، نیز سنکھیا، گچ، چونا، گیرو، سیمنٹ، کچی یا پکی اینٹ، مٹی کے کچے یا پکے برتن اگر ان پر روغن نہ چڑھایا گیا ہو، مٹی، سمنٹ یا اینٹ، پتھر کی دیوار پر تیمّم جائز ہے، چاہے ان پر گرد و غبار ہو یا نہ ہو۔(ھدایۃ:۱/۵۳،منیۃ المصلی:ص ۲۳۔ردالمحتار:۱/۲۴۰،وغیرہ)

اگر کوئی ایسی چیز ہو جس سے تیمّم جائز نہیں، مگر وہ مٹی وغیرہ سے مل جائے تو غالب کا اعتبار رہو گا۔اگر مٹی کی جنس غالب ہے تو تیمّم جائز ہوگا۔(الفتاویٰ التاتارخانیہ:۱/۲۴۲)

اگر کسی نجس چیز پر غبار ہو اور وہ غبار اس پر خشکی کی حالت میں پڑا ہو اور اس سے تیمّم کرنے میں نجاست کے کسی جز کے آنے کا خوف نہ ہو تو اس سے تیمّم جائز ہے، جیسے کوئی کپڑا ناپاک ہو اور اس کے خشک ہونے کے بعد اس پر غبار پڑ گیا ہو تو اس کے غبار سے تیمّم جائز ہے۔(الفتاویٰ التاتارخانیہ:۱/۲۴۰)

اگر کوئی زمین ناپاک ہو کر خشک ہو جائے اور نجاست کا اثر زائل ہو جائے تو گرچہ اس پر نماز پڑھنا جائز ہے مگر تیمّم جائز نہیں ہے، کیوں کہ نجس مٹی گرچہ طاہر ہے مگر وہ مطہر نہیں ہے۔البتہ اگر مجبوری ہو اور کوئی دوسری مٹی نہ ہو تو درست ہے۔(الفتاویٰ التاتارخانیہ:۱/۲۴۲)

اگر مٹی اپنی ملکیت کی نہ ہو اور نہ ہی مباح ہو (جیسے سڑک وعام غیر مزروعہ اراضی نہ ہو) تو بغیر اجازت دوسرے کی زمین سے تیمّم جائز نہیں۔(طہارت کے احکام ومسائل،صفحہ ۱۷۹ تا ۱۸۱،انیس قاسمی)

قال في التنوير: بمطهر من جنس الأرض وإن لم يكن عليه نقع، فلايجوز بمنطبع ومترمد. وفي الشرح: إلا رماد الحجر فيجوز كحجر مدقوق أومغسول، وحائط مطين أومجصص، وأوان من طين غيرمدهونة، آه، وقال في الشامية: (قوله من جنس الأرض الخ) الفارق بين جنس الأرض وغيره أن كل ما يحترق بالنار فيصير رماداً كالشجروالحشيش أوينطبع ويلين كالحديد والصفروالذهب والزجاج ونحوها فليس من جنس الأرض، ابن كمال عن التحفة، آه. (التنوير مع الدرالمختار مع ردالمحتار، باب التيمم: ۱/۲۲۰) فقط والله تعالیٰ اعلم

۳۰/ربیع الآخر ۱۳۸۹ھ (احسن الفتاویٰ: ۲/۵۷-۵۸)

## پکی اینٹ پر تیمّم کا حکم:

سوال: کیا پکی اینٹ پر جو بھٹھہ میں پکی ہوئی ہو اس پر تیمّم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (محمد رفیق ٹھیکیدار، لاہور)

الجواب

جائز ہے۔

وأما التيمم بالآجر فعند أبي حنيفة رحمه الله تعالیٰ يجوز مطلقاً دق أولا، لأنه من أجزاء الأرض وإن شوى وتصلب بمنزلة النورة. (كبيرى: ص۵۷) فقط والله تعالیٰ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس، ملتان، ۱۵/۵/۱۴۰۸ھ (خیر الفتاویٰ: ۲/۱۲۴)

## مسجد کی زمین پر تیمّم کرنے کا حکم:

سوال: مسجد کی زمین میں تیمّم درست ہے یا نہیں؟

الجواب

اس وقت روایت نہیں ملی مگر کہیں دیکھا ہے کہ مکروہ ہے۔(۱) تتمہ اولیٰ صفحہ:٦ (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۷۲تا۷۳)

---

(۱) مسجد کی مٹی سے تیمّم کرنے کی دو صورتیں ہیں:

اول: ضرورت کی وجہ سے مثلاً کوئی شخص مسجد میں سویا اور اسے غسل کی حاجت پیش آ گئی اور فوراً باہر نکلنا تاریکی یا بارش وغیرہ اعذار کی وجہ سے ممکن نہ ہو تو تیمّم کر لینا مستحب ہے تاکہ جنابت کی حالت میں مسجد میں ٹھہرنا لازم نہ آئے تمام فقہائے احناف نے یہ مسئلہ لکھا ہے لیکن کسی نے یہ نہیں لکھا کہ مسجد کی مٹی سے تیمّم نہ کرے بلکہ سب کی عبارتیں مطلق ہیں۔

ولو كان نائماً فاحتلم والماء خارجه وخشي من الخروج يتيمم وينام فيه إلى أن يمكنه الخروج قال في المنية: وإن احتلم في المسجد تيمم للخروج إذا لم يخف وإن خاف يجلس مع التيمم، آه (شامی: ۱/۲۲۵، باب التيمم)

لہٰذا اگر وہاں کوئی اور مٹی نہ ہو تو مسجد کی مٹی سے تیمّم کر لینا جائز ہے۔ لإطلاق الروايات۔

البتہ حضرات شوافع نے لکھا ہے کہ اس صورت میں بھی مسجد کی مٹی سے تیمّم نہ کرے اور مٹی ہو تو تیمّم کرے ورنہ بغیر تیمّم کے جنابت کی... ==

## مسجد کی دیوار پر تیمّم:

سوال: مسجد کی پختہ دیوار جس پر چونہ کی قلعی رہتی ہے اس پر تیمّم جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

مسجد کی دیوار پر اگر کوئی تیمّم کرلے تو اس کا تیمّم ہوجائے گا اور نماز درست ہوگی۔(۱) لیکن مسجد کی دیوار پر تیمّم کرنا مسجد کی نظافت کے خلاف ہے اس لیے اس پر تیمّم نہیں کرنا چاہئے نیز چونے پر تیمّم کرنے میں فقہا کا اختلاف ہے اس لئے چونے پر تیمّم کرنے میں احتیاط مناسب ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی۔۳/۴/۶۹ ۱۳ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۷۷)

== حالت ہی میں مسجد میں ٹھہرا رہے، لیکن امام نوویؒ نے اعتراض کیا ہے کہ اگر ضرورت کی وجہ سے کوئی شخص مسجد کی تھوڑی سی مٹی استعمال کرلے تو اس میں کراہت کی کیا وجہ؟ امام زرکشی محمد بن عبداللہ شافعی (ولادت ۷۴۵ھ وفات ۷۹۴ھ) اعلام الساجد باحکام المساجد، ص ۳۱۷ میں لکھتے ہیں:

يجوز المكث للجنب في المسجد للضرورة بأن نام في المسجد واحتلم ولم يمكنه الخروج لإغلاق الباب أو الخوف على نفسه أوماله،قال في الروضة:ويجب أن يتيمم إن وجد غيرتراب المسجد ولا يتيمم بترابه آه (إلى قوله) و قول الرافعي:ولايتيمم بتراب المسجد كما لولم يجد إلاتراباً مملوكاً،نازعه فيه النووي في شرح التنبيه ،فقال هكذا قال تبعاً لصاحبي التهذيب والتتمة، وفيه نظر،وأي مانع يمنع عن غبار يسيرللضرورة ؟ والفرق بينه وبين المملوك ظاهر، وقال الروياني في البحر: لو احتلم في المسجد أوخاف العسس (الشرطة التي تطوف ليلاً للحراسة)يتيمم بغيرتراب المسجد،فإن لم يجد إلا تراب المسجد لايتيمم ،كما لو وجدت فيه تراباً مملوكاً للغير،ولكنه لو تيمم به جاز.آه.

دوم: بلاضرورت مسجد کی مٹی سے تیمّم کرنا۔ یہ مکروہ ہے۔

قال في الأشباه في أحكام المساجد : ومنها منع أخذ شيء من أجزائه ، قالوا في ترابه : إن كان مجتمعاً جاز الأخذ منه ومسح الرجلِ عليه ،وإلا لا،آه قال الحموي: قوله وإلا لا، أقول : لأن المجتمع المنبسط بمنزلة أرض المسجد فيكره أخذه يعني على سبيل الاستعمال، وأما إذا أخذه للتبرك فجائز كما قالوا في تراب الكعبة.هذا، واعلم أن هذا الحكم كان حيث كانت المساجد لا تنبسط أما الآن فإزالة التراب ورفعه قربة،اھ۔

علامہ حمویؒ کے قول واعلم الخ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کراہت اس مٹی سے تیمّم کرنے میں ہے جو مسجد کا جز ہے لیکن اگر مسجد کے پکے فرش پر غبار ہو تو چونکہ وہ مسجد کا جز نہیں ہے، اس لئے اس سے تیمّم کرنا جائز ہوگا۔ واللہ سبحانہ اعلم۔ سعید احمد پالنپوری

(۱) فيجوز كحجر مدقوق أومغسول،وحائط مطين أومجصص. (الدر المختار على رد المحتار،باب التيمم:۱/۴۰۶)

(۲) اگر کوئی شخص مسجد میں ہو اور اسے جنابت لاحق ہوجائے یا حدث کی حالت میں ہو اور وہ مسجد کے فرش یا دیواروں پر تیمّم کرلے تو جائز ہوگا۔ لیکن بلاضرورت عام حالات میں مسجد کی زمین ومٹی سے تیمّم نہیں کرنا چاہیے۔ علما نے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔ (طہارت کے احکام ومسائل، انیس)

(ويجوزالتيمم عند أبي حنيفة ومحمد بكل ماكان من جنس الأرض كالتراب والرمل والحجر والجص والنورة والكحل والزرنيخ وقال أبويوسفؒ لايجوز إلابالتراب والرمل. (الهداية، باب التيمم:۱/۵۱)

## مسجد کی دیوار یا چھت پر تیمّم کرنا:

سوال: مسجد کی دیوار یا چھت پر تیمّم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے(۱) لیکن اس میں سوئے ادبی ہے، کیوں کہ جس مٹی سے نجاست کا ازالہ کیا وہ مٹی قابل تعظیم ہے۔

**الأشباه والنظائر** میں ہے: **منها منع أخذ شيء من أجزء اه قالوا: في ترابه إن كان مجتمعاً جاز الأخذ منه ومسح الرجل عليه وإلا لا، انتهى**

ابوالحسنات محمد عبدالحئیؒ (مجموعہ فتاویٰ عبدالحئی: ۱۹۳) ☆

## تیمّم میں کم از کم کتنا بڑا ڈھیلا ہونا چاہئے اور کلوخِ تیمّم سے استنجا کا حکم:

سوال: دو مسئلے دریافت کرنے کی ضرورت ہے کہ:

(۱) کم سے کم کتنے چھوٹے ڈھیلے پر تیمّم ہوسکتا ہے یا چھوٹی چھوٹی دو ڈلی ہوں ان دونوں کو ایک جگہ کر کے بھی ہو جاتا ہے، بعض دفعہ کوئی آدمی پاس نہیں ہوتا، ایسا اتفاق مجبوری میں ہوا۔

(۲) دوسرا یہ مسئلہ ہے کہ جس ڈھیلے سے تیمّم کیا ہو اس سے استنجا پاک کرنے میں کوئی حرج تو نہیں اس میں سے توڑ کر ڈھیلہ سے استنجا کرلیں؟

الجواب

**قال في الدر: (هو)......(قصد صعيد)......(مطهر)......(واستعماله) حقيقةً أو حكماً ليعم التيمم**

---

(۱) قال انطلقت مع ابن عمر في حاجة إلى ابن عباس ..... حتى إذا كان الرجل أن يتوارى في السكة، فضرب بيديه على الحائط ومسح بهما وجهه. (أبو داود، باب التيمم في الحضر، ص۵۳، نمبر ۳۳۰، انیس)

والمسئلة كذا في فتاویٰ محمودیہ ۵/۱۹۲

☆ **مسجد کی مٹی پر تیمّم کا حکم:**

سوال: تیمّم کی ضرورت پڑنے پر مسجد کی دیواروں سے تیمّم کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب

مسجد کی دیوار یا فرش پر تیمّم کرنا مکروہ ہے کیونکہ تیمّم کی صورت میں یہ مٹی حدث کے لیے مزیل (زائل کرنے والی، انیس) ہے، جو مٹی یا پتھر مسجد میں نصب اور قائم ہو وہ واجب التعظیم ہونے کی وجہ سے اس کی طرف ازالۂ حدث کی نسبت بے ادبی کے مترادف ہے، البتہ اگر دیوار یا فرش کی مٹی کسی نے جمع کر کے مسجد کے ایک کونے میں رکھی ہو تو پھر اس پر تیمّم جائز ہے کیونکہ مٹی کو اکٹھا کر کے کسی کونے میں رکھنا مسجد سے خارج ہونے کے معنی میں ہے اور مسجد کی مٹی جب مسجد سے باہر نکالی جائے تو اس کا تقدس اور حرمت باقی نہیں رہتی۔

**قال قاضي خانؒ: ويكره مسح الرجل من طين الردغة بأسطوانة المسجد أو بحائطه وإن مسح بتراب في المسجد إن كان ذلك التراب مجموعاً في ناحية غير منبسط لا بأس به وإن كان منبسطاً مفروشاً يكره لأنه بمنزلة أرض المسجد. (فتاویٰ قاضيخان علیٰ هامش الهندية، فصل في المسجد: ۱/۶۵)**۔ (فتاویٰ حقانیہ: ۲/۵۵۰)

بالحجر الأملس (بصفة مخصوصة) هذا يفيد أن الضربتين ركن، وهو الأصح الأحوط (إلٰى أن قال) وركنه شيئان: الضربتان، والاستيعاب، وشرطه ستة: النية، والمسح، وكونه بثلاث أصابع فأكثر، آه، قال الشامی تحت (قوله وهو الأصح الأحوط): هذا ما ذهب إليه السيد أبوشجاع، وصححه الحلوانی، وفی النصاب: وهذا استحسان وبه نأخذ، وهو الأحوط. وقيل ليسا بركن، وإليه ذهب الإسبيجابی وقاضی خان، وإليه مال فی البحر والبزازية والإمداد، وقال فی الفتح: إنه الذی يقتضيه النظر، ولأن المأمور به فی الآية المسح ليس غير، ويحمل قوله عليه السلام: "التيمم ضربتان" إما علٰى إرادة الضربة أعم من كونها على الأرض أو على العضو مسحاً أو أنه خرج مخرج الغالب، آه، وأقره فی الحلية، ورجحه فی شرح الوهبانية، آه، (وفيه بعد سطر أيضاً): لو كنس داراً أو هدم حائطاً أو كال حنطةً فأصاب وجهه وذراعيه غبار لم يجزه ذلک عن التيمم حتی يمر يده عليه، آه (وبعد سطر) وإذا ألقت الريح الغبار علٰى وجهه ويديه فمسح بنية التيمم أجزأ على الثانی دون الأول. (الدر المختار مع رد المحتار، باب التيمم: ج ۱ ص ۲۳۷)

احوط یہ ہے کہ ڈھیلا اتنا بڑا ہو جس پر دونوں ہاتھ سے ایک دفعہ ضرب کرسکیں، یا کہ کم از کم اتنا بڑا کہ ایک ہاتھ پورا یعنی ہتھیلی مع انگلیوں کے اس پر آ جائے اور یکے بعد دیگرے دونوں ہاتھوں کو اس پر مار سکیں کیونکہ بعض علما کے نزدیک ضرب تیمّم کا رکن ہے(۱) اور استنجا میں تیمّم کا ڈھیلا استعمال کرنا جائز ہے مگر اچھا نہیں، فقہا نے ناپاک جگہ وضو کرنے کو خلاف ادب کہا ہے اور وجہ یہی لکھی ہے کہ وضو کا پانی قابل حرمت ہے، پس ایسے ہی تیمّم کا ڈھیلا بھی ہے۔

۶ / ربیع الاول ۴۵ھ (امداد الاحکام جلد اول ص ۳۸۶ و ۳۸۷)

## ایک جگہ متعدد بار تیمّم درست ہے یا نہیں:

سوال: اکثر مسجدوں میں دیکھا گیا ہے کہ تیمّم کرنے کے واسطے مٹی کا ایک گولہ بنا لیتے ہیں اور اس پر تیمّم کرتے ہیں، ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اس گولہ پر صرف ایک مرتبہ تیمّم درست ہے، اس پر بار بار تیمّم نہیں کر سکتے ہیں، کیوں کہ اس پر نجاست حکمی اترتی ہے یہ صحیح ہے یا نہیں؟

**الجواب**

اس مٹی کے گولہ پر بار بار تیمّم کرنا درست ہے اور اس پر نجاست حکمی کا اثر نہیں ہوتا جو شخص ایسا کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے۔

(۱) عن عمار ابن ياسرؓ أنه كان يحدث أنهم تمسحوا وهم مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بالصعيد لصلاة الفجر فضربوا بأكفهم الصعيد ثم تمسحوا وجوههم مسحةً واحدةً ثم عادوا فضربوا بأكفهم الصعيد مرةً أخرىٰ فمسحوا بأيديهم كلها إلى المناكب والآباط من بطون أيديهم. (أبوداؤد، باب التيمم، ص ۵۷، نمبر ۳۱۸)

اس حدیث میں بھی ضرب ہی کا تذکرہ ہے۔ انیس الرحمٰن قاسمی

درمختار میں تصریح ہے کہ ایک جگہ پر بار بار تیمّم کرنا صحیح ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۲۶۱) ☆

## نمک پر تیمّم کرنے کا حکم:

سوال: اگر نمک کا بڑا ڈھیلا رکھا ہوا ہو تو اس پر تیمّم کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

سمندری نمک کے ڈھیلے پر نہیں کر سکتے، پہاڑی نمک پر تیمّم کر سکتے ہیں۔

**ولو تيمم بالملح نظر إن كان مائياً أى كان مآءً فجمد لايجوز لأنه ليس من أجزاء الأرض وإن كان جبلياً أى معدنياً وهو مااستحال ملحاً من أجزاء الأرض يجوز به التيمم لأنه من جنس الأرض الخ وقال قاضيخان: واختلفوا فى الجبلى والصحيح هو الجواز. اهـ. (كبيرى: ص ٦٧) فقط والله اعلم**

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان، ۲۲/۶/۱۴۰۹ھ

الجواب صحیح: بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ، رئیس الافتاء (خیر الفتاویٰ:۲/۱۲۰) ☆

(۱) وأما إذا تيمم جماعة من محل واحد فيجوز كماسيأتى فى الفروع لأنه لم يصر مستعملاً، إذ التيمم إنما يتأدى بما التزق بيده لابما فضل كالماء الفاضل فى الإناء بعدوضوء الأول، وإذا كان علٰى حجر أملس فيجوز بالأولٰى، نهر. (ردالمحتار، باب التيمم، تحت قوله بمطهر:۱/۲۲۰، ظفیر)

## ☆ ایک ہی جگہ سے بار بار تیمّم کرنا درست ہے:

سوال والد صاحب بہت زیادہ عمر رسیدہ ہیں وضو کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ایک بڑا سا مٹی کا ڈھیلا ان کے پاس رکھا ہوا ہے جس پر وہ بار بار بوقتِ نماز تیمّم کرتے رہتے ہیں۔ کیا بار بار اس ایک ہی ڈھیلے پر تیمّم کرنا جائز ہے یا اسے بدلنا چاہئے؟ بینوا توجروا۔ (العبد سیف اللہ خالد قادری، لاہور)

الجواب

ایک ہی ڈھیلے پر بار بار تیمّم کرنا درست ہے۔

**وإذا تيمم مراراً من موضع واحد جاز، كذا فى التاتارخانية. (عالمگیری: ج۱ص۲۶) فقط والله تعالىٰ اعلم**

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان، ۲۶/۷/۱۳۹۸ھ (خیر الفتاویٰ:۲/۱۲۴)

## ☆ نمک پر تیمّم کرنے کا حکم:

سوال: جناب محترم مفتی صاحب! ایک آدمی نمک کی کان میں کام کرتا ہے، اگر وہاں اس کو تیمّم کی ضرورت پڑ جائے اور گرد و نواح میں مٹی بھی موجود نہ ہو تو کیا یہ شخص نمک پر تیمّم کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

پہاڑی نمک چونکہ زمین ہی کے اجزا میں سے ہے اس لئے اس پر تیمّم کرنا شرعاً جائز ہے، تاہم جو نمک سمندر کے پانی سے بنا ہوا ہو اس پر تیمّم کرنا جائز نہیں ہے۔

**كما قال العلامة إبراهيم الحلبىؒ: "ولو تيمم بالملح نظر إن كان مائياً أى كان ماءً فجمد لايجوز لأنه ليس من أجزاء الأرض وإن كان جبلياً أى معدنياً وهو ما استحال ملحاً من أجزاء الأرض يجوز به التيمم لأنه من جنس الأرض". (كبيرى، باب التيمم: ص ٦٧) (قال العلامة قاضى خانؒ: "اختلفوا فى الجبلى والصحيح هو الجواز". (فتاوىٰ قاضى خان، فصل فيما يجوز به التيمم: ج ١ ص ٢٦ / ومثله فى البحر الرائق، باب التيمم: ج١ص٤٧)۔ (فتاویٰ حقانیہ:۲/۶۱۴)**

## کوئلہ سے تیمّم کرنا:

سوال: کوئلہ دو قسم کا ہوتا ہے:(۱) جبلی (پہاڑی) کوئلہ جو کہ کان سے نکالا جاتا ہے(۲) اور ایک وہ جو لکڑی کو جلا کر اس سے کوئلہ بنایا جاتا ہے، کیا جبلی (پہاڑی) کوئلہ اور اس کی بنی ہوئی راکھ پر تیمّم کرنا جائز ہے؟

الجواب

جبلی کوئلہ چونکہ حکماً پتھر ہے اس لئے یہ جنس الارض سے شمار ہوگا جس پر تیمّم صحیح اور درست ہے، اسی طرح اس کی راکھ پر بھی تیمّم صحیح ہے۔(۱)

**قال الحصکفیؒ: "(ومترمد) بالاحتراق إلا رماد الحجر فیجوز کحجر مدقوق أو مغسول". (الدر المختار علیٰ صدر رد المحتار، باب التیمم: ج ۱ ص ۲۴۰)** (فتاویٰ حقانیہ، جلد دوم صفحہ ۶۰۹)

## جبلی کوئلہ اور اس کی راکھ پر تیمّم:

سوال: جہاز میں اگر مٹی نہ مل سکے تو بوقت ضرورت جو جبلی کوئلہ جہاز میں جلایا جاتا ہے اس پر تیمّم کرنا جائز ہے یا نہیں، اس کوئلہ کو اصلی جبلی سوختہ ہونے کا حکم دے کر عدم جواز ہوگا یا سیاہ پتھر کا حکم دے کر جواز کا حکم ہوگا؟

الجواب

بندہ کے نزدیک جبلی کوئلہ اور اس کی راکھ پر تیمّم کرنا جائز ہے، کیوں کہ ان کا حکم حجر کا ہوگا۔(۲)

**ولا (بمنطبع) ......(ومترمد) بالاحتراق إلا رماد الحجر فیجوز کحجر مدقوق. (الدر المختار علیٰ صدر رد المحتار، باب التیمم: ۱/۱۶۰)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ خلیل احمد عفی عنہ (فتاویٰ مظاہر العلوم: ۱/۱)

## پتھر، لکڑی اور کپڑے وغیرہ پر تیمّم کا حکم

لکڑی، پتھر، کپڑا، پختہ فرش یا دیوار، خشک یا سبز گھاس ان میں کسی پر ذرا بھی غبار نہ ہو تو تیمّم درست ہے یا نہیں؟

الجواب

لکڑی، کپڑے پر بدون غبار کے تیمّم درست نہیں، اسی طرح گھاس سبز اور خشک کا حکم ہے۔(۳)

---

(۱-۲) **عن الشعبی قال یتیمم بالکلأ والجبل یعنی ما یقع علی الجبل من التراب. (مصنف عبد الرزاق، باب الذی لا یجد تراباً یتیمم بغیرہ:** ،ج اول، ص ۱۶۹، نمبر ۸۳۷/ **مصنف ابن أبی شیبة، باب ما یجزی الرجل فی تیممه**، ج اول، ص ۱۴۸، نمبر ۱۷۰۶، انیس)

(۳) **ولایجوز عندنا بما لیس من جنس الأرض وهوما یلین بالنار أو یترمد کالذهب والفضة الخ وکالحنطة وسائر الحبوب والأطعمة من الفواکه وغیرها وأنواع النباتات مما یترمد بالنار إذا لم یکن علیه غبار. (غنیة المستملی:** ص ۴۷، **باب التیمم**، ظفیر)

اور پتھر، دیوار، خشت خام وپختہ وچونہ پر بلا غبار بھی تیمّم درست ہے۔(۱)
لکڑی وغیرہ پر تھوڑا غبار بھی کافی ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دار العلوم:۱/۲۴۴)

## راکھ پر تیمّم کرنے کا حکم:

سوال: گوبر کی راکھ پر تیمّم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ سنا ہے کہ راکھ پاک ہوتی ہے۔
(محمد طیب طاہر، نقشبند کالونی، ملتان)

الجواب

راکھ پاک ہوتی ہے۔ السرقين إذا أحرق حتى صار رماداً فعند محمد يحكم بطهارته وعليها الفتوىٰ، اھ . (عالمگیری: ج۱ص۴۳) مگر اس پر تیمّم اس لئے جائز نہیں کیونکہ یہ جنسِ ارض سے نہیں۔ كل ما يحترق فيصير رماداً كالحطب والحشيش ونحوهما أوما ينطبع ويلين كالحديد والصفر و النحاس والزجاج وعين الذهب والفضة ونحوها فليس من جنس الأرض......(إلىٰ قوله) ولا يجوز بالرماد والعنبر اھ (عالمگیری: ج۱ص۱۴) فقط واللہ اعلم احقر محمد انور عفا اللہ عنہ۔ (خیر الفتاویٰ:۲/۱۲۶) ☆

(۱) ويجوز التيمم عند أبي حنيفة ومحمد بكل ما كان من جنس الأرض كالتراب والرمل والحجر والجص والنورة والكحل والزرنيخ الخ ثم لايشترط أن يكون عليه غبار. (الهداية، باب التيمم، ۱/۵۱، ظفیر)
(۲) وكذا يجوز بالغبار مع القدرة على الصعيد عند أبي حنيفة ومحمد لأنه تراب رقيق. (هداية:۱/۵۱) ولو أن الحنطة أو الشيء الذى لايجوز عليه التيمم إذا عليه الغبار فضرب يده عليه وتيمم ينظر إن كان يستبين أثره بمده عليه جاز وإلا فلا. (رد المحتار، باب التيمم، ۱/۲۲۲، ظفیر)

عن الشعبي قال: يتيمم بالكلأ والجبل يعني ما يقع على الجبل من التراب (مصنف عبد الرزاق، باب الذى لا يجد تراباً يتيمم بغيره، ج اول، ص۱۶۹، نمبر ۸۳۷/ مصنف ابن ابى شيبة ، باب ما يجزى الرجل في تيممه، ج اول، ص۱۴۸، نمبر ۱۷۰۶)

جو چیزیں مٹی کی قسم سے نہ ہوں جیسے لکڑی، سونا، چاندی، کپڑا، لوہا، تانبا، پلاسٹک، نمک، موتی، شیشہ، عنبر، کافور، مسک، لکڑی ولوہے وغیرہ کے برادے اور جملہ پھل واناج وغیرہ ان پر تیمّم جائز نہیں۔ البتہ اگر ان پر گردوغبار ہو تو ان پر اس غبار کی وجہ سے مسح جائز ہے۔ سونا چاندی وغیرہ میں اگر خام مٹی ملی ہوئی ہو تو ان پر تیمّم جائز ہے۔ (ردالمحتار:۱/۲۴۰) (طہارت کے احکام ومسائل، ۱۷۹، ۱۸۰، انیس)

## ☆ راکھ پر تیمّم کرنے کا حکم:

سوال: راکھ پر تیمّم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

تیمّم کیلئے جنس الارض ہونا ضروری ہے، فقہاء کرامؒ نے جنس الارض کی پہچان کے بارے میں فرمایا ہے کہ جنس الارض ہر وہ شے ہے جو جلانے سے نہ راکھ بنے اور نہ پگھل جائے، چونکہ راکھ اس شے سے بنتی ہے جو جل کر راکھ بن جاتی ہے جس پر جنس الارض کی تعریف صادق نہیں آتی، اس لئے طہارت کے باوجود اس سے تیمّم کرنا جائز نہیں ہے۔

قال العلامة أبوبكر الكاسانيؒ: "جنس الأرض: فكل مايحترق بالنار فيصير رماداً كالحطب والحشيش ونحوهما أوماينطبع ويلين كالحديد والصفر والنحاس والزجاج وعين الذهب والفضة ونحوها فليس من الأرض وماكان بخلاف ذلک فهو من جنسها". (بدائع الصنائع، فصل فى بيان مايتيمم به: ج ۱ ص ۵۳) (وفى الهندية مثله، الباب الرابع فى التيمم، الفصل الأول: ج ۱ ص ۲۶) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۶۱۰)

## بس کی دیوار وغیرہ پر تیمّم کرنے کا حکم:

سوال: ایک شخص بس میں سفر کررہا ہے اور نماز کا وقت ہوگیا بس میں وضو کا انتظام نہیں ہے اور نہ بس رکتی ہے تو یہ شخص بس کی دیوار پر تیمّم کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

بس کی دیوار وغیرہ پر اگر غبار ہے تو تیمّم کرسکتا ہے ورنہ نہیں کرسکتا ہے۔

ہدایہ میں ہے:

**ویجوز التیمم عند أبی حنیفة ومحمد بکل ما کان من جنس الأرض من التراب الرمل والحجر والجص... وکذا یجوز بالغبار. (الهدایة: ۵۱/۱، باب التیمم)**

جدید فقہی مسائل میں ہے:

''ٹرین بس وغیرہ کی دیوار عموماً لوہے یا لکڑی یا پلاسٹک کی ہوتی ہیں ان پر تیمّم کرنا درست نہیں ہے، البتہ عموماً سفر کے دوران ان پر گرد وغبار جم جاتا ہے اور امام ابوحنیفہ کے یہاں گرد وغبار پر بھی تیمّم کیا جاسکتا ہے۔ (جدید فقہی مسائل: ۹۸/۱) (۱) واللہ اعلم (فتاویٰ دار العلوم زکریا، جلد اول: ص ۱۵۷)

## گدّا یا تکیہ پر تیمّم کا حکم:

سوال: ایک شخص صاحبِ فراش ہے اور ڈاکٹروں نے اس کو پانی کے استعمال سے منع کیا ہوا ہے، کیا وہ گدّا یا تکیہ پر تیمّم کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

ایسا صاحبِ فراش جس کو ڈاکٹروں نے پانی کے استعمال سے منع کیا ہو اس کے لئے گدّا اور تکیہ پر تیمّم کرنا جائز ہے

---

(۱) گرد وغبار کسی چیز پر ہو جیسے گاڑی، بس، ہوائی جہاز، ٹرین یا خود اپنا بدن یا کسی حلال جانور کے جسم پر ہو تو ان سے تیمّم جائز ہے۔ تکیہ، گدا وغیرہ پر اگر گرد اتنی ہو کہ ہاتھ مارنے سے اڑے تو ان پر تیمّم جائز ہے۔ راکھ سے تیمّم جائز نہیں۔ الاّ یہ کہ وہ راکھ پتھر یا مٹی کی ہو۔ (رد المحتار: ۲۴۰/۱)

گھاس وغیرہ پر اگر گرد وغبار ہو تو اس پر تیمّم کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح اگر گرد وغبار اڑ کر منھ اور ہاتھوں پر پڑ جائے اور ہاتھ سے مل لے تو تیمّم جائز ہوگا۔ (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۱۸۰، انیس الرحمٰن)

**قال إبراهیم الحلبیؒ: ''ولایجوز عندنا بمالیس من جنس الأرض وهومایلین بالنارأویترمد کالذهب والفضة والحدید والرصاص والصفروالنحاس ونحوها مماینطبع ویلین بالنارو کالحنطة وسائرالحبوب والأطعمة من الفواکه وغیرها وأنواع النبات ممایترمد بالنار إذا لم یکن علیها غبار وإن کان علیٰ هذه الأشیاء المذکورة غباریجوزالتیمم بغبارعند أبی حنیفة ''الخ. (کبیری، باب التیمم: ج۱ص۶۷، انیس)**

جبکہ اس پر غبار ہو، جیسا کہ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

**والصحیح قول أبی حنیفة رحمه الله تعالیٰ، وصورة التیمم بالغبارأن یضرب بیده ثوباً أولبداً أووسادةً أوما أشبهها من الأعیان الطاهرة التی علیها غبارفإذاوقع الغبارعلیٰ یده تیمم"اه(تاتارخانیة،باب التیمم: ج۱ص۲۴۰)** (۱) (فتاویٰ حقانیہ، جلد دوم، صفحہ ۶۱۰)

## تیمّم کے وقت کپڑے کی نجاست کو دور کرنے کا حکم:

سوال: زید کے پاس ایک ہی کپڑا پاک تھا وہ بھی ناپاکی سے مل کرناپاک ہوگیا تو کیا تیمّم کے باوجود اس ناپاک کپڑے کو جس قدر نجاست لگی ہے دھوکر پہن کر نماز پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

**الجواب ــــــــــــــــــــ حامداًومصلیاً**

ناپاک کپڑے کو جس قدر نجاست لگی ہو اس کا دھونا ضروری ہے، چاہے غسل سے نماز پڑھی جائے یا تیمّم سے، تیمّم کی وجہ سے اس کے حکم میں فرق نہیں آیا۔ (۲) (فتاویٰ محمودیہ: ۱۸۹/۵) ☆

## بیمار کو نجاست لگی ہو اور پانی نقصان کرے تو وہ طہارت کیسے حاصل کرے گا:

سوال: بیمار آدمی کے بدن پر نجاست لگی ہوئی ہے پانی نقصان کرتا ہے تو کس طرح طہارت حاصل کرے؟

---

(۱) **قال إبراهیم الحلبیؒ:"ولایجوزعندنابمالیس من جنس الأرض وهومایلین بالنارأویترمد کالذهب والفضة...الخ.(کبیری،باب التیمم: ج۱ص۶۷،ومثله فی مجموعة الفتاویٰ،کتاب الطهارة:(ج۱ص۷۸)**

(۲) **تطهیرالنجاسة واجب من بدن المصلی وثوبه ......ویجوز تطهیرها بالماء وبکل مائع طاهر. (الهدایة:۷/۱،باب الأنجاس وتطهیرها،شرکة علمیة،وکذا فی خلاصة الفتاوی: ۴۲/۱،الفصل الثامن فی النجاسة.کذا فی النهرالفائق:۱۴۲/۱،باب الأنجاس،رشیدیه)**

### ☆ اگر پانی نقصان کرتا ہو تو نجاست حقیقیہ کے دھوئے بغیر صرف تیمّم کرنا:

سوال: ایک شخص وجع مفاصل کی بیماری میں مبتلا ہے اور اس کو پانی نقصان کرتا ہے۔ اگر اس کو احتلام ہو جائے تو وہ بلا دھوئے نجاست حقیقیہ کے تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ (المستفتی مولوی عبدالرؤف خان، جگن پور)

**الجواب ــــــــــــــــــــ**

نجاست لگی رہے تو نماز نہیں ہوگی، نجاست زائل کرنا ضروری ہے۔ (**تطهیرالنجاسة واجب من بدن المصلی وثوبه ......ویجوز تطهیرها بالماء وبکل مائع طاهر. (الهدایة:۷/۱،باب الأنجاس وتطهیرها،انیس)**

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۲۷۲/۲)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

بدن پرنجاست ہوتو اس کو دھولے بعد میں تیمّم کرے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۲۴۴) ☆

## جنبی کا تیمّم کر کے تلاوت اور نماز پڑھنا:

سوال: ایک شخص ماسٹری کرتا ہے اور دینی تعلیم وغیرہ بھی اس کے ساتھ ساتھ رکھتا ہے، تو وہ بحالت جنابت کلام پاک تعلیم دے سکتا ہے یا کہ نہیں؟ اور احتیاطاً صبح کو غسل نہیں کرتا ہے دوپہر کو غسل کرتا ہے، فجر کی قضا ظہر کے وقت میں پڑھتا ہے۔ غسل جنابت کے بجائے تیمّم کر کے قرآن چھونا اور پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں۔ اگر غسل کر کے صبح کی نماز یا تلاوت قرآن کرتا ہے تو بیمار ہونے کا غالب گمان ہے، جبکہ کلام پاک میں موجود ہے:

''لاَ یَمَسُّهُ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ''

دوسری جگہ:

''فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا''. بھی موجود ہے۔

سائل کی مراد ہے کہ جنابت کے دفع کے لئے تیمّم کر کے نماز اور قرآن پاک پڑھے۔ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

اگر آپ کو بار بار کے تجربہ سے، یا مسلمان دیندار حاذق طبیب کی تشخیص وقول کے مطابق، غسل کے نقصان کرنے کا

---

(۱) وكذا يطهر محل نجاسة الخ مرئية الخ بقلعها أى بزوال عينها الخ ويطهر محل غيرها أى غير مرئية بغلبة ظن غاسل، الخ. (الدرالمختار علىٰ صدررد المحتار، باب الأنجاس :۱/۳۰۲)

(أو لمرض) يشتد أو يمتد بغلبة ظن أو قول حاذق مسلم الخ (تيمم). (الدرالمختار علىٰ ردالمحتار، باب التيمم:۱/۲۱۵، ظفير)

## ☆ تیمّم سے بدن پر لگی نجاست پاک نہیں ہوتی:

سوال: اگر غسل کرنے سے معذوری ہو تو کیا وقت کی تنگی یا بغیر تنگی کے بدن پر جہاں نجاست لگی ہو دھونا ضروری ہے یا تیمّم سے یہ جگہ بھی پاک ہو جائے گی؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداًو مصلياً

اگر عذر شرعی کی بنا پر تیمّم کیا ہے، تو اس سے جو نجاست بدن پر لگی ہوئی ہے، وہ پاک نہیں ہوئی، اس کو مستقلاً پاک کرنا ضروری ہے۔(تطهير النجاسة واجب من بدن المصلى.........ويجوز تطهيرها بالماء وبكل مائع طاهر. (الهداية:۱/۷۱، باب الأنجاس، مكتبة شركة علمية، الحلبى الكبير: ص۱۷۷، باب الأنجاس، سهيل اكيڈمى، لاهور) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۶/۸۷ھ، الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، ۱۸/۶/۸۷ھ (فتاویٰ محمودیہ:۵/۱۹۰)

ظن غالب ہو، تو غسل کے لئے تیمّم کر کے تمام نمازیں اور تلاوت سب پڑھیں اور کریں، اگر وضو میں نقصان کرتا ہو تو اس کے لئے بھی تیمّم کرلیا کریں مگر نماز قضا ہرگز، ہونے نہ دیں۔

اور جس تیمّم سے نماز پڑھ سکتے ہیں اس سے تلاوت بھی کر سکتے ہیں۔ تلاوت کے لئے علیحدہ تیمّم کی ضرورت نہیں ہے۔(۱)

البتہ محض تلاوت کے لئے یا ذکراذ کار کے لئے تیمّم کرے تو اس تیمّم سے نماز نہ ہوگی، نہیں پڑھ سکتے ہیں۔ یہ مسئلہ تو فقہ کی کتابوں میں عام طور سے لکھا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند، سہارنپور، ۱۴/ ۹/ ۱۳۸۵ھ

الجواب صحیح: محمود عفی عنہ۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/ ۱۵۱ و ۱۵۲)

## نماز جنازہ اور سنت مؤکدہ کے لئے تیمّم:

سوال: اگر نماز جنازہ تیار ہو اور وضو کرنے لگے، تو نماز ختم ہوجانے کا خطرہ ہو، اس صورت میں تیمّم کر کے نماز جنازہ میں شریک ہوجانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

قاعدہ یہ ہے کہ اگر کسی عبادت کے فوت ہونے کا خطرہ ہو اور اس کی قضا بھی نہ ہو، تو پانی موجود ہونے کے باوجود اس کے لئے تیمّم جائز ہے، اس لئے اگر نماز جنازہ کی آخری تکبیر سے قبل شرکت کی امید ہو تو تیمّم جائز نہیں، ورنہ تیمّم کر کے شریک ہوسکتا ہے۔(۲)

---

(۱) لو كان يجد الماء إلا أنه مريض يخاف إن استعمل الماء اشتد مرضه .... ويعرف ذلك الخوف إما بغلبة الظن عن أمارة أو التجربة أو إخبار طبيب حاذق مسلم. (فتاویٰ هندية: ۱/ ۲۸، رشيديه، پاكستان)

----لو تيمم الجنب يريد به الوضوء جاز. لو تيمم لقراء ة القرآن عن ظهر القلب أو عن المصحف أو لزيارة القبور أو لدفن الميت أو للأذان أو للإقامة أو لدخول المسجد أو لخروجه ،الخ. (فتاویٰ ہنديہ: ۱/ ۲۶، رشيديه، پاكستان، مرتب)

(۲) مندرجہ ذیل عبادتوں کے لیے پانی قریب ہونے کے باوجود تیمّم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ جب نماز جنازہ کھڑی ہو اور کسی شخص کو وضو نہ ہو اور اسے اندیشہ ہو کہ اگر وہ وضو کرنے کے لیے جائے گا تو نماز چھوٹ جائے گی، تو اس کے لیے تیمّم کر کے جنازہ میں شریک ہونا جائز ہے، البتہ اگر نماز جنازہ کی بعض تکبیرات ملنے کا گمان ہو تو پھر تیمّم سے نماز جائز نہیں، وضو ضروری ہے اس لیے کہ اس صورت میں اس کے لیے باقی تکبیرات کو پورا کرنا ممکن ہے۔

۲۔ اگر تیمّم کر کے اس نے ایک جنازہ کی نماز ادا کی اور پھر دوسرا جنازہ آ گیا اور وضو کی مہلت نہ ملی تو اسی تیمّم سے دوسری نماز بھی پڑھے گا، اور اگر پہلی نماز کے بعد وضو کے لیے وقت تھا مگر پھر بھی نہ کیا تو پہلا تیمّم ٹوٹ گیا، اب اگر اس دوسرے جنازہ کی نماز کے لیے وضو کی گنجائش نہیں ہے، تو دوبارہ تیمّم کر کے نماز پڑھے گا۔ (ردالمحتار: ۱/ ۲۴۱-۲۴۲) ==

نمازعید کا بھی یہی حکم ہے کہ فراغ امام کا خوف ہوتو تیمّم کر کے شریک ہوجائے، اسی طرح چونکہ سنن مؤکدہ کی قضا نہیں، لہذا ان کے فوت ہونے کا خوف ہوتو بھی پانی ہونے کے باوجود تیمّم کر کے سنتیں پڑھ لے۔

**قال في شرح التنوير: (و) جاز (لخوف فوت صلاة جنازة) أي كل تكبيراتها ... (أو) فوت (عيد) بفراغ إمام أو زوال شمس (إلٰى قوله) لأن المناط خوف الفوت لا إلٰى بدل، فجاز لكسوف وسنن رواتب. (الدر المختار متن رد المحتار، باب التيمم: ج۱/ ۲۴۱، ۲۴۲)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۵/ ربیع الآخر ۱۳۹۷ھ (احسن الفتاویٰ: ۲/ ۵۹) ☆

---

== ۳۔ عیدالفطر یا عیدالاضحیٰ کی نماز تیار ہو اور قریب میں پانی نہ ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ اگر وضو کے لیے جائے گا تو نماز چھوٹ جائے گی، تو تیمّم کر کے نماز میں شریک ہوگا۔ (ردالمحتار: ۱/ ۲۴۱۔ ۲۴۲)

۴۔ اگر عیدالفطر یا عیدالاضحیٰ کی نماز کا آخری وقت (استواءِ شمس) ہو رہا ہو امام بے وضو ہو اور بالکل قریب میں پانی نہ ہو اور اسے اندیشہ ہو کہ عیدگاہ سے اگر وضو کے لیے جائے گا تو زوالِ شمس ہوجائے گا، تو اس صورت میں تیمّم کر کے نماز ادا کرے گا، (لیکن واضح ہو کہ اس زمانہ میں ہر جگہ بالکل قریب میں پانی ہوتا ہے اس لیے تیمّم جائز نہ ہوگا، جہاں قریب میں پانی نہ ہو وہاں جائز ہوگا)۔ (ردالمحتار: ۱/ ۲۴۱۔ ۲۴۲)

۵۔ اسی طرح وہ تمام سنن مؤکدہ جو نماز ظہر ومغرب وعشا اور جمعہ کے بعد ہیں اگر ان کو ادا نہ کی اور وضو جاتا رہا اور وقت اس قدر تنگ ہو کہ اگر وضو کے لیے جائے گا تو وقت ختم ہوجائے گا، تو ان کو تیمّم کر کے ادا کرے گا۔ (ردالمحتار: ۱/ ۲۴۱۔ ۲۴۲)

جمعہ اور وتر کے لیے پانی کی موجودگی میں تیمّم جائز نہیں ہے۔ (ردالمحتار: ۱/ ۲۴۶)

۶۔ اسی طرح اگر کسوف کی نماز کھڑی ہو اور کسی کو وضو نہ ہو اور اندیشہ ہو کہ وضو کے لیے جائے گا تو نماز چھوٹ جائے گی، تو اس کے لیے تیمّم کر کے شریک ہونا جائز ہے۔ یا کسوف وخسوف کی نماز کا وقت ختم ہونے کا اندیشہ ہو تو تیمّم کر کے ادا کرے گا۔ (ردالمحتار: ۱/ ۲۴۶) (طہارت کے احکام ومسائل۔ انیس)

**عن ابن عباسؓ قال: إذا خفت أن تفوتك الجنازة وأنت علٰى غير وضوء فتيمم وصلّ. (مصنف ابن أبي شيبة، كتاب الجنائز، في الرجل يخاف أن تفوته الصلوة على الجنازة وهو غير متوضىء، : ۲/ ص ۴۹۷، نمبر ۱۱۴۶۷، انیس)**

## ☆ نماز جنازہ کے لیے تیمّم:

سوال: پانی کی موجودگی میں اگر جنازہ فوت ہونے کا خطرہ ہو تو تیمّم جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب**

ہر وہ نماز جس کے فوت ہوجانے کے بعد اس کی تلافی بصورت قضا ممکن نہ ہو اور اس کے فوت ہونے کا خطرہ ہو، تو اس مجبوری کی وجہ سے اس کی ادائیگی کے لیے تیمّم کرنا مرخص ہے، لہذا نماز جنازہ فوت ہونے کے خدشہ کی صورت میں تیمّم کرنا جائز ہے، (**عن ابن عباسؓ قال: إذا خفت أن تفوتك الجنازة وأنت علٰى غير وضوء فتيمم وصلّ. (مصنف ابن أبي شيبة، كتاب الجنائز، في الرجل يخاف أن تفوته الصلوة على الجنازة وهو غير متوضىء،** جلد ثانی: ص ۴۹۷، نمبر ۱۱۴۶۷۔ انیس)

تاہم ولی میت اس حکم سے مستثنیٰ ہے اور اس کے لیے وضو کرنا ضروری ہے۔

**قال الحصكفيؒ: (و) جاز (لخوف فوت صلاة جنازة) أي كل تكبيراتها ولو جنبًا...... (أو) فوت (عيد) بفراغ إمام أو زوال شمس. قال ابن عابدينؒ: (قوله وجاز لخوف فوت صلاة جنازة) أي لو كان الماء قريباً (قوله أي كل تكبيراتها) فإن كان يرجو أن يدرك البعض لا يتيمم لأنه يمكنه أداء الباقي وحده. بحر عن البدائع والقنية. (الدر المختار مع رد المحتار، باب التيمم: ۱/ ۲۴۱، ۲۴۲)** ==

## جلدی میں تیمّم سے نماز جنازہ پڑھی، کیا اس سے نماز وقتی بھی پڑھ سکتا ہے:

سوال: زید بوجہ جلدی کے تیمّم کر کے نماز جنازہ میں شریک ہو گیا تھا۔ بعدہ فرض نماز بھی اسی تیمّم سے پڑھ سکتا ہے یا با قاعدہ وضو کرنا پڑے گا؟

الجواب

اس تیمّم سے نماز فرض وقتیہ نہیں پڑھ سکتا۔ وضو کر کے نماز وقتیہ پڑھنی چاہئے۔ هٰكذا فی كتب الفقه. (۱) فقط

(فتاویٰ دار العلوم: ۱/ ۲۴۵)

## تلاوت قرآن کے لئے تیمّم جائز ہے:

سوال: کیا تلاوت قرآن مجید کے لیے بلا عذر تیمّم جائز ہے؟

الجواب

تلاوت کے لیے طہارت شرط نہیں، ہر وہ عبادت جس کے لیے طہارت شرط نہ ہو، تو اس کی ادائیگی بلا وضو بھی جائز ہے، تاہم اس کے لیے تیمّم کرنا مستحب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ صرف سلام کے جواب کے لیے تیمّم فرمایا تھا۔

**قال محمد عبد الحیؒ: ويتيمم لذكر الله ولكل خير ولو السلام، قال ابن عمرؓ: مر رجل من المهاجرين علىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يبول فسلم عليه ولم يرد عليه حتىٰ كاد الرجل يتوارىٰ عنه ثم تيمم فرد السلام، وقال: لم يمنعني أن أرد عليك السلام إلا أني لم أكن علىٰ طهر، ففي هذا الحديث دلالة علىٰ كراهة الكلام وعدم استحباب السلام ورده في هذا المقام وعلىٰ أنه يستحب أن يكون ذكر الله على الوضوء أو التيمم لأن السلام اسم من أسماء الله تعالىٰ كذا في المصابيح، ونحوه أي يتيمم أيضاً لمثل ذلك المذكور كمس المصحف و**

== (قال في الهندية: ويجوز التيمم إذا حضرته جنازة والولي غيره فخاف إن اشتغل بالطهارة أن تفوته الصلوٰة ولا يجوز للولي وهو الصحيح هٰكذا في الهداية. (الهندية، الفصل الثالث في المتفرقات: ۱/ ۳۱، ومثله في مختصر القدوري: ۱۵، باب التيمم). (فتاویٰ حقانیہ: ۲/ ۵۵۱)

(۱) (و) جاز (أي التيمم) (لخوف فوت صلاة جنازة الخ وإن لم تجز الصلاة به، قال في البحر: وكذا لكل ما لا تشترط له الطهارة (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب التيمم: ۱/ ۲۲۳ و ۲۲۴، ظفیر)

عن عبد الرحمن بن القاسم في الرجل يحدث في العيد ويخاف الفوت قال: يتيمم و يصلي إذا خاف. (مصنف ابن أبي شيبة، باب في من يحدث يوم العيد ما يصنع، ج ثانی ص ۱۰، نمبر ۵۸۶۸، انیس)

قراء ۃ القرآن عنہ أوعن ظھر القلب وزیارۃ القبور ودفن المیت والأذان والإقامۃ والدخول فی المسجد أوخروجہ ولوعند وجود المال، صرح بہ فی شرح النقایۃ نقلاً من المبسوط. (السعایۃ، باب التیمم: ۱/۵۳۲)(۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۲/۵۵۱و۵۵۲)

## تلاوت کے تیمّم سے نماز پڑھنے کا حکم:

سوال: ایک مریض کے لئے پانی مضر ہے اس نے قرآن مجید کی تلاوت کے لئے تیمّم کیا، تو اس تیمّم سے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملھم الصواب

قاعدہ یہ ہے کہ اگر ایسی عبادت کے لئے تیمّم کیا جوخود مقصود بالذات ہو اور اس کے لئے طہارت بھی ضروری ہو، تو اس تیمّم سے نماز صحیح ہے ورنہ صحیح نہیں، مذکورہ بالا دونوں شرطیں پائی جائیں تو اس سے نماز ہوگی اور اگر دونوں شرطیں یا دونوں میں سے ایک مفقود ہو تو اس تیمّم سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔

پس اگر بے وضو شخص نے زبانی تلاوت کے لئے تیمّم کیا، تو اس میں دوسری شرط مفقود ہے یعنی طہارت ضروری نہیں ، اور اگر قرآن کریم کو ہاتھ لگانے کے لئے تیمّم کیا تو پہلی شرط مفقود ہے یعنی یہ عبادت مقصودہ نہیں، اس لئے ان دونوں صورتوں میں اس تیمّم سے نماز نہیں پڑھ سکتا، البتہ اگر بوقت تیمّم صرف تلاوت کی نیت کے بجائے طہارت کاملہ کی نیت کرے تو اس سے نماز بھی درست ہے اور اگر جنب نے تلاوت کی نیت سے تیمّم کیا تو وہ اس تیمّم سے نماز پڑھ سکتا ہے اس لئے کہ تلاوت عبادت مقصودہ ہے اور اس کے لئے جنابت سے طہارت بھی شرط ہے۔

قال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللّٰہ تعالٰی: (قولہ لم تجز الصلوٰۃ بہ) أی لفقد الشرط وھو أمران: کون المنوی عبادۃ مقصودۃ، وکونھا لاتحل إلابالطھارۃ. أما فی دخول المسجد ففی المحدث فقد الأمران، وفی الجنب فقد الأول، وأما فی القراء ۃ للمحدث فلفقد الثانی، ولا یراد الجنب ھنا لما تقدم قریباً من قولہ أوجنبا فکالثانی: أی فتجوز الصلاۃ بہ. وأما المس مطلقاً فلفقد الأول. (ردالمحتار، باب التیمم: ج۱/۲۲۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۵/ربیع الآخر ۱۳۹۷ھ (احسن الفتاویٰ: ۲/۵۹و۶۰)

---

(۱) زبانی تلاوت کے لیے طہارت شرط نہیں ہے۔

قال العلامۃ محمد یوسف البنوریؒ: ویجوز التیمم مع وجود الماء لما لیس الطھور شرطاً فی فعلہ وحلہ کدخول المسجد للمحدث وکذا النوم أوقراء ۃ القرآن علٰی ظھر القلب، الخ. (معارف السنن: ۱/۴۹۷، بیان مسئلۃ جواز التیمم مع وجود الماء لما لم یکن الطھور شرطاً لہ)

## پانی ہوتے ہوئے قرآن چھونے کے لئے تیمّم درست ہے یا نہیں:

سوال: مس مصحف کے لئے عند وجود الماء تیمّم درست ہے یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

درست نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۱/۲۶۰)

## مسجد سے نکلنے کے لئے تیمّم:

سوال: زید مسجد میں سو رہا تھا اس کو احتلام ہو گیا، نکلتے وقت اس کو تیمّم کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

(عبد الرزاق جالندھری، مقیم حجرہ نامہ)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

مسجد سے نکلنے کے لئے تیمّم ضروری نہیں ہے۔(۲)

البتہ کسی عارض کی وجہ سے اس وقت نکلنا دشوار ہو تو تیمّم ضروری ہے۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۹/۱۱/۵۳ھ۔ صحیح: عبد اللطیف، ۱۲/ ذیقعدہ ۵۳ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۱۸۲-۱۸۳)

---

(۱) قلت: وفي المنية وشرحها: تيممه لدخول مسجد ومس مصحف مع وجود الماء ليس بشيء بل هو عدم لأنه ليس لعبادة يخاف فوتها، الخ لما مر من الضابط أنه يجوز لكل ما لا تشترط الطهارة له ولو مع وجود الماء، وأما ما تشترط له فيشترط فقد الماء كتيمم لمس مصحف فلا يجوز لواجد الماء الخ. (الدر المختار علیٰ رد المحتار، باب التیمم: ۱/۲۲۵، ظفیر)

(۲) کر لے تو بہتر ہے، انیس۔

(۳) مستحب تیمّم:

مندرجہ ذیل عبادتوں کے لیے پانی کی موجودگی میں بھی تیمّم کیا جا سکتا ہے، اس لیے کہ ان کے لیے طہارت شرط نہیں ہے، بلکہ مستحب ہے۔ جیسے:

۱۔ سلام کرنا یا اس کا جواب دینا۔
۲۔ مسجد میں داخل ہونا۔
۳۔ قبروں کی زیارت کرنا۔
۴۔ میت کی تدفین۔
۵۔ اذان و اقامت۔
۶۔ مریض کی عیادت۔
۷۔ زبانی قرآن کی تلاوت۔

## ہر نماز کے وقت غسل کے لئے تیمّم کرنا:

سوال: اگر غسل واجب ہونے کی صورت میں عذر شرعی کی وجہ سے تیمّم کر لیا تو کیا ہر نماز کے لئے مستقل تیمّم کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟

الجواب

اس کا یہ تیمّم کافی ہوگا، جب تک کہ موجب غسل کوئی امر پیش نہ آئے اور ہر نماز کے وقت ضرورت نہیں ہے۔(۱)

(مجموعہ فتاویٰ عبدالحی ص ۱۹۳)

## نواقض وضو، تیمّم جنابت کے لئے ناقض نہیں:

سوال: اگر جنبی بعذر شرعی تیمّم جنابت کرے تو وہ نواقض وضو سے ٹوٹ جاوے گا یا نہیں؟

الجواب

جنبی نے اگر بعذر شرعی تیمّم کیا تو اس عذر کے ختم پر وہ تیمّم بھی زائل ہو جائے گا، مثلاً پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمّم کیا تھا تو اگر پانی مل گیا اور قدرت ہوگئی تو تیمّم جنابت کا ٹوٹ جاوے گا، یا اگر مرض کی وجہ سے تیمّم کیا تھا تو جس وقت وہ مرض زائل ہو جاوے گا تیمّم ٹوٹ جاوے گا، یا اگر کوئی امر موجب غسل پایا جاوے گا تو تیمّم ٹوٹ جاوے گا اور نواقض وضو سے مطلقاً وہ تیمّم نہ ٹوٹے گا، مثلاً اس نے مرض کی وجہ سے تیمّم جنابت کیا یا پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمّم کیا، اور پھر حدث جو موجب وضو ہے اس کو پیش آیا تو اس سے تیمّم جنابت کا نہ ٹوٹے گا۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۱/۲۵۸ و ۲۵۹)

---

== ۸۔ سونے سے پہلے، وغیرہ۔ (ردالمحتار: ۱/۲۴۱-۲۴۲)۔ (طہارت کے احکام ومسائل، انیس)

ولو احتلم فيه، (أي المسجد) إن خرج مسرعًا تيمم ندباً، وإن مكث لخوف فوجوبًا، ولا يصلي ولا يقرأ. (الدر المختار: ۱/۱۷۲، سعيد)

وفي الشامي: "أقول: والظاهر أن هذا في الخروج، أما في الدخول فيجب الخ ثم رأيت في الحلية عن المحيط مايؤيده حيث قال: ولو أصابته جنابة في المسجد، قيل: لايباح له الخروج من غير تيمم اعتباراً بالدخول، وقيل: يباح الخ فجعل الخلاف في الخروج دون الدخول، والوجه فيه ظاهر لايخفىٰ على الماهر الخ". (ردالمحتار: ۱/۱۷۲، قبيل مطلب يطلق الدعاء علىٰ مايشمل الثناء، سعيد. وكذا في الفتاوىٰ العالمگيرية: ۱/۲۶، الفصل الأول ما لابد منها للتيمم)

(۱) ويصلي بتيمم ما شاء من الفرائض والنوافل. (الهداية، باب التيمم: ۱/۵۵)

ہاں البتہ اگر کوئی ناقض وضو پیش آجائے تو وضو ٹوٹ جائے گا اور غسل کا تیمّم باقی رہے گا، دوبارہ غسل کی ضرورت نہیں۔ انیس

(۲) وناقضه ناقض الأصل) ولو غسلاً، فلو تيمم للجنابة ثم أحدث صار محدثاً لاجنباً الخ (وقدرة ماء)...... (كاف لطهره)...... (فضل عن حاجته)... الخ. (الدر المختار علىٰ رد المحتار، باب التيمم: ۱/۲۳۴، ظفير) ==

## جنابت کے تیمّم پر، وضوٹوٹ جانے کا کوئی اثر نہیں پڑتا:

سوال: جنبی اگر کسی عذر کی وجہ سے تیمّم کرے اور اس کے بعد وضوٹوٹ جائے لیکن تا ہنوز غسل پر قادر نہیں تو کیا وضو کے ساتھ ساتھ جنابت کے لیے دوبارہ تیمّم کی ضرورت ہوگی یا وہ ایک تیمّم کافی ہے؟

الجواب

جب تک عذر باقی ہو تو جنابت کے لیے یہ ایک تیمّم کافی ہے، موجب غسل اگر دوبارہ متحقق نہ ہو تو قدرت علی الماء تک جنابت کے لیے دوبارہ تیمّم کی ضرورت نہیں، البتہ نواقض وضو کی موجودگی میں وضو باقاعدہ کرنا پڑے گا، تاہم اگر دوبارہ احتلام ہوجائے یا جماع کرے تو پھر دوبارہ تیمّم ضروری ہوگا۔

## == نواقض تیمّم:

نواقض تیمّم سے وہ چیزیں مراد ہیں جن سے تیمّم ٹوٹ جاتا ہے اور دوبارہ کرنا ہوتا ہے اس سلسلہ میں دو امور خاص طور پر قابل توجہ ہیں۔

۱......(الف) اول یہ کہ وضو جن امور (جیسے حدث کا لاحق ہونا، خون وغیرہ بہہ نکلنا) سے ٹوٹ جاتا ہے اگر وہ تیمّم کرنے والے کو پیش آجائیں تو تیمّم ٹوٹ جائے گا۔

(ب) اسی طرح اگر تیمّم غسل کے بدلے کیا ہے تو جو چیزیں غسل کو واجب کرتی ہیں جیسے جنابت حیض ونفاس اگر تیمّم کرنے والے کو پیش آجائیں تو اس کا تیمّم باطل ہوجائے گا، پھر طہارت کے لیے غسل کی جگہ تیمّم کیا جائے گا۔

(ج) اگر غسل اور وضو دونوں کے لیے ایک ہی تیمّم کیا تھا اور وضو توڑنے والی کوئی چیز پیش آجائے تو وہ تیمّم وضو کے حق میں ٹوٹ جائے گا اور غسل کے حق میں باقی رہے گا جب تک غسل واجب کرنے والی کوئی چیز نہ پائی جائے۔

۲......دوسرے یہ کہ اگر تیمّم کسی عذر کی وجہ سے کیا تھا اور وہ عذر ختم ہوگیا تو اس کے زائل ہوتے ہی تیمّم باطل ہوجاتا ہے گرچہ اس کے بعد ہی فوراً دوسرا عذر پیدا ہوجائے۔

۳......اور تیسری چیز پانی کے استعمال پر قدرت کا ہونا۔

جیسے پانی کی غیر موجودگی میں تیمّم کیا تھا۔ پھر اسے پانی نظر آگیا اور اس کے استعمال پر قدرت بھی اسے حاصل ہوگئی تو تیمّم ٹوٹ جائے گا۔

اور اگر پانی نظر آجائے مگر اس پر قدرت نہ ہو تو تیمّم باطل نہ ہوگا، جیسے کوئی شخص ریل پر ہو اسے پانی کے چشمے وغیرہ دکھلائی دیں تو اس کا تیمّم نہ ٹوٹے گا۔ یا اگر کوئی شخص غسل کے بدلے تیمّم کیا تھا اور کسی سواری پر سوار تھا اور راستے میں پانی ملا مگر وہ سو رہا تھا اسے خبر نہ ہوئی تو اس کا تیمّم باطل نہ ہوگا۔

اگر کوئی شخص تیمّم سے نماز پڑھ رہا ہو اسی حالت میں اسے پانی نظر آجائے تو تیمّم باطل ہوجائے گا۔ (ماخوذ ردالمحتار:۱/۲۵۷-۲۵۴۔فتاویٰ تاتارخانیہ:۱/۲۵۵-۲۴۹)

اگر نماز کی حالت میں بعض مقتدیوں نے پانی دیکھا اور امام نے نہ دیکھا اور اسی حالت میں نماز پوری کرلیا تو جس نے پانی دیکھا تھا اس کی نماز فاسد ہوگئی وہ وضو کر کے نماز کا اعادہ کرے گا، باقی لوگوں کی نماز ہوگئی۔ (الفتاویٰ التاتارخانیہ:۱/۲۵۵-۲۴۹)

اگر چند تیمّم کرنے والے جماعت کے ساتھ نماز ادا کر رہے ہوں اور کسی نے ایک جگہ پانی لا کر رکھ دیا اور بولا کہ جو چاہے وضو کرلے تو سب کی نماز فاسد ہوگئی۔ ایسی صورت میں امام کو چاہیے کہ اس سے وضو کرلے اور دوبارہ نماز پڑھائے۔ (الفتاویٰ التاتارخانیہ:۱/۲۵۵-۲۴۹) (طہارت کے احکام ومسائل: صفحہ ۲۰۰، ۲۰۱، انیس)

**قال إبراهيم الحلبی**: وإن کان الماء یکفی للوضوء ولا یکفی للمعة یتوضأ به ولاینتقض تیمم الجنابة لأن الماء فی حق اللمعة کالمعدوم لعدم کفایته لها. (۱)(کبیری، باب التیمم: ص ۸۶)

(فتاویٰ حقانیہ: ج۲ص۵۵۲و۵۵۳)

## ٹھنڈک کی وجہ سے تیمّم:

سوال: کسی کو غسل کی ضرورت ہوجائے اورسردی کی وجہ سے غسل نہ کرسکے،تو تیمّم کرکے قرآن پاک کو بغیر ہاتھ لگائے بچوں کو بتانا جائز ہے یانہیں؟

**الجواب ـــــــــــــــــ وباللّٰه التوفیق**

محض سردی کے سبب غسل کی ضرورت ہونے پر تیمّم کرلینا درست نہیں ہے،اس سے طہارت حاصل نہیں ہوگی، ہاں اگر غسل کرنے سے بیماری کا خطرہ ہوتو تیمّم جائز ہے۔اس سے نماز بھی درست ہے اورقرآن کا پڑھنا پڑھانا بھی جائزودرست ہے۔(۲)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی۔۷/۸۔۱۳۷۱ھ(فتاویٰ امارت شرعیہ جلد دوم صفحہ۴۷)

## مرض کی وجہ سے تیمّم کرکے نماز پڑھنا:

سوال: کوئی شخص نجاست غلیظہ میں گرفتار،علالت کی وجہ سے غسل نہیں کرسکتا ہوتو وہ جماعت سے نماز کیسے پڑھے؟

**الجواب ـــــــــــــــــ وباللّٰه التوفیق**

غسل نہ کرسکتا ہوتو بغیر غسل کئے ہوئے نجاست غلیظہ کودھوکر وضوکرکے نماز پڑھے۔

جماعت سے نماز پڑھ سکتا ہوتو جماعت سے پڑھے،اورغسل کرناواجب ہوگیا ہواورغسل نہ کرسکتا ہوتو نجاست دھوکرغسل کی نیت سے تیمّم کرکے نماز پڑھے۔(۳)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالصمد رحمانی۔(فتاویٰ امارت شرعیہ جلد دوم صفحہ۸۲)

---

(۱) (قال فی الهندیة: لو کان مع الجنب ما یکفی للوضوء یتیمم ولایجب التوضوء به إلا إذا کان مع الجنابة حدث یوجب الوضوء. (الفتاویٰ الهندیة، الفصل الثالث فی المتفرقات: ۱/۳۰)

(۲۔۳) اس لئے کہ ایسی ٹھنڈک میں تیمّم جائز ہے،جس میں پانی کا ستعمال ہلاک کردینے والا یا بیمار بنادینے والا ہو،محض ٹھنڈک کا احساس جواز تیمّم کے لئے کافی نہیں ہے۔مجاہد

"(من عجز)......(عن استعمال الماء)......(لبعده)......(میلاً)......(أوبرد) یهلک الجنب أویمرضه...... (تیمم). (الدرالمختار علیٰ رد المحتار،باب التیمم: ۱/۳۹۵تا۴۰۱)

﴿وَیَسۡئَلُوۡنَکَ عَنِ الۡمَحِیۡض، قُلۡ ھُوَ اَذًی، فَاعۡتَزِلُوا النِّسَاءَ فِی الۡمَحِیۡضِ وَلاَ تَقۡرَبُوۡھُنَّ حَتّٰی یَطۡھُرۡنَ﴾

(سورۃ البقرۃ:::۲۲۲)

اور تجھ سے پوچھتے ہیں حکم حیض کا، کہہ دے وہ گندگی ہے سو تم الگ رہو عورتوں سے حیض کے وقت اور نزدیک نہ ہو ان کے جب تک پاک نہ ہو ویں۔

# مسائل حیض

## سن بلوغ کی حد:

سوال:۔لڑکی کے بلوغ کی حد کیا ہے اور اس کی عمر کتنی ہوگی؟

ھو المصوب

لڑکی کے بلوغ کی حد حیض آنا یا حاملہ ہو جانا ہے، اگر یہ آثار نہ ہوں تو پندرہ سال بلوغ کی عمر ہے۔(۱)

تحریر: محمد مستقیم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۱/۲۴۸) ☆

## لڑکی کے شرعی بالغہ ہونے کا قطعی معیار:

سوال: (۱) لڑکی کے شرعی بالغہ ہونے کا قطعی معیار اور یقینی پہچان کیا ہے؟

(۲) کیا صرف موئے زیر ناف کا ظاہر ہونا لڑکی کے شرعی بالغہ ہونے کا کافی ثبوت ہے؟

(۳) اگر حیض کا آنا بالغہ ہونے کی دلیل ہو تو شبہ یہ ہے کہ بعض لڑکیوں کو محض آٹھ نو برس کے سن میں جبکہ نہ موئے زیر ناف کا پتہ ہوتا ہے نہ کسی اور علامت کا، مگر حیض کا آنا شروع ہو جاتا ہے، پھر کیا ایسی لڑکیوں کو ہم بالغہ کہیں گے؟

(۴) یہ ظاہر ہے کہ بالغہ لڑکیوں کو اپنے نکاح میں اختیار ہے اور ان کی رضامندی کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا تو معاملہ نکاح میں لڑکی کے بالغہ یا نابالغہ ہونے کی پہچان کیا ہے؟

(۵) خون حیض آنے کے بعد لڑکی باکرہ کہلائے گی یا نہیں؟

(۶) مراہق اور مراہقہ کی پہچان کیا ہے؟

---

(۱) وللجارية الاحتلام والحيض والحبل ......فإن لم يوجد منها شيء فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة،به يفتىٰ، لقصر أعمار أهل زماننا. (الدر المختار مع رد المحتار:۱/۲۲۶)

☆ **لڑکی کے بالغ ہونے کی حد:**

سوال: لڑکی کس عمر میں بالغ ہوتی ہے؟

الجواب

جب لڑکی کو حیض آنے لگے، یا پندرہ سال کی پوری ہو جائے، بالغہ ہو جاتی ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی جلد دوم ص:۲۷۳)

(۷) معاملات میں شہادت کے لئے بالغ ہونا شرط ہے تو اس وقت علامت بلوغ کون سی چیز قرار پائے گی؟

(۸) لڑکوں کے بالغ ہونے کی کیا کیا علامتیں ہیں؟ (المستفتی: محمد حسین ضلع پٹنہ۔ ۲۶ر صفر ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۸ر مئی ۱۹۳۶ء)

الجواب

(۱) حیض، احتلام، حمل، علامات بلوغ ہیں۔ یا پندرہ سال کی عمر پوری ہوجانا۔

(۲) نہیں۔

(۳) اگر نو سال کی عمر والی لڑکی کو با قاعدہ حیض آنے لگے تو وہ بالغہ قرار دی جائے گی۔

(۴) باقاعدہ حیض یا پندرہ سال کی عمر پوری ہونا (احتلام یا حمل حیض کے بعد ہی واقع ہوتے ہیں)۔

(۵) ہاں باکرہ کہلائے گی یعنی حیض آنے سے بکارت زائل نہیں ہوتی۔

(۶) قریب البلوغ کو مراہق کہتے ہیں، لڑکیوں میں اس کی پہچان چھاتیوں کا ابھار وغیرہ ہے۔

(۷) وہی علامتیں جو اوپر مذکور ہوئیں۔

(۸) احتلام یا انزال یا پندرہ سال کی عمر پوری ہوجانا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی جلد دوم ص ۲۷۳)

## حیض کی ابتدا کب اور کیسے ہوئی:

سوال: حضرت مفتی صاحب؛ ایک مسئلہ درپیش ہے کہ حیض کی ابتدا کب، کیسے اور کس سے ہوئی جو آج تک جاری وساری ہے، از راہ کرم اس مسئلہ کے جملہ پہلوؤں پر تفصیلاً روشنی ڈالیں؟

الجواب

حیض ایک مرض ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے بنات آدمؑ کو مبتلا کیا ہوا ہے، (۱) حضرتِ حوا رضی اللہ عنہا نے گندم یا کسی اور شئ کو جوان کے لئے ممنوع تھی کھالیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرتِ حوّا رضی اللہ عنہا کو اسی وجہ سے اس مرض میں مبتلا فرمایا اور آج تک ان کی اولاد میں یہ بیماری چلی آرہی ہے۔

**لما قال الحصكفيؒ: ”وسببه ابتداء ابتلاء الله لحوّاءؓ لأكل الشجرة“. وفي الشامي: أي وبقي في بناتها إلىٰ يوم القيامة، وماقيل: إنه أول ماأرسل الحيض علىٰ بني إسرائيل فقد رده البخاريؒ بقوله: وحديث النبي صلى الله عليه وسلم أكبر، وهو ماروا ه عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها**

---

(۱) عائشةؓ قالت: خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم لانرىٰ إلاالحج فلماكنا بسرف حضت فدخل عليَّ رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنا أبكي، فقال مالكِ أنفستِ؟ قلت: نعم، قال: هذا أمر كتبه الله عزوجل علىٰ بنات آدمً فاقضي مايقضي الحاج غيرأن لا تطوفي بالبيت. (سنن النسائي، باب بدء الحيض وهل يسمىٰ الحيض نفاسًا. انيس)

قالت: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی الحیض: هذاشئ کتبه اللّٰه علیٰ بنات آدمؑ" قال النوویؒ: "أی إنه عام فی جمیع بنات آدمؑ". (ردالمحتار: ج ا ص ۲۸۳، ۲۸۴، باب الحیض)(۱)

(فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ: ۵۵۹)

## حیض کی تکلیف پر اجر وثواب ملے گا:

سوال: عورتیں ہر مہینے جو حیض کی وجہ سے تکلیف اٹھاتی ہیں اس تکلیف پر انہیں اجر وثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب

عورتیں حالت حیض میں جو تکلیف اٹھاتی ہیں اس پر اجر وثواب ملے گا۔ حدیث شریف میں ہے:

عن النبی صلّی اللّٰه علیه وسلم قال: "ما یصیب المسلم من نصب ولا وصب ولا هم ولا حزن ولا أذیٰ حتی الشوکة یشاکها إلا کفر اللّٰه بها من خطایاه". (رواہ مسلم: ۳۱۸/۲)

ایک دوسری روایت میں ہے: "ما من مسلم یصیبه أذی شوکة فما فوقها إلا کفر اللّٰه بها سیئاته وحطت عنه ذنوبه کما تحط الشجرة ورقها". (رواہ مسلم: ۳۱۸/۲)

ان احادیث سے واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ مسلمان جو بھی تکلیف برداشت کرتا ہے اس پر بے شمار اجر وثواب کا مستحق بن جاتا ہے خواہ وہ تکلیف حیض کی ہو یا کوئی اور تکلیف ہو۔

علاوہ ازیں حیض کا آنا خود کوئی مصیبت یا بلا کی چیز نہیں بلکہ نسل انسانی کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے یہ بھی اللہ کی ایک نعمت ہے، اگر چہ اس میں کلفت ہے۔ عمدۃ القاری میں ہے:

إن اللّٰه تعالیٰ قطع حیض بنی إسرائیل عقوبة لهن ولأزواجهن لکثرة عنادهم مضت علی ذلک مدة ثم إن اللّٰه تعالیٰ رحمهم وأعاد حیض نسائهم لأن من حکم اللّٰه تعالیٰ أنه جعل الحیض سبباً لوجود النسل ألا تریٰ أن المرأة إذا ارتفع حیضها لاتحمل عادةً. (عمدۃالقاری: ۹۶/۳)

یعنی اللہ تعالی نے کچھ مدت کے لیے بنی اسرائیل کی عورتوں سے حیض اٹھالیا (سزا کے طور پر) پھر دوبارہ لوٹا دیا کیوں کہ نسل انسانی کا ذریعہ ہے۔ واللہ اعلم (فتاویٰ دار العلوم زکریا جلد اول، ص: ۵۷۳-۵۷۴)

## حیض سے پہلے جو پانی آئے اس کا کیا حکم ہے:

سوال: حیض کے خون سے پہلے جو پانی آتا ہے کیا وہ بھی حیض میں شمار ہوتا ہے یا نہیں؟

---

(۱) قال الشیخ السید أحمد الطحطاویؒ: "(قوله وسببه ابتداء) أی السبب فی حصوله أولاً (قوله ابتلاء اللّٰه لحوّاءؑ) فیه رد علیٰ من قال: إنه أول ما أرسل علیٰ بنی إسرائیل فإن الحدیث دال علیٰ عمومه لجمیع بنات آدمؑ والحدیث أقویٰ وهو ماروی عن عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی الحیض: هذا شئ کتبه اللّٰه تعالیٰ علیٰ بنات آدمؑ". (طحطاوی حاشیة الدرالمختار: ج ا ص ۱۴۲، باب الحیض)

الجواب ــــــــــــــــ حامداًو مصلیاً

اگر یہ پانی خالص سفید ہوتو وہ حیض شمار نہیں ہوگا، جبکہ اس کے علاوہ دیگر رنگوں میں آنے والا یہ پانی حیض کی تکلیف شروع ہونے کے بعد آتا ہے اوراس کا رنگ کیا ہوتا ہے اور کب تک رہتا ہے، اس کی وضاحت کر کے دوبارہ ای میل کردیں تواس پر بھی غور کیا جائے گا۔

**كمافي الهندية: ويتوقف كونه حيضاً علىٰ أمور (إلىٰ قوله) و المختارأن مارأته إن كان دماً قوياًكان حيضاًكذافي شرح المجمع لابن الملك (إلىٰ قوله) (ومنها)أن يكون على لون من الألوان الستة السواد والحمرة والصفرة والكدرة والخضرة و التربية،هكذافي النهاية. الخ. (١/ ٣٦)** والله اعلم بالصواب (فتاویٰ دارالافتاء والقضاء جامعہ بنوریہ پاکستان سیریل نمبر:۱۳۱۲۴)

## حیض کی تعیین کے لئے درد سے آنے کی قید:

سوال: لکھا جاتا ہے کہ حیض وہ ہے جو بے درد خون آوے ایام معتاد میں، سواگر ایام معتاد میں درد سے خون آوے وہ بھی حیض ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ

یہ قید لغو ہے، درد سے کچھ بحث نہیں، درد بسبب مرض کے ہوتا ہے۔(۱)

(بدست خاص، سوال: ۴۷)(باقیات فتاویٰ رشیدیہ، ص:۱۳۸)

## طہر کا مطلب:

سوال: تین طہر کا کیا مطلب ہے؟

هو المصوب ــــــــــــــــ

دو حیضوں کے درمیان کم از کم پندرہ دنوں کے زمانہ پاکی کو ایک طہر کہتے ہیں۔(۲)

تحریر: محمد مستقیم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔(فتاویٰ ندوۃ العلماء:۱/۲۴۸)

## طہر متخلل:

سوال: صورتِ مسئولہ یہ ہے کہ ایک عورت کو پہلی بار پیدائش کے بعد بیس روز تک نفاس کا خون آتا رہا، بعد

---

(۱) **الحيض: هو......دم من رحم ...... لا لولادة.** (الدر المختار مع ردالمحتار، باب الحيض:۱/۲۸۳، انیس الرحمٰن قاسمی)

(۲) **وأقل الطهر خمسة عشريوماً ولاغاية لأكثره إلّا إذا احتيج إلىٰ نصب العادة كماإذا بلغت مستمرة الدم فيقدرحيضها بعشرأيام من كل شهروباقية،هكذا في الهداية. (الفتاوىٰ الهندية:۱/۳۷)**

ازاں انیس روز تک پاک رہی، پھر بیسویں روز خون آیا۔ وہ خون کیسا ہے؟ اور حیض کی عادت تک آتا رہا، حیض یا نفاس؟ نیز درمیان میں جو انیس روز پاک رہی، اس مدت میں نماز روزہ جماع وغیرہ کرسکتی ہے یا نہیں؟ اگر نماز نہیں پڑھ سکتی ہے تو اس کے اوپر قضا واجب ہوگی یا نہیں اور اگر پڑھ لی تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ نیز اس مدت میں جماع کرے تو کیا حکم ہے؟ اگر یہ صورت رمضان شریف میں پیش آجائے تو اس طہر والی مدت میں روزہ رکھا تو روزہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب ——————— حامدًا و مصلیاً

بیس روز کے بعد جو انیس روز تک طہر رہا تو یہ طہر متخلل ہے جو کہ کالدم المتوالی ہے۔(۱)

اس میں نماز، روزہ، جماع درست نہیں، اگر اس مدت میں رمضان شریف کا روزہ رکھا ہے تو دوبارہ رکھے، اگر نماز نہیں پڑھی تو اس کی قضا لازم نہیں۔ اگر جماع کرلیا ہے تو استغفار کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۹۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۹۹/۵)

## حیض میں اختلال ہو تو حیض کتنے دن شمار ہوگا:

سوال: ایک عورت کو ہمیشہ پانچ دن حیض آتا ہے، چند ماہ سے اختلال پیدا ہوا، کبھی ایک قطرہ ظاہر ہوا، چار روز بند رہا، پانچویں روز پھر کچھ ظاہر ہوا اور پھر بند ہوا، یا برابر ہوتا رہا، یا ایک روز ہوکر بعد سات آٹھ روز کے، پھر خون متواتر پانچ دن جاری رہا۔ اس صورت میں حیض کتنے روز شمار ہوگا؟

الجواب ———————

اگر دس دن سے زیادہ تک ایسی حالت رہے تو اس کے موافق عادت قدیمہ پانچ روز حیض اور باقی ایام کو استحاضہ مصنف چاہئے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۷۸/۱)

## حیض کا خون بند ہوجانے کے بعد پھر نظر آئے:

سوال: ماہ واری ہر تین روز میں بند ہوجاتی ہے پاک ہونے اور ۵/۴/۳، وقت کی نماز پڑھنے کے بعد پھر ذرا خون نظر آتا ہے اور کبھی تو نظر نہیں آتا۔ اب وہ نماز جو پڑھی ہے اس کی قضا پڑھنی ہوگی؟ یا غسل دیر سے کرتی ہے تو نمازیں جاتی ہیں اس کی قضا پڑھنی ہوگی؟ بینوا توجروا۔

الجواب ———————

جب کہ ہمیشہ کی عادت تین دن کی ہے، تین روز میں خون بند ہوجاتا ہے، تو خون بند ہوتے ہی غسل کرکے

---

(۱) الدر المختار: ۳۰۲/۱، وکذا في التاتارخانية: ۳۹۴/۱۔

(۲) فإن لم يجاوز العشرة فالطهر والدم كلاهما حيض سواء كانت مبتدأة أو معتادة وإن جاوز العشرة ففي المبتدأة حيضها عشرة أيام وفي المعتادة معروفتها في الحيض والطهر طهر. (عالمگيری كشوری: ۳۵/۱)

نماز کا وقت ہو تو نماز پڑھنا ضروری ہے نہ پڑھی گئی تو قضا لازم ہے۔(۱) مگر احتیاط اسی میں ہے جب تک خون آنے کا احتمال ہے، شوہر سے نہ ملے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ:۱۲/۳۔۱۳)

## حیض کی غیر متعینہ مدت میں اکثریت کا خیال کیا جائے گا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کی عادت غیر معینہ ہے کبھی خون چار روز جاری رہتا ہے اور کبھی پانچ، علی ہذا آٹھ روز تک، اس عورت نے چھ روز میں بعد موقوف ہونے خون کے، غسل کیا اور نماز ظہر ادا کی، بعد نماز ظہر پھر خون ظاہر ہوا عشا تک، پھر کچھ اثر نہ پایا، پس اس عورت کے لئے کیا حکم ہے بعد عشا کے غسل یا قبل غسل، اپنے خاوند سے صحبت کرے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

عشا کی نماز، دوسرا غسل کر کے پڑھے اور زوج اس کا اس کے پاس نہ جاوے، جب تک آٹھ روز تمام نہ ہو لیویں۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی۔ مجموعہ کلاں، ص:۱۳۱۔۱۳۲ (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۳۸)

## خون اگر تین دن سے کم جاری ہو، تو وہ استحاضہ ہے:

سوال: معتادہ عورت نے ایک دن خون دیکھا پھر ایام عادت کے اخیر تک خون منقطع رہا، صرف خالص سفیدی دیکھتی رہی تو کیا ان ایام کو حیض شمار کیا جائے یا نہیں؟

الجواب

معتادہ کے ایک دن خون دیکھنے کے بعد وہ موقوف ہو گیا اور سوائے بیاض کے اور کوئی رنگ اس نے نہیں دیکھا اور مدت حیض کے اندر خون کا عود نہ ہوا تو وہ دم استحاضہ ہے۔ چنانچہ شرح وقایہ میں ہے:

"وأقله ثلاثة أيام ولياليها".

اور اسی میں لکھا ہے:

"ومانقص عن أقل مدة الحيض فهو استحاضة انتهىٰ ملخصاً". فقط والله اعلم بالصواب

کتبہ عبدالوھاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات، ویلور:ص:۴۰۔۵)

---

(۱) وإن انقطع...لعادتها...(لا) يحل (حتى تغتسل) أو تتيمم بشرطه (أو يمضي عليها زمن يسع الغسل)...(والتحريمة) يعني من آخر وقت الصلاة لتعليلهم بوجوبها في ذمتها. (الدر المختار: ۲۹۴/۱، باب الحيض، انیس)

(۲) فإن لدون عادتها لم يحل و تغتسل و تصلي وتصوم احتياطا، و في الشامية: (قوله: لم يحل) أي الوطي وإن اغتسلت، لأن العود في العادة غالب بحر (قوله تغتسل و تصلي) أي في آخر الوقت المستحب و تأخيره إليه واجب هنا أما في صورة الانقطاع لتمام العادة فإنه مستحب كما في النهاية و الفتح و غيرهما. (الدرالمختار مع رد المحتار: ۲۹۴/۱، باب الحيض، انیس)

## ایام عادت سے قبل خون بند ہوگیا:

سوال: ایک عورت کو ہمیشہ پانچ روز تک خون آتا تھا، اب چوتھے روز بند ہوگیا تو اس کے لئے نماز کا کیا حکم ہے اور ہمبستری جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اس صورت میں نماز اور روزہ فرض ہے۔ مگر پانچ روز مکمل ہونے سے قبل ہمبستری جائز نہیں اور نماز کو وقت مستحب کے آخر تک موخر کرنا واجب ہے۔

**قال العلاءؒ: فإن لدون عادتها لم يحل وتغتسل و تصلي وتصوم احتياطاً، وفي الشامية: (قوله: لم يحل) أي الوطي وإن اغتسلت، لأن العود في العادة غالب بحر (قوله تغتسل و تصلي) أي في آخر الوقت المستحب و تأخيره إليه واجب هنا أما في صورة الانقطاع لتمام العادة فإنه مستحب كما في النهاية والفتح و غيرهما.** (ردالمحتار: ۱/۲۷۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۷/ جمادی الاخریٰ ۹۲ھ (احسن الفتاویٰ: ۲/۶۸-۶۹)

## ایام عادت کے بعد خون آنا:

سوال: ایک عورت کی عادت مستمرہ یہ ہے کہ ہر مہینہ میں پانچ روز حیض آتا ہے۔ کبھی کبھی چھٹے دن بھی آجاتا ہے۔ کبھی تو یہاں تک نوبت آتی ہے کہ۔ نہادھوکر دو تین نماز پڑھتی ہے۔ پھر خون آجاتا ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب ــــــــــــ باسم ملهم الصواب

پانچ دن گزرنے کے بعد جب خون بند ہوجائے تو نماز کے وقت میں غسل کر کے نماز پڑھے پھر اگر خون آجائے تو نماز چھوڑ دے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۳/ ربیع الآخر ۹۶ھ (احسن الفتاویٰ: ۲/۶۸)

## ایام حیض میں جب تک عورت خالص سفیدی نہ دیکھے تب تک پاک نہیں ہوگی:

سوال: حیض کے منقطع ہونے کے لئے بیاض کا دیکھنا ضروری ہے کہ نہیں؟

---

**(۱) عن أبي سعيد الخدريؓ قال: خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم في الأضحىٰ.....قال: أليس شهادة المرأة مثل نصف شهادة الرجل ؟ قلن: بلىٰ، قال: فذالك من نقصان عقلها، أليس إذا حاضت لم تصل ولم تصم ؟ قلن: بلىٰ، قال: ذالك من نقصان دينها.** (بخاری ، باب ترک الحائض الصوم، ص۵۳، نمبر۳۰۴)

**عن عائشةؓ أنها قالت: قالت فاطمةؓ بنت أبي حبيش لرسول الله صلى الله عليه وسلم: يا رسول الله ! إني لا أطهر أفأدع الصلاة ؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إنما ذالك عرق و ليس بالحيضة، فإذا أقبلت الحيضة فاترکي الصلاة فإذا ذهب قدرها فاغسلي عنك الدم وصلي.** (بخاری، باب الاستحاضة، ص۵۳، نمبر۳۰۶، انیس)

الجواب ______________________

ہاں بیاض کا دیکھنا لازم ہے۔یعنی کرسف پر سوائے بیاض کے دوسرا رنگ نہ ہو جیسا کہ موطا امام محمد میں لکھا ہے:

**قال محمدؒ: لاتطهر المرأة مادامت ترى حمرة أو صفرة أو كدرة حتى ترى البياض خالصاً وهو قول أبي حنيفةؒ، انتهى۔**

اور شرح وقایہ میں ہے:

**وما رأت في المدة سوى البياض حيض، انتهى۔** (۱) (فتاویٰ باقیات صالحات، ویلور: ص: ۳-۴)

## جو خون پندرہ دن سے پہلے آوے وہ حیض نہیں:

سوال: ایک عورت کو ایک مہینے میں دو بار حیض آتا ہے تو وہ ہر دو دفعہ میں نماز، روزہ ترک کرے یا کیا کرے؟

الجواب ______________________

اگر ایک حیض سے پاک ہونے پر، پندرہ روز بعد آوے تو وہ حیض ہے نماز روزہ ترک کرے اور جو پندرہ روز سے پہلے آوے تو وہ استحاضہ ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ بدست خاص، ص:۶۲ (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۳۸)

## خون بند ہونے پر نماز اور روزہ فرض ہونے کی تفصیل:

سوال: عورت کی ماہواری کا خون نماز کے آخر وقت میں بند ہوا تو اس پر یہ نماز فرض ہونے کی کیا شرط ہے۔ نیز رمضان میں بالکل آخر شب میں خون بند ہوا تو اس دن کا روزہ فرض ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ______________________ باسم ملهم الصواب

اگر دس روز سے کم خون کی عادت ہے تو نماز فرض ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ خون بند ہونے کے بعد نماز کا وقت ختم ہونے سے قبل پھرتی (جلدی) سے غسل کا فرض ادا کر کے تکبیر تحریمہ کہہ سکے، اگر چہ غسل کی سنتیں ادا کرنے کا وقت نہ ہو، اور پورے دس روز خون آتا ہو تو اگر وقت ختم ہونے سے صرف اتنی دیر پہلے دس روز پورے ہو گئے جس میں بدوں غسل کئے صرف تکبیر تحریمہ کہہ سکے تو یہ نماز فرض ہوگئی۔ اس کی قضا کرے، روزے کا بھی یہی حکم ہے کہ پہلی صورت میں صبح صادق سے قبل فرض غسل کے بعد تکبیر تحریمہ اور دوسری صورت میں صرف تکبیر تحریمہ کا وقت پا لیا تو اس دن کا روزہ صحیح ہوگا ورنہ نہیں۔

---

(۱) كن نساء يبعثن إلى عائشةؓ بالدرجة فيها الكرسف فيه الصفرة فتقول: لايعجلن حتى ترين القصة البيضاء تريد بذلك الطهر من الحيضة. (بخاری، باب إقبال المحيض وإدباره، ص۴۶، نمبر ۳۲۰، انیس)

(۲) (وأقل الطهر) بين الحيضتين أو النفاس والحيض (خمسة عشر يوماً) ولياليها إجماعاً (ولا حد لأكثره). (الدر المختار مع رد المحتار، باب الحيض: ۲۸۵/۱، انیس)

قال في شرح التنوير: "(أويمضى عليها زمن يسع الغسل) ولبس الثياب (و التحريمة) يعنى من آخر وقت الصلوة لتعليلهم بوجوبها فى ذمتها (إلىٰ قوله )وهل تعتبر التحريمة فى الصوم؟ الأصح لا،وهى من الطهر مطلقاً، وكذا الغسل لو لأكثره وإلا فمن الحيض،فتقضى إن بقى بعد الغسل والتحريمة ولو لعشرة فقدرالتحريمة فقط لئلا تزيد أيامه علىٰ عشرة فليحفظ،وفى الشامية:(قوله يسع الغسل )أى مع مقدماته كالإستقاء وخلع الثوب و التستر عن الأعين. و فى شرح البزدوى: ولم يذكروا أن المراد به الغسل المسنون أوالفرض، والظاهر الفرض لأنه يثبت به رجحان جانب الطهارةؒ اھ كذا فى شرح التحرير لابن أميرحاج (قوله والتحريمة)وهى"الله" عند أبى حنيفةؒ و"الله أكبر" عند أبى يوسفؒ، والفتوى على الأول كما فى المضمرات، قهستانى ،وقال تحت (قوله الأصح لا ):هذا ما صححه فى المجتبى.

ونقل بعده فى البحر عن التوشيح والسراج: أنه لا يجزيها صوم ذالك اليوم إذا لم يبق من الوقت قدر الاغتسال والتحريمة (إلىٰ قوله )ونحوه فى الزيلعى. و قال فى البحر: وهذا هو الحق فيما يظهر آه. قال فى النهر: وفيه نظر، ولم يبين وجهه (إلىٰ قوله )فالذى يظهرما قال فى البحر أنه الحق. (ردالمحتار:۱/۲۷۳)فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔۲۶ / ربیع الآخر ۹۷ھ (احسن الفتاویٰ:۲/۷۰۔۷۱)

## اسقاط کے بعد خون حیض ہے یا نہیں:

سوال: ایک عورت کو اسقاط ہوا، حکیموں اور دایہ کی یہ رائے ہے کہ کچھ اسقاط ہوا اور کچھ باقی ہے اور اب تک حکیم اس کو حاملہ بتلاتے ہیں ۔تو ایسی صورت میں اگر عورت کو خون آئے تو یہ خون حیض شمار ہوگا یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــ حامدًا ومصلياً

اگر اس کو حمل ہے،تو جو خون حالتِ حمل میں آئے ، وہ حیض نہیں ۔اگر اسقاط ہوگیا اور اب حمل نہیں اور سقط کی خلقت ظاہر نہیں ہوئی اور ( سقط کے ساتھ ) کم از کم تین یوم خون آیا اور اس سے قبل طہر تام تھا تو اس خون کو حیض کہا جائے گا،ورنہ استحاضہ۔

" فإن لم يظهر له شىء فليس بشىء، والمرئى حيض إن دام ثلاثًا وتقدمه طهر تام وإلا استحاضة اهـ" درمختار. (قوله:والمرئى) أى الدم المرئى مع السقط الذى لم يظهر من خلقه شىء اهـ" شامى: ۱/ ۲۷۹. (۱)(أقله ثلاثة أيام بلياليها)الثلاث، فالإضافة لبيان العدد المقدر بالساعات الفلكية لا للاختصاص،الخ". (۲)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ:۵/۱۹۹۔۲۰۰)

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار،باب الحيض:۱/۳۰۳،بيروت،انيس

(۲) الدر المختارعلىٰ رد المحتار:۱/۲۸۴، وكذا فى التاتارخانية:۱/۳۲۴۔

## عورت کے حق میں ایک دن چوبیس شمیمہ کا ہے:

سوال: کسی عورت کو کبھی دو دن، کبھی تین دن لگا تار حیض آتا ہے اور پھر بالکل ختم ہو جاتا ہے، ایک دو دن کے بعد پھر آتا ہے، کبھی دو تین دفعہ ہو کر، کبھی گھنٹہ دو گھنٹہ رہ کر رک جاتا ہے، پھر ایک دن کے بعد ایک آدھ مرتبہ آکر بند ہو جاتا ہے، یہ مجموعہ سات دن کا ہوا۔ اسی طرح ہمیشہ ہوتا ہے اور کم از کم چار دن اور زیادہ سے زیادہ سات دن رہتا ہے۔ ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے، اللہ ورسول کا حکم کیا ہے؟ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ چھ دن پورا کر کے غسل کر کے نماز پڑھتی ہے پھر خون آجاتا ہے، اس کیفیت سے سات دن پورے ہوتے ہیں۔ نیز ایک مکمل دن سے کتنے مراد ہے، کیا ۲۴؍ شمیمہ مراد ہیں؟ مثلاً کسی عورت کو جمعہ کو ۱۱؍ بجے سے حیض شروع ہوئے تو دوشنبہ کو جب گیارہ بجے تک آئے گا تب پورے تین دن ہوں گے، اگر گیارہ بجے تک آئے تو پورے تین دن سمجھے جائیں گے یا نہیں؟

**الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً**

یہ عورت سات روز تک حائضہ شمار ہوگی، اس کے بعد غسل کر کے نماز پڑھے۔ ۲۴؍ گھنٹہ کا ایک دن ایک رات ہے۔ ۱۲؍ بجے سے آئندہ دن کے بارہ بجے تک دن رات مکمل کہا جائے گا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/ ۹۱ھ، الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند ۲/۴/ ۹۱ھ

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۹۹/۵ تا ۲۰۱)

## ایام عادت بھولنے والی حائضہ کا حکم:

سوال: ایک عورت کو دس دن سے زیادہ خون آیا اور اس کو اپنی پہلی عادت بالکل یاد نہیں کہ پہلے مہینے میں کے دن خون آیا تھا تو اب اس عورت کو کتنے روز نماز قضا کرنی چاہئے؟

**الجواب ــــــــــــــــــــــــ**

وہ تحری یعنی اٹکل کرے یعنی یاد کرے کہ کے دن ماہ سابق میں حیض آیا تھا جے دن غالب گمان سے حیض یاد آوے اتنے دنوں اپنے کو حائضہ سمجھے اور اس کی نمازیں قضا نہ کرے اور جے دن غالب گمان سے طہر یاد آوے اسی قدر طاہر سمجھے اور ان کی نمازیں قضا کرے اور جس میں دونوں جانب برابر ہوں احتیاط پر عمل کرے یعنی ان کی بھی نمازیں قضا کرلے اور آئندہ ماہ میں بھی اگر عادت مظنونہ سے بڑھنے لگے تو بھی نمازوں کے اوقات میں اٹکل پر عمل کرے یعنی اس اٹکل سے جو وقت غالب ظن سے حیض کا معلوم ہو اس میں غسل کر کے نماز وغیرہ پڑھے اور جس وقت یہ شبہ ہو کہ میں حائضہ ہوں یعنی ابھی حیض میرا منقطع نہیں ہوا یا طاہرہ ہوں یعنی حیض سابق مرا منقطع ہو گیا تو غسل کر کے نماز

(۱) بذل المجهود: ۱۵۸/۱، باب إتيان الحائض ، امداديه ،ملتان.

پڑھے اور اس صورت میں احتیاط یہ بھی ہے کہ اگلے وقت میں بھی غسل کر کے وقتیہ سے پہلے اس کا اعادہ کرے، (۱) پھر وقتیہ پڑھے اور جس وقت یہ شبہ ہو کہ میں طاہرہ ہوں یعنی طہارت سابقہ میری مستمر ہے حیض شروع نہیں ہوا، یا حائضہ ہوں یعنی حیض شروع ہو گیا تو وضو کر کے نماز پڑھے۔

**كذا يفهم من الدر المختار ورد المحتار حيث قال: وحاصله أنها تتحرى، الخ. فقط**

۸/ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۹ھ (تتمہ اولیٰ ص ۶) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/ ۸۵-۸۶)

## دس دن سے زیادہ حیض آئے اور عادت فراموش کر جائے تو کیا کرے:

سوال: کسی عورت کو دس دن سے زیادہ خون آیا اور پچھلی عادت کو بھول گئی تو اب حیض کے کتنے دن ہیں؟

**الجواب**

دس دن حیض کے شمار کرے باقی استحاضہ۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دار العلوم: ۱/ ۲۷۹)

## جس عورت کو ایام حیض کی عدد اور تاریخ دونوں یا تاریخ یاد نہ ہو اس کے لئے کیا حکم ہے:

سوال: جس عورت کو ایام حیض کی شمار اور تاریخ (یعنی محل حیض) یاد نہ ہو پھر اس کو استحاضہ مستمرہ ہو جائے اس کا کیا حکم ہے، اور جس کو شمار ایام یاد ہو مگر محل دم یاد نہ ہو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

**الجواب**

**قال ابن عابدينؒ في رسالته منهل الواردين من بحار الفيض في أحكام المضلة: اعلم أنه يجب على كل امرأة حفظ عادتها في الحيض والنفاس والطهر عدداً ومكاناً ككونه خمسةً مثلاً من أول شهر أو آخره مثلاً وأطلق المكان على الزمان تجوّزاً فإن جنّت أو أغمي عليها أو تساهلت في**

---

(۱) اس لئے کہ احتمال ہے کہ جب اس نے گذشتہ وقت کی نماز پڑھی تھی اس وقت وہ حائضہ ہی ہو اور نماز کے بعد وقت نکلنے سے پہلے وہ پاک ہو گئی ہو اس لئے گذشتہ نماز بھی احتیاطاً قضا کر لے، **لاحتمال حيضها في وقت الأولى وطهرها قبل خروجه فيلزمها القضاء احتياطاً**، اھ۔ (شامی: ۱/ ۲۶۵، سعید احمد)

(۲) **(أكثره عشرة) بعشرة ليال، الخ، (والناقص...... والزائد الخ استحاضة ......إلا عند)...... نصب عادة ......الدم). (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الحيض**: ۱/ ۲۶۲، ظفیر)

**عن واثلة بن الأسقع قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أقل الحيض ثلاثة أيام وأكثره عشرة أيام". (الدار قطني، كتاب الحيض**، ج اول، ص ۲۲۵، نمبر ۸۳۶)

**عن أبي أمامة الباهليؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:...... فإذا رأت الدم فوق عشرة أيام فهي مستحاضة. (الدار قطني**، نمبر ۸۳۴، انیس)

حفظ ذلک ولم تهتمّ لدينها فسقاً فنسيت عادتها فاستمر الدم فعليها بعد ما أفاقت أوندمت أن تتحرى بغلبة الظن كما فى اشتباه القبلة وأعد اد الركعات فإن استقرظنهاعلیٰ موضع حيضها و عدده عملت به وإلا فعليها الأخذ بالأحوط فى الأحكام فماغلب على ظنها أنه حيضها أو طهرها عملت به وإن ترددت تصلى وتصوم إحتياطاً علیٰ مايأتى تفصيله، ولاتدخل المسجد ولاتطوف إلا للزيارة لأنه ركن الحج فلايترک لإحتمال الحيض بخلاف القدوم فإنه سنة ثم تعيد طواف الزيارة بعد عشرة أيام ليقع أحدهما فى طهربيقين وإلا للصدرفلاتتركه لوجوبه على غيرالمكى ولاتعيده، ولا تمس المصحف ولايجوزوطئها أبداً لأن التحرى فى الفروج لايجوز نص عليه محمدؒ،محيط،ولاتقرأ القرآن فى غيرالصلوٰة وتصلى الفرض والواجب والسنن المشهورة أى المؤكدة، بحر،لكونها تبعاً للفرائض، وتقرأ فى كل ركعة الفاتحة وسورة قصيرة على الصحيح وقيل تقتصر على المفروض، بحر،سوى ماعدا الأوليين من الفرض فلاتقرأ فى شىء من ذلک السورة بل تقرأ الفاتحة فقط لوجوبها فى رواية عن أبى حنيفةؒ،محيط،وقيل: لاتقرأ أصلا، والصحيح الأول، تتارخانية، وتقرأ القنوت وسا ئرالدعوات والأذكار .

وكلما ترددت بين الطهر ودخول الحيض صلت بالوضوء لوقت كل صلوٰة وإن ترددت بين الطهروالخروج من الحيض فتصلى بالغسل كذلک أى لوقت كل صلوٰة ثم تعيد فى وقت الثانية بعد الغسل قبل الوقتية وهكذا تصنع فى وقت كل صلوٰة، انتهیٰ، مثاله امرأة تذكرأن حيضها فى كل شهر مرةً وانقطاعه فى النصف الأخير ولاتذكر غيرهذين فإنها فى النصف الأول تترد بين الدخول والطهر وفى النصف الأخير بين الطهر والخروج وأما إذا لم تذكر شيئاً أصلاً فهى مترددة فى كل زمان بين الطهر والدخول فحكمه حكم التردد بين الطهر والخروج بلافرق، وإن سمعت سجدةً فسجدتها للحال سقطت عنها وإلا أعادتها بعد عشرة أيام وإن كانت عليها فائتة فقضتها فعليها إعادتها بعد عشرة أيام من يوم القضاء قبل أن تزيد المدة على خمسة عشر وهوالصحيح، وأما حكم الصوم فإنها لاتفطر فى رمضان أصلاً لاحتمالها طهارتها كل يوم ثم لها حالات (ذكر ها مفصلة فليراجع )وهذا حكم الإضلال العام أى إضلال العدد والمكان بحيث تكون فى كل يوم مترددة بين الحيض والطهر ومايقربه أى مايقرب من العام كإن علمت عدد أيامها لكن أضلت مكانها فى جميع الشهر وأما الخاص وهوالإضلال فى المكان فقط كإن علمت عدد أيامها وأضلت مكانها فى بعض الشهر كالعشرالأول منه مثلاً والإضلال فى العدد فقط مع العلم بالمكان فموقوف على مقدمة(فذكرها مع الأمثلة فليراجع

**ثم ذکر بعده الإضلال فی النفاس أیضاً فلیطالع. (ص۹۹و۱۰۶)**

**قلت: وهذا هو مذهب الحنفیة فی المضلة، والعلم والعمل عسیر جداً لنساء زماننا، فرأینا الإفتاء بقول أحمدؒ فیها أولیٰ وأیسر، وهو ماذکره ابن قدامةؒ فی المغنی بما نصه: فإن کانت لها أیام نسیتها فإنها تقعد ستاً أوسبعاً فی کل شهر، وقوله ستاً أوسبعاً الظاهر أنه ردها إلٰی اجتهادها ورأیها فیما یغلب علی ظنها أنه أقرب إلٰی عادتها أوعادة نسائها أومایکون أشبه بکونه حیضاً، ذکره القاضی فی بعض المواضع، وهل تجلس أیام حیضها من أول کل شهرأوبالتحری والإجتهاد، فیه وجهان: أحدهما تجلس من أول کل شهر إذاکان یحتمل لأن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال لحمنةؓ: ''فتحیّضی ستة أیام أوسبعة أیام فی علم اللّٰه ثم اغتسلی وصلّی أربعاً وعشرین لیلةً أو ثلاثاً وعشرین لیلةً وأیامها'' فقدم حیضها علی الطهر ثم أمرها بالصلوٰة والصوم فی بقیته ولأن المبتدأة تجلس من أول الشهر مع أنه لاعادة لها فکذالک الناسیة.**

**القسم الثالث: الناسیة لوقتها دون عددها وهذه تتنوع نوعین: أحدهما أن لاتعلم لها وقتاً ... أصلا وتعلم أن حیضها خمسة أیام فإنها تجلس خمسةً من کل شهر إما من أوله أوبالتحری علی اختلاف الوجهین الخ. (ص: ۳۴۰ و۳۴۴) وقول الشافعیؒ موافق لقول الحنفیة فی الباب کماذکره فی المغنی: جلد ۱ ص ۳۴۱. (۱) واللّٰه تعالیٰ أعلم وعلمه أتم وأحکم**

۱۳/ ذیقعدہ ۱۳۴۷ھ۔ (امداد الاحکام جلداول ص: ۳۶۸ تا ۳۷۰)

---

(۱) خلاصۂ جواب: علامہ ابن عابدین شامیؒ نے اس مسئلہ سے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ''منهل الواردین من بحار الفیض فی أحکام المضلة'' ہے، اس میں انہوں نے ایسی عورت جو اپنے مخصوص ایام کا شمار اور اس کی تاریخ یاد نہ رکھ سکے، اس کے احکام کو بحسن وخوبی جمع کر دیا ہے، جو مندرجہ بالا عبارت میں مذکور ہے، اس کا خلاصہ یہاں پیش ہے:

''معلوم ہونا چاہئے کہ ہر عورت پر واجب ہے کہ وہ اپنے ایام مخصوصہ یعنی حیض، نفاس اور طہر کے ایام اور تاریخ کو یاد رکھے مثلاً پانچ دن ہے اور یہ مہینہ کے شروع میں ہے یا آخر میں ہے۔ چنانچہ اگر کوئی عورت مجنوں یا بیہوش ہو جائے یا اس کو یاد رکھنے میں سستی برتے اور بے دینی کی وجہ سے اپنے دین ومسائل کا اہتمام نہ کر سکے اور اپنی ہر ماہ کے ایام مخصوصہ کی عادت بھول جائے، اور خون مستقل جاری رہے، تو اس عورت پر واجب ہے کہ اپنی بیہوشی یا ندامت وشرمندگی کے بعد اپنے غلبۂ گمان سے اندازہ لگائے اپنی ہر ماہ کی عادت کا، کہ ایام مخصوصہ والی عادت کتنے دن کی ہے اور کن تاریخوں میں ہے، جیسا کہ قبلہ کے مشتبہ ہونے پر یا رکعات کی تعداد بھولنے پر غلبۂ گمان پر اندازہ کیا جاتا ہے، پس اگر اس کو اپنے غلبۂ گمان سے حیض کے ایام اور تاریخ متعین ہو جائے تو اسی پر عمل کرے، ورنہ اس پر لازم ہے کہ احکام شرعیہ سے متعلق احتیاط پر عمل کرے، پس جب اس کو غلبۂ گمان ہو کہ یہ حیض کے ایام ہیں یا پاکی کے، تو اسی کے مطابق عمل باقی رکھے، اور اگر اس کے باوجود بھی شک ہو تو احتیاطاً نماز بھی پڑھے اور روزہ بھی رکھے، اور مسجد میں داخل نہ ہو، اور طوافِ زیارت کے علاوہ کوئی دوسرا طواف نہ کرے، کیونکہ طواف زیارت حج کا رکن ہے، تو یہ رکن حج حیض کے احتمال سے نہیں چھوڑا جائے گا بخلاف طواف قدوم کے، کیونکہ وہ سنت ہے، پھر دس دن کے بعد طواف زیارت کا اعادہ کر لے تاکہ یقینی طور پر کوئی ایک طواف طہر میں ہو جائے، اور پس طواف صدر کو نہ چھوڑے، اس لئے کہ وہ غیر مکی پر واجب ہے، ... ==

## حائضہ پر دم کرنا:

سوال: حیض یا نفاس والی عورت پر قرآن پاک پڑھ کر دم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

**الجواب ـــــــــــ باسم ملهم الصواب**

جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۱/ربیع الاول ۹۵ھ (احسن الفتاویٰ:۲/۶۸)

== ... البتہ اس کا اعادہ نہ کرے، اور قرآن شریف کو ہاتھ نہ لگائے، اور اس سے وطی کرنا کبھی بھی جائز نہیں ہے، اس لئے کہ فروج سے متعلق تحری جائز نہیں ہے، امام محمدؒ نے اس کی وضاحت کی ہے (محیط) اور نماز کے علاوہ میں قرآن نہ پڑھے، اور نمازوں میں بھی صرف فرائض، واجبات اور سنن مؤکدہ پڑھے (بحر) اس لئے کہ وہ فرائض کے تابع ہیں۔ اور اس میں بھی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور ایک چھوٹی سورت پڑھے، صحیح قول کے مطابق، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ صرف فرض مقدار قراءت پر اکتفا کرے (بحر) فرض کی پہلی دو رکعتوں کے علاوہ، پس اس میں سے کسی میں سورت نہ پڑھے بلکہ صرف سورۂ فاتحہ پڑھے کیونکہ امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت اس کے وجوب کا ہے (محیط) اور ایک قول یہ بھی ہے کہ بالکل کچھ بھی نہ پڑھے، اور راجح قول پہلا ہی ہے (تاتارخانیہ) اور قنوت اور باقی تمام دعاؤں اور اذکار کو پڑھ سکتی ہے۔

اور جب جب اس کو تردد ہو طہر اور حیض کے شروع ہونے کے درمیان، تو ہر نماز کے وقت وضو کر کے نماز پڑھے، اور اگر حیض سے نکلنے اور پاکی کے درمیان شک ہو تو ہر نماز کے وقت غسل کر کے نماز پڑھے پھر دوسری نماز کے وقت پہلی نماز کا اعادہ کرلے دوسری نماز کے لئے غسل کرنے کے بعد، ہر نماز کے وقت اسی طرح عمل کرے، انتہیٰ۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک عورت ہے اسکو یہ یاد ہے کہ اس کا حیض ہر ماہ ایک بار ہے اور اس کا اختتام مہینہ کے آخر میں ہے، ان دو باتوں کے علاوہ اسے کچھ بھی یاد نہیں ہے، تو گویا وہ مہینہ کے نصف اول میں پاکی اور حیض کے شروع ہونے میں شک کرتی ہے اور نصف اخیر میں اسے حیض سے نکلنے اور پاکی میں شک ہے، اور اگر اس عورت کو بالکل کچھ بھی نہیں یاد ہے تو وہ گویا ہر زمانے میں پاکی اور حیض کے شروع ہونے کے درمیان شک میں ہے تو اس کا حکم بھی وہی ہے جو حیض سے نکلنے اور پاک ہونے کے درمیان شک کرنے کا حکم ہے بغیر کسی فرق کے، اور اگر آیت سجدہ سنے اور فوراً سجدہ کرلے تو ساقط ہو جائے گا ورنہ دس دن کے بعد اس کا اعادہ کرنا پڑے گا، اور اگر اس پر کوئی سجدہ قضا تھا اور اس کا قضا کرلیا تو قضا کرنے کے دن سے دس دن کے بعد پھر اس کا اعادہ کرے پندرہ دن ہونے سے پہلے پہلے، یہی صحیح قول ہے۔

رہا روزے کا حکم، تو وہ یہ ہے کہ رمضان میں روزہ بالکل نہ چھوڑے روزانہ پاکی کے احتمال کی وجہ سے، پھر اس کے بھی بہت سے حالات اور شکلیں ہیں (جن کو علامہ شامیؒ نے اس رسالہ میں تفصیل سے ذکر کیا ہے وہاں دیکھا جا سکتا ہے)۔

یہ سارے احکام اضلال عام یعنی ایام مخصوصہ کے شمار اور تاریخ یاد نہ ہونے کے ہیں، اس طور پر کہ وہ عورت شک کرے حیض اور طہر کے درمیان، یا اس کے قریب قریب، جیسا کہ اسے ایام مخصوصہ کا شمار یاد ہو لیکن پورے مہینے میں تاریخ یاد نہ ہو۔

رہا اضلال خاص، تو وہ یہ ہے کہ صرف تاریخ یاد نہ ہو، مثلاً ایام مخصوصہ کے ایام و شمار یاد ہوں اور مہینہ کے کس حصے میں یہ پیش آیا اس کی تاریخ یاد نہ ہو، مثلاً مہینہ کا پہلا عشرہ یا کوئی اور، یا اسے صرف ایام کے شمار یاد نہ ہوں تاریخ یاد ہو (یہ بھی اضلال خاص کی صورت ہو سکتی ہے) تو یہ ایک مقدمہ پر موقوف ہے (چنانچہ علامہ شامیؒ نے اس کو بھی مثالوں کے ساتھ ذکر کیا ہے اس کو وہاں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے، پھر اس کے بعد انہوں نے اضلال نفاس کو بھی ذکر کیا ہے اس کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ (صفحہ ۹۹ تا ۱۰۶)

میں (صاحب امداد الاحکام) کہتا ہوں کہ یہی احنافؒ کا مذہب ہے ایسی عورت سے متعلق جو اپنے ایام مخصوصہ کے شمار اور تاریخ کو بھول جائے، اور ہمارے زمانے کی عورتوں کی جہالت اور مسائل کی جانکاری اور ان پر عمل بہت دشوار ہے، ... ==

## حائضہ عورت پر دم کرنے کا حکم:

سوال: حائضہ، نفاس والی عورت یا جُنب آدمی بیمار ہو جائے تو قرآنی آیات پڑھ کر اس کو دم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

وظائف یا اوراد کے لئے طہارت شرط نہیں بغیر طہارت کے بھی دم کیا جا سکتا ہے، جب دم کرنے والے کا طاہر ہونا ضروری نہیں تو جس پر دم کیا جاتا ہو اس کا طاہر ہونا بدرجہ اولیٰ ضروری نہ ہوگا، لہذا حیض ونفاس والی عورت اگرچہ خود پاک نہیں مگر اس پر دم کرنا جائز ہے۔

**لما قال العلامة الحصكفيؒ: ''(ولا بأس) لحائض وجنب (بقراءة أدعية ومسها وحملها وذكر اللّٰه تعالىٰ، وتسبيح) وزيارة قبور، ودخول مصلى عيد''. (الدر المختار علىٰ صدر رد المحتار: ج ١ ص ٢٩٣، باب الحيض)** (١) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۵۲۶)

## حائضہ اذان کا جواب دے یا نہیں:

سوال: کیا عورت کے لیے اذان کا جواب دینا مستحب ہے اور اگر عورت حائضہ ہو تو کیا حکم ہے؟

---

== ... تو ہم اس سلسلے میں امام احمدؒ کے قول پر فتویٰ دینا بہتر اور آسان سمجھتے ہیں، امام احمدؒ کا مذہب وہ ہے جو علامہ ابن قدامہؒ نے مغنی میں لکھا ہے، جس کی عبارت یہ ہے: کہ اگر اس عورت کے لئے چند ایام ہوں جن کو وہ بھول گئی ہو تو ہر ماہ وہ چھ یا سات دن بیٹھے (یعنی نماز روزہ موقوف کردے)۔ ان کا یہ قول کہ چھ یا سات دن، ظاہر یہ ہے کہ انہوں نے اس کو اس کے اجتہاد اور غلبۂ گمان پر ڈال دیا ہے کہ وہ اس کی عادت سے قریب ہے یا اس کے خاندان کی عورتوں کی عادت سے قریب ہے یا اسکے مشابہ۔ قاضیؒ نے بعض جگہ اس کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ اور کیا وہ عورت اپنے ایام حیض میں ہر ماہ کے شروع میں بیٹھے گی یا تحری اور اجتہاد کرے گی، اس کی دو شکلیں ہیں: ایک یہ کہ ہر ماہ کے شروع ہی میں بیٹھے جبکہ اس کا احتمال ہو، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حمنہؓ سے فرمایا تھا: **''فتحيضى ستة أيام أو سبعة أيام'' الحديث** ۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں حیض کو طہر پر مقدم کیا پھر بقیہ ایام میں نماز روزے کا حکم دیا، اور اس وجہ سے بھی کہ مبتدأۃ مہینہ کے شروع ہی میں بیٹھتی ہے باوجودیکہ اس کی کوئی عادت نہیں تو اسی طرح ناسیہ بھی کرے گی۔

تیسری قسم یہ ہے کہ عورت حیض کے ایام کو نہ بھولے بلکہ وقت ہی بھول جائے، اس کی بھی دو قسمیں ہیں: ایک یہ کہ بالکل وقت کا علم نہ ہو البتہ اتنا علم ہو کہ اس کا حیض پانچ دن ہے، تو وہ ہر ماہ پانچ دن بیٹھے یا تو شروع ہی سے یا تحری کرکے دونوں صورتوں کے اختلاف کے مطابق (صفحہ ۳۴۰و۳۴۴) اور اس باب میں شافعیہؒ کا قول حنفیہؒ ہی کی طرح ہے جیسا کہ مغنی میں ذکر کیا ہے۔ (جلد ۱ صفحہ ۳۴۱)

اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتے ہیں ان ہی کا علم مکمل اور مضبوط ہے۔ انیس

(١) **قال السيد أحمد الطحطاویؒ: (تحت قوله: ويحرم قراءة آية من القرآن إلا بقصد الذكر) أی أو الثناء أو الدعاء إن اشتملت عليه فلابأس به فی أصح الروايات، قال فی العيون: ''ولو أنه قرأ الفاتحة علىٰ سبيل الدعاء أو شيئاً من الآيات التی فيها معنی الدعاء ولم يرد به القرآن فلابأس به''. (الطحطاوی حاشية مراقی الفلاح: ١١٤، باب الحيض/ ومثله فی البحر الرائق: ج ١ ص ١٩٩، باب الحيض)**

الجواب

عورت کے لیے اذان کا جواب دینا مستحب ہے البتہ حائضہ کے بارے میں اختلاف ہے اکثر فقہا کے نزدیک حائضہ کو اذان کا جواب نہیں دینا چاہیے کیوں کہ اجابت کے معنی کام کاج کو چھوڑ کر نماز کی جگہ آنا ہے اگر چہ عورت مسجد میں نماز نہ پڑھتی ہو اور بالفعل اجابت سے وہ عاجز ہے۔

ردالمحتار میں ہے: **(ویجیب) وجوباً،وقال الحلوانی: ندباً، والواجب الإجابة بالقدم (من سمع الأذان)یفهم منه أنه لولم یسمع لصمم أولبعد أنه لایجیب، (قوله لاحائضاً ونفساء)لأنهما لیسا من أهل الإجابة بالفعل فکذا بالقول إمداد، أی بخلاف الجنب فإنه مخاطب بالصلوٰة،ولأن حدثه أخف من الحیض والنفاس لإمکان إزالته سریعاً. (ردالمحتار:۱/۳۹۶)**

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

**ویجوزللجنب والحائض الدعوات وجواب الأذان ونحوذلک کذا فی السراجیة. (فتاویٰ هندیة:۱/۳۸)**

الفقہ الاسلامی میں ہے:

**وقال الحنفیة: تشمل الإجابة من سمع الأذان ولوکان جنباً لاحائضاً ونفساء. (الفقه الإسلامی وأدلته:۱/۵۵۴)**

حاشیۃ الطحطاوی میں ہے:

**ویجیب الجنب لاالحائض والنفساء لعجزهما عن الإجابة بالفعل أی فسقطت بالقول تبعاً للفعل. (حاشیةالطحطاوی: ۱/۱۱۰)** واللہ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم زکریا جلد اول:۵۹۱)

## حیض ونفاس کی حالت میں سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوگا:

سوال: حائض ونفساء کو سجدۂ تلاوت سننے سے، سجدہ واجب ہو جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب

واجب نہیں ہوتا(۱) فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔ بدست خاص، ص: ۶۸ (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۳۹)

## حائضہ نماز کے اوقات میں ذکر واذکار کا معمول رکھے یا نہیں:

سوال تبلیغی جماعت کی خواتین کی تبلیغی مجالس ومحافل میں اہلیہ شرکت کرتی ہے ایک محفل میں ایک مسئلہ سن کر آئی تو اس کی تصدیق چاہی کہ عورت کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ حیض کے دنوں میں بوقت نماز وضو کر کے مصلّٰی پر اتنی

(۱) حیض ونفاس میں عورت نماز کی مکلّف نہیں اور سجدہ نماز کا جز ہے، پس اس کی بھی مکلّف نہیں۔ سعید پالن پوری

**(یمنع صلاة) مطلقاً ولوسجدة شکر الخ،وفی الشامی:قوله یمنع:أی الحیض وکذاالنفاس،خزائن،.........قوله مطلقاً:أی کلا أوبعضاً لأن منع الشیء منع لأبعاضه،نهر،قوله ولوسجد ة شکر:أی أوتلاوة فیمنع صحتهما ویحرمها، بحر.(الدرالمختار مع ردالمحتار،باب الحیض : ۱/۱۹۰،۱۹۱،بیروت، انیس)**

دیر بیٹھ کر تسبیح و درودِ پاک اور ذکر واذکار کرتی رہے جتنی دیر میں کہ وہ نماز پڑھتی ہے۔ تو کیا یہ مسئلہ درست ہے یا نہیں؟ مدلل جواب تحریر فرمائیں؟ (العبد سیف اللہ خالد قادری لاہور)

الجواب

یہ درست ہے اس حالت میں ذکر و تسبیح وغیرہ منع نہیں اور سوال میں مذکور عمل کو معمول بنا لینے میں علاوہ ثواب کے یہ فائدہ بھی ہے کہ ان اوقات میں نماز و عبادت کی عادت پختہ رہے گی۔

ویستحب لها أن تتوضأ لوقت کل صلاة وتقعد علیٰ مصلاها وتسبح وتهلل وتکبر بقدر أدائها کی لا تنسی عادتها وفی روایة: یکتب لها ثواب أحسن صلاة کانت تصلی. اهـ. (شامی: ج ۱ ص ۲۱۳) فقط واللہ أعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۱۴۴)

## حائضہ عورتیں اوقاتِ نماز میں ذکر واذکار کو معمول بنائیں:

سوال: حالتِ حیض میں عورت کو نماز پڑھنا تو جائز نہیں، کیا ایسی عورت اپنے معمول پر دوام کے لئے اوقاتِ نماز میں مصلّٰی پر بیٹھ کر تسبیح وتہلیل، ذکر واذکار کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

حائضہ عورت کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ نماز کے اوقات میں وضو کر کے اپنے مصلّٰی پر آ کر بیٹھ جائے اور اتنی دیر تک تسبیح وتحمید، ذکر واذکار میں مشغول رہے جتنے وقت میں یہ عورت نماز پڑھتی تھی، تاکہ معمول میں کوئی فرق نہ آئے۔

قال ابن عابدینؒ: "ویستحب لها أن تتوضأ لوقت کل صلوٰة وتقعد علیٰ مصلاها وتسبح وتهلل وتکبر بقدر أدائها کی لا تنسیٰ عادتها، وفی روایة: یکتب لها أحسن صلوٰة کانت تصلی". (رد المحتار: ج ۱ ص ۲۹۰، باب الحیض) (۱) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ: ۵۶۰)

## حائضہ کو دعائیں اور وظائف پڑھنے کا حکم:

سوال: بعض مستورات کا سوال ہے کہ جناب کی تالیف کتاب "قربات عند اللہ وصلوات الرسول ومناجات مقبول" ایامِ حیض میں بھی اس کی منزل پڑھی جاوے یا نہ، اس لئے کہ آیات قرآن مجید واحادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، اس میں مسطور ہیں؟

---

(۱) قال العلامة عالم بن العلاء الأنصاریؒ: ویستحب للمرأة الحائض إذا دخل علیها وقت الصلوٰة أن تتوضأ وتجلس عند مسجد بیتها". وفی السراجیة: مقدار ما یمکن أداء الصلوٰة لو کانت طاهرة وتسبح وتهلل کی لا تزول عنها عادة العبادة". (الفتاویٰ التاتارخانیة: ج ۱ ص ۳۳۲، باب الحیض، نوع فی الأحکام التی تتعلق بالحیض) ومثله فی الهندیة: ج ۱ ص ۳۸، الباب السادس فی الدعاء المختصة بالنساء، الفصل الرابع فی أحکام الحیض)

الجواب

فی الدرالمختار ،أحکام الجنب: (و)یحرم به (تلاوة قرآن) ولودون آية علی المختار (بقصده) فلو قصد الدعاء أو الثناء أوافتتاح أمر أوالتعليم ولقن کلمة کلمة حل فی الأصح آه فی ردالمحتار: (قوله علی المختار) أی من قولين مصححين ثانيهما أنه لايحرم مادون آية، ورجحه ابن الهمام بأنه لا يعد قارئاً بما دون آية فی حق جواز الصلوٰة فکذا ههنا واعترضه فی البحر تبعاً للحلية بأن الأحاديث لم تفصل بين القليل والکثير، والتعليل فی مقابلة النص مردود،آه.(۱)

قلت (أی أشرف علی التهانویؒ): بأنه ليس تعليلاً بل تفسير للحديث الناهی کحديث ابن عمرؓ مثلاً عن النبی صلی الله عليه وسلم:"لاتقرء الحائض ولا الجنب شيئاً من القرآن" أخرجه الترمذیؒ فإن النهی تعلق بالقرآن ومادون آية لايسمی قرآناً والنصوص واردة علی محاورات أهل اللسان فهوأيضا عمل بالحديث، ثم ذکر فی الدرالمختار، فی أحکام الحيض: (وقراء ة قرآن) بقصده الخ فی رد المحتار: (قوله بقصده) فلوقرأت الفاتحة علی وجه الدعاء أو شيئاً من الآيات التی فيها معنی الدعاء ولم ترد القراء ة لابأس به کما قدمناه عن العيون لأبی الليث، (۲) (قلت: وهو مانقل فی أحکام الجنب ونصه): قال فی العيون لأبی الليث: قرأ الفاتحة علی وجه الدعاء أو شيئاً من الآيات التی فيها معنی الدعاء و لم يرد القراء ة لا بأس به، وفی الغاية: أنه المختار، واختاره الحلوانی، لکن قال الهندوانی: لا أفتی به وإن روی عن الإمام الخ.(۳)

ان روایات سے چند امور مستفاد ہوئے۔

امراول: جنب اور حائض کوقرآن پڑھنا جائز نہیں اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ایک آیت تامہ کا پڑھنا جائز نہیں۔

امرثانی: احادیث کا پڑھنا جائز ہےاس میں بھی اختلاف نہیں۔

امرثالث: آیت سے کم پڑھنا بعض کے نزدیک جائز نہیں۔

امررابع: اگرقرآن بقصد تلاوت نہ پڑھا جاوے بلکہ بقصد دعا پڑھا جاوے، جب کہ اس میں دعا کے معنی ہوں تو اکثر کے نزدیک جائز ہے بعض نے اس پرفتویٰ نہیں دیا۔

امرخامس: چونکہ مفاہیم روایات فقہیہ کے حجت ہیں لہذا ایسی روایات جوازقراءت احادیث پرخصوص احادیث دعا پردال ہیں اس تقریر سے سوال کا مفصل جواب حاصل ہوگیا۔ یہ تو نفس احکام کا بیان تھا جوضروری تھا جس کے دلائل

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار،أبحاث الغسل،مطلب يطلق الدعاء علیٰ مايشمل الثناء: ۱/۱۷۲،بيروت،انيس.
(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار،باب الحيض: ۱/۲۹۳،انيس
(۳) أيضاً،حاشیہ نمبر:۱

بیان کرنا عمل کے لئے ضروری نہیں لیکن اہل علم کے نشاط کے لئے ان کے دلائل کی طرف مختصراً اشارہ کرتا ہوں۔

امر اول کی دلیل عبارت مذکورہ میں مذکور ہے یعنی: **لاتقرء الحائض ولاالجنب الخ وفی الباب أحادیث کثیرة غیر ماذکر.**

امر اول کے جزء ثانی کی دلیل بھی یہی احادیث ہیں کیونکہ اس پر قراءت قرآن صادق آتی ہے۔

امر ثانی کی دلیل بھی یہی احادیث ہیں کیونکہ اس پر قراءت قرآن صادق نہیں آتی۔ نیز بجز بخاری ونسائی کے سب اصحاب صحاح نے حدیث ذکر کی ہے۔

**"کان صلی اللّٰہ علیه وسلم یذکر اللّٰہ فی کل أحیانه، کذا فی إحیاء السنن".**

ظاہر ہے کہ یہ حدیث کو بھی عام ہے بلکہ قرآن کو بھی لیکن چونکہ قراءت قرآن سے نہی وارد ہے وہ اس سے مخصوص ہوگئی اور قراءت حدیث اس عموم میں داخل رہی، نیز خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایسے حالات میں کلام فرماتے تھے اور آپ کا ہر کلام حدیث ہے، پس قراءت روایت کا جواز دلیل فعلی سے بھی ثابت ہوگیا۔

امر ثالث۔ مانع کی دلیل یہی احادیث ہیں منطوقاً اس بناء پر کہ قراءت لغۃً اس کو بھی عام ہے اور مبیح کی دلیل بھی یہی احادیث ہیں مفہوماً اس بناء پر کہ یہ عرف اور محاورہ میں قراءت نہیں۔

امر رابع۔ اکثر کی دلیل یہ حدیث ہوسکتی ہے۔

**عن عائشة: "کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم إذا کان جنباً وأراد أن یأکل أو ینام توضأ وضوءه للصلوٰة" رواه مسلم، وعن عائشةؓ "أن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم کان إذا أراد أن یطعم وهو جنب غسل کفیه ومضمض فاه ثم طعم" رواه الدارقطنی وقال صحیح کذا فی إحیاء السنن.**

اور دوسری احادیث سے ابتداء اکل میں **بسم اللّٰہ** اور **فراغ عن الأکل** پر **الحمدللّٰہ** کہنا منقول ہے اور وضوءِ شرعی بھی رافع جنابت نہیں اور وضوءِ لغوی تو وضو ہی نہیں، تو جنابت کی حالت میں **بسم اللّٰہ** اور **الحمدللّٰہ** کہنا ثابت ہوا، اور **بسم اللّٰہ** کا قرآن ہونا تواتر سے ثابت اور دلائل مطلق ہیں تسمیہ تامہ اور غیر تامہ کو، اور **الحمد للّٰہ** ایک قول پر کہ قرآن آیت غیر تامہ کو بھی عام ہے قرآن ہے، مگر چونکہ اس **تسمیه** و **حمد له** سے مقصود تلاوت نہ تھی بلکہ افتتاح واختتام وتبرک مقصود تھا اس لئے جائز رکھا گیا پس امر رابع میں اکثر کا قول ثابت ہوگیا، اور بعض کا معلوم ہوتا ہے کہ محض تنزہ واحتیاط پر مبنی ہے کہ لوگ حدود سے تجاوز نہ کرنے لگیں، پس بطور سد ذرائع کے جواز پر فتویٰ نہیں دیا ورنہ **تسمیة** و **حمد له** کو وہ بھی ناجائز نہیں کہتے، کیونکہ اس وقت اس کے قرآن ہونے کا خطرہ بھی نہیں ہوتا تو اس میں تجاوز عن الحدود کا احتمال نہ تھا۔

امر خامس کچھ امر ثانی کی تقریر کافی ہے۔

فرع: چونکہ جنب اور حائض کے احکام میں کچھ فرق نہیں اس لئے یہ احکام اور دلائل دونوں کے لئے مشترک ہیں، اصل سوال کا خلاصہ جواب یہ ہے کہ قربات عنداللہ کی ادعیہ قرآنیہ وحدیثیہ کا حائضہ کو پڑھنا جائز ہے صرف ادعیہ ٔ قرآنیہ میں یہ قید ہوگی کہ دعا کی نیت سے پڑھے۔ قرآن کی نیت سے نہ پڑھے اور جہاں اس احتیاط کی علماً وعملاً توقع نہ ہو وہاں احوط واورع منع ہی ہے اور عجب نہیں فقیہ ہندوائیؒ نے ایسے ہی عوام کے لئے منع فرما دیا ہو۔

فائدہ: اس تحریر سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ سب اہل فتویٰ کا قصد اتباع حدیث کا ہے، گو وجہ استدلال میں اختلاف ہو گیا۔ واللہ اعلم، اشرف علی۔ ۴؍شعبان ۱۳۶۵ھ (النور رمضان ۱۳۵۷ھ) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱؍۸۸تا۹۱)

## عورت حالت حیض ونفاس میں تسبیح پڑھ سکتی ہے یا نہیں:

سوال: عورتوں کو حالت حیض ونفاس میں وضو کر کے دلائل الخیرات وحزب الاعظم وغیرہ اردو وظیفہ ''سبحان اللہ'' یا ''الحمد للہ'' یا ''اللہ اکبر'' پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس بات کا خیال رکھے کہ اگر وظیفہ کی کتاب میں کوئی آیت قرآنی آوے تو اس کو نہ پڑھے۔

الجواب

وظیفہ مذکورہ اور تسبیح وتہلیل جائز ہے اور آیاتِ قرآنیہ کا پڑھنا بھی بہ نیت دعا جائز ہے۔

درمختار میں ہے: ''(ولا بأس) لحائض وجنب (بقراءة أدعية ومسها وحملها وذكر الله تعالىٰ، وتسبيح)، إلخ. (۱) وفي الشامي: ''فلو قرأت الفاتحة على وجه الدعاء أو شيئاً من الآيات التي فيها معنى الدعاء ولم ترد القراءة لا بأس به''. (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دار العلوم: ۱؍۲۸۰)

## چالیس دن پر مشتمل وظیفہ کیسے پورا کرے:

سوال: کسی کتاب میں علماء دین نے سورۂ یٰسٓ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص سورۂ یٰسٓ کو دوام کے ساتھ چالیس دن تک لگاتار پڑھے تو وہ جس مقصد کیلیے دعا کرے گا اس کا مقصد ضرور پورا ہو جائے گا۔ اب اگر کوئی عورت اپنے کسی مقصد کے لئے اس مسئلہ پر عمل کرنا چاہے تو چالیس دنوں کے دوران وہ حیض کی شکار ہو جاتی ہے تو ایسی صورت میں وہ کیسے اور کس طرح چالیس دن پورا کرے گی؟

(۱) الدرالمختار علیٰ رد المحتار، باب الحیض: ۱؍۲۷۱۔ ظفیر

(۲) ردالمحتار، باب الحیض، تحت قوله بقصده: ۱؍۲۷۰۔ ظفیر

عن هشام بن حسان قال: ''الجنب يسبّح و يحمد الله، ويدعو، ولا يقرأ آيةً واحدةً. (مصنف عبد الرزاق، باب هل تذكر الله الحائض والجنب: جلد اول ص ۲۶۱، نمبر ۱۳۱۱)

امام ترمذیؒ لکھتے ہیں: قالوا: لا تقرأ الحائض ولا الجنب من القرآن شيئاً إلا طرف الآية و الحرف ونحو ذالک، ورخصوا للجنب والحائض في التسبيح والتهليل. (ترمذی باب ما جاء في الجنب والحائض أنهما لا يقرآن القرآن، انیس)

هو المصوب ــــــــــــــــــــ

مذکورہ عورت پاکی کے دنوں میں چالیس دن پورے کرلے، انشاء اللہ وہی فضیلت اس کو بھی حاصل ہوجائے گی۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۲۵۲)

## حالت حیض میں ذکر جائز ہے:

سوال: عورت حیض کی حالت میں ذکر اور تسبیح وغیرہ کرسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــ باسم ملهم الصواب

حالت حیض میں تلاوت قرآن کے سوا ہر قسم کا ذکر جائز ہے، قرآن کی آیت بھی دعا کی نیت سے پڑھنا جائز ہے۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔ ۲ / ذی الحجہ ۸۹ھ (احسن الفتاویٰ: ۲/۶۷)

## ایامِ حیض میں مناجاتِ مقبول کا پڑھنا:

سوال: مستورات ایام حیض میں ''مناجاتِ مقبول'' پڑھ سکتی ہیں یا نہیں؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ مناجاتِ مقبول میں عربی والی دعا میں قرآن کی آیت بھی ہوتی ہے، لہٰذا اردو والی منظوم دعائیں الگ مجلد کروا کر پڑھنی چاہئے؟

الجواب ــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

کپڑے رومال وغیرہ سے پکڑ کر اردو کی دعائیں پڑھنا درست ہیں۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۲۰۹-۲۱۰)

## حالت حیض میں آیۃ الکرسی پڑھنا:

سوال: اگر کسی کو رات کو سوتے وقت پنج کلمہ آیۃ الکرسی اور چاروں قل اور الحمد شریف پڑھنے کی عادت ہے تو حیض کے دنوں میں کیا کیا جائے؟

---

(۱) عن هشام بن حسان قال: الجنب يسبح و يحمد الله، ويدعو، ولا يقرأ آية واحدة. (مصنف عبد الرزاق ، باب هل تذكر الله الحائض والجنب، ج اول، ص ۳۳۷، نمبر ۱۳۰۹)

(ولابأس) لحائض وجنب (بقراءة أدعية ومسها وحملها وذكر الله تعالىٰ، وتسبيح) الخ. وفي ردالمحتار: ''فلو قرأت الفاتحة على وجه الدعاء أو شيئاً من الآيات التي فيها معنى الدعاء ولم ترد القراءة لابأس به''. (الدرالمختارمع ردالمحتار، باب الحيض: ۱/ ۲۹۳، بيروت، انيس)

(۲) ''مناجاتِ مقبول کی عربی دعاؤں میں آیاتِ قرآنیہ دعا کی نیت سے پڑھنا بلا کراہت جائز ہے، البتہ تلاوت کی نیت سے جائز نہیں:

''(قوله بقصده): فلو قرأت الفاتحة على وجه الدعاء أو شيئاً من الآيات التي فيها معنى الدعاء ولم تُرِد القراءة، لابأس به''. (رد المحتار: ۱/۲۹۳، باب الحيض، سعيد، كذا في حاشية الطحطاوى على الدر المختار: ۱/۱۵۰)

الجواب ______________ باسم ملهم الصواب

دعا کی نیت سے پڑھ لے۔تلاوت کی نیت نہ کرے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۰؍شعبان ۹۷ھ۔(احسن الفتاویٰ:۲؍۷۱)

## حالت حیض میں درود شریف وغیرہ پڑھنا:

سوال جس عورت کو حیض آتا ہو وہ درود شریف دلائل الخیرات پڑھ سکتی ہے نہیں؟

الجواب ______________

ہاں سوائے قرآن مجید کے تمام اذکار پڑھنا مباح ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ(کفایت المفتی:۲؍۲۵۳)

## میدان عرفات میں حائضہ کا آیت کریمہ، بطور ذکر یا دعا پڑھنا:

سوال: ایک عورت کہتی ہے کہ عرفات میں حالت حیض میں لا إلٰــہ إلا أنـت الـخ آیت کریمہ نہیں پڑھ سکتے تو کیا بغیر دیکھے زبانی طور پر آیت کریمہ اور سورۂ اخلاص اور مناجات مقبول میں سنیچر کی منزل حالت حیض میں نہیں پڑھ سکتے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ______________

عورت حیض یا نفاس کی حالت میں قرآن مجید کی کوئی بھی آیت تلاوت کی نیت سے نہیں پڑھ سکتی البتہ قرآن مجید کی وہ آیت یا سورت جس میں دعا یا اللہ کی حمد وثنا ہو دعا اور ذکر کی نیت سے پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتی ہے۔

مراقی الفلاح میں ہے:

**ویحرم قراء ةاٰیة من القراٰن إلا بقصدالذکر إذا اشتملت علیه لاعلی حکم أوخبر...الخ.**

طحطاوی میں ہے:

**(قولـه إلا بـقـصـد الـذکـر):أی أو الثنـاء أو الـدعـاء إن اشتملت علیـه فلابأس بـه فی أصح الـروایـات،قـال فـی الـحیـوان: ولو أنه قرأ الفاتحة علی سبیل الدعاء أوشیئاًمن الأیات التی فیها مـعـنـی الدعاء ولم یرد به الـقـراٰن فـلابـأس بـه،آه،واختـاره الـحلوانی وذکرفی غایة البیان: أنه المختار،کمافی البحر والنهر...آه.** (مراقی الفلاح وطحطاوی علی مراقی الفلاح:۷۷)

بہشتی زیور میں ہے:(مسئلہ) جو عورت حیض سے ہو یا نفاس سے ہو اور جس پر نہانا واجب ہو اس کو مسجد میں جانا

---

(۱) عـن ابـن عـمـرؓ عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال:"لا تقرء الحائض ولا الجنب شیئاً من القرآن. (ترمذی، باب ماجاء فی الجنب والحائض لا یقرأ القرآن/ أبوداؤد ، باب فی الجنب یقرأالقرآن،انیس)

(۲) (قـولـه بـقـصـده) :فـلـو قرأت الفاتحة علی وجه الد عاء أ و شیئاً من الآیات التی فیها معنی الدعاء ولم تُرِد القراء ة،لابأس به". (رد المحتار:۱؍۲۹۳، باب الحیض،کذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار:۱؍۱۵۰،انیس)

اور کعبہ شریف کا طواف کرنا اور کلام مجید پڑھنا اور کلام مجید کا چھونا درست نہیں، الخ۔

نیز بہشتی زیور میں ہے: مسئلہ: اگر الحمدللہ کی پوری سورت دعا کی نیت سے پڑھے یا اور دعائیں جو قرآن میں آئی ہیں ان کو دعا کی نیت سے پڑھے، تلاوت کے ارادے سے نہ پڑھے تو درست ہے، اس میں کچھ گناہ نہیں ہے، جیسے یہ دعا: رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ، اور یہ دعا: ''رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْ نَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْاَخْطَاْنَا.

آخر تک جو سورۂ بقرہ کے آخر میں ہے یا اور کوئی دعا جو قرآن شریف میں آئی ہے، دعا کی نیت سے سب کا پڑھنا درست ہے۔ (بہشتی زیور: ۷۷-۸۷، حصہ دوم، نفاس اور حیض وغیرہ کے احکام کا بیان)

لہٰذا مذکورہ صورت میں عورت حالت حیض میں میدان عرفات میں ذکر اور دعا کی نیت سے سورۂ اخلاص (قُلْ هُوَ اللّٰهُ) پڑھ سکتی ہے، تلاوت کی نیت سے نہ پڑھے اور عرفات میں اس وظیفہ کی بہت فضیلت بھی آئی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جو مسلمان عرفہ کو زوال کے بعد موقف میں وقوف کرے اور قبلہ رخ ہو کر سو مرتبہ ''لا إلٰه إلاالله وحده لاشريک له، له الملک وله الحمد وهو علیٰ کل شیء قدير'' پھر سو مرتبہ ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' پھر سو مرتبہ نماز کا درود (درود ابراہیمی) پڑھے تو باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ''اے میرے فرشتو! کیا جزا ہے میرے اس بندے کی کہ اس نے میری تسبیح وتہلیل کی اور بڑائی وعظمت بیان کی اور ثنا کئے اور میرے نبی پر درود بھیجا، میں نے اس کو بخش دیا اور اس کی شفاعت کو اس کے نفس کے بارے میں قبول کیا اور اگر میرا بندہ اہل موقف کی بھی شفاعت کرے گا تو قبول کروں گا اور جو دعا چاہے مانگے''۔ (معلم الحجاج: ۱۷۵-۱۷۶، کیفیت وقوف عرفہ)

اسی طرح مناجات مقبول کی سنیچر کی منزل بھی دعا کی نیت سے پڑھ سکتی ہیں۔

البتہ حیض کی حالت میں قرآنی دعاؤں کو نہ چھوئے، زبانی پڑھے یا اس طرح پڑھے کہ ان دعاؤں پر ہاتھ نہ لگے۔

مراقی الفلاح میں ہے:

ويحرم (مسها) أی الآية لقوله تعالیٰ: ''لَايَمَسُّهُ اِلَّاالْمُطَهَّرُوْنَ''، سواء کتب علیٰ قرطاس أو درهم أو حائط (إلا بغلافٍ) متجافٍ عن القراٰن والحائل کالخريطة فی الصحيح.

طحطاوی میں ہے:

وفيماعدا المصحف إنما يحرم مس الکتابة لاالحواشی ويحرم الکل فی المصحف لأن الکل تبع له کما فی الحدادی وغيره الخ. (طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح: ۷۷) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۱۷/۹-۱۱۹)

## حائضہ کے لئے تعلیم قرآن کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حائضہ عورت جو بچوں کو پڑھاتی ہو کیا وہ ان ایام میں پڑھانا

چھوڑ دے۔ نیز دوسری دعائیں اور درود شریف وغیرہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

**الجواب ـــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب**

**قال فی شرح التنویر: (و)یمنع...... (قراءة قرآن) بقصده (ومسه) (إلیٰ أن قال)(ولا بأس) لحائض وجنب (بقراءة أدعية ومسها وحملها وذكر الله تعالیٰ، وتسبيح) وفی الشامية: (قوله: قراءة قرآن):أی ولو دون آية من المركبات لا المفردات،لأنه جوزللحائض المعلمة تعليمه كلمة كلمة (قوله بقصده):فلو قرأت الفاتحة علی وجه الدعاء أوشيئاً من الآيات التی فيها معنی الدعاء ولم ترد القراءة لابأس به.(رد المحتار: ۱/ ۲۷۰)وفی غسل شرح التنوير:(و)يحرم به (تلاوة قرآن)ولودون آية علی المختار(بقصده) وفی الشامية: (قوله علی المختار):أی من قولين مصححين ثانيهما أنه لايحرم ما دون آية (إلیٰ قوله)أقول: و محله إذا لم تكن طويلةً، فلوكانت طويلة كان بعضها كآية لأنها تعدل ثلاث آيات ذكره فی الحلية عن شرح الجامع لفخر الإسلام.(ردالمحتار:۱/۱۵۹)**

ان عبارات سے امور ذیل مستفاد ہوئے:

(۱) حائضہ کا ایک آیت یا اس سے زیادہ بنیت تلاوت پڑھنا بالاتفاق ناجائز ہے۔آیت کا ٹکڑا بشرطیکہ چھوٹی سے چھوٹی آیت یعنی چھ حروف کے برابر نہ ہو پڑھنے کے جواز میں اختلاف ہے اور عدم جواز راجح ہے۔

(۳) مفردات میں سے ایک ایک کلمہ پڑھنا بالاتفاق جائز ہے۔

(۴) بقصد دعا ان آیات قرآنیہ کا پڑھنا جائز ہے جن میں دعا کا مضمون ہے۔

(۵) ادعیہ ماثورہ کا پڑھنا اور ہاتھ لگانا اور ذکر اللہ و تسبیح وغیرہ پڑھنا جائز ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱)

۱۳/ شعبان ۹۵ھ (احسن الفتاویٰ:۲/ ۶۷۔۶۸)

## حالت حیض میں بچوں کو پڑھانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) عورت بحالت حیض ونفاس کتب فقہ وحدیث وتفسیر جو اردو زبان میں ہوں ان کا مطالعہ کرسکتی ہے یا نہ؟

(۲) اس حالت میں اگر بچیوں کو سبق پڑھانا چاہے،تو کیا جائز ہے، کتاب کو ہاتھ لگا سکتی ہے، یا کوئی اور صورت اس میں ہو؟

**الجواب ـــــــــــــــــــ**

(۱) مطالعہ کرسکتی ہے۔(۲)

---

(۱) کذا فی محمود الفتاویٰ:۱/ ۳۸۲۔

(۲) (ولايكره النظر إليه)أی القرآن(لجنب وحائض ونفساء)لأن الجنابة لاتحل العين (ک)... ==

(۲) اگر چہ مستحب یہ ہے کہ ہاتھ نہ لگائے، لیکن بوجہ ضرورت کے ہاتھ بھی لگا سکتی ہے، حائضہ، جنبی اور محدث تینوں قرآن وغیرہ میں برابر ہیں، فرق فقط قراءت میں ہے۔

**وفی الخلاصة: یکره مس کتب الأحادیث والفقه للمحدث عندهما وعندأبی حنیفة رحمه اللّٰه الأصح أنه لایکره (ثم قال بعده) و المستحب أن لایأخذ کتب الشریعة بکم أیضاً بل یجدد الوضوء کلماأحدث،الخ. (البحرالرائق: ص ۲۰۲)** واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ، مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان۔ ۵-۷-۱۳۷ھ (فتاویٰ مفتی محمود جلد اول:۴۵۱)

## قرآن چھونے سے متعلق دو عبارتوں کی وضاحت:

سوال: "**ولا تمس هٰؤلاء أی الحائض والجنب والنفساء والمحدث مصحفاً إلا بغلافٍ متجافٍ أی منفصل عنه**" . اس عبارت کی تشریح شرح وقایہ کی شرح میں یہ ہے کہ: **لا تمس** بے وضو شخص کے لئے بھی قرآن شریف چھونا جائز نہیں ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: "**لَایَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ**" اور حدیث میں ہے: "**عن حکیمؓ بن حزام قال: لما بعثنی رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم إلی الیمن قال: "لا تمس القرآن إلّا وأنت طاهر**"، آیت اور حدیث میں مناسبت ہے۔ لیکن عبارت کنایہ ہے کہ **إلاّ بغلاف متجاف أی منفصل عنه** لیکن مسئلہ کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ حائضہ، نفساء قرآن چھو سکتی ہے تو اس کو مفصل طور پر تحریر کیجئے کہ کن حالت میں جائز ہے۔

**هو المصوب**

دونوں عبارتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے، **إلاّ بغلا ف متجاف** کا مطلب یہ ہے کہ بے وضو کپڑے کے واسطہ سے چھوئیں۔ غلاف منفصل سے چھونا قرآن کریم کا چھونا نہیں ہے، بلکہ غلاف کا چھونا ہے۔

تحریر: محمد مستقیم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۱/۲۵۱و۲۵۲)

## لڑکی حافظ ہوتے ہوئے بالغ ہوجائے آموختہ یاد رہے، اس کی کوئی صورت ہے:

سوال: ایک لڑکی قرآن کریم کا حفظ کر رہی ہے وہ بالغہ ہوگئی اور اس کے ایام شروع ہوگئے۔ اب اس کی وجہ سے ہر مہینے آٹھ دن کا ناغہ ہوتا ہے۔ بقیہ دنوں میں وہ قرآن پڑھ سکتی ہے۔ مگر پریشانی یہ ہے کہ حفظ پورا کرنے کے لئے بہت وقت لگے گا اور جب بیچ میں اتنے دن چھوٹ جاتے ہیں تو یاد کیا ہوا بھول جاتی ہے اور پھر دوبارہ یاد کرنا پڑتا ہے تو ایسی کوئی صورت ہے کہ وہ اپنے حیض کے ایام میں تلاوت کر سکے تاکہ کم از کم، پڑھا ہوا یاد رہے۔ جواب عنایت فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

---

== مالاتکره(أدعیة)أی تحریماً،وإلا فالوضوء لمطلق الذکر مندوب،وترکه خلاف الأولیٰ،وهومرجع کراهة التنزیه .(الدرالمختارمع ردالمحتار،مطلب یطلق الدعاء علیٰ مایشمل الثناء،قبل باب المیاه: ۱/۱۷۴،بیروت،انیس)

الجواب ــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

ایام کے زمانہ میں مذکورہ عذر کی وجہ سے قرآن شریف کے تلاوت کی اجازت نہیں ہوسکتی۔ یاد کیا ہوا بھول نہ جائے اس کے دوطریقے ہوسکتے ہیں!

(۱) کپڑے وغیرہ سے قرآن شریف کھول کر بیٹھے اور قلم وغیرہ کسی چیز سے ورق پلٹائے اور قرآن میں دیکھ کر دل دل میں پڑھے۔ زبان نہ ہلائے۔

(۲) کوئی تلاوت کررہا ہوتو اس کے پاس بیٹھ جائے اور سنتی رہے سننے سے بھی یاد ہوجاتا ہے۔ یہ دونوں طریقے جائز ہیں اور انشاء اللہ یاد کیا ہوا محفوظ رکھنے کے لئے کافی ہوں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

۱۹ رشوال المکرّم ۱۴۰۱ھ (احسن الفتاویٰ:۲/ ۶۶)

## حالت حیض میں ایسی کتاب کو ہاتھ لگانا جس میں قرآن کی آیت لکھی ہو:

سوال اگر ایسے ایام ہوں جس میں حرام ہے کہ عورتیں ہاتھ لگائیں کلام پاک کو، کیا ایسی حالت میں ایسی کتاب کو بھی ہاتھ لگانا، پڑھنا جائز ہے جس میں دس بارہ یا ایک دو آیات قرآن پاک ہوں؟ (المستفتی ۱۰۸ میر عبد الغفور صاحب سابق جج شملہ، ۲۲/ رجب ۱۳۵۲ء مطابق ۱۲ نومبر ۱۹۳۳ء)

الجوابــــــــــــــــــ

حیض کی حالت میں قرآن مجید کو چھونا اور ایسی کتاب جس میں قرآن مجید کی آیتیں لکھی ہوں ان آیات کے ورق پر ہاتھ لگانا، ناجائز ہے۔ کتاب کو چھونا اٹھانا جائز ہے۔(۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۲/ ۲۵۲-۲۵۳)

## کیا حائضہ میت کے پاس بیٹھ سکتی ہے:

سوال: کیا حائضہ عورت میت کے پاس بیٹھ سکتی ہے یا نہیں؟

الجوابــــــــــــــــــ

بہتر یہ ہے کہ حائضہ عورت میت کے پاس نہ بیٹھے۔

---

(۱) عن عبد اللّٰه بن أبي بكر عن أبيه قال: كان في كتاب النبي صلى اللّٰه عليه وسلم لعمرو بن حزم: "لا تمس القرآن إلا على طهر". (الدار قطني، باب في نهي المحدث عن مس القرآن/ سنن للبيهقي، باب الحائض لا تمس المصحف ولا تقرأ القرآن)

عن عامر وسالم قالا: "لا يمس الرجل الدرهم فيها كتاب اللّٰه وهو جنب" قال: وقال عطاء والقاسم: "يمسها إذا كانت مصرورة في خرقة". (مصنف ابن أبي شيبة، باب الرجل يمس الدراهم وهو جنب/ مصنف عبد الرزاق، باب مس المصحف والدراهم التي فيها القرآن)

عن ابن عمرؓ عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: "لا تقرء الحائض ولا الجنب شيئاً من القرآن. (ترمذي، باب ماجاء في الجنب والحائض لا يقرأ القرآن/ أبوداؤد، باب في الجنب يقرأ القرآن، انیس)

ملاحظہ ہو۔الفقہ الاسلامی میں ہے: **قال الحنفية: ويخرج من عنده الحائض والنفساء والجنب لامتناع حضور الملائكة بسببهم.(الفقه الإسلامی وأدلته: ۲/ ۴۵۴)**

البحرالرائق میں ہے:**قال ابن نجيم: ويخرج من عنده الحائض والنفساء. (البحرالرائق:۲/ ۱۷۱)**

ردالمحتار میں ہے: **قال ابن عابدين: (ويخرج من عنده الحائض والنفساء والجنب)في النهر: وينبغي إخراج الحائض... وفی نورالإيضاح :واختلف فی إخراج الحائض. (ردالمحتار:۲/ ۱۹۳)**

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے: **(واختلفوافی إخراج الحائض)إخراجهم على سبيل الأولوية إذا كان عن حضورهم غنىً فلاينافی ماذكره الكاكی من أنه لايمنع حضورالجنب والحائض وقت الإحضاروجه عدم الإخراج أنه قدلايمكن الإخراج للشفقة أوللاحتياج إليهن.(طحطاوی على مراقی الفلاح: ص: ۳۰۸)**

خلاصہ یہ ہے کہ حائضہ میت کے پاس نہ ٹھہرے یہی اولیٰ ہے۔**الأولى أن لاتجلس عندالميت الحائض والنفساء والجنب.** واللہ اعلم (فتاویٰ دار العلوم زکریا جلد اول:۵۷۸،۵۷۹)

## ناپاکی کی حالت میں طوافِ زیارت:

سوال:۔ایک حج کرنے والی عورت بارہ/ذی الحجہ تک حیض سے پاک نہیں ہوتی،اور۱۳/ذی الحجہ کو وہ قانونی مجبوری سے سفر کرے گی،ایسی صورت میں اگر وہ حیض کی حالت میں طوافِ زیارت کرے اور ایک اونٹ کا دم دے دے تو کیا اس کا طوافِ زیارت صحیح ہوجائے گا؟یا پھر ایسی صورت میں اس کو کیا کرنا ہے؟

**ھوالمصوب**

دریافت کردہ صورت میں حج پورا ہوجائے گا اور احرام سے بھی پوری طرح حلال ہوجائے گی۔

عمدۃ القاری میں ہے:

**أن الحائض لا تطوف بالبيت فإن هجمت وطافت وهی حائض ففيه تفصيل وإن كانت حائضاً وكان الطواف طواف القدوم فعليها شاة وإن كا ن طواف الركن فعليها بدنة.(عمدة القاری شرح صحيح البخاری ،كتاب الحيض:۱/ ۱۷۷)**

تحریر: محمد مستقیم ندوی،تصویب: ناصر علی ندوی۔(فتاویٰ ندوۃ العلماء:۱/ ۲۵۴)

## مباشرتِ حائضہ:

سوال: جماع اور مباشرت میں کیا فرق ہے؟''بخاری'' کے **باب مباشرة الحائض**،صفحہ:۲۰۷ میں جو احادیث بیان کی گئی ہیں انہیں دیکھ کر بعض مرشدین نے یہ کہنا شروع کردیا ہے کہ جو انسان اپنے نفس پر قابو نہیں پاسکتا

وہ حائضہ کی شرمگاہ پر کپڑا رکھ کر خواہش پوری کرسکتا ہے، لیکن حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ''بہشتی زیور'' میں بحوالہ ''درمختار: ۱/۱۹۴'' لکھا ہے کہ ''حیض کے زمانہ میں مرد کے پاس رہنا یعنی صحبت کرنا درست نہیں اور صحبت کے سوا اور سب باتیں درست ہیں یعنی ساتھ کھانا پینا لیٹنا درست ہے''۔(۱)

علامہ شرنبلالیؒ نے نور الإیضاح ''باب الحیض والنفاس والاستحاضة'' میں لکھا ہے کہ:

''حالتِ حیض میں عورت کی ناف کے نیچے سے گھٹنے تک کسی حصہ سے تمتع حاصل کرنا یعنی لذت لینا حرام ہے''۔

لہٰذا مباشرت اور جماع کے معنیٰ کی تشریح فرمائیں اور مسئلہ کی وضاحت بھی فرمائیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیاً

جماع کو تو سب ہی جانتے ہیں اس میں تو کوئی خفا نہیں، مباشرت کے معنیٰ ہیں: ''کھال سے کھال ملانا'' اور کبھی اس سے مراد لیتے ہیں: ''مرد کے عضو خاص کا عورت کے عضو مخصوص سے بحالت شہوت بغیر کسی حائل کے ملانا'' جس کو ''مباشرتِ فاحشہ'' بھی کہتے ہیں جیسا کہ مراقی الفلاح میں ہے۔(۲)

حائضہ سے مباشرت کی تین صورتیں ہیں:

ایک حرام ہے وہ یہ کہ اس سے جماع یعنی ادخال کیا جائے۔(۲)

دوسری صورت جائز ہے وہ یہ کہ ناف سے اوپر اور گھٹنوں سے نیچے کے حصۂ جسم سے استمتاع کیا جائے۔

تیسری صورت میں اختلاف ہے وہ یہ کہ جماع تو نہ کیا جائے لیکن ناف سے گھٹنوں تک کے حصۂ جسم سے استمتاع کیا جائے۔ بعض علما نے اس کی اجازت دی ہے، بعض نے منع کیا ہے، امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ یہی فرماتے ہیں اور ''اوجز المسالک'' شرح مؤطا امام مالک: ۱/۳۶۱ پر تفصیل مذکور ہے۔(۳)

بعض مرشدین کا قول آپ نے نقل کیا ہے آپ خود دیکھ لیں کہ ''بخاری شریف'' کی کس حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارشاد اس باب میں مذکور ہے:

''وأیکم یملک إربه کما کان النبی صلی اللہ علیه وسلم یملک إربه''.(۴)

---

(۱) بہشتی زیور، باب بیست وششم، حیض کے احکام کا بیان، مسئلہ: ۴، ص: ۱۶۸، دارالاشاعت دیوبند

(۲) مباشرة فاحشة وهی مس فرج أو دبر بذکر منتصب بلا حائل یمنع حرارة الجسد. (مراقی الفلاح: ۹۲، نواقض الوضوء، قدیمی. وکذا فی خلاصة الفتاویٰ: ۱/۱۵، الفصل الثالث فی الوضوء، امجد اکیڈمی، لاهور)

(۳) ''اعلم أن مباشرة الحائض علی ثلاثة أنواع: أحدها: المباشرة فی الفرج بالوطی وهو حرام بالنص والإجماع، ومستحله یکفر علی الاختلاف فیما بینهم فی وجوب الکفارة علی من أتاها... والثانی: المباشرة بمافوق السرة ودون الرکبة بالید او الذکر وغیره وهو مباح بالاجماع... والثالث: الاستمتاع بمابینهما خا الفرج والدبر فمختلف فیمابین الأئمة، قال احمد ومحمد، إلخ''. (أوجز المسالک: ۱/۳۶۱)

''وَ یَسْـَٔلُوْنَکَ عَنِ الْمَحِیْضِ، قُلْ هُوَ اَذًی، فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِی الْمَحِیْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰی یَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ اَمَرَکُمُ اللّٰهُ، اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ. (سورۃ البقرۃ: ۲۲۲)

(۴) الصحیح للبخاری: ۱/۴۴، باب مباشرة الحائض، قدیمی.

اس کا حاصل یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش پر جیسے قابو یافتہ تھے تم میں سے کون ایسا قابو یافتہ ہے یعنی حالتِ حیض میں ناف سے گھٹنوں تک حصۂ جسم کو کپڑے سے مستور کرا دیتے تھے پھر ساتھ لیٹتے تھے اور پھر بھی پورے طور سے قابو یافتہ رہتے تھے اور خواہش پوری نہیں کیا کرتے تھے، تم میں کس کو یہ قوت ضبط حاصل ہے کہ ایسی حالت میں خواہش پوری نہ کرے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود گنگوہی (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۲۰۵، ۲۰۶)

## حائضہ سے انتفاع کی صورت:

سوال: اگر مرد اپنی حائضہ بیوی کے ''مابین السرۃ إلی رکبتیہ'' کو جبکہ اس پر کپڑا ہو، اپنے عضو سے کپڑا لپیٹ کر مس کرے فرجِ داخل چھوڑ کر اور اس کو انزال ہو جائے تو یہ فعل عند الشرع کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

جب کپڑا درمیان میں حائل ہے تو یہ صورت ممنوع نہیں:

''فیجوز الإستمتاع بالسرۃ ومافوقھا والرکبۃ وماتحتھا ولوبلاحائل، وکذا بمابینھما بحائل بغیر الوطیء ولوتلطخ دمًا''. (شامی: ۱/۱۹۴) (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۲۰۳)

## حالت حیض میں جماع کرنا حرام ہے:

سوال: کیا ایام حیض میں عورت سے صحبت کرنا گناہ کبیرہ ہے اور اس کی نسبت سخت وعید آئی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

ایام حیض میں جماع کرنا نص قرآنی سے حرام ہو چکا ہے گناہ کبیرہ ہے، اگر غلطی سے کبھی ایسا ہو جائے تو اگر شروع حیض میں صحبت کی ہو تو ایک دینار اور آخر میں کی ہو تو نصف دینار خیرات کر دینا افضل ہے اور توبہ واستغفار واجب ہے۔ (۲) فقط۔ ۶/ جمادی الاولیٰ ۴۰ھ (امداد الاحکام جلد اول ص: ۳۶۲)

---

(۱) رد المحتار: ۱/۲۹۲، باب الحیض، سعید. وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریة: ۱/۳۹۔ وتبیین الحقائق: ۱/۱۶۴)
عائشة قالت: کنت أنا ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبیت فی الشعار الواحد وأنا طامث أو حائض فإن أصابه منی شیء غسل مکانه ولم یعده وصلی فیه ثم یعود فإن أصابه منی شیء فعل مثل ذلک غسل مکانه ولم یعده وصلی فیه. (سنن النسائی، باب مباشرة الحائض۔ انیس)

(۲) ''وَيَسْئَلُونَکَ عَنِ الْمَحِيْضِ، قُلْ هُوَ اَذًى، فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَاتَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ''. (سورۃ البقرۃ: ۲۲۲)
عن مجاهد فی قوله عزوجل (وَلَاتَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ) حتی ینقطع الدم فإذا تطهرن، قال: یقول إذا اغتسلن. (سنن البیهقی، باب الحائض لا توطأ حتی تطهر وتغتسل، جلد اول، ص ۴۶۲، نمبر ۱۴۸۲) ==

## حالتِ حیض میں استمتاع:

سوال: زید کی بیوی ایامِ حیض کے اندر ہے، زید قوتِ شہوت کی بنا پر حرام کاری کا قصد کرنے پر مجبور ہے، ایسی صورت میں زید اپنی بیوی سے حالت حیض میں مباشرت کرسکتا ہے یا نہیں؟ اس کے علاوہ اگر کوئی اور صورت ہو، تو تحریر فرمائیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

حالتِ حیض میں بیوی سے صحبت کرنا حرام ہے، حرام کاری تو حرام ہے ہی اس کا کیا پوچھنا۔ ناف سے گھٹنے تک کے علاوہ بقیہ جسم سے استمتاع کی گنجائش ہے۔(۱) زید کو چاہئے کہ ایامِ حیض میں صبر کرے یا روزے رکھے، یا پھر دوسری شادی کرلے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۷/۸۷ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۲۰۷) ☆

== سمعت ميمونةؓ تقول :"كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أراد أن يباشر امرأة من نسائه أمرها فاتزرت وهي حائض. (بخاری باب مباشرة الحائض، ص۵۳، نمبر۳۰۳)

عن ميمونةؓ قالت: إن النبى صلى الله عليه وسلم كان يباشر المرأة من نسائه و هى حائض إذا كان عليها إزار إلىٰ أنصاف الفخذين أو الركبتين تحتجز به. (أبوداؤد، باب فى الرجل يصيب منها ما دون الجماع، ص۴۸، نمبر۲۶۷)

عن بعض أزواج النبى صلى الله عليه وسلم قالت: إن النبى صلى الله عليه وسلم كان إذا أراد من الحائض شيئاً ألقىٰ علىٰ فرجها ثوباً. (أبوداؤد، باب فى الرجل يصيب منها ما دون الجماع، ص۴۹، نمبر۲۷۲)

عن مجاهدؒ فى الحائض ينقطع عنها الدم قال: لا يأتيها حتى تحل لها الصلوة. (مصنف ابن أبى شيبة، باب فى المرأة ينقطع عنها الدم فيأتيها قبل أن تغتسل، ج اول، ص۹۲، نمبر۱۰۲۷، انیس)

(۱) فيجوز الإستمتاع بسرة ومافوقها والركبة وماتحتهاولوبلا حائل وكذا بما بينهما بحائل بغير الوطىء ولو تلطخ دماً. (ردالمحتار: ۱/۲۹۲، باب الحيض، سعيد. وكذا فى حاشية الطحطاوى علىٰ مراقى الفلاح : ۱۴۵، باب الحيض، قديمى. وكذا فى حاشية الطحطاوى على الدرالمختار : ۱/۱۴۹، باب الحيض، دارالمعرفة، بيروت. و كذا فى البحر الرائق: ۲/۲۱۱، باب الحيض، رشيديه)

عائشةؓ قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأمر إحدانا إذا كانت حائضًا أمرها رسول الله صلى الله عليه وسلم أن تتّزر ثم يباشرها. (سنن النسائى، باب مباشرة الحائض۔ انیس)

## ☆ حالتِ حیض میں وطی:

سوال: اگر کسی آدمی نے حالتِ حیض میں اپنی بیوی سے وطی کی اور مرد کو کچھ علم نہیں کہ حیض میں ہے یا طہر میں اور اس کی بیوی نے بھی یہ بات شوہر کو نہیں بتائی، وطی سے فارغ ہونے کے بعد عورت نے پھر اپنے شوہر کو پوری بات بتادی کہ میں حالت حیض میں تھی۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ مرد گناہ کا مرتکب ہوگا یا نہیں؟ نیز اگر عورت حالتِ حیض میں بوجہ غلبۂ شہوت کے اپنے شوہر کو وطی کرنے پر اصرار کرے تو مرد کو ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے؟ نیز عورت کی جانب سے یہ بھی خطرہ ہے کہ اگر اصرار کو پورا نہ کیا جائے تو کوئی برا فعل نہ کر بیٹھے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

اگر حالتِ حیض میں مرد نے عدمِ علم کی بنا پر جماع کیا اور عورت کو معلوم ہے تو عورت گناہِ کبیرہ کی مرتکب ہوگی، نیز اگر عورت حالتِ حیض میں بوجہ غلبۂ شہوت کے مرد کو وطی پر مجبور کرے... ==

## حالت حیض میں بیوی سے مجامعت:

اگر کوئی شخص حالت حیض میں اپنی بیوی سے مجامعت کرے اور اس کو شیوہ بنائے تو اس پر حکم شرع کیا ہے؟

**الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق**

شیوہ بنالینا استحلال کو مستلزم نہیں بلکہ اصرار کو مستلزم ہے جو گناہ کبیرہ ضرور ہے مگر کفر نہیں ہے اور گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے تفریق بین الزوجین کا حکم نہیں ہے محض توبہ اور استغفار کافی ہے اور اگر استحلال کو مستلزم کر بھی لیں جب بھی تفریق بین الزوجین کا حکم نہیں ہے، **مستحل الوطی فی حالة الحیض** مفتیٰ بہ قول میں کافر نہیں ہوتا ہے، **كما صرح به في "الطحطاوي على مراقي الفلاح"**. (۱) (ص ۷۴، **في باب الحيض والنفاس**):

**"وصحح صاحب الخلاصة عدم كفره وقال في الفصل الثاني من ألفاظ الكفر: أن من اعتقد الحلال حراماً أو على القلب يكفر إذا كان حراماً لعينه وثبتت حرمته بدليل قطعي أما إذا كان حراماً لغيره بدليل قطعي أو حراماً لعينه بخبر الآحاد لايكفر إذا اعتقده حلالاً فعلى هذا لايفتى بكفر مستحله لأن حرمته لغيره وهو الأذى".**

لہٰذا تکفیر یا تفریق کا فتویٰ غلط ہے۔ بلکہ صورت مسئولہ میں نکاح علی حالہ باقی ہے، البتہ شخص مذکور کو لازم ہے کہ وہ اس شنیع حرکت سے توبہ کرے اور باز آجائے اور اس جرم کے صدور کی وجہ سے کچھ مال تصدق کردے تو بہتر ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند، سہارنپور، ۲۶/۹/۱۳۸۵ھ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۱۳۶-۱۳۷)

## حائضہ کے ساتھ سونا:

سوال: حیض ونفاس کی حالت میں مرد اپنی عورت کے پاس سوسکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلياً**

سوسکتا ہے۔ "**قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "يجوز مباشرة الحائض فوق الإزار وإن لزم منه التلطخ بالدم"** آه، **شامي: ۱/۲۰۷** (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، مظاہر علوم سہارنپور، ۶۱/۲/۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۲۰۳)

---

== ... تو مرد کو وطی کرنا ایسی حالت میں بالکل درست نہیں ہے۔

"ووطأها في الفرج عالماً بالحرمة عامدًا مختارًا ثم هو كبيرة لاجاهلاً ولاناسيًا ولامكرهاً". (كذا في البحر الرائق: ۱/۱۹۸) حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۲۰۷، ۲۰۸)

(۱) طحطاوی علی المراقی: ص ۷۴، مطبع سلیمان مصطفیٰ (دمشق)

(۲) قوله: مابين سرة وركبة، فيجوز الإستمتاع بالسرة وما فوقها والركبة وما تحتها ولوبلاحائل، وكذا بما بينهما بحائل بغير الوطأ ولو تلطخ دمًا. (رد المحتار: ۱/۲۹۲، باب الحيض، سعيد) ==

## حالت حیض میں جسم کے زیر ناف تا گھٹنہ مباشرت کا حکم:

سوال: دراں حالیکہ ایام حیض میں عورت سے مساس وغیرہ جائز ہے تو کیا بغیر دخول اوپر اوپر جسم کے زیر ناف جماع جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ناف کے نیچے اور گھٹنے کے اوپر کا بدن حالت حیض میں مس کرنا بدون حائل کے جائز نہیں، اور امام محمدؒ کے نزدیک بجز جماع درفرج کے اور سب طرح مباشرت درست ہے، پس ان کے نزدیک یہ صورت جائز ہے جو سائل نے دریافت کی ہے، اور احتیاط امام صاحب کے قول میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، اور ضرورت کے وقت امام محمدؒ کے قول پر بھی عمل جائز ہے۔

**قال فی الدر: "(وقربان ماتحت إزار) یعنی مابین سرة ورکبة ولوبلاشهوة، وحل ماعداه مطلقاً، آه وقال الشامی: فیجوز الإستمتاع بالسرة ومافوقها والرکبة وماتحتها ولو بلا حائل، وکذا بما بینهما بحائل بغیر الوطأ (إلیٰ أن قال) وقال محمدؒ: یجتنب شعار الدم یعنی الجماع فقط، آه. (ص: ۳۰۱ ج: ۱) وفی الطحطاوی (ص: ۸۳) علیٰ مراقی الفلاح: وخص محمدؒ التحریم بشعار الدم وهو موضع خروجه کمافی الجوهرة وفی شرح التاویلات وبقول محمدؒ نقول، ورجحه صاحب الغایة وقد علمت مابه الفتویٰ، آه وهو قول الشیخینؒ.** (امداد الاحکام جلد اول ص: ۳۶۳)

## حائضہ کے ساتھ اس کے شوہر کا حائل کے ساتھ مس کرنے کا، کیا حکم ہے:

سوال: حائض عورت کو بالائے زانو معہ جامہ یا عریاں مس کرنا، اور شہوت نکالنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

برہنہ ناجائز اور حائل کے ساتھ درست ہے۔(۱) بدست خاص، سوال: ۴۵ (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۳۹)

---

== **أم سلمةؓ قالت: بینما أنا مضطجعة مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی الخمیلة إذحضت فانسللت فأخذت ثیاب حیضتی فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: أنفست؟ قلت: نعم، فدعانی فاضطجعت معه فی الخمیلة. (سنن النسائی، باب مضاجعة الحائض۔انیس)**

(۱) **قال فی الدر المختار: "(وقربان ماتحت إزار) یعنی مابین سرة ورکبة ولوبلا شهوة، وحل ماعداه مطلقاً، آه وقال الشامی: فیجوز الإستمتاع بالسرة ومافوقها والرکبة وماتحتها ولو بلا حائل وکذا بما بینهما بحائل بغیر الوطأ. (الدر المختار مع رد المحتار، باب الحیض: ۱/ ۲۹۲، بیروت، انیس)**

## بوقتِ ضرورت مباشرتِ حائضہ اور غلبۂ شہوت میں استمنا:

سوال: (۱) جماع کی سخت ضرورت ہو اور منکوحہ حیض میں ہو تو سُرین یا مقامِ دبر کے اوپر رگڑ کر منی اخراج کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ جبکہ اپنے اوپر مکمل اعتماد ہو کہ مقامِ خاص میں داخل نہ کریں گے، یا کوئی اور صورت ہو؟

سوال: (۲) اگر بیوی پاس میں نہ ہو، زید کہیں باہر رہتا ہے یا نکاح نہیں ہوا ہے اور شہوت سے عورتوں پر نظر پڑتی ہے، ذہن و دماغ پریشان رہتا ہے، نماز وغیرہ میں بھی خیال منتشر ہوتا ہے۔ اس عمل (استمناء) کو معمول نہ بنائے بلکہ گاہے گاہے زیادہ پریشان ہو تو سکون حاصل کرنے کے لئے ایسا کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

(۱) یہ صورت ناجائز ہے، البتہ پنڈلی یا پیٹ یا ہاتھ وغیرہ پر رکھ کر انزال کرنے سے تسکین ہو جائے تو معصیت سے بچ جائے تو درست ہے۔(۱)

(۲) اگر بغیر اس کے زنا میں مبتلا ہو جانے کا ظنِ غالب ہو تو زنا سے تحفظ کیلئے ایسا کر لینے سے امید ہے کہ عذاب نہ ہوگا۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۲۰۴/۵)

## بے خبری کی وجہ سے حالت حیض میں ہمبستری کر لی تو گناہ ہوا یا نہیں:

سوال ایک عورت کو ہمیشہ مہینہ کے آخری ہفتہ میں حیض ہوا کرتا تھا، اس کی شادی مہینے کے دوسرے ہفتے میں ہوئی اول شب کو ہمبستر ہونے سے اسے حیض شروع ہو گیا۔ لیکن بے خبری کی وجہ سے خاوند دوبارہ ہمبستر ہوا۔ ایسی حالت میں دونوں میں سے کسی پر گناہ ہوا یا نہیں؟ اگر گناہ ہوا تو اس کا کفارہ وغیرہ کتنا دینا چاہئے۔ شادی کے بعد سے حیض مہینہ کے دوسرے ہفتہ میں ہونے لگا ہے۔

الجواب ـــــــــــــــــــ

بے خبری سے ایسا ہو گیا تو دونوں میں سے کسی پر گناہ نہیں ہوا۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۲۵۳/۲)

---

(۱) وکذا الاستمناء بالکف وإن کرہ تحریماً لحدیث " ناکح الید ملعون" ولو خاف الزنیٰ یرجی أن لاوبال علیہ. (الدرالمختارعلی رد المحتار: ۳۹۹/۱۔ وکذا فی خلاصۃ الفتاویٰ: ۲۶۰/۱، جنس آخر فی المجامعۃ ومافی معناھا، کتاب الصوم، امجد اکیڈمی)

(۲) بہشتی زیور، باب بیست وششم، حیض کے احکام کا بیان، مسئلہ ۴، ۱۶۸، دارالاشاعت۔

(۳) ووطأھا فی الفرج عالماً بالحرمۃ ...الخ. (البحر الرائق: ۱۹۸/۱، انیس)

## حالتِ حیض میں غلط فہمی سے صحبت کی سزا:

سوال: ایک عورت کی حیض کی عادت چار یوم کی تھی، حسبِ معمول چوتھے روز دن کے پانچ بجے حیض بند ہوگیا اور اس روز اس نے غسل بھی کرلیا، اس رات کو تقریباً رات کے ۱۲/ بجے اس کے خاوند نے اس سے ہمبستری کی، صبح کو معلوم ہوا کہ خون جاری ہے، رات کو تقریباً ہمبستری کرنے کے بعد سے علیٰ ہذا صبح خون پھر بند ہوگیا اور کچھ غلط فہمیوں کی بنا پر یہ سمجھتے ہوئے کہ اب گو خون بند ہوگیا ہے، دن کے تقریباً بارہ بجے کے بعد زن وشوہر ہمبستر ہوئے، حالانکہ خون جاری تھا جس کا بعد میں اندازہ ہوا (دونوں کو) اور وہ خون دوسرے روز صبح بند ہوگیا۔ اس صورت میں ان پر کیا سزا شرعی طور پر واجب ہوتی ہے؟ دونوں غریب ہیں اور غلط فہمی اور عدم معلومات کی بنا پر یہ فعل ان سے سرزد ہوا، خصوصًا عورت کے اس قول پر کہ خون بند ہوگیا ہے جس کی علامت اس کا غسل کرنا اور باندھی ہوئی پٹی کھول ڈالنا بھی تھا؟

**الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً**

اس صورت میں عندالحنفیہ شرعاً کوئی کفارہ، صدقہ وغیرہ واجب نہیں، غلط فہمی کی بنا پر جو کچھ ہوگیا توبہ واستغفار کرلیں:

**”اختلف العلماء في وجوب الكفارة، فقال الشافعي رحمه الله في أصح قوليه وهو الجديد ومالك وأبو حنيفة رحمهما الله وأحمد رحمه الله في إحدى الروايتين وجماهير السلف: إنه لا كفارة عليه، وعليه أن يستغفر ويتوب“ اهـ. (بذل المجهود: ۱/۱۵۸، باب إتيان الحائض بحالة علم وعمد)(۱)**

ایک دینار یا نصف دینار تصدق کرنا مستحب ہے تاکہ آئندہ پوری احتیاط سے کام لیا جائے:

**ثم هو أي وطأ الحائض كبيرة لو عامدًا مختارًا عالمًا بالحرمة، لا جاهلاً أو مكرهًا أو ناسيًا، فتلزمه التوبة، ويندب تصدقه بدينار أو نصفه، اهـ“. (درمختار)(۲)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ ذی الحجہ ۶۷ھ

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، ۲۲/ ذی الحجہ ۶۷ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۲۰۲)

## حیض کے ایام میں بیوی سے وطی کرنے کے بعد کیا دو غسل ضروری ہیں یا ایک ہی کافی ہے:

سوال: (۱) جب مجھے مہینہ ہوا تو تین چار دن گذر گئے، مگر غسل نہ کر پائی تھی کہ میرا شوہر آیا اور باوجود منع کرنے کے نہ مانا اور خواہش پوری کرلی، تو اب دو غسل کرنے پڑیں گے؟ ایک ہفتہ کی ناپاکی، دوسرے شوہر کے آنے

---

(۱) الدر المختار: ۱/۲۹۷، باب الحيض، سعيد. الفتاوىٰ العالمگيرية: ۱/۳۹، الفصل الرابع في أحكام الحيض، إلخ. رشيدية

(۲) ردالمحتار: ۱/۲۹۲، باب الحيض، سعيد وكذا في الفتاوىٰ العالمگيرية: ۱/۳۹، الفصل الرابع في أحكام الحيض.

کی۔اجتماع والی عورتوں نے کہا:۱۱/ڈھیلے ہونے چاہئیں،سر دھوکر ڈھیلے سے استنجا پاک کر کے ناف کے نیچے تک بدن کو دھوؤ، پھر وضو کر کے نہاؤ، پھر دوبارہ ناف سے نیچے تک با قاعدہ وضو کرو، تب نہاؤ،تب پاک ہوسکتی ہو۔لہٰذا آپ شرع شریف سے مطلع فرمائیں؟

(۲) میرا شوہر رات کو میرے پاس آیا،صبح کو غسل کرنے کی کسی کو مہلت نہ مل سکی اس طرح تین رات گذر گئیں تو غسل تین روز کریں یا ایک ہی دفعہ سے پاک ہوجائیں گے؟ اجتماع کرنے والی عورتوں نے تین دفعہ بتلایا ہے۔لہٰذا عورتوں کے غسل کا طریقہ تحریر فرمائیں؟

الجواب

(۱) ان دونوں باتوں کی وجہ سے دو غسل واجب نہیں ہوں گے بلکہ ایک ہی غسل کافی ہے۔(۱) ایک غسل میں جتنے پانی کی ضرورت ہوتی ہے بس وہی کافی ہے۔۱۱/ڈھیلے سے استنجا بھی غلط ہے۔(۲)

(۲) تین رات غسل نہ کرنا اور نمازیں قضا کرنا کبیرہ گناہ ہے،سخت وبال کی چیز ہے مگر شوہر کے تین روز صحبت کرنے سے تین غسل واجب نہیں ہوں گے ایک ہی غسل کافی ہوگا،(۳) جس نے دو یا تین دفعہ غسل کرنا بتایا ہے اس نے غلط بتایا۔فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ:۵/۱۱۰-۱۱۲)

## حیض کی حالت میں پیچھے کی طرف سے صحبت:

سوال: اسلام میں عورت سے پیچھے سے صحبت کرنے کی ممانعت ہے،اس کی کیا وجہ ہے،اور اگر ایسا کر لیا تو اس کا کیا اور کتنا گناہ ہے اور اس کا کیا کفارہ ہے۔کیا مجبوری کی حالت میں مثلاً حیض کے وقت اگر پیچھے سے صحبت کرنا چاہے تو جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) ویکفی غسل واحد لعید وجمعة اجتمعا مع جنابة کما لفرضی جنابة وحیض. (الدر المختار:۱/۱۶۹،أبحاث الغسل،سعید،وکذافی الفتاویٰ العالمگیریة:۱/۱۶،أما أنواع الغسل،رشیدیہ،وکذافی الفقه الإسلامی وأدلته:۱/۵۴۱،المطلب السابع،الاغتسال المسنون ،رشیدیه)

(۲) حدیث میں صرف تین ڈھیلوں سے استنجا کا ذکر ہے لیکن وہ بھی ایک استحبابی عمل ہے۔

قال العلامة الحصکفی:ولیس العدد ثلاثاً....بل مستحب. (الدر المختار) وقال العلامة ابن عابدین:(بل یستحب)أشار إلٰی أن المراد نفی السنة المؤکدة لاأصلها لماورد من الأمربالاستنجاء بثلاثة أحجار ولم نقل إن الأمر للوجوب...لأن قوله علیه الصلوٰة والسلام:"من استجمر فلیوتر فمن فعل فحسن ومن لافلاحرج".دلیل علی عدم الوجوب. (ردالمحتار:۱/۳۳۷،کتاب الطهارة فصل فی الاستنجاء،سعید)

بہشتی زیور میں غسل کا طریقہ لکھا ہے اس کے موافق غسل کر لیا جائے۔(بہشتی زیور حصہ،غسل کا بیان:۰-۷-۲۷،دارالاشاعت،کراچی)

(۳) ویکفی غسل واحدلعید وجمعة اجتمعا مع جنابة کما لفرضی جنابة وحیض. (الدر المختار:۱/۱۶۹،أبحاث الغسل،انیس)

هو المصوب

حالت حیض میں اور دبر میں وطی کرنے کی حدیث میں سخت ممانعت وارد ہوئی ہے:

**عن ابن عباسؓ قال: أوحی إلیٰ رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلم (''نِسَائُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ''الخ) أقبل وأدبر واتق الدبر والحیضة. (سنن الترمذی،أبواب تفسیر القرآن،باب ومن سورة البقرة ،حدیث نمبر:۳۱۶۲)**

دوسری بہت سی احادیث سے دبر میں وطی کرنے والے پر لعنت کا پتہ چلتا ہے۔لہذا اس سے بچنا ضروری ہے اور اس سلسلہ میں کثرت احادیث اور احادیث میں لعنت کا ہونا گناہ کبیرہ پر دال ہے۔لہذا اس کے مبتلیٰ بہ پر توبہ کرنا لازم ہے۔(۱)

توبہ کا مفہوم یہ ہے کہ اس گناہ پر دل سے سخت ندامت پائی جائے اور آئندہ ایسا گناہ نہ کرنے کا عزم ہو اور اس حالت کو دوبارہ تصور میں نہ لائے۔

تحریر: محمد مسعود حسن حسنی ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۱/۲۶۲)

## حالتِ حیض میں جماع کرنے سے کفارہ لازم ہے یا نہیں:

سوال: اگر کوئی شخص اپنی زوجہ سے حالت حیض میں جماع کرے تو اس پر کفارہ لازم آوے گا یا نہیں؟

الجواب

درمختار میں ہے کہ حالت حیض میں اپنی زوجہ سے وطی کرنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے، اس کو توبہ کرنا لازم ہے اور ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرنا مستحب ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دار العلوم:۱/۲۷۸)

## حیض کے بعد غسل سے پہلے جماع کرلیا تو کفارہ واجب ہوگا یا نہیں:

سوال: عورت جس وقت حیض سے فارغ ہو جاوے تو قبل از غسل جماع جائز ہے یا نہیں، اور اگر کسی نے قبل از غسل جماع کرلیا تو کچھ کفارہ واجب ہوگا یا نہیں اور بحالت حیض ہم صحبت ہونے کا کیا کفارہ ہے؟

---

(۱) ''ملعون من أتی امرأته في دبرها''.(سنن أبی داؤد، کتاب النکاح، باب فی جامع النکاح، حدیث نمبر:۲۱۶۲۔

(۲) ثم هو کبیرة لو عامداً مختاراً عالماً بالحرمة لا جاهلاً أو مکرهاً أو ناسیاً فتلزمه التوبة ویندب تصدقه بدینار أو نصفه ومصرفه کزکوٰة وهل علی المرأة تصدق قال فی الضیاء: الظاهر لا . درمختار باب الحیض قوله:ثم هو أی وطیء الحائض. (ردالمحتار،باب الحیض:۱/۲۷۵)

عن ابن عباسؓ قال:إذا أصابها فی أول الدم فدینار وإذا أصابها فی انقطاع الدم فنصف دینار. (أبو داؤد، باب فی إتیان الحائض: ص۴۰ نمبر ۲۶۵)

اگر خون کا رنگ سیاہ تھا، اس زمانہ میں وطی کی ہو تو ایک دینار کا صدقہ کرنا مستحب ہے اور اس کا رنگ زرد ہو اس زمانہ میں وطی کی ہو تو آدھے دینار کا صدقہ کرنا مستحب ہے۔(شامی:۱/۲۱۸ بحوالہ محمود الفتاویٰ:۱/۳۸۵) اور ایک دینار ساڑھے چار ماشے سونے کا ہوتا ہے۔(ایک دینار سے مراد: چار ماشہ اور چار رتی کی مقدار سونا ہے یا اس کی قیمت۔(اوزان شرعیہ بحوالہ محمود الفتاویٰ:۱/۳۸۵)

الجواب

اگرانقطاع حیض اکثر مدت حیض یعنی دس دن میں ہوا تو قبل غسل جماع اس سے درست ہے اگر چہ بہتر بعد الغسل ہے۔

درمختار میں ہے: ''ويحل وطؤها إذا انقطع حيضها أكثره بلاغسل وجوباً بل ندباً''الخ.(۱)

اوراگر دس دن سے کم مگر عادت کے موافق چھ سات دن میں مثلاً حیض منقطع ہوا تو جماع اُس سے اُس وقت درست ہے کہ غسل کرلے یا اتنا وقت گذر جاوے کہ اس میں غسل کر کے کپڑے پہنکر نماز شروع کر سکے۔ یا یوں کہا جاوے کہ نماز کا وقت بعد انقطاع حیض کے گذر جاوے اور وہ نماز اس کے ذمہ لازم ہو جاوے۔(۲) اور بحالت حیض اگر جماع کرلیا تو کفارہ اس کا یہ ہے کہ توبہ کرے اور مستحب ہے کہ بقدر ایک دینار کے یا نصف دینار کے صدقہ کرے۔(۳) ایک دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۲۷۹)

## ایام حیض کے گذر جانے کے بعد غسل کرنے سے پہلے بیوی سے مباشرت کا حکم:

سوال: اگر حائضہ عورت بعد بند ہونے حیض کے اور انقضائے ایام معہودہ کے دو ایک روز اور غسل نہ کرے تو قبل غسل اس سے جماع جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جب عورت کے ایام حیض گذر جائیں اور دس دن سے پہلے خون بند ہو جائے اور بندش کے بعد ایک نماز کامل کا وقت کامل گذر جائے تو اس عورت سے جماع جائز ہے غسل کرے یا نہ کرے، اور دس دن کے بعد وقت نماز گذرنے کی بھی ضرورت نہیں۔(۴) واللہ اعلم ۲۰ محرم ۴۵ھ (امدادالاحکام جلد اول ص:۳۶۳ تا ۳۶۴)

---

(۱) الدر المختار علیٰ صدر ردالمحتار، باب الحيض:۱/۲۷۱۔ظفیر)

سأل إنسان عطاءً قال: الحائض ترى الطهر ولا تغتسل أتحل لزوجها؟ قال: لاحتى تغتسل. (مصنف عبدالرزاق،باب الرجل يصيب امرأته وقد رأت الطهر ولم تغتسل/ السنن للبيهقي،باب الحائض لا توطأ حتى تطهر وتغتسل)

عن عطاء قال: إذا طهرت الحائض فلم تجد ماءً تتيمم ويأتيهازوجها. (مصنف ابن أبي شيبة ،باب من قال إذا طهرت و هي في سفرتيمم ويأتيها،انیس)

(۲) وإن لأقله الخ لا يحل حتى تغتسل أو تتيمم بشرطه أو يمضي عليها زمن يسع الغسل ولبس الثياب، الخ.(الدرالمختارعلیٰ صدررد المحتارباب الحيض:۱/۲۷۲)

(۳) ويندب تصدقه بدينار أونصفه ومصرفه كزكوٰة وهل على المرأة تصدق قال في الضياء الظاهر:لا.(الدرالمختارعلیٰ رد المحتار، باب الحيض:۱/۲۷۵،ظفیر)

(۴) (ويحل وطؤها إذا انقطع حيضها لأكثره) بلاغسل وجوباً بل ندباً،(وإن...... لأقله) الخ (لا) يحل (حتى تغتسل) أو تتيمم بشرطه (أو يمضي عليها زمن يسع الغسل) ولبس الثياب، الخ.(الدرالمختارمع رد المحتار،باب الحيض:۱/۲۹۴،۲۹۵،بيروت،انيس)

## جنابت کے بعد فوراً حائضہ ہوگئی تو غسل حیض کے بعد کرلے گی:

سوال: ایک شخص اپنی بیوی سے ہم بستر ہوا۔ صبح کو اس کی بیوی حائضہ ہوگئی، تو اس کی بیوی پر غسل جنابت فرض ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

غسل جنابت اس پر فرض نہیں رہا حیض سے پاک ہوکر غسل کرے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۱۶۷)

## جنابت کی حالت میں حیض شروع ہوجائے تو غسل کب کرے:

سوال: مجھے مسئلہ معلوم کرنا ہے کہ میاں بیوی دونوں صحبت کرنے کے بعد جب ان پر غسل فرض ہوجاتا ہے، تو اس رات میں غسل سے پہلے عورت کو ماہواری شروع ہوجائے تو کیا وہ غسل جنابت کریں یا نہیں؟ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــ حامداًو مصلیاً

اگر چہ ایام حیض کے ختم ہونے پر ایک غسل دونوں امور (جنابت وحیض) کے لیے کافی ہوجائے گا تاہم ماہواری کے دوران جنابت کے غسل سے صحت کے خراب ہونے کا اندیشہ نہ ہوتو وہ غسل کرسکتی ہے۔

**كما في الدر: ويكفي غسل واحد لعيد وجمعة اجتمعا مع جنابة كما لفرضي جنابة وحيض. الخ. (۱/۱۶۹)**

**وفي الفقه الإسلامي وأدلته: ومن اغتسل لجنابة أونحوها كحيض مع غسل جمعة أوعيد أجزأه الغسل عنهما (إلى قوله) كما اغتسل لفرضي جنابة وحيض اتفاقاً. إلخ. (۱/۳۸۸) واللہ اعلم بالصواب**

(فتاویٰ دارالافتاء والقضاء جامعہ بنوریہ پاکستان، سیریل نمبر:۱۳۰۷)

## حیض کے درمیان غسل جنابت:

سوال:۔ کیا غسل جنابت حیض کے دوران کرنا ضروری ہے؟ اختتام حیض پر غسل کرنا کیا ناجائز ہوگا؟

هو المصوب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

غسل جنابت حیض کے دوران لازم نہیں ہے، اگر اس دوران غسل کرلیا تو بھی عورت ناپاک رہے گی، حیض کے

---

(۱) **(وفرض) الغسل (إلى قوله) عند (انقطاع حيض ونفاس) الخ أي يجب عنده (در مختار) أي عند تحقق الانقطاع ونحوه، والمراد بعده. (ردالمحتار، أبحاث الغسل: ۱/۱۵۳)**

**الإجماع على أنه لا يجب الوضوء على المحدث والغسل على الجنب والحائض والنفساء قبل وجوب الصلوٰة أوإرادة ما لا يحل إلا به، كذا في البحر الرائق. (عالمگیری کشوری، موجبات غسل:۱/۱۵) ظفیر)**

اختتام پر غسل کرنا ہوگا، (۱) اور حیض کی حالت میں زن وشوہر کا تعلق قائم کرنا حرام ہے۔ (۲)

تحریر: محمد مستقیم ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۲۴۰ و ۲۴۱)

## عورت ناپاکی کے ایام میں نہا سکتی ہے:

میں نے سنا ہے کہ ناپاکی کے دنوں میں نہانا نہیں چاہیے، کیوں کہ نہانے سے جسم جنت میں داخل نہیں ہوگا، اگر گرمی کی وجہ سے صرف سر دھولیا جائے تو سر جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ مسئلہ یہ ہے کہ کم سے کم سات دن میں ناپاکی دور ہوتی ہے اور گرمیوں میں سات دن بغیر نہائے رہنا بہت مشکل ہے، برائے مہربانی آپ یہ بتائیں کہ واقعی مجبوری کے دنوں میں بالکل نہیں نہانا چاہیے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

عورت کو ناپاکی کے ایام میں نہانے کی اجازت ہے، اور یہ نہانا ٹھنڈک کے لیے ہے، طہارت کے لیے نہیں، یہ کسی نے بالکل جھوٹ کہا ہے کہ اس حالت میں نہانے سے جسم جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد سوم: ۱۳۶)

## حائضہ ونفساء کا بستر سے الگ رہنا اور رکوع کی حالت میں پاخانہ پیشاب کرنا:

سوال: رکوع کی حالت بنا کر عورتوں کا پائخانہ پیشاب کرنا اور حائضہ عورت کا ناپاکی کی حالت میں بستر سے علاحدہ رہنا، بے غسل کھانا نہ پکانا، چھوت کے خیال سے جو چھوئے اس پر بھی غسل ضروری ہونا، ناپاکی کی حالت میں کپڑے برتن وغیرہ دھونا ضروری کہنا، بے دھوئے بڑا گناہ کہنا کیسا ہے؟ اس طرح نفساء کو بھی بلکہ اس کے ہاتھ کا پکایا ہوا حرام پاک ہونے تک سمجھنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیاً

رکوع کی حالت بنا کر پیشاب پائخانہ کرنا تو انسان کے علاوہ دوسرے جانوروں کا طریقہ ہے، انسان کا طریقہ نہیں۔ حائضہ اور نفساء سے اتنا پرہیز کرنا اور اس کے پکائے ہوئے کھانے اور چھوئے ہوئے کپڑے برتن وغیرہ سے احتراز کرنا اور اس کا بستر علیٰحدہ کرنا یہ یہود کا طریقہ ہے، اسلام نے اس سے منع کیا ہے، البتہ صحبت وغیرہ جو امور ناجائز ہیں ان سے بچنا ضروری ہے۔

”(یمنع) (الحیضُ)...... (قربانَ ماتحت إزار) یعنی مابین سرة ورکبة (در مختار) وفی الشامی:

---

(۱) (وفرض) الغسل... عند (انقطاع حیض ونفاس). (الدر المختار، باب الحیض: ۱/۱۶۵، بیروت، انیس)

(۲) فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِی الْمَحِیْضِ. (سورۃ البقرۃ: ۲۲۲)

فیجوز الإستمتاع بالسرة وما فوقها، والركبة وماتحتها ولو بلاحائل،وكذا بما بينهما بحائل بغير الوطيء ولوتلطخ دماً، ولا يكره طبخها ولا استعمال ما مسته من عجين أوماء أونحوهما، إلا إذا توضأت بقصد القربة كما هوالمستحب، فإنه يصير مستعملاً. وفي الولوالجية: ولا ينبغي أن يعزل عن فراشها، لأن ذلک يشبه فعل اليهود،بحر، اهـ". (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۹/صفر ۱۳۵۹ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۰۸/۵، ۲۰۹)

## ایام حیض میں استعمال ہونے والے کپڑوں کا حکم:

سوال:۔ بعض خواتین ایام حیض میں استعمال شدہ کرسف (کپڑا) باہر گلی کوچوں میں پھینک دیتی ہیں جس سے انسانی ذہن میں عجیب وغریب قسم کے گندے خیالات پیدا ہوتے ہیں، سوال یہ ہے کہ ایسے کپڑے کے بارے میں شریعتِ اسلامی کا کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

غیرت اور حیا کا یہ تقاضا ہے کہ ایامِ حیض میں استعمال ہونے والا کرسف (کپڑا) دوبارہ استعمال نہ ہوسکتا ہو تو اسے جلا دیا جائے، ایسے کپڑے کو گلی کوچوں میں پھینکنا مناسب نہیں۔

قال العلامة الحصكفيؒ: "كل عضو لايجوز النظر إليه قبل الانفصال لايجوز بعده كشعرعانته وشعر رأسها وعظم ذراع حرة ميتة وساقها وقلامة ظفررجلها دون يدها وأن النظر إلىٰ ملاءة الأجنبية بشهوة حرام". (ردالمحتار: ج٦ ص ۳۷۱، كتاب الكراهية، فصل في النظر) (۲)

(فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۵۵۸)

## حائضہ کے کپڑوں کا حکم:

سوال: اگر کوئی شخص نجس ہے اور وہ کسی کپڑے کو پہنے یا اوڑھے تو کیا وہ کپڑا بھی نجس ہوجاتا ہے؟ جس میں حائضہ مستورات بھی شامل ہیں۔ مثال کے طور پر حائضہ عورت دوپٹہ اوڑھ لے تو کیا پاک عورت اس کو اوڑھ کر نماز ادا کرسکتی ہے؟

هو المصوب ـــــــــــــــــــ

کپڑے پر اگر نجاست نہیں ہے، تو حائضہ یا جنبی کے پہن لینے سے کپڑا نجس نہ ہوگا۔ (۳)

تحریر: مسعود حسن حسنی ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲٦۳/۱)

(۱) ردالمحتار: ۲۹۲/۱، باب الحيض، سعيد.

(۲) وفي خير الفتاویٰ: اگر دھونے کے بعد دوبارہ استعمال نہ ہوسکیں تو جلا دیا جائے۔ (خیر الفتاویٰ: ج۲ ص۱۳۹، باب الحیض)

(۳) ولا يكره طبخها ولااستعمال مامسته من عجين أوماء أونحوهما. (ردالمحتار: ۴۸٦/۱)

## حیض کے کپڑے کا حکم:

سوال: حیض کے کپڑے کو دفن کرنا چاہیے یا پھینک دیا جائے ڈبہ میں؟

الجواب

حیض کے کپڑے دفن کرنا بہتر ہے ہاں اگر تھیلی وغیرہ میں پھینک دیئے جائیں تو یہ بھی درست ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

**یدفن أربع الظفر والشعر وخرقة الحیض والدم کذافی فتاویٰ عتابیة. (فتاویٰ ھندیة:۹۶/۵)**

مجمع الزوائد میں ہے:

**عن أمّ سعد امرأة زیدؓ بن ثابت قالت: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم "یأمر بدفن الدم إذا احتجم". رواہ الطبرانی فی الأوسط وفیه هیاج بن بسطام وهو ضعیف. (مجمع الزوائد:۹۴/۵)**

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم خون کو دفن کرنے کا حکم فرماتے تھے۔ لہذا حیض کے کپڑے جو کہ خون آلود ہیں اس کو بھی دفن کرنا چاہیے۔

نیز علامہ ابن قدامہؒ ایک روایت نقل کرتے ہیں:

**عن أبی جریح عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: "کان یعجبه دفن الدم". (المغنی:۱/۲۷)**

لہذا بہتر یہی ہے کہ حیض کے کپڑے کو دفن کر دیا جائے۔ واللہ اعلم (فتاویٰ دار العلوم زکریا جلد اول:۴/۵۷-۵۷۵)

## دوران حیض استعمال کئے ہوئے فرنیچر وغیرہ کا حکم:

سوال: ان چیزوں کے پاک کرنے کے بارے میں ضرور بتائیے جن کو دوران حیض استعمال کر چکے ہیں، مثلاً: صوفہ سیٹ، نئے کپڑے، چارپائی یا ایسی چیز جن کو پانی سے پاک نہیں کر سکتے ہیں؟

الجواب

یہ چیزیں استعمال سے ناپاک تو نہیں ہو جاتیں جب تک نجاست نہ لگے۔(۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل جلد سوم:۱۴۱-۱۴۲)

## مخصوص ایام میں مہندی لگانا جائز ہے:

سوال: اکثر بزرگ خواتین کا کہنا ہے کہ ایام شروع ہونے کے بعد یعنی ایام کے دوران مہندی نہ لگائی جائے، کیوں کہ اس وقت تک ہاتھ پاک نہیں ہوتے، جب تک مہندی بالکل نہ اتر جائے اور ان کا کہنا یہ بھی ہے کہ اگر ایام شروع ہونے سے پہلے لگائی تو کوئی حرج نہیں، پھر چاہے لگی ہو یا نہ لگی ہو پاک ہو سکتے ہیں؟

---

(۱) **ولایکرہ طبخها ولااستعمال مامسته من عجین أوماء أونحوهما. (ردالمحتار:۱/۲۹۲، مطلب لوأفتیٰ مفتٍ الخ)**

الجواب

عورتوں کے لیے خاص ایام میں مہندی لگانا جائز ہے اور یہ خیال غلط ہے کہ ایام میں مہندی ناپاک ہوجاتی ہے۔(۱)

(آپ کے مسائل اوران کا حل جلد سوم، ص:۱۴۱)

## انجکشن سے حیض بند کرنے کا حکم:

سوال: آج کل ایسے انجکشن ملتے ہیں جن کے لگانے سے خواتین کو حیض آنا بند ہوجاتا ہے، خصوصاً حج کے ایام میں خواتین وہ انجکشن لگواتی ہیں، اگر ایک عورت کو حیض آنے کی میعاد مقرر ہو کہ ہر ماہ اس کو حیض آتا ہو اور اس انجکشن کے ذریعے اس ماہ اسے خون نہ آئے، تو کیا یہ عورت اپنی میعادِ حیض میں جبکہ انجکشن کی وجہ سے خون بند ہے، نماز روزہ وغیرہ عبادت کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

حیض کا تعلق اس خون کو دیکھنے سے ہے، جو بلا کسی سبب کے رحم سے آئے، گویا کہ حیض نام ہے خون آنے کا، صورتِ مسئولہ میں چونکہ خون بذریعہ انجکشن بند ہے، اس لئے صرف ایام کو حیض نہیں کہا جائے گا اور نہ اس پر حیض کے احکام جاری ہوں گے، بلکہ اس قسم کی خاتون کو نماز، روزہ، طواف وغیرہ سب کچھ جائز اور لازمی ہے۔

**قال العلامة عالم بن العلاء الأنصاریؒ: ”یجب أن یعلم بأن حکم الحیض والنفاس والاستحاضة لایثبت إلابخروج الدم وظهوره وهذاهوظاهرمذهب أصحابنا وعلیه عامة المشائخ“. (الفتاویٰ التاتارخانیة: ج ۱ ص ۳۳۰، کتاب الحیض، نوع فی بیان أنه متیٰ یثبت حکم الحیض)(۲)**

(فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۵۶۵)

## اگر مقررہ دنوں کے علاوہ کسی دوا وغیرہ کی وجہ سے حیض آئے تو نماز روزہ کا کیا حکم ہے:

سوال: اگر غیر ایام معتاد میں دوا دینے سے کسی کو حیض ہوا، تو وہ عورت نماز روزہ کرے یا نہیں؟

الجواب

اگر دوا کے سبب حیض آوے، تو نماز روزہ ترک کرے مگر استحاضہ ہو تو ترک نہ کرے۔(۳) فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

بدست خاص، ص:۶۱۔ (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۳۸)

---

(۱) جنب اختضب واختضبت امرأته بذلک الخضاب قال أبویوسف رحمه الله تعالی: لابأس به ولاتصلی فیه وإن کان الجنب قد غسل موضع الخضاب فلابأس بأن یصلی فیه، کذافی فتاویٰ قاضیخان. (الفتاویٰ العالمکیریة: ج ۵/۳۵۹)

(۲) وفی الهندیة: ”إذارأت المرأة الدم تترک الصلوٰة من أول مارأت، قال الفقیه: وبه نأخذ“. (الفتاویٰ الهندیة: ج ۱ ص ۳۸، الباب السادس، الفصل الرابع فی أحکام الحیض والنفاس)

(۳) اسی طرح اگر دوا لینے کی وجہ سے معتادہ کو ایام عادت میں بالکل خون ظاہر نہ ہو تو وہ پاک ہے اور اگر تھوڑا ابھی خون ظاہر ہوگیا تو حائضہ ہے، عورتیں حج کے موقعہ پر ایسی دوائیں لیتی ہیں اس کا یہ حکم ہے۔۔۔ ==

## حیض کا بے وقت آنا:

سوال: اگر کسی خاتون کو ایامِ حیض اس طرح شروع ہوں کہ اول خون کے چند قطرات نمودار ہوں اور پھر اس کے بعد دس دن تک خون بالکل نظر نہ آئے، لیکن دس دن کے بعد پھر حیض کی آمد کثرت سے شروع ہو اور یہ سلسلہ تقریباً پانچ چھ دن تک جاری رہے تو ایامِ حیض، پاکی اور نماز وغیرہ کے لئے کب سے شمار کئے جائیں گے، مثلاً اگر ۲۱؍جولائی سے قطراتِ حیض برائے نام نمودار ہوں اور پھر ۳۱؍جولائی سے سیلان بکثرت ہو اور ۴؍اگست تک جاری رہے تو ایامِ حیض کس تاریخ سے کس تاریخ تک شمار کئے جائیں گے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

جب اول قطرات نمودار ہوئے پھر دس دن تک کوئی اثر معلوم نہیں ہوا تو یہ چند قطرات حیض میں شمار نہیں ہوں گے، بلکہ یہ دس روز مسلسل پاکی کے شمار ہوں گے، اس کے بعد جب بکثرت سیلان ہوا اور مسلسل پانچ روز تک رہا تو ان پانچ دن کو ایام حیض میں شمار کریں گے۔ صورتِ مسئولہ میں ۲۱؍جولائی سے ۳۰؍جولائی تک حیض نہیں، ۳۱؍جولائی سے ۴؍اگست تک ایام حیض ہوں گے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۲۱۲/۵)

## عورت آئسہ کب ہوتی ہے:

سوال: ایک حیض والی عورت کا حیض بند ہوگیا، اب کتنی مدت حیض بند رہنے سے بیماری میں آئسہ کا حکم کیا جائے گا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

حنفیہ کے نزدیک پچپن سال کی عورت آئسہ ہوتی ہے، اتنی مدت کے اندر حیض آنے کی امید رہتی ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۹؍ربیع الثانی ؍۵۷ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۰۱/۵)

---

== اور دوا کے سبب اگر خون آئے، تو اگر پندرہ دن یا زیادہ طہر کے بعد آئے اور وہ تین دن تک جاری رہے تو وہ حیض شمار ہوگا، اگر چہ وہ غیر عادت میں ہو، جیسا کہ حضرت نے بیان فرمایا ہے اور خود نہ آنے میں اور دوا کے ذریعہ نکالنے میں کوئی فرق نہیں، جیسا کہ خود نہ آنے میں اور دوا کے ذریعہ روکنے میں کوئی فرق نہیں۔ سعید احمد پالن پوری

(۱) ’’(هو)......(دم من رحم...... لا لولادة......، وأقله ثلاثة أيام بلياليها) الثلاث، ......(وأكثره عشرة) بعشرة ليال،...... (والناقص) عن أقله (والزائد) على أكثره، الخ. (الدر المختار علىٰ صدر ردالمحتار: ۲۸۴/۱، باب الحيض، إمداديه، وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۶۱۵/۱، المطلب الثاني، مدة الحيض والطهر، رشيديه)

(۲) ’’(لايحد إياس بمدة، الخ، (وقيل: يحد بخمسين سنة، وعليه المعول) والفتوىٰ في زماننا الخ ...... وحده في العدة بخمس وخمسين، قال في الضياء: وعليه الاعتماد‘‘. (الدر المختار علىٰ ردالمحتار: ۳۰۴/۱، باب الحيض، مطلب في أحكام الآئسة، سعيد)

## سن یاس کی تحقیق:

سوال: سن یاس کب سے شروع ہوتا ہے اور اس کے بعد آنے والے خون کا کیا حکم ہے؟

الجواب

مفتیٰ بہ قول کے مطابق سن یاس ۵۵؍سال ہے، چنانچہ اس کے اندر جو خون آئے وہ حیض شمار ہوگا۔ درمختار میں ہے:

**(وقيل: يحد بخمسين سنة وعليه المعول) والفتوىٰ في زماننا، مجتبىٰ وغيره (تيسيراً) وحده في العدة بخمس وخمسين، قال في الضياء: وعليه الاعتماد. (الدرالمختار)**

**وفي الشامية: (قوله وحده) أي المصنف في باب العدة، قال في البحر: وهو قول مشايخ بخارىٰ وخوارزم ح وبخط الشارح في هامش الخزائن، قال قاضيخان وغيره: وعليه الفتوىٰ، وفي نكت العلامة قاسم عن المفيد أنه المختار، ومثله في الفيض وغيره. (شامی: ۱؍۳۰۴)**

**وقال أيضاً: أنها إذا كانت عادتها قبل الإياس أصفر فرأته كذلك أو علقاً فرأته كذلك كان حيضاً. (شامی: ۱؍۳۰۴)**

ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ ۵۵؍سال سے پہلے جو خون عورت کو آتا ہے وہ حیض ہے خواہ خون خود آئے یا دوا کے نتیجہ میں آئے، ہاں جو خون ۵۵؍سال کے بعد آئے وہ اس وقت حیض شمار ہوگا جب کہ اس خون کا رنگ ۵۵؍سال سے آنے والے خون کے رنگ سے ملتا ہو، مثلاً پہلے خون کا رنگ اگر سرخ تھا اور اب زردخا کی ہے تو یہ حیض شمار نہیں ہوگا اور اگر سرخ وسیاہ ہے تو حیض شمار ہوگا۔ واللہ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم زکریا جلد اول: ۵۸۷۔۵۸۸)

## حیض سے پاک ہونے کی کوئی آیت نہیں:

سوال: حیض کے بعد پاک ہونے کی کوئی مخصوص آیت ہوتی ہے؟

الجواب

نہیں! عورتوں میں یہ جو مشہور ہے کہ فلاں فلاں آیتیں یا کلمے پڑھنے سے عورت پاک ہوتی ہے، یہ قطعاً غلط ہے، ناپاک آدمی پانی سے پاک ہوتا ہے۔(۱) آیتوں یا کلموں سے نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد سوم: ص ۱۳۶)

---

**(۱) ثبت بالدليل القطعي المجمع عليه أن الطهارة واجبة شرعاً وأن المفروض منها هو الوضوء أو الغسل من الجنابة والحيض والنفاس بالماء... واتفق الفقهاء علىٰ جواز التطهير بالماء الطهور أو المطلق وهو ما يسمىٰ ماءً، قال تعالىٰ: "وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُوراً"، "وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهِ". (الفقه الإسلامي وأدلته ج۱ ص۹۲، المبحث الثالث المطهرات)**

# مسائل نفاس

## مسئلہ نفاس:

سوال: ایک عورت کو پہلے وقت نفاس ۱۴؍دن آ کر بند ہوگیا اوراس نے غسل کر کے نماز شروع کی، دودن کے بعد پھر خون معلوم ہوا اوربیس دن کے بعد ختم ہوا، پھر دوسرے وقت بیس دن کو بند ہوا، مگراس نے غسل نہ کیا اور کہنے پر یہ کہا کہ ایک دودن راہ دیکھ لوں، اس کے بعد ایک دن پھر ذرا خون کا دھبہ معلوم ہوا مگر وہ ایک ہی وقت، پھر نہ معلوم ہوا تو ایسی صورت کی مدت نفاس کتنی ہے اوراس کو ایک دوروز راہ دیکھنا اورنماز نہ پڑھنا جائز ہے یانہیں اورقضا پڑھے یانہیں؟ دم؍۱۴، ط؍۲، دم؍۲۰، کل ۳۶دن۔

تنقیح: یہ سمجھ میں نہیں آیا دوسرے وقت سے کیا مراد ہے؟

جواب تنقیح: دوسرے وقت سے دوسرا نفاس مراد ہے جو بعد وضع حمل ثانی کے ہے۔

الجواب

اول مرتبہ کل ۳۶؍یوم نفاس تھا اوردوسری مرتبہ عادت سے قبل پاک ہونے پر بھی نماز پڑھنی چاہئے تھی البتہ اس حالت میں اتنا چاہئے کہ وقت مستحب کے اخیر تک انتظار کرے لیکن جب بعد میں خون دیکھا تو ظاہر ہوگیا کہ وہ دن نفاس کا تھا اس لئے قضا واجب نہیں، ہاں ۳۶؍یوم سے قبل جماع مکروہ ہے۔

**فی العالمکیریة، ص ۲٤ ج ۱: لوانقطع دمها دون عادتها یکره قربانها وإن اغتسلت حتی تمضی عادتها وعلیها أن تصلی وتصوم للإحتیاط، هکذا فی التبیین، وقال بعد سطر: ومتی طهرت المبتدأة دون العشرة أوالمعتادة دون العادة أخرت الوضوء والاغتسال إلٰی آخرالوقت بحیث لاتدخل الصلوٰة فی الوقت المکروه، کذا فی الزاهدی.** (امدادالاحکام جلداول،ص:۳۶۴و۳۶۵)

## مسئلہ نفاس کی ایک صورت کے متعلق استفتا کا جواب:

سوال: زچگی کے زمانہ میں جب تک خون برابرآتا رہے، نماز نہیں پڑھی جاتی، لیکن بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دودن کے واسطے خون بند ہوگیا اورایک دوروز پھرآ گیا، پھر بند ہوگیا پھرآنے لگا، تو ایسی صورت میں نماز پڑھتی رہے

یا قضا کرے، زچگی کے زمانے میں بار بار غسل نہیں کرسکتی تو اس زمانے میں اگر نماز پڑھی جاوے تو کیا تیمّم جائز ہوگا، تیمّم، غسل اور وضو دونوں کے لئے کیا جاسکتا ہے یا غسل کے لئے تیمّم کرے اور پانی سے وضو کرے، بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ خون تو نہیں آتا لیکن پانی آتا رہتا ہے، بعض دفعہ خود اور بعض اوقات اس وجہ سے کہ ایک مہینہ تک دوائیں استعمال ہوتی رہتی ہیں، اس وجہ سے اس صورت میں نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ زیادہ حد ادب۔

الجواب

قال ابن عابدینؒ فی رسالته منهل الواردین: ”ثم إن المرأة كلما رأت الدم تترک الصلوٰة مبتدأة كانت أو معتادة كما سيأتی فی الفصل السادس (بشرط كون الرؤية فی خلال المدة لابعدها) وكلما انقطع دمها فی الحيض قبل ثلٰثة أيام تصلی لكن تنتظر آخر الوقت أی المستحب وجوباً فإن لم يعد فی الوقت توضأ وتصلی وتصوم إن انقطع ليلاً وتشبه بالصائم إن انقطع نهاراً وإن عاد فی الوقت أو بعده فی العشرة كمايأتی بطل الحكم بطهارتها فتقعد عن الصلوٰة والصوم و بعد الثلاثة إن انقطع قبل العادة فكذالک الحكم لكن هنا تصلی بالغسل كلما انقطع لابالوضوء لأنه تحقق كونها حائضاً برؤية الدم ثلاثةً فأكثر أو بعد العادة فالحكم أيضاً كذلک لكن هنا تأخير الغسل لأجل الصلوٰة مستحب لاواجب وإن عاد الدم فی العشرة ولم يتجاوزها بطل الحكم بطهارتها فلو تجاوزها فالعشرة حيض لومبتدأة وإلا فأيام عادتها، ولو اعتادت فی الحيض يوماً دماً ويوماً طهراً هكذا إلی العشرة فإذارأت الدم فی اليوم الأول تترک الصلوٰة والصوم وإذاطهرت فی الثانی توضأت وصلت ولاغسل بعدم كونها حائضاً بعده وفی الثالث تترک الصلوٰة والصوم وفی الرابع تغتسل وتصلی هكذا إلی العشرة كذافی التتارخانية ونحوه فی صدرالشريعة، والنفاس كالحيض فی الأحكام المذكورة غير أنه يجب الغسل فيه كلما انقطع علٰی كل حال سواء كان قبل ثلاثة أو بعدها لأنه لا أقل له ففی كل انقطاع يحتمل خروجها من النفاس فيجب الغسل بخلاف ماقبل الثلاث فی الحيض“ اھ. (ص:۹۳)

خلاصہ یہ ہے کہ نفاس کی مدت میں (جو کہ چالیس دن ہے) عورت جب خون دیکھے تو نماز روزہ چھوڑ دے اور جب تک خون جاری رہے چھوڑے رکھے، اور اگر کسی وقت خون بند ہوجائے تو اس وقت جس نماز کا وقت ہو اس کے وقت مستحب کے اخیر وقت تک بند رہے تو غسل کرکے نماز پڑھے، اور رات کو بند ہو اور صبح کے قریب تک بند رہے تو روزہ بھی رکھنا واجب ہے، ورنہ خون آجانے پر روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے، بشرطیکہ دن بھر بند رہے ورنہ خون آجانے پر روزہ داروں کی طرح رہنا واجب نہ رہے گا اور خون بند ہونے کے وقت یہ دیکھنا چاہئے کہ عادت سابقہ

سے پہلے ہوا ہے یا عادت کے بعد اگر پہلے بند ہوا ہے تو غسل کر کے نماز پڑھنا واجب ہے، مگر غسل ونماز میں وقت مستحب کے اخیر کا انتظار کرنا واجب ہے، اور اگر عادت کے بعد بند ہوا ہے تو نماز پڑھنا اب بھی واجب ہے، مگر اس صورت میں غسل ونماز کے لئے اخیر وقت کا انتظار مستحب ہے، واجب نہیں، چالیس دن کے اندر خون آنے اور بند ہونے کا تو یہی حکم ہے، اور اگر چالیس دن سے زائد خون آیا تو عادت کے ایام کو تو نفاس سمجھا جاوے گا اور باقی کو بیماری، تو ایام عادت کے بعد جتنے دنوں کی نماز خون آنے کے سبب سے نہیں پڑھی گئی، ان کی قضا کرنا واجب ہوگی۔

یہ تو نفاس کا حکم تھا جس سے (متعلق) سوال کیا گیا ہے، اس کے بعد ہم حیض کا حکم بھی تتمیم فائدہ کے لئے بیان کئے دیتے ہیں، حیض کا حکم یہ ہے کہ تین دن گذرنے سے پہلے تو خون دیکھ کر نماز روزہ چھوڑ دے، اور جب تک خون جاری رہے چھوڑے رکھے، اور اگر کسی وقت خون بند ہو جائے تو وقت مستحب کے اخیر کا انتظار کرے، اگر اس وقت خون جاری ہو جاوے تو نماز روزہ چھوڑے رکھے، اور اس وقت تک بند رہے تو وضو کر کے نماز پڑھے غسل واجب نہیں اور رات کو بند ہوا اور صبح کے قریب تک بند رہے تو روزہ کی نیت رمضان میں کرنا واجب ہے اور دن میں بند ہوا اور کسی نماز کے اخیر وقت تک بند رہے تو روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے اور حیض شروع ہونے سے تین دن گذرنے کے بعد حکم یہ ہے کہ خون دیکھنے سے تو نماز وغیرہ چھوڑ دے اور جب تک جاری رہے چھوڑے رکھے اور جب بند ہو نماز شروع کر دے، جیسا اوپر حکم تھا، البتہ دیکھنا یہ ہے کہ عادتِ سابقہ سے پہلے بند ہوا ہے یا عادت کے بعد، اگر پہلے بند ہوا ہے، تو غسل ونماز میں آخر وقت مستحب کا انتظار واجب ہے اور بعد عادت کے بند ہوا ہے تو اخیر وقت کا انتظار مستحب ہے، واجب نہیں، دس روز تک تو یہی حکم ہے اور اگر دس دن سے زائد خون آیا تو ایام عادت سابقہ کے بعد جتنے دن کی نماز بوجہ خون آنے کے نہیں پڑھی، ان کی قضا واجب ہے، حیض کے دن وہی سمجھے جائیں گے جو عادت کے ایام ہیں، یہ حکم تو نماز روزہ کا ہے۔

اور شوہر سے مقاربت کا یہ حکم ہے کہ نفاس کے چالیس دن سے کم میں اور حیض کے دس دن سے کم میں اگر عادت کے موافق بند ہوا ہو یا عادت کے بعد، جب تو عورت کے غسل کر لینے یا بحالت عذر تیمّم کر لینے یا ایک نماز کے وقت گذر جانے کے بعد مقاربت جائز ہے، اور عادت سے پہلے بند ہوا ہے تو جب تک ایامِ عادت پورے نہ ہوں مقاربت جائز نہیں، گو عورت غسل کر کے نماز پڑھنے لگی ہو، کیونکہ نماز روزہ کا حکم الگ ہے، اور مقاربت کا حکم الگ ہے، اور حیض ونفاس دونوں میں پانی کے آنے کا حکم یہ ہے کہ گدلا پانی تو حیض ونفاس ہی ہے، جب کہ دس دن اور چالیس دن کے اندر اندر ہو، اور صاف پانی حیض ونفاس نہیں، بلکہ اس کو خون کا بند ہونا سمجھا جائے گا، اور جس عورت پر نماز کے لئے غسل واجب ہو مگر وہ بوجہ مرض وضعف کے غسل پر قادر نہ ہو تو اس کو غسل کی طرف سے تیمّم کرنا جائز ہے، لیکن اگر وضو کرنا مضر نہ ہو تو وضو کرنا واجب ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم، ۴؍شعبان ۴۷ھ

تتمہ: (۱) پانی کا رنگ وہ معتبر ہے جو تازہ آمد کے وقت ہو، پس اگر تازہ آمد کے وقت پانی صاف تھا، بعد میں کپڑے پر لگ کر رنگ میں گدلا پن آگیا تو یہ عورت حیض ونفاس سے پاک ہوگی، بعد کے تغیر کا اعتبار نہیں، **صرح به في منهل الواردين في المقدمة.**

(۲) اگر حیض دس دن پورے ہونے اور نفاس چالیس دن پورے ہونے پر بند ہو تو بدون انتظار غسل وغیرہ کے مقاربت جائز ہے، **صرح به الفقهاء في كتبهم.**

(۳) اگر حیض دس دن پر اور نفاس چالیس دن پر بند ہوگیا اور بندش کے بعد ایک دو دن کے وقفہ سے پھر جاری ہوگیا تو یہ وقفہ بھی بحکم جریان دم کے ہے، پس یوں سمجھا جائے گا کہ حیض دس دن سے زیادہ آیا اور نفاس چالیس دن سے زیادہ آیا، اور اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس عورت کی عادت حیض ونفاس میں پہلے سے معلوم ہے تو ایام عادت حیض ونفاس ہیں اور عادت سے زیادہ جتنے ایام ہیں وہ سب استحاضہ ہیں، پس عادت سے زائد ایام میں اگر کسی دن میں بوجہ خون آنے کے نماز نہ پڑھی ہو تو اس کی قضا واجب ہے، البتہ اگر دس دن حیض کے اور چالیس دن نفاس کے بعد پندرہ دن خون بند رہے تو اب اس وقفہ کو بحکم جریان دم شمار نہ کیا جائے گا بلکہ یہ دوسرا خون شمار ہوگا، پس اگر وہ حیض بن سکے مثلاً تین دن کامل خون آیا تو اس کو دوسرا حیض شمار کیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**ففي الرسالة المذكورة: لو عاد الدم بطل الحكم بطهارتها كأنها لم تطهر، قال في التتارخانية: وهذا إذا عاد في العشرة ولم يتجاوزها وطهرت بعد ذلك خمسة عشر يوماً فلو تجاوزها أو نقص الطهر عن ذلك فالعشرة حيض لو مبتدأة وإلا فأيام عادتها، آه.** (ص:۹۳)

۴؍شعبان ۴۷ھ (امداد الاحکام جلد اول، ص: ۳۶۵ تا ۳۶۸)

## بچہ کی ولادت پر نفاس نہیں آیا، کیا پھر بھی غسل واجب ہے:

سوال: عورت کے بچہ پیدا ہونے کے بعد نفاس نہیں آیا تو اس پر غسل واجب ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلياً

قولِ مختار یہ ہے کہ غسل واجب ہے، **كذا في رد المحتار: ۱/ ۱۱۳.** (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۹۰ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۲۱۰)

---

(۱) "ولو ولدت ولم ترَ دمًا، لايجب الغسل عند أبي يوسفؒ ............ لكن يجب عليها الوضوء...... وعند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ يجب الغسل، وأكثر المشايخ أخذوا بقوله، وبه كان يفتي الصدر الشهيد، هكذا في المحيط، وقال أبو علي الدقاق: وبه نأخذ، الخ". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/ ۳۷، الفصل الثاني في النفاس، رشيدية وكذا في الدر المختار: ۱/۲۹۹، باب الحيض، سعيد)

## آپریشن کے ذریعہ ولادت کی صورت میں نفاس کا حکم:

سوال: بعض اوقات ولادت میں پیچیدگیوں کی وجہ سے بڑے آپریشن کے ذریعہ بچہ پیٹ سے نکالا جاتا ہے۔ تو اس صورت میں نفاس کے احکام کیا ہوں گے؟

الجواب

اگر آپریشن کے بعد خون رحم سے جاری ہو جائے تو وہ نفاس کے حکم میں ہے۔ اس پر نفاس والے احکام جاری ہوں گے اور اگر صرف آپریشن کی جگہ ہی سے نکلے اور رحم سے نہ آئے تو وہ زخم کے حکم میں ہے اس صورت میں نماز وغیرہ ساقط نہیں ہوں گے۔

**فلو ولدته من سرتها إن سال الدم من الرحم فنفساء وإلا فذات جرح وإن ثبت له أحكام الولد،اهـ.(درمختار)(قوله من سرتها)عبارة البحر:من قبل سرتها، بأن كان ببطنها جرح فانشقت وخرج الولد منها.اهـ (شامية : ج ا ص ۲۱۹)فقط والله أعلم**

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان، ۱۴۱۰/۵/۲ھ۔ (خیر الفتاویٰ:۲/۱۴۶)

## آپریشن سے ولادت کے بعد نکلنے والے خون کا حکم:

سوال: آج کل بسا اوقات بچّے کی ولادت آپریشن کے ذریعے ہوتی ہے، اس کے بعد جو خون آتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ آیا وہ خون نفاس میں شامل ہے یا نہیں؟

الجواب

نفاس ہر اس خون کو کہا جاتا ہے جو بچّے کی ولادت کے بعد رحم سے آئے چاہے بچّہ معتاد ذریعہ (فطری طریقہ) سے پیدا ہو یا آپریشن کے ذریعے سے، اب اگر آنے والا خون رحم سے ہو تو نفاس میں شمار ہوگا اور اگر آپریشن کی جگہ سے خون آتا ہو تو وہ نفاس نہیں، اس میں عورت پر روزہ نماز لازم ہوں گے۔

**لما قال الحصكفيؒ:"(والنفاس) لغةً: ولادة المرأة، وشرعاً:(دم)...... (يخرج) من رحم فلو ولدته من سرتها إن سال الدم من الرحم فنفساء،وإلافذات جرح وإن ثبت له أحكام الولد(عقب ولد)أو أكثره ولو متقطعاً عضواً عضواً لاأقله". (الدر المختار على صدر ردالمحتار: ج ا ص ۲۹۹،باب الحيض)**(۱)(فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۵۶۳)

---

(۱) **قال الشيخ السيد أحمد الطحطاويؒ:"(قوله:فلو ولدته من سرتها)بأن كان بها جرح فانشقت وخرج الولد منها(قوله:فنفساء)لأنه وجد خروج الدم من الرحم عقب الولادة(قوله:إلافذات جرح)يعنى لاتعطى حكم النفساء(قوله:وإن ثبت له أحكام الولد) من انقضاء العدة وصيرورة الأمة به أم الولد ولوعلق الطلاق بولادتها وقع لوجود الشرط". (طحطاوى حاشية الدرالمختار: ج ا ص ۱۵۳،باب الحيض/ومثله فى الهندية: ج ا ص۳۷،الباب السادس فى الدماء المختصة بالنساء،الفصل الثانى فى النفاس)**

## ایام حمل میں خون آنے کی وجہ سے نماز روزہ ترک نہ کرے:

سوال: ایک عورت کو حیض معمولی طور پر ایام حمل میں ہوتا ہے، تو وہ نماز روزہ کرے یا نہیں؟ علی ہذا، اگر عورت حاملہ کو غیر معتاد ایام میں حیض آجاوے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

ایام حمل میں حیض نہیں ہوتا ہے، استحاضہ ہوتا (ہے)، (۱) روزہ نماز ترک نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بدست خاص، ص: ۶۲ (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۳۹)

## ولادت سے قبل خروج ماء کا حکم:

سوال: میرے گھر میں ولادت سے دس بارہ گھنٹے پیشتر پانی جاری ہے جو ولادت کے وقت سے کچھ پہلے بند ہوا، پائجامے بالکل تر ہوجاتے تھے، اور متعدد پائجامے تبدیل کرنے پڑے، اس حالت میں نماز پڑھنا چاہئے تھی یا نہیں؟ اگر نماز پڑھی جاتی تو بھی وہ پانی برابر جاری رہتا۔

الجواب

یہ پانی نفاس یا حیض نہیں بلکہ رطوبت نجسہ ہے، (۲) اس کا نکلنا مانع صلوٰۃ نہیں، بلکہ اس کے باوجود بھی نماز پڑھنا ضروری ہے اور اگر نماز کے پورے وقت میں کوئی زمانہ ایسا نہ مل سکے جو اس رطوبت سے خالی ہو تو اس صورت میں معذور ہوں گی اور اس رطوبت کے خروج کے ساتھ نماز صحیح ہوگی، مگر یہ ضروری ہے کہ اگر گدی رکھنے سے تکلیف نہ ہو اور گدی رکھنے سے فرج خارج میں رطوبت نہ آئے تو اس حالت میں گدی کا نماز اور وضو سے پہلے رکھنا واجب ہوگا۔

۸/ ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ۔ (امداد الاحکام جلد اول، ص: ۳۶۴)

## اکثر مدت نفاس گذرنے کے بعد فرج سے پانی نکلے تو یہ نفاس شمار ہوگا یا نہیں:

سوال: نفاس کا خون بند ہوگیا ہے، لیکن دوا رکھنے سے کچھ پانی نکلتا رہتا ہے یہ پانی نفاس ہی شمار ہوگا یا نہیں، اگر خون نہیں ہے بلکہ پانی ہے تو غسل کرکے نماز پڑھنا چاہئے یا نہیں، اگر غسل کے بعد بھی یہ پانی نکلتا رہے تو اس پانی کے نکلنے سے پھر غسل تو واجب نہ ہوگا؟

---

(۱) عن الحسن فی الحامل تری الدم قال: هی بمنزلة المستحاضة تغسل كل يوم مرة عند صلوٰة الظهر. (مصنف عبد الرزاق، باب الحامل ترى الدم، ج اول، ص ۳۱۶، نمبر ۱۲۱۰۔ انیس)

(۲) یعنی استحاضہ کا خون ہے۔ والدم الذی تراه الحامل ابتداءً، أو حال ولادتها قبل خروج الولد استحاضة، وإن كان ممتدًا. (الهداية، فصل فی النفاس، انیس)

الجواب

یہ پانی صاف شفاف ہے یا اس میں کچھ زردی وغیرہ بھی ہے، اگر بالکل صاف ہے تو یہ نفاس نہیں اور بطریق مذکورہ بالا نماز پڑھنا ضروری ہے اور اگر صاف نہیں بلکہ میلا اور زردی مائل ہے تو چالیس دن کے اندر یہ نفاس ہی شمار ہے، جس سے نماز ساقط ہے، والکل ظاهر لمن له نظر في الفقه.

۱۸/ذی الحجہ ۴۴ھ (امداد الاحکام جلد اول، ص: ۳۶۴)

## نفاس والی عورت مٹی کے برتن کو ہاتھ لگا دے تو کیا حکم ہے:

سوال: نفاس والی عورت جبکہ تلویث کا ڈر نہ ہو، اس کے چھوئے ہوئے مٹی کے ظروف کو عقیدۃً ناپاک سمجھنا، رسومات کافرہ کی پابندی کرنا، مثلاً لڑکے کے کان کسی بزرگ کے نام پر چھدوانا، حقوق العباد کو تلف کرنا اور کھا جانا، بطلبِ حقوق شدت اور سختی سے پیش آ کر بحلف انکار کرنا، یہ فاسد عادتیں ایک سردار قوم کے اندر پائی جائیں تو ایسے شخص کو سردار از روئے شریعت تصور کرنا چاہیے یا نہیں اور ایسے شخص سے مسلمانوں کو کیسا برتاؤ کرنا چاہیے؟

الجواب

حیض و نفاس والی عورت کے ہاتھ جب کہ ان پر کوئی ظاہری نجاست نہ ہو پاک ہیں اور ان کے لگنے، چھونے سے مٹی تانبے وغیرہ کے برتن ناپاک نہیں ہوتے۔(۱)

کسی بزرگ کے نام پر بچوں کے کان چھیدنا حرام ہے۔ کسی کا حق مارنا اور کھا جانا بھی حرام ہے، ایسا شخص سرداری کے لائق نہیں جو لوگوں پر ظلم کرے اور ان کے مال مارے۔ فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۲/۲۵۳-۲۵۴)

## کیا بچے کی پیدائش سے کمرہ ناپاک ہو جاتا ہے:

بچے کی پیدائش کے بعد ماں اور بچے کو جس کمرہ یا گھر میں رکھا جاتا ہے چالیس دن بعد اس کو اچھی طرح صاف کیا جاتا ہے اور اس میں رنگ و روغن کیا جاتا ہے اور جب تک ایسا نہیں کیا جاتا وہ گھر یا کمرہ ناپاک رہتا ہے جبکہ براہ راست عورت کی ناپاکی سے اس گھر یا کمرہ کا تعلق بھی نہیں ہوتا، آپ اس غیر اسلامی رسم کا قرآن وحدیث کی رو سے جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب

صفائی تو اچھی چیز ہے مگر گھر یا کمرے کے ناپاک ہونے کا تصور غلط اور توہم پرستی ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد سوم: ۱۴۰-۱۴۱)

(۱) ولا يكره طبخها ولا استعمال ما مسته من عجين أو ماء أو نحوهما. (رد المحتار: ۱/۲۹۲، باب الحيض، انيس)

## نفاس اور حیض کے درمیان طہارت کے کتنے دن ہوتے ہیں:

سوال: ایک عورت کو ٦٣/دن کا نفاس کا خون آیا اور بعد کی حالت یہ ہے کہ تین دن طہر پھر ایک دن خون، پھر تین دن طہر پھر دس دن خون، پھر ایک دن طہر پھر ایک دن خون، پھر نو دن طہر نو دن خون، اور اس کے بعد سے اب تک طہر ہے۔ اس عورت کو پہلے ایک نفاس ہو چکا ہے جو ۳۵/ یوم کا تھا پہلے عموماً اس کو آٹھ یوم کا حیض آتا تھا، مگر تاریخیں یاد نہیں۔ تو اب صورت مسئولہ میں اس کے نفاس کے یوم کتنے اور طہارت کے یوم کتنے اور حیض کے یوم کتنے شمار ہوں گے۔ اگر خدانخواستہ آئندہ ایسی ہی گڑبڑی کی حالت رہی تو طہارت وحیض کے دن کس طرح شمار کیے جائیں گے۔ اس کے لئے قاعدہ بتادیں۔ نفاس اور حیض کے درمیان طہارت کم ازکم کتنے دن ہوتے ہیں؟

الجواب

نفاس کے چالیس دن ہوں گے اس کے بعد طہارت کا حکم ہوگا اور کیا اس کو ایام رضاعت میں پہلے بھی خون حیض کا آتا رہا ہے۔ یا رضاعت کے ایام میں حیض نہیں آتا تھا۔ اس کا جواب دیا جائے تو آئندہ کا حکم بتایا جائے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۲/۲۵۴)

تتمہ سوال: جواب میں جو بات دریافت فرمائی گئی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جی ہاں، پہلے بھی ایام رضاعت میں اس کو حیض کا خون آتا رہا ہے اور یہ وہی ہے جو سوال میں لکھا گیا ہے کہ اس کو پہلے عموماً آٹھ یوم کا حیض آتا تھا مگر اس کی تاریخیں یاد نہیں ہے تو اب باقی ایام میں طہارت کے دن کتنے اور حیض کے دن کتنے؟

حضرت والا یہی مسئلہ میں نے جامعہ ڈابھیل کے مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب مدظلہ العالی کو بھی لکھا تھا مگر سوال میں فرق صرف اتنا ہے کہ آپ کے سوال میں آخری طہر ۱۹ (انیس)/دن کا ہے اور ان کے سوال میں ۵/دن کا ہے، اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ان کو سوال لکھا اور اس کا جواب آیا اور پھر آپ کو سوال لکھا تو یہ جو ایام طہر کے گذرے وہ زیادہ کردیئے گئے۔

انہوں نے جواب دیا ہے کہ حد فاصل دوم کے درمیان میں طہارت کے جو پندرہ دن ہونے چاہیے وہ کہیں نہیں ہیں لہذا اس کی نفاس کی عادت کے ۳۵/ یوم نفاس شمار کر کے باقی ایام استحاضہ میں شمار ہوں گے، جس میں نماز، روزے ادا کرنے ہوں گے لہذا اس کو جن تاریخوں میں پہلے آٹھ یوم حیض آتا تھا عادت کا، وہ اب ان تاریخوں میں آٹھ یوم حیض شمار ہوگا اور باقی کا استحاضہ۔

حضرت والا میرے ناقص مطالعہ کے لحاظ سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ عرض کرتا ہوں اگر چالیس دن نفاس کے شمار کئے جائیں تب بھی دونوں کے درمیان کی اقل مدت طہر پندرہ یوم، وہ نہیں آتی ہے لہذا آخری طہر جو ۱۹/ یوم کا ہے اور اس وقت ۲۸/ یوم کا ہوا ہے اس کے علاوہ سب ایام استحاضہ کے ہیں لہذا اس کو نفاس کی سابقہ عادت جو ۳۵/ یوم کی

ہے وہ عود کر آئے گی تو اس کا یہ نفاس بھی ۳۵؍ یوم کا ہوگا، اس کے بعد احتیاطاً ۱۵؍ دن کا طہر ہوگا اس کے بعد اس کی سابقہ عادت کے مطابق آٹھ دن حیض کے ہوں گے اور اس کے بعد اب تک کے ایام طہر کے ہوں گے اگر خدانخواستہ ان کو ۱۵؍ دن کا طہر نہ آتا تو پھر ان کو ۲۲؍ دن طہر کے ہوتے ہیں پھر آٹھ دن حیض کے، پھر ۲۲؍ دن طہر کے، پھر آٹھ دن حیض کے اور ایسے ہی حکم چلتا رہتا۔ اس لیے کہ عورتوں کو عموماً مہینہ میں ایک بار دم حیض آتا ہے، ایام رضاعت میں حیض نہ آنے کو اس مسئلہ سے کیا نسبت ہے وہ بھی ارشاد فرمائیں؟

الجواب

(از مولانا مفتی عبدالغنی صاحب صدر مفتی دارالافتاء مدرسہ امینیہ بعد وفات حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ)

جب کہ نفاس کی ۳۵؍ دن کی پہلی عادت تھی لیکن اس دفعہ خلاف عادت ۳۶؍ دن خون آیا لیکن تین دن بند رہ کر پھر چالیسویں دن بھی خون آگیا اس کے بعد کچھ دن بند رہا اس صورت میں نفاس کے چالیس دن شمار ہوں گے البتہ اگر خون مستمر رہتا یہاں تک کہ چالیس یوم سے متجاوز ہو جاتا تو بیشک عادت سے زائد کو استحاضہ میں شمار کیا جاتا۔

درمختار میں ہے:

**أما المعتادة فترد لعادتها وكذا الحيض.**

شامی میں ہے:

**إذا كان عادتها في النفاس ثلاثين يوماً فانقطع دمها على رأس عشرين يوماً وطهرت عشرة أيام تمام عادتها فصلت وصامت، ثم عاودها الدم فاستمر بها حتىٰ جاوز الأربعين ذكر أنها مستحاضة فيمازاد على الثلاثين".**

دوسری جگہ ہے:

**صورته في النفاس كانت عادتها في كل نفاس ثلاثين ثم رأت مرة إحدىٰ وثلاثين ثم طهرت أربعة عشر ثم رأت الحيض فإنها ترد إلىٰ عادتها وهي ثلاثون، ويحسب اليوم الزائد من الخمسة عشر التي هي طهر".**

کیوں کہ دم نفاس اور دم حیض میں کم از کم پورے ۱۵؍ یوم کا فاصلہ ضروری ہے۔

**أقل الطهر بين الحيضتين أو النفاس والحيض خمسة عشر يوماً ولياليها إجماعاً.**

اگر عادت بھول گئی یعنی ایام حیض کی عادت ہے لیکن یہ بھول گئی کہ مہینہ کے پہلے عشرہ میں حیض آیا ہے یا دوسرے عشرہ میں یا تیسرے عشرہ میں تو تحری کر کے ظن غالب پر عمل کرے گی۔

**ومن نسيت عادتها إما بعدد أو بمكان أو بهما أنها تتحرىٰ، الخ.** فقط

محمد عبدالغنی غفرلہ (ذیقعدہ ۲۳؍۱۳۷۳ھ) (کفایت المفتی: ۲؍۲۵۴۔۲۵۶)

## نفاس کے چالیس دن مکمل ہوتے ہی حیض آ سکتا ہے یا نہیں:

سوال: کیا چالیس دن نفاس کے بعد فوراً بلا طہر حیض آ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

چالیس دن نفاس کے گذر جانے کے بعد حیض نہیں آ سکتا جب تک کہ کم از کم پندرہ دن طہر کے نہ گذر جائیں، اگر چالیس دن کے بعد بھی خون جاری ہے تو وہ دم استحاضہ ہے، نہ کہ حیض۔

ردالمحتار میں ہے:

**(قوله: والزائد علیٰ أکثره) أی فی حق المبتدأة، أما المعتادة فمازاد علی عادتها ویجاوز العشرة فی الحیض والأربعین فی النفاس یکون استحاضة.(ردالمحتار: ۱/۲۸۵)**

**وفی الهندیة: لو رأت الدم بعد أکثر الحیض والنفاس فی أقل مدة الطهر فما رأت بعد الأکثر إن کانت مبتدأةً وبعد العادة إن کانت معتادة استحاضة، وفی ص: ۴۰، وإذا جاوز الأربعین ولها عادة فی النفاس ردت إلیٰ أیام عادتها.(فتاویٰ هندیة: ۱/۳۷)**

**وفی الفقه الإسلامی وأدلته: وأکثره...عندالحنفیة والحنابلة: أربعون یوماً ومازاد علیٰ ذلک فهو استحاضة، بدلیل قول أم سلمةؓ: کانت النساء تجلس علی عهد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم أربعین یوماً وأربعین لیلةً. رواه أبوداؤد والترمذی وابن ماجة وأحمد. (الفقه الإسلامی وأدلته: ۱/۴۶۷)**

امدادالاحکام میں ہے:

پس صورت مسئولہ مذکورہ میں اس کا نفاس عادت سابقہ کے موافق شمار ہو کر باقی دم استحاضہ ہے حیض نہیں، کیوں کہ نفاس کے بعد جب تک پندرہ دن پورے نہ گذرے جائیں اس وقت تک حیض نہیں ہو سکتا، ہاں اگر نفاس کے پندرہ دن کے بعد خون آتا رہا اور وہ تاریخیں حیض کی ہوں تو اس کو حیض کہا جائے گا۔(امدادالاحکام: ۱/۳۶۳)

ان عبارات سے معلوم ہو گیا کہ چالیس دن نفاس کے گذرنے کے فوراً بعد حیض نہیں آ سکتا۔ واللہ اعلم

(فتاویٰ دارالعلوم زکریا جلد اول، ص: ۵۸۸۔۵۸۹)

## نفاس میں خلل ہو تو عورت کیا کرے:

سوال: ۸/رمضان المبارک کو میرے گھر میں مردہ بچہ اسقاط ہوا تھا جو غالباً پانچ یا چھ ماہ کا ہوگا، اعضا بچہ کے سب مکمل ہو چکے تھے۔ اب کیفیت یہ ہے کہ تیسرے یا چوتھے روز قدرے قلیل زرد یا مٹی کے سے رنگ کا پانی بجائے نفاس کے خارج ہوتا ہے، آیا جب تک یہ دھبّہ رہے نماز، روزہ موقوف رکھا جاوے یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں حکم شرعی یہ ہے کہ اگر نفاس کے دنوں کی پہلے سے کچھ عادت نہ ہوتو چالیس دن تک حکم نفاس کا جاری رہے گا، اس میں نماز، روزہ کچھ نہ ہوگا۔البتہ جب بالکل دھبّہ نہ آوے یا ایامِ عادت پورے ہوجاویں اس وقت پھر غسل کر کے نماز روزہ کیا جاوے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۲۸۱)

## چند دن نفاس کا خون آیا پھر بند ہوگیا، پھر تھوڑے دن آ کر بند ہوگیا:

سوال: ایک عورت کو نفاس اس طرح آتا ہے کہ چار روز آیا پھر بند ہوگیا پھر چار دن آیا پھر بند ہوگیا اسی طرح معاملہ رہتا ہے حتی کہ چالیس روز ختم ہوجاتے ہیں تو جن دنوں میں خون نہیں آیا وہ دن طہارت کے شمار ہونگے یا نفاس کے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں پورے چالیس روز نفاس کے شمار ہوں گے درمیان کا زمانہ طہارت میں شمار نہ ہوگا۔جبکہ چالیس روز کی عادت ہوچکی ہے۔(۲) فقط واللہ اعلم (فتاویٰ رحیمیہ:۴/۲۶۲)

## نفاس والی عورت کی عادت مختلف ہوتو اس کا کیا حکم ہے:

سوال: کسی عورت کو پہلی بار۳۵/دن دوسری بار۳۲/دن اورتیسری بارتیس دن نفاس کا خون جاری رہاتو تیسری بار وہ عورت کب سے پاک ہےاورشوہر اس سے صحبت کب سے کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اس صورت میں تیس دن کے بعد غسل کر کے نماز پڑھے رمضان ہوتو روزہ رکھے۔لیکن صحبت مکروہ ہے، ہاں بتیس دن کے بعد(جو اس کی عادت تھی) صحبت درست ہے۔

---

(۱) أكثره أربعون يوماً الخ لو مبتدءة أما المعتادة فترد لعادتها وكذا الحيض فإن انقطع على أكثرهما أو قبله فالكل نفاس. (الدر المختار علىٰ صدر رد المحتار، باب الحيض:۱/۲۷۷)

(۱) عن عبد الله بن عمروؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تنتظر النفساء أربعين ليلة، فإن رأت الطهر قبل ذالک فهي طاهر، وإن جاوزت الأربعين فهي بمنزلة المستحاضة، تغتسل و تصلي، فإن غلبها الدم توضأت لكل صلوة. (الدار قطني، باب الحيض، ج اول، ص ۲۲۸، نمبر ۸۴۷)

عن عائشةؓ أنها قالت: قالت فاطمةؓ بنت أبي حبيش لرسول الله صلى الله عليه وسلم يارسول الله! إني لا أطهر أفأدع الصلاة؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إنما ذالک عرق و ليس بالحيضة، فإذا أقبلت الحيضة فاترکي الصلاة فإذا ذهب قدرها فاغسلي عنک الدم وصلي". (بخاري، باب الاستحاضة، ص ۵۳، نمبر ۳۰۶) انیس)

عالمگیری میں ہے:

''لو انقطع دمها دون عادتها يكره قربانها حتى يمضى عادتها وعليها أن تصلى وتصوم للاحتياط'' هكذا في التبيين . (۳۹/۱) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۲۶۴/۴)

## بارہ دن خون پھر سفید پانی پھر خون آ گیا، کیا حکم ہوگا:

سوال: ایک عورت کو بارہ روز نفاس آ کر سفید پانی آ گیا بعد میں پھر خون آ گیا، اس خون کا کیا حکم ہے؟

الجواب

مدت نفاس یعنی چالیس دن کے اندر جو خون آئے گا وہ سب نفاس میں شمار ہوگا اور درمیان میں جو دن خالی گذریں گے وہ بھی نفاس ہی میں شمار ہوں گے۔ البتہ اگر چالیس دن سے زائد خون جاری رہا تو پھر دیکھا جائے گا کہ اس عورت کی نفاس سے متعلق کوئی عادت پہلے سے متعین تھی یا نہیں، اگر متعین ہے تو ایام عادت کے بعد سے استحاضہ شمار ہوگا۔ مثلاً تیس دن کی عادت تھی اور خون پچاس دن تک جاری رہا تو تیس دن نفاس اور باقی بیس دن استحاضہ ہوگا۔ كما في الهداية وشرح الوقاية.

اور اگر پہلے سے کوئی عادت معین نہ تھی تو چالیس دن نفاس اور باقی دس دن استحاضہ ہوگا۔ (۱) فقط واللہ اعلم

(فتاویٰ دار العلوم: ۲۸۲/۱)

## نفاس میں عادت پوری ہو جانے کے بعد نماز پڑھے یا نہیں:

سوال: جس عورت کو یہ عادت ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد چالیس دن کے اندر دس پندرہ دن میں خون نفاس بند ہو گیا اور اس کو ہمیشہ یہی عادت ہے تو وہ بعد خون بند ہونے کے نماز پڑھ سکتی ہے اور روزہ رکھ سکتی ہے یا نہیں، اس کا شوہر اُس سے صحبت کر سکتا ہے یا نہیں؟

---

(۱) (أكثره أربعون يوماً) الخ (والزائد) على أكثره (استحاضة) لو مبتدأةً، أما المعتادة فترد لعادتها، وكذا الحيض، فإن انقطع على أكثرهما أو قبله فالكل نفاس. (الدر المختار علیٰ صدر رد المحتار، باب الحيض: ۷۷/۱، ظفیر)

عن أم سلمةؓ قالت: كانت النفساء تجلس علىٰ عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم أربعين يوماً. (ترمذی، باب ماجاء في كم تمكث النفساء، ص۳۵، نمبر۱۳۹/ أبو داؤد، باب ماجاء في وقت النفساء، ص۴۹، نمبر۳۱۲)

عن عبد الله بن عمروؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: '' تنتظر النفساء أربعين ليلة، فإن رأت الطهر قبل ذالك فهي طاهرة، وإن جاوزت الأربعين فهي بمنزلة المستحاضة، تغتسل وتصلي، فإن غلبها الدم توضأت لكل صلوة. (الدار قطني باب الحيض، ج اول، ص۲۲۸، نمبر۸۴۷)

عن معاذ بن جبلؓ عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ''إذا مضى للنفساء سبع ثم رأت الطهر فلتغتسل و لتصل. (سنن بيهقي، باب النفاس، ج اول، ص۵۰۵، نمبر۱۶۱۷، انیس)

الجواب

اگراس کو عادت یہی ہے تو بعد انقطاع دم غسل کر کے اس پر نماز اور روزہ فرض ہو جاتا ہے اور اس عورت سے اس کے شوہر کو ہمبستری کرنا بھی درست ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۲۸۱)

## اگر بچہ کا سر باہر آ گیا اور نماز کا وقت ختم ہو رہا ہے، تو نماز پڑھ لے، پر اشکال وجواب:

سوال: فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ص:۱۴۷، پر مسئلہ ہے:

''انتہا یہ کہ فقہ احناف میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر عورت کے بچہ ہو رہا ہو تو اگر بچہ کا سر باہر آ گیا ہے، ادھر نماز کا وقت ختم ہو رہا ہے، تو اس حالت میں بھی عورت پر لازم ہے کہ نماز پڑھ لے قضا نہ کرے'' الخ۔

یہ پورا مسئلہ پڑھا لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ بچہ کے سر کے ساتھ خون (دم نفاس) بھی ہوگا۔ پھر ایسی ناپاک حالت میں نماز پڑھنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ دم نفاس نہیں ہے دم نفاس کا حکم تب لگتا ہے کہ بچہ نصف یا نصف سے زائد نکل آیا ہو اس سے پہلے جو خون ہوگا وہ دم استحاضہ ہے۔ ادھر نماز کا وقت ختم ہو رہا ہے ایسی حالت میں نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ قضا کرنے کی اجازت نہیں ہے، عورت معذور کے حکم میں ہے تو اس خون کے ہوتے ہوئے اگر بچہ کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو نماز پڑھنا ضروری ہے۔

والنفاس هو الدم الخارج عقب الولادة أو خروج أكثر الولد. (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص:۸۰)

عالمگیری میں ہے: لو خرج أكثر الولد تكون نفساء وإلا لا. (۱/۳۷) فقط واللہ اعلم بالصواب

(فتاویٰ رحیمیہ:۴/۲۶۹، ۲۷۰)

## بچہ کے سر باہر آنے کی صورت میں، نماز پڑھنے کے بارے میں، اشکال دوم:

سوال: یہ تو ٹھیک ہے کہ ابھی نفاس کا حکم نہیں لگا یہ دم استحاضہ ہے، مگر اشکال یہ ہے کہ یہ عورت معذور کے حکم میں کیسے ہوگئی؟ معذوری کا حکم تو اس وقت لگتا ہے کہ نماز کا پورا ایک وقت اس طرح گزر جائے کہ خون بہتا رہے اور اتنا بھی وقت نہ ملے کہ نماز بطہارت پڑھ سکے اور یہاں یہ بات نہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ نماز کے ابتدائی وقت میں معذور نہیں تھی

---

(۱) أما المعتادة فترد لعادتها، وكذا الحيض (در مختار) وفيه قبل: (وإن) انقطع (لأقله) الخ (لا) يحل (حتى تغتسل) أو تتيمم بشرطه (أو يمضي عليها زمن يسع الغسل) ولبس الثياب (والتحريمة)، الخ. (الدر المختار علیٰ صدر رد المحتار باب الحيض: ۱/۲۷۲۔ظفیر)

حديث معاذ بن جبل، سنن بيهقي، باب النفاس، ج اول، ص ۵۰۵، نمبر ۱۶۱۷۔انیس

(بلکہ ابتدائی وقت میں پاک تھی) عذر بعد میں پیش آیا ہے۔ عذر سے پورا وقت گھرا نہیں ہے تو ایسی حالت میں پاک ہوئے بغیر نماز کیسے پڑھ سکتی ہے یہ معذور نہیں ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

موجودہ حالت میں عورت اپنے کو معذور ہی تصور کرے اور نماز پڑھے قضا کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ یہ مسئلہ دوسرا ہے کہ بعد کے وقت میں خون جاری نہ رہا تو معذور نہ ہوگی اور نماز کا اعادہ نہ کرے گی۔

چنانچہ شامی میں ہے:

**ولو عرض بعد دخول وقت فرض انتظر إلٰى آخره فإن لم ينقطع يتوضأ ويصلى ثم إن انقطع فى أثناء الوقت الثانى يعيد تلك الصلوة وإن استوعب الوقت الثانى لايعيد لثبوت العذر حينئذ من وقت العروض،آه.**

معذور کے احکام بیان کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں: ''اگر عذر فرض نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد پیش آیا تو آخری وقت تک انتظار کرے پھر اگر عذر منقطع نہ ہوا تو وضو کر کے نماز پڑھ لے۔ اس کے بعد اگر دوسرے وقت میں منقطع ہو گیا تو اس نماز کا اعادہ کرے اور اگر عذر پورے دوسرے وقت میں باقی رہے، تو اس نماز کا اعادہ نہ کرے کہ اس وقت وہ عذر متحقق ہو گیا''۔ (شامی: ۱/۲۸۱)

حاملہ کی صورت بھی ایسی ہی ہے لہذا استحاضہ مانع عن الصلوۃ نہ ہوگا۔ دم استحاضہ مستحاضہ کے حق میں گویا پاک ہے اس کے ہوتے ہوئے نماز پڑھ سکتی ہے یہ نہیں کہ حقیقۃً پاک ہے، یا معاف ہے۔ فقط اللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۴/۲۷۰)

## ناتمام بچے کی ولادت کے بعد آنے والے خون کا حکم:

سوال: بعض عورتوں کا حمل قبل از وقت ساقط ہو جاتا ہے، تو اسقاط کے بعد جو خون آئے وہ نفاس شمار ہوگا یا نہیں؟

الجواب

اگر بچے کے اعضا مثلاً انگلی، ناخن اور بال وغیرہ بن چکے تھے، تو اس اسقاط کے بعد آنے والا خون نفاس شمار ہوگا اور اگر ابھی اس میں سے کوئی چیز نہیں بنی تھی تو اب یہ خون نفاس نہیں بنے گا۔ اگر حیض کی تعریف اس پر صادق آتی ہو تو حیض بن جائے گا و گرنہ استحاضہ شمار ہوگا۔

**والسقط إن ظهر بعض خلقه من أصبع أو ظفر أو شعر ولد فتصير به نفساء، هكذا فى التبيين، وإن لم يظهر شىء من خلقه فلا نفاس لها فإن أمكن جعل المرئى حيضاً يجعل حيضاً وإلا فهو استحاضة.** آه. (عالمگیری: ج۱ص۱۹) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان، ۱۲/۱۰/۱۴۱۰ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۱۴۰-۱۴۱)

## چار ماہ کا حمل ساقط ہوا، اور دوسرا بچہ پیٹ میں ہے، تو آنے والے خون کا حکم:

سوال: ایک عورت کے حمل پر چار ماہ گذرے تھے کہ اسقاط ہو گیا، لیکن پتہ چلا کہ اس کے پیٹ میں دوسرا بچہ موجود ہے اور اسقاط کے بعد خون بدستور جاری ہے، تو دوسرے بچے کی پیدائش سے پہلے، یہ خون حیض شمار ہوگا، یا استحاضہ یا نفاس؟

الجواب

اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں (۱) اگر دوسرا بچہ پہلے بچے کی پیدائش سے چالیس دن کے اندر اندر پیدا ہو تو پہلے بچے کی ولادت سے چالیس دن تک نفاس شمار ہوگا، باقی استحاضہ (۲) اور اگر دوسرا بچہ پہلے بچے کے چالیس دن بعد پیدا ہوا تو یہ خون استحاضہ ہے، نفاس نہیں ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

**والمرئی عقیب الثانی إن كان فی الأربعين فمن نفاس الأول وإلا فاستحاضة.** (ردالمحتار: ۱/۳۰۱)

**قال الطحطاوی: ماتراه عقب الثانی إن كان قبل الأربعين فهو نفاس للأول لتمامها واستحاضة بعد تمامها فتغسل كما وضعت الثانی وهوالصحيح، كذافی البحر. (الطحطاوی علی الدرالمختار: ۱/۱۵۴)** واللہ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم زکریا جلد اول، ص: ۵۹۰)

## ناقص الخلقت بچّے کی ولادت پر نفاس کا حکم:

سوال: اگر کسی عورت کا بچہ تام الخلقت نہ ہو، بعض اعضا بنے ہوں، یا اعضا بالکل نہ ہوں، بلکہ گوشت کا ایک لوتھڑا ہو، تو اس ناقص الخلقت یا علقہ کے خروج کے بعد عورت سے جو خون نکلتا ہے، اس پر نفاس کا حکم جاری ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر گوشت کا ایک ٹکڑا ہو یعنی اعضا بالکل نہ بنے ہوں اور وہ کسی وجہ سے ضائع ہو جائے تو اس کے بعد نکلنے والا خون حیض کے حکم میں شمار ہوگا، بشرطیکہ مدتِ حیض تک خون جاری رہا ہو، اس سے زائد وقت میں یہ خونِ استحاضہ میں سے شمار ہوگا، البتہ اگر اعضا بنے ہوں تو اس کی پیدائش کے بعد نکلنے والے خون کا حکم نفاس کا ہوگا۔

**قال فی الهندية: "والسقط إن ظهر بعض خلقه من أصبع أوظفرأوشعر ولد فتصير به نفساء (هكذافی التبيين) وإن لم يظهر شئ من خلقه فلانفاس لها فإن أمكن جعل المرئی حيضاً يجعل حيضاً وإلافهواستحاضة". (الهندية، الفصل الثانی فی النفاس: ج۱ص۳۷)** (۱) (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۵۵۷ و ۵۵۸)

---

(۱) قال الحصكفیؒ: "وسقط ظهر بعض خلقه كيد أورجل أوأصبع أوظفر أوشعر ولد حكماً فتصيرالمرأةبه نفساء والأمة أم ولد فإن لم يظهر له شئ فليس بشئ والمرئی حيض إن دام ثلاثاً وتقدمه طهر تام وإلا استحاضة". (الدرالمختارعلیٰ صدرردالمحتار، مطلب أحوال السقط: ج ۱ ص ۲۰۳/ ومثله فی البحرالرائق، باب الحيض: ج ۱ ص ۲۱۸)

## حمل گرنے کے بعد کوئی عضو ظاہر نہ ہو:

سوال: اگر حمل گرنے کے بعد کوئی عضو ظاہر نہ ہوتا ہو بلکہ نرا خون ہی خون ہو یا محض گوشت کا لوتھڑا ہو تو وہ خون جو بعد اسقاط کے دیکھا ہے وہ حیض ہے یا استحاضہ، بتلا دیجئے۔

الجواب

جب کوئی عضو ظاہر نہیں ہوا، تو یہ خون نفاس تو نہیں ہے، اب دیکھنا چاہئے کہ اگر یہ تین دن سے کم میں موقوف نہ ہوا ہو اور اس خون کے آنے سے پہلے مدت طہر بحالت طہر گزری ہو، تو یہ حیض ہے ورنہ استحاضہ۔

**فی الدرالمختار: فإن لم یظهر له شیء فلیس بشیء والمرئی حیض إن دام ثلاثاً وتقدمه طهر تام وإلا استحاضة'' آه. (باب الحیض والنفاس)**

۹ ذی قعدہ ۱۳۳۰ھ (تتمہ اولیٰ، ص:۱۰) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۸۴)

## اسقاط یا صفائی رحم کے بعد کا خون حیض ہوگا یا نفاس:

سوال: اگر عورت کے بچے کا اسقاط ہو جائے یا عورت خود رحم کی صفائی کرائے تو اس کے بعد آنے والا خون حیض شمار ہوگا یا استحاضہ یا نفاس؟

الجواب

اگر اسقاط میں بچہ کا ایک آدھ عضو بن چکا تھا تو اسقاط کے بعد آنے والا خون نفاس ہوگا اور اگر کوئی بھی عضو نہیں بنا، محض گوشت ہی گوشت ہو تو خون نفاس کا نہیں ہوگا، ہاں اگر حیض ہو سکتا ہو تو حیض شمار ہوگا ورنہ استحاضہ۔

(بہشتی زیور، ملخصاً، ص:۶۲ حصہ دوم)

علامہ ابن الہمامؒ تحریر فرماتے ہیں:

**والسقط الذی استبان بعض خلقه کأصبع أو ظفر ولد فلو لم یستبن منه شیء لم یکن ولداً فإن أمکن جعله حیضاً بأن امتد جعل إیاه وإلا مستحاضة. (فتح القدیر: ۱/۱۸۷) والله اعلم**

(فتاویٰ دار العلوم زکریا، جلد اول، ص:۵۸۶-۵۸۷)

## زچگی کے بعد غسل کب کیا جائے اور اس غسل میں پہلے پیٹھی لگانا کیسا ہے:

سوال: زچگی کے ایک مہینہ کے بعد اور پھر چالیس دن کے بعد غسل کرنے کا رواج ہے کیا یہ صحیح ہے؟ اسی طرح پیٹھی لگانا یعنی غسل سے دو روز پہلے صبح و شام پورے بدن پر تین مرتبہ گیہوں کا آٹا اور ہلدی لگانا کیا یہ صحیح ہے؟ نفاس والی عورت کب اور کس طرح غسل کرے؟ اسلامی طریقہ تحریر فرمائیں، عین نوازش ہوگی، بینوا توجروا۔

الجواب

نفاس کا خون بند ہونے پر غسل واجب ہے، ویسے حالت نفاس میں ظاہری پاکیزگی اور صحت کے لئے روزانہ بھی غسل کیا جا سکتا ہے منع نہیں ہے۔لیکن ایک مہینہ کے ختم پر غسل کرنے کو مسنون اور حکم شرعی سمجھنا غلط ہے۔چالیس روز سے پہلے جب بھی خون بند ہو جائے طہارت کی نیت سے غسل کر کے نماز شروع کر دینا ضروری ہے۔اگر چالیس روز تک خون جاری رہا، جو اس کی انتہائی مدت ہے، تو چالیس روز پورے ہوتے ہی غسل کر کے نماز شروع کر دے۔اس غسل کا کوئی جداگانہ طریقہ نہیں ہے۔(۱) پیٹھی لگا کر غسل کرنے کو مسنون اور ضروری سمجھنا غلط اور بے اصل ہے۔بدن کی صفائی کے لئے مٹی یا صابون وغیرہ کسی بھی پاک چیز کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ:۴/۲۵۶)

## اگر صاحب عذر کسی تدبیر اور علاج سے اس عذر کا انقطاع کر دے، تو وہ معذور رہے گا یا نہیں:

سوال: جس عورت کو پیشاب یا خون استحاضہ کے قطرات کا نزول رہتا ہو وہ کسی تدبیر سے خارج نہ ہونے دے اور وضو کر کے نماز پڑھتی رہے تو اس کا وضو اور نماز درست ہوگی؟ اور یہ تدبیر حیض میں بھی کارگر ہو سکتی ہے۔بینوا توجروا۔

الجواب

وضو اور نماز صحیح ہو جائے گی۔لیکن یہ تدبیر حیض میں کامیاب نہ ہوگی اور نماز پڑھنا درست نہ ہوگا۔

فتاویٰ خیریہ میں ہے:

**سئل في الحمصة التي توضع على الكي ثم تربط بما يمنع السيلان هل يكون صاحبها صاحب عذرأم لا ؟(أجاب ):لا يكون صاحب عذر كما هو صريح كلام الخلاصة وغيره و صاحب الجرح لومنع الجرح من السيلان يخرج من أن يكون صا حب الجرح السائل،فأفاد أن كل صاحب عذر إذامنع نزوله بدواء أوغيره خرج عن كونه صاحب عذر بخلاف الحائض. (الفتاوىٰ الخيرية:۱/۵)**

(۱) (وأكثره أربعون يوماً)، كذا رواه الترمذيّ وغيره، الخ (الدرالمختارعلىٰ هامش رد المحتار، باب الحيض: ۱/ ۲۷۶).اعلم أن هذه المسئلة علىٰ ثلثة أوجه لأن الدم إماينقطع لتمام العشرة أودونها لتمام العادة أودونهما؛ففيماإذا انقطع لتمام العشرة يحل وطؤهابمجرد الإنقطاع ويستحب له أن لايطأ هاحتى تغتسل وفيما إذا انقطع لمادون العشرةدون لايقربهاوإن اغتسلت مالم تمض عادتها،وفيمااذاانقطع للأقل لتمام عادتها إن اغتسلت أومضى عليها وقت صلوٰة حل وإلا لا،وكذا النفاس إذا انقطع لما دون الأربعين لتمام عادتها،فإن اغتسلت أومضى الوقت حل وإلا لا،إلخ. (البحرالرائق، باب الحيض:۱/۲۱۳،انیس)

خلاصہ یہ کہ اگر کوئی صاحب عذر کسی تدبیر اور علاج سے اس عذر کا انقطاع کر دے، تو وہ شخص معذور نہ رہے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاوی رحیمیہ:۲۵۸/۴)

## حالتِ حمل میں وطی:

سوال: حاملہ بیوی سے وطی کرنا کیسا ہے؟ اگر جائز ہے تو وضعِ حمل سے کتنے دن پہلے چھوڑ دینا چاہئے؟

الجواب ———————— حامدًا و مصلیاً

شوہر کو حاملہ سے وطی کرنا درست ہے، علاوہ ان ایام کے جبکہ وطی بچہ کو مضر ہو اور اس سلسلے میں حکیم حاذق سے معلوم کر لیا جاوے کہ کب وطی بچہ کو مضر ہوتی ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ:۲۰۷/۵)

## بچہ پیدا ہونے کے بعد جماع کی کب تک ممانعت ہے:

سوال: (۱) جس عورت کے بچہ پیدا ہوا ہو اس کے ساتھ کب تک جماع کی ممانعت ہے؟

## حالت نفاس میں اگر جماع کر لیا تو اس کی تلافی کیسے کرے:

سوال: (۲) اگر ایام ممانعت میں جماع کرے تو فریقین کیلئے کیا تلافی ہے؟

الجواب ————————————

(۱) جس عورت کے بچہ پیدا ہوا ہو اس کے لئے مدت نفاس زیادہ سے زیادہ چالیس دن ہے پس اگر کسی عورت کو اس مدت میں برابر خون کم وبیش آتا رہے تو اس کا شوہر چالیس دن تک اس سے مجامعت نہیں کر سکتا، بعد چالیس دن کے جائز ہے اور چونکہ نفاس میں کم مقدار کی کچھ مدت نہیں ہے اس لئے اگر چالیس دن سے پہلے خون منقطع ہو جاوے تو بعد غسل کے اس سے صحبت جائز ہے۔(۲)

(۲) توبہ اور استغفار کرے اور آئندہ کو ایسا نہ کرے۔

درمختار میں لکھا ہے کہ اگر حالت حیض میں اس کا شوہر اس سے جماع کرے تو توبہ واستغفار کرے اور مستحب ہے کہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے۔ **كما ورد في الحديث.**

---

(۱) حکیم الامت مجدد الملت اشرف علی تھانوی صاحبؒ لکھتے ہیں: ''(حاملہ عورت) میاں کے پاس نہ جائیں خاص کر چوتھے مہینے سے پہلے اور ساتویں کے بعد زیادہ نقصان ہے''۔ (بہشتی زیور، حصہ نہم، حمل کی تدبیروں اور احتیاطوں کا بیان، ص:۶۲۰، دارالاشاعت، کراچی)

(۲) **(وأكثره أربعون يوماً) كذا رواه الترمذيؒ وغيره، الخ فإن انقطع على أكثرهما أو قبله فالكل نفاس. (الدر المختار علىٰ صدر رد المحتار، باب الحيض: ۲۷۶/۱)**

==

پس بحالتِ نفاس جماع کرنے میں بھی صدقہ کر دینا اچھا ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دار العلوم:۱/۲۸۳)

## جس عورت کو پہلا بچہ پیدا ہوا ہو، اسکے پاک ہونے میں چالیس روز کا انتظار نہیں:

سوال: جس عورت کے اول مرتبہ بچہ پیدا ہوا ہے اور اس کو چار روز خون نفاس کا آکر بند ہو گیا اور ایک شب وروز بند رہا تو دوسرے روز شوہر کو اس سے وطی جائز ہے یا نہیں، کیونکہ اول کا بچہ ہے عادت کا حال معلوم نہیں ہوسکتا یا اول بچہ جس عورت کے ہو اس کا انتظار چالیس روز کرنا شوہر کو ضروری ہے اگر نہیں ہے تو کتنے دن خون آنے کے بعد وطی کرے، احتمال ہے کہ پھر آوے؟

الجواب

**فی الدر المختار: وإن لعادتها (إلٰی قوله) (حتی تغتسل)...... (أو یمضی). فی رد المحتار: (قوله وإن لعادتها) وکذا لو کانت مبتدأة، درر.(۲)**

چونکہ حیض ونفاس کا حکم اس امر میں یکساں ہے، روایت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں وطی جائز ہے۔

۱۶/محرم ۱۳۲۶ھ، تتمہ اولیٰ ص۲۔(امداد الفتاویٰ جدید:۱/۸۴۔۸۵)

## حالت نفاس میں احتلام ہو جائے تو غسل فرض نہیں:

سوال: نفاس والی عورت کو احتلام ہو جائے تو غسل واجب ہے یا نہیں، یا یہ کہ پاک ہونے کے بعد ایک ہی غسل کافی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

پاک ہونے کے بعد ایک ہی غسل فرض ہوگا۔

**قال فی الخانیة: المرأة إذا أجنبت ثم حاضت إن شاءت اغتسلت وإن شاءت أخرت الإغتسال لأنه لا فائدة فی التعجیل فإنها إن کانت تخرج من الجنابة لا تخرج من الحیض وحکمهما واحد.** (خانیہ:۱/۲۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۷/صفر ۸۸ھ۔(احسن الفتاویٰ:۲/۳۲)

---

== وتوطأ بلا غسل بتصرم لأکثره، ولأقله لا، حتی تغتسل أو یمضی علیها أدنی وقت صلوة (کنز) اعلم أن هذه المسئلة علی ثلٰثة أوجه لأن الدم إما ینقطع لتمام العشرة أو دونها لتمام العادة أو دونهما؛ ففیما إذا انقطع لتمام العشرة یحل وطؤها بمجرد الإنقطاع ویستحب له أن لا یطأها حتی تغتسل وفیما إذا انقطع لما دون العشرة دون لا یقربها وإن اغتسلت مالم تمض عادتها، وفیما إذا انقطع للأقل لتمام عادتها إن اغتسلت أو مضی علیها وقت صلوٰة حل وإلا لا، وکذا النفاس إذا انقطع لما دون الأربعین لتمام عادتها، فإن اغتسلت أو مضی الوقت حل وإلا لا، الخ. (البحر الرائق، باب الحیض:۱/۳۴۸،۳۵۲)

(۱) ثم هو أی وطؤ الحائض کبیرة لو عامداً مختاراً عالما بالحرمة لا جاهلاً أو مکرهاً أو ناسیاً فتلزمه التوبة ویندب تصدقه بدینار أو نصفه ومصرفه کزکوٰة. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الحیض:۱/۲۷۵)

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، باب الحیض:۱/۲۹۴، انیس

# مسائل استحاضہ

## ایک دو دن کے حیض کا حکم:

سوال: حیض کی کم سے کم مدت تین دن ہے اس سے کم حیض نہیں آتا ہے لیکن اگر کسی عورت کو مہینہ میں صرف ایک دن یا ڈیڑھ یا دو دن آتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ وہ حیض شمار ہوگا یا نہیں؟

**الجواب ــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً**

وہ حیض نہیں استحاضہ ہے ایسی عورت ممتدۃ الطہر ہے:

**" أقل الحيض ثلاثة أيام ولياليها، وما نقص من ذلك فهو استحاضة، اهـ".** (الهداية: ۱/ ۶۲، باب الحيض)(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیو بند، ۲/ ۵/ ۹۳ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیو بند، ۳/ ۵/ ۹۳ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/ ۱۹۸)

## حیض کی اقل مدت تین دن ہے، اس سے کم جو خون آئے وہ استحاضہ ہے:

سوال: ایک عورت کو ہر تین ماہ پر خون آتا ہے پہلے پانچ دن کی عادت تھی لیکن اب ایک رات خون آکر موقوف ہو جاتا ہے۔

بہشتی زیور میں مسئلہ ہے کہ تین دن اور تین رات سے کم جو خون آوے وہ حیض نہیں ہے، بیماری کا خون ہے۔

عورت مذکورہ کو جو خون آتا ہے اس کو کیا کہا جائے۔ حیض یا استحاضہ؟ عورت کی عمر ۳۵ سال ہے نماز، تلاوت کے لئے کیا کیا جائے؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) " فإن انقطع على أكثرهما أو قبله فالكل نفاس "(الدر المختار) وقال ابن عابدينؒ: "(قوله: أو قبله) أي وقبل الأكثر، وزاد على العادة". (رد المحتار: ۱/ ۳۰۰، باب الحيض، سعيد)

"الطهر المتخلل في الأربعين بين الدمين نفاس عند أبي حنيفةؒ وإن كان خمسة عشر يوماً فصاعداً، وعليه الفتوىٰ". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۳۷، الفصل الثاني في النفاس، رشيديه)

الجواب

تین دن اور تین رات سے کم خون آیا تو وہ حیض نہیں ہے۔

ہدایہ میں ہے:

”أقل الحيض ثلاثة أيام ومانقص من ذلك فهو استحاضة“. (جلد:۱،ص:۵۴)(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رحیمیہ:۴/۲۵۷)

## مستحاضہ کا حکم:

سوال: مجھے حیض کے بارے میں یہ مسئلہ معلوم کرنا ہے، شروع سے میری عادت پندرہ دن پاک رہنے کی ہے، کبھی کبھی بائیس روز بھی رہی، لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے اور گیارہویں دن نہاتی ہوں، تین چار سال سے کبھی ایسا بھی ہوا کہ آٹھ یا نو دن بعد نہا لیتی ہوں، لیکن یہ کم ہی ہوتا ہے۔ اس دفعہ میں نے ۱۵/دسمبر کو نماز شروع کی، ۲۳/دسمبر کو پھر خون آیا، اس زمانے میں تیس دسمبر تک نماز پڑھتی رہی، پھر بھی مٹیالا اور زرد سا رنگ آتا رہا، گیارہ دن پورے کر کے ۲/جنوری سے میں نے پھر نماز شروع کر دی، اس دوران میں ایک آدھ دن تو صاف رہا اور کچھ ہلکا خاکی سا رنگ آتا رہا، دو چار دن ٹھیک رہا، لیکن گیارہ جنوری عشا کے وقت سے پھر خون آنے لگا اور دو دن تک تو خون کا رنگ رہا اور اب کبھی مٹیالا اور کبھی گلابی رنگ رہتا ہے۔ آج پندرہ تاریخ تک ایسا ہی رنگ ہے اور گیارہ جنوری سے میں نے نماز نہیں پڑھی، تو اب میں کب سے نماز شروع کروں اور یہ نمازیں جو نہیں پڑھی ہیں، قضا کروں یا قضا نہیں ہوگی۔ اگر بیچ میں پھر حیض آئے، تو اس زمانہ میں نماز پڑھوں یا نہیں؟ دن کے حساب کس طرح رکھے جائیں گے؟

الجواب　　باسم ملهم الصواب

پندرہ دسمبر سے قبل جب خون شروع ہوا تھا وہ تاریخ محفوظ کر لیں اس سے ٹھیک دس روز کے بعد پاکی کا زمانہ شمار ہوگا۔ پھر اس سے ٹھیک پندرہ روز کے بعد دوسرے حیض کا زمانہ ہوگا۔ درمیان میں خون آئے یا نہ آئے۔ ہر حال میں یہی حساب رکھیں، اس حساب کے مطابق جو زمانہ پاکی کا تھا اس کی نمازیں قضا پڑھیں۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(احسن الفتاویٰ:۲/۲۷)

---

(۱) عن أبی أمامة الباهلیؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”لايكون الحيض للجارية والثيب الذى قد أيست من الحيض أقل من ثلاثة أيام ولا أكثر من عشرة أيام فإذا رأت الدم فوق عشرة أيام فهی مستحاضة فمازاد على أيام أقرائها قضت ودم الحيض أسود خائر تعلوه حمرة ودم المستحاضة أصفر رقيق“. (الدارقطنی، کتاب الحيض، نمبر۸۳۴)

عن واثلة بن الأسقعؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”أقل الحيض ثلاثة أيام وأكثره عشرة أيام“. (الدارقطنی، کتاب الحيض، جلداول، ص۲۲۵، نمبر۸۳۶، انیس)

(۲) عن عائشةؓ أنها قالت: قالت فاطمةؓ بنت أبی حبيش لرسول الله صلى الله عليه وسلم... ==

## عادت والی عورت کو کبھی دس دن کبھی گیارہ دن خون آئے تو کیا کرے:

سوال: ایک عورت کو پانچ دن عادت حیض کی تھی، بعد میں کبھی دس دن خون آتا کبھی گیارہ دن، تو پانچ دن کے بعد یہ بحکم حائضہ ہے یا طاہرہ؟

الجواب

اگر دس دن کے اندر اندر خون آیا ہے تو کل حیض شمار ہوگا اور اگر دس دن سے تجاوز کر گیا تو صورت مذکورہ میں ایام عادت یعنی پانچ دن حیض اور باقی استحاضہ شمار ہوگا۔ ہدایہ(۱) وشرح وقایہ۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۲۸۴)

## ایام عادت کے بعد خون آئے تو یہ خون حیض ہے یا استحاضہ:

سوال: کسی عورت کو عموماً پانچ روز حیض رہتا ہے، پھر وہ پاک ہوکر غسل کر لیتی ہے، مگر بعض مرتبہ خلاف عادت اس پانچ روز کے بعد پھر خون حیض آنے لگتا ہے اور ایک دو روز میں بند ہو جاتا ہے، تو یہ خون حیض ہے یا استحاضہ اور اس میں وطی بعد غسل کے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

پاکی کے بعد صورت مسئولہ میں پانچ روز کے بعد یعنی ابتداء حیض سے دس روز کے بعد جو خون آوے وہ استحاضہ ہے اور استحاضہ میں نماز معاف نہیں، اسی حالت میں پڑھتی رہے اور ہمبستری بھی جائز ہے۔(۲)

احقر عبدالکریم عفی عنہ، ۱۳/صفر ۴۵ھ، الجواب صحیح: ظفر احمد عفا عنہ، ۱۲/صفر ۴۵ھ (امداد الاحکام جلد اول ص ۳۷۱)

---

== ... یارسول اللّٰہ ! إنی لاأطهر، أفأدع الصلوة؟ فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: "إنما ذلک عرق ولیس بالحیضة فإذا أقبلت الحیضة فاترکی الصلوة فإذاذهب قدرها فاغسلی عنک الدم وصلی". (بخاری، باب الاستحاضة/مسلم، باب المستحاضة وغسلها وصلواتها)

عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال فی المستحاضة: "تدع الصلوة أیام أقرائها التی کانت تحیض فیها ثم تغتسل وتتوضأ عند کل صلوة وتصوم وتصلی". (ترمذی باب ماجاء أن المستحاضة تتوضأ لکل صلوة، ص۳۳، نمبر ۱۲۶۔ انیس)

(۱) والطهر إذا تخلل بین الدمین فی مدة الحیض فهو کالدم التوالی. (الهدایة، کتاب الحیض)

قلت لعطاء فحاضت فأدبر عنها الدم و هی تری ماء أو تریة ؟قال: فلا تصلی حتی تری الخفوف الطاهر. (مصنف عبد الرزاق، باب ما تری أیام حیضتها أو بعدها، جلد اول، ص۳۰۳، نمبر ۱۱۶۳)

ولوزاد الدم علٰی عشرة أیام ولها عادة معروفة دونها ردت إلٰی أیام عادتها والذی زاد استحاضة. (الهدایة، باب الحیض، فی بیان الاستحاضة)

قالت عائشةؓ رأیت مرکنها ملاٰن دمًا فقال لها رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: امکثی قدر ما کانت تحبسک حیضتک ثم اغتسلی وصلی. (نسائی، المرأة تکون لها أیام معلومة تحیضها کل شهر، انیس)

(۲) الدار قطنی، کتاب الحیض حدیث نمبر ۸۳۴، و نمبر ۸۳۶۔ انیس

## استحاضہ میں مہینہ کے کن دنوں کو حیض شمار کرے اور کن کو طہر:

سوال (۱): ایک عورت استحاضہ کے مرض میں عرصہ سے مبتلا ہے، خون برابر جاری ہی رہتا ہے، مہینہ میں کبھی کبھی دو تین دن کا وقفہ ہوتا، کبھی وہ بھی نہیں ہوتا اور اپنی قدیم عادت بھی اسے یاد نہیں ہے۔

(۲) مہینہ کی کن تاریخوں کو وہ طہر شمار کرے اور کن تاریخوں کو حیض سمجھے؟

(۳) کن دنوں میں نماز، روزہ، تلاوت کی پابندی کرے اور کن دنوں میں نہ کرے؟

سوال: (۴) جن دنوں میں اس پر نماز، روزہ فرض ہے اس کی تعیین فرمائیں۔

سوال: (۵) جن دنوں میں وہ نماز پڑھ سکتی ہے ان دنوں میں وہ وضو کرکے قرآن پاک کی تلاوت کرسکتی ہے اور قرآن کو چھو سکتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۶) طہر اور حیض کے دنوں کی تشریح فرمائیں اور قرآن پاک کی تلاوت کے حکم کو بھی واضح فرمائیں

**الجواب ـــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً**

ایسی عورت تحری کرے یعنی اگر اس کو اپنی عادتِ قدیمہ یاد نہیں اور لون سے بھی نہیں پہچانتی، تو دل پر بہت زور ڈال کر غور کرے اور خوب سوچے اور اللہ سے دعا بھی کرے۔ پھر جن ایام کے متعلق اس کا دل گواہی دے کہ یہ حیض کے ایام ہیں، ان کو حیض کا زمانہ تصور کرے، ان میں نماز نہ پڑھے، روزہ نہ رکھے، نہ تلاوت کرے، نہ قرآن پاک کو ہاتھ لگائے۔ ان ایام کے علاوہ بقیہ ایام میں یہ سب کام کرے گی، البتہ ہر نماز کے وقت تازہ وضو کرے گی اور اس وضو سے نماز فرض، سنت، نفل سب کچھ پڑھے گی اور تلاوت بھی کرے گی، قرآن پاک کو ہاتھ بھی لگائے گی۔ (۱) اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے اور پریشانی دور کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۸/۲۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۸/۲۲ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۱۱/۵)

## ممتدۃ الطہر کا حکم:

سوال: ایک عورت کی عمر تقریباً تیس سال ہے۔ اس کو چھ سات سال سے کمزوری ضعف جسمانی و بیماری وغیرہ کے سبب ایام ماہواری میں صرف ڈیڑھ دو روز خون آیا ہے اور وہ بھی بہت کم مقدار میں۔ شادی سے پہلے چار روز خون آنے کی عادت تھی، شادی کے بعد بھی دو تین سال ٹھیک خون (حیض) آیا۔ اس کے بعد کمزوری وغیرہ کے سبب کم

---

(۱) ”من نسيت عادتها تسمى المحيرة والمضلة“ ............ وحاصله أنها تتحرى، ومتى ترددت بين حيض ودخول فيه وطهر تتوضأ لكل صلوة...... اهـ. (الدر المختار: ۲۸۷/۱، باب الحيض، سعید)

ہوتے ہوتے یہ حالت ہوگئی۔اطبا کو دکھلایا گیا تو انہوں نے خون کی کمی کو اس کا سبب بتایا۔علاج کیا گیا تو دوا کے جاری رہتے ہوئے اس ماہ ماہواری ٹھیک حالت پر ہوئی خارج شدہ خون کی مقدار بھی بڑھی مگر دوا مہنگی ہونے کی وجہ سے اس کو مکمل صحت ہونے تک جاری نہیں رکھا جاسکا۔اس لیے کہ اس کے شوہر ایک مدرسہ میں مدرس ہیں۔ان کی اتنی آمدنی نہیں ہے۔اس عورت کے دو حیض کے دوران ۲۶، ۲۷ دن کا فاصلہ ہوتا ہے۔ ہر مہینہ ۲۶، ۲۷ دن کے بعد جب اس عورت کو ماہواری آتی ہے تو اسی بیماری اور کمزوری وغیرہ کے باعث درد وغیرہ کی شکایت بھی ہوتی ہے جیسا کہ ایسی حالت میں عموماً عورتوں کو آج کل ہوا کرتی ہے۔کتابوں میں حیض کی اقل مدت تین روز لکھی ہے لیکن کئی سال سے اس کو تین دن کبھی ہوئے ہی نہیں،تو اب یہ معلوم کرنا ہے کہ اس کے لئے ایسی حالت میں نماز،روزہ وغیرہ کا شرعاً کیا حکم ہے۔یہ خون حیض کا شمار ہوگا یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ عورت کب سے نماز پڑھے گی،خون بند ہوجانے کے بعد یا تین دن کے بعد؟ تیسرے کہ اگر یہ خون حیض کا نہیں ہے،استحاضہ ہے اور نماز کی قضا اس پر لازم ہوگی تو کیا اتنی کم عمر میں حیض آنا بند ہوجاتا ہے؟

هو المصوب

مذکورہ عورت کو دودم کے درمیان ۲۶، ۲۷ دن کا فاصلہ ہوتا ہے اور تین دن سے کم خون آتا ہے۔لہذا یہ دم فاصل کہلائے گا اور نصاب اقل حیض تین یوم سے کم ہونے کی وجہ سے حیض بھی شمار نہیں ہوگا۔

فقہا ایسی عورت کو''مرتفقة الحیض''یا''ممتدة الطهر'' کہتے ہیں۔یعنی ایسی عورت جس کو کم از کم ایک ہی مرتبہ حیض آکر سن ایاس سے قبل ہی بند ہوگیا ہو۔لہٰذا مذکورہ عورت ممتدة الطهر کے حکم میں ہوگی اور جن ایام میں خون آتا ہو وہ نماز،روزہ ترک نہ کرے۔(۱)

تحریر: محمد طارق ندوی،تصویب: ناصر علی ندوی۔(فتاویٰ ندوۃ العلماء:۱/۲۵۶و۲۵۷)

## طہر پندرہ روز سے کم نہیں ہوتا اگرچہ کمی قلیل بھی ہو:

سوال: کتب فقہ میں لکھا ہے کہ کمتر مدت طہر کی پندرہ روز کامل گزرنا ہے اور کسی عورت کا حیض یا نفاس مثلاً رمضان کی پہلی تاریخ ظہر کے بعد موقوف ہوا اور پندرہ تاریخ مہینہ مذکور کے عین دوپہر کے وقت پھر خون دیکھا،آیا ایک پہر یا ایک ساعت یا دو ساعت کم کا اعتبار کر کے طہر کا حکم ہوگا یا نہیں؟

(۱) قوله''وإن استغرق العمر''صادق بثلاث صور:الأولیٰ: أن تبلغ بالسن وتبقى بلا دم طول عمرها فتصوم وتصلي ويأتيها زوجها وغير ذلك أبداً وتنقضي عدتها بالأشهر،الثانية:أن ترى الدم عند البلوغ أو بعده أقل من ثلاثة أيام ثم يستمر انقطاعه وحكمها كالأولیٰ،الثالثة:أن ترى ما يصلح حيضاً ثم يستمر انقطاعه وحكمها كالأولیٰ.(ردالمحتار:۱/۴۷۷)

الجواب

طہر نہ ہوگا، کیونکہ پندرہ یوم ولیلہ سے کم ہے۔

**فی الدر المختار، باب الحیض: (والناقص) عن أقله الخ فی رد المحتار: (قوله والناقص الخ) أی ولو بیسیر، قال القهستانی: فلو رأت المبتدأة الدم حین طلع نصف قرص الشمس وانقطع فی الیوم الرابع حین طلع ربعه کان استحاضة إلیٰ أن یطلع نصفه، فحینئذ یکون حیضاً والمعتادة بخمسة مثلاً إذا رأت الدم حین طلع نصفه وانقطع فی الحادی عشر حین طلع ثلثاه فالزائد علی الخمسة استحاضة، لأنه زاد علی العشرة بقدر السدس، آه أی سدس القرص. (ج ا ص ۲۹۳)**

۲۶/ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ ص: ۱۰۲) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۸۷۔۸۸)

## طہر کا مطلب کیا ہے اور اگر تین ماہ مسلسل خون آئے تو حیض کا شمار کس طرح ہوگا:

سوال: معنی طہر چیست۔ اگر زنے را بلا ناغہ تا مدت سہ ماہ خون رواں باشد مدّتِ حیضش چگونہ محسوب گردد از ابتداء ماہ؟ (۱)

الجواب

حیض معتادہ موافق عادت او گرفتہ باقی را حکم طہر باید داد، واگر معتادہ نیست مبتدأہ ہست دہ روز کہ اکثر حیض است از ہر ماہ حیض شمردہ در باقی بست روز نماز و روزہ بکند۔ دمے کہ زائد از اکثر مدت حیض است یا زاید از عادت معتادہ است آں استحاضہ است، نماز و روزہ دراں واجب است ومعنی طہر عدم حیض است۔ وتفصیل مسائل حیض واستحاضہ ومعتادہ ومبتدأہ از کتب فقہ باید جست۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دار العلوم: ۱/۲۸۳)

---

(۱) خلاصۂ سوال: طہر کا مطلب کیا ہے، اگر کسی عورت کو بلا ناغہ تین ماہ تک مسلسل خون جاری رہے، تو اس کے حیض کی مدت کا شمار مہینہ کے شروع سے کس طرح ہوگا؟ انیس

(۲) ترجمہ: اگر پہلے سے کوئی عادت ہے تو اتنے دن ہر ماہ میں حیض شمار ہوں گے، بقیہ دنوں میں نماز پڑھے گی اور اگر پہلے پہلے ایسا ہوا ہے تو ہر ماہ دس دن حیض کے ہوں گے بقیہ استحاضہ کے۔ ظفیر)

خلاصۂ جواب: عادت والی عورت کا حیض اس کی عادت کے مطابق شمار کر کے باقی ایام کو طہر کا حکم دیا جائیگا، اور اگر پہلے سے کوئی عادت نہیں ہے بلکہ ایسا پہلی بار ہوا ہے تو دس روز جو حیض کی اکثر مدت ہے ہر ماہ حیض شمار کر کے بقیہ بیس دن نماز روزہ ادا کریگی، اور وہ خون جو حیض کی اکثر مدت سے یا عادت والی عورت کی عادت کے ایام سے زائد ہو وہ استحاضہ ہے، ان ایام میں نماز روزہ واجب وضروری ہے، اور طہر کا معنی حیض کا نہ ہونا ہے، اور حیض، استحاضہ، معتادہ اور مبتدأہ کے مسائل کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں تلاش کی جاسکتی ہے۔

**وأكثره عشرة بعشرة ليال، كذا رواه الدارقطني وغيره، والناقص عن أقله والزائد على أكثره أو أكثر النفاس أو على العادة وجاوز أكثرهما وما تراه صغيرة دون تسع على المعتمد وآيسة على ظاهر المذهب وحامل الخ استحاضة وأقل الطهر بين الحيضتين أو الحيض والنفاس خمسة عشر يوماً ولياليها إجماعاً ولا حد لأكثره، إلخ. (الدر المختار علىٰ صدر رد المحتار، باب الحيض: ۱/۲۶۲و۲۶۳، انیس)**

## حکم اس خون کا جو اقل طہر سے پہلے شروع ہو کر اقل طہر کے بعد تک جاری رہے:

سوال: اگر کسی کو نو روز یا دس روز ماہواری کی عادت ہو اور بیس روز پاک رہنے کی عادت ہو اور اس کو دوسری تاریخ ماہواری شروع ہو اس دس تاریخ کو پاک ہو جاوے اور پاک ہونے کے نو روز کے بعد پھر آجاوے جس کو آج چھٹا روز ہے اس زمانہ میں نماز روزہ سب بدستور کیا جس طرح بہشتی زیور میں ہے کہ ہر نماز کے واسطے تازہ وضو کرلیا کرے، اب یہ پوچھنا ہے کہ اب پاکی کے زمانہ کو پندرہ روز ہو گئے تو اب کل سے ماہواری کا زمانہ شمار کیا جاویگا یا عادت کے موافق بیس روز پاک رہے گی اور بیس روز کے بعد ماہواری کا زمانہ شروع ہوگا اور اگر کل سے پاکی کا زمانہ نہیں ہے تو اس حالت میں اعتکاف درست ہے یا نہیں یعنی قرآن اور نماز نہ پڑھے صرف تسبیح وغیرہ پڑھتی رہے؟

الجواب

**فی رد المحتار: وإن وقع (أی الاستمرار) فی المعتادة، فطهرها وحيضها ما اعتادت فی جميع الأحكام إن كان طهرها أقل من ستة أشهر وإلا فترد إلىٰ ستة أشهر إلاساعة وحيضها بحاله. (ج۱ص۲۹۴)**

**قلت: يرادبالاستمرار ظهور الدم فی غير زمان الحيض فيحكم فی المسئول عنها بالاستمرار لأن المدة التی ظهر فيها الدم ليس بزمان حيض لأنه لم ينقص إذ ذاک أقل زمان الطهر ولا يراد بالإستمرار عدم الإنقطاع أبداً لأنه يتعذر الحكم عليها أبداً مادامت حيةهف ويصدق علىٰ هذه أيضاً أن طهرها أقل من ستة أشهر فيحكم عليها بردها إلىٰ عادتها.**

حاصل یہ کہ اس کے اس خون کو استحاضہ کا خون کہیں گے اور عادت کے موافق بیس (۲۰) روز تک پاک کہیں گے۔

۲۸ رمضان ۱۳۳۳ھ (تتمہ ثالث ص ۸۶) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/ ۸۶-۸۷)

## اس عورت کا حکم جس کا خون تین روز سے کم میں منقطع ہو جاوے:

سوال: جس عورت کو اکثر ایسی عادت ہو کہ تین دن رات سے پہلے خون بند ہو جاتا ہو، کیا وہ شروع میں دو تین روزے قضا نہ کرے انتظار میں احتیاطاً روزہ رکھے اگر تین دن رات پورے ہو گئے تب تو حیض سمجھ کر روزہ شمار نہ کرے اور پھر ان کی قضا رکھے اگر تین رات دن سے کم میں بند ہو گیا تو استحاضہ خیال کر کے سمجھ لے کہ روزہ کوئی نہیں گیا اس میں کیا ہونا چاہئے؟

الجواب

**فی الدر المختار: فيه (أی بالبروز) تترک الصلوٰة ولو مبتدأة فی الأصح، لأن الأصل الصحة، والحيض دم صحة، شمنی. (رد المحتار: ج۱ص۲۹۲)**

اسی طرح یہاں بوجہ عادت کے غالب اور ظاہر دم مرض ہے، پس اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ یہ عورت نماز وروزہ نہ چھوڑے جیسا سوال میں تجویز کیا گیا ہے۔

۱۷/رمضان ۱۳۳۲ھ (تتمہ ثانیہ ۱۲۶) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۸۶)

## دم حیض اگر دس روز سے بڑھ جائے:

سوال: عورت کا خون حیض دس دن سے بڑھ گیا اور اگلے حیض کی مدت یاد نہیں مگر یہ یاد ہے کہ پہلے زمانہ میں اول ماہ یا وسط یا آخر میں حیض آتا تھا، ابتداء یا کچھ تفکر کرنے سے اور عورت پہلے حیض کی مدت خوب سوچنے سے انداز کرسکتی ہے یا نہیں کرسکتی ہے، تو ان صورتوں میں کیا حکم ہے؟

الجواب

عورت اگر پہلے حیض کی مدت یا وقت بھول جاوے تو غلبہ ظن اور تحری سے جس بات کو ترجیح ہو اس پر عمل کرسکتی ہے، اور اگر غلبہ ظن بھی کسی طرف نہ ہو تو صورت مسئولہ میں حکم یہ ہے کہ اس کا حیض تین دن مانا جائے گا، باقی جتنے دن اس کو خون آیا ان دنوں کی نماز اس کے ذمہ واجب ہے، لیکن سات دن کی نمازیں اس مدت دم کی اس طرح ادا کی جائیں کہ ہر نماز کے وقت غسل کیا جاوے، سات دن کے بعد اور ایام کی نماز میں صرف وضو جدید کرے، واللہ اعلم، اور اگر دس دن گذر جانے کے بعد قضا کرے تو ہر نماز کے لئے غسل لازم نہ ہوگا، صرف اول نماز کے لئے غسل کرے، باقی کے لئے وضو۔(۱) ۲/جمادی الاخریٰ ۱۳۴۱ھ فقط (امداد الاحکام جلد اول ص ۳۶۲)

## دم نفاس اگر چالیس روز سے بڑھ جائے:

سوال: ایک عورت کی عادت نفاس کبھی ایک ماہ کبھی اس سے کچھ کم ہے، مگر اس مرتبہ خون چالیس روز سے زیادہ بڑھ گیا اور رنگ اس کا اس خون حیض کے مشابہ ہے جو ہر ماہ اس کو پانچ روز آتا ہے اور تاریخیں بھی اس وقت خون حیض ہی کی ہیں جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ بعد انقطاع دم نفاس دم حیض جاری ہوگیا ہے اس صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

---

(۱) عن عائشةؓ قالت: جاء ت فاطمةؓ بنت أبی حبیش إلٰی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقالت: یا رسول اللّٰه! إنی امرأة أستحاض فلا أطهر، أفأدع الصلاة؟ قال: "لا، إنما ذالک عرق و لیس بالحیضة، اجتنبی الصلاة أیام محیضک ثم اغتسلی و توضئی لکل صلاة وإن قطر الدم علی الحصیر". (ابن ماجة، باب ما جاء فی المستحاضة التی قدعدت أیام أقرائها/نسائی، باب ذکر الاستحاضة و إقبال الدم وإدباره/الدار قطنی، کتاب الحیض، ج اول، ص ۲۱۹، نمبر ۸۰۸)

عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال فی المستحاضة: "تدع الصلوة أیام أقرائها التی کانت تحیض فیها ثم تغتسل وتتوضأ عند کل صلوة وتصوم وتصلی. (سنن الترمذی، باب ماجاء أن المستحاضة تتوضأ لکل صلوة: ص ۳۳ نمبر ۱۲۶۔ انیس)

الجواب

قال فی منهل الواردین من بحار الفیض علی ذخر المتأهلین فی مسائل الحیض: "وأکثره أی النفاس أربعون یوماً وقد علم إجمالاً مما مرمن بیان أکثر الحیض والنفاس وأن الزائد علیهما لایکون حیضاً ولا نفاساً وأن الدم الصحیح لایعقبه دم صحیح وحینئذٍ فالحیضان لایتوالیان بل الثانی منهما استحاضة وکذا فی الأخیرین فی قوله وکذا القاسان والنفاس والحیض بل لابد من طهر تام فاصل بینهما أی بین کل اثنین من الحیضین والنفاسین والحیض والنفاس آه (ص ۷۷و۷۸)وفی ردالمحتار فی حکم المتحیرة المبدأة ونفاسها أربعون ثم عشرون طهرها إذلا یتوالی نفاس وحیض آه. (صفحہ:۲۹۴ جلداول)

پس صورت مذکورہ میں اس کا نفاس عادت سابقہ کے موافق شمار ہوکر باقی دم استحاضہ ہے حیض نہیں، کیونکہ نفاس کے بعد جب تک پندرہ دن پورے نہ گذر جائیں اس وقت تک حیض نہیں ہوسکتا، ہاں اگر نفاس کے پندرہ دن کے بعد بھی خون آتا رہا اور وہ تاریخیں حیض کی ہوں تو اس کو حیض کہا جائے گا۔ (امداد الاحکام جلداول ص ۳۶۲ تا ۳۶۳)

## چالیس دن خون آیا پھر ایک ہفتہ پاک رہی، پھر خون آ گیا، تو اسے کیا شمار کیا جائے گا:

سوال: ایک عورت کو پورے چالیس روز نفاس رہا بعد چالیس روز کے آٹھ سات روز پاک رہی پھر سرخ خون آیا۔ یہ خون حیض شمار ہوگا یا استحاضہ؟ پہلی دفعہ تیس دن خون نفاس رہا تھا۔

الجواب

نفاس اس کا اس دفعہ چالیس دن ہے اور آٹھ سات دن کے بعد جو خون آیا وہ استحاضہ کا ہے، (۱) کیونکہ پندرہ دن طہر کے، بعد نفاس کے پورے نہیں گذرے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۲۸۳)

## جمے ہوئے خون کے بعد جو خون آوے اس کا حکم:

سوال: بعد سقوط علقہ (خون بستہ) ومضغہ (گوشت کا لوتھڑا) جو دم (خون) آوے گا وہ دم نفاس ہوگا یا نہیں؟

الجواب

نہیں۔

(۱) عن عبد اللّٰه بن عمرو قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: تنتظر النفساء أربعین لیلةً، فإن رأت الطهر قبل ذالک فهی طاهر، وإن جاوزت الأربعین فهی بمنزلة المستحاضة، تغتسل و تصلی، فإن غلبها الدم توضأت لکل صلوة. (الدار قطنی، باب الحیض، ج اول ص ۲۲۸، نمبر ۸۴۷، انیس)

(۲) أقل الطهر بین الحیضتین أو النفاس والحیض خمسة عشر یوماً ولیالیها إجماعاً (در مختار) هذا إذا لم یکن فی مدة النفاس. (رد المحتار، باب الحیض: ۱/۲۶۳ ظفیر)

قال فی الشامی: "إن الأصل فیه أن المخالفة للعادة فی النفاس فإن جاوز الدم الأربعین فالعادة باقیة ترد إلیها والباقی استحاضة وإن لم یجاوز انتقلت العادة إلی مارأته والکل نفاس". (رد المحتار، باب الحیض: ۱/۲۷۷، ظفیر)

فــی الــدر الــمــختــار: والــنــفــاس دم یخــرج عــقــب ولــد أو أکثـره ولـو متـقـطـعـاً عضواً لا أقله. (۱) فقط (امداد صفحہ:۱، جلد اول)۔(امداد الفتاویٰ جدید:۱/۸۲)

## اسقاط حمل کے بعد حیض یا استحاضہ کا حکم:

سوال: اگر حمل گرنے کے بعد کوئی عضو ظاہر نہ ہوتا ہو بلکہ نرا خون ہی خون ہو یا محض گوشت کا لوتھڑا ہو تو وہ خون جو بعد اسقاط کے دیکھا ہے، وہ حیض ہے یا استحاضہ۔

الجواب

فـی الـدرالـمـختـار: وسـقـط ظهـر بعض خلقه کید أو رجل أو أصبع أو ظفر أو شعر ولد حکماً فتـصیر به نفساء (إلٰی قوله) فإن لم یظهر له شیء فلیس بشیء والمرئی حیض إن دام ثلاثاً وتقدمه طهـر تـام وإلا استحاضة آه. فی رد المحتار: قوله وتقدمه أی وجد قبله بعد حیضها السابق لیصیر فـاصلاً بیـن الـحیضتین الخ قوله وإلا استحاضة أی إن لم ید م ثلٰثاً وتقدمه طهر تام أو دام ثلٰثاً ولم یتقدمه طهر تام أو لم یدم ثلٰثاً ولا تقدمه طهر تام(ح).

پس صورت مسئولہ میں نفاس تو نہیں، پھر اگر یہ خون تین دن تک رہا اور اسکے قبل طہر کی مدت پوری ہوئی تھی تو حیض ہے ورنہ استحاضہ۔(۲) ۵/رجب ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ ص ۵۰)(امداد الفتاویٰ جدید:۱/۸۲)

## اسقاط حمل کے احکام متعلقہ نفاس ونماز روزہ وغیرہ:

سوال: دو ماہ کا اسقاط ہو گیا مضغۂ گوشت جس میں نشانات صورت نمودار تھے گرا، اس کا کیا حکم ہے، دفن کرنا اور کفن لازم ہے یا نہیں اور اس صورت میں جو خون قبل اسقاط یا بعد اسقاط جاری ہو وہ نفاس میں داخل ہے یا نہیں؟ نماز روزہ سے ایسی حالت میں کنارہ کش ہونا واجب ہے یا نہیں؟ کیونکہ پوری ولادت نہیں ہے۔

الجواب

فـی الـدرالـمـختـار، بـاب الـحیض فی أحکام النفاس: وسقط ظهر بعض خلقه کید أو رجل أو أصبع أو ظـفـر أو شعر ولا یستبین خلقه إلا بعد مأة وعشرین یوماً ولد حکماً فتصیر المرأة به نفساء (إلٰی قوله) فإن لـم یظهر له شیء فلیس بشیء والمرئی حیض إن دام ثلٰثاً وتقدمه طهر تام وإلا استحاضة، وفیه باب صلوٰة الـجنازة: وإلا أی وإن لم یستهل غسل وسمی عند الثانی وهو الأصح فیفتٰی به علی خلاف ظاهر الروایة إکـرامـاً لـبـنـی آدم کـمـا فـی مـلـتـقـی الـبـحـار وفـی الـنـهـرعن الظهیریة، وإن استبان بعض خلقه غسل

---

(۱) عـن الـحـسـن فـی الـحـامـل تـری الـدم قـالا: هـی بـمـنـزلـة الـمـسـتـحـاضـة تـغـسـل کل یوم مرة عند صلوة الظهر. (مصنف عبد الرزاق، باب الحامل تری الدم، ج اول، ص ۳۱۶، نمبر ۱۲۱۰، انیس)

(۲) اس کی وضاحت آگے سوال (بعنوان اسقاط حمل کے احکام متعلقہ نفاس ونماز روزہ وغیرہ) کے جواب میں آرہی ہے۔ سعید پالنپوری

وحشر هو المختار وأدرج في خرقة ودفن ولم يصل عليه اهـ في رد المحتار: مواخذاً علىٰ تقديره بمأة وعشرين يوماً مانصه لكن يشكل على ذلك قول البحر أن المشاهد ظهور خلقه قبل هذه المدة (إلىٰ قوله) أيضاً هو موافق لما ذكره الأطباء الخ وفيه علىٰ قوله وإلايستهل مانصه شمل ماتم خلقه ولاخلاف في غسله ومالم يتم فيه خلاف والمختار أنه يغسل ويلف في خرقة ولا يصلى عليه آه.

روایت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی جزء اجزاء بدن انسانی سے مثل ہاتھ یا پاؤں یا انگلی یا ناخن یا بال وغیرہ نمودار ہوگیا ہے تو وہ شرعاً بچہ ہے اور اس کے بعد جو خون آیا وہ نفاس ہے اسلئے نماز ساقط ہوجائے گی اور روزہ دوسرے ایام میں قضا کرے گی اور اس صورت میں اس کو(۱) غسل دیا جائے گا اور اگر کوئی چیز ظاہر نہیں ہوئی تو بچہ نہیں ہے، نہ اس کیلئے غسل وکفن ہے، نہ قاعدہ کے موافق دفن ہے، البتہ چونکہ جزء آدمی ہے، اس لئے زمین میں ویسے ہی دبا دینا چاہئے اور اس صورت میں وہ خون نفاس بھی نہیں ہے، بلکہ دیکھنا چاہئے کہ اس سے قبل حیض آئے ہوئے کتنا زمانہ ہوا، اور یہ خون کئے روز آتا ہے۔ اگر حیض آئے ہوئے پندرہ روز یا زیادہ ہوگئے ہوں اور یہ خون کم از کم تین روز آوے، تو حیض ہے اور ایک شرط بھی کم ہوجاوے تو استحاضہ ہے، جس میں نماز روزہ سب صحیح ہے۔ واللہ اعلم

۲۹/ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ (امداد ص ۴ ج ۱)۔ (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۸۳-۸۴)

## رحم کا آپریشن کرانے کے بعد حیض کا آنا اور نماز کا مسئلہ:

سوال: السلام علیکم! حال ہی میں، میں نے اپنا رحم سرجری کے ذریعہ نکلوایا ہے، اب ۲۶/دن گذر گئے ہیں، آپریشن کے بعد سے خون نکلنا رک گیا ہے، لیکن کچھ قطرے آتے ہیں، میں جاننا چاہتی ہوں کہ میں نماز پڑھنا کب سے شروع کروں؟

**الجواب ـــــــــــ حامداًو مصلياً**

واضح ہو کہ حیض کا اخراج رحم سے ہوتا ہے، اور صورت مسئولہ میں سائلہ نے اپنا رحم نکلوا دیا ہے، لہذا جب بھی سائلہ کو خون آئے گا وہ حیض کا نہیں بلکہ استحاضہ (بیماری) کا خون کہلائے گا اور سائلہ اپنے تمام احکام میں آیسہ اور مستحاضہ کے حکم میں ہوگئی اور اس پر خون کے اخراج کے باوجود نماز وروزہ وغیرہ کا اہتمام کرنا لازم ہوگا۔

وفي الهندية: الفصل الأول في الحيض وهو دم من الرحم لاولادة، كذافي فتح القدير. (۱/۳٦) وفي الدر: (هو) لغة السيلان (إلىٰ قوله) (دم من رحم) خرج الإستحاضة ومنه ماتراه صغيرة وآيسة ومشكل الخ، وفي الشامية: تحت قوله (قوله خرج الإستحاضة) أى بناءً علىٰ أن المراد بالرحم وعاء الولد لاالفرج الخ. (۱/۲۸۳) وأيضاً: "(ودم استحاضة) حكمه (كرعاف دائم) وقتاً كاملاً (لايمنع صوماً وصلاةً) ولو نفلاً (و جماعاً) لحديث "لاتوضىء وصلى وإن قطر الدم على الحصير"، آه. (۱/۲۹۸) والله أعلم وعمله أتم. (فتاویٰ دار الافتاء والقضاء جامعہ بنوریہ، پاکستان، سیریل نمبر: ۸۰۵۲)

(۱) یعنی ساقط شدہ بچہ کو۔ سعید احمد پالنپوری

# خواتین کے سیلان رحم ورطوبت کے احکام

## سیلان الرحم کا حکم:

سوال: اگر کسی عورت کو براہِ فرج سفیدی آتی رہتی ہے، اکثر و بیشتر چلتے پھرتے جب چاہے نکل آئے تو اس کا کیا حکم ہے؟ وضوٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ اور کپڑا ناپاک ہوتا ہے یا نہیں؟ جبکہ نماز کا وقت باقی نہ رہتا ہو اور بار بار یہ صورت ہوتی ہو تو ادائیگی نماز کس طرح ہوگی؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

یہ سفیدی ناپاک ہے اس سے وضو بھی دوبارہ کرنا ہوگا اور کپڑا بھی نجس ہوجائے گا، اس لئے کپڑا اندر رکھ لیا جائے، ہاں! اگر اس کی اتنی کثرت ہو کہ ایک نماز کا پورا وقت اس طرح گذر جائے کہ اس کو وضو کر کے نماز پڑھنے کا موقع ہی نہ ملے، مسلسل سفیدی آتی رہے، مثلاً مغرب کا پورا وقت ڈیڑھ گھنٹہ ہے اتنے وقت میں اس کو چند منٹ بھی سفیدی سے فراغت نہیں ملی کہ وہ وضو کر کے تین رکعت پڑھ سکے تو وہ ایسی حالت میں شرعاً معذور ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ جب نماز کا وقت آئے تو وضو کر لے، اسی وضو سے وقت کے اندر فرض، سنت، نفل سب کچھ پڑھ لے، سفیدی آنے سے نہ تجدیدِ وضو کی ضرورت ہوگی نہ کپڑے پر ناپاکی کا حکم لگے گا۔ پھر جب دوسری نماز کا وقت آئے تو دوبارہ وضو کر لے، پھر جب کسی ایک نماز کا پورا وقت بغیر سفیدی کے گذر جائے گا تو معذوری کا حکم بھی ختم ہوجائے گا۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۲۲۴)

## مریضۂ سیلان کے متعلق چند مسائل:

سوال: مجھے لیکوریا (سیلان الرحم) کی بیماری ہے جس کی وجہ سے بار بار وضوٹوٹ جاتا ہے تو ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟

ب: اگر میں بیٹھ کر نماز ادا کروں تو پانی کم خارج ہوتا ہے یا بعض وقت ہوتا ہی نہیں کیا میں بیٹھ کر نماز پڑھ سکتی ہوں؟

---

(۱) ”وتتوضأ المستحاضة ومن به سلسل بول أو استطلاق بطن أو انفلات ریح أو رعاف دائم أو جرح لا یرقأ لوقت کل فرض، ویصلون به فرضاً و نفلاً، ویبطل بخروجه فقط، وهذا إذا لم یمض علیهم وقت فرض إلا وذلک الحدث یوجد فیه الخ“. (البحر الرائق: ۱/۳۷۴، باب الحیض، رشیدیه. وکذا فی الدر المختار: ۱/۳۰۵، مطلب فی أحکام المعذور، سعید)

ج: اگر میں کوئی دہشت کی آواز سنوں تو زیادہ اخراج ہوتا ہے۔ایسے ہی اگر کوئی ڈراؤنا خواب دیکھوں تو خواب میں رطوبت خارج ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ اگر خواب میں اخراج ہوجائے خواہ کسی نفسانی خواہش کے تحت نہ بھی ہوتو غسل واجب ہوجاتا ہے۔کیا یہ صحیح ہے؟

د: نیز میں نے پڑھا ہے کہ ایسا ویسا خواب نہ بھی دیکھا ہواگر سوکر اٹھیں تو رطوبت موجود ہونے پر غسل کرلیا جائے ۔مبادا وہ منی ہو۔عورتوں میں کچھ پانی موجود ہوتا ہے ۔خاص کر میرے اندر بیماری کی شکایت ہے کیا میں ہرروز غسل کروں؟

۲: بعض صورتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اجازت دی ہے کہ بیمار یا معذور نماز کے آخری وقت میں وضوکر کے اس وقت کی اوراگلے وقت کی نماز دونوں ایک ہی وضو سے پڑھ سکتا ہے۔ایسی رعایت کن مریضوں کے لئے ہے۔نیز معذور کے لئے حکم ہے کہ ہر نماز کے وقت تازہ وضوکرے جب تک اس نماز کا وقت رہے گا، وضونہیں ٹوٹے گا۔

۳: کسی کی صبح کی نماز قضا ہوگئی اب اس قضا کو پڑھے بغیر ظہر کی نماز ادا کرتا ہے تو یہ نماز ہوئی یا نہ۔بعض کہتے ہیں کہ اگر صبح کی نماز دوسرے دن کی صبح کے ساتھ پڑھ لیجائے تو ٹھیک ہے۔بعض کہتے ہیں کہ اگر بغیر کسی عذر کے چاروں نمازیں پڑھ لے اور پھر دوسرے دن صبح کے وقت قضا پڑھی تو ان چاروں نمازوں کو لوٹانا چاہئے کیا یہ درست ہے اور یہ بھی کہتے ہیں اگر چھ نمازیں بغیر قضا شدہ کے پڑھے تو صرف قضا پڑھے باقیوں کو نہ لوٹائے کیا یہ بھی درست ہے؟ ایک خاتون از سیالکوٹ۔

الجواب

ا: اس رطوبت کے نکلنے سے احتیاطاً وضوکر لینا چاہئے۔

ب: اگر بیٹھ کرنماز پڑھنے سے رطوبت خارج نہ ہوتو بیٹھ کرنماز پڑھنا ضروری ہے۔ **كذا فى الشامية:**

**وكذا لوسال عند القيام يصلى قاعداً. (قبيل باب الأنجاس: ج١ص٢٢٥)**

ج: جب یہ یقین ہو کہ یہ رطوبت وہی ہے جو جاگتے میں بھی بوجہ بیماری خارج ہوتی رہتی ہے تو ایسی صورت میں غسل واجب نہیں ہوگا۔جس مسئلہ کا سوال میں ذکر ہے وہ غیر مریض کے بارے میں ہے۔

۲: معذور ایسے شخص کو کہتے ہیں کہ نماز کے پورے وقت میں اسے اتنا وقت نہ مل سکے کہ باوضو ہوکر نماز فرض ادا کرلے۔ایسا شخص معذور بنے گا۔ یہ نماز کے وقت میں وضو کر کے نماز فرض وغیرہ پڑھ سکتا ہے، اسی عذر (مثلاً سیلانِ رطوبت) سے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا، اس نماز کا وقت ختم ہوتے ہی وضو ٹوٹ جائے گا۔آئندہ نماز کے لئے دوسرا وضو کرنا ہوگا۔مگر جو شخص بیٹھ کر خالی از عذر ہونے کی حالت میں نماز پڑھتا ہے وہ معذور نہیں۔

**كما فى الشامية، والدرالمختار: ج ١ ص ٢٨٣، وخرج برده عن أن يكون صاحب عذر.**

۳: قضا شدہ نماز یاد آنے پر فوراً (سوائے اوقات مکروہہ کے) پڑھ لینا ضروری ہے یاد ہوتے ہوئے اگر وقتیہ کوادا کیا جائے تو نماز وقتیہ کی ادائیگی صحیح نہ ہوگی اس کا اعادہ واجب ہے۔ یہ صاحب ترتیب کے لئے ہے۔ اگر قضا یاد نہ ہونے کی صورت میں وقتیہ پڑھ لی تو وقتیہ کی ادائیگی صحیح ہوگئی۔ قضا کی ادائیگی کو مؤخر نہ کرے۔ چھ نمازوں کی قضا کا مسئلہ کسی محرم رشتہ دار کے ذریعہ محقق عالم سے زبانی دریافت کرلیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، نائب مفتی خیر المدارس، ملتان، ۸/۱/۱۳۸۲ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد عبداللہ غفرلہ رئیس الافتاء۔ (خیر الفتاویٰ:۲/۵۸-۵۹)

## مرض سیلان میں حفاظت وضو کی مفید تدبیر:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان کرام مندرجہ ذیل سوالات میں! کسی عورت کو پانی خارج ہوتا ہے لیکن اس کو یہ بالکل پتہ نہیں چلتا کہ پانی کس وقت اور کب آتا ہے جب تک کہ وہ اسے دیکھتی نہیں کبھی تو کم بہتا ہے اور کبھی زیادہ، نماز شروع کرنے سے پہلے اس نے دیکھا تو کچھ بھی ناپاکی نظر نہ آئی، لیکن نماز کے دس منٹ بعد دیکھا تو پانی نکلا ہوا تھا، جو کہ کھال کے اندر تھا اور اس سے شلوار گیلی نہیں ہوئی تھی، نماز تقریباً پون گھنٹہ تک جاری رہی پچیس منٹ بعد دیکھا تو پانی نکلا ہوا تھا، آیا اس صورت میں نماز ہوگی یا نہیں؟ جبکہ اسے یہ ہرگز خبر نہیں کہ یہ پانی دوران نماز خارج ہوا تھا یا کہ بعد از فراغت نماز، اگر اس سے نماز ٹوٹی ہے تو کیا ساری نماز جو اس وقت پڑھی گئی تھی لوٹائے یا صرف فرض نماز؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

جب تک نماز کے اندر وضو ٹوٹنے کا یقین نہ ہو نماز ہو جائے گی۔ ایسی مریضہ شرمگاہ کے اندر اسفنج رکھ لیا کرے، یہ پانی کو جذب کرتا رہے گا جب تک اسفنج کے اس حصہ پر رطوبت نہیں آئے گی جو شرمگاہ کے گول سوراخ سے باہر ہے اس وقت تک وضو نہیں ٹوٹے گا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۰/شوال ۹۷ھ (احسن الفتاویٰ:۲/۷۹-۸۰)

## جس عورت کو سیلان الرحم ہو اس کے وضو کی صورت:

سوال: اگر کسی عورت کو لیکوریا کی بیماری ہو، تھوڑے تھوڑے وقفہ سے سفید لیس دار پانی نکلتا رہتا ہو تو کیا اس صورت میں اس کا وضو باقی رہے گا اور کیا وہ اس سے نماز یا قرآن شریف کی تلاوت کرسکتی ہے اور یہ کہ نماز میں مادہ نکل آئے تو کیا اس کو دوبارہ لوٹانا پڑے گا؟

---

(۱) قال ابن النجيم: وفي البدائع: ولو احتشت في الفرج الداخل ونفذت البلة إلى الجانب الأخر فإن كانت القطنة عاليةً أم محاذيةً لحرف الفرج كان حدثاً لوجود الخروج، وإن كانت القطنة متسفلةً عنه لاينقض لعدم الخروج، الخ. (البحر الرائق:۱/۶۰، نواقض الوضوء، انيس)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

ایسی عورت ایک دفعہ اندازہ کرلے کہ اگر ایک نماز کا پورا وقت اس کو اس مادہ کے جاری ہونے کی حالت میں گزر جائے اور نماز ادا کرنے کی فراغت نہ ملے تو وہ شرعاً معذور ہے اس کا حکم یہ ہے کہ نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد وضو کرے، پھر اس وضو سے فرض، سنت، نفل سب کچھ وقت کے اندر پڑھ سکتی ہے، اس مادہ کی وجہ سے وضو ٹوٹنے کا حکم نہیں دیا جائے گا، جب وقت ختم ہو کر دوسرا وقت شروع ہو جائے تو دوبارہ وضو کرے۔(۱) فقط

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ:۵۔۲۲۳،۲۲۴)

## لیکوریا، کے پانی کا حکم اور اس سے متعلق متعدد مسائل:

سوال: عورتوں کو لیکوریا کی بیماری ہوتی ہے جس کی وجہ سے رحم سے سفید پانی رستا رہتا ہے۔

(۱) کیا یہ سفید پانی نجاست خفیفہ ہے یا کہ نجاست غلیظہ؟

(۲) اگر کسی عورت کو یہ بیماری ہو اور وہ نماز بھی پڑھتی ہو، چونکہ پانی رسنے کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہوتا تو کیا اس پانی کی وجہ سے کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں؟

(۳) باوضو ہونے کی صورت میں یہ پانی نکلے تو کیا وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

(۴) اگر نماز کی ادائیگی کے دوران پانی نکل آئے تو کیا نماز ہو جاتی ہے؟

(۵) اگر نماز نہیں ہوتی تو اس سلسلے میں کیا طریقہ اختیار کیا جائے کہ نماز ضائع نہ ہو؟

(۶) شرعاً کیا اس قسم کے مریض کو معذور سمجھا جائے گا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

لیکوریا کی بیماری میں جو پانی خارج ہوتا ہے وہ چونکہ رحم سے خارج ہوتا ہے اس لئے وہ مذی کی طرح نجاست غلیظہ ہے۔

**ولیس هو فی حکم رطوبة الفرج الداخل، کمافی إمدادالفتاویٰ:۱/۶۵،۴۷.**

**(وفی الدر المختار:۱/۳۱۳: أی برطوبة الفرج،فیکون مفرعاً علیٰ قولهما بنجاستها.**

---

(۱) "تتوضأ المستحاضة ومن به عذر کسلسل البول أواستطلاق بطن أوانفلات ریح أورعاف وجرح لایرقأ لوقت کل فرض،ویصلون به ماشاؤا من الفرائض والنوافل.ویبطل وضوء المعذورین بخروج الوقت الخ". (مراقی الفلاح،ص:۱۴۸، باب الحیض والنفاس والاستحاضة،قدیمی)

(صاحب عذرمن به سلس) بول......(أواستطلاق بطن أوانفلات ریح أواستحاضة) ............(إن استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة)...... (ولوحکماً) الخ". (الدرالمختارمتن رد المحتار:۱/۳۰۵، مطلب فی أحکام المعذور، سعید/و کذا فی الفقه الإسلامی وأدلته:۱/۴۴۲، المطلب الثامن، وضوء المعذور،رشیدیہ)

وقال ابن عابدینؒ تحته: ...ومن وراء باطن الفرج فإنه نجس قطعاً ككل خارج من الباطن كالماء الخارج مع الولد أو قبيله.

(۲) اس سے کپڑے ناپاک ہوجاتے ہیں۔

(۳) اس کے نکلنے سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ (۲و۳ کا حوالہ سابقہ ہی ہیں۔)

(۴) نماز نہیں ہوگی الاّ یہ کہ معذوری کی وہ صورت ہوجائے جو نمبر ۵و۶ کے جواب میں آرہی ہے۔

(۵و۶) اگر یہ پانی ہر وقت بہتا رہتا ہے اور اتنا وقفہ بھی نہیں ملتا کہ اس میں چار رکعت نماز ادا کی جاسکے تو پھر یہ عورت ''معذور'' کے حکم میں ہے، ایسی عورت کے لئے جائز ہے کہ وہ ہر نماز کا وقت داخل ہونے پر وضو کرلے اور اس سے جتنی چاہے نمازیں نوافل وغیرہ پڑھتی رہے جب تک اس نماز کا وقت رہے گا، اس کا وضو سیلان کا پانی نکلنے سے نہیں ٹوٹے گا، پھر جب دوسری نماز کا وقت آئے تو اس کے لئے نیا وضو کرے۔(۱) واللّٰہ سبحانہ أعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۴/۲/۷/۱۳۹ھ (فتویٰ نمبر ۲۳۳/۲۷ھ) (فتاویٰ عثمانی: ۱/۳۶۵و۳۶۶)

## شرمگاہ کی رطوبت کا حکم:

سوال: بہت سی عورتوں کو سیلان کی شکایت رہتی ہے اور جو رطوبت جسم سے نکلتی ہے، کپڑے میں لگ جاتی ہے، کیا نماز پڑھتے وقت ان کو دھونا ضروری ہے؟

الجواب

عورت کی شرمگاہ کے بالائی حصے جس کو فقہ کی اصطلاح میں ''فرج خارج'' کہتے ہیں، اس سے نکلنے والی رطوبت بالاتفاق حنفیہ کے یہاں پاک ہے، شرمگاہ کے اندرونی حصہ (فرج داخل) سے نکلنے والی رطوبت کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ پاک ہے یا ناپاک؟ لیکن راجح قول پاک ہونے کا ہے:

''سیجيء أن رطوبة الفرج طاهرة عنده (در) قوله: (الفرج) أی الداخل، أما الخارج فرطوبته طاهرة باتفاق...يدل على الاتفاق كونه له حكم خارج البدن، فرطوبته كرطوبة الفم والأنف والعرق الخارج من البدن''.(۲)

---

(۱) وفی الدر المختار: ۱/۳۰۵: (وصاحب عذر من به سلس) بول لايمكنه إمساكه (أو استطلاق بطن أو انفلات ريح أو استحاضة) ......(إن استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة) بأن لا يجد فی جميع وقتها زمناً يتوضأ ويصلی فيه خالياً عن الحدث ......(وحكمه الوضوء)..... (لكل فرض)..... (ثم يصلی) به (فيه فرضاً أونفلاً)......، (فإذا خرج الوقت بطل)

(۲) رد المحتار: ۱/۳۰۵-۳۰۶، أبحاث الغسل، مطلب فی رطوبة الفرج، كتاب الطهارة.

لہذا کپڑے میں لگ جانے والی رطوبت راجح قول کے مطابق پاک ہے اور اس کو دھونا ضروری نہیں، فقہا کے اختلاف سے بچتے ہوئے احتیاطاً دھولیں تو اور بہتر ہے۔(۱)(کتاب الفتاویٰ:۲/۴۷)

## شرمگاہ سے جو رطوبت نکلتی ہے وہ نجس ہے یا نہیں:

سوال: بوقت ہمبستری جو رطوبت عورت کے جسم مخصوص سے نکلتی ہے وہ نجس ہے یا نہیں، اگر نجس ہے تو غلیظہ ہے یا خفیفہ۔ نیز جس کپڑے کو وہ رطوبت لگ جاوے بدونِ دھوئے اُس کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب

رطوبت جو جسم مخصوص عورت سے بوقت ہمبستری نکلے وہ نجس غلیظہ ہے۔ جس کپڑے یا عضو کو وہ رطوبت لگے اس کو دھونا ضروری ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دار العلوم:۱/۳۴۳)

## حکم رطوبت فرج:

(۳) سوال: اکثر عورتوں کو سفید رطوبت ہمیشہ جاری رہتی ہے، کیا وہ پاک ہے یا ناپاک اور نماز بحالت اخراج جائز ہے یا نہ، بحالت اخراج وضو ساقط تو نہیں ہو جاتی؟

---

(۱) لیکن سوال میں جس رطوبت کا ذکر ہے وہ رطوبت وہ ہے جو رحم سے خارج ہوئی ہے جس کو سیلان یا لکوریا کہا جاتا ہے، یہ رطوبت بالاتفاق ناپاک ہے: ومن وراء باطن الفرج فإنه نجس قطعاً ككل خارج من الباطن كالماء الخارج مع الولد أو قبيله. (ردالمحتار:۱/۵۱۵، مکتبہ زکریا دیوبند، انیس)

(۲) وفی المجتبیٰ: أولج فنزع فأنزل لم يطهر إلا بغسله لتلوّثه بالنجس انتهٰى أى برطوبة الفرج، فيكون مفرعاً علىٰ قولهما بنجاستها (درمختار) قوله برطوبة الفرج أى الداخل بدليل قوله أولج. وأما رطوبة الفرج الخارج فطاهرة اتفاقاً اه ح. وفى منهاج الإمام النووى: رطوبة الفرج ليست بنجسة فى الأصح، قال ابن حجر فى شرحه: وهى ماء أبيض متردد بين المذى والعرق يخرج من باطن الفرج الذى لا يجب غسله، بخلاف ما يخرج مما يجب غسله فإنه طاهر قطعاً، ومن وراء باطن الفرج فإنه نجس قطعاً ككل خارج من الباطن كالماء الخارج مع الولد أو قبيله (رد المحتار، باب الأنجاس:۱/۲۸۸۔ ظفیر)

(۳) رطوبت فرج کے متعلق مختلف جوابات آرہے ہیں جن کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

خلاصہ: اولاً سوال نمبر ۱۰۶ و ۱۰۷ کے جوابات میں رطوبت فرج کی تین قسمیں کی گئی ہیں۔

اول: فرج خارج کی رطوبت جو پاک ہے اس لئے کہ وہ درحقیقت پسینہ ہے۔

دوم: فرج داخل کی رطوبت جس کو امام ابوحنیفہؒ پاک کہتے ہیں اور صاحبینؒ ناپاک کہتے ہیں کیونکہ اس رطوبت کے بارے میں تردد ہے کہ وہ پسینہ ہے یا مذی اس لئے اس کی نجاست میں اختلاف ہوا ہے اور احتیاط اس کے نجس کہنے میں ہے۔ سوم: رحم کی رطوبت جو بالاتفاق ناپاک ہے۔

پھر سوال ۱۰۸ کے جواب میں بغیر مذکور تفصیل کئے فرج کی رطوبت کو ضرورت وحرج کی وجہ سے پاک کہا گیا ہے پھر ترجیح خامس ۳ میں سوال ۱۰۸ کے جواب کا صحیح ہونا محقق کیا گیا ہے۔ ==

الجواب

یہاں تین موقع ہیں اور ہر جگہ رطوبت کا حکم جدا ہے ایک موقع فرج خارج کا ہے اس کی رطوبت در حقیقت پسینہ ہے اور وہ طاہر ہے اور ایک موقع فرج داخل کا باطن یعنی اس سے آگے ہے یعنی رحم اس کی رطوبت مذی یا مثل مذی ہے اور وہ نجس ہے اور ایک موقع خود فرج داخل اس کی رطوبت میں تردد ہے کہ وہ پسینہ ہے یا مذی اس لئے اس کی نجاست میں اختلاف ہے اور احتیاط اس کے نجس کہنے میں ہے:

**وإن كـان الأقوىٰ دليلاً هو الطهارة لأن هذاالمحل ليس بمعدن للنجاسة ولا الرطوبة هذه من**

== اس کے بعد ترجیح خامس ص ۸۸ میں پہلے مولوی محمد امین صاحب کا عربی میں جواب ہے، جس میں رطوبت فرج کو ناقض وضو ثابت کیا گیا ہے اگر چہ وہ رطوبت پاک ہو، کیونکہ سبیلین سے نکلنے والی ہر چیز ناقض وضو ہے خواہ نکلنے والی ہر چیز پاک ہو یا ناپاک، اس کے بعد مولوی صاحب نے محققانہ بحث فرما کر اس کا رد کیا ہے کہ سبیلین سے نکلنے والی ہر چیز ناقض وضو نہیں ہے بلکہ ناپاک شئی کا نکلنا ہی ناقض ہے خواہ وہ خارج نجس لعینہٖ ہو جیسے بول و براز یا نجس لغیرہٖ ہو جیسے ریح کہ وہ فی نفسہٖ طاہر ہے لیکن محل نجاست سے اٹھنے کی وجہ سے ناپاک ہوگئی ہے لیکن اگر سبیلین سے نکلنے والی چیز پاک ہو تو وہ ناقض وضو نہیں ہے اور جب امام ابوحنیفہؒ رطوبت فرج کو پاک کہتے ہیں تو اس کا خروج ناقض وضو نہ ہوگا اس بحث سے مقصد سوال نمبر ۱۰۸ کے جواب کی تائید وتصحیح مقصود ہے۔

پھر ترجیح خامس ص ۱۳۶ میں سوال ۱۰۸ کے جواب سے رجوع فرمالیا گیا ہے اور سوال نمبر ۱۰۶ و ۱۰۷ کے جوابات میں مسئلہ کی جو تفصیل ہے اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔

بحث: یہ جوابات کا خلاصہ تھا اب اصل مسئلہ کے متعلق عرض ہے کہ تمام سوالات اس سفیدی کے بارے میں ہیں جو بعض عورتوں کو اکثر اوقات بہتی رہتی ہے اس کا جواب معلوم کرنے کے لئے پہلے اس کی حقیت جان لینا چاہئے۔

فرج کا ایک حصہ تو خارج کا ہے یعنی وہ حصہ جس کا دھونا غسل میں فرض ہے اس پر اگر تری محسوس ہو تو وہ درحقیقت پسینہ ہے جس طرح جسم کے اور حصوں میں پسینہ نکل کر محل تر ہو جاتا ہے یہاں بھی یہ صورت پیش آتی ہے لہذا جس طرح جسم کے تمام حصوں کا پسینہ پاک ہے یہاں کا پسینہ بھی پاک ہے اس لئے نہ اس سے وضو ٹوٹتا ہے نہ اس کا دھونا ضروری ہے۔

دوسرا حصہ داخل (اندرونی حصہ) کا ہے اسکی رطوبت میں کئی احتمال ہیں: (الف) یا تو یہ طبعی رطوبت ہے یعنی وہ رطوبت ہے جو عضو کو نرم رکھنے کے لئے اس مقام میں پیدا ہو کر ہمیشہ وہاں رہتی ہے (جس کو سوال نمبر ۱۰۶ و ۱۰۷ کے جوابات کی عربی عبارتوں میں ابن حجرؒ مکی نے عرق (پسینہ سے تعبیر کیا ہے) اس رطوبت کو امام ابوحنیفہؒ پاک فرماتے ہیں اور صاحبینؒ ناپاک قرار دیتے ہیں لیکن واضح رہے کہ یہ رطوبت اندر ہی رہتی ہے خود سے باہر نہیں آتی، ائمہ کا اختلاف اس کے متعلق مندرجہ ذیل مسائل میں ہوا ہے۔

۱۔ انسان یا حیوان کا بچہ یا انڈا نکلتے ہی کپڑے پر یا پانی میں گر جائے۔ نقل في التاتارخانية: إن رطوبة الولد عند الولادة طاهرة، وكـذا السخلة إذا خرجت من أمها، وكذا البيضة فلا يتنجس بها الثوب ولا الماء إذا وقعت فيه، لكن يكره التوضؤ به للاختلاف، ...... هو المختار، وعندهما يتنجس وهو الاحتياط آه. (شامی:۱/ ۲۵۷، مکتبہ زکریا دیوبند، قبیل كتاب الصلوة)

۲۔ دوسرا مسئلہ وہ ہے جو درمختار (۱/ ۲۲۸، مکتبہ زکریا دیوبند، میں مذکور ہے۔ ”وفي الـمجتبىٰ: أولج فنزع فأنزل لم يطهر إلا بغسله لتلوثه بالنجس، انتهىٰ، أي برطوبة الفرج“. (الدرالمختار، باب الأنجاس، انیس) ==

**الرحم دائماً وإنما هي أبخرة محتبسة صارت ماءً بالاحتقان فهي كالعرق ومن ثم أبيح الوطي في هذا المحل وإلا لم يجز لكونه موضع الأذى كحالة الحيض.**

پس رطوبت مذکورۂ سوال قسم دوم ہے اس لئے نجس ہے، البتہ اگر محقق ہوجاوے کہ قسم اول ہے تو طاہر ہے یا قسم سوم ہوتو احتیاطاً نجس ہے اور جو نجس ہے ناقض وضو ہے البتہ اگر ہر وقت جاری رہے اس کا حکم معذور کا سا ہے۔

---

== ۳۔ تیسرا مسئلہ وہ ہے جو درمختار (۱/۱۲۳) میں مذکور ہے۔ ''(و) لا عند (وطء...... صغيرة غير مشتهاة)...... وإن غابت الحشفة ولا ينقض الوضوء، فلا يلزم إلا غسل الذكر'' الخ. (الدرالمختار علىٰ صدر ردالمحتار، قبيل مطلب في رطوبة الفرج، انيس)

ان تمام صورتوں میں بچے یا انڈے وغیرہ پر لگ کر رطوبت فرج باہر آئے گی خود سے نہیں آئے گی، اس لئے زیر بحث اس کا کوئی تعلق نہیں ہے یہاں اس رطوبت کی بحث ہے جو بہتی رہتی ہے۔

(ب) دوسرا احتمال یہ ہے کہ وہ مذی ہو جو غدۂ قدامیہ میں پیدا ہوتی ہے اور بوقت شہوۃ یا بوقت تخیلات شہوانیہ نکلتی ہے۔ والمذی: هو رطوبة تسيل عند ابتداء الشهوة لتلين مجرى المني .................. ومجراها فوق مجرى المني آه (شرح الأسباب: ۲/۱۲۵) ترجمہ: مذی وہ رطوبت ہے جو شہوت کے شروع میں بہتی ہے جس سے منی کے راستے نرم ہوتے ہیں۔ مذی کا راستہ منی کے راستے کے اوپر ہے (ترجمہ کبیر: ۳/۲۵۱)

(ج) تیسرا احتمال یہ ہے کہ وہ ودی ہو، جو ایک سیال رقیق رطوبت ہے جو غدۂ ودی میں پیدا ہوتی ہے اور پیشاب سے پہلے یا اس کے ساتھ خارج ہوتی ہے تاکہ پیشاب بہ سہولت خارج ہوجائے اور اس کی تیزی پیشاب کی نالی میں محسوس نہ ہو اور گاہے پیشاب کے بعد بھی نکلتی ہے۔

**والودي وهو رطوبة غدوية لزجة تسيل مجرى البول عند إرادته لتغرية المجرى وتولدها من غدة موضوعة بقرب عنق المثانة ...........وهي إذا كثرت غلظت وسالت بعد البول أيضاً آه (شرح الأسباب حوالۂ بالا)**

اگرچہ عورت کے پیشاب کا سوراخ مہبل (مقام جماع) سے تقریباً ایک انچ اوپر ہوتا ہے لیکن وہ ہوتا فرج داخل ہی میں ہے۔

(د) چوتھا احتمال یہ ہے کہ یہ منی ہو جس طرح مردوں کو جریان کی شکایت ہوجاتی ہے یعنی عوارض کی وجہ سے منی کا کچا مادہ نکلنے لگتا ہے اسی طرح عورتوں کو بھی یہ عارضہ لاحق ہوتا ہے۔ وربما عرض لهن سيلان المني كما يعرض للرجال. (شرح الأسباب: ۲/۱۵۸)

(ہ) پانچواں احتمال یہ ہے کہ وہ مذکورہ رطوبات کے علاوہ رحم سے نکلنے والے فضلات ہوں۔ قد يعرض للنساء أن تسيل من أرحامهن دائماً رطوبات ......وتلك الرطوبات إما أن يكون تولدها في الرحم نفسه إذا ضعفت القوة الغاذية التي فيها ......وإما فضول تصل إليها من جميع البدن على جهة الاستفراغ والتنقية آه. (شرح الأسباب: ۲/۱۵۸)

ان رطوبات کو ''سیلان الرحم'' اور ''سفیدی'' اور ''سفیدی کا مرض'' بھی کہتے ہیں (دیکھئے ترجمہ کبیر: ۳/۱۰۵) پچھلی چار صورتوں کی رطوبت باہر نکلتی ہے اور چونکہ مذی، ودی، منی اور تمام فضلات رحم ناپاک ہیں اس لئے یہ رطوبت بھی ناپاک ہوگی اور ناقض وضو ہوگی۔

خلاصہ بحث: یہ کہ جو رطوبت بہتی ہے وہ خواہ کوئی ہو ناقض وضو ہے اور ناپاک ہے لہذا بعض عورتوں کو اکثر اوقات جو سفیدی بہتی رہتی ہے وہ ناپاک ہے اور ناقض وضو ہے جب وہ بہہ کر فرج خارج تک نکل آئے وضو ٹوٹ جائیگا اور فرج داخل کی جس رطوبت میں امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کا اختلاف ہوا ہے وہ خود سے باہر آتی ہی نہیں لیکن اگر یہ رطوبت (سفیدی) ہر وقت بہتی رہتی ہو تو وہ عورت معذور ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

(نوٹ) ترجیح خامس ص ۳ کی تنبیہ کی وجہ سے اس مسئلہ کے متعلق جناب مولانا حکیم محمد سعد رشید صاحب گنگوہی معروف بہ حکیم اجمیری (فاضل دیوبند ومجاز حضرت اقدس مولانا زکریا صاحب دامت برکاتہم) مقیم حال سورت اور جناب مولانا حکیم ابو الشفا حبیب الرحمٰن صاحب بلیاوی۔ (استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم اشرفیہ راندیر سے مراجعت اور طویل غور وخوض کے بعد یہ حاشیہ لکھا گیا ہے، واللہ اعلم بالصواب۔ سعید احمد عفا اللہ عنہ پالنپوری

فی الدرالمختار:أی برطوبة الفرج، فیکون مفرعاً علٰی قولهما بنجاستها، أما عنده فهی طاهرة کسائررطوبات البدن(جوهرة) فی رد المحتار:(قوله برطوبة الفرج)أی الداخل......وأما رطوبة الفرج الخارج فطاهرة اتفاقاً آه ح.وفی منهاج الإمام النووی: رطوبة الفرج لیست بنجسة فی الأصح،قال ابن حجرؒفی شرحه: وهی ماء أبیض متردد بین المذی والعرق یخرج من باطن الفرج الذی لایجب غسله، بخلاف ما یخرج مما یجب غسله فإنه طاهرقطعاً، ومن وراء باطن الفرج فإنه نجس قطعاً ککل خارج من الباطن کا لماء الخارج مع الولد أوقبیله آه. (شامی:۱/۵۱۵مکتبہ زکریا دیوبند)

وما قالوا من طهارة رطوبة الولد الخارج من الرحم فالمراد ما علٰی بدنه وهو کالدم الذی علی اللحم مع أن دم السائل نجس فکذالک رطوبة الرحم نجسة ورطوبة الولد طاهرة، فافهم ۱۲/رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ۔تتمہ اولیٰ:۳۰۔(امداد الفتاویٰ:۱/۱۰۷-۱۱۰)

## عورت کی سفیدی کا حکم:

سوال: بعض عورتوں کو جوسفیدی اکثر وقت آتی رہتی ہے یہ پاک ہے یا ناپاک اور اس سے وضوٹوٹتا ہے یا نہیں؟

الجواب

فی الدرالمختار: رطوبة الفرج طاهرة خلافاً لهما، فی رد المحتار: تحت قوله رطوبة الفرج طاهرة،مانصه: ولذا نقل فی التاترخانیة: أن رطوبة الولد عند الولادة طاهرة، وکذا السخلة إذا خرجت من أمها، وکذا البیضةُ فلا یتنجس بها الثوب ولا الماء إذا وقعت فیه، لکن یکره التوضؤ به للاختلاف، وکذا الأنفحة هوالمختار،إلخ. (ج ا ص ۲۶۱)

اس سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے لیکن امام صاحب کا مذہب ہونے کے سبب بھی اور اس زمانہ میں ضرورت ہونے کے سبب بھی ترجیح اسی کو ہے کہ وہ پاک ہے اور اس سے وضوبھی نہیں ٹوٹتا۔۱۶/شوال ۳۴ھ (تتمہ رابعہ ص ۵۷)

(از ترجیح خامس ص ۳ درتحقیق وتفصیل رطوبت فرج)

امداد الفتاویٰ حصہ ۴ کے مسئلہ مرقومہ تاریخ ۱۶/شوال ۱۳۳۴ھ میں جو کہ رسالہ الامداد بابت محرم ۳۵ھ میں شائع ہوا ایک جواب طہارت رطوبت فرج کے متعلق لکھا گیا ہے اس پر ایک دوست صاحب علم کا خط ذیل آیا، ایک (۱) دوسرا مسئلہ جس میں جمہور کی ظاہراً مخالفت لازم آتی ہے اس پر غور کرکے اشاعت اصلاح ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اس پرچہ مذکورہ کے صفحہ (۳۴) میں جوسوال سفیدی خارج ازفرج کا ہے اس سے مراد وہ سفیدی ہے جو مرض سیلان الرحم میں خارج ہوتی ہے جیسا کہ مردوں کو مرض جریان میں ہوتا ہے جسے اصطلاح اطبا وفقہا میں ودی کہتے ہیں یہ بالاتفاق نجس

(۱) یہاں سے وہ خط شروع ہورہا ہے۔سعید احمد پالنپوری

اور وضوشکن ہے اور درمختار کی جو عبارت آپ نے اس مسئلہ کے جواب میں نقل فرمائی ہے (ص ۳۵) اس میں وہ رطوبت مراد ہے جو فرج پر ہر وقت موجود رہتی ہے جیسے کہ انسان کے لب پر اور اسی طرح سخلہ وجلد ولد پر جو رطوبت موجود رہتی ہے وہ پاک ہے، فتغایرا.

جواب اس کا یہاں سے یہ لکھا گیا:

**فی شرح الأسباب والعلامات، بحث سیلان الرحم: إنه قد یعرض للنساء أن تسیل من أرحامهن دائماً رطوبات وربما عرض لهن سیلان المنی کمایعرض للرجال وتلک الرطوبات إما یکون تولدها فی الرحم نفسه إذا ضعفت القوة الغاذیة التی فیها وإما فضول تصل إلیها من جمیع البدن علیٰ جهة الاستفراغ والتنقیة وفیه یستدل علی المنی بلونه فی البیاض وقوامه فی یسیر الغلظ وعدم العفونة(إلیٰ قوله) فلذلک یکون أی المنی السائل خالیاً من العفونة بخلاف الرطوبات الفضلیة التی تصرفت فیها الحرارة الغریبة (إلیٰ قوله) وأما سیلان المنی فقد ذکر أقسامه وفیه قبل ذلک فی تعریف الودی وهورطوبة لزجة تسیل فی مجری البول عند إرادته (أی البول) (إلیٰ قوله)وهی إذاکثرت غلظت وسالت بعد البول أیضاً، وفیه: أما سیلان المنی وخروجه من غیرإرادة أی من غیرمزاولة جماع فیکون إما لکثرة المنی ولقلة الجماع وکثرة تناول مولدات المنی،وإما لحدة المنی وحراقته،وإمالاسترخاء أوعیة المنی وبرد مزاجها وضعف قوتها الماسکة،وإما لتشنج وتمدد یعرض لعضل أوعیة المنی وإما لضعف الکلیة وذریان شحمها من شدة الشهوة أوکثرة الجماع وإما لفکر فی الجماع أوسماع من حدیثه آه ملخصاً، وفی رد المحتارعلیٰ قول الدرالمختار"إن رطوبة الفرج طاهرة عنده" آه، ما نصه: أی الداخل أما الخارج فرطوبته طاهرة باتفاق (إلیٰ قوله) فرطوبته کرطوبة الفم والأنف والعرق الخارج من البدن.** (ص ۲۱۷، ج ۱)

ان عبارات سے امور ذیل مستفاد ہوئے:

نمبر (۱): جو رطوبت اکثر اوقات رحم سے سائل ہوتی ہے جس کو اصل سائل نے پوچھا ہے چنانچہ سوال میں اکثر کا لفظ مصرح ہے وہ ودی نہیں ہے جیسا کہ ودی کی تعریف مذکور **فی العبارة الطبیة المذکورة** سے معلوم ہوئی ہے۔

نمبر (۲): وہ رطوبت منی بھی نہیں ہے کہ سیلان منی ایسے اسباب سے ہے جو گاہ گاہ عارض ہوتے ہیں چنانچہ اس کے اسباب مذکورہ **فی العبارة الطبیة المذکورة** سے معلوم ہوا اور اس رطوبۃ مسئولہ کا سیلان اکثر ہوتا ہے۔

نمبر (۳): پس جب وہ نہ ودی ہے نہ منی ہے رطوبت سائلہ پس یہ وہ ہے جس کو اس عبارت میں ذکر کیا گیا ہے، **قد یعرض للنساء أن تسیل من أرحامهن دائماً رطوبات** اور دائماً سے مراد وہی ہے جس کو اصل سائل نے بعنوان اکثر تعبیر کیا ہے، چنانچہ ظاہر ہے اور یہ رطوبت بھی وہ نہیں جس کو سائل ثانی نے انسان کے لب سے تشبیہ دی ہے

کیونکہ یہ توبالاتفاق طاہر ہے، چنانچہ عبارت فقہیہ مذکورہ میں مصرح ہے تو اس کومحل اختلاف کیسے کہہ سکتے ہیں، پس یہ نہ جب ودی ہے جیسا سائل متاخر کوشبہ ہوا اور نہ منی ہے اور مذی کا نہ ہونا ظاہر ہے تو اس کے نجس ہونے کے لئے ودی ومنی کا نجس ہونا تو کافی ہے نہیں، کوئی دوسری دلیل مستقل چاہئے اور نہ وہ رطوبت ہے جو رطوبت فم کے حکم میں ہے جو کہ بالاتفاق طاہر ہے، پس اسی ''رطوبت مغائرہ للودی والمنی والمذی وشبیه باللعاب'' میں امام صاحب وصاحبین مختلف ہیں اور بوجہ ابتلاء کے اصل جواب میں قول بالطهارة پر فتویٰ دیا گیا جس پر سائل ثانی نے اس کے ودی ہونے کی بنا پر شبہ کیا، پس جب تقدیر بالا میں اس بنا کا منہدم ہونا ثابت ہوگیا تو شبہ کا منعدم ہونا بھی ظاہر ہوگیا۔

(تنبیہ) اصل جواب کے وقت بوجہ طب نہ جاننے کے احقر کا ذہن اس تفصیل سے خالی تھا بعد ورود سوال ثانی کے تردد ہوا تو ایک مہمان دوست کے پتہ دینے پر شرح اسباب کی طرف رجوع کیا تو یہ تحقیق بالا ذہن میں آئی چونکہ عدم مہارت طب کا نقص اب بھی مجھ میں باقی ہے۔ دوسرے علما سے جواب پر نظر کرائی جاوے جو صحیح جواب معلوم ہو اس پر عمل کیا جاوے۔ ۲۰/ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ ہجری۔

از ترجیح خامس ص۸۸ در تحقیق انتقاض وضوء برطوبت فرج بر تقدیر طہارت او۔ (۱)

ایک لفافہ آیا جس میں میرے ایک جواب کی نقل اور دوسرا جواب اس کے خلاف مرقوم تھا وہ ذیل میں ہے:

سوال: بعض عورتوں کو جو سفیدی اکثر وقت آتی رہتی ہے یہ پاک ہے یا ناپاک اور اس سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

**الجواب**

**فی الدر المختار: رطوبة الفرج طاهرة خلافاً لهما، فی رد المحتار: تحت قوله رطوبة الفرج طاهرة ما نصه: ولذا نقل فی التاتر خانية: أن رطوبة الولد عند الولادة طاهرة، وكذا السخلة إذا خرجت من أمها، وكذا البيضة فلا يتنجس بها الثوب ولا الماء إذا وقعت فيه، لكن يكره التوضؤ به للإختلاف، وكذا الأنفحة هو المختار. الخ. ج ۱ ص ۳۶۱. (۲)**

اس سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ لیکن امام صاحب کا مذہب ہونے کے سبب بھی اور اس زمانہ میں ضرورت ہونے کے سبب بھی ترجیح اسی کو ہے کہ وہ پاک ہے اور اس سے وضو بھی نہیں ٹوٹتا۔

سوال: **ما قولكم دام فضلكم فی رطوبة الفرج الداخل هل هی طاهرة أم لا، وعلى الأول فلو خرجت من الداخل هل ينتقض بها الوضوء أم لا ؟** (۳)

---

(۱) شرمگاہ کی تری کو پاک تسلیم کرنے کی صورت میں اس سے وضوٹوٹنے کی تحقیق۔

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، قبیل کتاب الصلاة، انیس

(۳) خلاصۂ سوال: آپ حضرات کی فرج داخل کی رطوبت سے متعلق کیا رائے ہے، کیا وہ پاک ہے یا نہیں، اور پاک ہونے کی صورت میں کیا اس کے نکلنے سے وضو ٹوٹے گا یا نہیں؟ انیس۔

(۴) خلاصۂ جواب: فرج داخل کی رطوبت پاک ہے، البتہ اس سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ انیس۔

الجواب

رطوبة الفرج الداخل طاهرة عند الإمامؒ لكن ينتقض بها الوضوء لوخرجت منه.(۴)

فى الوقاية: وناقضه أى الوضوء ماخرج من السبيلين أومن غيره إن كان نجساً.فى شرح الوقاية: ۱/۶۵،قوله:إن كان نجساً متعلق بقوله أومن غيره،فى عمدة الرعاية:لا بقوله ماخرج من السبيلين فإن الخارج من السبيلين ناقض من غيرتقييد(حاشية شرح الوقاية)

وفى البحرالرائق شرح كنزالدقائق تحت قوله:لا خروج دودة من جرح بعد كلام أن الدودة حيوان وهوطاهرفى الأصل والشيء الطاهرإذا خرج من السبيلين نقض الوضوء كالريح بخلاف غير السبيلين كالدمع والعرق.

وفى منية المصلى وشرحه الكبيرى: إن كانت أى المرأة احتشت أى الكرسف فى الفرج الخارج فابتل داخل الحشوانتقض وضوء ها سواء نفذ البلل إلى خارج الحشوأولم ينفذ للتيقن بالخروج من الفرج الداخل وهوالمعتبرللانتقاض، لأن الفرج الخارج بمنزلة القلفة فكما ينتقض بما يخرج من قصبة الذكرإلى القلفة كذلك بما يخرج من الفرج الداخل إلى الفرج الخارج وإن لم يخرج من الخارج، وأما إذااحتشت فى الفرج الداخل فح إن نفذ البلل إلىٰ خارج أى الحشوانتقض الوضوء وإلا أى وإن لم ينفذ إلىٰ خارج فلا ينتقض كما فى حشو الإحليل الخ ومن هٰهنا وضح الجواب، واللّٰه تعالىٰ أعلم بالصواب.

یہاں مولوی حبیب احمد صاحب نے میرے استفسار پر اس کا یہ جواب لکھا:

جناب والا کا فتویٰ عدم انتقاض برطوبت الفرج بر تقدیر طہارتِ رطوبت مذکورہ بالکل صحیح ہے اور مولوی محمد امین صاحب کا جواب صحیح نہیں ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ جس طرح خروج من غیر السبیلین کی صورت میں انتقاض طہارت کے لئے نجاست خارج ضروری ہے، یوں ہی خروج من السبیلین کی صورت میں بھی ضروری ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ ریح قبل غیر مفضاۃ کے غیر ناقض ہونے کے متعلق شرح منیہ میں لکھا ہے:

”الذى عول عليه قاضى خان وغيره أن الخلاف إنما هو فى الخارجة من قبل المفضاة، ولاخلاف فى عدم النقض فى غيرها لأنها غيرمنبعثة عن محل النجاسة،كذا فى الهداية، وهو يشيرإلىٰ أن الريح نفسها ليست بنجسة وإنما ينجس لمرورها على محل النجاسة“.

اس سے معلوم ہوا کہ خارج من السبیلین کے لئے بھی نجس ہونا ضروری ہے خواہ بنفسہ ہو كالبول والغائط لغيره هو كالريح المستتبع للنجاسة.

وعلل صاحب مراقی الفلاح عدم الانتقاض بريح القبل بقوله: لأنه اختلاج لاريح وإن كان ريحاً لانجاسة فيه وريح الدبر ناقضة لمرورها بالنجاسة، كذافي السعاية.

اورسعایہ میں ہے:

''علل فی البدائع کون الدودة ناقضة بالنجاسة لتولد ها من النجاسة، وذكر الإستيجابی: أن فيه طريقتين: إحديهما ما ذكرنا وثانيتهما أن الناقض ماعليها، واختاره الزيلعي، كذا في السعاية.

یہ روایات نص ہیں اشتراط نجاست پر۔

نیز سعایہ میں ہے:

إن أتت خارجة (أى الدودة) من قبل المرأة ففيه اختلاف المشايخ، فالذين قالوا بنقض الريح الخارجة من القبل قالوا بنقضها ومن لم يقل به لم يقل به، والخارجة من الذكر ناقضة، كذا في الذخيرة والخلاصة، وفي التاتارخانية: الدودة إذا خرجت من قبل المرأة فعلى الأقاويل التي ذكرنا'' آه، سعاية.

اس سے بھی ضرورت اشتراط ثابت ہے۔

اورشرح منیہ میں ہے:

وكذا الدودة والحصاة إذا خرج من أحد هذين الموضعين أى الدبرو القبل فعليه الوضوء لاستتباع الرطوبة وهي حدث في السبيلين وإن قلت بخلاف الريح.

اس سے بھی اشتراط ثابت ہے، لأنه قال لاستتباع الرطوبة، إذ لو كان الخروج مطلقاً ناقضاً لم يحتج إلى التعليل المذكور.

عنایہ میں ہے:

وإن قلت: الكلية (أى ماخرج من السبيلين ناقض) منتقضة بالريح الخارجة من الذكروالقبل فإن الوضوء لاينتقض به في أصح الروايتين، أجيب بأنه مخصوص من العموم لأن الريح لا تنبعث من الذكر وإنما هواختلاج والقبل محل الوطى وليس فيه نجاسة يتنجس الريح بالمرورعليها وهو في نفسه طاهرعند المصنف انتهى.

ان تمام تنصیصات سے ثابت ہے کہ سبیلین میں بھی غیر سبیلین کی طرح خروج نجس شرط ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو برتقدیر رطوبت فرج کے طاہر ہونے کے انتقاض وضو کوئی معنی نہیں رکھتا ہے، رہی وہ روایت جو مولوی صاحب نے غنیۃ سے پیش کی ہے سو اس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ مبنی ہے قول نجاست رطوبت پر، كما يدل عليه دليله المذكور بقوله لاستتباع رطوبة.

پس اس سے استدلال نہیں ہوسکتا، اور البحر الرائق کی جو عبارت ہے:

''**الشيء الطاهر إذا خرج من السبيلين نقض الوضوء كالريح**''.

اس عبارت میں طاہر سے مراد طاہر لذاتہ نجس لغیرہ ہے نہ کہ طاہر مطلقاً، چنانچہ عبارات مذکورہ سے ظاہر ہے۔

نیز درمختار میں ہے:

''**(و) خروج غير نجس مثل (ريح)**''.

اور شامی نے اس کے تحت میں لکھا ہے: ''**فإنها تنقض لأنها منبعثة عن محل النجاسة لا لأن عينها نجسة، لأن الصحيح أن عينها طاهرة**''.

یہ عبارات ہمارے بیان پر دلالت واضحہ رکھتی ہیں۔

رہی شرح وقایہ کی عبارت، سو اس کا جواب یہ ہے کہ وہاں نجس سے ''**نجس لذاته كالبول والغائط**'' مراد ہے اور چونکہ اس صورت میں ریح خارج ہوتی تھی اس واسطے شارح نے کہا کہ ''**إن كان نجساً**''، ''**أو من غيره**''، سے متعلق ہے تا کہ اس میں ریح داخل ہوجاوے جو کہ طاہر لذاتہ اور نجس لغیرہ ہوتی ہے۔

دلیل اس کی یہ ہے کہ شارح نے کہا ہے:

''**والرواية النجس بفتح الجيم وهو عين النجاسة**''.

نیز شارح نے ''**لا دودة خرجت من جرح**'' کی شرح میں لکھا ہے:

''**لأنها طاهرة (۱) وما عليها من النجاسة قليلة (۲) وأما الخارجة من الدبر فتنقض لأن خروج القليل منه ناقض**''.

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خروج طاہر من السبیلین ناقض نہیں ہے ورنہ ان کو چاہئے تھا کہ وہ ''**لأن خروج القليل منه ناقض**'' کے بجائے ''**لأن خروجها ناقض مطلقاً**'' کہتے، **كما لا يخفى على من له ذوق سليم ومعرفة بأساليب الكلام**.

پس اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خروج طاہر بھی ناقض ہے بلکہ اس کے خلاف ثابت ہے۔

**وفي عمدة الرعاية: صحح صاحب الهداية والمنية والمحيط وغيرهم عدم نقضها (أي الريح الخارجة من القبل) قائلين إنها اختلاج لا ريح وإن كان ريحاً فلا نجاسة.**

اس عبارت سے بھی اشتراط نجاست ظاہر ہے اور مولوی عبدالحی صاحبؒ نے جو عمدۃ الرعایۃ میں فرمایا ہے:

---

(۱) فلا تنقض بنفسها. سعید احمد پالنپوری

(۲) فلا تنقض بغيرها فثبت عدم النقض مطلقاً. سعید احمد پالنپوری

"قوله إن كان:أى فإن الخارج من غير السبيلين ناقض من غير تقييد".

اس کا مطلب یہ ہے کہ "من غير تقييد بهذا القيد أى كونه عين النجاسة". اور مطلق تقیید کی نفی مقصود نہیں ہے۔

دلیل اس کی یہ ہے کہ انہوں نے شارح کے قول کے متعلق "بقوله أومن غيره" کے تحت میں لکھا ہے:

"لا بقوله ماخرج من السبيلين وإلايلزم أن لايكون ريح الدبرناقضةً لأنها ليست بنجسة بنفسها".

اور وجہ دلالت یہ ہے کہ اگر ان کے نزدیک مصنف کا قول "إن كان نجساً" نجس لعينه ولغيره دونوں کو شامل ہوتا باوجودیکہ وہ تصریح شارح کے خلاف ہے، کیونکہ اس نے اس کو بفتح جیم ضبط کیا ہے اور اس کے معنی عین نجاست بتلائے ہیں تو برتقدیر اس کے ماخرج من السبيلين کے متعلق ہونے کے ریح دبر کا غیر ناقض ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ گو وہ بنفسہ نجس نہیں ہے مگر لغیرہ نجس ہے وحينئذ بطل قوله:"إلايلزم أن لا يكون ريح الدبر ناقضةً" وأيضاً بطل تعليله بقوله"لأنها ليست بنجسة بنفسها" لأن عدم كونه نجسةً بنفسها لا يستلزم عدم نقضه لجواز نقضه بالنجاسة المكتسبة العرضية.

اور اگر بالفرض شارح وقایہ یا صاحب البحر الرائق کا یہی مسلک ہو کہ خروج من السبیلین مطلقاً ناقض ہے تو یہ دیگر فقہا پر حجت نہیں ہے جو کہ نجاست کی شرط لگاتے ہیں فلا اعتراض بقولهما فثبت المدعى بأحسن وجه، ولله الحمد تم الجواب الثالث.

اب ناظرین علما سے اس کی تنقید کرلیں۔

(از ترجيح خامس ص ۱۳۶، در تفصيل اجمال موهم متعلق رطوبت فرج)

سوال: بسلسلۂ تتمہ رابعہ امداد الفتاویٰ پرچہ الامداد ماہ محرم ۱۳۳۵ھ میں شروع صفحہ ۳۵ پر جو جواب ۱۶ رشوال ۱۳۳۴ھ کا لکھا ہوا درج ہے وہ مطابق سوال نہیں ہے، کیونکہ سوال کیا گیا ہے سفیدی خارج من الفرج سے اور جواب میں جو دلائل قائم کئے گئے ہیں وہ ہیں رطوبت فرج کی سفیدی سے متعلق جو بسبب سیلان رحم کے فرج سے آتی ہے جیسا کہ مردوں کے جریان منی کی وجہ سے سفیدی آتی ہے اور رطوبت مذکورہ فی الجواب وہ رطوبت ہے جو مثل رطوبت شفتین کے جلد فرج پر ہر وقت موجود رہتی ہے یہ معنی رطوبت کے میں نے مولانا محمود حسن صاب مرحوم سے سنا ہے، امید کرتا ہوں کہ اس مسئلہ پر نظر ثانی فرما کر اس کی اصلاح شائع فرمادیں آئندہ جو رائے عالی ہو؟

الجواب

واقعی میں طب نہ جاننے کے سبب اس رطوبت کو سائل من الرحم نہیں سمجھا جو کہ نجس بھی ہے اور ناقض وضو بھی، میں

مطلق سمجھ گیا پھر اس مطلق میں غیر سائل من الرحم سمجھ گیا جو کہ امام صاحب کے نزدیک طاہر ہے اور غیر ناقض وضو اور یہ بھی غلطی ہے مطلق سمجھنے کی صورت میں اس تفصیل کی ضرورت تھی جو کہ تتمہ اولیٰ امداد الفتاویٰ کے صفحہ ۳ پر ایک ایسے ہی سوال کے جواب مرقوم ۱۲ رمضان ۱۳۲۷ھ میں مذکور ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں تین موقع ہیں اور ہر موقع کی رطوبت کا جدا حکم ہے، فرج خارج کی رطوبت طاہر ہے اور فرج داخل کے باطن یعنی رحم کی رطوبت نجس ہے اور خود فرج داخل کی رطوبت مختلف فیہ ہے امام صاحب کے نزدیک طاہر، صاحبین کے نزدیک نجس اور اس مقام پر روایات بھی مذکور ہیں۔ پس ناظرین کو چاہئے کہ اس مجمل کو اس تفصیل پر محمول کرلیں گو وہ مفصل تاریخ میں مقدم ہے، مگر اس کو ناسخ نہ سمجھیں۔ ۴ ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۱۱۲ تا ۱۲۱)

## رحم عورت کی رطوبت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ عورتوں کے رحم سے جو رطوبت رستی ہے وہ ناقض ہے یا نہیں؟

الجواب

**فی الدرالمختار: أی برطوبة الفرج، فیکون مفرعاً علٰی قولهما بنجاستها، أما عنده فهی طاهرة کسائر رطوبات البدن(جوهرة) فی ردالمحتار:(قوله برطوبة الفرج) أی الداخل بدلیل قوله أولج، وأما رطوبة الفرج الخارج فطاهرة اتفاقاًآه ح.وفی منهاج الإمام النوویؒ: رطوبة الفرج لیست بنجسة فی الأصح،قال ابن حجرؒ فی شرحه: وهی ماء أبیض متردد بین المذی و العرق یخرج من باطن الفرج الذی لایجب غسله ، بخلاف مایخرج ممایجب غسله فإنه طاهر قطعاً، ومن وراء باطن الفرج فإنه نجس قطعاً ککل خارج من الباطن کالماء الخارج مع الولد أو قبیله آه. ( جلداول ص۳۲۲)**

اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہاں تین موقع ہیں:

نمبر(۱): فرج خارج جس کا دھونا غسل میں فرض ہے اسکی رطوبت پاک ہے۔

نمبر(۲): فرج داخل جس کا دھونا غسل میں فرض نہیں اس کی رطوبت میں اختلاف ہے (۱) اور احتیاط نجاست میں ہے۔

نمبر(۳): نہ فرج داخل نہ فرج خارج بلکہ فرج داخل سے بھی متجاوز اس کی رطوبت نجس ہے۔

۱۶ ذیقعدہ ۱۳۳۱ہجری۔ تتمہ ثانیہ ص ۹۴۔ (امداد الفتاویٰ: ۱/۱۱۱ و ۱۱۲)

(۱) یعنی امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کا اختلاف ہے۔ سعید احمد پالنوری

## عورت کی فرج سے رطوبت نکلے اور وہاں کپڑا رکھ لیا جائے:

سوال: عورت کی پیشاب گاہ سے وقتاً فوقتاً ناپاک رطوبت نکلتی رہتی ہے بعض اوقات اتنی بھی مہلت نہیں ملتی کہ پوری نماز ادا کی جائے ایسی صورت میں کپڑا اندر رکھ لیا جائے تو وضوٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

کپڑا اندر رکھنے سے اگر نجاست وہیں رک گئی، باہر نہیں نکلی تو وضو باقی ہے اور ایک وضو سے کئی نمازیں ادا کرنا درست ہے، اگر اندرونی حصہ (فرج داخل) میں وضو کی حالت میں کپڑا رکھ کر بالکل غائب کر دیا، تو وضوٹوٹ جائے گا۔(۱) اور کچھ اندر رہا اور کچھ باہر رہا بالکل غائب نہیں ہوا تو وضونہیں ٹوٹے گا جبکہ رطوبت باہر کے حصہ تک نہ پہنچی ہو۔(۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۷/۸۹ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۷/۲۵)

×××

---

(۱) فإن غيبها أو أدخلها عند الاستنجاء بطل وضوءه وصومه (الدرالمختار) قال الشامی (قوله فإن غيبها) قال فی شرح المنية: وكل شئ غيبه ثم خرج ينقض وإن لم يكن عليه بلة لأنه التحق بما فی البطن ولذا يفسد الصوم، بخلاف ماإذاكان طرفه خارجاً، آه. و فی شرح الشيخ إسماعيل عن الينابيع: وكل شیء غيبه فی دبره ثم أخرجه أو خرج بنفسه ينقض الوضوء والصوم، وكل شیء أدخل بعضه وطرفه خارج لاينقضهما انتهىٰ (ردالمحتار: ۱/۱۴۹، كتاب الطهارة، قبل مطلب فی أبحاث الغسل، انیس)

(۲) قال ابن النجيم : وفی البدائع: ولواحتشت فی الفرج الداخل ونفذت البلة إلى الجانب الأخر فإن كانت القطنة عالیةً أم محاذيةً لحرف الفرج كان حدثاً لوجود الخروج وإن كانت القطنة متسفلةً عنه لاينقض لعدم الخروج الخ (البحر الرائق: ۱/۶۰، نواقض الوضوء، انیس)

﴿وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهِ﴾

(سورة الأنفال:١١)

اوراتارا تم پر آسمان سے پانی، پاکی حاصل کرنے کو (جو خود پاک اور دوسری چیزوں کو پاک کرنے والا ہے۔

# پانی کی پاکی وناپاکی کے احکام

## سمندر کا پانی ناپاک نہیں ہوتا:

کیا سمندر کے پانی سے وضو کر کے نماز پڑھی جاسکتی ہے؟ چونکہ سمندر میں ہر جانور پانی پیتا ہے، تو وہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔

الجواب

سمندر کا پانی پاک ہے۔(۱) جانوروں کے پینے یا کسی اور چیز سے وہ ناپاک نہیں ہوتا۔(۲)

(آپ کے مسائل اوران کا حل، جلد سوم: ۹۸)

(۱) اللہ تعالیٰ نے انسان وحیوانات کو جو نعمتیں دی ہیں ان میں پانی کی نعمت بہت بڑی اور اہم ہے۔ پانی ہی سے زمین کی تمام پیداوار ہے اور اسی پر انسان وحیوانات کی زندگی کی بقا ہے۔ پانی ایک بے رنگ ولطیف اور غذائیت سے بھرپور شئی ہے، جس میں اللہ نے دوسری گندی وناپاک چیزوں کو پاک وصاف کرنے کی صلاحیت بھی رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے فرمایا ہے:

" وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهِ ". (سورة الأنفال:۱۱)

اور اتارا تم پر آسمان سے پانی، پاکی حاصل کرنے کو (جو خود پاک اور دوسری چیزوں کو پاک کرنے والا ہے۔

" وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُوْرًا ". (سورة الفرقان: ۴۸)

''اور اتارا ہم نے آسمان سے پاک پانی'' (جو خود پاک اور دوسری چیزوں کو پاک کرنے والا ہے)۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے پانی سے وضو وغسل کر کے پاکی حاصل کرنے کا حکم دیتے ہوئے کہا ہے:

" فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا ". (سورة المائدة، آیت: ۷) پس اگر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو۔

اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرنے، نجس چیزوں کو پاک کرنے اور گندی چیزوں کو دھونے اور صاف کرنے کی بار بار تاکید کی ہے اور فرمایا ہے کہ ہر طرح کا پانی پاک ہے کہ!" الماء طهور لا ينجسه شيء". (أبوداؤد باب ماجاء في بئر بضاعة/نسائی کتاب الطہارۃ)

چاہے وہ پانی چشمہ کا ہو، سمندر کا ہو، بارش کا ہو، کنواں کا ہو، تالاب کا ہو۔

اور چوں کہ قرآن وحدیث میں عام ومطلق پانی سے وضو وغسل کرنے کا حکم ہوا ہے، اس لیے ایسے پانی سے وضو وغسل درست نہیں ہوگا جسے دوسرے نام سے یاد کیا جاتا ہے، جیسے مشروب، عرقِ کیوڑا، عرقِ گلاب وغیرہ۔ (طہارت کے احکام ومسائل ص: ۶۰، ۶۱، مؤلفہ انیس الرحمٰن قاسمی)

(و) كذا (ماء البحر) الملح لقوله صلى الله عليه وسلم هو الطهور ماء ه و الحل ميتته. (مراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوی: ص ۲۰، کتاب الطهارة/أيضًا، الهداية: ج ۱ ص ۳۳، طبع شرکت علمیہ، ملتان/موطا امام مالک: ۱/۲۲، نمبر: ۴۱، انیس)

(۲) والماء الجاری إذا وقعت فيه نجاسة جاز به الوضوء إذا لم ير لها أثر لأنها لا تستقر مع جريان الماء والأثر هو الطعم أو الرائحة أو اللون. (الهداية: ۱/۳۶، شرکت علمیہ، ملتان)

## گنگا جمنا کا پانی:

سوال: گنگا جمنا کے پانی کو دیگر پانیوں سے کچھ امتیاز حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــ حامدًا ومصلیاً

ان دونوں کے متعلق مجھے علم نہیں کہ کسی حدیث میں کوئی فضیلت آئی ہو۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۵/۹۶ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۴/۵)

## دریائے جہلم کے پانی کا حکم:

سوال: دریائے جہلم ہمیشہ جاری رہتا ہے، اس دریا کے اندر تمام شہر کی نجاست ڈالی جاتی ہے جس کی وجہ سے اس کا رنگ، بو، مزہ سب کچھ متغیر ہے۔ اس کا پانی استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــ حامدًا ومصلیاً

جس پانی میں نجاست کا طعم، لون، ریح موجود ہے وہ نجس ہے اگر چہ وہ کثیر اور جاری ہو۔(۲)

کذا فی الدر المختار.(۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۶/۱۴۰۱ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۴/۵)

## بارش کا بہتا پانی بارش کے وقت تک پاک ہے:

سوال: بارش کا پانی بوقت بارش سڑکوں کی نالیوں میں ایک گز چوڑائی اور نصف گز کی گہرائی سے بیشتر متواتر بہتا ہے جبکہ بارش دو تین گھنٹہ متواتر ہوتی ہے ایسے پانی سے وضو اور غسل جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) ہندوؤں کا ان پانیوں کے متعلق عقیدہ ہے کہ یہ متبرک ہیں اور یہ عقیدہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے، چنانچہ فیروز اللغات میں ہندوؤں کی طرف منسوب کیا گیا ہے، ’’گنگا، جمنا‘‘ ہندوؤں کے دو مقدس دریاؤں کے نام ہیں‘‘۔(فیروز سنز: ص ۱۱۰۹)

(۲) اگر کسی چھوٹی نہر یا نالہ میں کوئی مردار پڑا ہوا ہو اور اس کے اوپر سے تھوڑا پانی بہتا ہو، تو ایسے پانی سے وضو وغسل جائز ہے۔ البتہ اگر اکثر پانی اس سے لگ کر بہتا ہو تو اس کے نیچے کے حصہ میں وضو جائز نہیں وہ پانی نجس ہے۔ اسی طرح جانور اگر پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائے تو ایسا پانی استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ ایسے پانی کا پینا مکروہ تحریمی ہے۔(ردالمحتار: ۱/۱۸۸)

اگر نہر میں پانی زیادہ ہے اور اس کے نیچے مردار ہے۔ مگر نظر نہیں آتا ہے یا اس نہر کے عرض میں آدھا سے کم حصہ میں ہے تو ایسا پانی پاک ہے۔(ردالمحتار: ۱/۱۸۸) طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۷۵، انیس)

(۳) (وبتغير أحد أوصافه) من لون أو طعم أو ريح (ينجس) الكثير ولو جارياً إجماعاً. (الدر المختار: ۱/۱۸۵، کتاب الطهارة، باب المياه، سعید)

عن أبی أمامة الباهلیؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الماء لاينجسه شيء إلا ما غلب على ريحه وطعمه ولونه. (ابن ماجة، باب الحياض، ص ۴۷، نمبر ۵۲۱، انیس)

الجواب ـــــــــــــــــــــ

اسی حالت میں اس پانی سے وضواور غسل جائز ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۱۷۷)

## بارش کا پانی پرنالہ میں روک کراس سے وضوکرنا:

سوال: کافی دنوں کے بعد جب بارش ہوتو دس پندرہ منٹ کے بعد پرنالہ کا پانی کسی برتن وغیرہ میں روک کراس پانی کواستعمال میں لانا درست ہے یانہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیاً

درست ہے جبکہ اس میں کوئی نجاست نہ ہو۔(۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔(فتاویٰ محمودیہ:۵/۱۲۸-۱۲۹)

## ٹیوب ویل کا پانی ماء جاری ہے:

سوال: آج کل جنگلوں میں ٹیوب ویل جاری ہیں، دوفٹ چوڑی نالیوں سے پانی گذرکرمیلوں تک کھیتوں میں حکومت کی طرف سے جاری کیا گیا ہے، توماء جاری ہے یانہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیاً

یہ توحقیقۃً ماء جاری ہے۔(۳)

---

(۱) (المطر مادام یمطر فله حکم الجریان ولوأصاب العذرات علی السطح ثم أصاب ثوباً لایتنجس.(عالمگیری کشوری، باب المیاه:۱/۱۵،ظفیر)

بارش کا پانی جب تک برستا رہتا ہے، وہ جاری پانی کے حکم میں ہوتا ہے، اسی طرح اگر بارش کا پانی نہرونالہ میں جمع ہوکر بہنے لگےاوراس نہرونالہ میں نجاست پہلے سے پڑی ہوئی ہو، توجب تک اس کے رنگ،مزہ یابو میں نجاست کا اثر ظاہر نہ ہووہ پاک ہے۔(الفتاویٰ التاتارخانیہ:۱/۱۶۸)

جیسے آنگن میں بہنے والا پانی یادروازہ پربارش کا پانی ہو۔(طہارت کے احکام ومسائل،صفحہ۷۵،انیس)

(۲) قال الشامی: فی التاترخانیة: من شک فی إناء ه أوثوبه أوبدنه أصابته نجاسة أولا فهوطاهر ما لم یستیقن، وکذا الآبار والحیاض والحباب الموضوعة فی الطرقات ویستقی منها الصغاروالکبارو المسلمون والکفار.(ردالمحتار:۱/۱۵۱، قبیل مطلب فی أبحاث الغسل،سعید)

(۳) **جاری پانی:**

پانی کی خصوصیت بہنا وجاری ہونا ہے۔اگراسے کسی برتن میں نہ رکھا جائے تو وہ بہہ کرایک جگہ سے دوسری جگہ جائے گا، بہنے کی وجہ سے اس میں جلدی نجاست کا اثرنہیں ہوتا ہےاوراگرنجاست اس میں گرتی بھی ہےتوپانی کی موج اس کو بہالے جاتی ہےاوراس کے اثرات عموماً غائب ونا پید ہوجاتے ہیں، اسی لیے پانی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''الماء طهور لاینجسه شیء''.(أبوداؤد باب ماجاء فی بئر بضاعة)''پانی پاک کرنے والا ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی''

**جاری پانی اوراس کے احکام:**

جاری پانی اسے کہتے ہیں جسے عرف میں لوگ جاری سمجھتے ہوں، یایوں کہا جائے کہ ایسا بہتا ہوا پانی جو تنکے کو بہالے جائے (الفتاویٰ التاتار خانیہ:۱/۱۶۴) جاری پانی سمندر، ندی، نہر، نالہ، پرنالہ وغیرہ میں بہنے والا پانی ہوتا ہے۔ ==

**كذا في الدر المختار .** (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/ ۱۲/ ۸۵ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۳۴/۵، ۱۳۵)

## نل کا پانی کیا ماء جاری ہے:

سوال: نل (ہینڈ پمپ) کے پانی کا حکم ماء جاری کے مثل ہے یا نہیں؟

**الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلياً**

نل سے نکل کر بہنے والے پانی پر ''ماء يذهب'' صادق آتا ہے یا نہیں؟ بس اس کو دیکھ لیا جائے۔ (۲) واللہ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۳۵/۵)

## ڈھیکلی کے کھینچے ہوئے پانی کا حکم:

سوال: ڈھیکلی (۳) کا کھینچا ہوا پانی پینا کیسا ہے؟

**الجواب ــــــــــــــــــــ**

پاک ہے اور استعمال اس کا درست ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ (۴) جہلا کی واہیات غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بدست خاص، ص ۲۳۔ (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۳۰)

## سیکشن پمپ کے ذریعہ پانی حاصل کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ گھروں کے اندر حکومت کے منظور شدہ نل جو آب نوشی کے لیے لگائے گئے

---

== جاری پانی کا بہاؤ لمبائی میں کم از کم ایک گز ہونا چاہیے، اگر اس سے کم میں پانی بہہ کر رک جائے تو ایسا پانی جاری کے حکم میں نہ ہوگا، چاہے پانی کے بہاؤ کا زور کم ہو یا زیادہ مگر اس قدر کم نہ ہو کہ چلو بھر کر اٹھانے سے زمین کھلی رہ جائے، بلکہ وہ جگہ پھر پانی سے بھر جائے تو جاری ہے ورنہ جاری نہیں۔ (الفتاویٰ التاتارخانیہ: ۱۶۴/۱ و ۱۶۵) (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۷۳، ۷۴، انیس)

(۱) ''(و) الجاری (هو مايعدّ جارياً) عرفاً، وقيل: مايذهب بتبنة، والأول أظهر، والثانى أشهر، (وإن)...... (لم يكن جريانه بمدد) فى الأصح''. (الدر المختار) (''قوله: والثانى أشهر) لوقوعه فى كثير من الكتب حتى المتون. ...... والعرف الآن أنه متىٰ كان الماء داخلاً من جانب وخارجاً من جانب آخر يسمىٰ جارياً''. (ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب المياه، مطلب الأصح أنه لايشترط فى الجريان المدد: ۱۸۷/۱، سعید)

(۲) ''(و) يجوز (بجار وقعت فيه نجاسة) ...... ...... والأول أظهر، والثانى أشهر، قال الشامى: لوقوعه فى كثير من الكتب حتى المتون''. (الدر المختار مع ردالمحتار: ۱۸۷/۱، باب المياه، سعيد

(۳) ڈھیکلی کنویں سے پانی نکالنے کی ایک بڑی تدبیر، ایک بلی (بڑی لکڑی) کے ایک سرے پر بہت بڑا ڈول، دوسرے سرے پر ایک بھاری وزن باندھ دیتے ہیں بڑے ڈول کو پانی میں ڈبو کر چھوڑ دیتے ہیں، تو پچھلے بھاری وزن کے دباؤ سے وہ بڑا ڈول نما، پانی سے نکل آتا ہے۔ مستفاد: از اردو لغت۔ (مرتبہ اردو لغت بورڈ، حکومت پاکستان، ص ۲۶۴ جلد ۱۰، کراچی ۱۹۹۰ء، نور)

(۴) عن أبى أمامة الباهلىؓ ... إن الماء لا ينجسه شىء إلا ماغلب ... الخ. (ابن ماجة، باب الحياض، انیس)

ہیں، آبادی بڑھنے کے ساتھ ساتھ ان نلوں میں اب مطلوبہ مقدار میں پانی نہیں آتا، عوام نے اس کا حل یہ نکالا ہے کہ ان نلوں کے ساتھ بجلی کے موٹر لگا کر موٹر کے زور سے مطلوبہ مقدار سے بھی زیادہ پانی کھینچنے لگے، اس حرکت کا واضح منفی اثر یہ پڑا کہ جن گھروں میں بجلی کے موٹر نہیں ہیں وہ پانی سے تقریباً محروم ہوگئے ہیں کیوں کہ مرکزی پائپ میں جو پانی آتا ہے وہ بجلی کے زور سے لوگ اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں اور دیگر صارفین منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔

واضح رہے کہ یہ کام حکومت کے متعلقہ محکمہ یعنی پبلک ہیلتھ انجینئرنگ سے اجازت لئے بغیر ہو رہا ہے اور قانوناً درست نہیں ہے، یہ حرکت عندالشرع کیسی ہے؟ اور اس پانی کی حلت وحرمت کے بارے میں اسلامی احکامات کیا ہیں؟ یہ بھی یاد رہے کہ ماہانہ بل تمام صارفین یکساں ادا کرتے ہیں؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی بخت سلطان، موضع ناوہ گئے، تحصیل ڈگر ضلع بونیر، صوبہ سرحد)

**الجواب ــــــــــــــــ باسمہ تعالیٰ**

صورت مسئولہ میں موٹروں کے ذریعہ اپنی مطلوبہ مقدار سے زیادہ پانی کھینچ لینا شرعاً وقانوناً ناجائز ہے، قانوناً تو ظاہر ہے کہ حکومت نے آب نوشی کے لیے جو نل مہیا کئے ہیں وہ سب لوگوں کو برابر پانی فراہم کرنے کے لیے لگا کر دیئے ہیں اور قانوناً لوگوں کو اس بات کا پابند بھی بنایا ہے کہ وہ کسی خارجی ذریعہ کو برائے کار لائے بغیر پانی کی مطلوبہ مقدار کو حاصل کریں، چونکہ لوگوں نے حکومت کے اس پروگرام اور شرائط کو قبول کرتے ہوئے پانی کی لائنیں حاصل کی ہیں؛ اس لیے اب اگر کوئی شخص گورنمنٹ کی جانب سے موٹر لگانے کی ممانعت کے باوجود موٹر لگاتا ہے اور زیادہ پانی حاصل کرتا ہے تو وہ اس زائد پانی لینے اور موٹر لگانے میں حکومت کے ساتھ کئے گئے معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے والا ہے جس کی بنا پر قانوناً مجرم ہے۔

اور یہ شرعاً اس لیے جائز نہیں کہ اس میں ایک حکومت کے ساتھ کئے گئے معاہدہ کی عدم پاسداری وخلاف ورزی ہے جو کہ شریعت کی نظر میں جرم عظیم ہے اور دوسرے یہ کہ پانی کو حاصل کرنا مباح ہے اور مباح امور میں حکومت کی اطاعت واجب ہے، اب جو شخص مذکورہ معاملہ میں حکومت کے حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ شرعاً واجب کو ترک کرنے والا شمار ہوگا اور تیسرے یہ کہ اس طرح پانی لینا چوری ہے، جو شرعاً وقانوناً جرم ہے، مذکورہ امر کا ارتکاب کرکے اپنی جان اور عزت وعظمت کو خطرہ میں ڈالنا ہے اور یہ عام چوریوں سے زیادہ قبیح اور شنیع ہے کیوں کہ اس میں بہت سارے لوگوں (صارفین جو پورے پیسے ادا کرکے پانی خریدتے ہیں مگر لائن میں بجلی کی موٹر لگا کر پانی کھینچنے والے کے عمل سے وہ پانی سے محروم رہتے ہیں) کے حق میں دراندازی اور چوری کرنا ہے، لہذا شرعاً اس سے احتراز کرنا لازمی وضروری ہے اس لیے کہ:

**وکل من شرکاء الملک أجنبی فی الامتناع عن تصرف مضر فی مال صاحبه لعدم تضمنها الوکالة. الخ.** (۱)

---

(۱) الدر المختار علیٰ رد المحتار للعلامة الحصکفی، کتاب الشرکة: ۳۰۰/۴، ط. ایچ ایم سعید.

اورقرآن کریم میں ہے:''وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلاً''. (سورة الإسراء: ۳۴)

اورحدیث شریف میں ہے:''ألا لايحل مال امرىءٍ إلا بطيب نفس منه''. (۱)

تاہم جو پانی اس غلط طریقہ سے حاصل کیا گیااورکیاجاتاہے وہ پاک وحلال ہے۔البتہ اس کے حصول کا طریقہ شرعاًناجائزاورحرام ہے؛ایسا کرنے والاشرعاًوقانوناًمتعددجرائم کاارتکاب کرنے والا ہے

کتبہ رشیداحمد سندھی،الجواب صحیح:محمدعبدالمجیددین پوری،الجواب صحیح:محمد شفیق عارف، بینات۔محرم الحرام۱۴۲۴ھ

(فتاویٰ بینات جلدچہارم:۴۴۷۔۴۴۸)

## ریل گاڑی کے بیت الخلاء کے پانی کاحکم:

سوال: ریل گاڑی کے پاخانوں (بیت الخلاء) میں جو پانی ہوتاہے وہ پاک سمجھا جائے گایاناپاک؟اس میں پانی ہوتے ہوئے تیمّم کرنا جائزہے یانہیں؟جبکہ اس پانی سے وضوکرتے ہوئے طبیعت کوکراہت معلوم ہوتی ہے۔

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

وہ پانی پاک ہے،طبعی کراہت کی وجہ سے شبہ نہ کیا جائے۔(۲)ایسی حالت میں تیمّم درست نہیں۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ماہنامہ کانپور،اکتوبر ۵۹ء(فتاویٰ محمودیہ:۱۲۸/۵)

## برکت کیلئے زمزم سے بدن اورکپڑے دھونا:

سوال: خانہ کعبہ میں جولوگ آبِ زمزم سے نہاتے ہیں اورکپڑے دھوتے ہیں ان کیلئے نہانا اورکپڑے دھونا درست ہے یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا ومصلياً

برکت کیلئے بدن پراورکپڑوں پرڈالنادرست ہے،نجاست اس سے زائل نہ کی جائے۔(۳)فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۱۲/۴/۱۴۰۱ھ(فتاویٰ محمودیہ:۱۳۳/۵)

## پانی خوشبودارہوکرآب مطلق ہونے سے نہیں نکلتا،کیوڑہ گلاب ملے ہوئے پانی سے وضو،غسل جائزہے:

سوال: ایک مسئلہ دریافت طلب ہے کہ عرق وعطرکی کشیدگی کے لئے دیگ بھبکے جولگاتے ہیں تو وہ جگہ جس میں

(۱) مشكوٰة المصابيح،كتاب البيوع،باب الغصب والعارية،الفصل......۲۵۵،ط.قديمى.

(۲) ''عند أبى يوسف:لا بأس بالوضوء إذا لم يتغيرأحد أوصافه،كذا فى شرح الوقاية،وفى النصاب:وعليه الفتوى،كذا فى المضمرات. (الفتاوىٰ الهندية :۱/۱۷،الباب الثالث فى المياه،رشيديه.وكذافى الهداية :۱/۳۳،الماء الذى يجوزبه التوضوء،شركة علمية،ملتان،وكذا فى التاتارخانية:۱/۱۶۳،المياه، إدارة القرآن كراچى)

(۳) يجوزالاغتسال والتوضؤ بماء زمزم إن كان علىٰ طهارة للتبرك، فلا ينبغى أن يغتسل به جنب ولا محدث ولا فى مكان نجس ولايستنجى به ولا يزال به نجاسة حقيقةً، وعن بعض العلماء تحريم ذلك، وقيل: إن بعض الناس استنجى به فحصل له بأسور. (حاشية الطحطاوى علىٰ مراقى الفلاح: ص:۲۲، الطهارة،قديمى)

عرق یا عطر کشید ہو کے آتا ہے ٹھنڈے پانی میں ڈوبا رکھا جاتا ہے تاکہ اس میں آکے بخارات پانی یا روغن کی صورت میں جمع رہیں تھوڑی دیر کے بعد وہ پانی خوب تیز گرم ہو جاتا ہے جس کے بعد بدل دیا جاتا ہے اس پانی میں گاہے کسی قدر خوشبو بھی اس شئے کی پیدا ہو جاتی ہے جو دیگ درچکہ میں ہوتی ہے آیا وہ پانی مستعمل سمجھا جائے گا اور اس سے غسل و وضو درست نہ ہوگا یا غیر مستعمل اور اس کو غسل و وضو کے کام میں لانا درست ہوگا، کیوڑہ گلاب ملے ہوئے پانی سے غسل و وضو جائز ہے یا ناجائز، جب کہ پانی میں خوب اچھی طرح خوشبو ہو، علیٰ ہذا کسی کم صاف کئے ہوئے ظرف میں پانی گرم ہوا اس میں چکنائی معلوم ہونے لگی اس سے بھی وضو غسل واجب ہوگا یا ناجائز؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ان سب اقسام سے وضو غسل درست ہے یہ سب ماء مطلق ہے۔(۱) ۲۷ رمحرم ۱۳۳۲ھ۔ حوادث: ۱ و ۲، ص: ۱۲۱۔

(امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۶۰)

## دوا سے رنگ اور مزہ تبدیل ہونے والے پانی کا حکم:

سوال: سرکار کی طرف سے دفعِ ہیضہ وغیرہ امراض کیلئے کنویں میں جو دوا ڈالی جاتی ہے اور اس کی وجہ سے رنگ اور بو بدل جاتی ہے تو اس پانی کا حکم کیا ہے اور رنگ اور بو نہیں بدلتی تو کیا حکم ہے؟ امید ہے جواب شافی اور کافی سے مطلع فرما کر شا کر فرمائیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

اگر کسی پاک جامد چیز کے ملنے سے پانی کے تمام اوصاف بغیر پکائے متغیر ہو جائیں لیکن پانی اپنی رقت اور سیلان پر باقی رہے اور اس کا نام بدل کر نیا نام پیدا ہو تو ایسے پانی سے وضو درست ہے۔(۲)

(۱) عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الماء لا ينجسه شيء إلا ما غلب على ريحه وطعمه ولونه۔(ابن ماجة، باب الحياض، ص۴۷، نمبر ۵۲۱)

درخت یا پھل کے رس کا رنگ، یا مزہ، یا بو ضرور بدلا ہوتا ہے اور حدیث میں ہے کہ ان میں سے کوئی چیز بدلی ہوئی ہو تو اس سے وضو جائز نہیں، اس لئے اس سے وضو جائز نہیں ہوگا، اس حدیث کے اشارے سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ انیس

(۲) **مقید پانی:**

مقید پانی سے مراد ایسا پانی ہوتا ہے جو درختوں، پھلوں اور پھولوں سے نکلتا ہے۔ جیسے ناریل، تربوز، خربوز، کیلا، کیوڑا، گلاب وغیرہ کا پانی۔ اس پانی کے علاوہ ہر قسم کی بہنے والے پانی جیسے پٹرول، ڈیزل، کراشن تیل، ودیگر روغنیات وغیرہ یا سیال اشیا بھی مقید پانی کے حکم میں ہیں، یعنی ان سے بدن و کپڑے وغیرہ پر لگی ہوئی نجاست دھونے سے پاک ہو جاتا ہے، مگر وضو غسل کرنے سے طہارت حاصل نہیں ہوتی ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے جس پانی سے وضو غسل کرنے کا حکم دیا ہے وہ مطلق پانی ہے جو بارش، سمندر، دریا، کنواں وغیرہ کا ہوتا ہے۔(الفتاویٰ التاتارخانیہ: ۱/۲۰۷)

اسی طرح اگر مطلق پانی میں پاک چیزیں مل جائیں اور پانی پر غالب ہو جائیں تو ایسا پانی بھی مقید پانی کے حکم میں ہو جائے گا اور اس سے وضو یا غسل صحیح نہیں ہوگا۔ مطلق پانی میں پاک چیزوں کے ملنے اور ان کے پانی پر غالب آنے کی تین صورتیں ہیں: ==

" والغلبة تحصل فی(مخالطة)الماء لشیء من الجامدات الطاهرات بإخراج الماء عن رقته، فلا ینعصرعن الثوب، وإخراجه عن سیلانه فلا یسیل علی الأعضاء سیلان الماء. وأما إذا بقی علٰی رقته وسیلانه فإنه لایضر: أی لایمنع جوازالوضوء به تغیرأوصافه کلها بجامد خالطه بدون طبخ کزعفران وفاکهة وورق شجرة اهـ" مراقی الفلاح." قوله:الطاهرة أما النجسة فتنجس القلیل منه مطلقاً والکثیرإن ظهرأحد أوصافها اهـ". (طحطاوی ص:۱۶، ۱۷)(۱) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ذی قعدہ/۶۷ھ (فتاویٰ محمودیہ:۱۲۹/۵)

==۱......اول یہ کہ پانی میں کوئی چیز پکائی جائے، جیسے دال، سبزی و گوشت کا شوربہ، سوپ وغیرہ ایسے تمام شوربوں ودالوں سے وضو یا غسل صحیح نہیں ہوگا، گرچہ وہ پتلے اور بہنے والے ہوں۔

۲......البتہ اگر بیری کے پتے یا اشنان یا صرف وصابن ڈال کر پانی پکایا جائے اور اس سے مقصد صفائی ہو تو ایسے پانی سے وضو وغسل جائز ہوگا، جیسا کہ حدیث میں ایسے پانی سے مردہ کو غسل کرانے کا حکم آیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

''احرام باندھے ہوئے ایک شخص کو اس کے اونٹ نے کچل دیا اور اس کی وفات ہوگئی، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے غسل کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ ''اسے بیری کے پتے اور پانی سے غسل دو''۔ (رواہ البخاری، البحر الرائق:۷۱/۱)

دوسری صورت یہ ہے کہ پانی میں کوئی جامد وٹھوس چیز مل جائے، جیسے مٹی، سمنٹ، آٹا، چینی، ستو وغیرہ اور ان کے ملنے سے پانی کا پتلا پن ختم ہو جائے اور وہ گارے کی طرح ہو جائے تو اس سے بھی وضو وغسل درست نہیں ہوگا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ (الف) پانی میں کوئی دوسری بہنے والی چیز مل جائے، جیسے دودھ، سرکہ، شہد وغیرہ جو رنگ اور مزہ دونوں میں پانی سے الگ ہو، تو ایسی چیز کے ملنے سے اگر کوئی ایک وصف بھی پانی کا بدل جائے یعنی رنگ اور مزہ میں سے کوئی بھی ایک وصف بدل جائے تو ایسے پانی سے بھی وضو یا غسل جائز نہیں ہوگا۔

(ب) اسی طرح اگر پانی میں ایسی چیز مل جائے جو صرف رنگ یا مزہ میں پانی سے مختلف ہو تو ایسی صورت میں اسی وصف کے غلبہ کا اعتبار ہوگا، یعنی رنگ یا مزہ میں سے جو غالب ہوگا وہ پانی کو مقید پانی کے حکم میں کردے گا اور اس سے وضو یا غسل صحیح نہیں ہوگا۔ (البحر الرائق:۷۳/۱)

نیز ایسے تمام قسم کے پانی جن کا نام بدل جائے، جیسے کوکا کولا، پیپسی، روح افزا وغیرہ تمام مشروبات یا کپڑے رنگنے جانے والے پانی، ان سے بھی وضو یا غسل صحیح نہیں ہوگا۔ (ایضاً:۷۴/۱)

البتہ ایسا پانی جس میں تھوڑا رنگ ہو اور کپڑا رنگنے کے کام میں نہ آتا ہو، تو اس سے وضو وغسل جائز ہوگا۔ جیسے نیل لگا ہوا پانی جو کپڑے دھونے کے بعد پانی میں ڈال کر لگایا جاتا ہے۔ البتہ سیلاب کا پانی جس میں مٹی ملی ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے اس کا رنگ گدلا ہوتا ہے، اس سے وضو کرنا جائز ہے۔ زعفران اور کسم کے پانی سے جب کہ پتلا ہو اور پانی غالب ہو تو وضو جائز ہے اور اگر سرخی غالب ہو تو اس سے وضو جائز نہیں۔ روشنائی یا پھٹکری ڈال کر سیاہ کیے ہوئے پانی سے جو لکھنے ونقش بنانے کے کام میں آتا ہے وضو وغسل جائز نہیں۔ چنا یا باقلا وغیرہ کو پانی میں بھگویا اور پانی کا پتلا پن زائل نہیں ہوا تو اس پانی سے وضو جائز ہے گرچہ اس کا رنگ یا ذائقہ یا بو بدل جائے، کیوں کہ اس صورت میں پانی کا پتلا رہنا معتبر ہے۔ اگر روٹی یا آٹا پانی میں بھگوئے اور پانی کا پتلا پن باقی رہے یا چاول دھوئے، تو ایسے پانی سے بھی وضو وغسل کیا جا سکتا ہے۔ جس پانی سے نمک جمتا ہے اس سے وضو وغسل جائز ہے، البتہ اگر نمک پگھل کر پانی بن جائے، تو اس سے وضو وغسل جائز نہیں۔ (یہ تمام مسائل درمختار، ردالمحتار:۱۲۲/۱، البحر الرائق:۷۲/۱ و۷۳، اور فتح القدیر:۷۳/۱ وغیرہ سے ماخوذ ہیں)۔ (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۶۱ تا ۶۴، انیس)

(۱) حاشیة الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح ص۱۵، کتاب الطهارة. قدیمی. الحلبی الکبیر:۹۰، باب المیاه، سهیل اکیڈمی لاهور۔

## جو پانی درختوں کے پتوں کی وجہ سے خراب ہوگیا ہو، اس کا حکم:

سوال: جس پانی میں درخت کے پتے، بہت دنوں تک پڑے رہنے سے پانی بگڑ گیا ہو، تو اس سے وضو جائز ہے یا نہیں اور وہ پانی پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب

پانی پاک اور وضو درست ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد عفی عنہ گنگوہی۔ بدست خاص، ص۳۲۔ (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۳۰)

## جس پانی میں افیون و بھنگ و چرس مل جائے کیا حکم ہے:

سوال: افیون، بھنگ، چرس، تمباکو پاک ہیں یا نجس، جس پانی میں یہ چیزیں مل جاویں اس پانی سے وضو اور غسل درست ہے یا نہیں؟

الجواب

افیون اور بھنگ وغیرہ نجس نہیں ہیں بلکہ ان کا کھانا پینا حرام ہے اور تھوڑی مقدار بغرض تداوی کھانا جائز ہے جو کہ حد سکر کو نہ پہنچے۔ کما فی الشامی: ولم یقل أحد بنجاسة البنج ونحوہ، الخ.:۱۲۶/۳۔(۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم:۱۸۴/۱)

## پانی کا مزہ وغیرہ بدل جائے تو ناپاک ہے:

سوال: پانی میں اگر بو ہو یا رنگ اور مزہ بدل جائے تو پاک ہے یا ناپاک ہے؟

الجواب

نجاست سے اگر پانی کا مزہ یا بو یا رنگ یا ان میں سے دو یا تینوں بدل جائیں تو وہ ناپاک ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم:۱۷۴/۱)

(۱) ”والغلبة تحصل فی(مخالطة)الماء لشیء من الجامدات الطاهرات بإخراج الماء عن رقته،فلا ینعصر عن الثوب،وإخراجه عن سیلانه فلا یسیل علی الأعضاء سیلان الماء. وأما إذا بقی علٰی رقته وسیلانه فإنه لایضر : أی لایمنع جوازالوضوء به تغیرأوصافه کلها بجامد خالطه بدون طبخ کزعفران وفاکهة وورق شجرة اهـ“مراقی الفلاح.”قوله:الطاهرة، أما النجسة فتنجس القلیل منه مطلقاً والکثیرإن ظهرأحد أوصافهااهـ“. (حاشیة الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح،ص۱۵،کتاب الطهارة،انیس)

(۲) اس پانی سے وضو اور غسل جائز ہے، اگر اس کے اوصاف نہ بدلے ہوں۔ (حاشیۃ الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح،ص۱۵،کتاب الطہارۃ،انیس)

(۳) إن الغدیرالعظیم کالجاری لایتنجس إلابالتغیرمن غیرفصل، هکذا فی فتح القدیر. (عالمگیری کشوری،باب المیاہ:۱۶/۱).(وبتغیرأحد أوصافه) من لون أوطعم أوریح (ینجس) الکثیر......أما القلیل فینجس وإن لم یتغیر. (الدرالمختارعلٰی ردالمحتار،باب المیاه،مطلب حکم سائرالمائعات:۱۷/۱۔ظفیر)

==

## اس نہر کا پانی جس میں پاخانہ کی نالی گرتی ہو:

سوال: قصبہ ہلدوانی میں ایک نہر جاری ہے تمام لوگ اس کا پانی پیتے ہیں، لیکن اس نہر میں قصبہ کے چند مکانات کا پانی پاخانہ کا جاتا ہے اور گرتا ہے تو اس نہر کا پانی پینا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

پانی اس نہر کا پاک ہے، پینا اور وضو کرنا اس سے درست ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم:۱/۱۷۷)

## نہر میں گندگی ڈالنے کی صورت میں پانی کا حکم:

سوال: بڑی بڑی نہریں آبادیوں کے قریب سے گذرتی ہیں تو لوگ عموماً اس میں نجاست اور گندگی پھینکتے رہتے ہیں یہاں تک کہ گاؤں سے بیت الخلا کا پانی بھی انہی نہروں میں شامل ہوتا ہے، بسااوقات نجاسات کے ڈھیر تک پانی میں نظر آتے ہیں تو ایسی نہروں کے پانی سے وضو اور غسل کرنے کا کیا حکم ہے؟

---

== اگر بارش کا پانی سڑک پر بہے اور اس میں نجاست شامل ہوجائے، تو دیکھا جائے گا کہ نجاست پر اگر پانی غالب ہے بایں طور کہ اس میں نجاست کا اثر ظاہر نہیں ہے، تو اس سے وضو کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

اگر پختہ فرش یا کبھی زمین یا چھت پر گندگی ہو اور اس کے اوپر سے بارش یا غیر بارش کا پانی بہے، تو دیکھا جائے گا کہ اگر اکثر پانی نجاست سے مل کر بہتا ہے تو ناپاک ہوگا، ورنہ پاک رہے گا، البتہ اگر چھت پر متفرق طور پر نجاست ہے اور بارش کا پانی اس پر پڑے پھر وہ پرنالے سے گرے، تو دیکھا جائے گا کہ اگر نجاست پرنالے کے پاس نہیں ہے اور پانی کے رنگ، بو یا مزہ میں فرق نہیں ہوا ہے، تو وہ پاک ہے۔(ردالمحتار:۱/۱۸۹)
(طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ۷۵، ۷۶، انیس)

(۱) (و) یجوز (بجارٍ وقعت فیه نجاسة)، (و) الجاری (هو ما یعد جاریاً) عرفاً، الخ. (الدر المختار علیٰ صدر رد المحتار، باب المیاه، مطلب الأصح أنه لایشترط فی الجریان المدد:۱/۱۷۳)

پانی میں اگر نجاست یعنی پاخانہ، پیشاب، خون، شراب یا دیگر کوئی نجس چیز شامل ہوجائے، تو اس وقت تک وہ ناپاک نہ ہوگا، جب تک کہ اس پانی کا مزہ یا رنگ یا اس کی بو میں سے کوئی ایک صفت نہ بدل جائے، اگر پانی کے مزہ یا رنگ یا بو میں اس نجاست کے اثر سے تبدیلی آ گئی، تو پھر ایسا جاری پانی بھی ناپاک ہوجائے گا اور اس کو پینا یا اس سے کپڑا دھونا یا وضو وغسل کرنا جائز نہ ہوگا۔(الفتاویٰ التاتارخانیہ:۱/۱۶۴) اگر ایسے جاری پانی میں جس کے رنگ یا مزہ یا بو میں تغیر آ گیا تازہ پانی آ کر مل جائے اور اس تغیر کو ختم کردے، تو پھر وہ پانی پاک ہوجائے گا۔(الفتاویٰ التاتارخانیہ:۱/۱۶۴) جاری پانی میں اگر ایسی نجاست گرجائے جو نظر آتی ہو، جیسے پاخانہ یا مردار جانور، تو جس جگہ وہ نجاست ہو وہاں وضو یا غسل نہیں کرسکتے ہیں، اس لیے کہ وہاں کا پانی ناپاک ہے اور اگر ایسی نجاست گری ہو جو نظر نہ آئے، جیسے پیشاب تو جب تک اس کا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدلے اس سے وضو یا غسل کرسکتے ہیں، اس لیے کہ وہ پانی نجس نہ ہوگا۔(الفتاویٰ التاتارخانیہ:۱/۱۶۴)

شہروں اور قصبوں کے ایسے نالے جن میں گندے پانی بہتے ہیں اور ان کا رنگ وبو ومزہ عام پانی سے بدلا ہوا رہتا ہے، ایسا پانی ناپاک ہے۔(الفتاویٰ التاتارخانیہ:۱/۱۶۸)۔(طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ۷۴ تا ۷۶، انیس)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ

نہروں کا پانی جاری ہے اور جاری پانی میں جب تک اوصاف متغیر نہ ہوں یعنی رنگ، ذائقہ اور بو میں فرق نہ آیا ہو تو نجاست کے وقوع سے پانی ناپاک نہیں ہوتا، ایسی بڑی نہروں میں عموماً نجاست مغلوب ہوجاتی ہے اور پانی میں اس کا کوئی خاص اثر ظاہر نہیں ہوتا، اس لئے نہروں کا پانی پاک ہے اس سے وضو اور غسل جائز ہے۔

**قال الحصکفیؒ: ''(و) یجوز (بجارٍ وقعت فیه نجاسة، و) الجاری (هو مایعد جاریاً) عرفاً، ...... (إن لم یر) أی یعلم (أثره) فلو فیه جیفة أو بال فیه رجال فتوضأ اٰخر من أسفله جاز مالم یر فی الجریة أثره (وهو) إما (طعم أو لون أو ریح)'' (الدر المختار علیٰ صدر رد المحتار، باب المیاه، مطلب الأصح أنه لایشترط فی الجریان المدد. (ج ا ص ۱۸۷)** (۱) (فتاویٰ حقانیہ، جلد دوم، صفحہ ۵۴۸ و ۵۴۹)

## گٹر اور نالے کے پانی کا حکم:

سوال: کیا یہ درست ہے کہ چلتا پانی پاک ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں اگر چلتا پانی پاک ہے تو ہر گٹر نالے کا کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جاری پانی اس وقت تک پاک ہوتا ہے جب تک کہ پانی کے اوصاف ثلاثہ (رنگ، بو، مزہ) میں سے کوئی وصف گندگی کی وجہ سے تبدیل نہ ہوجائے اگر ان میں سے ایک وصف بھی تبدیل ہوگیا تو جاری پانی بھی ناپاک ہوجائے گا، جبکہ گٹر، نالہ میں مذکورہ اوصاف تبدیل شدہ ہوتے ہیں، اس لیے باوجود جاری ہونے کے وہ ناپاک ہی کہلائے گا۔

**کما فی الهندیة: والفتویٰ فی الماء الجاری أنه لایتنجس مالم یتغیر طعمه أو لونه أو ریحه من النجاسة، کذا فی المضمرات. (۱/ ۱۷)** واللہ اعلم (فتاویٰ دارالافتاء والقضاء جامعہ بنوریہ پاکستان، سیریل نمبر: ۱۰۳۱۶)

## چہرہ اور ہاتھ سے وضو کے ٹپکنے والے پانی کا حکم:

سوال: اگر کوئی بھی نمازی مسجد کے صحن یا کہیں بھی وضو کرتا ہے، وضو کا پانی زمین پر گرتا ہے یا سمنٹ کے پلاسٹر کئے ہوئے نالی پر گرتا ہے، تو وہ گرا ہوا پانی پاک ہے یا ناپاک؟ مکمل ومدلل جواب دیں۔

الجواب ـــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

وضو یا غسل میں استعمال کئے ہوئے پانی کے بارے میں فقہا کے درمیان اختلاف ہے کہ یہ پانی کب مستعمل

---

(۱) **قال فی الهندیة: ''وفی النصاب: والفتویٰ فی الماء الجاری أنه لایتنجس مالم یتغیر طعمه أو لونه أو ریحه من النجاسة'' کذا فی المضمرات. (الهندیة، الباب الثالث فی المیاه: ج ا ص ۱۷/ ومثله فی البحر الرائق، کتاب الطهارة: ج ا ص ۸۲)**

ہوتا ہے؟ یا اعضا پر ڈالتے ہی یا ان سے جدا ہونے کے بعد، تو صحیح قول اعضا سے جدا ہونے کے بعد ہی مستعمل ہونے کا ہے، خواہ کسی جگہ ٹھہرے یا نہ ٹھہرے۔ **کما فی الهداية:**

**ومتى يصير الماء مستعملاً الصحيح أنه كما زال عن العضو صار مستعملاً لأن سقوط حكم الاستعمال قبل الانفصال للضرورة ولا ضرورة بعده.(الهداية:١/٣٩)**

مشہور اور مفتیٰ بہ روایت کے مطابق امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وضو اور غسل میں استعمال کیا ہوا پانی پاک ہے لیکن اس میں پاک کرنے کی صلاحیت نہیں ہے، البتہ نجاست حقیقیہ کا ازالہ اس پانی سے درست ہے۔ **کما فی الشامی:**

**(قوله وهو طاهر) رواه محمدؒ عن الإمام وهذه الرواية هي المشهورة عنه، واختارها المحققون، قالوا عليها الفتوىٰ، لافرق في ذلك بين الجنب والمحدث. واستثنى الجنب في التجنيس إلا أن الإطلاق أولىٰ وعنه التخفيف والتغليظ، ومشائخ العراق نفوا الخلاف وقالوا إنه طاهر عند الكل. وقد قال في المجتبىٰ: صحت الرواية عن الكل أنه طاهر غير طهور، وفي الدر: (و) حكمه أنه (ليس بطهور) لحدث بل لخبث على الراجح المعتمد. (قوله ليس بطهور): أي ليس بمطهر (قوله على الراجح) مرتبط بقوله بل لخبث: أي نجاسة حقيقية، فإنه يجوز إزالتها بغير الماء المطلق من المائعات خلافاً لمحمد. (الدر المختار مع الشامي:١/١٣٤)**

الحاصل جس پانی سے وضو کیا گیا ہے وہ پاک ہے، یعنی اگر کپڑے وغیرہ کو لگ جائے تو کپڑا ناپاک نہیں ہوگا، لیکن اس سے کوئی شخص اگر وضو کرنا چاہے تو وضو نہیں ہوگا۔(١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم، حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاوی:٦/٤٣ و٤٤)

---

(١) مطلق پانی کو استعمال میں لانے اور پاکی حاصل کرنے کے اعتبار سے پانچ قسمیں ہیں:

بعض پانی سے پاکی حاصل کرنا جائز۔ بعض سے مکروہ، بعض سے مشکوک، بعض پانی گرچہ خود پاک ہوتا ہے، مگر اس سے پاکی حاصل نہیں ہوتی اور بعض پانی ناپاک ہوتا ہے اور اس سے طہارت جائز نہیں ہوتی ہے، نیچے ان تمام کی تفصیل لکھی جاتی ہے:

پہلی قسم کو ''طاہر مطہر غیر مکروہ'' کہتے ہیں، یعنی ایسا پانی ہے جو خود پاک ہے اور اس سے پاکی حاصل کرنا بلا کراہت جائز ہے، جیسے بارش، دریا، ندی، نالہ، نہر، چشمہ، تالاب، کنواں، نل وغیرہ کا پانی۔ اس پانی سے نجاست حقیقی، پیشاب وغیرہ کا پاک کرنا، اور نجاستِ حکمی، جنابت کا غسل اور وضو کی طہارت دونوں حاصل کی جاتی ہے۔

دوسری قسم ایسے پانی کی ہے جو خود پاک ہے، مگر اس سے پاکی حاصل کرنا مکروہ تنزیہی ہے، یعنی طاہر مطہر مکروہ ہے، جیسے ایسا پانی جو دھوپ سے گرم ہو گیا ہو، یا ایسا قلیل پانی جس میں آدمی کا تھوک یا ناک کی رینٹ مل گئی ہو، تو ایسے پانی سے طہارت حاصل کرنا اچھے پانی کی موجودگی میں مکروہ تنزیہی ہوگا۔

تیسری قسم ایسے قلیل پانی کی ہے جس میں گدھے یا خچر نے منھ ڈال کر جوٹھا کر دیا، تو اس پانی سے وضو یا غسل نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ یہ پانی گرچہ پاک ہے، مگر اس سے پاکی حاصل ہونا نہ ہونا مشکوک ہے۔

چوتھی قسم مستعمل پانی کی ہے جو ایک بار وضو یا غسل کے لیے استعمال میں آیا اور وہ کسی برتن میں جمع ہو گیا، پھر اس سے دوبارہ وضو یا غسل کرنا جائز نہیں۔ (یہ طاہر وغیر مطہر ہے) البتہ اس پانی سے ناپاک شئی دھونے سے پاک ہو جائے گی۔ اور اس سے وضو اور غسل نہیں کیا جائے گا۔

پانچویں قسم ایسے پانی کی ہے جس میں کوئی ناپاک شئی، پیشاب، پاخانہ وغیرہ گر گئی ہو، تو ایسے پانی سے وضو یا غسل جائز نہیں اور نہ ناپاک چیز کو دھونے سے وہ چیز پاک ہوگی۔ (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ٦٤ تا ٦٦، انیس)

## ماء مستعمل کے قطروں کا جسم یا کپڑوں پر گرنا:

سوال: وضو کرنے کی حالت میں یا وضو کرنے کے بعد اگر وضو کا پانی جسم پر یا جسم کے کسی کپڑے پر گر جائے تو اس صورت میں کپڑا یا وہ حصہ جسم کا جس پر ماء مستعمل گر گیا ہے تو کیا وہ جگہ نجس ہوگئی یا وہ کپڑا ناپاک ہوگیا؟
برائے مہربانی مفصل ومدلل مع ثبوت احادیث مستندہ وکتب فقہ تحریر فرمائیے گا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیاً

اس پانی سے مفتیٰ بہ قول کے موافق نہ جسم ناپاک ہوتا ہے نہ کپڑا۔

”والماء المستعمل لقربة أورفع حدث إذا استقر فی مکان طاهرٌ لامطهرٌ“. (بحر: ۱/۹۰)(۱)

وأما ما مسح بالمندیل أوتقاطر علی الثوب فهو مستعمل، إلا أنه لایمنع جواز الصلوٰة؛ لأن الماء المستعمل طاهر عندمحمدؒ، وهو المختار“ الخ. (بحر: ۱/۹۸)(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۶/۵/۵ھ

صحیح: سعید احمد، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: عبداللطیف (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۱۲۵)

## زمین پر بیٹھ کر وضو کرنے سے چھینٹیں کپڑے پر پڑیں تو وہ کپڑا پاک ہے:

سوال: عموماً لوگ زمین پر نیچے بیٹھ کر وضو کرتے ہیں مسجد کے علاوہ، ایسی حالت میں زمین کی تمام چھینٹیں کپڑوں پر پڑتی ہیں اور انہیں کپڑوں سے نماز ادا کرتے ہیں۔ ان کے کپڑے ایسی حالت میں ناپاک ہوتے ہیں یا پاک؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیاً

ان چھینٹوں کی وجہ سے کپڑے ناپاک نہیں ہوتے۔ (۳) نماز درست ہوجاتی ہے، مگر ایسا کرنا خلافِ نظافت واحتیاط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۲۵۱)

## وضو کی چھینٹ کا حکم:

سوال: وضو کرتے وقت جو چھینٹیں پانی کے کپڑوں پر گرتی ہیں ان سے کپڑا نجس ہوتا ہے اور اس کپڑے سے نماز پڑھنا مکروہ ہے یا وضو کا جمع کیا ہوا پانی نجس ہے؟

---

(۱-۲) البحر الرائق: ۱/۱۶۴ اور ۱/۱۶۹-مبحث الماء المستعمل، رشیدیة.

(۳) ”أما غسالة النجاسة الحکمیة: وهی الماء المستعمل، فهو فی ظاهر الروایة طاهر غیر مطهر، أی لا یجوز التوضؤ به، لکن فی الراجح یجوز إزالة النجاسة الحقیقیة به“. (الفقه الإسلامی وأدلته: ۱/۳۴۱، المبحث الرابع، حکم الغسالة، رشیدیة، وکذا فی الدر المختار: ۱/۲۰۱، مبحث الماء المستعمل، سعید)

الجواب ______________ حامدًا و مصلیاً

اعضائے وضو سے جو پانی کی چھینٹیں کپڑوں پر گریں ان سے کپڑے ناپاک نہیں ہوں گے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند(فتاویٰ محمودیہ:۲۵۳/۵)

## ناپاک زمین پر پانی پڑکر جو چھینٹ اڑتی ہے وہ پاک ہے یا ناپاک:

سوال: ہم مرغی پالتے ہیں جس کے پاخانہ سے اکثر زمین ناپاک ہوتی ہے اور لوگوں کے چلنے سے تمام زمین نجس ہوتی ہے، اور اس ملک کی زمین گیلی ہے، دھوپ کی تیزی کم ہے، نہ زمین سوکھتی ہے نہ وہ پاخانہ۔ہمیں اس پر وضو کرنا پڑتا ہے جس کی چھینٹیں لوٹے اور بدن پر آتی ہیں، وہ چھینٹ پاک ہے یا نہیں؟

الجواب ______________

ناپاک زمین پر وضو کر کے پیر رکھنا نہ چاہئے۔حتی الوسع احتیاط کرنی چاہئے اور جس امر میں عموم بلویٰ ہو اس میں شارع کی طرف سے تخفیف کا حکم بھی ہو جاتا ہے۔(۲) فقط (پس صورت مسئولہ میں عموم بلویٰ ہے تو معاف ہوگا، مگر حتی الوسع اس طرح وضو کرنا چاہئے کہ چھینٹ نہ پڑنے پائے۔ظفیر)(فتاویٰ دارالعلوم:۳۶۰/۱۔۳۶۱)

## ماءِ مستعمل کسے کہتے ہیں:

سوال: زید، عمر اور بکر کا باہم تنازع ماء مستعمل میں ہے۔زید کا بیان ہے کہ ماء مستعمل وہ پانی کہلاتا ہے کہ غسل یا وضو کرتے ہوئے اعضا سے جدا ہو کر زمین پر گرے، اسی ماء مستعمل کا یہ حکم بیان کیا جاتا ہے کہ وہ خود پاک ہے، لیکن دوسری شئی کو پاک نہیں کرسکتا، گو اعضا پر ناپاکی نہیں لگی ہوئی ہوتی مگر چونکہ اس کو بھی علی وجہ القربۃ استعمال کیا جاتا ہے اور معنیً اس سے حدث کا ازالہ ہوتا ہے اس وجہ سے اس کا یہ حکم رکھا گیا ہے، بدیں وجہ زید ماء مستعمل کی تعریف کرتے ہوئے یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وضو کرتے ہوئے جو پانی مساجد کی نالیوں میں گرتا ہے وہ ماء مستعمل ہے، خود پاک ہوتا ہے لیکن دوسری شئی کو پاک نہیں کرسکتا اور وہ پانی جو کہ وضو کے بعد لوٹے میں بچ جاتا ہے وہ طاہر وطہور دونوں ہے اور اس

---

(۱) قال العلامة الحصكفيؒ : "وانتضاح غسالة لا تظهر مواقع قطرها في الإناء عفوٌ". (الدر المختار)

وقال ابن عابدينؒ: وفي الفتح: "وماترشش على الغاسل من غسالة الميت مما لايمكنه الامتناع عنه مادام في علاجه لاينجسه لعموم البلوىٰ". (رد المحتار، باب الأنجاس، مطلب العرقي الذي يستقطر الخ:۳۲۵/۱، سعید)

(۲) (و)عفي الخ (بول انتضح كرؤوس إبر) الخ وإن كثر بإصابة الماء للضرورة، الخ وطين شارع وبخار نجس، وغبار سرقين، ومحل كلاب، وانتضاح غسالة لاتظهر مواقع قطرها في الاناء عفو. (در مختار)

وقال الشامي: وفي الفتح: وماترشش على الغاسل من غسالة الميت ممالايمكنه الامتناع عنه مادام في علاجه لاينجسه لعموم البلوىٰ. (ردالمحتار، باب الأنجاس:۲۹۷/۱ تا ۳۰۰، ظفیر)

پانی کا استعمال ہر جگہ ہوسکتا ہے یعنی کپڑا او بدن وغیرہ پاک کر سکتے ہیں اور وضو کے کام میں بھی لا سکتے ہیں۔ چونکہ لوٹے کا پانی مستعمل نہیں ہوتا، اس لئے اس پانی سے وضو کرنے میں کیا شبہ اور کیا خلل؟

بیانِ مذکور پر بکر یہ کہتا ہے کہ نہیں، وضو کے بعد جو پانی لوٹے میں رہتا ہے وہ ماء مستعمل ہے اور اس سے وضو کرنا ناجائز ہے اور دلیل اور وجہ معقول اپنے نزدیک یہ بیان کرتا ہے کہ چونکہ وضو کرتے ہوئے پانی کے قطرے لوٹے میں ضرور گر جاتے ہیں، لہٰذا وہ مستعمل ہوجاتا ہے وضو کے کام میں لانا درست نہیں۔

زید نے اس کا معارضہ یہ پیش کیا ہے کہ اگر چند قطروں کی وجہ سے وہ مستعمل ہوگیا تو چاہئے کہ ہر ایک عضو کے واسطے جدا برتن ہو، چونکہ قطرہ ہاتھوں کا ضرور لوٹے میں بکر کے قول کے موافق گر جائے گا اور وہ پانی مستعمل ہوجائے گا۔ اس وجہ معقول کا جواب بکر صرف ان الفاظ میں دے کر پھر ایک معارضہ پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ لوٹوں کو بھی بغیر پاک کئے ہوئے وضو نہ کریں، چونکہ ماء مستعمل لپٹا ہوا ہے، بلکہ گھونٹ دو گھونٹ باقی رہ جاتا ہے۔ اس پر بکر یہ کہتا ہے کہ اس قدر کا کچھ حرج نہیں۔ پھر زید نے کہا کہ جب گھونٹ دو گھونٹ کا کچھ نقصان نہیں تو وضو کرتے ہوئے کونسے سو دو سو گھونٹ لوٹے میں گر جاتے ہیں۔

امید کہ برائے کرم مفصل جواب تحریر فرماویں کہ لوٹے کا بچا ہوا پانی مستعمل ہوتا ہے یا وہ پانی جو وضو کرتے ہوئے نالیوں میں گرتا ہے اور جس طرح کہ وضو کا بچا ہوا پانی پینا جائز ہے، اس پانی کو دوسری شئی کے پاک کرنے میں یا وضو کے کام میں لا سکتے ہیں یا نہیں، یعنی اس سے وضو کرنا جائز ہے یا نہیں؟

دیگر جس مقام پر عربی داں عالم موجود ہوں اس مقام پر کسی شخص اردو داں کو یعنی استاد سے مسئلہ نہ سیکھا ہو اور متعدد مرتبہ بلکہ سب مسائل عقل پر زور دے کر اپنی ظاہری عزت کی وجہ سے غلط سلط بتلا دیتا ہو، شریعت مقدسہ میں ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

**الجواب ــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً**

ماء مستعمل وہ ہے کہ جس سے حدث کو زائل کیا گیا ہو یا علی وجہ القربۃ بدن میں استعمال کیا گیا ہو تو عضو سے علاحدہ ہوتے ہی اس کو مستعمل کا حکم دے دیا جائے گا، اس سے پہلے اس کو مستعمل نہیں کہا جائے گا خواہ بدن پر لگا ہوا ہو یا لوٹے وغیرہ میں بعد وضو موجود رہے۔(۱)

---

(۱) مستعمل پانی کی تعریف: ایسا پانی جس کو غسل میں استعمال کیا جائے خواہ غسل جنابت ہو یا مسنون مستحب غسل، یا وضو میں استعمال ہو خواہ حدثِ اصغر کو دور کرنے کے لیے ہو یا بہ نیت ثواب وضو پر وضو کیا جائے، ان دونوں صورتوں میں بدن سے گرنے والا پانی مستعمل کہلاتا ہے۔

ایک قسم پانی کی وہ ہے جس سے نجاست حکمیہ (''نجاست حکمیہ'' سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی عبادت کے لیے وضو اور غسل کو بعض حالتوں میں فرض قرار دیا ہے جس سے مقصود یہ ہے کہ انسانی بدن سے گناہوں کے اثرات دور ہوں اور روحانی ترقی حاصل ہو۔ اور چوں کہ بدن پر کوئی ظاہری نجاست نہیں ہوتی ہے اس کے باوجود وضو کا یا غسل کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لیے یہ سمجھا جائے گا کہ بدن سے معنوی نجاست کو دور کرنا مقصود ہے) زائل کی جاتی ہے اور یہ تین طرح کی ہے۔ ==

"الماء المستعمل ماء أزيل به حدث أو استعمل في البدن علٰى وجه القربة...ومتى يصير الماء مستعملاً؟ الصحيح أنه كما زال عن العضو صار مستعملاً". (الهداية:۱/۲۲)(۱)

لہٰذا جو پانی وضو اور غسل کے بعد برتن، لوٹے وغیرہ میں بچا رہتا ہے وہ مستعمل نہیں اس کو پینا اور رفع حدث وغیرہ میں استعمال کرنا جائز ہے۔ البتہ جو قطرات وضو کرتے ہوئے بدن سے جدا ہو کر لوٹے میں گرتے ہیں وہ مستعمل ہیں اور ماء مستعمل خود تو طاہر ہوتا ہے مگر اس کو رفعِ حدث یعنی وضو اور غسل کیلئے استعمال کرنا جائز نہیں۔ ہاں کپڑا وغیرہ اس سے پاک کیا جاسکتا ہے: (وهو (أي الماء المستعمل) طاهر)......(و)......(ليس بطهور) لحدث بل لخبث على الراجح المعتمد" قال الشامي: "(قوله على الراجح) مرتبط بقوله بل لخبث: أي نجاسة حقيقية، فإنه يجوز إزالتها بغير الماء المطلق من المائعات خلافاً لمحمدؒ". (شامی:۱/۲۰۷)(۲)

لیکن وہ قطرات قلیل ہیں، جب خالص پانی ان سے زیادہ ہے تو اب اس کو وضو کے کام میں لانے میں بھی کوئی خرابی نہیں۔

"الثالث أنهم قد صرحوا بأن الماء المستعمل على القول بطهارته إذا اختلط بالماء الطهور، لايخرجه عن الطهورية، إلا إذا غلبه أو ساواه، أما إذا كان مغلوباً فلايخرجه عن الطهورية، فيجوز الوضوء بالكل". (بحر:۱/۷۰)(۳)

---

==۱۔ اول وضو کا دھون: اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بے وضو ہے اور اس نے وضو کیا، یا باوضو ہے پھر بھی ثواب کے لیے دوبارہ وضو کیا تو پانی مستعمل ہوجائے گا۔

۲۔ اگر بے وضو آدمی وضو کے اعضا کے علاوہ کوئی اور عضو مثلاً ران، پہلو، پیٹ وغیرہ دھوئے تو یہ پانی مستعمل کے حکم میں نہ ہوگا۔

۳۔ کیوں کہ یہ اعضاء وضو نہیں ہیں۔ اعضاء وضو ہاتھ، پاؤں، چہرہ، ناک، کان، منھ اور سر ہیں کہ جب ان اعضا کو فرض یا سنت ہونے کی حیثیت سے دھویا جائے تو پانی مستعمل ہوجائے گا۔ چاہے کل اعضا دھوئے یا بعض۔

۴۔ جنبی یا حیض والی عورت نے وضو کیا تو بھی پانی مستعمل ہوجائے گا۔

۵۔ اعضا کو ایک بار دھوئے یا تین بار، ہر دفعہ کا دھون مستعمل کے حکم میں ہوگا۔ البتہ اگر اس سے زیادہ چوتھی بار دھوئے تو یہ اسراف ہے اور مستعمل کے حکم میں نہیں ہوگا۔

۶۔ اگر باوضو آدمی صرف ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے بلانیتِ ثواب دوبارہ وضو کرے تو وہ پانی مستعمل نہیں ہوگا۔

۷۔ اگر وضو کے لیے پانی چلو میں لیا یا وضو کے لیے برتن میں رکھے ہوئے پانی میں انگلی ڈال دی تو پانی مستعمل نہیں ہوگا۔ (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۶۶ تا ۶۹، انیس)

(۱) الهداية:۱/۳۹، الماء المستعمل، مكتبه شركة علمية.

(۲) الدر المختار مع رد المحتار:۱/۲۰۱، مبحث الماء المستعمل، سعيد.

(۳) البحر الرائق:۱/۱۲۹۔ المياه، رشيدية.

دیگر غیر عالم کو بغیر واقفیت کے مسئلہ اپنی عقل کے زور سے بتانا سخت گناہ ہے، خصوصاً جب کہ وہاں عالم بھی موجود ہو، اور اگر اس نے غلط بتلایا اور کسی نے اس پر عمل کیا تو عمل کرنے والے کا گناہ بھی بتلانے والے کے ذمہ ہوگا:

**"عن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من أفتیٰ بغير علم فإثمه علیٰ من أفتاه" رواه أبو داؤدؒ. (مشکوٰة شريف: ص ٣٥)(١)**

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہوگا"۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۲۲/۵، ۱۲۶)

## ماءِ مستعمل:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں:

زید کہتا ہے کہ اگر لوٹے میں وضو کیلئے پانی رکھا گیا اور متوضی کی انگلی یا کسی اور شخص کی جو کہ بے وضو ہو انگلی پڑ گئی تو وہ پانی ماء مستعمل ہو جاتا ہے اور پھر اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے۔ ماء مستعمل کب ہوتا ہے اور کتنے عضو کے پانی میں پڑ جانے سے پانی مستعمل ہو جاتا ہے؟

**"كذا إذا وقع الكوز في الجبّ، فأدخل يده فيه إلى المرفق لإخراج الكوز، لا يصير مستعملاً بخلاف ما إذا أدخل يده في الإناء أو رجله للتبرد، فإنه يصير مستعملاً لعدم الضرورة، هكذا في الخلاصة.**

**ويشترط إدخال عضوٍ تامٍ لصيرورة الماء مستعملاً في الرواية المعروفة عن أبي يوسف، كذا في المحيط و بإدخال الإصبع و الإصبعين لا يصير مستعملاً، كذا في الظهيرية".** (فتاویٰ عالمگیریہ: ۱/۱۲)

جواب مکمل ومدلل فرمائیں۔

نیز خط کشیدہ عبارت کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا، اس کا مطلب بھی سمجھا دیجئے کہ یہ قول معتبر ہے یا نہیں؟ اور نیز معترض یہ بھی وجہ بیان کرتا ہے کہ چونکہ حصۂ انگلی یا انگلی ڈوب جانے سے اس حصہ کی نجاست حکمیہ زائل ہوگئی۔ لہٰذا وہ پانی مستعمل ہو گیا۔ کنویں سے گھڑا بھرا جاتا ہے اور اس کو ہاتھ سے پکڑ کر اٹھایا جاتا ہے جس سے اس میں اکثر انگلیاں ڈوب جاتی ہیں، لہٰذا زید کے کہنے کے مطابق اس سے وضو جائز نہیں اور ہم لوگوں کے یہاں یہی طریقہ پانی لانے میں ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں اس پانی سے وضو کی ہوئی نمازیں بھی باطل ہوں گی۔ کیا یہ شبہ صحیح ہے؟

**الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیاً**

ماء مستعمل سے وضو جائز نہیں، لیکن اگر ماء مستعمل اور غیر مستعمل مخلوط ہوں اور غیر مستعمل زیادہ ہو تو وضو جائز ہے

(١) مشکوٰة المصابیح، کتاب العلم، قبیل الفصل الثالث: ۳۵۔ قدیمی

کیونکہ مفتیٰ بہ اور مختار قول کے مطابق ماء مستعمل طاہر غیر مطہر ہے۔(۱)

جب لوٹے میں ایک انگلی یا گھڑے میں چند انگلیاں ڈوب جائیں تو اس سے وہ تمام یا اکثر مستعمل نہیں ہوتا بلکہ جس قدر حصۂ ماء سے انگلی ملاقی ہوگی اسی قدر حصہ مستعمل ہوگا اور وہ بہت ہی قلیل مقدار ہے:

**والغلبة في المائع الذى لاوصف له كالماء المستعمل،تكون الغلبة بالوزن، وهذا الاعتبار يجرى فى ماء ألقى الماء المستعمل فى المطلق أوانغمس الرجل فيه على ماهوالحق. وأما ما فى كثيرمن الكتب:من أن الجنب إذا أدخل يده أورجله فى الماء، فسد الماء، فمبنيٌ على رواية نجاسة الماء المستعمل، وهى رواية شاذة، وأما على المختار للفتوىٰ، فلا.**

**قال فى البحر:**

**"فإذاعرفت هذا فلا تتأخر عن الحكم بصحة الوضوء:أى والغسل من الفساقى الصغار الكائنة فى المدارس والبيوت،إذ لافرق بين استعمال الماء خارجاً ثم صبه فى الماء المطلق وبين ما إذا انغمس فيه، فإنه لايستعمل منه إلا ما تساقط عن الأعضاء أولاقىٰ الجسد فقط، وهو بالنسبة لباقى الماء قليل، ويتعين عليك حمل كلام من يقول بعدم الجوازعلى القول الضعيف لاالصحيح،فالحاصل:أنه يجوزالوضوء والغسل من الفساقى الصغارمالم يغلب على ظنه أن الماء المستعمل أكثر أومساوٍ،ولم يغلب على ظنه وقوع نجاسة فيه، وتمامه فيه". (۲)**

**"واعلم أن صفة الماء المستعمل حكى بعضهم فيها خلافاً على ثلاث روايات، وقال مشايخ العراق:لم يثبت فى ذلك اختلاف أصلاً،بل هوطاهرٌغيرطهورعند أصحابنا جميعاً،قال شيخ الإسلام فى شرح الجامع الصغير :وهوالمختارعندنا،وهوالمذكورفى عامة كتب محمدؒ عن أصحابنا،واختاره المحققون من مشائخ ماوراء النهر. وقال فى المجتبىٰ: وقد صحت الروايات**

---

(۱) عن جابرؓ يقول: جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم يعودنى وأنا مريض لاأعقل فتوضأ وصب عليَّ من وضوئه فعقلت. (بخارى،باب صب النبى صلى الله عليه وسلم وضوء ه على المغمى عليه)

سمعت السائب بن يزيد يقول: ذهبت بى خالتى إلى النبى صلى الله عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إن ابن أختى وقع، فمسح رأسى ودعا لى بالبركة ثم توضأ فشربت من وضوء ه. (بخارى،باب استعمال فضل وضوء الناس)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماء مستعمل پاک ہے تب ہی تو وضو کا پانی پلایا۔ غیر مطہر کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر عضو کے وضو کے لئے الگ الگ پانی لیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أتحبون أن أريكم كيف كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتوضأ فدعا بإناء فيه ماء فاغترف غرفة بيده اليمنى فتمضمض واستنشق ثم أخذ أخرىٰ فجمع بها يديه ثم غسل وجهه، الخ .(أبوداؤد،باب فى الوضوء مرتين،انیس)

(۲) حاشية الطحطاوى علىٰ مراقى الفلاح: ص۲۶۔ كتاب الطهارة، قديمى.

عن الكل أنه طاهر غير طهور، إلا الحسن وروايته شاذة غير مأخوذ بها، كما في مجمع الأنهر" الخ. (طحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الطهارة:۱۴۔۱۶)(۱)

علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بحر میں اور شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ردالمحتار میں اس پر تفصیلی کلام کیا ہے۔

خط کشیدہ عبارت کا مطلب بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ظرف میں اگر پورا ہاتھ دیا جائے اور وہ ظرف زیادہ بڑا نہ ہوتو اس پانی کا اکثر حصہ ہاتھ سے ملاقی ہوکر مستعمل ہوجائے گا۔ اگر صرف ایک دو انگلی اس میں داخل کرے تو اس سے وہ تمام پانی مستعمل نہ ہوگا، چونکہ اس طرح اکثر حصہ انگلی سے ملاقی نہ ہوگا بلکہ اقل ملاقی ہوگا اور غلبہ غیر مستعمل کو حاصل رہے گا۔ پس تمام پانی سے وضو کے جواز کا حکم دیا جائے گا۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/ جمادی الاولیٰ ۶۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۷/ جمادی الاولیٰ ۶۹ھ (فتاویٰ محمودیہ:۱۲۰/۵، ۱۲۲)

## ماء مستعمل کا حکم:

سوال: (۱) وضو کا مستعمل پانی جو نالی میں گرتا ہے وہ پاک ہے یا ناپاک؟ اگر وضو کرتے وقت جلدی میں ٹوپی نالی میں گر گئی اور بغیر دھوئے ہوئے پہن کر نماز پڑھ لی تو اس کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

سوال: (۲) ایسے ہی غسل خانہ میں کوئی نجاست نظر نہیں آتی، ایک شخص نے دیوار پر کپڑے رکھے، وہ ہوا سے غسل خانہ میں گر گئے اور اس نے بلا دھوئے نماز پڑھ لی تو اس کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیاً

(۱) ماء مستعمل مفتیٰ بہ قول پر پاک ہے، اگر وضو کی نالی میں کوئی نجاست نہیں تھی تو ایسی ٹوپی اوڑھ کر نماز پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔(۲)

(۲) ان کپڑوں کا حکم بھی یہی ہے، تاہم ایسی ٹوپی اور کپڑوں کا دھو لینا اَحوط ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۳/۹۰ ۱۳ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۳/۹۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۲۶/۵)

---

(۱) حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الطهارة ص:۲۳، قدیمی۔ كذا في الدر المختار: ۱۹۸/۱، مبحث الماء المستعمل، سعید، البحر الرائق: ۱۶۴/۱، مبحث الماء المستعمل، رشيدية. مجمع الأنهر: ۳۰/۱، المياه، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۲) في النوازل: روى عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ: أن الماء المستعمل .......... وهذا إذا اجتمع في موضع، ثم أصاب الثوب، أما إذا تقاطر من أعضائه وأصاب الثوب، فإنه لا يغسل في قولهم جميعا. (الفتاویٰ التاتارخانية: ۲۱۳/۱، الماء المستعمل، إدارة القرآن، كراچی)

## مستعمل پانی کا حکم:

سوال: وضو یا غسل میں مستعمل پانی کا کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

وضو یا غسل میں مستعمل پانی پاک ہے، لیکن اس کا اندرونی استعمال مکروہ تنزیہی ہے اور اس سے وضو اور غسل درست نہیں، البتہ نجاست حقیقیہ کے لئے مطہر ہے یعنی اس سے نجس چیز دھوئی جائے تو پاک ہوجائے گی۔

**قال العلاء رحمه الله تعالىٰ: (وهو طاهر) ولو من جنب وهو الظاهر، لكن يكره شربه والعجن به تنزيهاً للاستقذار، وعلىٰ رواية نجاسته تحريماً (و) حكمه أنه (ليس بطهور) لحدث بل لخبث على الراجح المعتمد، وفي الشامية: (قوله على الراجح) مرتبط بقوله بل لخبث: أي نجاسة حقيقية، فإنه يجوز إزالتها بغير الماء المطلق من المائعات خلافاً لمحمد رحمه الله تعالىٰ. (رد المحتار: ۱/۱۸۵، قبيل مطلب مسئلة البئر جحط)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم (احسن الفتاویٰ: ۲/۴۰)

## ماء مستعمل سے ازالۂ نجاست:

سوال: بعض کتب فقہ میں لکھا ہے کہ ماء مستعمل کے ذریعہ نجاستِ حقیقیہ کا ازالہ جائز ہے، یہ کیونکر؟ جبکہ قول مفتیٰ بہ کی بناپر ماء مستعمل طاہر غیر مطہر ہے، پھر تخصیص نجاستِ حقیقیہ کے ساتھ کونسی دلیل سے کی گئی ہے؟ کیا نجاست حقیقیہ کی دونوں قسمیں مرئیہ وغیر مرئیہ، نیز نجاستِ حکمیہ کی تطہیر ماء مستعمل سے نہیں ہوسکتی؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداًو مصلياً

**"(و) حكمه أنه (ليس بطهور) لحدث بل لخبث على الراجح المعتمد" الخ، درمختار (قوله: ليس بطهور): أي ليس بمطهر (قوله على الراجح) مرتبط بقوله بل لخبث: أي نجاسة حقيقية، فإنه يجوز إزالتها بغير الماء المطلق من المائعات خلافاً لمحمد، الخ". (ردالمحتار: ۱/۱۳۴)**(۱)

عبارتِ منقولہ سے معلوم ہوا کہ قولِ راجح معتمد پر ماء مستعمل سے ازالۂ نجاستِ حقیقیہ وحکمیہ باقسامہا درست نہیں ہوگی۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۲۴۳، ۲۴۴)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۲۰۱، مطبوعة زكريا ديوبند، مبحث الماء المستعمل۔ سعید

"أما غسالة النجاسة الحكمية: وهي الماء المستعمل فهو في ظاهر الرواية طاهر غير مطهر، أي لا يجوز التوضؤ به لكن في الراجح يجوز إزالة النجاسة الحقيقية به الخ". (الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۳۴۱، مكتبة دار الفكر المبحث الرابع، وحكم الغسالة، رشيدية)

(۲) **مستعمل پانی کے استعمال کا حکم:**

مستعمل پانی پاک ہے مگر پاک کرنے والا نہیں ہے، اس لیے اسے وضو اور غسل کے لیے استعمال نہیں کیا جاسکتا ہے۔ البتہ وضو اور مسنون غسل کا مستعمل پانی نجاست حقیقی کو پاک کرنے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے، مگر جنابت کے غسل کا مستعمل پانی اس سے مستثنیٰ ہے۔ (الفتاویٰ التاتارخانیہ: ۱/۲۱۱۔ الدرالمختار: ۱/۲۰۰)

==

## جس نالی میں وضو کا مستعمل پانی بہتا ہے اس نالی سے وضو کرنے کا حکم:

سوال:(۱)　ٹین کی سوفٹ کی نالی ہے جس پر بیٹھے ہوئے بہت سے لوگ اپنے اپنے لوٹوں سے وضو کر رہے ہیں، اب اس کا پانی بہتا ہوا نالی کے باہر جاتا ہے اگر کوئی شخص نالی کے اخیر میں بیٹھ کر وضو کرنے لگے اس خیال سے کہ یہ ماء جاری ہے تو کیا اس شخص کے لیے یہ فعل جائز ہوگا یا نہیں؟

سوال:(۲)　اگر اس پانی کے علاوہ دوسرا پانی بھی نہ ہو تو دوسرے لوگ کیا کریں؟ آیا وضو اور تیمّم دونوں کریں یا صرف وضو یا صرف تیمّم؟ (المستفتی ۱۲۱۴، کریم اللہ خاں صاحب (ضلع بلاس پور) ۱۷/رجب ۱۳۵۵ھ/۱۴/اکتوبر ۱۹۳۶ء)

الجواب

اگر اس نالی میں صرف وہی پانی بہہ کر جاتا ہے، جو لوگوں کے استعمال سے گرتا ہے، تو وہ سارا پانی غیر مطہر ہے، اس سے وضو جائز نہیں، لیکن اگر پانی میں وضو کے استعمالی پانی کے علاوہ اور پانی بھی آتا ہو اور وہ غیر مستعمل پانی مقدار میں مستعمل سے زیادہ ہو تو وہ پاک اور پاک کرنے والا ہے، اس سے وضو جائز ہوگا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۲/۲۸۵)

## اگر وضو کے پانی میں مستعمل پانی مل جائے:

سوال:　وضو کرتے وقت وضو کے پانی میں ہاتھ سے چند قطرات گر جائیں، تو کیا باقی پانی سے وضو ہو سکتا ہے؟

الجواب

جو پانی وضو میں استعمال ہو کر جسم سے گرے، اسے مستعمل پانی کہتے ہیں، مستعمل پانی پاک تو ہے، لیکن دوبارہ اس سے وضو یا غسل نہیں کیا جاسکتا، اگر یہ پانی دوسرے صاف پانی کے ساتھ مل جائے، تو اگر اتنی مقدار میں مل گیا کہ اس مستعمل پانی کی مقدار بڑھ گئی تو اس سے وضو کرنا درست نہیں، اگر چند قطرے مستعمل پانی کے گر گئے، یا اس سے زیادہ لیکن غالب مقدار صاف (غیر مستعمل) پانی کی ہے تو اس سے وضو کیا جاسکتا ہے:

”الماء المستعمل إذا وقع في البئر لا يفسده إلا إذا غلب“. (۲)(کتاب الفتاویٰ:۲/۴۹-۵۰)

---

== 　اگر کوئی دوسرا اچھا پاک پانی نہ ہو اور مستعمل پانی کو استعمال میں لانا مقصود ہو، تو اس میں مطلق غیر مستعمل پانی اس سے زائد مقدار میں ملا دیں، پھر اس سے وضو وغسل جائز ہو جائے گا۔(بدائع الصنائع/الدر المختار:۱/۱۸۲)

وضو ومسنون غسل کا مستعمل پانی پاک ہے، مگر اس کو پینا یا کھانا پکانے میں استعمال کرنا طبعی نفرت کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہے، اس لیے اسے استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ جس پانی سے وضو وغسل جائز نہیں ہے، جیسے عرق گلاب وسرکہ وغیرہ اگر اسے کسی شخص نے وضو یا غسل میں استعمال کیا، تو وہ پانی مستعمل پانی کے حکم میں نہیں ہوگا۔(الدر المختار:۱/۱۹۸)۔(طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ۲۷، انیس)

(۱)　”الماء المستعمل إذا وقع في البئر لا يفسده إلا إذا غلب“. (الفتاویٰ الهندية:۱/۲۳، الفصل الثاني فيما لا يجوز به التوضأ، انیس)

(۲)　الفتاویٰ الهندية: ۱/۲۳، الفصل الثاني فيما لا يجوز به التوضأ.

## وضو کا پانی لوٹے میں گرنے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اگر وضو کا پانی لوٹے میں گر جاوے وقت وضو کرنے کے، تو پانی لوٹے کا مکروہ ہو جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

وضو کا قطرہ لوٹے میں گرانا مکروہ ہے مگر وہ پانی مستعمل نہیں ہوتا، وضو اس سے درست ہے۔(۱) فقط

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فتاویٰ رشیدیہ کامل: ۲۳۷و۲۳۸)

## بلانیتِ وضو، پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص بلانیتِ وضو کسی پانی کے ٹین میں ہاتھ ڈالدے تو کیا وہ پانی مستعمل ہو جائے گا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ پانی مستعمل نہیں ہے۔

**لعدم إزالة الحدث به ولعدم التقرب عنده. (شامی)(۲)وهو الموفق**

(فتاویٰ دیوبند پاکستان، المعروف بہ فتاویٰ فریدیہ جلد دوم: ۵۳)

## چھوٹے برتن میں پانی کے اندر ہاتھ یا انگلی ڈوب جائے، تو یہ پانی مستعمل کہلائے گا یا نہیں:

سوال: بعض مولویوں سے سنا ہے کہ قلیل پانی میں اگر بغیر وضو کئے ہاتھ کا کوئی حصہ مثلاً انگلی یا ہتھیلی ڈوب جائے تو وہ پانی پاک تو رہتا ہے، مگر مستعمل ہو جاتا ہے، اور مستعمل پانی سے وضو درست نہیں، کیا یہ مسئلہ صحیح ہے؟

الجواب

برتن کا پانی مستعمل جب ہوتا ہے کہ برتن میں ہاتھ ڈالتے ہوئے وضو یا غسل کا ارادہ ہو مثلاً برتن میں ہاتھ ڈال کر برتن کے اندر ہی پانی سے ہاتھ کو مَلے اور مَلنے سے مقصود وضو یا غسل کرنا ہے، اور اگر پانی میں ہاتھ اس واسطے ڈالا ہے کہ

---

(۱) الفتاویٰ الهندية : ۲۳/۱، الفصل الثاني فيمالايجوز به التوضأ۔ انیس

(۲) قال العلامة الحصكفي: (أو) بماء (استعمل) لأجل (قربة) أى ثواب ولومع رفع حدث أومن مميز أوحائض لعادة عبادة أوغسل ميت أويد لأكل أومنه بنية السنة (أو)لأجل (رفع حدث) ولومع قربة كوضوء محدث ولوللتبرد، فلوتوضأ متوضيء لتبرد أوتعليم أولطين بيده لم يصر مستعملاً اتفاقاً،الخ. (الدرالمختارعلى صدرردالمحتار : ص ۱۳۸، ۱۳۹ جلداول، مبحث الماء المستعمل)

پانی ہاتھ میں لے کر برتن سے الگ وضو یا غسل کے لئے دھویا جائے گا تو برتن کا پانی مستعمل نہ ہوگا، بلکہ جو پانی ہاتھ کو ملتے ہوئے گرے گا وہ مستعمل ہوگا۔(۱) واللہ اعلم، ۲۶ محرم ۱۳۴۹ھ (امداد الاحکام جلد اول ص ۳۸۵ تا ۳۸۶)

## شیعہ کے وضو کا بقیہ پانی:

سوال: کسی شیعی مذہب رکھنے والے نے وضو کیا اور لوٹے میں اس کے وضو کرنے کے بعد پانی بچ رہا ہے تو وہ پانی طاہر ہے یا نہیں؟

الجواب

شیعوں کے متعلق پوری معلومات تو مولانا عبدالشکور صاحب رحمہ اللہ کو ہیں، ان سے دریافت کرنا چاہیے، مگر میرے خیال میں ان کے وضو کا بقیہ پانی پاک ہے۔(۲) (مکتوبات: ۱/۱۷۸) (فتاویٰ شیخ الاسلامؒ: ص ۲۱ و ۲۲)

## ماءِ مشمس کی کراہت کی شرائط:

سوال: حدیث میں ماءِ مشمس کے استعمال سے نہی وارد ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ماءِ مشمس کی کیا تعریف ہے؟ کیا وہ پانی جو ٹنکی کے اندر دھوپ کی وجہ سے گرم ہو گیا ہو اس میں داخل ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

احناف کے یہاں ماءِ مشمس کے استعمال کی کراہت مختلف فیہ ہے۔ راجح یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے یہ کراہت بھی تب ہے کہ گرم علاقہ میں اور گرم وقت میں ہو اور سونے چاندی کے سوا کسی دوسری دھات کے برتن میں ہو اور گرم ہونے کی حالت میں استعمال کرے۔

**قال في العلائية: (وبماء قصد تشميسه بلا كراهة) وكراهته عند الشافعية طبية، وفي الشامية: وذكر شروط كراهته عند هم (الشافعية)، وهي أن يكون بقطر حار وقت الحر في إناء منطبع غير نقد، وأن يستعمل وهو حار، (إلىٰ قوله) وفي الغاية: كره بالمشمس في قطر حار في أوان منطبعة، (إلىٰ قوله) أن المعتمد الكراهة عند نا لصحة الأثر وأن عدمها رواية. والظاهر أنها تنزيهية عندنا أيضاً، بدليل عده في المندوبات، فلا فرق حينئذٍ بين مذهبنا ومذهب الشافعي. (رد المحتار: ج ۱/۱۶۷، باب المياه)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۲۲/رجب ۸۸ھ (احسن الفتاویٰ: ۲/۴۳-۴۴)

---

(۱) الدر المختار علیٰ صدر رد المحتار: ص ۱۳۸، ۱۳۹ جلد ۱، مبحث الماء المستعمل. انیس

(۲) یہ حکم اس عبارت سے مستفاد ہوتا ہے: ”ولا فرق بين الكبير والصغير والمسلم والكافر ذكره صاحب مراقي الفلاح تحت حكم الآسار: أنه طاهر مطهر“. (مراقي الفلاح مع الطحطاوي: ص ۱۷، عالمگیری: ۱/۲۳، قاضي خان: ۱/۱۸)

## ماءِ مستعمل کا پیروں تلے آنا کیسا ہے:

سوال: وضو کے مستعمل پانی کا راہگیروں کے تلے آجانا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

وضو کا مستعمل پانی طاہر غیر مطہر ہے۔(۱) ایسے پانی کا پیروں تلے آنا ممنوع نہیں، جب کہ طاہر ومطہر پانی کہ جس سے وضو وغسل بلاکراہت درست ہے، پیروں تلے آنا ممنوع نہیں، تو طاہر وغیر مطہر پانی یعنی وضو کا مستعمل پانی کہ جس سے وضو وغسل درست نہیں پیروں تلے آنے میں شرعی وطبعی قباحت نہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

(مرغوب الفتاویٰ:۲/۳۴۔۳۵)

## وضو کا پانی بیت الخلا کی موری میں:

سوال: گزشتہ اتوار کو جامع مسجد وقار آباد کے انتظامی امور کو حل کرنے کے لئے اراکین انتظامی کمیٹی کی ایک نشست کا اہتمام کیا گیا تھا، اراکین کمیٹی نے یہ تجویز رکھی تھی کہ مسجد کے بیت الخلا کی موری کی، پانی کی قلت کی وجہ سے، مناسب صفائی نہیں ہورہی ہے، اس لئے وضو کا پانی جانے کے لئے جو علاحدہ موری ہے، اس کا رخ بیت الخلا کی موری کی طرف کردیا جائے، تو وضو کے پانی سے بیت الخلا کی موری صاف رہے گی، تو ایک رکن نے یہ اعتراض کیا کہ وضو کا پانی بیت الخلا میں جانے سے نمازیوں کے دلوں میں وسوسے آتے ہیں، کیا یہ اعتراض درست ہے؟ (م،ص، وقار آباد)

الجواب ــــــــــــــــــ

یہ بات کہ وضو کا پانی بیت الخلا کی نالی میں جائے تو اس سے وسوسے پیدا ہوتے ہیں کسی حدیث سے ثابت نہیں اور نہ میرے علم کے مطابق فقہا نے ایسا کچھ لکھا ہے۔ البتہ یہ بات آئی ہے کہ پیشاب میں احتیاط نہ کرنے اور غسل خانہ میں وضو کرنے سے وسوسہ پیدا ہوتا ہے، اس لئے آپ ان دونوں موریوں کو ایک جگہ ملا سکتے ہیں یوں بھی آخر دونوں پانی کو ڈرینج کی لائن میں پہنچنا ہی ہے۔ (کتاب الفتاویٰ:۲/۴۲۔۴۳)

## وضو میں مستعمل پانی کی شرعی حیثیت:

**سوال: ماقولکم أیها العلماء الکرام والفضلاء العظام فی الماء المستعمل بالوضوء والغسل أله العزة والکرامة وأ یجوز إجراء ذلک الماء علی المقاما ت النجسة والبول والغائط وغیرها قصداً لطهارة تلک المقامات وأ یجوز أن یبول فی ذلک الماء،وما قولکم فیمن یرتکب ذلک الفعل عمداً ویصرعلیه أله حکم الفاسق أم لا،بینوا بالسند توجروا بالخلد .(۲)**

(۱) وقال محمدؒ وهو روایة عن أبی حنیفةؒ هو طاهر غیر طهور .(الهدایة: ص۲۲ جلد اول)

(۲) خلاصۂ سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام وفضلاء عظام، وضو اور غسل میں استعمال کئے گئے پانی کے بارے میں، ==

الجواب

**قال في الدر: ومن منهياته التوضؤ بفضل ماء المرأة، وفي موضع نجس، لأن لماء الوضوء حرمة، الخ (مع الشامي: ج١ص١٣٨)(١)**

اس سے معلوم ہوا کہ ماء مستعمل وضو کی حرمت شریعت میں ہے، اس لئے مقام نجس میں وضو کرنا مکروہ ہے، لیکن اس پر کوئی دلیل نہیں ملی کہ محل نجس میں کراہت توضی سے مراد کراہت تحریمیہ ہے، بظاہر کراہت تنزیہیہ ہے، اور وہ بھی حنفیہ کے قول ثالث پر کہ ماء مستعمل طاہر غیر طہور ہے اور یہی صحیح اور مفتیٰ بہ ہے اور روایت نجاست مستعمل پر خواہ غلیظہ ہو یا خفیفہ ماء مستعمل کی کچھ حرمت نہ ہوگی، **لأن النجس لاحرمة بل يحترز عنه ويتوقى**، پس اس مسئلہ میں نزاع اور غلو نہ کرنا چاہئے کیونکہ حنفیہ کے اقوال طہارت ونجاست مستعمل میں مختلف ہیں، پس حرمت بھی اس کی مختلف فیہا ہے۔ واللہ اعلم

، یکم رجب ۱۳۴۵ھ (امداد الاحکام جلد اول ص ۳۷۹ و ۳۸۰)

## جنبی سے غسل کرتے وقت جو پانی گرتا ہے وہ برتن میں پڑے تو کیا حکم ہے:

سوال: اگر کوئی شخص جنابت کا غسل کرے، یا عورت حیض ونفاس کا اور قطرے برتن کے بیچ میں گریں تو پانی کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اس میں کچھ حرج نہیں، پانی پاک ہے (۲) اور قلیل مستعمل کثیر غیر مستعمل کو مستعمل نہیں بنا تا۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۱/۱۳۷ و ۱۴۷)

---

== کیا اس پانی کی کچھ حرمت وعظمت ہے، کیا اس پانی کو پاخانہ پیشاب وغیرہ ناپاک جگہوں کو پاک کرنے کے ارادے سے استعمال کیا جاسکتا ہے، کیا اس پانی میں پیشاب کرنا جائز ہے اور جو اس کا مرتکب ہو اور اس پر اصرار بھی کرے، تو اس کے بارے میں آپ حضرات کیا فرماتے ہیں، کیا اس پر فاسق کا حکم لگے گا یا نہیں؟ حوالہ کے ساتھ جواب مرحمت فرماویں اور جنت کے مستحق ہوں۔ انیس

(١) الدرالمختار على صدر ردالمحتار، كتاب الطهارة، مطلب في الإسراف في الوضوء، انيس

(٢) جنب اغتسل فانتضح من غسله شيء في إنائه لم يفسد عليه الماء. (عالمگیری مصری، باب المیاہ: ۱/ ۲۲. ظفیر)

(قوله وهو طاهر ولو من جنب الخ) رواه محمدؒ عن الإمام وهذه الرواية هي المشهورة عنه، واختارها المحققون، قالوا عليها الفتوىٰ، لافرق في ذلك بين الجنب والمحدث، واستثنىٰ الجنب في التجنيس إلاأن الإطلاق أولىٰ وعنه التخفيف والتغليظ، ومشائخ العراق نفوا الخلاف وقالوا إنه طاهر عندالكل. وقد قال في المجتبىٰ: صحت الرواية عن الكل أنه طاهر غير طهور، الخ (قوله وهو الظاهر) كذا في الذخيرة أي ظاهر الرواية، وممن صرح بأن رواية الطهارة ظاهر الرواية وعليها الفتوىٰ. (ردالمحتار، مبحث الماء المستعمل: ۱/۱۸۵) مگر شرط یہ ہے کہ بدن یا کپڑے پر کوئی نجاست حقیقیہ لگی ہوئی نہ ہو۔ ظفیر)

**غسل کا دھون:** غسل چاہے جنابت کا ہو یا حیض ونفاس کی طہارت کا، پانی مستعمل ہوجائے گا۔ اسی طرح ایسے تمام مواقع جن کے لیے غسل مسنون یا مستحب ہے، جیسے جمعہ، عیدین وغیرہ۔ اگر کوئی ان مواقع کے لیے بہ نیت ثواب غسل کرے، تو پانی مستعمل ہوجائے گا۔ اگر جنبی یا حیض ونفاس والی عورت نے بعض اعضاء بدن ہاتھ، منھ یا سر وغیرہ کو دھویا تو پانی مستعمل ہوجائے گا۔ اگر کسی پاک شخص نے ٹھنڈک کے لیے غسل کیا یا سر وغیرہ دھویا تو پانی مستعمل نہیں ہوگا۔ اگر اپنے اعضاء وضو وغسل کو رومال سے پونچھا اور رومال بھیگ گیا یا اعضا سے پانی ٹپک کر کپڑے پر گرا تو کوئی حرج نہیں دونوں پاک ہیں۔ (طہارت کے احکام ومسائل، صفحہ ۶۹، انیس)

(٣) أو مماثلاً كمستعمل فبالأجزاء، فإن المطلق أكثر من النصف جاز التطهير بالكل... ==

## جنبی اور حائضہ کے استعمال شدہ پانی کا حکم:

سوال: جنبی اور حائضہ کا ماء مستعمل پاک ہے یا ناپاک؟ یعنی جنبی اور حائضہ کا ماء مستعمل، ماء قلیل یا کنویں وغیرہ میں گر جائے تو وہ پاک رہے گا یا ناپاک؟ اسی طرح اگر کپڑے وغیرہ میں ایک درہم سے زیادہ لگ جائے تو اس کپڑے سے نماز درست ہوگی یا نہیں؟ اگر ماء مستعمل اس کا ناپاک ہے تو پھر حائضہ عورتوں کا کھانا وغیرہ بنانا دیگر امور میں اشتباہ پیدا ہو جائے گا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

جنبی، حائضہ اور نفساء کے ہاتھ وغیرہ سے لگا ہوا پانی نجس نہیں، جب کہ اس کے ہاتھ پر نجاست حقیقیہ نہ لگی ہو۔(۱)
ایسا پانی اگر کنویں میں گر جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا۔(۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۲۶/۵۔۱۲۷)

## بچہ پانی میں ہاتھ ڈال دے:

سوال: اگر بچہ پانی میں ہاتھ ڈال دے تو پانی پاک ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

بچے کے ہاتھ ڈالنے سے پانی نجس نہیں ہوتا، البتہ اگر معلوم ہو جائے کہ اس کے ہاتھ میں نجاست لگی تھی تو ناپاک ہو جائیگا چونکہ چھوٹے بچوں کا اعتبار نہیں، اس لئے دوسرے پانی کے ہوتے ہوئے اس پانی سے وضو کرنا بہتر نہیں۔

**ولو أدخل الكفار والصبيان أيديهم لاينتجس إذا لم يكن على أيديهم نجاسة حقيقية فلو أدخل الصبي يده في الإناء لايتوضأ به استحساناً ولو توضأ به جاز. (منية)** (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۷/ صفر ۸۶ھ۔(احسن الفتاویٰ:۴۱/۲)

---

== وإلا لا،وهذا يعم الملقى والملاقي، ففي الفساقي يجوز التوضؤ مالم يعلم تساوى المستعمل. (الدرالمختار على صدرردالمحتار، باب المياه،مطلب في مسئلة الوضوء من الفساقي: ۱۶۸/۱۔ظفیر)

(۱) وفي فتاویٰ قاضي خان : المحدث أو الجنب إذا أدخل يده في إناء للاغتراف،وليس عليه نجاسة،لا يفسد الماء يعني لاينجس، ولا يصير مستعملاً الخ. (الحلبي الكبير:۱۵۲،الماء المستعمل، سهيل اكيدمى،لاهور)

عن ابن عباسؓ قال:ليس على الثوب جنابة،ولا على الأرض جنابة،ولاعلى الرجل يمسه الجنب جنابة وليس على الماء جنابة يقول إذا سبقته يده فأدخلهما في الماء وهوجنب قبل أن يغسلهما فلا بأس .(مصنف عبد الرزاق،باب الماء يمسه الجنب أو يدخله:۱/۷۱،نمبر ۳۰۹) اس قول صحابی سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر جنبی کے ہاتھ پر نجاست نہ ہو تو پانی میں ہاتھ ڈالنے سے ناپاک نہیں ہوگا۔انیس

(۲) وإن انتضح من غسالة الجنب في الإناء لا يفسد الماء،أما إن سال فيه سيلانا،فإنه يفسده،وعلىٰ هذا حوض الحمام،وعلىٰ قول محمدؒ.وهو المختار.لا يفسده مالم يغلب عليه علىٰ ما تقدم ،الخ. (الحلبي الكبير:۱۵۳،الماء المستعمل، سہیل اکیڈمی،لاہور)

(۳) الحلبي الكبير فصل في احكام الحياض: ۱۰۳۔سہیل اکیڈمی لاہور۔انیس

## بیت الخلاء کا لوٹا ڈرم میں ڈال کر پانی لینا:

سوال: جامع مسجد میں پانی گرم کرنے کیلئے ایک ڈرم رکھا ہوا ہے، اکثر لوگ اس میں غسل خانہ اور بیت الخلاء کا مستعمل لوٹا ڈالتے ہیں، تو ڈرم کا پانی ناپاک ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر چہ لوٹے پر بظاہر کوئی نجاست نہیں لگی ہوئی ہے، لیکن یہ لوٹا غسل خانہ اور بیت الخلاء میں رکھا جاتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

غسل خانہ یا بیت الخلاء کا مستعمل لوٹا ناپاک نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی زمین پر رکھنے سے ناپاک ہوتا ہے۔(۱) البتہ اگر غسل خانہ کا پانی غسل خانہ میں جمع ہوتا ہے کسی جگہ، اور پانی جمع ہونے پر لوٹا رکھا جاتا ہے تو لوٹے کی تلی ناپاک ہوجائے گی۔ عموماً بیت الخلاء میں لوٹا رکھنے کی جگہ طاقچہ وغیرہ بنا ہوتا ہے اس جگہ پر لوٹا رکھا جاتا ہے، لیکن اگر بیت الخلاء میں لوٹا رکھنے کی جگہ نہیں ہے بلکہ لوٹا نیچے وہاں رکھا جاتا ہے جہاں استنجے کا پانی وغیرہ پڑتا ہے یا بھنگی نے بیت الخلاء دھویا یا وہاں بھیگی ہوئی جگہ پر لوٹا رکھا جاتا ہے، ان دونوں صورتوں میں بھی لوٹے کی تلی ناپاک ہوجاتی ہے۔

لوٹے پر نجاست لگی ہوئی نظر آئے یا نہ آئے، ناپاک پانی یا ناپاک مٹی لگنے سے بھی تلی نجس ہوجاتی ہے اس لئے ایسے لوٹے کو ڈرم کے اندر ڈالنے سے احتیاط کرنا چاہئے، شبہ ہو تو نہ ڈالنا چاہئے جب تک کہ پاک نہ کرلیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۱/۸۹ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۸۳/۵)

## نابالغ بچوں کی اطلاع پر پانی کی نجاست کا حکم نہیں کیا جائے گا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک کنویں میں ایک ناپاک چپل گرگئی، تقریباً بیس دن بعد چھوٹے لڑکوں نے اقرار کیا کہ چپل ہم نے گرائی تھی، اب اس کنویں کے پانی کا کیا حکم ہوگا؟ اور اس سے جو اشیاء دھوئی گئی ہیں اور نمازیں وغیرہ پڑھی گئی ہیں، اس کا کیا حکم ہوگا؟ اعادہ لازمی ہے یا نہیں، اور کتنے دنوں کا اعادہ کرنا ہوگا؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: احسان اللہ ہزاروی متعلم دارالعلوم حقانیہ۔ ۱۸/دسمبر ۱۹۷۲ء)

الجواب ــــــــــــــــــــ

چونکہ نابالغوں کا اخبار نا منظور ہوتا ہے لہذا یہ پانی وقت علم (مشاہدہ) سے ناپاک ہوگا۔(۲)

---

(۱) "مشی فی حمام ونحوہ، لاینجس مالم یعلم أنه غسالة نجس". (الدر المختار: ۳۵۰/۱، فصل فی الاستنجاء، سعید)

(۲) قال العلامة الحصکفی: (ومذ ثلاثة أيام) بلياليها (إن انتفخ أو تفسخ) استحساناً، وقالا: من وقت العلم فلايلزمهم شيء قبله، قيل: وبه يفتیٰ. (الدر المختار علی صدر ردالمحتار: ص ۱۶۱ جلد ۱، مطلب مهم فی تعريف الاستحسان)

**کمافی أحکام الصغار: الصبی أو المعتوہ إذا أخبر بنجاسة الماء لاتثبت النجاسة بقولہ لأنہ لقلة عقلہ قدیکذب فلایترجح صدقہ علیٰ کذبہ. (ھامش جامع الفصولین: ص۱۴۳ جلدا)(۱) وھوالموفق**

(فتاویٰ دیوبند پاکستان، المعروف بہ فتاویٰ فریدیہ جلد دوم: ۱۱۳)

## جس چیز کی نجاست معلوم نہ ہو اس کا پانی میں گرنا پانی کو ناپاک نہیں کرتا:

سوال: یہاں چاہات میں آج کل ایک سرخ رنگ کی دوا ٹالی جارہی ہے جس سے تمام چاہ کا پانی نہایت سرخ رنگ کا ہوجاتا ہے اور وہی سرخ پانی وضو، نہانے، کھانے، پینے غرضیکہ ہر استعمال میں آتا ہے اور اس دوا کی ماہیت سے یہاں بجز ڈاکٹروں کے اور کوئی واقف نہیں ہے جس کے متعلق نہیں کہا جاسکتا کہ اس میں علاوہ رنگین ہونے کے کوئی ناجائز شئے تو ایسی نہیں ہے جس کا استعمال شرعاً ممنوع ہو لہٰذا میں امید کرتا ہوں کہ براہ عنایت اس امر سے مطلع فرمایا جاؤں کہ آیا اس پانی کے استعمال میں کوئی شرعاً حرج تو نہیں ہے؟

**الجواب**

جب اس دوا میں کسی نجس چیز کا ہونا معلوم اور ثابت نہیں تو بقاعدہ "**الأصل فی الأشیاء الطھارة**". (۲) اس کو طاہر سمجھنا چاہئے، اس لئے اس پانی کا استعمال جائز ہوگا۔

۱۳؍رمضان؍۳۱ھ۔حوادث صفحہ: ۱۱۹۔(امدادالفتاویٰ جدید: ۱؍۵۹۔۶۰)

## عموم بلویٰ پر فتویٰ اور اس کی حد:

سوال: عموم بلویٰ کی وجہ سے "**الماء طھور لا ینجسہ شیء**" پر فتویٰ دینا جائز ہے یا نہیں؟ عموم بلویٰ کی حد کیا ہے؟

**الجواب**

عموم بلویٰ ابتلائے عام کو کہتے ہیں کہ اس سے احتراز دشوار ہو اور اس میں عام لوگوں کو تنگی وحرج واقع ہو اور یہ بھی قاعدہ فقہیہ ہے:

---

(۱) وفی الھندیة: ولوکان المخبر بنجاسة الماء صبیاً أومعتوھاً یعقلان مایقولان فالأصح أن خبرھما فی ھذاکخبر الذمی(أی لایقبل)لأنہ لیس لھما ولایة الإلزام ھکذا فی فتاویٰ قاضی خان.(فتاویٰ عالمگیریة : ص ۳۰۹ جلد۵،الباب الأول فی العمل بخبر الواحد)

(۲) الأشباہ والنظائر،القاعدةالثالثة:۱؍۱۸۸،انیس

"**الیقین لا یزول بالشک**".(۱)

اس لئے مجرد احتمال ووہم سے اور شک کی صورت میں نجاست ماء کا حکم نہ کیا جاویگا اور عموم بلویٰ کی وجہ سے "**الماء طهور لاينجسه شيء**". (۲) کو معمول بہ بنانا جائز ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم:۱/۱۸۳)

## مٹکے میں چھپکلی گر کر مر جائے تو کیا حکم ہے:

سوال: سقاوۂ مسجد میں چھپکلی گر کر مرگئی اس سے نمازی وضووغسل کرتے رہے جب پانی میں بدبو پیدا ہوئی تو یہ معاملہ ظاہر ہوا، تو سقاوہ نجس ہے یا نہیں اور مصلیوں نے جو اس درمیان میں نماز پڑھی وہ کافی ہے یا اعادہ کیا جائے؟

الجواب

چھپکلی اگر چھوٹی ہے کہ اس میں خون بہنے والا نہیں ہے جیسا کہ عموماً گھروں میں ہوتی ہیں تو اس کے پانی میں مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا لہذا اعادہ وضوونماز وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم:۱/۱۸۲،۱۸۳)

## چھپکلی گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا:

سوال: عام چھپکلی پانی میں گر گئی اور پھر نکال دی گئی۔ وہ پانی پاک ہے یا ناپاک۔ اس پانی سے وضو اور غسل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

یہ پانی پاک ہے۔ اس سے وضو اور غسل جائز ہے۔

**وموت ماليس له نفس سائلة في الماء لا ينجسه، اهـ. (الهداية:۱/۳۷)فقط والله أعلم**

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس، ملتان، ۱۱/۸/۱۳۹۹ھ۔ (خیر الفتاویٰ:۲/۱۵۱)

## جس پانی میں مکڑا مر جائے اس کا حکم:

سوال: پانی میں مکڑا یا ایسا جاندار جس میں خون نہ ہو گر کر مر جائے تو کیا پانی ناپاک ہو جائے گا؟

---

(۱) الأشباه والنظائر مع شرح حموی: ۵۷۔ ظفیر

(۲) مشکوٰۃ، باب المیاہ: ۵۱۔ ظفیر

(۳) وموت ما ليس له دم سائل لا ينجس الماء ولا غيره إذا وقع فيه فمات أو مات ثم وقع فيه. (غنية المستملي:۱۶۴) وكالحية البرية والوزغة لو كبيرة لها دم سائل. (رد المحتار باب المياه: ۱/۱۷۱، ظفیر)

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر پانی میں مکڑا مر جائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳۷۶/۲/۳۰ ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۴۹)

## گوریا (چڑیا) کی بیٹ پانی میں گر جائے:

سوال: اگر پانی کی بالٹی میں چند گوریا کی بیٹ پڑ جائے تو کیا سارا پانی ناپاک ہوجائے گا اور استنجے کے لائق بھی نہیں رہے گا؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اس سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نظام، اپریل ۱۹۵۶ء (فتاویٰ محمودیہ:۵/۱۵۶)

## جس پانی میں مچھلی سڑ جائے اس کا حکم:

سوال: ایک مچھلی کنواں میں مر کر سڑ گئی، اس کنواں سے کتنا پانی نکالا جائے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر مچھلی کے اجزا منتشر نہ ہوئے ہوں تو اس پانی کا پینا اور اس سے وضو، غسل وغیرہ کرنا بغیر پانی نکالے بھی جائز ہے۔ البتہ اگر اجزا منتشر ہوگئے ہوں تو بغیر اجزا کو نکالے پانی کا پینا جائز نہیں ہے۔ درمختار میں ہے:

**(ويجوز) رفع الحدث (بماذكر وإن مات فيه) أى الماء ولوقليلاً (غير دموى)... (كسمك و سرطان)... فلوتفتت فيه نحو ضفدع جاز الوضوء به لا شربه لحرمة لحمه. (۱/۱۲۳، ۱۲۴)** (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ سہیل احمد قاسمی۔ ۱۴۰۶/۹/۷ ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۹۳)

(۱) اسی طرح ایسے جانور کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوگا جس میں دم مسفوح (بہنے والا خون) نہ ہو۔ مجاہد

(ويجوز) رفع الحدث (بماذكر وإن مات فيه) أى الماء ولوقليلاً (غير دموى كزنبور) وعقرب وبق: أى بعوث. (الدرالمختار على صدر ردالمحتار، باب المياه: ۱/۳۲۹، مطبوعة دارالكتب العلمية، بيروت)

(۲) لاببعرتى إبل وغنم وخرء حمام وعصفور: أى لايجب النزح بوقوع هذه الأشياء فيها ... وأماخرء الحمام والعصفور، فليس بنجس لعدم الاستحالة إلى الفساد ولإجماع المسلمين على اقتناء الحمامات فى المساجد. (تبيين الحقائق: ۱/ ۹۵، الطهارة، دارالكتب العلمية، بيروت. وكذا فى بدائع الصنائع: ۱/۳۶۶، الطهارة، دارالكتب العلمية، بيروت. وكذافى الدرالمختارمع ردالمحتار: ۱/۲۲۰، فصل فى البئر، سعيد)

(۳) مچھلی کے پانی میں مر جانے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا اس لیے کہ اس میں بہنے والا خون نہیں، البتہ اگر پھول پھٹ جائے تو اس کا کھانا حرام ہے، لہٰذا جس پانی میں اس کے اجزا مل گئے ہیں اس کا پینا درست نہیں ہوگا۔ مجاہد

## گوبر لگے ہوئے مَشک کا پانی پاک ہے یا ناپاک:

سوال: جب حمام میں سقے پانی ڈالتے ہیں تو مَشک پر جو گوبر، گارہ لگا ہوتا ہے وہ حمام میں جاتا ہے، ہم نے خود دیکھا ہے، تو یہ پانی نجس ہے یا نہیں، اس سے وضو وغسل درست ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر کسی وقت دیکھ لیا جاوے کہ نجاست حمام کے پانی میں ہے تو اس پانی سے وضو وغسل نہ کرنا چاہئے، ہمیشہ ایسا وہم نہ کیا جاوے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۱/۱۸۳)

## بیت الخلا میں رہنے والا جانور، پانی میں مرا ہوا ملے تو کیا حکم ہے:

سوال: ٹنکی میں گاہے سنڈاسیا (ایک قسم کا جانور جو عموماً بیت الخلاء میں ہوتا ہے لال رنگ ہوتا ہے) مرا ہوا ملتا ہے تو اس کی وجہ سے پانی ناپاک ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اس جانور (سنڈاسیا) میں چونکہ دم مسفوح نہیں ہے لہذا اس کے مرنے کی وجہ سے پانی کو ناپاک نہیں کہا جائے گا، البتہ اگر اس کے بدن پر نجاست لگی ہو اور اس حالت میں وہ پانی میں پایا گیا تو وہ پانی ناپاک ہوجائے گا۔

مراقی الفلاح میں ہے:

**(ولا) ينجس الماء ولا المائعات على الأصح (بموت ما) بمعنى حيوان (لا دم له) سواء البرى والبحرى (فيه) أى الماء، أو المائع...الخ. (مراقى الفلاح مع طحطاوى:۲۳، فصل فى مسائل الآبار)** فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ:۷/۱۴۷-۱۴۸)

## بورنگ کے لئے گندہ پانی استعمال کرنا:

سوال: ایک سرکاری ہینڈ پائپ کی بورنگ گندے نالے (بہتے ہوئے پانی) کے پانی سے کرائی گئی، اس میں پانی کا استعمال مٹی کو نم کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔

---

(۱) لو أدخل الصبى يده فى الإناء إن علم أنها طاهرة بأن كان معه من يراقبه جاز التوضى بذالك الماء وإن علم أن فيها نجاسة لم يجز وإن حصل الشك لا يتوضأ به استحساناً الخ ولو توضأ به جاز لأنه لا يتنجس بالشك. (غنية المستملى: ص۱۰۱، ظفیر)

کیا ایسے ہینڈ پائپ جواب بالکل صاف شفاف پانی دے رہا ہے۔اس کا پانی پینے اور نہانے کے لئے استعمال کر سکتے ہیں؟

(۲) کیا گندے پانی سے بنا ہوا رہائشی مکان پاک سمجھا جائے گا،اس میں نماز وقرآن خوانی کی جاسکتی ہے۔

هوالمصوب

۱۔ بورنگ کی صفائی کے بعد پائپ کا پانی استعمال کر سکتے ہیں۔(۱)

۲۔ مذکورہ مکان پاک ہے۔

تحریر: محمد مستقیم ندوی،تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء:۱/۱۲۷)

## دستی نلکے کی تطہیر:

سوال: زمین سے پانی کھینچنے والے ہینڈ پمپ میں نجاست گر جائے تو اس کو کیسے پاک کیا جائے؟ کیا تھوڑا سا پانی کھینچ دینے سے یہ ماء جاری کے حکم میں ہو کر پاک ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــ باسم ملهم الصواب

دستی نلکے سے پانی کھینچنے سے یہ پانی ماء جاری کے حکم میں نہیں ہوگا،اس لئے کہ نلکے کی جڑ میں جو پانی آرہا ہے وہ زمین کے مسامات سے رس کر آرہا ہے اور یہ شرعاً دخول کے حکم میں نہیں،چنانچہ اسی فرق کی بنا پر انجکشن کو مفسد صوم نہیں قرار دیا گیا،اسی طرح کنویں میں زمین کے مسامات سے پانی داخل ہوتا رہتا ہے اس کے باوجود کنویں سے چند ڈول نکالنے سے یا مشین کے ذریعہ کچھ پانی کھینچنے سے بالاتفاق کنواں پاک نہیں ہوتا،اسی طرح دستی نلکے کی تطہیر کے لئے تھوڑا سا پانی کھینچ لینا کافی نہیں۔

بعض حضرات نے دستی نلکے کو کنویں کے حکم میں قرار دیکر یہ فرمایا ہے کہ نلکے کے اندر کا پورا پانی نکال دینے سے نلکا پاک ہوجائے گا۔

مگر نلکے کو کنویں پر قیاس کرنے میں یہ اشکال ہے کہ کنویں کا پانی زمین کے مسامات سے نکل کر اپنے طبعی جریان

(۱) قال الحصکفیؒ:"(و)یجوز(بجارٍ وقعت فیه نجاسة، و)الجاری(هوما یعد جاریاً) عرفاً......(إن لم یر)أی یعلم (أثره) فلوفیه جیفة أوبال فیه رجال فتوضأ آخرمن أسفله جازمالم یر فی الجریة أثره (وهو)إما (طعم أولون أوریح)". (الدر المختار علیٰ صدر ردالمحتار،باب المیاہ: ج ۱ ص۱۸۷،انیس)

تک محدود رہتا ہے اور نلکے کے پانی کو کھینچ کر سطح زمین سے بھی اوپر لے آتے ہیں، اس لحاظ سے نلکا برتن کے حکم میں معلوم ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں کنویں کے تلے اور دیواروں کی تطہیر متعذر ہے اور نلکے کی تطہیر متعذر تو کجا متعسر بھی نہیں، اس لئے دستی نلکے کی تطہیر کا طریقہ یہ ہے کہ جتنا پانی اس کے اندر ہے، وہ نکالنے کے بعد مزید اتنا پانی نکالا جائے، جس سے پورا پائپ تین بار دھل سکتا ہو، پائپ کے اندر پانی کی مقدار معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے۔ مربع ۲/۱، قطر پائی، عمق، اس طرح پانی کا حجم معلوم کر کے اس پیمائش کے مطابق پانی نکال دیا جائے، اگر پانی کی گہرائی معلوم نہ ہو سکے، تو ظن غالب پر عمل کیا جائے۔

سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ نلکے کے اوپر سے اتنا پانی ڈالا جائے کہ پائپ بھر کر اوپر سے پانی بہنے لگے، اس صورت میں یہ پانی جاری ہو جانے کی وجہ سے پاک ہو جائے گا۔

**قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: إن دلواً تنجس فأفرغ فيه رجل ماءً حتى امتلأ وسال من جوانبه هل يطهر بمجرد ذالک أم لا؟ والذى يظهر لى الطهارة، أخذاً مما ذكرناه هنا ومما مر من أنه لا يشترط أن يكون الجريان بمدد ( وقال فى المنهية):أقول:رأيت بعد كتابتى لهذا المحل فى حاشية الأشباه والنظائر فى آخر الفن الأول للعلامة الكفيرى التى تلقاها عن شيخنا الشيخ إسمٰعيل الحائک مفتى دمشق، ما نصه:مسألة: إذا كان فى الكوزماء متنجس فصب عليه ماء طاهر حتى جرى الماء من الأنبوب بحيث يعد جريانا ولم يتغير الماء فإنه يحكم بطهارته الخ منه.** (ردالمحتار: ج۱/ ۱۸۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۸/ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۶ھ (احسن الفتاویٰ: ۲/ ۵۰-۵۱)

## ناپاک ہنڈ پمپ کو پاک کرنے کا طریقہ:

سوال: اگر ہنڈ پمپ ناپاک ہو جائے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

ہنڈ پمپ کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو چلایا جائے اور اتنا پانی بہا دیا جائے، جس سے پمپ تین بار دھو سکیں، ہنڈ پمپ کے پانی کی مقدار ظن غالب سے معلوم کیا جا سکتا ہے، البتہ بعض کتب میں جو طریقہ پانی کو جاری بنانے کا مذکور ہے کہ اوپر سے اتنا پانی ڈالا جائے کہ پائپ بھر کر اوپر سے پانی بہنے لگے، اس سے پانی جاری ہو جانے کی

وجہ سے پاک ہوجائے گا، یہ محلِ نظر ہے اور اسے جریان کہنا مشکل ہے اس لیے کہ جریان ایک طرف سے ڈال کر دوسری جانب نکلنے کو کہتے ہیں۔

ردالمحتار میں ہے:

’’وبقی شیء آخر سئلت عنه،وهو أن دلواً تنجس فأفرغ فيه رجل ماءً حتى امتلأ وسال من جوانبه،هل يطهر بمجرد ذلک أم لا؟والذی يظهر لی الطهارة، أخذاً مماذكرناه هنا ومما مرأنه لايشترط أن يكون الجريان بمدد.(ردالمحتار : ۱/ ۱۹۶) واللہ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم زکریا جلد اول:۵۹۹۔۶۰۰)

×××

# اردو کتب فتاویٰ

| نمبر شمار | کتب فتاویٰ | مفتیان کرام | مطبع |
|---|---|---|---|
| (۱) | فتاویٰ عزیزی | حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ | ایم ایچ سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی |
| (۲) | فتاویٰ رشیدیہ | فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ | محمد اسحاق صدیقی اینڈ سنز، تاجران کتب، و مالکان کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، سہارنپور، انڈیا |
| (۳) | تالیفات رشیدیہ | فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ | مکتبہ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئی ۱۰۲ |
| (۴) | باقیات فتاویٰ رشیدیہ | فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ | حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ ضلع پر بدھ نگر (مظفرنگر) یوپی، انڈیا |
| (۵) | عزیز الفتاویٰ | حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ | زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا |
| (۶) | فتاویٰ دارالعلوم دیوبند | مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ | زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا |
| (۷) | امداد الفتاویٰ | حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ | زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا |
| (۸) | الحیلۃ الناجزۃ | حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ | مکتبہ رضی دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا |
| (۹) | امداد الاحکام | مولانا ظفر احمد عثمانیؒ / مولانا عبدالکریم گمتھلویؒ | زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا |
| (۱۰) | آلات جدیدہ کے شرعی احکام | مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ | مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یوپی |
| (۱۱) | جواہر الفقہ | مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ | مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یوپی |
| (۱۲) | امداد المفتیین | مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ | زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا |
| (۱۳) | مجموعۂ فتاویٰ عبدالحئی | مولانا ابوالحسنات عبدالحئی لکھنویؒ | مکتبہ تھانوی، دیوبند، یوپی، انڈیا |
| (۱۴) | فتاویٰ مظاہر علوم | مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ | شعبۂ نشر و اشاعت مظاہر علوم سہارنپور، یوپی، انڈیا |
| (۱۵) | فتاویٰ محمودیہ | مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ | مکتبہ شیخ الاسلام دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا |
| (۱۶) | فتاویٰ امارت شرعیہ | مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد وغیرہ رحمہم اللہ | شعبۂ نشر و اشاعت امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ |
| (۱۷) | کفایت المفتی | مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلویؒ | حفیظ الرحمٰن واصف، کوہ نور پریس، دہلی، انڈیا |
| (۱۸) | فتاویٰ باقیات صالحات | مولانا شاہ عبدالوہاب قادری ویلوریؒ | جامعہ باقیات صالحات، ویلور، بنگلور، انڈیا |
| (۱۹) | فتاویٰ احیاء العلوم | مولانا مفتی محمد یٰسین مبارک پوریؒ | جامعہ احیاء العلوم، مبارکپور، یوپی، انڈیا |

| | | |
|---|---|---|
| (۲۰) منتخبات نظام الفتاویٰ | مولانا مفتی نظام الدین اعظمیؒ | ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا |
| (۲۱) نظام الفتاویٰ | مولانا مفتی نظام الدین اعظمیؒ | ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا |
| (۲۲) خیر الفتاویٰ | مولانا خیر محمد جالندھریؒ | مکتبہ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئی ۱۰۲ |
| (۲۳) فتاویٰ شیخ الاسلام | حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ | مکتبہ شیخ الاسلام، دیوبند، یوپی، انڈیا |
| (۲۴) فتاویٰ حقانیہ | مولانا عبدالحق صاحبؒ پاکستانی | دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلیشرز، نزد واٹر ٹینک مغل پورہ، حیدرآباد |
| (۲۵) احسن الفتاویٰ | مولانا مفتی رشید احمد صاحبؒ پاکستانی | زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا |
| (۲۶) فتاویٰ عثمانی | مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب پاکستانی | کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، اندیا |
| (۲۷) فتاویٰ قاضی | مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ | ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا |
| (۲۸) فتاویٰ رحیمیہ | مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ | مکتبہ رحیمیہ منشی اسٹریٹ راندیر، سورت گجرات |
| (۲۹) کتاب الفتاویٰ | مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب | کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، اندیا |
| (۳۰) محمود الفتاویٰ | مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب | مکتبہ نور، محمود نگر، متصل جامعہ، ڈابھیل |
| (۳۱) حبیب الفتاویٰ | مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب | سمیع پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹیڈ، دریا گنج نئی دہلی |
| (۳۲) فتاویٰ فرنگی محل | مولانا محمد عبدالقادر صاحب فرنگی محلیؒ | مطبع نامی نخاس لکھنؤ، یوپی، انڈیا |
| (۳۳) فتاویٰ ندوۃ العلماء | مولانا مفتی محمد ظہور ندوی صاحب | مجلس صحافت ونشریات، ندوۃ العلماء مارگ، پوسٹ باکس نمبر ۹۳ لکھنؤ، انڈیا |
| (۳۴) فتاویٰ بینات | مفتیان جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن، پاکستان | مکتبہ بینات، جامعۃ العلوم الاسلامیۃ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی، پاکستان |
| (۳۵) فتاویٰ فریدیہ | مولانا مفتی محمد فرید صاحب پاکستانیؒ | مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی، پاکستان |
| (۳۶) فتاویٰ مفتی محمود | مولانا مفتی محمود صاحب پاکستانیؒ | جمعیت پبلیکیشنز وحدت روڈ، لاہور، پاکستان |
| (۳۷) آپ کے مسائل اوران کا حل | مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانویؒ | مکتبہ لدھیانوی ایم اے جناح روڈ، کراچی، پاکستان |
| (۳۸) مرغوب الفتاویٰ | مولانا مفتی مرغوب الرحمٰن صاحب لاجپوریؒ | جامعۃ القرأت کفلیتہ، مولانا عبدالحئی نگر، سورت، گجرات |
| (۳۹) فتاویٰ دارالعلوم زکریا | مولانا مفتی رضاء الحق صاحب، افریقہ | ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، دہلی۔۶، انڈیا |
| (۴۰) فتاویٰ شاکر خان | مولانا مفتی شاکر خان صاحب پونہ، انڈیا | مدرسہ بیت العلوم کونڈوا، خردسروے نمبر ۱۴۲، شوکا میوز کے پیچھے، پونہ ۴۸، انڈیا |

# مصادر و مراجع


| نمبرشمار | اسمائے کتب | مصنف، مؤلف | تاریخ وفات |
|---|---|---|---|
| | | **قرآن وتفسیر** | |
| (۱) | القرآن الکریم | کتاب اللہ | -- |
| (۲) | احکام القرآن للجصاص | احمد بن علی، ابوبکر الرازی | ۳۷۰ھ |
| | | **حدیث وشروح حدیث** | |
| (۳) | موطأ امام مالک | امام دار الہجرہ، مالک بن انس بن مالک بن عمر | ۱۷۹ھ |
| (۴) | مصنف عبدالرزاق | عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الصنعانی | ۲۱۱ھ |
| (۵) | مصنف ابن ابوشیبہ | حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابوشیبہ، ابراہیم بن عثمان بن خورستی | ۲۳۵ھ |
| (۶) | مسند امام احمد | ابوعبداللہ، احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذھلی | ۲۴۱ھ |
| (۷) | صحیح البخاری | ابوعبداللہ، محمد بن اسماعیل بن ابراہیم الجعفی البخاری | ۲۵۶ھ |
| (۸) | صحیح مسلم | مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری | ۲۶۱ھ |
| (۹) | سنن ابن ماجہ | حافظ ابوعبداللہ، محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی، ابن ماجہ | ۲۷۳ھ |
| (۱۰) | سنن ابوداؤد | امام حافظ سلیمان بن الاشعث السجستانی الأزدی | ۲۷۵ھ |
| (۱۱) | سنن الترمذی | ابوعیسی، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی | ۲۷۹ھ |
| (۱۲) | سنن النسائی | احمد بن علی بن شعیب النسائی | ۳۰۳ھ |
| (۱۳) | المسند | حافظ ابویعلی، احمد بن علی الموصلی | ۳۰۷ھ |
| (۱۴) | المنتقی | ابن الجارود، ابومحمد عبداللہ بن علی النیشاپوری | ۳۰۷ھ |
| (۱۵) | شرح معانی الآثار | ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی | ۳۲۱ھ |
| (۱۶) | المعجم الکبیر | سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر، ابوالقاسم الطبرانی | ۳۶۰ھ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| (۱۷) | المعجم الأوسط | سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر، ابوالقاسم الطبرانی | ۳۶۰ھ |
| (۱۸) | سنن الدارقطنی | ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود البغدادی الدارقطنی | ۳۸۵ھ |
| (۱۹) | المستدرک علی الصحیحین | محمد بن عبداللہ بن حمدویہ، الحاکم النیسا فوری | ۴۰۵ھ |
| (۲۰) | سنن البیہقی | ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی | ۴۵۸ھ |
| (۲۱) | سنن الدارمی | عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل بن بہرام التمیمی السمرقندی الدارمی | ۵۵۲ھ |
| (۲۲) | کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال | علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی | ۹۷۵ھ |
| (۲۳) | مشکوٰۃ المصابیح | ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی | ۷۴۰ھ |
| (۲۴) | الترغیب والترہیب | ابومحمد زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری الشامی الشافعی | ۷۴۲ھ |
| (۲۵) | فتح الباری شرح صحیح البخاری | احمد بن علی بن محمد، ابن حجر الکنانی العسقلانی | ۸۵۲ھ |
| (۲۶) | عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری | بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی | ۸۵۵ھ |
| (۲۷) | مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح | علی بن سلطان محمد القاری، ملاعلی قاری | ۱۰۱۴ھ |
| (۲۸) | جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزوائد | العلامۃ محمد بن محمد سلیمان المغربی | ۱۰۹۴ھ |
| (۲۹) | بذل المجہود فی حل أبی داوٗد | المحدث خلیل احمد السہارنفوری | ۱۲۹۷ھ |
| (۳۰) | آثار السنن | محمد بن علی النیموی، البہاری الحنفی | ۱۳۲۲ھ |
| (۳۱) | اِحیاء السنن | مولانا سید احمد حسن سنبھلی خلیفہ مجاز حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ | -- |
| (۳۲) | اِعلاء السنن | ظفر احمد بن محمد لطیف العثمانی التھانوی | ۱۳۹۴ھ |
| (۳۳) | معارف السنن شرح جامع الترمذی | محمد یوسف بن سید زکریا الحسینی البنوری | ۱۳۹۷ھ |
| (۳۴) | أوجز المسالک اِلی موطا امام مالک | الشیخ محمد زکریا بن محمد یحییٰ الکاندھلوی | ۱۴۰۲ھ |
| (۳۵) | مفتاح الجنۃ | ابوخزیمہ محمد حسین ظاہری | -- |

## کتب فقہ احناف

| | | | |
|---|---|---|---|
| (۳۶) | مختصر الطحاوی | ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی | ۳۲۱ھ |
| (۳۷) | مختصر القدوری | محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان القدوری | ۴۲۸ھ |
| (۳۸) | المبسوط | شمس الائمہ ابوبکر، محمد بن احمد بن ابوسہل السرخسی | ۴۸۳ھ |
| (۳۹) | تحفۃ الفقہاء | علاء الدین محمد بن احمد بن ابواحمد السمرقندی الحنفی | ۵۳۹ھ |

| | | |
|---|---|---|
| (۴۰) خلاصۃ الفتاویٰ | طاہر بن احمد بن عبد الرشید البخاری | ۵۴۲ھ |
| (۴۱) ذخیرۃ الفتاویٰ | ابوالمعالی محمود بن احمد بن عبد العزیز بن مازہ البخاری | ۵۷۰ھ |
| (۴۲) المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی | ابوالمعالی محمود بن احمد بن عبد العزیز بن مازہ البخاری | ۵۷۰ھ |
| (۴۳) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع | علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی | ۵۸۷ھ |
| (۴۴) فتاویٰ قاضی خان | محمود اوزجندی قاضی خان حسن بن منصور | ۵۹۲ھ |
| (۴۵) بدایۃ المبتدی | برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر المرغینانی | ۵۹۳ھ |
| (۴۶) الھدایۃ شرح بدایۃ المبتدی | برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر المرغینانی | ۵۹۳ھ |
| (۴۷) الوقایۃ (وقایۃ الروایۃ) | صدر الشریعہ محمود بن عبد اللہ بن ابراہیم المحبوبی الحنفی | ۶۷۳ھ |
| (۴۸) شرح فتح القدیر علی الہدایۃ | کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید، ابن ہمام | ۶۸۱ھ |
| (۴۹) منیۃ المصلی وغنیۃ المبتدی | سدید الدین محمد بن محمد بن الرشید بن علی الکاشغری | ۷۰۵ھ |
| (۵۰) کنز الدقائق | حافظ الدین، ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی | ۷۱۰، ۷۰۱ھ |
| (۵۱) تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق | فخر الدین عثمان بن علی بن محجن الزیلعی | ۷۴۳ھ |
| (۵۲) شرح الوقایۃ / النقایۃ مختصر الوقایۃ | صدر الشریعہ الصغیر، عبید اللہ بن مسعود بن محمود بن احمد المحبوبی الحنفی | ۷۴۷ھ |
| (۵۳) الکفایۃ شرح الہدایۃ (متداولہ) | جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی الکرمانی | ۷۶۷ھ |
| (۵۴) الینابیع فی معرفۃ الأصول والتفاریع | محمد بن عبد اللہ الشبلی | ۷۶۹ھ |
| (۵۵) الفتاویٰ السراجیۃ | سراج الدین عمر بن اسحق الغزنوی | ۷۷۳ھ |
| (۵۶) شرح العنایۃ علی الہدایۃ | اکمل الدین محمد بن محمد بن محمود البابرتی | ۷۸۶ھ |
| (۵۷) الفتاویٰ التاتارخانیۃ | علامہ عالم بن العلاء الأنصاری الدہلوی | ۷۸۶ھ |
| (۵۸) السراج الوھاج فی شرح مختصر القدوری | ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی | ۸۰۰ھ |
| (۵۹) الجوہرۃ النیرۃ فی شرح مختصر القدوری | ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی | ۸۰۰ھ |
| (۶۰) الفتاویٰ البزازیۃ (الجامع الوجیز) | حافظ الدین محمد بن شھاب الکردی البزازی المعروف بہ ابن بزاز | ۸۲۷ھ |
| (۶۱) خزانۃ الروایات | قاضی جگن الغجراتی الحنفی، حسن بن نصوح | ۸۴۲ھ |
| (۶۲) حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی | ابن امیر الحاج، ابوعبد اللہ شمس الدین محمد بن محمد الحلبی الحنفی | ۸۷۹ھ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| (۶۳) | ذخیرۃ العقبیٰ فی شرح صدر الشریعۃ العظمٰی | یوسف بن جنید التوقانی الرومی المعروف بہ اخی چلپی | ۹۰۲ھ |
| (۶۴) | شرح النقایۃ | ابوالمکارم عبدالعلی بن محمد بن حسین البرجندی | ۹۳۲ھ |
| (۶۵) | حاشیۃ علی العنایۃ شرح الہدایۃ | سعداللہ بن عیسیٰ بن امیر خان الرومی الحنفی الشہیر بسعدی چلپی وبسعدی آفندی | ۹۴۵ھ |
| (۶۶) | ملتقی الأبحر | ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر | ۹۵۶ھ |
| (۶۷) | غنیۃ المستملی المعروف بالکبیری | ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر | ۹۵۶ھ |
| (۶۸) | الصغیری شرح منیۃ المصلی | ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر | ۹۵۶ھ |
| (۶۹) | البحر الرائق فی شرح کنز الدقائق | ابن نجیم زین العابدین بن ابراہیم المصری الحنفی | ۹۷۰ھ |
| (۷۰) | تنویر الأبصار وجامع البحار | شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد الخطیب التمرتاشی | ۱۰۰۴ھ |
| (۷۱) | النہر الفائق شرح کنز الدقائق | علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم المصری الحنفی | ۱۰۰۵ھ |
| (۷۲) | شرح فقہ أکبر | علی بن سلطان محمد الہروی القاری، نور الدین | ۱۰۱۴ھ |
| (۷۳) | نور الایضاح ونجاۃ الارواح | ابوالاخلاص حسن بن عمار الشرنبلالی | ۱۰۶۹ھ |
| (۷۴) | مراقی الفلاح شرح نور الایضاح وإمداد الفتاح شرح نور الایضاح | ابوالاخلاص حسن بن عمار الشرنبلالی | ۱۰۶۹ھ |
| (۷۵) | غنیۃ ذوی الأحکام فی بغیۃ درر الحکام | ابوالاخلاص حسن بن عمار الشرنبلالی | ۱۰۶۹ھ |
| (۷۶) | حاشیۃ الدرر والغرر | العلامۃ نوح آفندی | ۱۰۷۰ھ |
| (۷۷) | مجمع الأنہر فی شرح ملتقی الأبحر | عبدالرحمٰن بن شیخ محمد بن سلیمان المعروف بشیخی زادہ | ۱۰۷۸ھ |
| (۷۸) | الفتاویٰ الخیریۃ لنفع البریۃ | خیر الدین بن احمد بن علی بن زین الدین، ایوبی علیمی فاروقی رملی | ۱۰۸۱ھ |
| (۷۹) | حاشیۃ علی ہامش جامع الفصولین | خیر الدین بن احمد بن علی بن زین الدین، ایوبی علیمی فاروقی رملی | ۱۰۸۱ھ |
| (۸۰) | الدر المختار شرح تنویر الأبصار | علامہ محمد بن علی بن محمد بن عبدالرحمٰن علاء الدین الحصکفی | ۱۰۸۸ھ |
| (۸۱) | الفتاویٰ الھندیۃ (عالمگیریہ) | شیخ نظام الدین برہان پوری گجراتی (وجماعۃ من اعلام فقہاء الھند) | ۱۱۶۱ھ |
| (۸۲) | حاشیۃ الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح | علامہ السید احمد بن محمد الطحطاوی | ۱۲۲۱ھ |
| (۸۳) | حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار | علامہ السید احمد بن محمد الطحطاوی | ۱۲۲۱ھ |
| (۸۴) | مالابد منہ (فارسی) | قاضی ثناء اللہ الہندی پانی پتی | ۱۲۲۵ھ |
| (۸۵) | رد المحتار حاشیۃ الدر المختار (شامی) | علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی | ۱۲۵۲ھ |

| | | |
|---|---|---|
| (۸۶) منحۃ الخالق حاشیۃ البحر الرائق | علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الشامی | ۱۲۵۲ھ |
| (۸۷) مجموعۃ الرسائل | علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الشامی | ۱۲۵۲ھ |
| (۸۸) غایۃ الاوطار | مترجم اول: مولانا خرم علی ملہوری | ۱۲۷۱ھ |
| ترجمہ اردو الدر المختار | مترجم دوم: مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی | -- |
| (۸۹) التحریر المختار حاشیۃ رد المختار | عبد القادر الرافعی الفاروقی | ۱۲۸۳ھ |
| (۹۰) السعایۃ فی کشف ما فی شرح الوقایۃ | ابو الحسنات محمد عبد الحیٔ بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی | ۱۳۰۴ھ |
| (۹۱) عمدۃ الرعایۃ حاشیۃ شرح الوقایۃ | ابو الحسنات محمد عبد الحیٔ بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی | ۱۳۰۴ھ |
| (۹۲) نفع المفتی والسائل بجمع متفرقات المسائل | ابو الحسنات محمد عبد الحیٔ بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی | ۱۳۰۴ھ |
| (۹۳) مجموعۃ الفتاویٰ (فارسی) | ابو الحسنات محمد عبد الحیٔ بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی | ۱۳۰۴ھ |
| (۹۴) رسائل الارکان | عبد العلی محمد بن نظام الدین محمد انصاری لکھنوی | ۱۲۳۵ھ |
| (۹۵) بہشتی زیور (اردو) | مولانا محمد اشرف علی بن عبد الحق التھانوی | ۱۳۶۲ھ |
| (۹۶) بہشتی ثمر (اردو) | مولانا محمد اشرف علی بن عبد الحق التھانوی | ۱۳۶۲ھ |
| (۹۷) بہشتی گوہر (اردو) | مولانا محمد اشرف علی بن عبد الحق التھانوی | ۱۳۶۲ھ |
| (۹۸) اِیضاح الاِصباح شرح نور الاِیضاح | حضرت مولانا محمد اعزاز علی امروہوی | ۱۳۷۴ھ |
| (۹۹) نیل المآرب فی المسح علی الجوارب | حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی | ۱۳۹۶ھ |
| (۱۰۰) عمدۃ الفقہ | مولانا سید زوار حسین شاہ | ۱۴۰۰ھ |
| (۱۰۱) معلم الحجاج | مولانا قاری سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور | ۱۴۳۲ھ |
| (۱۰۲) کشف الحاجۃ ترجمہ ما لا بد منہ | مولانا محمد نور الدین اسلام آبادی | -- |
| (۱۰۳) طہارت کے احکام ومسائل | مولانا انیس الرحمٰن قاسمی | مدظلہ |
| (۱۰۴) جدید فقہی مسائل | مولانا خالد سیف اللہ رحمانی | مدظلہ |


## دیگر مسالک کی کتب فقہ


| | | |
|---|---|---|
| (۱۰۵) بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد | محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رشد مالکی | ۵۹۵ھ |
| (۱۰۶) المغنی | ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی حنبلی | ۶۲۰ھ |
| (۱۰۷) أعلام الموقعین عن رب العالمین | ابن القیم الجوزیۃ، محمد بن ابوبکر بن ایوب بن سعد زرعی حنبلی | ۷۵۱ھ |

| | | |
|---|---|---|
| (۱۰۸) إعلام الساجد بأحکام المساجد | امام زرکشی محمد بن عبداللہ شافعی | ۷۹۴ھ |
| (۱۰۹) مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ | ابوالعباس تقی الدین احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیۃ حنبلی | ۸۲۸ھ |
| (۱۱۰) التلخیص الحبیر | احمد بن علی بن محمد، ابن حجر الکنانی العسقلانی الشافعی | ۸۵۲ھ |
| (۱۱۱) الإنصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف عند الإمام احمد بن حنبل | علاء الدین ابوالحسن علی بن سلطان المرداوی الحنبلی | ۸۸۵ھ |

## فقہ مقارن

| | | |
|---|---|---|
| (۱۱۲) الموسوعۃ الفقہیۃ | وزارت اوقاف کویت | -- |
| (۱۱۳) الفقہ الإسلامی وأدلتہ | ڈاکٹر وہبہ مصطفیٰ الزحیلی | مدظلہ |

## اصول فقہ

| | | |
|---|---|---|
| (۱۱۴) الأشباہ والنظائر | زین الدین بن ابراہیم بن محمد، ابن نجیم المصری | ۹۷۰ھ |
| (۱۱۵) غمز عیون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر | احمد بن محمد المکی، ابوالعباس، شہاب الدین الحسینی الحموی الحنفی | ۱۰۹۸ |

## لغت

| | | |
|---|---|---|
| (۱۱۶) القاموس المحیط | مجد الدین ابوطاہر محمد بن محمد بن عمر الشیرازی الفیروزآبادی | ۸۱۷ھ |
| (۱۱۷) اردو لغت | مرتبہ اردو لغت بورڈ حکومت پاکستان | -- |

## متفرقات

| | | |
|---|---|---|
| (۱۱۸) کتاب الأسباب والعلامات | ابوحامد محمد بن علی بن عمر السمرقندی الملقب بہ نجیب الدین | ۶۰۶ھ |
| (۱۱۹) شرح کتاب الأسباب والعلامات | برہان الدین نفیس بن عوض المتطبب الکرمانی | ۸۴۱ھ |
| (۱۱۷) حجۃ اللہ البالغۃ | شاہ ولی اللہ، احمد بن عبدالرحیم، ابوعبدالعزیز، ابوعبداللہ | ۱۱۷۶ھ |
| (۱۱۸) القول الجمیل | شاہ ولی اللہ، احمد بن عبدالرحیم، ابوعبدالعزیز، ابوعبداللہ | ۱۱۷۶ھ |
| (۱۱۹) ترجمہ کبیر | پروفیسر حکیم محمد کبیر الدین صاحب | -- |


**نوٹ:** فتاویٰ علماء ہند جلد دوم کے متن وحاشیہ میں مذکورہ کتابوں سے استفادہ ہوا ہے اور وہیں ان کے مطبوعات ومکتبات کی تفصیل درج ہے۔ انیس الرحمٰن قاسمی